ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

عدد اوّل   جلد ۲

ندائے حرم کا مقصد

۱۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور ان کی تکمیل کے لئے کوشش،

۲۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳۔ مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات علمی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک "باہمہ" مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلہ "ندائے حرم" مرکز اسلام کی علمی آواز ہے۔

۲۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں انحصر رسالہ مشترکہ یادگار ہے، اس لئے "ندائے حرم" میں عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳۔ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

("ندائے حرم" پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۸ صفحات پر شائع ہوتا ہے)

ماہ نامہ "ندائے حرم" مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور محسنوں کی خدمت میں ہدیتاً پیش کیا جاتا ہے۔

سالانہ اشتراک:- تین روپے (سے/) فی پرچہ چار آنے (۴/) بیرون ہند سے سات شلنگ سالانہ۔

رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت "منتظم" رسالہ "ندائے حرم"، دھلی قرول سے ہونی چاہیئے۔

ترسیل زر کا پتہ:- معتمد، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ)

دہلی قرول باغ

مرکز اسلام میں مسلمانان ہند کی مشترکہ یادگار مدرسہ صولتیہ ہندیہ مکہ معظمہ کی عمارات کے چند مناظر

ندائے حرم

عدد اوّل — مسئول، ضیاء الدین احمد — جلد ۲

ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۶۱ھ — (مطابق فروری سنہ ۱۹۴۲ء)

صفحہ

طلباء سے بلا تخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

نداء عام الى المسلمين عامة والى مسلمي الهند خاصة

أيها المسلم الغيور: لا يخفاك انه ما من أمة تقدمت الا بالعلم وما من شعب لخذ يخطو خطى واسعة في ميادين الحضارة والرقي الا بالعلم والتعلم. فالعلم أس كل فضيلة وشرف. ورأس كل ذمة وشهامة ويكفي العلم والعلماء شرفا قول الله عز وجل شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط. وقوله صلى الله عليه وسلم ان الله وملائكته واهل السموات والارض حتى النملة في جحرها وحتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير. وانت المسلم الغيور بطبيعتك طموح بفطرتك محب للصالح النافع من اصل خليقتك. مساعد للاعمال الخيرية بجبلتك. مناصر للدين والاسلام وما يقويهما ويؤسس دعائمهما ويوطد أساسهما من مبدأ تكوينك، نعم كل ذلك عرف عنك وشهدت به وباكثر من ذلك فهل يمكنك ان تؤيد ما قيل فيك وعرف عنك من كرم النفس وبذل السخاء فتحسن الى معهد علمي هو أقدم المعاهد الدينية ببلد الله الحرام هنا بين زمزم والمقام والمشاعر العظام ومهبط الوحي على خير الانام. ان ذلك المعهد الذي تقدم قد خدم العلم والانسانية اكثر من ثمان وستين عاما. نعم خدم الدين والاسلام والمسلمين زمنا طويلا لا يعلم فيه أطفال المسلمين ورجالهم الفقراء من جميع طبقات المؤمنين على اختلاف اجناسهم وتباين لغاتهم. ذلك المعهد العظيم قد واصل جهوده الموفقة بجهاده المتواصل وكافح وجاهد وناضل بسالة حتى كاد يقضي على جيوش الجهل وقوة الأمية. فأصبح ذلك المعهد والحمد لله كبير المعاهد الاسلامية يشار اليه بالبنان فهذا المعهد الاسلامي الصولتي الهندي المنسوب الى صولت النساء بيكم الهندية يضم الآن بين جدرانه ما يوف على سبعمائة طالب من كافة الأجناس. فهل لك أيها المسلم الشهم ان تقرض الله قرضا حسنا يضاعفه لكم ويغفر لكم والله شكور حليم. هل لك ان تمد يد المساعدة الى المعهد الاسلامي فتنتشل الأمة بأسرها من وهدة الذل وجحيم الجهل القاتل وتسحق الأمية البائدة الى أقصى درجات العلم وارفع مكانة العرفان وتكون بذلك قد أقرضت الله قرضا حسنا والحسنة بمائة الف حسنة في مكة المشرفة وقد قال الله تعالى وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله ان الله لا يضيع أجر المحسنين

١٥ / ٧ / ١٣٦٠ هجرية بمكة المشرفة

الأعضاء

نائب رئيس مجلس الإدارة

[illegible signatures]

ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں سے خطاب

بلد اللہ الحرام مکہ معظمہ کے علمی خدام اور مقدس علماء کا پیغام

حجاز کی پاک سرزمین سے ہمارے نام ندائے عام کی صورت میں جو پیغام پہونچا ہے وہ کوئی معمولی آواز نہیں، پیغام جس مقام سے آیا ہے، دنیا میں اس سے زیادہ مقدس کوئی مقام نہیں، جس مقصد کے لئے آیا ہے اس سے بڑا کوئی دوسرا مقصد نہیں، جن لوگوں نے بھیجا ہے ان کی عظمت و بزرگی کی داستان اسلامی تاریخ کا سنہرا باب ہے، یہ حضرات علم و عرفان، اور دین وایمان کے وہ درخشندہ ستارے ہیں جو حجاز میں اسلام کی خدمت کے آسمان پر مدت سے چمک رہے ہیں، یہ حضرات عرب و عجم کے استاذ ہیں، کعبۃ اللہ کے مقدس سایہ میں اور اسلام کی خدمت میں ان کی زندگی کی صبح و شام گذرتی ہے۔ ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ وہ موتی ہے جس کی قیمت سے انکار کرنا اپنی جوہر شناسی کی کمی ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ یہ آواز دل پر دستک دیگی اور اس سے مفید نتائج پیدا ہوں گے، اصل ندائے عام عربی زبان میں ہی، جو صفحہ سابقہ پر بجنسہ درج ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ مقصد و منشا کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہم غیور مسلمانوں سے خطاب کر رہے ہیں، مسلمانوں کو علم و آگاہی کی درسگاہ میں بچوں کی طرح سبق دینے کی ضرورت نہیں، امت اسلامیہ کا ہر فرد ان حقیقتوں سے آگاہ ہے جو قوموں کی ترقی میں موثر ہیں، دنیا کی تاریخ میں قوموں کی ترقی کے عوامل کوئی ایسا راز نہیں ہیں کہ ایک مسلمان اس سے بے خبر ہو۔

دنیا کی تاریخ میں کسی قوم نے اقدام و پیش رفت کا فخر حاصل نہیں کیا، مگر علم کی قوت سے کوئی قوم تہذیب و تمدن کے میدان میں تیز رفتاری سے آگے نہیں بڑھی، مگر علم کی رہنمائی میں، اور تعلیم کی امداد سے یقیناً علم

ہر کمال کی اساس اور ہر قسم کے شرف کی بنیاد ہے، علم ہر انسانی ذمہ داری اور جرأت آمیز قوت فیصلہ کے لئے رہنما ہے، علم اور علماء کے شرف و مجد کے اظہار کے لئے خداوند برتر کا یہ فرمان کافی ہے کہ اہل علم عدل و اعتدال کے معیار پر قائم ہیں، اور یہ فرمان نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی موجود ہے کہ "اللہ، اللہ کے فرشتے، آسمان و زمین کی ہر چیز، یہانتک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں، اور مچھلی اپنی جگہ، سب کے سب اس شخص کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں، جو انسانیت عامہ کے افراد کا معلم ہے۔"

آپ مسلمان ہیں، ارجمند ہیں، دردمند ہیں، بجائے خود غیور ہیں، اپنی فطرت کے لحاظ سے معیار احسن پر قائم ہیں، آپ اپنی اصل طینت کے اعتبار سے مناسب و مفید مقاصد کو پسندیدہ سمجھتے ہیں۔ اور طبعاً ان مصالح عامہ کی اعانت کو ضروری سمجھتے ہیں جو امت کی اجتماعی بہتری سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ہمیشہ دینی نظام اور اسلام کی امداد کو اپنا پیدائشی فرض سمجھا ہے۔ اس کی بنیادوں کا استحکام اور اس کے متعلقات کی نگہداشت آپ کی وہ ذمہ داری ہے جو اول دن سے آپ کے ساتھ ہے۔

ہمارا یہ بیان صحیح ہے، اس سے زیادہ بھی اگر کہا جائے تو بجا و درست، لیکن اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ ہم سے ہم آہنگ ہیں، اور آپ کی ذاتی شرافت اور طبعی فیاضی پر جو ذمہ داری ہے اُس کو پورا کریں گے، کیا آپ اس عظیم الشان علمی و تعلیمی مرکز کی طرف ایک اچھا قدم اٹھائیں گے، جو اللہ کے مبارک شہر میں قدیم ترین مذہبی دارالعلوم ہے

یہ دارالعلوم، زمزم، مقام ابراہیم، مقامات مقدسہ اور اس پُر شرف مقام کے دامنوں میں واقع ہے جہاں سرور کونین پر وحی نازل ہوتی رہی ہے۔ یہ درس گاہ قدیم تاریخی دور کی وہ یادگار ہے، جس نے انھتر ۶۹ سال تک علم اور انسانیت کی شائستہ خدمت انجام دی ہے، جس نے مسلمانوں کے اجتماعی دینی نظام، مذہب اسلام اور جمہور مسلمانوں کی خدمات کی راہ میں طویل زندگی گذاری ہے، اس کو مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ اور نئی نسل کے وہ جوان جانتے ہیں جو مستقبل کے انسان ہیں، مسلمان، کسی ملک کے ہوں، کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں، کوئی زبان بولتے ہوں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔ کہ یہ علمی مرکز سالہا سال سے مسلسل، متواتر اپنے جہاد و عمل سے کام لیتا رہا ہے، اس کی کوششیں جاری رہیں۔

اس کی فوجیں بڑھتی رہیں، اس کی کامیابیاں بر روئے کار آتی رہیں، یہانتک کہ جہل کے لشکروں کو شکست دینا ممکن ہوگیا۔ اور لاعلمی کی قوت سے لڑنا آسان۔

اب یہ دارالعلوم سب سے بڑا دارالعلوم ہے، اس کی شاندار عمارتیں اور بنیادی کارنامے اس کے شاہد ہیں، یہ درس گاہ مدرسہ اسلامیہ صولتیہ ہے۔ ایک ہندوستانی خاتون مرحومہ صولت النساء بیگم کو یہ فخر ہے کہ ان کے نام سے منسوب ہے۔ آج اس کی دیواروں کے سایہ میں اسلامی دنیا کے ہر خطہ اور ہر نسل کے ساتھ سو طلباء موجود ہیں۔

کیا آپ اس کے لئے اپنی فرض شناسی کو ہاتھ بڑھانے کی اجازت دیں گے، کیا آپ اللہ کو قرض دیں گے اور اللہ سے اس کا المضاعف اور اس کی بخشش حاصل کریں گے۔ یاد رکھئے جب آپ اس مقدس دارالعلوم کی اعانت کا فیصلہ کرتے ہیں، تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کو ذلت و زوال کے عمیق غار سے نکالنے کے لئے آمادہ ہیں، اور جہل کی تباہ کاریوں کو پامال کرکے امت کو علم و عرفان کے اعلیٰ درجات پر پہونچاتے ہیں۔

یہ آپ اللہ کو قرض حسنہ دیتے ہیں، اور بیت اللہ الحرام کے ماحول میں ایک نیکی کرکے ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب حاصل کرتے ہیں، خدا کا قانون بھی یہی ہے۔ جب آپ کسی نیکی کے لئے قدم اٹھاتے ہیں تو آپ احسان کرتے ہیں، اور خداوند برتر کبھی محسن کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

مورخہ ۵ — ۷ — ۱۳۶۰ ہجری۔

(دستخط۔ علماء و ارکان جامعہ صولتیہ مکہ معظمہ)

نائب صدر مجلس — سکریٹری — ارکان

حسن محمد المشاط — محمد علی الیاس۔ — عبداللہ خوجہ، محمد عبداللہ، مختار مخدوم، محمود داؤد، ربانی۔

قوم کا ربط اپنے مرکز سے

(اثر۔ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

قوم را ربط و نظام از مرکزے — روزگارش را دوام از مرکزے

ہمچو بر آئینِ میلادِ امم — زندگی بر مرکزے آید بہم

در جہاں جانِ امم جمعیت است — در نگر سرِ حرم جمعیت است

راز دار و رازِ ما بیت الحرم — سوزِ ما ہم سازِ ما بیت الحرم

چوں نفس در سینہ او را پروریم — جانِ شیرین است او ما پیکریم

تو ز پیوندِ حریمے زندہ — تا طوافِ او کنی پایندہ

شاہدِ مقصود را دیوانہ شو — طائفِ ایں شمع چوں پروانہ شو

اثرات

ہماری ملی ضرورتوں کا نیا مطالبہ

مسلمانوں کے عروج، نشوو ارتقاء اور سربلندی کا انحصار بڑی حد تک خود ان کے باہمی نظم، ملی یکجہتی اور آپس کے میل جول پر مبنی ہے، افراد ہی مل کر قوم کو بناتے ہیں، اور افراد ہی اجتماعی نظام سے اپنے دنیاوی غلبہ اور دینی اقتدار کو ظاہر کرتے ہیں، ایک فرد اور بہت سے افراد اگر زندگی کے شیرازہ بند نظام کے لئے کارآمد نہوں تو وہ دنیا کی مشین کا بے کار پرزہ سمجھے جائیں گے۔ تنہا ایک انسان، انسان کی حیثیت سے گوشہ گیر ہوکر زندگی بسر کرسکتا ہے، مشکل کام اگر ہے، تو یہ کہ ایک انسان بہت سے انسانوں میں ملکر رہے، اور اس کے بعد اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے، چونکہ یہ دشوار تر ہے، اس لئے کہا گیا ہے کہ ایک سلطنت کا بننا آسان ہے۔ اور ایک قوم کا بننا مشکل۔

دنیا کی تاریخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی اسی لئے دار لئے اہمیت سمجھا گیا ہے کہ آپ نے انسانیت کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑ دیا، خدا کی توحید کا عقیدہ پہلا روحانی نظریہ تھا جس نے کائنات کے خالق کا حقیقی عرفان پیش کیا، اور دنیا کے رہنے والوں کو اپنی ملی توحید، قومی یگانگت اور ناقابل انکار وحدت پیدا کر جمع کر دیا، اسلام نے تین حکم جاری کئے وَاعْتَصِمُوا، اللہ کے سلسلہ پر مضبوطی سے جمع ہوجاؤ، وَلَا تَفَرَّقُوا، ٹکڑے ٹکڑے نہو، کونوا عِبَادَ اللّٰہِ اخوانًا۔ اللہ کے عبادت گذار بندے بھائی بھائی ہوجاؤ۔ یہ تین حکم تین بڑے ضابطوں کی تخلیق کا موجب ہوئے۔

(۱) تابع فرمان مومنوں کو ایک وحدت پر اس طرح مضبوطی سے قایم رہنا چاہئے کہ ان کے قدم بھی مضبوط ہوں اور وہ زمین بھی مضبوط ہو جہاں وہ خدا کے حکم سے کھڑے ہیں۔

(۲) فرمان بردار انسانوں کو جنگجو افراد، جنگ آزما قوموں اور دشمن ایمان پارٹیوں کی طرح

جدا جدا ٹکڑوں میں تقسیم نہ ہونا چاہئے۔

(۳) جو لوگ اسلام کے دینی نظام پر ایمان لاچکے ہیں، ان کو ایک خاندان کے بھائیوں کی طرح رہنا چاہئے، اتحاد کا یہ حکم، اختلاف کی یہ ممانعت، اور اخوت کا یہ فرمان مسلمانوں کے لئے فطری قوانین کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کو نظر انداز کرنا ہمارے اختیارات کی حدود سے باہر ہے۔

خدا کا وجود اہلِ دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے، اس حقیقت کا انسانی دنیا میں درجۂ قبول تک پہونچنا سب سے بڑا مطمحِ نظر ہے۔ اس مطمحِ نظر کے لئے انسانی اکثریت کا ایک نقطۂ وحدت پر آجانا، ہماری مصیبت زدہ بوڑھی دنیا کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔ ہم مسلمان آسمان کے مہر و ماہ سے نظر ملاکر اپنی سربلندی پر فخر کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے اسلام کے مرکز سے جسموں کے اتحاد اور دلوں کے وفاق کا جو پیغام دنیا کے کانوں نے سنا تھا اس کو ہم نے اپنے دل کی امانت بنالیا۔ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ کی تفسیر وہ مسلمان ہیں جو خدا کے مقرر کردہ مقصد کے لئے آج بھی اس آواز کو سننے کے لئے تیار ہیں، جو بیت اللہ کے مقدس ایوان سے بلند ہوچکی ہے، ہمارے کاموں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہم گمشدہ بھیڑوں کی طرح اپنے مرکز سے دور جا پڑے ہیں۔ رسمی رکھ رکھاؤ مجبور کرتا ہے، اور ہم بیت اللہ کا نام لیتے ہیں، اگر یہ رسم پہلے کی طرح حقیقت ہوجائے تو ہماری ترقی کا آفتاب اسی گھاٹی سے طلوع ہونے لگے جہاں سے دور ہوکر غروب ہوا تھا۔

اس ماہ سے نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے، ہر نیا سال، نئے خیالات، نئے رجحانات، نئے واقعات اور نئی ضرورتوں کو لیکر آتا ہے۔ صدیوں کی غفلت کے بعد ہمیں ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ ہماری نئی زندگی آج تک اپنے اس قدیم مطالبہ پر قائم ہے۔

"ہمارا مرکز اللہ کا گھر (کعبۃ اللہ) ہے۔ ہمارے حال کا ارتقاء اور مستقبل کی معراج اسی مرکزی ایوان سے وابستہ ہے، جو ہمارے اور انسانیت عامہ کے لئے امن کا پایۂ تخت اور اجتماعی بہتری کا دارالسلطنت ہے۔"

یہ ہے نئے سال کا پیغام، یہ ہے امت کی نئی ضرورت اور ملی ضرورتوں کا جدید مطالبہ، ہم نے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ کو چھوڑ کر اپنا تخت دمشق، بغداد اور قسطنطنیہ میں بچھایا، مگر مرکز سے دور ہوکر امت کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ اب ہم تجربہ کی راہ سے پھر مرکزی مستقر پر آکر جمع ہوتے ہیں، اور حضرت ابراہیم کی طرح خدا کی جناب میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔

خداوند برتر! اپنے گھر کو دنیا بھر کے انسانوں کے لئے امن و سلامتی کا مرکز بنا، ہم کو اپنا تابع فرمان بنا، اور ہماری نسل کو امت مسلمہ (حکم بردار قوم) بننے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں معاشی زندگی میں پھلوں، پھولوں سے شاداب فرما، اور دنیا کے عمرانی ماحول میں وہ درجہ عطا فرما جو تیرے عبادت گذار بندوں کا حق ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

نئے سال کی ذمہ داریوں میں اپنی اولین ذمہ داری کو بھول نہ جائیے۔ یاد رکھئے کہ آپ دنیا کی قوموں سے بالکل علیحدہ ہیں، مگر آپ کی قسمت کا مدار دوسری قوموں کی طرح علم پر ہے، علم ہماری تقدیر ہے۔ علم ہماری ترقی کا پہلا زینہ ہے، زندگی کے سادہ نقشہ میں علم اتنا ہی کارآمد ہے جتنا کہ نقشہ کا آب و رنگ، آج اور آج کے بعد ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ آج سے مختصر سال قبل دنیائے اسلام کی بین الاقوامی یونیورسٹی جامعہ حرم کے قیام کے لئے ایک معیاری درسگاہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ آج تک یہ درسگاہ اللہ کے آثار رحمت میں سے ایک اثر کی صورت میں موجود ہے۔ اسلامی دنیا کے ہر حصہ کے ہونہار اور ارجمند نوجوان صدہا کی تعداد میں اس میں ہماری ملی تقدیر کو چمکا رہے ہیں۔ صرف حجاز میں نہیں بلکہ بلاد عربیہ میں یہ سب سے بڑی ملی درسگاہ ہے، جو اپنی مختار وذمہ داریوں کو محدود ذرائع سے پورا کر رہی ہے،

زندہ قومیں اپنی درسگاہوں کو ترقی دیتی ہیں۔ آپ سے آتنی امید ہے کہ اس درسگاہ کی زندگی کی حفاظت کے لئے ہاتھ اٹھائیں، اور اس کو ترقی کے درجہ سے تنزل کی طرف جانے سے بچائیں۔ یہ خدا کے گھر کی ذمہ داری ہے۔ جس کو پورا کرنا آپ سے زیادہ آپ کے جذبۂ ایمانی کا کام ہے۔

نیا سال اور ہماری دنیا

ہماری دنیا عجیب و غریب دنیا ہے۔ انسان کا حال بھی عجیب ہے بلکہ عجیب تر۔ دنیا کی ہر چیز اپنے پیدائش کے مقصد کو ظاہر کر رہی ہے۔ لیکن انسانی زندگی کی روش بالکل جداگانہ ہے۔ انسان کیا ہے؟ اس سوال کی صحیح تفسیر یہ مصرع ہے، "آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا"۔ انسان کی حیثیت سے ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے اعلیٰ مقاصد کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اور حیوانی خواہشوں کو اصل زندگی کا مرتبہ دے دیا ہے۔ ہم نے سچائیوں کی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ اور اپنے لئے ایک جھوٹی دنیا آباد کر لی ہے، قومی و ملی کام ایک ایک کر کے ختم ہو چکے ہیں۔ گویا کارناموں کی دنیا میں تمام اچھے کارنامے اگلے لوگوں کا حصہ تھے۔ جو پیلی مٹی کے برتن کی طرح [illegible]سات کی پہلی بوند سے ٹوٹ پھوٹ گئے۔ تعمیر و ترقی کی آواز بلند کرنا ہمارا پہلا فرض ہے۔ مگر تعمیر و ترقی کے لئے کہیں سے کوئی آواز بلند ہو تو اس پر لبیک کہنا تو درکنار اس کو سننے سے انکار کر دینا ہمارا دوسرا فرض ہے۔ یہ بات دردناک بھی ہے اور المناک بھی، کہ آج اسلام کے مرکز، دین کے مرجع، وحی کے مہبط، خدا کے مقدس گھر اور پیغمبر خدا کے وطن [illegible] سے ایک آواز بلند ہوتی ہے۔ لیکن سال بھر کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ چند قدسی [illegible] نفوس کے علاوہ مسلمانوں کی اکثریت نے اس کو دل کے کانوں سے نہیں سنا، کیا ہندوستان کے مسلمان اپنی حقیقت کو بھول چکے ہیں اور ہمیشہ کے لئے بھولنا چاہتے ہیں، "ندائے حرم" ایک معمولی رسالہ نہیں ہے، کسی کے ذاتی فائدہ کی چیز نہیں ہے، یہ اس قیمتی متاع کا سرمایہ دار ہے جس سے کوئی مسلمان انکار کر کے مسلمان نہیں رہ سکتا۔

"ندائے حرم" آج نئے سال کی سرحد میں قدم رکھتا ہے، اسلامی احکام کی تبلیغ، مرکز اسلام کے مقاصد علمی کی اشاعت، جامعہ حرم مدرسہ صولتیہ ایسے مقدس ادارہ کی خدمت اس کا مطمح نظر ہے۔ اس مجلہ کو جن مقاصد سے آج تک تعلق رہا ہے۔ آئندہ بھی رہے گا، ہندوستان کے مسلمان آجکل اسلام کا نعرہ خوب خوب بلند کر رہے ہیں، ہم ان کے دل و دماغ کو یاد دلاتے ہیں کہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح چند محدود عقائد اور قومی ضابطوں کا مرقع نہیں ہے، بلکہ دنیا بھر میں ایک ایسی

واحد قوم پیدا کرنے کا داعی ہے۔ جو خدائے واحد کے نام پر امت واحدہ کی شکل میں انسانی اتحاد کا معیار قائم کر سکے۔

ایک خدائی قوم کی تشکیل خدائی مرکز کی طالب تھی، یہ مرکز حرم مکہ ہے، اقبال مرحوم نے بجا کہا ہے۔ ع حرم کا راز توحید امم ہے ؛ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اسلام کے نعرے بلند کرتے ہیں، اور حرم کی عزت و عظمت کے اعتراف اور جامعہ حرم کی تائید کا وقت آئے تو آپ سب کچھ بھول جائیں۔

کبھی آپ نے دل کے صادق جذبے کے ساتھ اس پر غور فرمایا کہ "ندائے حرم" کیا ہے؟ کیا یہ آپ کے پہلے سبق کا عنوان نہیں ہے، کیا یہ اسی مقدس شہر کی تقدیس کا ترجمان نہیں ہے جس نے اقصائے عالم تک دلوں کو اپنا بنایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ مدرسوں کی دنیا سے خوش نہ ہوں، اور "ندائے حرم" کو ایک مدرسہ کا ترجمان سمجھ کر پوری اہمیت نہ دیتے ہوں، مگر ہم بصد احترام عرض کریں گے کہ یہ خیال اس بات کی علامت ہے کہ ہماری قومی نبض کی رفتار ٹھیک نہیں ہے، مدرسہ صولتیہ ایک عام مدرسہ نہیں ہے۔ تحقیق کی نظر سے کبھی دیکھئے گا تو آپ کو اس کی عظمت کا نشان نہ مل جائے گا۔ یہ درسگاہ اپنے علمی نظام کے اعتبار سے زمانہ حال کی مفید ضرورتوں کے مطابق اعلیٰ معیار پر قائم ہے۔ اور "ندائے حرم" اس درسگاہ حرم کا ترجمان ہے، کیا مکہ معظمہ میں ایک ترقی پذیر درس گاہ کا ہونا آپ کی نظر میں ضروری نہیں، اور کیا آپ کو ایک ایسے رسالہ کی ضرورت نہیں جو مکہ معظمہ اور دہلی کو علمی رشتوں سے باہم مربوط کر سکے، اچھی طرح غور فرمائیے اور پھر اپنے عمل سے اپنے دینی خدام کو جواب دیجئے۔

"ندائے حرم" اپنی داستان حیات پورے ایک سال بعد پیش کر رہا ہے۔ اس پر ضرور توجہ فرمائیے۔

یہ صحیح ہے کہ یہ رسالہ فلمی رسالوں کی طرح فروغ نظر کا باعث نہیں۔ اس میں جھوٹے رومان اور غیر واقعی افسانے بھی نہیں ہیں، کچھ نہ سہی یہ مجلہ قومی زندگی کی حقیقت ضرور ہے، اور

یہی اس کے اور آپ کے لئے کافی ہے۔

اس نمبر سے "ندائے حرم" کا دوسرا سال شروع ہوتا ہے، جامعہ صولتیہ کے معاونین نے اس عرصہ میں تقریباً ۴۰۰ صفحات کا مطالعہ کیا، ان میں مضامین بھی تھے، اسلامی تاریخ کے نشتر بھی، ملی ضرورتوں کے مطالبے بھی۔ اور دین حق کی تبلیغ بھی، بصائر و حکم بھی تھے۔ اور درد مند اصحاب کے اثرات بھی۔

زمانہ پریشان کن ہے، قانونی احکام سستے ہیں، اور کاغذ موثر حد تک گراں ہے، کتابت وطباعت، اور نشر واشاعت کا خرچ رسالہ کے سینہ کا بوجھ ہے، یہ سب کچھ درست، اس پر بھی رسالہ پابندی سے اپنے محسنوں اور معاونوں کے ہاتھوں میں پہونچتا رہا، ہندوستان کے سب رسالوں نے بارہا اپنے صبر وضبط کی روداد پیش کی، مگر "ندائے حرم" نے سال میں ایک مرتبہ بھی آپ کے مطمئن قلوب کو سوز وگداز کے لئے آمادہ نہیں کیا۔

اگر نئے سال کے موقعہ پر کچھ عرض کیا جا رہا ہے، تو اس کو ناگزیر حالات کا ناگزیر نتیجہ سمجھئے اصولاً "ندائے حرم" مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے معاونین کو ہدیتہً پیش کیا جاتا ہے، ہم آئندہ بھی اس اصول پر قائم رہنے کی سعی کریں گے۔ البتہ معاونین محترم سے ہمارا مخلصانہ مطالبہ یہ ہے کہ وہ اب اس کو ہدیتاً نہیں بلکہ ثمناً طلب فرمائیں۔

درسگاہ حرم کے معاونین اپنے جذبۂ ایمانی کی وجہ سے ہمارے لئے باعث فخر ہیں، انہوں نے ہماری تباہ حالی، نیا کے ماحول میں ملت کی تعمیر وترقی کے لئے بیش بہا اور گراں قدر رقمیں عطا فرمائی ہیں۔ ہماری درخواست ان کے سامنے بے اثر نہ رہے گی، اور نہ بے محل سمجھی جائے گی، اس رسالہ کی مستقل سرپرستی جامعہ صولتیہ کی امداد کے ہم معنیٰ ہے۔ تین روپیہ سالانہ چندہ معمولی رقم ہے۔ اس سے رسالہ کو غیر معمولی امداد مل سکے گی۔ کاغذ کی گرانی کا مداوا بھی یہی ہے کہ ہر مسلمان رسالہ کی بقا، اور ترقی کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ مدرسہ صولتیہ کے محسنوں اور معاونوں کا حلقہ کافی وسیع ہے، ان کے لئے اس کے خریدار پیدا کرنا کچھ زیادہ دشوار نہیں، ہمیں اس سلسلہ میں حوصلہ افزا جواب کا

انتظار رہے گا۔

ہندوستان اور بیرون ہند کے جن بزرگوں نے "ندائے حرم" کی خدمات کو بہ نظر پسندیدگی دیکھا ہے، اور اس کی آواز پر لبیک کہا ہے، ہم ان کے ایمانی جذبے اور دینی احساس کے لئے شکریہ و سپاس پیش کرتے ہیں، درسگاہ حرم جامعہ صولتیہ کے علماء، طلبہ، اور خدام ان کے شکرگذار ہیں۔ مدرسہ کے معصوم طلبہ جو حرم محترم کے زیر سایہ رہتے ہیں، اپنی دعاؤں میں اپنے محسنوں کو ہمیشہ یاد رکھیں گے، خدائے تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جامعہ حرم کے لئے ندائے حرم کے لئے، اور ہم سب کے لئے نئے سال ۱۳۶۱ہجری کو خیر و برکت کا سرچشمہ بنائے اور ہمیں ماضی کی طرح مستقبل میں بھی اسلامی خدمت کی راہ میں پیش قدمی کی توفیق عنایت فرمائے۔

ایک نئی مثال

محترم مولوی فتح الدین صاحب سابق انسپکٹر مدارس، گوجرانوالہ کی ایک نیک دل ہستی ہیں، انہوں نے جامعہ حرم کے محسنوں کے سامنے حسن توجہ کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے، امید، نا امیدیوں میں ایک روشنی ہے، اسی طرح ہماری سرد مہریوں کے موجودہ دور میں بیدار دماغ مسلمانوں کی کشادہ دستی، گہری تاریکیوں میں روشن فانوس کی طرح ہے۔ مولوی صاحب محترم نے دارالعلوم صولتیہ کو پانچ سو روپے کا ایک بہ کمال عقیدت ارسال فرمایا، یہ اللہ کے ایک بندہ کا قرض حسنہ ہے جو اللہ کے دین اور امت کی تعمیر کے لئے وصول ہوا، ہم درمیان کا پوسٹ آفس ہیں، ادھر وصول کر کے پوری دیانت کے ساتھ پہلی فرصت میں اُدھر پہونچا دیتے ہیں، روپیہ دینے والے ایک بزرگ ہیں، اور اجر دینے والا اللہ ہے۔ روپیہ حسب ہدایت قابل امداد طلبہ کے وظائف اور دوسری تعلیمی ضرورتوں پر صرف ہوگا۔ جامعہ صولتیہ بیت اللہ الحرام کی دیواروں کے زیر سایہ خاموشی سے اپنا کام کر رہا ہے، خدا کا یہ کام اگر اب بھی خدا کے بندوں کی توجہ سے چلتا رہے تو ہمیں خاموشی سے خدمت کا موقع مل جائے، جو درس گاہ سالہا سال سے اپنا کام کرتی رہی، اور آج اپنا دامن کھول کر ہندوستان کے سامنے اپنا پیغام پہونچا رہی ہے۔ اُس کے اس پیغام کی کوئی مجبوری ضرور ہوگی، مسلمان اس مجبوری کو محسوس فرمالیں اگر مندرجہ بالا نمونہ کی مثالیں ہمارے سامنے آنے

لگیں تو امت کی تقدیر کی عمارت پہلے کی طرح پھر مکمل ہو جائے۔

مولوی فتح الدین صاحب محکمہ تعلیم کے افسر رہ چکے ہیں، اور ایک مسلمان کی حیثیت سے علم کی خدمت کرتے رہے ہیں۔ اس لئے ان جیسے صاحب حال بزرگوں کے لئے علمی ضرورتوں کا احساس اوّل درجہ کی شے ہے۔ "علم کے لئے علم کی خدمت" یہ ہے ان کا نصب العین، رہا خدمت کے لئے اسلام کے مقدس شہر اور مرکز کا انتخاب، اس کا تعلق اس صحیح وجدان سے ہے جو مومن ہی کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔

قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ تم اپنی محبوب دولت کو خرچ کئے بغیر اپنے اچھے مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ ہماری دنیا میں مسلمہ مقاصد کے لئے دینے والے بھی ہیں اور ہاتھ روکنے والے بھی، دونوں کا خدا سے ایک معاملہ ہے، اور دونوں سے خدا نے ایک معاملہ کرنے کا وعدہ کیا ہے، دیکھئے قرآن عظیم کا فیصلہ کتنا صاف، کس قدر موثر اور کیسا بے لاگ ہے۔

واللیل اذا یغشیٰ والنھار اذا تجلی۔ وما خلق الذکر والانثیٰ۔ اِنّ سعیکم لشتّٰی فاما من اعطیٰ واتقیٰ وصدّق بالحسنیٰ۔ فسنیسرہ للیسریٰ۔ واما من بخل واستغنیٰ وکذّب بالحسنیٰ۔ فسنیسرہ للعسریٰ وما یغنی عنہ مالہ اذا تردّیٰ اِنّ علینا للھدیٰ۔ واِنّ لنا	قسم رات کی جب وہ چھا جائے۔ قسم دن کی جب وہ روشن ہو جائے، قسم اس وجود کی جس نے مرد اور عورت پیدا کئے۔ تم لوگوں کی کوششیں مختلف ہیں، اب جس نے خدا کے کام میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اچھی بات کو دل سے مان لیا، تو ہم اس کے لئے آسانی کر دیں گے۔ اور اس کے بعد جس نے بخل کیا، اور بے پروائی کی اور اچھی بات کو نہ قبول کیا تو ہم اس کے لئے دشواری کو خاص

لِلاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی۔ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی۔ لَا یَصْلٰهَا اِلَّا الْاَشْقٰی۔ اَلَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی۔ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰی۔ اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی۔

کردیں گے۔ جب وہ کرے گا تو اس کا مال و دولت ذرا کام نہ آئے گا۔ ہمارے ذمہ راہ دکھا دینا ہے، ہم آخرت اور دنیا کے مالک ہیں، ہم نے تمہیں شعلہ فشاں آگ سے ڈرایا اس میں وہی شقی داخل ہوگا جس نے خدا کے حکم کو جھٹلایا اور منہ موڑنے والا ثابت ہوا، اس سے وہ اعلیٰ پرہیزگار بچا لیا جائے گا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے بدلہ کا اس پر کسی کا احسان نہیں، وہ محض اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے دیتا ہے، اللہ اس سے ضرور رضامند ہوگا۔

الحمدللہ مولوی فتح الدین صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جن کے لئے خدا نے سہولت کا وعدہ کیا ہے۔ اور جن کو خوشنودی کی سند ملی ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ جامعہ حرم کے اصحاب ان کی صحت کے لئے دعا کریں، ان کے لئے موسم حج میں عام دعا ہو چکی ہے مدرسہ کے معصوم طلبہ اور علماء ان کو خاص طور پر یقیناً دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

بصائر

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں | سرورِ کونین سید کائنات پیغمبر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تمام عالم کے لئے ایک نمونہ ہے۔ آں حضرتؐ اپنے اصحابؓ میں اسی طرح رہتے تھے جس طرح بدرِ منیر ستاروں کے درمیان، اکثر اصحابؓ زندگی کے متعلق کچھ دریافت کرتے، جواب وہ ملتا جس سے ساری دنیا کا دامن بھر جاتا۔

(۱) ایک مرتبہ ابن عمرؓ کو قرب کی سعادت حاصل تھی، آپؐ نے ان کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:-

"دُنیا میں اس طرح رہو، جیسے ایک غریب اجنبی یا ایسے جیسے ایک رہ نورد مسافر"

(۲) ایک مرتبہ حضرت ابن عباس کو شرف حضور حاصل تھا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے تھے ابن عباس پیچھے، ارشاد ہوا

صاحبزادے "جب مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو، اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اللہ کو مدد کے لئے پکارو"

(۳) ایک مرتبہ ایک شخص مجلس مبارک میں باریاب ہوا۔ اس نے عرض کیا، یارسول اللہ مجھے وہ بات بتائیے جس سے اللہ بھی مجھے دوست رکھے، اور انسان بھی، حضور نے فرمایا

"دنیا میں زہد اختیار کر، اللہ تجھے محبوب رکھے گا۔ انسان کے پاس جو دولت ہے اس سے بے نیاز ہو جا، انسان تجھے دوست رکھیگا"

(۴) ایک بار ایک صحابی نے درخواست کی، یارسول اللہ مجھے نصیحت فرمائیے، ارشاد ہوا

"غُصہ کبھی پاس نہ آنے دو"

دو بارہ پھر یہی درخواست کی، دوسری بار پھر جواب ملا، غصہ کو کبھی پاس نہ آنے دو۔

(۵) حضرت ابوذر رض نے دریافت کیا حضور! بہترین کام کونسا ہے۔ ارشاد ہوا "اللہ پر ایمان لانا، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا"

پہلی صدی ہجری کا ایک نمونہ

خلیفہ ثالث حضرت عثمان کا نام کس مسلمان نے نہ سنا ہوگا، ابتداء ہی سے اپنے جمال، کردار، دانائی اور حیا میں مشہور تھے۔ خدا نے ثروت عطا کی تھی اور دل غنی دیا تھا، اس لئے "عثمان غنی" کے ہر دل عزیز نام سے یاد کئے جاتے تھے۔

مسلمانوں کی سربلندی اور عروج کی سچی داستانوں میں حضرت عثمان کا نام ایک مثال ہے، ان کی زندگی، اور زندگی کا تمام سرمایہ اسلام کے نام پر وقف تھا، ادھر امت کے مجاہدین اور عوام کی ضرورت سامنے آئی، ادھر ان کا ہاتھ بڑھا، حضرت عثمان، مسلمانوں کی اجتماعی ضرورتوں کو پورا کرتے رہے، اور اسلام عروج وترقی کے درجے طے کرتا رہا۔

ایک مرتبہ مجاہدین کے لئے سامان رسد کم ہوگیا ہے، لشکر کا دل شوق شہادت سے بھرپور تھا، مگر تمام ہاتھ خالی تھے، عثمان غنی نے فوراً ایکہزار اونٹ، پچاس گھوڑے اور ایک ہزار دینار فوج کے لئے پیش کردئے۔ مجاہدین مالامال ہوگئے۔ پریشانی جاتی رہی، فتح کے لئے پختہ راستہ تیار ہوگیا۔

بیئر رومہ (ایک کنواں) یہودیوں کے قبضہ میں تھا، عام مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی۔ حضرت عثمان رض نے بیس ہزار درہم یہودیوں کے ہاتھ پر رکھے اور ان سے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔ پانی اتنا وافر ہوگیا کہ امن وجنگ کے زمانہ میں پانی کی قلت کی شکایت جاتی رہی۔ اسلام کی ترقی کے ساتھ مسجد حرم مکہ معظمہ کی توسیع وترقی ضروری تھی سنہ ۲۶ھ میں عثمان غنی رض نے آس پاس کے تمام مکان خرید کر حرم کی حدود کو وسیع کردیا۔

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کو اسلام کے دار الحکومت، دار العلوم اور دار السلام ہونے کی حیثیت

حاصل تھی، اس مسجد کی محبت جزو ایمان تھی، حضرت عثمان نے ۲۹ھ میں اس کی توسیع کی، اور چونے اور پتھر کی تعمیر سے اسے پختہ کرا دیا، رمضان آتا تو مدینہ میں حضرت عثمان کی ذات غربا کی بھوک کو دور کرنے پر متوجہ ہوجاتی، کوئے تک آپ کی فیاضی نے ہاتھ بڑھایا، ناداروں کے لئے محتاج خانے بنوائے جہاں غریب اپنا پیٹ بھر سکتے تھے۔

یہ تھے وہ کارنامے، دریا دلی کے وہ اعلیٰ نمونے جن سے اسلام کو سربلندی اور مسلمانوں کو اقوام عالم میں برتری نصیب ہوئی۔ آج مسلمانوں کا کیا حال ہے، رسم و رواج، نمائشی سوسائٹیوں اور بربادی کی ہر راہ میں فضول خرچی، اور اسلام کی خدمت کی راہ میں غربت و افلاس کا بہانہ، ترقی کے اصول جو پہلے تھے وہی آج ہیں، اور تنزل کے جو اسباب آج ہیں وہی آئندہ بھی رہیں گے ــــ عہد جدید کے مسلمان اس نکتہ کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

اسلام کے گورنر اسلام کی عدالت میں

ہماری دنیا جعلی دنیا ہے، اور ہم آج کل جعلسازوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ دنیا سے اخلاق ہی نہیں انصاف بھی رخصت ہوچکا ہے۔ امیر روتے ہیں کہ امارت نہ رہی، فقیر آنسو بہاتے ہیں کہ فاقوں سے یارائے زندگی نہ رہا، مظلوم پریشان ہیں کہ انصاف کو کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں۔

ایک زمانہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خدا کی حکومت کو چلانے پر عوام کی طرف سے مامور تھے، امیروں کا یہ حال تھا کہ ناواجب سرمایہ نہ رکھ سکتے تھے، فقیروں کا یہ حال تھا کہ دو وقت کی روٹی کے لئے حکومت کا خزانہ اور امیر المومنین کی گردن ذمہ دار تھی، مسلمانوں کے سردار نے سن پایا کہ غریب بچہ کی غریب ماں فاقہ کر رہی ہے۔ آپ نے کی بوری گردن پر رکھی، اور فاقہ کش خاتون کے گھر پہونچا دی، انصاف کا ڈھنگ بے مثال تھا، اسلام کی عدالت انصاف کے سامنے بڑے بڑے صوبوں کے گورنر اس طرح سزا پاتے تھے جس طرح ایک عامی شہری۔

فاروق اعظم مسلمانوں کی ریاست عامہ کے سردار اور امامت کبریٰ کے امام ہیں، اور ریاست عامہ کی حدود خلیج فارس بحر قزوین، بحر روم، بحر احمر کی موجوں سے ٹکرا رہی ہیں۔

امیر المومنین صوبوں کے گورنر مقرر کرتے ہیں، ان کو خود شہر سے باہر الوداع کہتے ہیں۔ اور یہ نصیحت فرماتے ہیں :

تمہارا کام دین کی حفاظت، قانون نبوت کی تعمیل، عوام کی ضرورتوں کی تکمیل، حقوق کی مساوات اور انصاف ہے "

ایک مرتبہ عمرو بن العاص نے دریافت کیا، اگر کوئی گورنر رعایا کو انتظامی مصلحت سے سزا دے تو کیا آپ اس کا بدلہ لیں گے۔ فرمایا ضرور بدلہ لوں گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات سے بدلہ دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ میں کس طرح برداشت کر سکتا ہوں کہ کوئی گورنر کسی انسان کو ذلیل کرے یا سزا دے، اور اس کے حق میں خیانت کرے۔

حج کا زمانہ، عدالت عالیہ کا زمانہ تھا، ہر شخص ہر صوبے کے گورنر کی شکایت خلیفہ ثانی کے سامنے پیش کر سکتا تھا۔ چنانچہ فاتح قادسیہ و مدائن پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلا اور بری ہوئے۔ بصرہ کے گورنر مغیرۃ بن شعبہ پر مقدمہ چلا اور صفائی کے بعد چھوٹے گئے۔ عمار بن یاسر گورنر کوفہ پر عوام کی طرف سے نااہلیت کا الزام عائد ہوا، اور محکمانہ کارروائی کے بعد معزول کئے گئے۔ عمرو بن العاص گورنر مصر اور ان کے لڑکے پر ایک قبطی عیسائی نے مقدمہ دائر کیا، دونوں مصر سے بلائے گئے، اور بیٹے کو حکم سزا سنایا گیا۔

اس زمانہ میں انصاف کی ایسی مثالیں کہاں، مگر پھر بھی یہ دور انصاف کا دور ہے۔

ایشیاء کے ملحد اعظم کا اعلان

مشرق کا ایک شہرۂ آفاق ملحد عیسائی شبلی شمیل مذہب اور مذہب کی حقیقتوں کا انکار کرتا رہا، اس کا الحاد علی الاعلان تھا، مذہب سے اس کی بغاوت کا محاذ کھلا ہوا تھا، زندگی کے آخری لمحہ تک الحاد نے اس کا ساتھ دیا، اور جب اس کی موت کا وقت آیا تو وہ اس وقت بھی اپنے الحاد کو ایک محبوب چیز کی طرح اپنے ساتھ لے گیا۔

شبلی نسلاً عرب تھا، اور مذہباً ملحد عیسائی، لیکن ایک وقت وہ آیا جب اس نے

عربی زبان کے ایک ماہر اور فاضل کی حیثیت سے قرآن عظیم کا مطالعہ کیا، اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ اور مرنے سے پہلے اس کو اپنی زبان سے یہ اعلان کرنا پڑا

"قرآن۔ عام اجتماعی احوال کا مرقع ہے۔ اس میں ایسے جواہر موجود ہیں جن سے ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مفید مقصد کام لیا جاسکتا ہے، قرآن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عورت کے معاملہ میں بھی اپنا فیصلہ سنایا ہے۔ اس نے عورتوں کی ذمہ داریوں میں بڑی ذمہ داری یہ قرار دی ہے کہ وہ نامناسب زینتوں اور فواحش سے دور رہیں، اور حجاب اختیار کریں، قرآن نے مرد کو حکم دیا ہے کہ عدل وانصاف کا امکان نہ ہو تو صرف ایک نکاح پر اکتفا کرے۔

یہ قرآن ہی ہے جس نے تمام دنیا کے لئے جد وجہد اور عمل کے بند دروازوں کو کھول دیا ہے، اور دین و دنیا کی ترقی ——— مادی ترقی اور روحانی ترقی ——— کے متعلق صحیح راہ دکھائی ہے۔ اگر قرآن یہ دروازے نہ کھولتا۔ اور یہ راہ نہ دکھاتا تو انسان اس عالم فانی میں اپنے فرائض کبھی نہ پورے کرسکتا۔ اور ہمیشہ کے لئے خلوت نشین اور رہبانیت پر مائل نظر آتا"

یہ ایک ملحد کا بیان ہے، کیا اس کا ہر لفظ ارباب ایمان کے ایمان کو تازہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اسلامی زندگی کا ایک اہم مسئلہ

مسلمان مدت سے پستی کے پیغام کو قبول کر رہے ہیں، ایک دن کے بعد جب دوسرے دن کا سورج طلوع ہوتا ہے، تو دنیا کی قومیں مردانہ عزیمت کے ساتھ آگے کی طرف نیا قدم بڑھاتی ہیں، مگر مسلمان یا تو ضروریات زندگی کے فکر میں دن گذارتا ہے، یا گھر کی تفریحات میں، کبھی دوستوں کے شغل میں محو نظر آتا ہے، کبھی خوامخواہ کے جھگڑوں میں۔

اس زمانہ میں افراد کے لئے، جماعتوں کے لئے، حکومتوں کے لئے اقتصادی پروگرام کا مسئلہ بیحد اہم ہے، امن کا زمانہ ہو یا جنگ کا، دنیا کی عافیت۔ "روپیہ" سے وابستہ ہے سرمایہ داری بہت بری ہے، لیکن سرمایہ کا خرچ قوموں کے لئے آخری چارۂ کار ہے، جس پر زندگی کے

قصر بلند کی بنا رکھی جاتی ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کے لئے بے نظیر اقتصادی پروگرام پیش کیا تھا، ایک مسلمان اگر اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائے، اور ہر مسلمان فرض شناسی کے ساتھ تعاون کی راہ اختیار کرے، تو مسلمانوں کی اقتصادی زندگی کا آفتاب ہمالہ کی سفید اور بلند چوٹی سے طلوع ہوتا ہوا نظر آئے گا"

اس پروگرام میں صدقات ہوں یا خیرات۔ بیت المال کا قیام ہو یا زکوٰۃ کی تنظیم ہر چیز کا تعلق جبر سے نہیں بلکہ دل کی رضا سے ہے۔ ہاں ایک مرد ایمان اگر اس نرمی سے نصیحت نہ حاصل کرے، اور انکار پر ضد کرے تو قانون الٰہی اپنے کام سے باز نہ رہے گا۔ زکوٰۃ کا طریقہ اتنا عجیب، اتنا اہم اور اتنا اچھا ہے، کہ اگر ہندوستان کے مسلمان بغیر کسی نظم کے بھی زکوٰۃ کا حق ادا کرنے لگیں، تو آج ان کے علمی ادارے چلنے لگیں، تنگ دست درسگاہیں مالا مال ہو جائیں محتاج خانے قائم ہو جائیں نئی نسل کے بچوں کے لئے تربیت گاہوں کا انتظام ہو جائے۔ صنعتی مرکز بن جائیں، فیکٹریاں جاری ہو جائیں، تجارت پھیل جائے، کسان شاداب اور زمیندار بحال ہو جائیں۔ ایک شعبۂ زندگی نہیں ہر شعبۂ زندگی درست ہو جائے۔ افراد ہی نہیں قوم بن جائے۔ قوم ہی نہیں قوم کا ہر کام بن جائے۔

زکوٰۃ محض محتاجوں کی سیاست کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ دنیا کے بے مثال مذہب کے عمرانی اور تمدنی اصولوں میں اول درجہ کا اصول ہے، ناقابل رد اور ناقابل انکار!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد مدینہ کے علاوہ تمام عرب زکوٰۃ کے اصول کا منکر ہو گیا تھا، امت اسلامیہ کے اول درجہ کے مدبر ایک عظیم حادثہ سے دوچار تھے، ایران اور روم کے محاذ پر فوجوں کا جانا ضروری تھا، خود اسلامی سوسائٹی کی بقا کے لئے ایک شدید آزمائشی دور آ چکا تھا، اور ہر طرف فتنہ ارتداد پھیل چکا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود حالات کی نزاکت کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

"فتنہ ارتداد میں مسلمان بکریوں کے اس ریوڑ کے مانند ہیں جو موسم زمستاں میں سرد رات میں برستے ہوئے پانی میں گھر سے باہر بیابان میں بے چرواہے کے رہ جاتا ہے۔"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کی ریاست عامہ کے امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے تھے، اس لئے انہوں نے مسجد نبوی کے ایوان عام میں صحابہؓ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا، باغی قبائل کے بعض نمایندے بھی مدینہ پہونچ گئے۔ اور انہوں نے خلیفہ اوّل کے سامنے یہ درخواست پیش کی کہ۔ "ہم نماز پڑھنے کے لئے تیار ہیں مگر زکوٰۃ معاف کر دو۔"

صدیق اکبر رضؓ نے یہ درخواست صحابہ کے سامنے پیش کی، سب نے حالات کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے زکوٰۃ کی معافی اور نرمی کا مشورہ دیا۔ حضرت عمرؓ جیسے قوی دل انسان کا مشورہ بھی یہی تھا، سب کی رائے سنکر صدیق اکبر رضؓ نے عمرؓ سے خطاب کیا

عمرؓ! تم تو بڑے جابر اور سخت کوش انسان تھے یہ کیا ہوا کہ اسلام لاکر اتنے گر گئے اور کمزور ہوگئے، قانون الٰہی کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے، دین کامل ہوچکا ہے، کیا میری زندگی میں اس کے اندر کمی کی جاسکتی ہے، اللہ کی قسم اگر زکوٰۃ کا ایک حصہ بھی کوئی قبیلہ دینے سے انکار کرے گا تو میں اس سے ضرور جہاد کروں گا۔

جانشین رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسامہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور خود لشکر لیکر میدان میں آئے اور اس طرح لڑے کہ تمام بغاوت فرو ہوگئی اور زکوٰۃ کا محکم قانون نافذ ہوکر رہا۔

یہ واقعہ کتنا صاف ہے، کیا زکوٰۃ کا اعلیٰ اقتصادی قانون آج بھی اسی طرح نافذ نہیں جس طرح پہلی صدی ہجری میں تھا، آج بڑے بڑے شہروں کے لاکھوں مسلمان، جاگیردار، سرمایہ دار اور مسلمان تاجر زکوٰۃ نہیں دیتے، اگر اصل مال سے زکوٰۃ نکالتے ہیں تو اپنی تحویل میں رکھتے ہیں، ایک ہاتھ سے نکالتے ہیں، دوسرے ہاتھ کو دیتے ہیں۔

کیا ان کو اس کی اجازت ہے؟ کیا دین کے کسی قانون نے ان کو اس کی رخصت دی ہے۔ اور کیا یہ امت کی تعمیر و تنظیم اور تعلیم و ترقی کا حق نہیں ہے، جو بمد امانت ان کے پاس ہے۔

زمانہ نازک ہے، زندگی سے زیادہ موت قریب ہے، خدا کا دربار ہونے والا ہے، جواب آپ کا وقت دل کے دروازہ پر دستک دے رہا ہے، خدا کے بندوں کے لئے یہ وقت ہے کہ وہ اس اہم مسئلہ پر غور کریں۔ اور اس حق کو حق کی طرح ادا کر کے فرض عظیم سے سبکدوش ہو جائیں۔

مدرسہ صولتیہ ہندیہ مکہ معظمہ

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی سعی و کوشش اور کلکتہ کی مخیر رئیسہ صولت النساء بیگم صاحبہ مرحومہ کی گراں قدر مالی امداد سے سنہ ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں مرکز توحید اور مولد رحمۃ للعالمین میں اس اولین درسگاہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یادگار کے طور پر حضرت بانی علیہ الرحمۃ نے اس فیاض دل خاتون کے نام سے اس سرچشمۂ علوم کو موسوم کیا جو انہتر (۶۹) سال سے وادی خلیل میں تمام تشنگان علم کو سیراب کر رہا ہے۔

مکہ معظمہ کی عظمت و تقدس کے احساس کا تعلق ایمان سے ہے اگر اللہ کے گھر کی برتری پر کامل یقین ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کے در سے وابستگی ہوتے ہوئے آپ کو اپنی اس مذہبی، علمی اور قومی تحریک اور بہترین صدقہ جاریہ سے دل بستگی نہ ہو۔

مدرسہ صولتیہ اسلام کے مرکز میں ہندوستان کے باہمت مسلمانوں کا وہ قابل فخر نیک کام ہے جسے اسلامی دنیا عزت کی نظر سے دیکھتی ہے، اور جزیرۃ العرب پر اسے آپ کا ایک احسان سمجھتی ہے۔

سنہ ۱۳۶۰ کا حج

ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا دنیا کا تاریخی اجتماع

مراسم حج کے متعلق مستند، صحیح اور نادر و نایاب اطلاعات

(تازہ ڈاک سے، خاص "ندائے حرم" کے لئے)

"سمندر دریاؤں سے نہیں بھرتا، مگر قطروں سے بھر جاتا ہے۔ بشرطیکہ قطروں کا طوفان امنڈ آئے، اور بے حد و بے شمار قطرے یک جا ہو کر سمندر کو بھرنے کے لئے اپنی جگہ سے چل پڑیں۔"

ہم نے یہ الفاظ سنہ ۱۳۵۹ھ کے حج میں مسلمانوں کی قلیل ترین حاضری کو دیکھ کر بطور شکایت "ندائے حرم" کے صفحات پر پیش کئے تھے، الحمد للہ حرم کے ترجمان کی ندائے جاں نواز نے ایمانوں کو زندگی، خیالات کو ثبات، اور فیصلوں کو قوت عطا کی، دنیا نے سخت سے سخت خطروں کی نمائش کی، مگر مسلمانوں کے سینوں میں ایمان کی قوت کمزور نہ ہو سکی، امسال مسلمان ہزاروں کی تعداد میں گھروں سے نکلے، اور موجوں کی طرح فوج در فوج، بیت اللہ میں باریاب ہوئے، پچھلے سال کی کمی اس سال پوری ہو گئی، اور ہماری امید بر آئی۔ مکہ معظمہ دنیا کے لاوارث انسانوں کا مرکز نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسی امت کے عقیدہ۔ و عمل کا قبلہ ہے، جو اپنا مستقل سہارا رکھتی ہے، خدا کے حکم پر جان دینے والے ستر کروڑ انسان مسجد حرم کو اپنی زندہ آرزوؤں کا مرکز سمجھتے ہیں، خطرات کیسے ہی ہوں، حالات کچھ ہوں، زمانہ کا رخ کسی طرف ہو، مسلمان کعبۃ اللہ کی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتے، جن لوگوں کا تعلق اسلام سے ہے، وہ مرکز اسلام سے اپنے تعلق کو کبھی کمزور نہیں کر سکتے، دنیا کی

ساری زندگی جوار بھاٹے کی طرح ہے۔ کمی بیشی، اتار چڑھاؤ، ہوتا ہی رہتا ہے۔ حالات میں فرق آنے سے مسلمانوں کے ایمان میں فرق نہیں آسکتا۔ خدا کو چھوڑنا ناممکن، خدا کے گھر کو چھوڑنا ناممکن!

ہمارے سچے مذہب نے ہمیں مسجد حرم کی عظمت کا یقین دلایا ہے، یہ یقین مقناطیس کی طرح ہمارے دلوں کو اپنی مٹھی میں لئے ہوئے ہے، ہم عقائد کی دنیا میں ایک مضبوط زمین پر کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں قدم ڈگمگانے کا کوئی سوال نہیں۔ ہم ہر شے کو چھوڑ سکتے ہیں، اسلام کو نہیں چھوڑ سکتے، ہم اپنے گھر کو بھول سکتے ہیں، اسلام کے اصل گھر کو نہیں بھول سکتے، مکہ معظمہ اللہ کا شہر ہے، مسجد حرم کروڑوں انسانوں کے عقیدوں کی سجدہ گاہ ہے، کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ملی نظام کے لئے مرکزی ایوان ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ کعبہ کی حقیقت کیا ہے۔ گر ہم میں سے بھولے ہوئے انسان بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ خدا کا پہلا گھر ہے جس نے انسان کی جبین شرافت کو خدا کے سامنے جھکنے کا قانون بتایا اور انسانیت کو دین توحید کے نظام پر جمع کیا

حج اسی مسجد کے اجتماع کا نام ہے، ہم کہیں موجود ہوں، کسی ملک کے باشندے ہوں، کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں، راہ میں ہزاروں میل کی خشکی حائل ہو، یا لاکھوں میل مربع سمندر، حج کا موسم آتے ہی ہم پر فرض ہو جاتا ہے کہ کعبۃ اللہ میں جمع ہوں، اس کے گرد والہانہ طواف کریں تصور خدا کی یکتائی کا ہو اور عمل خدا کے قانون پر، جو لوگ ذریعہ اور طاقت رکھتے ہوں وہ خوشی خوشی دیں، جو ذرائع سے محروم ہوں، ان کے دل حاضر رہیں۔

سنہ ۱۳۶۰ھ کا حج

سنہ ۱۳۵۹ھ میں عازمین حج کی تعداد بہت کم تھی، زمانے کے الجھے ہوئے خطرناک حالات نے وقتی طور پر کچھ ایسا اثر پیدا کیا کہ بہت سے مسلمانوں نے اپنے ارادوں کی کتاب کو کھولا اور بند کر دیا، مگر سنہ ۶۰ھ میں حاضری کا اوسط ترقی پر ملی ہے۔

ہم نے پچھلے سال "ندائے حرم" میں لکھا تھا کہ "ارض حرم کے ارکان کی تعداد ستر کروڑ ہے لیکن خیال تو کیجئے کہ جب اس کے سالانہ بین الاسلامی روحانی اجتماع کا وقت آتا ہے تو صرف چند ہزار انسان اس میں شریک ہوتے ہیں۔ غور فرمائیے، زندہ قومیں جن مرکزوں سے وابستہ ہیں اور

جن شہروں کو وہ اپنا دارالسلطنت سمجھتی ہیں، وہاں کس طرح لاکھوں آدمی موجود ہیں۔ اور کس طرح بے شمار انسان عین خطرات کے زمانہ میں وہاں پہونچکر اپنے تعلق کا اظہار کر رہے ہیں، یہ پہونچنے والے موت کی راہوں سے آتے ہیں، اور اپنے مرکز کو زندہ رکھنے کے لئے جان سے گذر جاتے ہیں، یہ جانباز افراد اپنی قربانی سے اپنے مرکزی شہر کے جسم میں تازہ خون کا انجکشن دے رہے ہیں۔ اور ہم مسلمان طاقت واستطاعت کے باوجود خوف کے گھونسلے بنائے گھروں میں بیٹھے ہیں، اور اپنے دینی مرکز سے بے تعلقی کا معاملہ کر رہے ہیں"

یہ الفاظ جس سیاہی سے لکھے گئے تھے، وہ مدت گذری خشک ہو چکی ہے، اس کے بعد دو برس بارہ گذر گئے، ہم نے براہ مسلمانوں کے سامنے بیت اللہ کے تعلق کا معاملہ پیش کیا، اور انہیں شرکت کی ترغیب دی۔ آج مکہ معظمہ کی تازہ ڈاک براہ راست ہمارے ہاتھ میں آتی ہے، اور ہم یہ مبارک خبر سنتے ہیں کہ امسال حج کرنے والے مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ ایک ہزار سات سو پچاسی (۱۰۱۷۸۵) تھی، موازنہ کیا جائے تو گذشتہ سال مختلف راہوں سے آنے والے حاجیوں کی کل تعداد (۹۵۷۶) ۹ ہزار پانچ سو ۷۶ تھی، اس سال صرف ہمارے عزیز وطن کے حاجی دس ہزار چار سو ۴۳ تھے، ظاہر ہے کہ حالات کی رفتار پہلے سے زیادہ سخت ہے، مگر ایمان کی قوت نے اپنے اصل اختیار کو بحال کرالیا، اور مسلمان ہر شئے سے گذر کر خدا کے حکم کے سامنے جھک گئے۔

کسی اچھے فیصلے کے لئے چند منٹ کی مہلت کافی ہوتی ہے، مسلمانوں نے فیصلہ کیا اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ وہ بیت اللہ سے ہر حال میں تعلق رکھتے ہیں، اور ہر زمانہ میں اس تعلق کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حج، مسلمانوں کے موسم بہار کی یادگار ہے۔ ہماری اجتماعی زندگی میں اس سے زیادہ بڑا اور دلکش مظاہرہ کوئی نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ہم کمزور تھے مگر ہماری کمزوری نیک کاموں میں رکاوٹ نہ پیدا کر سکی۔ دنیا کے خطرات نے مسلمانوں کو ڈرانا چاہا، مگر وہ ڈرائے نہ جا سکے۔ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اسے دنیا میں کسی خطرہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، مسلمان نڈر ہوکر گھروں سے نکلے اور سمندر کی موجوں کے ساتھ جہازوں سے روانہ ہوکر مسجد حرم تک جا پہونچے، لہ

الحمد والشکر۔

ایک مرتبہ قبیلۂ قارہ کے سردار ابن الدغنہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو کفار کے مقابلہ میں پناہ پیش کی، زمانہ بڑے خطرہ کا تھا مگر انہوں نے، زیادہ دن نہ گذرے تھے، سردار سے کہہ دیا۔ " تمہاری پناہ واپس۔ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ کافی ہے۔" پھر یہی صدیق اکبرؓ تھے جنہوں نے ہر خطرہ کے وقت خدا کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۹ھ میں انہی کو امیر الحج مقرر فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سنہ ۶۰ھ میں حج کرنے والے اسوۂ صدیقی پر پورے ثابت ہوئے۔ حرم کی تاریخ ان کے ناموں کو فراموش نہیں کر سکتی۔

دنیائے اسلام کے حجاج کرام

اعداد و شمار ذیل میں سنہ ۱۳۶۰ھ کے زائرین حرم کے اعداد و شمار درج کئے جاتے ہیں۔ دریا سے جو حجاج اس سال آئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے

۱۔ ہندوستانی۔	۱۰۴۴۴	۹۔ چینی۔	۴۶
۲۔ مصری۔	۳۶۱۳	۱۰۔ جاوی۔	۱۱
۳۔ سوڈانی۔	۱۳۹۶	۱۱۔ صومالی۔	۷۲
۴۔ افریقی۔	۷۰۴۸	۱۲۔ بخاری۔	۲۷
۵۔ شامی۔	۹۵۱	۱۳۔ افغانی۔	۲
۶۔ حضرمی، عراقی، یمانی۔	۲۲۵	۱۴۔ زنجبار۔	۳
۷۔ ایرانی۔	۲۳		
۸۔ ترک۔	۲		۲۳۸۱۳

انداز کیا گیا ہے کہ میدان عرفات میں ایک لاکھ سے زیادہ حجاج تھے جن کی

کل تعداد حجاج تفصیل یہ ہے۔

٢٣٨٦٣ ـــ دریا سے۔

١٢٠٠٠ ـــ یمانی خشکی کے راستہ سے۔

٥٩٢ ـــ موٹروں پر حائل کے راستہ سے۔

١٥٣٠ ـــ براہ جبیل وعشیرہ۔

٣٠٠٠٠ ـــ نجد و شرق الاردن وغیرہ۔

٣٣٨٠٠ ـــ حجاز کے شہری اور غیر شہری باشندے۔

کل ١٠١٧٨٥

دنیائے اسلام کے نمایندے حج کے زمانہ میں دنیائے اسلام کے مختلف ملکوں سے مسلمان آئے۔ اور انھوں نے اپنے ملک کی نمایندگی کی، حج شنبہ کے روز ہوا۔

جلالۃ الملک کی یاد اس سال جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کی حج میں عدم شرکت کو سب نے محسوس کیا، ان کی یاد برابر لوگوں کے دلوں کو متاثر کرتی رہی، حج کے اخراجات حجاز و نجد کے فقراء پر تقسیم کئے گئے۔ جلالۃ الملک کے حکم کے مطابق شیخ عبداللہ سلیمان نے ملک کے مختلف حصوں میں پھر کر جلالۃ الملک کے عطیات اور خیرات کو تقسیم کیا۔

شاہ مصر کی نمایندگی جلالۃ الملک شاہ فاروق اول تاجدار مصر بچپن سے اپنی دینداری میں مشہور ہیں۔ اس سال حج میں ان کے خاص نمایندہ بھی موجود تھے حج کے سالانہ اجتماع میں جلالۃ الملک فاروق اول کے نمایندہ کی حیثیت سے مصری سفیر متعینہ جدہ و مصری امیر الحج عوض البحراوی بک نے مراسم حج میں شرکت کی، اس کے لئے جو

نمایندہ جماعت سرکاری طور پر آئی تھی اس کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ عوض بک البحراوی۔	امیر الحج	۴۔ حسین سری بک عامر۔	ممبر
۲۔ مدنی حسن بک حزین۔	نائب امیر الحج	۵۔ محمد بک یوسف البنّانی۔	خزانچی
۳۔ عبدالعزیز بک الموبلحی۔	سکریٹری	۶۔ محمد بک فرید۔	محافظ غلاف کعبہ

جامعہ ازہر اور جامعہ مصریہ کے طلبار

جامعہ ازہر اور جامعہ مصریہ کے طلبار کے وفد اس سال بھی اپنی خصوصیات کے ساتھ آئے اور شریک حج ہوئے، منیٰ میں تعارفی جلسہ ہوا، جس میں ممتاز حجاج اور ملک کے نوجوانوں کے علاوہ اکثر اہل علم نے سرگرمی کے ساتھ شرکت کی، تقریریں ہوئیں۔

صحت اور عام صفائی حکومت حجاز کے محکمۂ حفظان صحت کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ اس سال کا حج نہایت پاک و صاف ہوا۔ سرکاری شفاخانوں میں جو عرفات، منیٰ اور دیگر مقامات پر قائم کئے گئے تھے، (۳۰۶۲) حاجیوں کا علاج کیا گیا۔

امن و انتظام محکمۂ امن عام کا کام زمانہ حج میں بہت اہم ہوتا ہے۔ یہ محکمہ مبارکباد کا مستحق ہے۔ کہ اس کی کوششوں سے ہر طرح امن رہا، مختلف مقامات پر حاجیوں کی جو چوریاں ہوئیں ان کا سراغ لگالیا گیا۔ افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ بعض ہندوستانی حجاج بھی چوری کے الزام میں گرفتار کئے گئے۔

دارالعلوم حرم کا سالانہ علمی اجتماع

خداوند کارساز کا شکر و احسان ہے کہ سنہ ۱۳۵۹ ہجری کی طرح سنہ ۱۳۶۰ھ میں بھی جامعہ حرم مدرسہ عالیہ صولتیہ مکہ معظمہ کا سالانہ علمی و عرفانی اجتماع ہوا۔ یہ جلسہ کعبۃ اللہ کی دیواروں کے

سایہ میں ہوتا ہے، اور اپنی برکتوں کے اعتبار سے ایک مثال اور معیار سمجھا جاتا ہے۔
یہ درس گاہ جس شرف کی مالک ہے وہ اسی کا حصہ ہے، محدود آمدنی اور غیر محدود عرفانی نتائج، انتظام زمانہ حال کی ضرورتوں کے مطابق، نصاب تعلیم عربی کی تمام دینی درسگاہوں سے جداگانہ، علوم آسمانی کا مکمل انتظام، اور امت کی جدید ضرورتوں سے پوری طرح مطابق یہ ایک ایسی درس گاہ ہو کہ اگر مسلمان اس کی طرف ذرا متوجہ ہو جائیں، تو امت کی نئی نسل کی تعلیم و تربیت اور تقدیر کا انداز بدل کر وہ ہو جائے جس کی ضرورت ہے، اور جس کا مطالبہ اللہ کے دین کا مطالبہ ہے۔

نصاب میں قانون الٰہی، قانون نبوت، کلام اللہ، سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصول و کلیات دین، علوم ریاضی، جغرافی، اجتماعیات، سب داخل ہیں۔ اساتذہ اور طلبا کسی ایک ملک کے نہیں۔ بلکہ دنیائے اسلام کے ہر حصّے کے۔

اس سے زیادہ اور کیا شرف ہو سکتا ہے کہ یہ درس گاہ بیت اللہ کے سایہ میں ہے اور اس کو انھتّر سال سے عوام امت اور دنیائے اسلام کے سلاطین کا یکساں اعتماد حاصل ہے۔ حجاز، مصر، شام، عراق، اور ہندوستان کے اوّل درجہ کے زعمائے اسلام عرصہ دراز سے اس درسگاہ سے واقف ہیں، اور اس کو ہندوستان کے فیّاض اور مخیّر مسلمانوں کا ایسا کارنامہ سمجھتے ہیں، جس پر اسلامی دنیا کو رشک ہوتا ہے۔

حق یہ ہے کہ یہ درسگاہ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی قدس اللہ سرہٗ کے خلوص اور جہادِ علمی کی یادگار اور اللہ کے آثارِ رحمت کا ایک عجیب نمونہ ہے، جس کی ترقی صرف ہندوستان کے مسلمانوں کی امداد پر منحصر ہے۔

جلسہ کا پروگرام

(۱) ترانۂ استقبال۔ (۲) انتخاب صدر جلسہ۔

(۳) قرآن پاک ۔ از حافظ مختار علی، طالب علم ۔ شعبہ ثانوی ۔
(۴) عربی میں سالانہ رپورٹ ۔ از شیخ عبداللہ خوجہ ۔ نگران شعبہ تحفیظ ۔
(۵) شعبہ عالی کے تمام طلباء و اساتذہ کی طرف سے شرکاء جلسہ کا عربی میں شکریہ، از محمد غزالی فیرا، طالب علم شعبہ عالی ۔
(۶) شعبہ ثانوی کی جانب سے حاضرین کا شکریہ۔ اور عربی میں مختصر تقریر، از محمد مراد طالبعلم شعبہ ثانوی ۔
(۷) شعبہ ابتدائی کی جانب سے حاضرین کا شکریہ عربی میں، از محمد عبدالرحمٰن غازی طالب علم شعبہ ابتدائی ۔
(۸) شعبہ تحفیظ کی طرف سے صدر کا شکریہ عربی میں ۔ از سید عبدالقادر فلالی طالبعلم شعبہ تحفیظ
(۹) مدرسہ کے ابناء کی جانب سے شیخ عبداللہ فدا نے اپنا فصیح و بلیغ قصیدہ پڑھا ۔
(۱۰) تلاوت قرآن کریم، از محمد رضا طالب علم، شعبہ ثانوی ۔
(۱۱) اردو میں مدرسہ کی سالانہ رپورٹ، از ناظم صاحب مدرسہ ۔
(۱۲) جناب صدر کی تقریر ۔
(۱۳) تقسیم اسناد ۔
(۱۴) تلاوت قرآن کریم، از احمد صالح، طالب علم شعبہ تحفیظ ۔
(۱۵) ترانۂ دعاء، از طلباء شعبہ تحفیظ ۔
(۱۶) دعاء ختم جلسہ، از مولانا عمر حمدان صاحب، استاذ شعبہ عالی ۔

جلسہ کا امتیاز جامعہ حرم کے جلسہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں تمام ممتاز حجاج شرکت فرماتے ہیں، امسال ہندوستان، مصر، شام، جاوا، چین و مغرب اقصیٰ، کے ایک ہزار حجاج نے جلسہ میں شرکت کی، فرزندان اسلام کے لئے یہ موقع بہت مبارک ہوتا ہے، ان کو اپنی آنکھوں سے ان انوار و برکات کے نتائج و ثمرات کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے ۔

جو اس عظیم الشان معیاری درس گاہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔

خدا کا شکر ہے۔ یہ اجتماع اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کامیاب رہا۔ جناب مولانا سید شاہ قادر محی الدین صاحب قافلہ سالار حیدر آباد دکن نے جلسہ کی صدارت فرمائی، اور ایک ولولہ انگریز تقریر فرمائی۔

"ندائے حرم" کے ذریعہ آپ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ جناب مولانا مولوی محمد سلیم صاحب ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ پہونچ چکے ہیں۔ مولانا نے زمانہ کے پیچیدہ حالات کے باوجود خدا کے حکم اور مرکز اسلام کی عطا کردہ ذمہ داریوں کی تعمیل کا فیصلہ کیا، یہ انسانی عزمیت سے زیادہ اس خالص جذبہ کا کام ہے جس کا تعلق ایمان سے ہے۔ "ندائے حرم" حج کے لئے دعوت دے رہا تھا جامعہ حرم کی ذمہ داریاں پکار رہی تھیں، ابھی اس دعوت پر ۳۶۵ دن پورے نہ گذرے تھے، کہ مولانا نے حجاز مقدس کے سفر کا عزم کیا، حج کی سعادت بے کراں حاصل کی، اور جامعہ صولتیہ کے مندرجہ بالا اجتماع میں شرکت فرمائی۔

اس اجتماع میں مولانا کی تقریر ایک علمی ہدیہ ہے، جو عین ضرورت کے موقع پر منتظر قلوب کو عطا ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ تقریر نگاہوں کی امداد سے دل کے کانوں پر دستک دے گی۔ اور مسلمانوں کے ارادوں میں اپنا مقام پیدا کرے گی۔

عربی قصیدہ شیخ عبداللہ فدا نے عربی میں جو قصیدہ پڑھا، اسے عربی داں حاضرین اور بالخصوص مصری اور شامی حجاج نے بے حد پسند کیا۔ اور صدائے تحسین بلند کی۔

دعا کا مؤثر نظارہ

مولانا شیخ عمر حمدان صاحب استاذ شعبہ عالی کی ایمان پرور دعا پر جلسہ ختم ہوا، دعاء میں مولانا موصوف نے تمام اسلامی دنیا کے لئے اور خاص طور پر خلوص کے ساتھ مسلمانان

ہنداء تمام معاونین ومحسنین مدرسہ کے لئے خلوص دل سے دعا کی، تمام حاضرین پرسوز دل سے آمین کہتے رہے۔ یہ بھی عجیب وقت تھا، تمام حاضرین پر رقت وسوز طاری تھا۔ اور آمین کی صدا "سلطان العلوم ہال" سے نکلکر مدرسہ کی تمام عمارتوں میں گونج رہی تھی، اور سیکڑوں معصوم بچے خشوع وخضوع سے شریک دعا تھے۔

ختم دعا پر ناظم صاحب مدرسہ کی تحریک پر ان تمام معاونین ومحسنین مدرسہ کے لئے دعائے مغفرت کی گئی جن کا اس سال انتقال ہوا ہے۔ ایکہزار حاضرین جلسہ اور ایکہزار دیگر طلباء واساتذہ وشرکاء تقریباً دو ہزار مقبولین بارگاہ نے ان مرحومین کے لئے دعا کی۔

جناب مولانا محمد سلیم صاحب ناظم مدرسہ کی بصیرت افروز تقریر

السلام علیکم۔ صدر محترم ومعزز حاضرین۔

میرا فرض منصبی ہے کہ سب سے پہلے آپ تمام حضرات کا اس تشریف آوری پر ارکان وکارکنان مدرسہ کی جانب سے شکریہ ادا کروں، آپنے خدا کے اس پاک گھر میں اپنی اس اڑسٹھ سالہ علمی ودینی مشترکہ اور قومی یادگار کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی، دعوت کو منظور فرماکر جہاں خادمان مدرسہ کی حوصلہ افزائی فرمائی وہاں عملی صورت سے آپ سب حضرات نے یہ ثابت کردکھایا کہ مرکز اسلام میں اپنی اس دیرینہ مرکزی تحریک سے آپ کو پورا تعاون، بے لوث ہمدردی، پرخلوص تعلق اور سچا دلی لگاؤ ہے۔ اس پرمسرت دن کی خوشی آپ ہم سے نہ پوچھئے، مدرسہ کے ان معصوم بچوں اور نونہالان حرم کے نرم ونازک دلوں پر ہاتھ رکھکر دیکھئے، جو سال بھر تک اپنے محسنوں اور معاونوں کو دیکھنے کے لئے بے تاب ومنتظر رہتے ہیں۔

خدا کا شکر واحسان ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں یہ مبارک دن دکھایا، اور آپ کو یہ سعادت وعزت دی کہ آپ اس کے مہمان ہیں۔ اور وہ رب العزت آپ کا میزبان۔ اس نعمت عظمیٰ اور عزت افزائی پر ہم سب کی دلی مبارکباد قبول فرمائے۔

حضرات اس وقت آپ خدا کے اس برگزیدہ مقام پر کعبہ کے زیر سایہ، انبیاء کی پاک سرزمین پر انوار وتجلیات سے معمور خطہ پر، خیروبرکات سے گھرے ہوئے ماحول میں اپنے اس

یادگار زمانہ دارالعلوم حرم میں تشریف فرما ہیں، جس کی ابتدائی تاریخ کا سلسلہ دنیا کے ایک عظیم الشان انقلاب سے وابستہ ہے۔ ہندوستان میں انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد ایک سرگرم عمل جماعت نے مرکز اسلام کا رخ کیا، اس سر بکف قافلہ کے سرخوش میر کارواں، فخر علماء ہند حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ تھے۔

آپ نے دنیائے اسلام کے اس متحدہ مرکز میں پہونچکر اس اولین درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا، اور ۱۲۸۵ھ سے اس مرکزی تحریک کا آغاز ہوا۔ جسے دنیا "مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ" کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن اہم اغراض و مقاصد کے ماتحت اس دینی اور مذہبی کام کی ابتدا کی، ان میں حسب ذیل مقاصد کو بنیادی مقصد کہنا چاہیے۔

(۱) اسلامی دنیا سے مرکز اسلام میں جو شائقین علم اور متلاشیان حقیقت آئیں ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا۔

(۲) ہندوستان میں علم تجوید اور صحت قرأت کی اشاعت کرنا۔ بحمداللہ مدرسہ صولتیہ اپنی زندگی کے اس طویل زمانہ میں ان دونوں اساسی مقاصد میں کامیاب ہوا، اور بارگاہ ایزدی میں سر عجز و نیاز خم کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ آج مکہ معظمہ میں ممالک اسلامیہ سے آنے والے تشنگان علم اسی سرچشمہ فیض سے سیراب ہوکر جاتے ہیں، اور ہندوستان کے طول و عرض میں جہاں کہیں علم قرأت و تجوید کا چرچا ہے، وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ کے مدرسہ صولتیہ کی خاموش اور مسلسل جد و جہد کا نتیجہ ہے۔

مدرسہ صولتیہ نے اپنی اڑسٹھ سالہ زندگی کے ہر دور میں جس چیز کی پوری طرح حفاظت کی وہ اس کے اہم اغراض و مقاصد ہیں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ آج تک وہ اپنے قدیم شاہراہ عمل سے نہیں ہٹا، اور خدا کو منظور ہے تو اسلاف کرام کی یہ عرفانی تحریک اپنے مسلک اول پر ہمیشہ قائم رہے گی۔ اس ضروری تمہید کے بعد۔ دارالعلوم حرم کے متعلق آپ حضرات کی خدمت میں اہم حالات، سال رواں کی مختصر رپورٹ کارکنان مدرسہ کی حقیر خدمات کا اجمالی بیان پیش کرتا ہوں، انتہائی مسرت کے ساتھ اس کا اعلان کرتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت اقدس و اعلیٰ تاجدار دکن خلد اللہ ملکہٗ نے ازراہ معارف نوازی ارکان مدرسہ کی درخواست

کو شرف قبولیت عطا فرما کر مدرسہ کے اس ہال کا نام "سلطان العلوم" رکھنے کی اجازت بارگاہ خسروی سے مرحمت فرمائی ہے، اس التفات شاہانہ کی اطلاع ہندوستان اور ممالک اسلامیہ کے اکثر اخبارات میں اور خاص طور پر ماہنامہ "ندائے حرم" میں شائع ہو چکی ہے۔ مگر اس عام سالانہ اجتماع میں اس پر مسرت خبر کا اعادہ اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ خود "سلطان العلوم" ہال میں اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ کی عظیم المرتبت شخصیت کا ذکر حسن ہو۔ اور خوش قسمت زائرین حرم ممالک اسلامیہ سے آنے والے یہ خوشخبری مرکز اسلام سے لیکر جائیں۔

نظام تعلیم و نصاب تعلیم مدرسہ کا نصاب تعلیم، مرکزی ضرورتوں کے لحاظ سے یہیم علمی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اسلامی ممالک کے ممتاز و بلند پایہ اسلامی مدارس کے تعلیمی نصابوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے، یہ فخر بھی مدرسہ صولتیہ ہی کو حاصل ہے کہ آٹھ سال سے دینیات کی اعلیٰ تعلیم میں صحاح ستہ داخل درس ہیں، مدرسہ کا نظام تعلیم مستقل شعبوں پر تقسیم ہے۔

(۱) شعبہ تحضیری (پرائمری اسکول) مدت تعلیم ۳ سال۔
(۲) شعبہ ابتدائی (مڈل اسکول) " ۴ سال
(۳) شعبہ ثانوی۔ مدت تعلیم ۴ سال
(۴) شعبہ عالی " ۳ سال
۱۴ سال

عمارات مدرسہ یہ امتیاز بھی مدرسہ صولتیہ ہی کو حاصل ہے کہ الحمد للہ وہ اپنی ذاتی عمارتوں میں ہے ہر انتظامی اور تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اس کے پاس حسب گنجائش مکانات موجود ہیں، ناقابل اطمینان حالات کے باوجود خدا کا شکر ہے کہ مدرسہ اپنی مستقل بنیادوں پر قائم ہے۔ اور اس بے سروسامانی کی صورت میں یہ ساز و سامان، یہ عمارتیں، یہ مستقل یادگاریں، حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مولانا محمد سعید صاحب مرحوم و مغفور کے خلوص و للّٰہیت کی کھلی ہوئی نشانی اور اللہ تعالیٰ کی تائید و رحمت کا ثبوت ہیں۔

نتائج عمل اس سال مدرسہ میں طلبہ کی تعداد ۶۷۵ رہی، ان میں ۲۰ شعبہ عالی، اور

۱۴۷ شعبہ ثانوی، اور ۲۰۰ شعبہ ابتدائی، اور ۲۸۱ شعبہ تحفیظ میں زیرتعلیم رہے، سالانہ امتحان کا عام نتیجہ الحمدللہ قابل اطمینان ہے۔

۳۳ لڑکوں نے قرآن پاک ختم کیا، ۶ طلبہ فارغ التحصیل ہوئے، ۳۰ لڑکوں نے شعبہ ثانوی کی تعلیم سے فراغت حاصل کی، ۲۹ لڑکوں نے شعبہ ابتدائی کی تعلیم ختم کی، ان سب کو اسی جلسہ میں اسناد تکمیل و اسناد تعلیم دی جائیں گی۔

کتب خانہ مدرسہ

مدرسہ کے وسیع کتب خانہ میں بھی اہل خیر حضرات کی توجہ سے اضافہ ہورہا ہے، اس سال مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم مہاجر مکی نے اپنا قیمتی کتبخانہ مدرسہ کو دیدیا ہے۔ مولوی صاحب مرحوم نے اپنی حیات ہی میں یہ انمول علمی خزانہ مدرسہ کے کتبخانہ میں منتقل کردیا تھا، یہ اضافہ ہر حیثیت سے قابل قدر ہے، خداوند کریم معطی کو اس صدقہ جاریہ کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

وظائف طلباء

مدرسہ میں تعلیم و تربیت کی کوئی فیس نہیں، اور نہ کسی قسم کا معاوضہ طلباء سے لیا جاتا ہے۔ بلکہ مدرسہ سے ہونہار اور لائق طلبہ کو حسب گنجائش وظائف امداد اور وظائف لیاقت دیئے جاتے ہیں۔

عمارات مدرسہ

مدرسہ کی سب سے پہلی عمارت کلکتہ کی فیاض دل خاتون صولت النساء بیگم صاحبہ مرحومہ کی یادگار ہے۔ جسے حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرحومہ کے گرانقدر عطیہ ۵۲ ہزار روپیہ سے تیار کرایا تھا، دوسری عمارت مدرسہ کی مسجد ہے، جو اپنے طرز کے لحاظ سے جزیرۃ العرب میں ہندوستانی تعمیر کا واحد نمونہ ہے۔ یہ مسجد بھی حضرت بانی مدرسہ علیہ الرحمۃ کے عہد مبارک کی یادگار ہے۔ تیسری عمارت مدرسہ کا دارالاقامہ ہے، جو مستحق و نادار ہونہار پردیسی طلباء کے قیام کے لئے خاص ہے یہ عمارت صوبہ بہار کے مشہور رئیس نواب میر واجد حسین صاحب مرحوم رئیس پٹنہ کی یادگار، اور ان کی طرف سے خدا کے گھر میں ایک دائمی صدقہ جاریہ ہے۔ چوتھی عمارت مدرسہ کا یہ دارالعلوم ہے جو حضرت مولانا محمد سعید صاحب مرحوم و مغفور کے عہد سعادت کی بہترین یادگار ہے، اور جس پر تقریباً دو لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے۔

مدرسہ کا اسٹاف مدرسہ کے انتظامی شعبوں میں ۱۴۔ ملازم ہیں۔ شعبہ ثانوی اور عالی میں ۷، استاد، شعبہ ابتدائی میں بھی ۷ مدرس، اور شعبہ تحفیظ و شعبہ حفاظ قرآن میں ۸ معلم ہیں۔

مدرسہ کی مستقل آمدنی دوام و بقا خدا کی ذات کو ہے۔ مگر عام اصطلاح کے مطابق مدرسہ کی دائمی امداد میں ریاست حیدرآباد ابقاہا اللہ کے صرف سو روپیہ ماہوار، اور ریاست بھوپال حفظہا اللہ کے سو روپیہ ماہوار ہیں، ان دو سو روپیہ کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ یہ مستقل آمدنی ہے باقی آمدنی مسلمانان ہند کی امداد و عطیات سے پوری ہوتی ہے۔

سالانہ آمد و خرچ ہماری شومی قسمت سے یہ بے آب و گیاہ سرزمین تقریباً ۵ - ۶ سال سے حجاج کی تعداد میں کمی اور موجودہ ہولناک جنگ کے پرخطر اثرات سے اقتصادی حیثیت سے مشکلات میں گرفتار ہے، ان حالات سے مدرسہ کا متاثر ہونا بھی ضروری تھا، اس لئے ارکان و کارکنان مدرسہ کو پریشان کن صورت حال کا مقابلہ کرنا پڑا، ان مجبور کن حالات کی بنا پر ہندوستان میں مدرسہ کا ایک دفتر نشر و اشاعت قائم کیا گیا۔ یہ دفتر دہلی ماہ شعبان ۱۳۵۸ھ میں قائم ہوا، اس دفتر کی مسلسل جد و جہد، اور مدرسہ کے معاونین کرام کی گرانقدر توجہ، دلی ہمدردی اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو سال کی انتہائی کوشش کے بعد سالہائے گذشتہ کی نسبت سے کسی حد تک مدرسہ کی آمدنی کا توازن اطمینان بخش ثابت ہوا۔ مگر جنگ کے پرخطر اثرات کو دیکھتے ہوئے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ۔ اور صدر دفتر مدرسہ دہلی کی کوششیں آیندہ کس قدر کامیاب ثابت ہوں گی، بہرحال خداوند کریم کی رحمت و تائید سے ناامیدی نہیں، اور اس کے در سے وابستگی کے بعد مایوسی کیوں ہو۔

محرم ۱۳۵۹ھ سے شوال ۱۳۵۹ھ تک مدرسہ کی کل آمدنی اندازاً ۸ - ۱۵۸۹۲ روپیہ ہے۔ اور خرچ ۲ - ۸ ۱۶۲۲ ہے، سالانہ آمد و خرچ کے توازن میں اس فرق پر قابو پایا جا سکتا ہے، مگر دنیا کا مستقبل کچھ اس قدر تاریک ہے کہ ہم ایسے ضعیف الایمان عاجز بندے بشریت کی کمزوری سے

اپنے دلوں میں اضطراب و پریشانی محسوس کرتے ہیں، سالانہ تخمینہ میں توازن قائم کرنے کے لئے تمام اخراجات میں
اس سال دو مرتبہ تخفیف کرنی پڑی جو یقیناً خادمان مدرسہ کے لئے بار خاطر ہے۔ رب العزت مدرسہ کے مخلص
اساتذہ اور ملازمین کو اس کا اجر عظیم عطا فرماوے، اس سمع خراشی کے بعد صدر جلسہ مولانا شاہ قادر محی الدین صاحب
قافلہ سالار سرکار عالی کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے دار العلوم حرم کے اس سالانہ علمی اجتماع کی صدارت
فرما کر خادمان مدرسہ کی قدر افزائی فرمائی، پھر معزز حاضرین کا اس تکلیف فرمائی پر دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔
یقیناً ناانصافی ہوگی اگر ہندوستان میں مدرسہ کے تمام محسنوں اور معاونوں کا شکریہ ادا نہ کیا گیا۔
ہندوستان میں رہ کر مکہ معظمہ کا خیال رکھنا خدا کے گھر سے ان کے دلی تعلق کا ثبوت ہے۔ اس سلسلہ میں مجلس انتظامی
اور تمام کارکنان مدرسہ کی جانب سے مدرسہ کی مجلس امداد کلکتہ اور مجلس امداد لکھنؤ کے ذمہ دار ارکان عمل اور معاونین
کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اپنی بے ربط تقریر ختم کرنے سے پہلے آپ حضرات سے اس کا متمنی ہوں کہ آپ مرکز اسلام
میں اپنی اس مشترکہ دینی اور مذہبی درسگاہ کی امداد و دستگیری میں ہمیشہ گرانقدر توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور بخیریت
ہندوستان پہونچکر اسے یاد رکھیں گے۔ حاجی محمد احمد صاحب مالک فرم بخشی کمپنی کلکتہ نے اپنی سالانہ مقررہ امداد میں سو روپیہ

ہندوستانی حجاج معہ حجاج حرم میں

سنہ ۶۰ کے زمانہ حج میں جو حجاج مدرسہ میں آئے ان کے اسمائے گرامی

۱۔ مولانا سید شاہ قادر محی الدین صاحب قافلہ سالار حیدرآباد دکن
۲۔ مولوی محمد وسیع صاحب وکیل، حیدرآباد دکن
۳۔ حاجی محمد احمد صاحب مالک بخشی کمپنی سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۴۔ حاجی اعجاز الدین صاحب، اعجاز اینڈ کو ،،
۵۔ حاجی محمد کامل صاحب، تاجر کولوٹولہ ،،
۶۔ حاجی شیخ عبد الحمید صاحب تاجر ،،
۷۔ حاجی شیخ سراج الدین صاحب اسٹامپ ہیڈ ایجنسی ،،
۸۔ حاجی عزیز الرحمٰن صاحب تاجر کولوٹولہ ،،
۹۔ سیٹھ محمود ابراہیم عارف صاحب تاجر رنگون
۱۰۔ سیٹھ غلام عارف معلم تاجر رنگون
۱۱۔ سیٹھ قاسم موریا صاحب تاجر موتی شش ،،
۱۲۔ مولوی محمد یعقوب صاحب مونگیری
۱۳۔ مولوی سید محمد یعقوب صاحب۔ گیا (پنشنر ڈپٹی کلکٹر)
۱۴۔ سیٹھ طیب عثمان صاحب جیت پور
۱۵۔ حاجی امیر احمد صاحب مرادآباد
۱۶۔ حاجی مولوی مظفر الدین صاحب ،،
۱۷۔ ماسٹر حاجی عبد الرحمٰن صاحب اسلامیہ ہائی اسکول سہارنپور
۱۸۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ جگراؤں

۱۹۔ حاجی حافظ عبدالعلام صاحب نانوتہ ضلع سہارنپور

۲۰۔ عاشق محمد چک عبداللہ ریاست بہاولپور

۲۱۔ مولانا احمد حسن صاحب مہتمم مدرسہ امام المدارس لدھیانہ

۲۲۔ نذیر حسین صاحب سوداگر۔ مظفر نگر

۲۳۔ شیخ محمد اکرم صاحب سکریٹری میونسپل بورڈ ضلع ہوشیارپور

۲۴۔ خانصاحب حاجی غلام یٰسین صاحب ایڈوکیٹ جھنگ مگھیانہ

۲۵۔ حاجی حافظ محمد ولی صاحب بلیماران۔ دہلی۔

۲۶۔ مولانا قاری محمد علی صاحب امام جامع مسجد ہمیرپور۔

۲۷۔ مولانا ابوالقاسم محمد عتیق صاحب فرنگی محل لکھنؤ۔

۲۸۔ شیخ محمد صادق صاحب تاجر بانس۔ لاہور

۲۹۔ مولوی محمود احمد صاحب پی، سی، ایس کلکٹر کلکتہ

۳۰۔ مولوی سید محمد محسن صاحب شاہ ٹولی، پٹنہ

۳۱۔ حاجی سیٹھ یوسف ابراہیم صاحب گارڈی ڈابھیل

۳۲۔ حاجی غلام رسول سردار صاحب سوداگر لہاسہ (تبت)

۳۳۔ سیٹھ حسین خان اعظم خان صاحب رنگون

۳۴۔ قاری عبدالمجید صاحب مدرس ایم ایم راندیریہ رنگون

۳۵۔ قاری مفضل الرحمٰن صاحب مدرس ایم ایم راندیریہ ؍؍

۳۶۔ قاضی عبداللہ صاحب زمیندار سوکھر بازار حیدرآباد سندھ۔

۳۷۔ حاجی محمد یعقوب صاحب محلہ افغانان پانی پت

۳۸۔ حاجی محمد ابراہیم صاحب تاجر نجیب آباد ضلع بجنور

۳۹۔ حاجی اللہ دیا صاحب حاطہ شیر جنگ لدھیانہ

۴۰۔ محمد اسلام صاحب کانپور

۴۱۔ منشی محمد شریف خانصاحب کھیڑا افغانان سہارنپور

۴۲۔ مولوی غلام محمد صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم ؍؍

۴۳۔ سیٹھ ابراہیم اسمٰعیل اعظم صاحب راندیر۔

۴۴۔ حاجی محمد سلیم صاحب بستی۔

۴۵۔ حاجی محمد یحییٰ صاحب اعظم گڈھ

۴۶۔ چودھری عبدالستار صاحب سلہٹ

۴۷۔ حافظ عبدالرشید صاحب مبارکپور ضلع اعظم گڈھ

۴۸۔ مولوی شاہ ذوالفقار علی صاحب فرفرہ ضلع ہگلی۔

۴۹۔ حاجی عبدالکریم صاحب مبارکپور ضلع اعظم گڈھ

۵۰۔ حاجی ریاض احمد صاحب گورکھپور۔

۵۱۔ حاجی بابو محمد حسن صاحب مقام علیگڈھ ضلع لدھیانہ

۵۲۔ حاجی محمد یٰسین صاحب تاجر فضل گنج سہارنپور

۵۳۔ مولوی محمد شریف خانصاحب ہیڈ مدرس سلطان پور ضلع سہارنپور

۵۴۔ ڈپٹی کفایت اللہ صاحب بنگال

۵۵۔ حاجی شمس الدین صاحب چینی

۵۶۔ حاجی محمد نور صاحب ؍؍

۵۷۔ امام حسن صاحب ؍؍

۵۸۔ حاجی آیات اللہ صاحب ؍؍

عربی زبان کی چند نمایاں خصوصیات

(۱)

(از جناب مولانا ابوالاسرار رمزی اُناوی مقیم جودھپور)

"عُربی زبان کی چند نمایاں خصوصیات" ایک خالص علمی مقالہ ہے "ندائے حرم" میں عربی زبان کے متعلق جو مضمون اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں زیر نظر مقالہ بھی مفید مقصد تصوّر کیا جائے گا۔

عربی زبان کا فروغ، اشاعت و ترقی، ایک اہم مطمح نظر ہے، اردو زبان کے پرستاروں کو اس سے غافل نہ ہونا چاہئے، عربی زبان، ہماری معنوی قوتوں مذہبی میلانات اور تاریخی احساسات کی ترجمان ہے، یہ تیرہ سو سال کی عائد شدہ ذمّہ داری ہے جس سے ہمارا تعلق کبھی مضمحل نہیں ہو سکتا۔" (مدیر)

عربی شعر و ادب سے قطع نظر مقالۂ زیر قلم میں عربی زبان سے بحث مقصود ہے، جس طرح آج تک عربی شعر و ادب کے چیلنج نے دنیا کو گونگا بنا رکھا ہے، ٹھیک اسی طرح عربی زبان اپنی جامعیت و وسعت کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر ہے۔ دنیا کی کوئی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے، خود یوروپ کی زبانوں نے عربی کے چمن سے خوشہ چینی کی ہے۔ چنانچہ فردوس، ترجمان، امیر البحر، فلاح، حور، صفر، سلطان وغیرہ کی جگہ یوروپ کے مختلف ممالک میں یہ الفاظ بالترتیب بولے اور لکھے جاتے ہیں :—

PARADISE (عام ہے) DRAGOMAN (اسکنڈنیویا میں) ADMIRAL (انگلستان میں) FALLACH (ناروے کے اطراف میں) HOURI (عام ہے) CYFRA یا

CIPHER (عام ہے) اردو اور فارسی میں اس کا جس قدر حصہ SULTAN ہے (عام ہے) ہے وہ عیاں ہے۔

عربی زبان کی تعریف و توصیف میں یگانے اور بیگانے سبھی رطب اللسان ہیں، ڈنکن فوربس ایم۔ اے پروفیسر السنہ مشرقی کنگس کالج لندن (ممبر آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹن اینڈ آئرلینڈ) اپنی ایک تصنیف "گرامر آف دی پرشین لینگویج" میں رقمطراز ہیں:۔

"عربی زبان کو ان تمام معیاری و مشہور زبانوں کے قبائل میں جن کو (سامی) SEMITIC کے نام سے یاد کرتے ہیں اولیت کا درجہ حاصل ہے، یہ زبان عبرانی، شامی، اور حبشی زبانوں سے ملتی جلتی ہے۔ اور اقرب ہے۔ خاص تفاوت و فرق یہ ہے کہ تینوں آخر الذکر زبانیں مقابلۃً غیر مترقی حالت میں رہ گئیں۔ اور اول الذکر بڑے درجہ تک صاف شگفتہ اور شائستہ ہو گئی، درحقیقت انسانی زبانوں میں یہ سب سے زیادہ قابل نقل اور مالدار زبان ہے ۔۔۔۔ سہ حرفی مادہ سے جس قدر حسب خواہش الفاظ درکار ہوں نکلے چلے آتے ہیں"

عربی گفتگو و انشا بہت ہوشیاری و احتیاط چاہتی ہے۔ زبر، زیر کے فرق سے مطلب بدل جاتا ہے۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک کو اعراب کی غلطی کے باعث مجمع عام میں بارہا ندامت سے دوچار ہونا پڑا، ایک اعرابی اپنے داماد کی شکایت لیکر آتا ہے اور خلیفہ سے یوں گفتگو ہوتی ہے۔

خلیفہ:۔ مَا شَأنَكَ　　(تجھ میں کیا برائی ہے)

اعرابی:۔ اعوذُ باللہ من الشَّیْنِ (میں برائی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔)

یہ حال دیکھکر سلیمان برادر ولید نے اعرابی کو سمجھایا کہ خلیفہ صاحب پوچھتے ہیں۔

مَا شَأنُكَ (تیرا کیا حال ہے؟)

اعرابی:۔ ظَلَمَ عَلَيَّ خَتَنِيْ۔　　(میرے داماد نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔)

خلیفہ:۔ من خَتَنَكَ۔　　(تیری ختنہ کس نے کی ہے؟)

اعرابی نے جواب دیا کہ کسی حجام نے کی ہوگی۔! سلیمان نے پھر تصحیح کر کے کہا مَنْ

خَتُنْكَ ؟ (تیرا داماد کون ہے ؟)

زیر و زبر کی تبدیلی سے کیا سے کیا معنی ہوگئے۔ یہ پہلی صدی ہجری کا واقعہ ہے، عربی زبان کے اصل خد و خال کچھ بادیہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور نزاکت معنوی کو فُرَّیس اور شُجَّع بدوی ہی خوب سمجھتے ہیں، ایک حضرمی عالم بنو فہم کے ایک قبیلہ میں گیا اور دروازے پر آواز دی، ایک لڑکی باہر آئی عالم نے اس سے پوچھا اَیْنَ اَبَاکِیَ ؟ (تیرا باپ کہاں ہے؟) لڑکی نے جواب دیا۔ فَلَمَّا فَیوءُ لَنَا فَاذَا فَاءَ لَفَیُوءُ لِفِیْ۔ (تلاش معاش میں گیا ہے۔ جب سورج چھپے گا واپس آئے گا) عالم اس جواب کو جس میں "ف" کی تکرار تھی نہ سمجھ سکا۔ پھر اس کی بہن نے سمجھایا ــــ شہری زبان بہت کچھ خراب اور اس کی صورت مسخ ہو چکی ہے۔ لیکن بدویوں میں نگہداشت کا وہی عالم ہے جو پہلے تھا۔ ان کی نسل، ان کی مذہبی روایات اور زبان تا ایں دم محفوظ ہے۔

عربی زبان کے "قواعد" کچھ ایسے حکیمانہ انداز پر مرتب و مدون ہیں کہ کوئی علمی زبان اس کے ساتھ لگا نہیں کھا سکتی۔ اگر صرف و نحو کی رو سے کسی قدر کسی زبان کو مناسبت ہو سکتی ہے تو وہ سنسکرت ہے۔ اس بحث کا یہاں موقع نہیں۔ اس وقت عربی کے خصائص و فضائل بیان کرنا ہیں، بڑے بڑے خیالات کو مختصر الفاظ میں ادا کرنا عربی کی بلاغت کی دلیل ہے۔ چنانچہ ایسے کپڑے کو جس پر درخت اور پودوں کے نقش و نگار ہوں مُشَجَّر اور ایسے کپڑے کو جس پر ہاتھی کی تصویریں ہوں مُفَیَّل کہتے ہیں، پہلی رات کے چاند کو ھلال اور پندرھویں کے چاند کو بدر کہتے ہیں۔ دنیا کے روز اول کو ازل اور آخر کو ابد کہتے ہیں۔ مخزن علوم و فنون ہونے کے علاوہ ایک خصوصیت یہ ہے کہ مختلف چیزوں کے نام ان کے رنگوں، اور اوصاف متعددہ کے باعث سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تک پہونچ گئے ہیں، چنانچہ شہد کے لئے اسّی نام ہیں۔ اژدہے کے لئے دو سو نام ہیں۔ شیر کے پانچسو۔ اونٹ، گھوڑے اور شراب کے ہزار ہزار نام، اور تلوار کے تقریباً چار ہزار نام ہیں ــــ ریاضی، طبعی، فلسفہ، قانون، طب، جغرافیہ، تاریخ، سائنس وغیرہ کے لئے جسقدر اصطلاحات بہم پہونچانے کی ضرورت ہو بہم پہونچائی جاسکتی ہیں۔ اس کا دامن فراخ اس کے

لئے موزوں ہے۔

علاوہ ازیں چند روشن خصوصیات ذیل میں یکجا جمع کر دی گئی ہیں۔ مثلاً وسعت معنیت وجامعیت فصاحت وبلاغت، رنگ وزمانہ اور قسموں کے لحاظ سے جزوی معنوں میں فرق کی وجہ سے متعارف الفاظ اور لغات کا ہونا، جذباتِ فطری کی تصویرکشی، الفاظ کا اشیاء کا تعلق ہوتی، ایک ہی معنی یا مطلب کے لئے بکثرت الفاظ کا ہونا مختلف جنسوں یا مختلف حالتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نام ہر لفظ کی وجہ تسمیہ، مترادف الفاظ کا ہونا جو مطالب کا بہت دقیق اور خفیف فرق ظاہر کرتے ہیں ایسے الفاظ جو بڑے بڑے طویل معنوں پر حاوی اور مشتمل ہیں۔ وہی مطلب جو الفاظ سے ادا کیا جاتا ہے۔ اگر کسی دوسری زبان میں کیا جائے تو اس کے لئے لمبی چوڑی مغلق عبارت درکار ہوتی ہے۔

ایک حرفی الفاظ انگریزی زبان میں O اور a دو ایسے حرف ہیں جو لفظوں کا بھی کام دیتے ہیں، چنانچہ عربی میں اس نوعیت کے بیسیوں الفاظ ہیں مثلاً:-

عربی	انگریزی	اردو	عربی	انگریزی	اردو
و	AND	اور	ف	SO	پس
ل	for	لئے	ك	Like	مثل وغیرہ

تحریف لفظ کے کسی ایک حرف کو بدلنے سے نئے نئے الفاظ مختلف المعانی پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً:-

قلب = دل | اسم = نام | عَلَم = جھنڈا | حسین = خوبصورت
کلب = کتّا | اثم = گناہ | اَلَم = رنج | احصین = محکم

تعریب ایک ہی لفظ میں حرکت کو بدلنے سے نئے نئے الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً
عالَم = دنیا - عالِم = جاننے والا - اَعراب - صحرانشین =

اِعراب = ضمہ. فتحہ. کسرہ ۔ مَلَکٌ = فرشتہ ۔ مَلِکٌ = بادشاہ ۔ مُلْکٌ = دیس
مِلْکٌ = جاگیر ۔ مَلْکٌ = اختیار ۔ قدرت ۔ طاقت ۔ آٹے کا خمیر سخت کرنا ، زن چاہنا ۔

تقلیب عربی زبان کی سب سے بڑی خصوصیت اور فضیلت جو کسی اور زبان کو نصیب نہیں وہ یہ ہے کہ کسی بامعنی لفظ کے حروف کو آگے پیچھے لا کر جتنی صورتوں میں رکھا جائے ۔ اکثر وہ سب بامعنی کلمات (غیرمہمل) اور الفاظ ہوں گے ۔ جیسے :-

(الف) عقل = دانائی ۔ علق = بندھے ہوئے خون کی پھٹکی ۔ لعق = چاٹنا وغیرہ

(ب) قلب = دل ۔ بلق = چتکبرا ۔ قبل = پہلے ۔ بقل = ساگ پات ۔
لقب = نام کی ایک قسم ۔ لبق = باتونی پن ، طلاقت

تثنیہ واحد وجمع کا قاعدہ ورواج دنیا کی ہر زبان میں موجود ہے ۔ لیکن تثنیہ کا قاعدہ صرف عربی یا اس کے علاوہ سنسکرت میں پایا جاتا ہے ۔ مخصوص قاعدوں کے ماتحت تثنیہ بنا لیا جاتا ہے ۔ جیسے

"زاوین" "عاشقین" "کونین" ۔ غرض ین کا اضافہ کر کے تثنیہ بن جاتا ہے ۔

مادّہ اور مشتقات سہ حرفی لفظ سے سیکڑوں الفاظ نکلتے چلے جاتے ہیں جیسے کوئی مشین چیزیں بنا کر تیار کر کے اپنے منہ سے اُگل رہی ہو ۔ ذیل میں جس قدر الفاظ مشتقات لکھے جا رہے ہیں ، ان سب کا مادّہ نَظَر ہے :-

ناظر ، ناظرہ ، نظار ، نظارت ، ناظرین ، ناظران ، ناظرون
ناظریات ، ناظورہ ، ناظور ، نظّار ، نظّارہ ، نَظر ، نظر ، نطائر ، نَظَرٌ ،
نِظُر ، نَظَرات ، نَظِرت ، نُظِرت ، بنونظری ، نَظَری ، نظریات ،
نظیرہ ، نِظورہ ، نظیر ، اَنظار ، اِنظار ، انتظار ، استنظار ، تنظّر ،
تَنظار ، تنظیر ، مستنظر ، تناظر ، مَنظر ، مِنظار ، مُنظر ، مُنظَرہ ،
مَناظر ، مُناظر ، مُناظرہ ، مُنتظِر ، مُنتَظَر ، منظور ، منظورہ ، ناظرات

مناظرات، وغیرہ وغیرہ۔

مترادف الفاظ ایک ہی معنی کے لئے کئی الفاظ باختلاف و فرق جیسے چمکنے والا، شارق، بارق، ساطع، ثاقب، منجلی، بازغ، مُنیر، مُضی وغیرہ وغیرہ۔

تجوید و مخارج بہت کم زبانیں ہیں جن کے حروف تہجی ناطقہ، یا سماعت پر گراں نہ ہوں یہ زبان پ، چ ژ گ، ٹ، ڈ، ڑ جیسے موٹے موٹے حروف سے پاک ہے۔ "ح" کا حلق سے اور ع کا ناف سے، ہر آواز کا اثر باندازِ خصوصی رگ اور آرغن اصواتی پر پڑتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن جیسی الہامی کتاب کے لئے فطرت کی نظر انتخاب اس زبان پڑی، یہ کیا کچھ کم شرف و عزت ہے۔

رسم الخط چند زبانوں کے برعکس یہ سیدھی جانب سے لکھی جاتی ہے جس سے اس کا فطری ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ دنیا کے سارے مہذب انسان تمام کام کاج اور خور و نوش سیدھے ہاتھ سے شروع کرتے ہیں، اس کے دائرے، کرسیاں اور نشستیں کچھ اس انداز پر واقع ہوئی ہیں کہ انسانی مصنوعات، مشینیں اور مادّی کلیں ان کو اپنی گرفت میں لینے سے قاصر ہیں، اور یہ ان میں منضبط ہونے سے دور، مادّیت کے خونخوار پنجے اس پر قابو نہ پا سکے، ہر زبان میں چھاپنے کی مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں۔ مگر عربی اس سے "بے بہرہ" ہے۔ جب تک انسان اپنے مقدس ہاتھوں سے بنفس نفیس نہ لکھے، نہیں لکھی جا سکتی، اگرچہ مصری قسم کا چھاپہ ایجاد بھی ہوا ہے لیکن لوہے کے حروف ہونے کی وجہ سے دائرے کٹ جاتے ہیں، اور جگہ جگہ جوڑ اور دراڑیں معلوم ہوتی ہیں۔

مخففات اور علائم غالباً ABBREWATIONS (مختصرات) کا رواج انگریزی میں بیشتر پایا جاتا ہے وہ DOCTOR اور MISTER کے لئے .Dr اور .Mr لکھتے ہیں۔ چنانچہ ایسے اشارے عربی میں بھی پائے جاتے ہیں جیسے:۔

رضؔ = (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ عؔ = (علیہ السلام)۔ (رحؔ = (رحمۃ اللہ علیہ)

صلعم = (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ الخ = الی الآخر۔ وغیرہ وغیرہ۔

ابن، ابو، اُم، بنت کے سابقے (PREFIX)

کنیت اور استعارات جوڑنے سے معنی خیز شاعرانہ ترکیبیں پیدا ہوتی ہیں جیسے

ابن السبیل = (مسافر)۔ بنت العنب (شراب) ام الکتاب =

(قرآن شریف)۔ ابو الحصین = (لومڑی) وغیرہ وغیرہ۔

بڑے بڑے طویل فقرات کے لئے الگ الگ مصطلحات موجود ہیں۔

مصطلحات جیسے:۔

بسملہ = بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے لئے۔

حملہ = الحمد للہ

حوقلہ = لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے لئے۔

ھلھلہ = تہلیل وتسبیح کے لئے۔

پھر یہی نہیں بلکہ ان سے افعال بنا لئے جاتے ہیں، جن کی گردانیں دوسرے افعال کی طرح

ہوتی ہیں۔ مثلاً:۔

ھَلَّلَ = اُس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔

حَوقَلَ = اُس نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔

اِسْتَرْجَعَ اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

اس طرح بڑے بڑے خیالات چند فقروں سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر جیسے:

اَخْرَفَتِ الشَّاۃُ = بھیڑی نے موسم خزاں میں بچے جنے۔

اسلام کا نظامِ دعوت و اصلاح

(۶)

اسلامی تبلیغ کے نتیجہ میں جو زبردست دینی نظام دنیا میں وجود پذیر ہوا، اس نے انسانیت کے اعلیٰ اوصاف کو مکمل طریقہ پر ظاہر کیا، انصاف ایک جوہر کی طرح سارے نظام کی قیمت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلامی عہد میں انصاف نے ایک ایسی روایت کی صورت اختیار کر لی جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، اشاعت گذشتہ میں اسلامی دور کے انصاف کی تین مثالیں نظر سے گذر چکی ہیں۔ چند مثالیں اور پیش کی جاتی ہیں:

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں رعایا کی حفاظت کی خاطر رات کو گشت لگایا کرتے تھے، ایک رات جنگل میں ایک خیمہ نظر پڑا، قریب پہونچے تو اندر سے کراہنے کی آواز آ رہی تھی، اور باہر ایک شخص پریشان کھڑا تھا، دریافت حال کیا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین کے پاس کوئی حاجت لیکر آیا ہے۔ خیمہ کے اندر بیوی تنہا ہے، اور دردِ زہ کی تکلیف سے بے قرار ہے۔
حضرت عمر فوراً گھر آئے اپنی بیوی حضرت ام کلثوم کو ترغیب دیکر وہاں لے گئے۔ انہوں نے دایہ کی تمام خدمات انجام دیں، اور حضرت عمر انتظار میں باہر بیٹھے رہے، جب سب کام سے فراغت ہوگئی تو بیوی کو لیکر گھر واپس ہوئے۔

سادگی اور لذاتِ دنیا سے بے رغبتی

(۱) امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت فرماتے تھے، یہی تجارت ضروریاتِ حیات کی کفیل تھی، امیر المومنین ہونے کے بعد حسبِ دستور کپڑا لیکر تجارت کے لئے گھر سے نکلے، راستہ میں حضرت عمر سے ملاقات ہوئی، حضرت عمر نے عرض کیا "تجارت کی

مشغولی امور سلطنت میں رخنہ ڈالے گی۔" حضرت ابوبکرؓ، "پھر اہل وعیال کے گذران کا کیا ہوگا؟" حضرت عمرؓ۔ "ابوعبیدہؓ کو رسول اللہ نے "امین" (امانت دار) کا لقب دیا ہے۔ ان کے پاس چلیں، وہ دیانت داری سے آپ کے گذران کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کردیں گے۔" دونوں حضرات ابوعبیدہؓ کے پاس گئے۔ اور اس ضرورت کا اظہار کیا، انہوں نے جو وظیفہ ایک مہاجر مسلمان کو ملنا چاہیئے تھا وہی خلیفۃ المسلمین کے لئے مقرر کیا جس کی مقدار کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کے گھر والوں نے کوئی میٹھی چیز پکانے کی خواہش ظاہر کی، تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمادیا میرے پاس گنجائش نہیں، گھر والوں نے روزانہ کے خرچ سے تھوڑا تھوڑا بچاکر چند روز میں اتنے پیسے جمع کرلئے کہ کوئی میٹھی چیز پکائی جاسکے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا "تجربہ سے معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے۔" ان پیسوں کو بیت المال میں واپس کیا۔ اور آیندہ سے اتنی مقدار اپنے وظیفہ سے کم کردی۔ اس احتیاط کے باوجود جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو وصیت فرمائی "میرا تمام سامان بیت المال کا ہے، اس کو میرے بعد جو خلیفہ ہو اس کے حوالے کردیا جائے۔"

وفات کے بعد کل اثاثہ ایک اونٹنی، ایک پیالہ، ایک چادر، ایک بچھونا، ایک خادم تھا۔ جب یہ اشیاء حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش ہوئیں، تو فرمایا۔ "اللہ ابوبکر پر رحمت نازل فرمائے بعد میں ہونے والے خلفاء کو مشقت اور تنگی میں مبتلا کر گئے۔" (حکایات صحابہ)

(۲) امیر المومنین حضرت عمر فاروق بھی تاجر تھے، جب خلیفہ مقرر ہوئے تو صحابہ کو جمع کیا، اور فرمایا میرا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ تم لوگوں نے اس کام میں مشغول کردیا، اب اہل وعیال کے گذارے کی کیا صورت ہو؟ حاضرین نے بیت المال سے تنخواہ لینے کا مشورہ دیا اور تنخواہ کی مختلف مقداریں تجویز کیں، حضرت علی رضؓ خاموش بیٹھے رہے۔ حضرت عمر رضؓ نے ان کی رائے دریافت کی تو فرمایا "ایک متوسط الحال آدمی کے گذارہ کے لئے جو مقدار کافی ہو وہی تمہاری تنخواہ

ہے۔" حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ اور جو اس کے موافق تنخواہ تجویز کی گئی اس کو قبول کیا۔
اس تنخواہ میں کس طرح گذر ہوتا تھا، اس کا اندازہ اس سے کیجئے، ایک مرتبہ آپ کھانا تناول فرمارہے
تھے، عتبہ بن ابی فرقد ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے ان کی کھانے کی تواضع کی عتبہ
کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ مگر اتنا موٹا آٹا تھا کہ اس کی روٹی نگلی نہ جاتی تھی۔ عتبہ نے کہا، آٹا باریک
پسا ہوا بھی مل سکتا ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضؓ۔ "کیا باریک پسا ہوا آٹا تمام مسلمانوں کے لئے مہیا ہو سکتا ہے؟

حضرت عتبہ۔ "نہیں"۔

حضرت عمرؓ۔ "افسوس تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمام لذتیں دنیا میں حاصل کرلوں"۔

یہ امیرالمومنین کا کھانا تھا، اور لباس یہ تھا، آپ ایک مرتبہ خطبہ پڑھ رہے تھے، اور لنگی
میں بارہ پیوند تھے، جن میں ایک چمڑے کا تھا، ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کو دیر میں تشریف لائے۔
اور حاضرین سے یہ معذرت کی کہ میرے پاس صرف یہی کپڑے ہیں، ان کو دھونے اور سکھانے
میں دیر ہوئی تنگی کی یہ حالت دیکھکر بعض جلیل القدر صحابہ نے تنخواہ میں اضافہ کی تجویز پیش کی، مگر
آپنے اس کو قبول نہ فرمایا۔" (حکایات صحابہ)

(۳) امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز جب تخت شاہی پر بٹھائے گئے تو ایک
مزدور کو بلایا اور دریافت کیا، دمشق کے بازاروں میں ایک معمولی آدمی کی روزانہ کیا مزدوری ہوتی ہے؟
پھر مسلمانوں سے فرمایا۔" میں آج سے تمہارا ادنی مزدور ہوں، جو اجرت دمشق کے بازاروں میں
ایک ادنی مزدور کو ملتی ہے۔ وہی میری اجرت ہے۔" اس پر بھی احتیاط کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ
مال غنیمت میں مشک آئی، آپنے فورًا ناک پر کپڑا رکھ لیا اور فرمایا۔ یہ تمام قوم کا سرمایہ ہے، مجھے کوئی
حق نہیں کہ تقسیم سے پہلے اس سے منتفع ہوں"۔

علمی ذوق

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ مجھے ایک حدیث کا علم ہوا جس کو
حضرت عبداللہ بن انیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible]

فوراً ایک اونٹ خریدا، اور سامان سفر تیار کر کے روانہ ہوگیا، پورے ایک ماہ چل کر شام پہونچا، ان کے گھر پر حاضر ہوا، اور دربان سے کہا کہ جابر کے آنے کی اطلاع کردو، وہ گھر سے باہر تشریف لائے، اور معانقہ کیا۔ میں نے کہا۔ "مجھے آپ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پہنچی تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ بلا واسطہ وہ حدیث آپ سے سن لوں، مبادا میری یا آپ کی موت واقع ہو جائے۔ اور میں اس شرف سے محروم رہوں" انہوں نے فوراً اس حدیث کو بیان فرما دیا۔
(مجمع الزوائد)

حضرت مسلمہ بن مخلد فرماتے ہیں، میرے مصر کے قیام کے زمانہ میں دربان نے مجھ سے کہا۔ ایک بدوی اونٹ سوار دروازہ پر کھڑا ہے، اور ملاقات چاہتا ہے۔ میں نے نام دریافت کیا۔ تو جابر بن عبداللہ انصاری بتایا۔

حضرت مسلمہ فرماتے ہیں۔ میں نے کھڑکی میں سے دیکھا تو واقعی حضرت جابر تھے میں نے عرض کیا، میں نیچے اتروں یا آپ اوپر تشریف لاتے ہیں۔ فرمایا نہ تم نیچے اترو اور نہ میں اوپر آتا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن کی پردہ پوشی کے متعلق حدیث روایت کرتے ہو، اس حدیث کو بلا واسطہ سننے کے لئے آیا ہوں، میں نے عرض کیا۔ "ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ "جس شخص نے مومن کے عیب کی پردہ پوشی کی، اس نے گویا زندہ درگور لڑکی کو زندہ کیا"

حدیث کو سنا، اونٹ کے ایڑ رسید کی، اور اسی وقت واپس روانہ ہو گئے۔ مجمع الزوائد)

(۲) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ "جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے، تو میں نے ایک شخص سے کہا "اس وقت بڑے بڑے صحابہ بکثرت موجود ہیں۔ آؤ ہم ان سے علم حاصل کریں" اس شخص نے جواب دیا۔ "واللہ، ابن عباس تم سے حیرت ہے، کیا ان صحابہ کرام کے ہوتے ہوئے کسی کو تم سے مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے؟ انہوں نے تو یہ کہکر ٹال دیا۔ لیکن میں اس مقصد کے لئے مستعد ہو گیا۔ ایک ایک مسئلہ لیتا اور

صحابہ کرام کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان سے اس کے متعلق دریافت کرتا، بسا اوقات ایک صحابی کے پاس کسی حدیث کے سننے جاتا اور وہ آرام میں ہوتے تو وہیں چوکھٹ پر چادر رکھکر میں بھی لیٹ جاتا، ہوا کی وجہ سے تمام منہ خاک آلود ہو جاتا۔ جب وہ صحابی گھر سے نکلتے، تو میری یہ حالت دیکھکر گھبرا کر دریافت کرتے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کیا بات ہے"؟ میں عرض کرتا فلاں حدیث سننے کے لئے حاضر ہوا ہوں، "تم خود کیوں آئے مجھکو ہیں بلوا لیتے"؟ میں عرض کرتا، میں طالب ہوں۔ یہ میرا ہی حق تھا۔ کہ آپ کے دروازہ پر حاضر ہوں۔

بعض مرتبہ وہ دریافت کرتے، تم کب سے بیٹھے ہو؟ میں عرض کرتا، بہت دیر سے۔ وہ فرماتے، تم نے فوراً مجھکو اطلاع کیوں نہ کی۔ میں عرض کرتا، مجھے آپ کے مشاغل میں مخل ہونا گوارا نہ تھا۔ اس طرح علم حاصل کیا، تو ایک دن خیر الامۃ اور مرجع خلائق بنے۔ اس وقت ان صاحب کو بھی اپنی کوتاہی پر افسوس ہوا۔　　(حکایات صحابہ)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو ایک جلیل القدر صحابی تھے، ان کا کام ہی یہ تھا کہ ہر وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے، اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے اس کو یاد کر لیتے، چنانچہ بکثرت احادیث آپ کو یاد تھیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں مروی ہیں

اطلاع

آیندہ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرول باغ اور ماہنامہ ندائے حرم سے خط و کتابت کرتے وقت بجائے قرول باغ نئی دہلی کے دہلی قرول باغ لکھا جائے، ورنہ ڈاک ایک روز کی تاخیر سے دفتر کو ملے گی۔

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی،

بابت ماہ ذوالحجہ سنہ ۱۳۶۰ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسمائے معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کریگی، مندرجہ تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے۔ باعث شکرگذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۱۸۷	۱۵ع	جناب الحاج محمد سعید صاحب کانپوری بھائی	عسہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۲	۱۸۸	"	" سیٹھ حسین قاسم ہیبل صاحب رنگون	ماصہ/	"	"
۳	۱۸۹	"	" محمد مرتضیٰ صاحب دودھی	عصہ/ ۴ہر	امداد عام (تعلیم)	"
۴	۱۹۰	"	ایک اہل خیر معلوم الاسم بتوسط جناب سر شیخ عبدالقادر صاحب۔ لاہور	صما/	"	بذریعہ چک
۵	۱۹۱	"	جناب شیخ مبارک علی صاحب "	عسہ/	"	بذریعہ ڈاک بابت سنہ ۴۲ء
۶	۱۹۲	"	" م ابراہیم صاحب انجن والا سہارنپور	۸/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بتوسط جناب حاجی محمد جان صاحب
۷	۱۹۳	"	" محمد ابراہیم صاحب دکاندار "	۸/	"	"
۸	۱۹۴	"	" حاجی رحمت اللہ صاحب "	عسہ/	"	"
۹	۱۹۵	"	" سبحان خانصاحب سبزی فروش جھانسی	عسہ/	"	بتوسط جناب سید محمد تنظیم حسین صاحب
۱۰	۱۹۶	"	" سید محمد تنظیم حسین صاحب	عسہ	قیمت چرم قربانی (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر۔
۱۱	۱۹۷	"	" چراغ الدین خانصاحب قائم گنج	سے/ ۴ہر	امداد عام (تعلیم)	"

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۳	۱۹۸	۱۵	چندہ مسلمانان جوالاپور، محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب، جوالاپور	۳ر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۱۳	۱۹۹	ء	جناب خلیل الرحمن صاحب عطار، سہیس پور	۲ر	وظائف طلبہ	ء
۱۴	۲۰۰	ء	ء احسان الدین خانصاحب مرادآباد	۲ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ء بتوسط جناب سراج الدین خانصاحب
۱۵	۵۰۱	۱۹	ء عبدالعزیز صاحب چپراسی، اللہ دیا صاحب کمہار، شیخ رمضانی صاحب ہاپوڑ	عہ	قیمت چرم قربانی ء	ء بتوسط جناب شیخ رمضانی صاحب
۱۶	۵۰۲	ء	جناب ابو نصر مولانا شاہ عبدالحی صاحب کلکتہ	عہ	امداد عام (تعلیم)	ء
۱۷	۵۰۳	ء	چندہ مصلیان مسجد بتوسط مولانا رحمت اللہ صاحب چترہ	عصہ	ء	ء
۱۸	۵۰۴	ء	جناب محمد حنیف صاحب، علی احمد صاحب صدیقی، حاجی فصیح الدین صاحب ہزاری باغ	۲ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ء بتوسط جناب عبدالواحد صاحب ابوالعلائی
۱۹	۵۰۵	ء	جناب خواجہ حسام الدین صاحب، کامدار خانصاحب عبداللطیف خانصاحب، حاجی ٹھیکو میاں صاحب ہزاری باغ	عصہ	امداد عام (تعلیم)	ء
۲۰	۵۰۶	ء	جناب حاجی قادر بخش خانصاحب وکیل ء	عہ	ء	ء
۲۱	۵۰۷	ء	ء حافظ عبدالواحد صاحب ابوالعلائی ء	عصہ	فطرہ چرم قربانی (وظائف طلبہ)	ء
۲۲	۵۰۸	ء	ء الحاج محمد یونس عرف فرحت بخش صاحب رئیس محمدی	۱۲ر	وظائف طلبہ	ء
۲۳	۵۰۹	ء	ء قاضی یار محمد صاحب رئیس حیدرآباد سندھ	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ء
۲۴	۵۱۰	ء	ء عبدالغنی صاحب کانکینارا	۴ر	قیمت چرم قربانی ء	ء بتوسط جناب مولانا محمد یعقوب صاحب
۲۵	۵۱۱	ء	ء مولانا محمد یعقوب صاحب کانکینارا	عصہ	ء	ء
۲۶	۲۰۱	۱۶	ء مولوی ناظم حسین صاحب منجانب رئیس زادہ محمد ابراہیم صاحب مرحوم جودھپور	عصہ	امداد عام (تعلیم)	ء
۲۷	۲۰۲	ء	جناب قاضی محمد علی صاحب ء	عصہ	ء	بتوسط مولوی ناظم حسین صاحب
۲۸	۲۰۳	ء	ء عباس علی صاحب ء	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ء
۲۹	۲۰۴	ء	ء سید رفیع احمد صاحب قدوائی ء	صہ	امداد عام (تعلیم)	ء

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۰	۲۰۵	۱۶	جناب عبد الغنی صاحب　جودھپور	۴ر	امداد عام (تعلیم)	بتوسط مولوی ناظم حسین صاحب
۳۱	۲۰۶	〃	〃 شیخ محمد عثمان صاحب　〃	۴ر	〃 〃	〃
۳۲	۲۰۷	〃	〃 سید لال محمد صاحب　〃	۸ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۳۳	۲۰۸	〃	〃 نواب مندا صاحب جودھپوری۔ بیٹھورو	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۳۴	۲۰۹	〃	〃 نیاز محمد صاحب خلجی　〃	عصر	〃 〃	〃
۳۵	۲۱۰	〃	〃 محمد عبد الرب صاحب فیض، کراچی	عصر	〃 〃	〃
۳۶	۲۱۱	〃	〃 نور محمد صاحب　〃	۸ر	〃 〃	〃
۳۷	۲۱۲	〃	〃 حکیم علی محمد صاحب قادری　〃	عصر	〃 〃	〃
۳۸	۲۱۳	〃	〃 عبد اللہ صاحب و امام بخش صاحب گزدر، فضل الٰہی صاحب (عصر ۴ر)　کراچی	عصر ۴ر	〃 〃	〃
۳۹	۲۱۴	〃	جناب حافظ مولوی عبد الغفور صاحب　〃	عصر	〃 〃	〃
۴۰	۲۱۵	〃	〃 مستری مبارک علی صاحب　〃	عصر	〃 〃	〃
۴۱	۲۱۶	〃	〃 حاجی شیخ عبد اللطیف صاحب　〃	صہ ر	〃 〃	〃
۴۲	۲۱۷	〃	〃 نصیر الدین خانصاحب صدر　〃	عصر	〃 〃	〃
۴۳	۲۱۸	〃	〃 عبد الحق و صادق صاحبان　〃	عصر	〃 〃	〃
۴۴	۲۱۹	〃	چندہ مسلمانان عیدگاہ مسجد بتوسط جناب خانبہادر فضل الٰہی صاحب　کراچی	سے	〃 〃	〃
۴۵	۲۲۰	〃	جناب ماسٹر محمد بشیر صاحب　〃	صہ	〃 〃	〃
۴۶	۲۲۱	〃	〃 سیٹھ سلیمان عمر صاحب　〃	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۴۷	۲۲۲	〃	〃 شیخ احمد موسیٰ صاحب　〃	عصر ۴ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۴۸	۲۲۳	〃	〃 ڈاکٹر اے، سعید صاحب　〃	صہ	〃 〃	〃
۴۹	۲۲۴	〃	〃 قلندر خانصاحب　〃	صہ ر	〃 〃	〃
۵۰	۲۲۵		〃 مولوی محمد امین صاحب　〃	عصر	〃 〃	〃
۵۱	۲۲۶	〃	〃 سیٹھ حاجی محمد اسحٰق و محمد موسیٰ صاحبان　〃	عصر	〃 〃	〃

نمبرشمار	نمبررسید	نمبرجلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۲	۲۲۷	۱۶ع	جناب مولوی ثناء اللہ صاحب کراچی	سے ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بتوسط مولوی ناظم حسین صاحب
۵۳	۲۲۸	〃	〃 سیٹھ عبداللہ حاجی زکریا صاحب 〃	صہ ر	〃 〃	〃
۵۴	۲۲۹	〃	ایک مسلمان بتوسط عالیجناب سردار محمد شفیع خانصاحب قونصل جنرل حکومت افغانستان کراچی	لامہ ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۵۵	۲۳۰	〃	جناب اسرار محمد خانصاحب 〃	سعہ ر	〃 〃	〃
۵۶	۲۳۱	〃	〃 خانبہادر اللہ بخش صاحب چیف منسٹر حکومت سندھ	عمہ ر	〃 〃	〃
۵۷	۲۳۲	〃	〃 غلام مصطفیٰ صاحب بھرگھڑی رئیس حیدرآباد سندھ	صہ ر	〃 〃	〃
۵۸	۲۳۳	〃	〃 حاجی محمد اسمٰعیل صاحب حیدرآباد سندھ	عصہ ر	〃 〃	〃
۵۹	۲۳۴	〃	〃 احمد بخش، فقیر محمد، صالح محمد گارڈ گمانی، منیر، عبدالرحمٰن، حنیف رمان کریم خان صاحبان بتوسط قاضی حمیدالدین صاحب حیدرآباد سندھ	عیصہ ر	〃 〃	〃
۶۰	۲۳۵	〃	جناب قاضی حمیدالدین صاحب 〃	عصہ ر	〃 〃	〃
۶۱	۲۳۶	〃	〃 مرزا ظفر بیگ صاحب میرپور خاص	لہ ر	〃 〃	〃
۶۲	۲۳۷	〃	〃 مرزا آغا صاحب 〃	عہ	〃 〃	〃
۶۳	۳۱۵	۱۷ع	〃 حافظ آفتاب احمد صاحب مظفر نگر	سے ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۶۴	۳۱۶	〃	〃 خانصاحب حاجی عبدالعزیز صاحب 〃	عکہ ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۶۵	۳۱۷	〃	〃 منشی صوفی محمد مظہر اللہ صاحب 〃	۸ ر	〃 〃	〃
۶۶	۳۱۸	〃	〃 سید طاہر حسین صاحب گڑھی جانسٹھ	عصہ ر	〃 〃	〃
۶۷	۳۱۹	〃	〃 سردار محمد اکرم خانصاحب مظفر نگر	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بابت سنہ ۶۰ھ 〃
۶۸	۳۲۰	〃	〃 حاجی الٰہی بخش صاحب 〃	۸ ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۶۹	۳۲۱	〃	〃 حافظ عبدالرزاق صاحب 〃	۸ ر	〃 〃	〃
۷۰	۳۲۲	〃	〃 حکیم مظفر علی خانصاحب 〃	۸ ر	〃 〃	〃
۷۱	۳۲۳	〃	〃 سید مظاہر حسین صاحب 〃	عصہ ر	〃 〃	〃
۷۲	۳۲۴	〃	〃 الحاج ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور	صہ ر	〃 〃	〃

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۷۳	۳۲۵	۱۷	جناب رحیم بخش محمد عمر صاحبان سہارنپور	عمہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ مولوی سید بشیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۷۴	۳۲۶	〃	〃 حاجی محمد اسمٰعیل صاحب 〃	صہ/	〃 〃	〃
۷۵	۳۲۷	〃	〃 حاجی حبیب احمد محمد عمر صاحبان 〃	صہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۷۶	۳۲۸	〃	〃 حاجی جان محمد حاجی انعام الحق صاحبان 〃	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۷۷	۳۲۹	〃	〃 قاری محمد اسمٰعیل صاحب 〃	ہلہ/	〃 〃	〃
۷۸	۳۳۰	〃	〃 حاجی مشتاق احمد صاحب عرف بھولے بھالے	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۷۹	۳۳۱	〃	〃 شیخ حافظ زندہ حسن صاحب 〃	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۸۰	۳۳۲	〃	〃 شیخ حافظ مقبول احمد صاحب 〃	عہ	امداد عام (تعلیم)	〃
۸۱	۳۳۳	〃	〃 مولوی محمد ایوب صاحب وکیل 〃	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۸۲	۳۳۴	〃	〃 حافظ شیخ نوار احمد صاحب 〃	عہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۸۳	۳۳۵	〃	〃 شیخ دل شاد احمد صاحب 〃	عہ	〃 〃	〃
۸۴	۳۳۶	〃	〃 شیخ حافظ عبد العزیز و حافظ رشید احمد صاحبان	صہ/	〃 〃	〃
۸۵	۳۳۷	〃	〃 حاجی نذر الحسن حافظ صاحب مستر 〃	عہ/	〃 〃	〃
۸۶	۳۳۸	〃	〃 حاجی عبد الرحمٰن خاں و سلطان خاں صاحبان	صہ/	〃 〃	〃
۸۷	۳۳۹	〃	ایک اہل خیر مسلمان وارد حال 〃	ا/	〃 〃	〃
۸۸	۳۴۰	〃	جناب عبد المجید و عبد الرحیم صاحبان	عہ/	〃 〃	〃
۸۹	۳۴۱	〃	〃 حاجی رشید احمد شمس الدین صاحبان	عصہ/	〃 〃	〃
۹۰	۳۴۲	〃	〃 بابو محمد اکرام حاجی محمد امام صاحبان	عصہ/	〃 〃	〃
۹۱	۳۴۳	〃	〃 حاجی عبد الکریم، محمد ابراہیم صاحبان	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۹۲	۳۴۴	〃	〃 حاجی محمد یعقوب محمد اسحاق صاحبان	صہ/	〃 〃	〃
۹۳	۳۴۵	〃	〃 حاجی حبیب احمد حافظ مختار احمد صاحبان	صہ/	〃 〃	〃
۹۴	۳۴۶	〃	〃 غلام ربانی صاحب منجانب حاجی نور احمد صاحب مرحوم	سہ/	〃 〃	〃
۹۵	۳۴۷	〃	〃 سعید احمد صاحب سہارنپور	ہہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۹۶	۳۴۸	〃	بابو محمد حامد صاحب 〃	۸/	〃 〃	〃

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۹۷	۳۴۹	۱۷	جناب بابو محمد فاروق صاحب سہارنپور	۸ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۹۸	۳۵۰	"	" بابو حفیظ الرحمٰن صاحب "	۸ر	" "	"
۹۹	۳۵۱	"	" بابو محمد انعام الحق صاحب "	۸ر	" "	" بابت ماہ جنوری ۱۹۵۶ء
۱۰۰	۳۵۲	"	" شریف احمد صاحب "	للعہ	قیمت چرم قربانی (وظائف طلبہ)	"
۱۰۱	۳۵۳	"	" محمد ابراہیم صاحب "	للعہ	" "	"
۱۰۲	۳۵۴	"	" حاجی محمد یٰسین صاحب "	عـہ	امداد عام (تعلیم)	"
۱۰۳	۳۵۵	"	ایک اہل خیر مسلمان "	۴ر	" "	"
۱۰۴	۳۵۶	"	جناب غلام محی الدین احمد صاحب "	عـہ	" "	"
۱۰۵	۳۵۷	"	" محمد یعقوب صاحب "	عـہ	" "	"
۱۰۶	۳۵۸	"	" دوست محمد صاحب "	صہ	" "	"
۱۰۷	۳۵۹	"	" محمد یٰسین خانصاحب "	صہ	" "	"
۱۰۸	۳۶۰	"	" مستری اللہ رکھا صاحب "	عـہ	" "	"
۱۰۹	۳۶۱	"	" محمد اکبر صاحب "	عـہ	" "	"
۱۱۰	۳۶۲	"	" حافظ محمد یامین صاحب "	عـہ	" "	"
۱۱۱	۳۶۳	"	محترمہ اہلیہ صاحبہ حافظ ملا عبد الکریم صاحب	عـہ	چرم قربانی (وظائف طلبہ)	"
۱۱۲	۳۶۴	"	جناب حاجی نذیر احمد صاحب "	للعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۱۳	۳۶۵	"	" حاجی محمد اسحٰق پسر حاجی محمد عمر صاحب "	عـہ	امداد عام (تعلیم)	"
۱۱۴	۳۶۶	"	" شیخ عبد الخالق صاحب "	سے	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۱۵	۳۶۷	"	" مرزا اوصاف بیگ صاحب "	للعہ	امداد عام (تعلیم)	"
۱۱۶	۳۶۸	"	" محمد اسحٰق صاحب "	للعہ	" "	"
۱۱۷	۳۶۹	"	" قاری عبد الخالق صاحب "	عـہ	" "	"
۱۱۸	۳۷۰	"	" حاجی عبد المجید صاحب حسن پورہ، کرت پور	للعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۱۹	۳۷۱	"	" حافظ قادر بخش ولد حاجی چھجو صاحب "	للعہ	" "	"
۱۲۰	۳۷۲	"	" حاجی قادر بخش صاحب "	للعہ	امداد عام (تعلیم)	"

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۲۱	۳۷۳	۱۷	جناب حاجی چھجو صاحب حسن پورہ کرت پور	عسہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب [illegible]
۱۲۲	۳۷۴	〃	〃 حکیم عبدالنعیم خانصاحب بستی کرت پور	سے ر	چرم قربانی (وظائف طلبہ)	〃
۱۲۳	۳۷۵	〃	〃 حاجی ظفر احمد صاحب 〃	۸ ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۲۴	۳۷۶	〃	〃 حاجی سید مہدی علی صاحب کرت پور	عا ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۲۵	۳۷۷	〃	〃 ہدایت اللہ خانصاحب 〃	عا ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۲۶	۳۷۸	〃	〃 شیخ محمد یسین صاحب 〃	عا ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۲۷	۳۷۹	〃	〃 شیخ فدا حسین صاحب 〃	عا ر	〃 〃	〃
۱۲۸	۳۸۰	〃	〃 شیخ محمد قاسم صاحب 〃	عا ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۲۹	۳۸۱	〃	〃 شیخ محمد اسحٰق صاحب 〃	عا ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۳۰	۳۸۲	〃	〃 شیخ محمد عمر صاحب 〃	عسہ ۴ ر	〃 〃	〃
۱۳۱	۳۸۳	〃	〃 شیخ سعید احمد صاحب 〃	۸ ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۳۲	۳۸۴	〃	〃 شیخ شبیر احمد ولد چھجو صاحب 〃	عا ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۳۳	۳۸۵	〃	〃 شیخ عنایت اللہ صاحب 〃	۸ ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۳۴	۳۸۶	〃	〃 شیخ شبیر حسین صاحب 〃	۸ ر	〃 〃	〃
۱۳۵	۳۸۷	〃	〃 شیخ چھیدا صاحب 〃	عا ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۳۶	۳۸۸	〃	〃 شیخ شاہ حسین صاحب 〃	عا ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۳۷	۳۸۹	〃	〃 شیخ عمر بخش صاحب 〃	۸ ر	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۳۸	۳۹۰	〃	〃 شیخ محمد یامین صاحب 〃	عا ر	زکوٰۃ عہ چرم قربانی عہ (وظائف طلبہ)	〃
۱۳۹	۳۹۱	〃	〃 شیخ ننھے صاحب 〃	۸ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۴۰	ٹکٹ ۱۱	۱۱	جناب قمر الدین خانصاحب شاہ گنج	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۱۴۱	[illegible]	۲۸	〃 منصور عالم شاہ صاحب اکبر پور	عہ ۵ ر	〃 〃	〃
۱۴۲	۲۱۹	〃	〃 خانبہادر حاجی عبدالعزیز بادشاہ صاحب مدراس	صہ ر	〃 〃	〃 بابت ماہ دسمبر سنہ ۴۱ء

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۴۳	۳۲۰	۲۸ عـہ	جناب الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب بہاول پور	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء
۱۴۴	۳۲۱	〃	〃 حافظ محمد حسن صاحب سہارنپور	صہ/	〃 〃	بتوسط جناب حاجی محمد جان صاحب و ملا عبدالکریم صاحب
۱۴۵	۳۲۲	〃	〃 حافظ محمد صدیق صاحب 〃	صہ/	〃 〃	〃
۱۴۶	۳۲۳	〃	〃 شمشاد حسین صاحب علیگڈھ	صہ/	〃 〃	〃 〃
۱۴۷	۳۲۴/۳۲۵	〃	〃 محترمہ فاطمہ جان صاحبہ بیگم پروفیسر حق نواز خانصاحب لاہور	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۴۸	۸۰۱	۴۷	〃 خانصاحب محمد قمر علیخانصاحب سہسرام	صہ/	وظائف طلبا	〃
۱۴۹	۸۰۲/۸۰۳	〃	〃 محمد احسان صاحب سہارنپور	عـہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۵۰	۸۰۴	〃	〃 حافظ سید محمود حسن صاحب لاہور	صہ/	وظائف یتامیٰ	〃
۱۵۱	۷۷۸	۴۵	〃 منشی ضمیر احمد صاحب نگینہ	صہ/	امداد عام (تعلیم)	بتوسط مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۱۵۲	۲۰۴	۲۳/۵۹	〃 محمد صمصام الحق صاحب قرشی تھانوی جودھپور	عصہ/	〃 〃	ذریعہ معتمد صدر دفتر
۱۵۳	۲۰۵	〃	〃 انعام الحق صاحب تھانوی و بی بی افروز جہاں بیگم صاحبہ، نئی دہلی	عصہ/	〃 〃	〃
۱۵۴	۲۰۶	〃	جناب خانصاحب حاجی ناصر محی الدین بادشاہ صاحب مدراس	عصہ/	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۱۵۵	۲۰۷	〃	محترمہ اہلیہ صاحب 〃 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۱۵۶	۲۰۸/۲۰۹	〃	جناب لطیف احمد صاحب سہارنپور	عگ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 بتوسط جناب حاجی محمد جان صاحب
۱۵۷	۲۱۰	〃	〃 شیخ ناظر حسن صاحب جوالاپور	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۵۸	۲۱۱	〃	اہلیہ مسٹر محمد منعم عباسی پانی پت	عصہ/	〃 〃	بتوسط معتمد صدر دفتر بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء
۱۵۹	۷۵۴	۱۰۹	〃 〃 〃	عصہ/	〃 〃	〃 بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء
۱۶۰	۷۵۵/۷۵۶	〃	جناب عبدالباسط صاحب قصبہ محمدی	عگ/	چرم قربانی (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۱۶۱	۷۵۷	〃	محترمہ والدہ صاحبہ جناب باقر علی صاحب انصاری، ہزاری باغ	عصہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 بتوسط جناب حافظ عبدالواحد صاحب
۱۶۲	۷۵۸	〃	جناب مولوی اللہ بخش خانصاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۶۳	۷۵۹	〃	ایک اہل خیر خاتون 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۶۴	۷۶۰	〃	محترمہ والدہ صاحبہ جناب باقر علی صاحب انصاری 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۶۵	۷۶۱	〃	جناب حاجی صواب علی خانصاحب 〃	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۶۶	۷۶۲/۷۶۳	۱۰۹	جناب حاجی عبدالرحیم صاحب وکیل ہزاری باغ	عگر	امداد عام (تعلیم)	بتوسط جناب حافظ عبدالواحد صاحب
۱۶۷	۷۶۴	؍	؍ مولوی مبین الحق صاحب پیشکار ؍	عصر	فطرہ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر ؍
۱۶۸	۷۶۵/۷۶۶	؍	؍ شیخ محمد ایوب صاحب رئیس مئو آئمہ	عگر	چرم قربانی (وظائف طلبہ)	؍
۱۶۹	۸۰۱	۱۷۸	؍ مولوی رؤف الحسن صاحب مظفر نگر	عصر	امداد عام (تعلیم)	بتوسط مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۱۷۰	۸۰۲	؍	؍ جانب ریاست وقف نواب محمد عظمت علی خان صاحب مرحوم رئیس، جاگیردار کرنال و مظفر نگر بذریعہ مولوی رؤف الحسن صاحب منیجر	عصر	؍ ؍	؍
۱۷۱	۸۰۳	؍	جناب محمد عمران صاحب مظفر نگر	عصر	؍ ؍	؍
۱۷۲	۸۰۴	؍	؍ سید شرافت علی صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۷۳	۸۰۵	؍	؍ مولوی ابرار حسین صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۷۴	۸۰۶	؍	؍ مولوی محمد رضوان الولا صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۷۵	۸۰۷	؍	؍ سید علی حسین صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۷۶	۸۰۸/۸۰۹	؍	؍ شیخ ناظر حسن صاحب ؍	عگر	؍ ؍	؍
۱۷۷	۸۱۰	؍	ضمیر الدین صاحب صدیقی ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۷۸	۸۱۱	؍	؍ سید حسن میاں صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۷۹	۸۱۲	؍	؍ حکیم حافظ محمد یامین صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۸۰	۸۱۳	؍	؍ محمد معشوق صاحب سہارنپور	عصر	؍ ؍	؍
۱۸۱	۸۱۴	؍	؍ محمد معصوم صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۸۲	۸۱۵	؍	؍ مولوی فیض الحسن صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۸۳	۸۱۶/۸۱۷	؍	؍ محمد اسحٰق صاحب اینڈ برادرس ؍	عگر	؍ ؍	؍
۱۸۴	۸۱۸	؍	؍ غلام محمد صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍
۱۸۵	۸۱۹	؍	؍ شیخ حاجی امیر احمد صاحب ؍	عصر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۱۸۶	۸۲۰	؍	؍ سید اشفاق حسین صاحب ؍	عصر	امداد عام (تعلیم)	؍
۱۸۷	۸۲۱	؍	؍ راؤ عبدالکریم صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۸۸	۸۲۲	۱۷۸	محترمہ والدہ صاحبہ منشی انعام الحق صاحب سہارنپور	عصہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۱۸۹	۸۲۳ / ۸۲۴	〃	جناب مسٹر عرفان احمد صاحب انصاری 〃	عہ	〃 〃	〃
۱۹۰	۸۲۵	〃	〃 حاجی سید محمد صادق صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۱۹۱	۹۲۶	۱۸۳	〃 سیٹھ سراج الدین صاحب کرت پور	عصہ	〃 〃	〃
۱۹۲	۹۲۷	〃	〃 حاجی رشید احمد صاحب 〃	عصہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۹۳	۹۲۸	〃	〃 عبد الحمید صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۱۹۴	۹۲۹	〃	〃 شیخ امیر حسن صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۱۹۵	۹۳۰	〃	〃 شیخ ضمیر احمد صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۱۹۶	۹۳۱	〃	〃 شیخ محمد یعقوب صاحب 〃	عصہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۹۷	۹۳۲	〃	〃 شیخ عبد الشکور صاحب 〃	عصہ	امداد عام (تعلیم)	〃
۱۹۸	۹۳۳	〃	〃 شیخ نظام الدین صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۱۹۹	۹۳۴	〃	〃 شیخ عبد الغفور صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۲۰۰	۹۳۵	〃	〃 شیخ رحیم اللہ صاحب 〃	عصہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۲۰۱	۹۳۶	〃	〃 شیخ مختار احمد صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۲۰۲	۹۳۷	〃	〃 شیخ اسمٰعیل صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۲۰۳	۹۳۸	〃	〃 شیخ رحیم الدین صاحب 〃	عصہ	امداد عام (تعلیم)	〃
۲۰۴	۹۳۹	〃	〃 شیخ نذیر حسین صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۲۰۵	۹۴۰	〃	〃 محمد اسمٰعیل ولد حسین بخش صاحب 〃	عصہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۲۰۶	۹۴۱	〃	〃 شیخ عبد الحمید صاحب 〃	عصہ	چرم قربانی (وظائف طلبہ)	〃
۲۰۷	۹۴۲	〃	〃 ظفر احمد صاحب 〃	عصہ	امداد عام (تعلیم)	〃
۲۰۸	۹۴۳	〃	〃 حافظ محمد ابراہیم صاحب ایم، ایل، اے نگینہ	عصہ	〃 〃	〃
۲۰۹	۹۴۴	〃	〃 حاجی احمد سعید صاحب 〃	عصہ	〃 〃	〃
۲۱۰	۹۴۵	〃	〃 عبد الرزاق و عبد الغنی صاحبان 〃	عصہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۲۱۱	۹۴۶	〃	〃 عبد الشکور و حافظ عبد الغفور صاحبان 〃	عصہ	〃 〃	〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۱۲	۹۴۷	۱۸۴۳	جناب حاجی عبد الوہاب صاحب کرت پور	عصہ؍	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۲۱۳	۹۴۸	″	″ حافظ محمد حیات صاحب ″	عصہ؍	″ ″	″
۲۱۴	۹۴۹	″	″ حافظ نذیر احمد صاحب ″	عصہ؍	امداد عام (تعلیم)	″
۲۱۵	۹۵۰	″	″ حافظ اسلام الدین حاجی محمد یٰسین صاحبان	عصہ؍	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″

میزان کل آمدنی ماہ ذوالحجہ سنہ ۶۰ھ — الٰہ ۱۴۱۵؍ — ۴؍

آمدنی ذریعہ مجلس امداد لکھنؤ

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۱۶	رسید ۳	۳۳	جناب شیخ سعد اللہ صاحب لکھنؤ	۴؍	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ جناب حاجی احمد شفیع صاحب سکریٹری مجلس امداد لکھنؤ بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ء
۲۱۷	۴	″	″ سلطان حسین وکرم الٰہی صاحبان ″	۸؍	″ ″	″ ″
۲۱۸	۵	″	″ محمد خورشید الزماں صاحب فاروقی ″	۱؍	″ ″	″ ″
۲۱۹	۶	″	″ قدیر الزماں صاحب ″	۸؍	″ ″	″ ″
۲۲۰	۷	″	″ خانبہادر حافظ محی الدین صاحب ″	۸؍	″ ″	″ ″
۲۲۱	۸	″	″ شیخ سعد اللہ صاحب ″	۴؍	″ ″	″ بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء
۲۲۲	۹	″	″ شیخ منظور علی صاحب ″	۸؍	″ ″	″
۲۲۳	۱۰	″	″ خانبہادر حافظ محی الدین صاحب ″	۸؍	″ ″	″ بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء
۲۲۴	۱۱	″	″ سلطان حسین کرم الٰہی صاحبان ″	۸؍	″ ″	″ ″
۲۲۵	ٹکٹ ۲۶۷	۳۴ / ۵۹	″ نصیر الدین صاحب اینڈ سنز ″	عصہ؍	″ ″	″ بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ء
۲۲۶	۲۶۸	″	″ ڈپٹی علی حسن صاحب پنشنر ″	عصہ؍	″ ″	″ ″
۲۲۷	۲۶۹	″	″ حاجی عبد الحی صاحب تاجر ″	عصہ؍	″ ″	″ ″
۲۲۸	۲۷۰	″	″ شیخ مختار علی صاحب اینڈ کو ″	عصہ؍	″ ″	″ ″
۲۲۹	۲۷۱	″	″ شیخ رحیم اللہ صاحب اینڈ کو ″	عصہ؍	″ ″	″ ″
۲۳۰	۵۰۱	۱۶۶	″ حبیب اللہ خاں صاحب ″	عصہ؍	″ ″	″ ″
۲۳۱	۵۰۲	″	″ منظور احمد صاحب اینڈ کو ″	عصہ؍	″ ″	″ ″

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۳۲	از ۵۰۲ تا ۵۱۲	۱۲۲	محترمہ بیگم صاحبہ حیدر حسین صاحب لکھنؤ	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	بابت ماہ نومبر سنہ ۴۱ء جناب سید محمد شفیع صاحب سکریٹری مجلس ... لکھنؤ
۲۳۳	۵۱۳/۵۱۴	〃	جناب شیخ سلطان احمد صاحب اینڈ کو 〃	عاہ/	〃 〃	بابت ماہ اکتوبر و نومبر سنہ ۴۱ء 〃
۲۳۴	از ۵۱۵ تا ۵۱۹	〃	〃 چودھری غضنفر حسین صاحب 〃	صہ/	〃 〃	〃
۲۳۵	۵۲۰	〃	〃 محمد حسین صاحب وکیل 〃	عصہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۲۳۶	۵۲۱	〃	〃 حافظ عبدالوہاب صاحب اینڈ سنز 〃	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	بابت ماہ دسمبر سنہ ۴۱ء 〃
۲۳۷	۵۲۲	〃	〃 عبدالصمد صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۲۳۸	۵۲۳	〃	〃 نصیر الدین صاحب تاجر 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۲۳۹	۵۲۴/۵۲۵	〃	〃 نظیر الدین صاحب 〃	عاہ/	〃 〃	〃
۲۴۰	۵۲۶	〃	〃 مولانا حکیم شاہ واثق الیقین صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	بابت ماہ دسمبر سنہ ۴۱ء 〃
۲۴۱	۵۲۷	〃	〃 بابو حاجی احمد علی صاحب نیا گاؤں	عصہ/	〃 〃	〃
۲۴۲	۵۲۸	〃	〃 شیخ مختار علی صاحب اینڈ کو لکھنؤ	عصہ/	〃 〃	بابت ماہ دسمبر سنہ ۴۱ء 〃
۲۴۳	۵۲۹	〃	〃 شیخ منظور احمد صاحب اینڈ کو 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۲۴۴	۵۳۰	〃	〃 شیخ حاجی محمد ابراہیم صاحب اینڈ کو 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۲۴۵	۵۳۱	〃	〃 شیخ محمد عاشق علی صاحب اینڈ کو 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۲۴۶	۵۳۲	〃	〃 شیخ سلطان احمد صاحب اینڈ کو 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۲۴۷	۵۳۳/۵۳۴	〃	〃 شیخ ظہیر حسین صاحب 〃	عاہ/	〃 〃	بابت ماہ نومبر و دسمبر سنہ ۴۱ء 〃
۲۴۸	۵۳۵	〃	〃 شیخ ثروت علی صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	بابت ماہ دسمبر سنہ ۴۱ء 〃
۲۴۹	۵۳۶/۵۳۷	〃	〃 شیخ ماسٹر اصغر علی صاحب 〃	عاہ/	〃 〃	〃
۲۵۰	از ۲۲۲ تا ۲۲۶	۲۵/۵۹	حاجی رزاق محمد صاحب 〃	لـہ/	〃 〃	〃
۲۵۱	۲۷۲	۳۵/۵۹	〃 شیخ منظور احمد صاحب تاجر 〃	عصہ/	〃 〃	بابت ماہ اکتوبر سنہ ۴۱ء 〃
۲۵۲	۲۷۳	〃	〃 حافظ عبدالوہاب صاحب اینڈ سنز 〃	عصہ/	〃	بابت ماہ نومبر سنہ ۴۱ء 〃
۲۵۳	۲۷۴	〃	〃 پوسٹ ماسٹر ضیاء الدین صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۲۵۴	۲۷۵	〃	〃 مولانا حکیم شاہ واثق الیقین صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۲۵۵	۲۷۶	〃	محترمہ بیگم صاحبہ والدہ مقصود الحسن صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۵۶	۹۶۷	۱۲۴/۵۹	محترمہ اہلیہ صاحبہ شاہ باز خان صاحب لکھنؤ	عصر	امداد عام (تعلیم)	جناب سید احمد شفیع صاحب سکریٹری مجلس امداد لکھنؤ
۲۵۷	۹۶۸	"	" " " علی باز خان صاحب	عصر	" "	"
۲۵۸	از ۹۶۹ تا ۹۷۳	"	جناب علی شیر خان صاحب "	صرر	" "	"
۲۵۹	۹۷۴	"	محترمہ بی بی خاتون بیگم صاحبہ "	عصر	" "	"
۲۶۰	۹۷۵	"	جناب حاجی حسین احمد صاحب "	عصر	" "	"
۲۶۱	۹۷۶	"	" محمود حسین صاحب "	عصر	" "	"
۲۶۲	۲۷۷	۳۶/۵۹	" حاجی محمد ابراہیم اینڈ کو "	عصر	" "	" بابت ماہ نومبر سنہ ۴۱ء
۲۶۳	۲۷۸	"	" عاشق علی صاحب اینڈ کو "	عصر	" "	" "
۲۶۴	از ۲۷۹ تا ۲۸۱	"	" محمد ایوب علی صاحب صدیقی "	سے ر	" "	"

میزان آمدنی ذریعہ مجلس امداد لکھنؤ ۹

احقر

ضیاء الدین احمد عفی عنہ، معتمد، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرولباغ

رفیق حج

مؤلفہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج وزیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے۔ فاضل مؤلف چونکہ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں، اس لئے "رفیق حج" ان کے ذاتی تجربے اور مشاہدات کا مجموعہ ہے۔ مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل وبرکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے، اور تاریخی ومذہبی حیثیت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم "ذکر حرم" سے "یاد حرم" کو زندہ رکھنے کے لئے رفیق حج کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا۔

ضخامت ۹۶ صفحات۔ قیمت ۱۰؍ علاوہ محصول ڈاک: کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے

(۱) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرول باغ۔

(۲) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ حجاز

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اہم اغراض و مقاصد

۱۔ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلباء کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علم قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲۔ ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کا تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ ممکن بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں۔

۳۔ مستحق و نادار طلباء کو تا زمانہ تعلیم نقد وظائف امداد دینا۔

۴۔ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائف لیاقت دینا۔

۵۔ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶۔ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ صولتیہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا جہاں سے ایسے علماء اور کام کے آدمی تیار کئے جائیں جن کی اس وقت ضرورت ہے۔

۷۔ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور ایک مکمل دار الصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت تیار کرنا۔

۸۔ مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا، اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

ضروری اطلاع

۱۷ نومبر [illegible] سے قرول باغ کا ڈاکخانہ ڈلیوری آفس ہوگیا ہے۔ آئندہ قرول باغ کی ڈاک نئی دہلی سے تقسیم ہونے کی بجائے قرول باغ کے ہی ڈاکخانہ سے تقسیم ہوگی۔ اس لئے دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ یا ماہنامہ "ندائے حرم" سے خط و کتابت کرتے وقت بجائے قرول باغ نئی دہلی [illegible] قرول باغ دہلی کے [illegible] قرول باغ لکھا جائے تو ڈاک دفتر کو وقت پر [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۶۹

بال جبریل

علامہ سر محمد اقبال مرحوم کے اردو کلام کا دوسرا مجموعہ چھپ گیا ہے،
جس میں زیادہ تر غزلیں اور نظمیں ہیں، جو یورپ، ہسپانیہ اور دیگر اسلامی
ممالک میں لکھی گئیں، ہر نظم اور غزل نئے جذبے اور نئے ولولۂ حیات کا پیغام ہے۔
یہ کتاب مدت سے ختم تھی اور اب بھی تھوڑی تعداد میں چھپی ہے
اس لئے جلد منگوائیے، تاکہ جدید ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

قیمت مجلد تین روپے (سے)

بانگ درا، اسرار و رموز، ارمغان حجاز، ضرب کلیم،
عمر عمر عمر عمر

ملنے کا پتہ:- شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر خواجہ ضیاء الدین احمد نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر، دفتر مدرسہ عالیہ ... دہلی سے شائع کیا

نِدائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

جلد ۲ عدد ۲

ندائے حرم کا مقصد

۱۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور ان کی تحصیل کے لئے کوشش۔

۲۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳۔ مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات علمی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک "باہمہ" مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلہ "ندائے حرم" مرکز اسلام کی علمی آواز ہے

۲۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں اختصر رسالہ مشترکہ یادگار ہے۔ اس لئے "ندائے حرم" میں عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳۔ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

("ندائے حرم" پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۸ صفحات پر شائع ہوتا ہے)

ماہنامہ "ندائے حرم" مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور محسنوں کی خدمت میں ہدیتاً پیش کیا جاتا ہے

سالانہ اشتراک: تین روپے (۳) فی پرچہ ۴ر بیرون ہند سے سات شلنگ سالانہ

رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت "منتظم" رسالہ ندائے حرم، دہلی قرول باغ سے کیجئے

ترسیل زر کا پتہ:- معتمد، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ)

دہلی قرول باغ

مرکز اسلام میں مسلمانان ہند کی مشترکہ یادگار مدرسہ صولتیہ ہندیہ مکہ معظمہ کی عمارات کے چند مناظر

ندائے حرم

عدد ۲ — مسئول، ضیاء الدین احمد — جلد ۲

سنہ ۱۳۶۱ھ ماہ صفر — سنہ ۱۹۴۲ء (مطابق مارچ)

طلباء سے بلا تخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عـہ)

جامعۂ حرم

(مولانا ابوالاسرار رمزی، اٹاوی، جودھپور)

چشمۂ فیض سرمدی　　مشعلِ نورِ ایزدی
شہر خدا میں بحرِ رواں　　علم و عمل کی اِک ندی

سلسلۂ کرم ہے تو

تجھ سے بہارِ زندگی　　تجھ سے وقارِ زندگی
قومِ فسردہ کو دیا　　تونے شرارِ زندگی

زندگیٔ اُمم ہے تو

قلعۂ اُمتِ نبی　　تجھ میں ہے فوج دین کی
پیدا کئے ہزارہا　　تونے بہادر و جری

قوم کا اِک عَلَم ہے تو

علم کا اک حریم ہے　　نقشِ دلِ سلیم ہے
دہر میں تیرے باغ کی　　پھیلی ہوئی شمیم ہے

تاجِ سرِ عجم ہے تو

صولت و رحمتِ خدا　　شمع سعید پُرضیاء
تیرا حرم سے رشتہ ہے　　تیرا ترانہ گاؤں گا

جامعۂ حرم ہے تو

مرکزیّت نواز ہے　　تجھ میں حرم کا راز ہے
رمزیِ خوش نصیب کو　　اس لئے تجھ پہ ناز ہے

باعثِ صد حشم ہے تو

اثرات

انسانی فطرت کا ایک رخ، انسانی فکر کے لئے ایک لمحۂ فکریہ،

(بلاغ مبین) وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ۔ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۔ (قرآن عظیم)

(مفہوم) جب ہم انسان کو اپنی نعمتوں سے مالامال کرتے ہیں تو وہ رخ بدل لیتا ہے، اور پہلو بچاجاتا ہے، اور جب وہ غیر خوش آئند مصیبت سے دوچار ہوتا ہے، تو مایوسی میں ڈوب جاتا ہے، ہر انسان جو کچھ کرتا ہے اپنے طرز پر کرتا ہے، اب یہ خدا زیادہ جانتا ہے کہ ان میں سے کون سب اچھے راستہ پر ہے "

قرآن نے کتنے موثر الفاظ میں انسانی فطرت کے حقیقی رخ کو انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ ہم انسان ہیں، اور ہم میں سے اکثر اس بات کو جانتے ہیں کہ ہماری دنیا کا ہر فرد، مصیبتوں، ہولناکیوں اور اپنی تباہ حالی کے زمانوں میں خدا کو یاد کرتا ہے، جب خدا اس کے دل کی آواز کو سن لیتا ہے، اور اپنے دردرسیدہ بندے پر دنیا کی نعمتوں کا بند دروازہ کھول دیتا ہے، تو وہ یکلم بدل جاتا ہے، اس کی حقیقی زندگی جعلی زندگی کا جامہ پہن لیتی ہے، اب خدا کا نام زبان پر نہیں آتا، خدا کی پیدا کردہ نیکیوں کا تصور بھی نہیں ہوتا، علم وعمل اخلاق وکردار، دین ودیانت اور بہبودیٔ قوم وملت کا ہر احساس رخصت ہوجاتا ہے، پھر جب مصیبت دوبارہ آتی ہے تو یہی انسان تمام خدائی کی شکایت کرتا ہے، اور مایوس ہوکر دل چھوڑ بیٹھتا ہے، انسان ہر کام اپنی ذمہ داری پر کرتا ہے، دانستہ غلطی کا ارتکاب کرتا ہے، مگر الزام اپنی ذات کی جگہ دوسروں کو دیتا ہے، وہ ایسا کرسکتا ہے، لیکن خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ اچھے راستہ پر ہے یا برے راستہ پر

ہم انسان ہیں۔ خدا نے ہم کو زمین کے خزانوں پر اقتدار دیا ہے، اور زمین کی ہر چیز پر اختیار،
ہم اپنی فطرت پر پیدا ہوئے، ہماری قسمت ہمارے کاموں اور کارناموں کے ہاتھ میں ہے، زمین ہمارے
عمل کی جولانگاہ ہے، فضا ہمارے ارادوں کی پرواز کا میدان اور آسمان، ہمارے دربار کا خدمتگار،
ہم کچھ نہ تھے، مگر خدا کے حکم سے سب کچھ ہوگئے، ہم جانتے نہ تھے، مگر علم نے ہمکو بہت کچھ بتادیا،
ہم متمدن نہ تھے، مگر خدا کی مشیت نے ہمیں مہذب و متمدن بنادیا، ہم اخلاق و قانون سے آشنا نہ تھے
مگر خدا کی کتاب نے ہماری اس کمی کو کمال سے بدل دیا، ہمیں جینا بھی آگیا اور اپنی آرزوں کے لئے مرنا بھی، ہمیں
سرمایہ و ثروت جمع کرنے کے ڈھنگ بھی آگئے۔ اور دولت کو خرچ کرنے کے طریقے بھی، اس ساری
روداد کے باوجود قرآن کو شکایت ہے، کہ ہم میں سے اکثر اپنی ذمہ داریوں اور فرائض و واجبات سے غافل
ہیں، جب فرائض عائد نہیں ہوتے، تو ہمارے دل میں ان کی تکمیل کا احساس ہوتا ہے، اور جب ہم ذمہ داریوں
کے مکلف ہوجاتے ہیں، تو ذمہ داری کا احساس باطل ہوجاتا ہے،

ہم بے مایہ ہوتے ہیں، خدا ہم پر اپنا فضل کرتا ہے، پھر دولت ہمارے خزانوں کو بھر دیتی ہے مگر جب
خدا کے کاموں کا سوال آتا ہے، تو ہمارے خزانے خالی اور دل فقیر ہوجاتے ہیں، ہمارے ارادوں کا رخ
بدل جاتا ہے اور ہماری دنیا کروٹ لیکر الٹی ہوجاتی ہے، پھر خدا ہم سے سب کچھ لے لیتا ہے، تو اب ہم
مایوس ہوجاتے ہیں، ہمیں اپنا کیا یاد نہیں رہتا، سزا یاد رہ جاتی ہے۔

ہماری دنیا بے در و دیوار کا ایک محل ہے جہاں ہر وقت تعمیر کا کام جاری ہے، دنیا کی قومیں تعمیر و ترقی
میں مصروف، ہم اپنی تعمیر سے غافل اور تخریب پر تیار ہیں، ہم نے دنیا کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان
سے تبوک کے محاذ پر یہ سنا ہے (خیر الملل ملتہ ابراھیم) دنیا کی قوموں میں بہترین قوم ملتہ
ابراہیمی ہے، آج اس ملت کا کیا حال ہے؟ اس امت کا کیا ڈھنگ ہے؟ ہم میں سے ہر شخص اپنی جگہ غور
کرے کہ وہ اپنے لئے، اپنی قوم کے لئے، اپنی نئی نسل کیلئے کیا کر رہا ہے، ایک عمارت کیلئے انجنیر کے علم، معمار کے ہاتھ، مزدور
کی محنت اور آب و گل کی ضرورت ہے، جو دام و درم سے آتا ہے، اس امت کے افراد اپنی تعمیر کے لئے
کس ضرورت کو پورا کر رہے ہیں، سوال کسی ایک کام کا نہیں، اس مجموعی کام کا ہے جس سے امت کی تعمیر

وابستہ ہے، علم کہاں ہے اور تعمیر کے ماہر کس حال میں ہیں؟ امت کے معمار لاچار ہیں، مشکلات کی چٹانوں کو توڑ کر پتھر نکالنے والے مزدور موجود ہیں، آب و گل نہیں آب گل موجود ہے، دام و درم نہیں، اب یہ عمارت کیسے بنے گی اور ان عمارتوں کے برابر بلند کیسے ہوگی، جو اقوام عالم نے، علم و آگاہی، ایثار و قربانی، وفاداری و فیاضی سے کام لیکر بنائی ہیں۔

اللہ اللہ، کیا زمانہ تھا، مدینۃ النبی میں مسجد نبوی کا ایوان تعمیر ہو رہا ہے، خدا کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خدا کے بندے سب تعمیر کے کام اور محنت میں شریک ہیں، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان پر دعا ہے اور امت کی زبان پر یہ رجز

لئن قعدنا والنبیُّ یعمل لذاک لنا العمل المضلَّل

"اگر ہم تعمیر میں حصہ نہ لیں اور بیٹھ جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کام کرتے رہیں، تو یقیناً ہمارا یہ طرز عمل گمراہی پر مبنی ہوگا" آج کی دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کام کر رہے ہیں، وہ بھی اس آواز کے منتظر ہیں، اب یہ آواز مشرق سے آئے یا مغرب سے۔

جامعہ حرم اور اس کے جدید محسن

ہماری تباہ حال دنیا میں گناہوں کے ساتھ نیکیوں کا تصور ایسا ہے، جیسا تاریک راتوں میں کسی اچھے گھر اور اچھی محفل کا اُجالا، ہم میں وہ بھی ہیں جو بے اختیار برائیوں کو اپنا شعار سمجھتے ہیں، اور وہ بھی جو بہتر سے بہتر کام کے لئے موقع اور وقت کی تلاش کرتے ہیں، وہ عزیز بھی ہیں جو قوم کی آواز سن کر کان بند کر لیتے ہیں، اور وہ بھی جو کسی پکار کے بغیر ملی مطالبوں پر لبیک کہتے ہیں۔

جامعہ حرم کا نصب العین، یقیناً دنیا کا بہت بڑا نظریہ ہے، ہندوستان میں اکسفورڈ یونیورسٹی اور کیمبرج یونیورسٹی کے نام سے جس رعب کا اظہار ہوتا ہے۔ جامعہ حرم (مکہ یونیورسٹی) کا تصور مسلمانوں کے لئے اس سے کہیں زیادہ دلنشین ہے۔ انگلستان کی یونیورسٹیاں نصف صدی سے مسلمانان ہند کے علمی دماغ پر حکومت کر رہی ہیں، اب ہم ایک ایسے علمی مرکز کی تکوین چاہتے ہیں، جس کا نام مکہ یونیورسٹی (جامعہ حرم) ہو، اور جو اپنے اعلیٰ وجود سے ہمارے آزاد دماغوں پر حکمرانی کرے۔

جامعہ حرم کا صدر دفتر ۲ سال سے ہندوستان کی رائے عامہ کو ۱۰ کروڑ مسلمانوں کے اس قومی مطالبہ سے آگاہ کر رہا ہے، اس اہم کام کے لئے ابھی کتنے سال درکار ہیں، یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے، ہمیں اس عرصہ میں مایوسیوں کے گہرے سمندر سے جو آب دار موتی ملے ہیں وہ صرف وہی مسلمان ہیں جنہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہے کہ جامعہ صولتیہ، جامعہ حرم (مکہ یونیورسٹی) کا سنگ بنیاد ہے

ہم ہر ماہ ان اصحاب کا تعارف کراتے ہیں، جو ہمارے پیغام کی حقیقت کو سمجھ چکے ہیں، صدر دفتر کو حال میں جناب پروفیسر عبدالغفور صاحب لدھیانہ کی طرف سے ایک سو روپیہ کا چک وصول ہوا ہے یہ نام ہمارے لئے ایک نئی مثال ہے، یہ رقم جس اعلیٰ احساس اور جذبہ کے ماتحت بھیجی گئی ہے، وہ موجب شکر و امتنان اور باعث اجر عظیم ہے،

یہ رقم حضرت قبلہ میاں شاہ علی محمد صاحب سجادہ نشین بسی نو (ہوشیار پور) کے فیض کرم سے آئی ہے حضرت میاں صاحب اس زمانہ کے باخدا اصحاب میں نمونہ کی ہستی ہیں، ہم اُن کو ہندوستان کے درویشوں میں زندگی کا معیار و منہاج سمجھتے ہیں، ان کا جذبہ خداداد ہے، اس لئے خدا ہی اس کا اجر دے سکتا ہے، اس قسم کے بزرگ اور برگزیدہ اصحاب کی توجہ سے، ہماری ہمتوں کو بڑا سہارا ملتا ہے۔ ہم ہمیشہ کے لئے ان کی توجہ فیض نظر اور دعاؤں کے محتاج ہیں اور دل سے شکر گذار! ۔

ندائے حرم کی آواز

"نیک انسان کو نیک کام میں استخارہ کی ضرورت نہیں" یہ مثال ان لوگوں کے لئے ہے جو اولین فرصت میں اپنے اعلیٰ فرائض کو پورا کرنا چاہتے ہیں، ہم نے اپنے بزرگوں، محسنوں اور معاونوں سے درخواست کی تھی کہ وہ دوسری اعانتوں کے ساتھ "ندائے حرم" کا چندہ بھی عنایت فرمائیں۔ یہ بھی بڑی امداد ہوگی ۔

دنیا کے نئے حالات نے حکومتوں کی اسکیموں کو بدل دیا ہے، جامعہ صولتیہ حجاز کی سب سے بڑی درسگاہ ہے، اس کے باوجود غریب مسلمانوں کا غریب ادارہ ہے، نئے حالات سے اس کا اور اس کے ترجمان کا متاثر ہونا ضروری ہے، ہماری درخواست پر جن حضرات نے فوری توجہ فرمائی ہمارا دل ان کے لئے دعا گذار ہے۔ اسلامی احساس اور خلوص کا اس سے بہتر مظاہرہ کیا ہو سکتا ہے، کہ "ندائے حرم" کی

مالی مشکلات کا عنوان سامنے آیا اور ان بزرگوں نے اس کا بدل اشتراک بھیج دیا ، اب ہم باقی معاونین کو پھر توجہ دلاتے ہیں ، اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ بھی صف اوّل میں نظر آئیں گے ، "ندائے حرم" ایک بڑے مقصد کا ترجمان ہے ، کسی عظیم مقصد کے لئے تین روپے کی رقم بہت معمولی ہے ، اگر احساس پیدا ہو جائے تو اس کی ادائیگی میں دیر نہیں ہو سکتی ۔

حاجی محمد احمد صاحب کا اسلامی احساس

جامعہ حرم کے معاون و محسن حاجی محمد احمد صاحب مالک بخشی کمپنی کلکتہ ، کا اسم گرامی بار بار ندائے حرم کے قیمتی صفحات پر آچکا ہے ، حاجی صاحب اپنی فطرت کے لحاظ سے ایک سچے خدا پرست انسان ہیں ، ایک اچھے مسلمان کی حیثیت سے ان کا ہر معاملہ خداوند برتر سے متعلق رہتا ہے ، انہوں نے علم و دین کی خدمت کے لئے مطمئن طبیعت پائی ہے ، جو مناسب موقع پر بڑی گرمجوشی سے سامنے آجاتی ہے ۔

جب سے کلکتہ میں جامعہ حرم کے ہمدردوں اور معاونوں کا دفتر قائم ہوا ہے ، حاجی صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ ، دل کی وسعت ، ہاتھ کی فیاضی اور عمل کی قوت کا پورا پورا ثبوت دے چکی ہیں جب خدا کا ایک بندہ خدا کے نام پر کوئی اچھا قدم اٹھائے تو یہ قابل تعجب بات نہیں ، لیکن اس زمانہ میں یہ بات شاذ و نادر ہی نظر آتی ہے ، ہماری دنیا ، خدا کو بھول جانے والے بدعمل انسانوں کی دنیا بن گئی ہے ۔ اب خدا کی راہ میں کسی عظیم مقصد کے لئے کچھ دینا سینہ پر برف کی سل باندھنے سے کم نہیں جب خدا کا نام آتا ہے تو دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے ، اور ناگہانی بوجھ سے ایسا دبتا ہے جیسے زمین کا دل کسی بھاری چٹان سے ، ایسے زمانہ میں اسلام کا نام لینے والے دو اصحاب کا ایک گھر میں ہونا نادر سی بات ہے ، مگر یہ دنیا ہے اور نادر باتیں بھی اسی دنیا میں ہوتی ہیں ، حاجی صاحب کی بیگم صاحبہ نے کلکتہ میں اپنی نیک سرگرمیوں کا اتنا اچھا نقش قائم کیا کہ ان کی کوشش پردہ نشین خواتین کے لئے ایک نمونہ کی بات ہو گئی ہے ۔

"ندائے حرم" نے ہندوستان کے مسلمانوں کو پرزور دعوت دی تھی کہ حج کے موقع پر زیادہ سے زیادہ تعداد میں حاجیوں کے مقدس قافلے ارض حرم کی طرف روانہ ہوں ، اس دعوت پر لبیک کہنے والوں میں ہمارے یہ دونوں محسن بھی ہیں ۔

کلکتہ کی کاروباری دنیا مشہور ہے، مصروفیت کے اس ہنگامہ پرور شہر سے روانہ ہوکر صحرائے عرب کے دامنوں کا قصد کرنا عقیدہ وعمل کی دنیا میں پکے عزم اور سچے ایمان ہی کا حصّہ ہے، بیگم صاحبہ کا عزم اور بھی زیادہ مبارکباد کے قابل ہے۔

یہ امر نہایت ہی اہم ہے کہ حاجی صاحب نے مدرسہ صولتیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر اس کی اعلیٰ ترقیات اور موجود خصوصیات کو خود دیکھا، اور ان پر اطمینان، اعتماد اور مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے جامعہ حرم کی مقررہ امداد میں سو روپے سالانہ کے اضافہ کا اعلان کیا، کس قدر مبارک ہے یہ سفر، اور کتنا پاک ہے یہ جذبہ! ہمیں یقین ہے کہ خدا کی جناب میں ان کا حج اور ان کی یہ امداد درجۂ قبول حاصل کرے گی، ان کا نام خدا کے گھر کے محسنوں میں ہے، اور خدا ان کے احسان کی قدر وقیمت کا ضرور معاوضہ دے گا، جامعہ حرم کے تمام ہمدردان کے سپاس گذار اور ان کی مستقل توجہ کے ممنون ہیں۔

سر عبد القادر کا تقرر

معاصر حمایت اسلام میں یہ مصدقہ اطلاع شائع ہوئی ہے۔ کہ عالیجناب شیخ سر عبد القادر، بہاولپور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہوئے ہیں، آپ کے اس تقرر سے اسلامی حلقوں میں بڑی مسرت کا اظہار کیا جارہا ہے، شیخ صاحب ہماری علمی اور ادبی دنیا میں صف اوّل کی ہستی ہیں۔

ہمارے برگزیدہ رہنماؤں میں بہت کم اصحاب ہیں، جنہیں مذہب، اور مذہبی روایات سے اتنا تعلق ہو، جس قدر شیخ صاحب محترم کو ہے فرمانروائے بہاولپور اپنے اعلیٰ مذہبی رجحانات کے لئے مشہور ہیں، اس لئے اس انتخاب کی قدر وقیمت کا اندازہ کرنا آسان ہے، ایک اسلامی ریاست کے محکمہ عدل کے بڑے عادل کو ایسا ہی ہونا چاہئے، ہمیں یقین ہے کہ یہ تقرر ریاست اور رعایا کے لئے موجب اطمینان ہوگا۔

سرمایہ آخرت

ندائے حرم (شمارہ ذوالحجہ ۶۰ھ) میں گوجرانوالہ کے مخیر بزرگ جناب مولوی حاجی سید احمد صاحب کے ارتحال کی خبر دی گئی تھی۔ حاجی صاحب دین ودولت کے مالک تھے، اور دل کے غنی، زندگی سادہ تھی، اس لئے دنیا کی جگہ ہمیشہ اپنے دین کو بنانے پر روپیہ صرف کرتے تھے، مدرسہ عالیہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کے بڑے محسن تھے، اور اس کے تعلق کو اپنے لئے جزء ایمان تصور

کرتے تھے ، قرآن نے مسلمانوں کو بتایا ہے ، کہ آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر ہے ، اس لئے دنیا ایک لمحہ کے لئے مرحوم کو فریب نہ دے سکی ، چنانچہ جب انہوں نے اس دنیا کو چھوڑا تو چند منٹ ہی بعد ان کو عمر بھر کا اندوختہ سرمایۂ آخرت کی شکل میں مل گیا ، دنیا میں ان کا دامن بھرا ہوا تھا ، خدا کے دربار میں حاضر ہوئے تو اعمالنامہ خدا کی گھر کی خدمت کے نقوش سے بھرپور ملا ۔

مکہ معظمہ کی تازہ ڈاک سے یہ مبارک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ امسال حرم محترم بیت اللہ کی مقدس دیواروں کے زیر سایہ مدرسہ عالیہ صولتیہ میں مرحوم کے لئے ختم قرآن ہوا ، اور معصوم طلبہ نے صدق دل سے دعائے مغفرت کی ۔

یہ وہ سعادت ہے جو آں ہی جیسے مرد ایمان کو میسّر ہو سکتی ہے ، جس برگزیدہ انسان نے عمر بھر خدا کے گھر کو یاد رکھا ہے ، خدا کے گھر کے بسنے والے پاک بندے اس کو کیسے فراموش کر سکتے تھے ۔

مدرسہ صولتیہ دنیائے اسلام کا خادم ہے ، وہ ان تمام مسلمانوں کی آرزوں کا احترام کرنے کے لئے تیار ہے جو اپنے مرحومین کے لئے خانۂ کعبہ کے جوار میں ایصال ثواب کرنا چاہتے ہیں ، اس سلسلہ میں ہر وصول شدہ رقم صحیح مصرف میں نہایت احتیاط کے ساتھ خرچ ہوگی ، اور اس کی اطلاع "ندائے حرم" کے صفحات پر شائع کر دی جائے گی ۔

•

ایک سال بعد صرف ایک گذارش

"ندائے حرم" کے صفحات پر ندائے حرم کا ذکر گذشتہ ماہ آ چکا ہے ، ہماری دنیا میں آج کا ہر کام سرمایہ کے صحیح توازن پر موقوف ہے ، یہ توازن بحال ہو تو کامیابی ہے ، درہم برہم ہو تو ناکامی ، جزیرۃ العرب کا ایک دینی مدرسہ اور اس کا ترجمان بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہے ۔

ندائے حرم کو آپ نے مسلسل ایک سال تک مطالعہ کیا ہے ۔ اس کے صفحات پر بار بار نظر ڈال لیئے اور دیکھئے ، کہ اسلامی علم و حکمت ، تاریخ و تمدن کے کتنے جواہر ہر صفحہ پر موجود ہیں ، ندائے حرم ایک بلند اور پاک مقصد کا ترجمان ہے ، دنیا کے سب سے زیادہ مقدس شہر سے اس کو تعلق ہے ، دنیا افسانوں کو پسند کرتی ہے ، لیکن وہ

اس رسالہ نے پیش نہیں کئے، اہل دنیا حقیقتوں کو دیکھنا نہیں چاہتے، لیکن اس نے حقائق کو پیش کرنے میں پہلوتہی نہیں کی، یہ مزاجوں کا اختلاف نہیں بلکہ عقیدہ وعمل کا اختلاف ہے، ایک انسان بخیال باطل حقیقت کو چھوڑ سکتا ہے، لیکن حقائق انسان کا دامن نہیں چھوڑ سکتے، ندائے حرم نے مسلمانوں کے دل کے آئینہ میں وہی عکس ڈالا جس کی ان کو ضرورت تھی، یا یہ کہئے جو اس کی شان کے مناسب تھا وہی پیش کیا۔

اس باب میں سب سے بڑا مقصد، خود مقصد کی تبلیغ تھی، دین و دیانت کے اصولوں کو متعارف کرانا تھا۔ اور اس جعلی سکہ کو پیش کرنا تھا جسکو ہماری جعلی دنیا کے باشندوں نے غلط بینی سے کھوٹا سمجھکر لینا چھوڑ دیا تھا، اب تک ندائے حرم معاونوں کو بدل اشتراک کے بغیر ہدیہ کیا گیا، لیکن آج دوبارہ یہ حقیقت سامنے آئی کہ یہ طریقہ اب ان لوگوں کی عزیمت کے لئے ناقابل برداشت ہے، جو تجارت کے لئے خدمت کے میدان میں نہیں آئے ہیں، بلکہ مکہ معظمہ اور جزیرۃ العرب کی خدمت کے لئے ناموافق حالات میں کام کر رہے ہیں، اب یہی صورت قابل عمل ہے کہ جامعہ حرم کے ہمدرد و معاون ندائے حرم کی ترقی کو بھی دین کی مستقل خدمت سمجھیں، اور ہماری عرض داشتوں پر جبر سے نہیں، بلکہ دل کی رضا سے، اس رضا سے جس کا تعلق صرف رضاء الٰہی سے ہو، ندائے حرم کا سالانہ چندہ تین روپیہ ارسال فرمادیں، یہ نہ سمجھئے کہ آپ کا تین روپیہ ارسال فرمانا کسی تجارتی لین دین کی حقیقت ہے۔ بلکہ یقین کیجئے، کہ یہ آپ کا صدقہ جاریہ ہوگا، اور جامعہ حرم کے لئے ہدیہ۔

ہماری اولین درخواست پر جن اصحاب نے توجہ فرمائی، پروردگار کعبہ ان کو اجر عطا فرمائے، مولوی ناظم حسین صاحب اور مسٹر محمد صمصام الحق صاحب عرشی جو دھپور کی صادق کوششوں سے بارہ خریدار مل چکے ہیں۔ اور ہدایت کے مطابق آٹھ وی پی روانہ کئے گئے ہیں، یہ کوشش منزل کا نقش قدم ہے جسکا اثر مدت تک باقی رہیگا۔

جناب الحاج ملک غلام خانصاحب رئیس شمس آباد، ندائے حرم کے چندہ میں سات روپیہ کا اضافہ فرماکر مبلغ دس روپے ارسال کئے ہیں اس قسم کی توجہات اس بارش کی طرح ہیں جو ریگستانی زمینوں کے ابتدائی مطالبہ کو پورا کرکے اس کی بہار کا موجب ہوتی ہے، ہم ان بزرگوں کے ممنون ہیں، یہ اصحاب ہماری فہرست میں پہلی صف کے لوگ ہیں جو دوسروں کے لئے مثال بن گئے ہیں، حق تعالیٰ ان کوششوں کو مسلسل اور ان حضرات کو اپنے انعام واکرام سے سرفراز فرمائے۔

بصائر

بہترین مسلمانوں میں بہتر ہستی

خیر الامۃ بعد نبینا ابو بکر۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں سب سے بہتر شخص ابو بکرؓ ہیں۔ یہ جملہ اُن تمام تاریخوں میں موجود ہے، جن میں سردار دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ذکر موجود ہے، تیرہ سو سال گذر چکے ہیں، کروڑوں انسان اس جملہ کی صداقت کو تسلیم کرتے ہیں، مشرق سے لیکر مغرب تک خدا کے فرمانبردار بندے اس عقیدے پر قائم ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردار کی دنیا میں بہتری کا معیار ہیں، اور پہلی صدی ہجری کے مسلمانوں میں صف اوّل کے پہلے شخص ہیں۔

اب غور فرمائیے کہ دنیا کا یہ بہترین انسان بہتری کا کیا معیار بیان کرتا ہے، اور اس سے مسلمان کے بہتر ہونے کا کیا مفہوم نکلتا ہے۔

ایک روز ایک شخص صدیق اکبرؓ کے پاس آیا، اس نے ایک موثر نظارہ دیکھا، ایک کمسن اور معصوم بچی اس شخص کے سینہ پر بیٹھی ہے جو سب مسلمانوں میں سب سے بہتر ہے، حضرت ابو بکر صدیق ہیں، ننھی بچی ہے، اور پیار پر پیار ہو رہا ہے، آنے والے نے پوچھا۔ یہ کس کی بچی ہے؟ صدیق اکبرؓ نے اسی وقت جواب دیا "یہ لڑکی مجھ سے بہتر شخص سعد بن ربیع کی ہے یعنی اس شخص کی جو عقبہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقیب تھے، بدر کے محاذ جنگ پر حضور کے ساتھ تھے اور احد کی جنگ میں اسلام کیلئے جان سے گذر کر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

موجودہ زمانے کے مسلمانوں نے اسلام کے اس سپاہی کا نام بھی نہ سنا ہوگا۔ آج انہیں یہ سن لینا چاہیئے کہ جس شخص کو صدیق اکبرؓ نے اپنے سے بہتر شخص کہا وہ کون ہے۔ جنگ احد ختم ہو چکی ہے حضور اکرم صلعم فرماتے ہیں، کون ہے جو مجھکو سعد بن ربیع کی خبر لا کر دے، زندہ ہے یا جان سے گذر گیا ہے، اس توجہ گرامی پر ایک انصاری اٹھے اور تلاش شروع ہوئی، سعد شدید زخمی ہیں، اتنی جان باقی ہے کہ چند جملے کہہ سکیں، سعد

نے انصاری کی آواز سنی، اور کہا، حضور سے میرا سلام کہنا، اور عرض کرنا کہ میں مرنے والوں میں ہوں، اس کے بعد میری قوم سے کہنا، اگر تم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا، اور حضور کو ذرا سا بھی نقصان پہونچا تو خدا کے ہاں تمہارا عذر مقبول نہ ہوگا!"

. . . .

یہ ہے اس شخص کی حالت جس کو دنیا کے بہترین انسان نے "بہترین انسان" کا لقب دیا، یہ ہے اسلام۔ محض عبادت ہی نہیں، جد وجہد بھی شرط ہے۔ رکوع و سجود اور نوافل و سنن برحق، مگر یہ نہ سمجھئے کہ آپ نبائے عمل کی ذمہ داریوں کو پورا کئے بغیر خدا اور اس کے رسول تک پہونچ سکتے ہیں۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

مرد کے برابر عورت

شوال کا مہینہ ہے اور ۳ھ ہجری ہے، اسلامی لشکر کے ۷۰۰ جوان جنگجو دشمنوں کے تین ہزار جوانوں کے مقابلے میں وادی احد میں ابھی ابھی جنگ ختم کر کے ایک دستہ سے جدا ہوئے ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہو رہے ہیں، جنگ ہولناک صورت میں ختم ہوئی ہے، مدینہ کے شہری، مرد اور عورتیں نتیجہ سننے کے منتظر ہیں، مسلمانوں کا لشکر ایک عورت کے پاس سے گذرتا ہے، چند آدمی اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے، انہوں نے اس سے کہا۔ "تمہارا بھائی جاں سے گیا، تمہارا باپ شہید ہوگیا، تمہارا خاوند اسلام کی راہ میں ختم ہوگیا" اللہ اکبر! ایک عورت، اور کئی خبریں ایک وقت میں تین بجلیاں گریں، اور محبت و قرابت کی تین بستیوں کو جلا کر بھسم کر گئیں۔ اس زمانہ کے مرد اور عورتیں اس عورت سے کیا توقع کرتے ہیں، کیا اس کو ایک لمحہ کے لئے زندہ رہنا چاہئے؟

عورت کیا کرتی ہے؟ وہ کسی بات کا جواب نہیں دیتی، بلکہ سب سے پہلے، کہنے والوں سے ایک سوال کرتی ہے۔ "حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں ——؟ لوگوں نے اشارہ کیا، اور کہا، بخیر و عافیت ہیں، وہ جا رہے ہیں۔ اس نے اپنی آنکھوں کو حضور کی طرف پھیر دیا، اور جب جمال نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ کر اپنا اطمینان کر لیا، تو وہ تاریخی جملہ کہا جو آج تک دنیا میں کسی بہادر قوم کے بہادر مرد کی زبان سے بھی نہ نکلا

ہوگا۔

"حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سلامت ہیں، اس کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ دنیا کی تاریخ میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دئے، یہ حقوق، مردوں عورتوں کی مجلسیں آراستہ کرنے، بے پردہ آرائشوں کے ساتھ بازاروں اور گلیوں میں گھومنے بے حیائی کی درسگاہوں میں مخلوط تعلیم حاصل کرنے اور برائیوں کی دکان کو فروغ دینے کے لئے نہ تھے، بلکہ اس لئے تھے کہ عورتیں انسانی اوصاف میں مردوں کے برابر ہوں اور حق کے لئے ایثار کرنے میں مردوں کی صف میں نظر آئیں، امت مسلمہ کی خواتین کے لئے مندرجہ بالا مثال صرف ایک مثال ہے، ورنہ تاریخ ایسی خواتین سے معمور رہی ہے

انتقام اور اسلام

پہلی صدی ہجری کی ایک شدید و مہیب جنگ میں، سردار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حضرت حمزہ رضؓ شہید کر دئے گئے، دشمنوں نے ان کا پیٹ چاک کر دیا، جگر باہر نکالا، ناک اور کان کاٹ کر مثلہ کر دیا، حضور اس حالت کو دیکھکر بے تاب ہوگئے۔ فرمایا

"ایسا رنج مجھ کو کبھی نہ پہونچے گا، میں کبھی ایسی جگہ نہیں کھڑا ہوا، جہاں اس جگہ سے زیادہ غصہ آیا ہو۔ اگر خدا نے کسی جنگ میں مجھکو غالب کیا تو میں اس کا انتقام لوں گا، اور ایک کی جگہ تیس آدمیوں کو مثلہ کر دوں گا"۔

مسلمان جوش میں آگئے اور بولے۔ "ہمیں فتح ہوئی تو ہم دشمنوں کو اس طرح کاٹے چھانٹیں گے کہ کبھی ایسی کاٹ چھانٹ نہیں ہوئی ہوگی"۔

یکایک خدا کا حکم آیا، انتقام اور غم و غصہ کے جذبات عدل کی ترازو سے باہر کر دئے گئے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ، ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین۔

اگر تم انتقام لو تو اتنا انتقام لو، جتنا تم پر ظلم کیا گیا ہے، اور اگر تم صبر کرو، تو صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔

اس حکم کا آنا تھا کہ حضور نے دشمنوں کو معاف کر دیا، اور مثلہ کرنے سے منع فرمادیا۔

ہم مسلمان غیروں سے زیادہ اپنوں سے جنگ آزما رہتے ہیں، بیگانوں سے زیادہ یگانوں سے انتقام لیتے ہیں، انتقام کا قانون جس کا ذکر آیت میں ہوا ہے، دشمنوں کے مقابلہ پر آیا ہے، اب یہ سوچئے

کہ مسلمان اگر مسلمان سے انتقام لے، اور انتقام میں حد سے تجاوز کرے، تو قرآن کا کیا حکم ہوگا۔

مرنے کا طریقہ

اسلام ہی تنہا ایک ایسا مذہب ہے، جس نے انسانوں کو عزت سے جینے اور عزت سے مرنے کا طریقہ بتایا ہے، بہادر قومیں خوف وخطرات کے زمانہ میں جان دیتی ہیں مگر اپنی قومی آن کے لئے، مگر ایک مسلمان کسی خطرناک ماحول میں جان دیتا ہے، تو ایک اور صرف ایک خدا کے لئے۔

سنہ ۳ ہجری میں حضرت خبیبؓ کو مقام تنعیم میں دھوکہ سے قتل کیا گیا، یہ مسلمانوں کے لئے ایک شدید حادثہ تھا، مگر خبیبؓ نے گرتے گرتے بھی کہا تو یہ کہا۔ "میں خدا کی راہ میں خاص طور پر قتل کیا جا رہا ہوں مجھے مرنے کا ذرا غم نہیں، بے شک اب میں مرنے والا ہوں"

فَلستُ اُبالی حین اُقتَلَ مُسلِمًا
علیٰ اَیِّ جنبٍ کانَ فِی اللّٰہِ مَصرَعِی۔

"مجھے جان دینے کی کیا پرواہ، جبکہ میں اس حالت میں جان دے رہا ہوں کہ مسلمان ہوں، اب مجھے راہ خدا میں مقتل کی زمین پر گرنا ہے، تو مجھکو کوئی ڈر نہیں کسی پہلو پر گروں" یہی خبیب ہیں جن کا نام آج تک زندہ ہے، انہوں نے قتل ہونے سے پہلے کہا، "اے خدا اس زمین پر ایک بھی دشمن باقی نہ رہے" کیا پورا عرب اس دعا کی زندہ مثال نہیں ہے، یہ ہے مسلمانوں کے مرنے کا طریقہ، خود جان دے جائے اور ایک جملہ میں تمام دشمنوں کو تاریخ کے صفحات سے ختم کر جائے۔

عربی زبان

عربی زبان کی تاریخی قدامت تحقیق کی روشنی میں

(از مولانا حامد الانصاری صاحب غازی مدیر شعبۂ نشر و تحریر)

(۷)

شعرائے جاہلیت

زمانہ جاہلیت کے شعراء میں زمانہ کے لحاظ سے سب سے پہلا شخص الشنفری ہے، اس کا زمانہ سنہ ۵۱۰ء ذکر کیا گیا ہے[1] (اس کا ذکر ندائے حرم کے صفحات پر آچکا ہے) الشنفری کے بعد دوسرا مشہور شاعر ثابت ہے (۲) تابط شرا - نام ثابت بن جابر سفیان الفہمی (سنہ ۵۳۰ء) عرب کے شاعروں میں الشنفری کے بعد سب سے بڑا شاعر ہے، اس کا کلام کتاب الحماسہ باب الحماسہ میں موجود ہے، اور خاص اوصاف کا مالک ہے، چھٹی صدی عیسوی کا یہ عرب شاعر بلاد ہزیل میں رخمان غار کے اندر مارا گیا، اس نے عربوں میں بہادری کے جوہر کو روشن کیا اور انسانی اوصاف میں سے ایک وصف کو بہت ہی اونچا کر کے پیش کیا

وجہ عرف

ثابت بن جابر کا نام تابط شرا کیسے مشہور ہوا، اس کے متعلق عجیب بات بیان کی جاتی ہے۔ ثابت بہت بیباک انسان تھا، عصر جاہلیت کی تمام جرأتیں اس کی تنہا ذات میں موجود تھیں، بہت تیز، چالاک، عیار، تیز رفتار اور غارت گر انسان تھا، وہ ایک ایسا شاعر تھا جس میں شاعری کے علاوہ کوئی لطافت نہ تھی، بھاگنے دوڑنے میں اپنے وقت کا واحد شخص تھا، بھاگتے ہوئے ہرنوں سے شرط باندھنا اور بھاگ کر پکڑنا اس کا مشغلہ تھا، دوڑ میں وہ اپنے ریکارڈ کا تنہا مالک تھا

---

[1] دیکھو "ندائے حرم" ج۱ عدد ۱۲ (۱) الشنفری ص۳۲۔

ایک مرتبہ وہ کسی مجلس میں شریک ہوا، لوگوں نے دیکھا کہ بغل میں خنجر چھپا رکھا ہے، سب بول اٹھے تأبط شرا، اس نے شرارت کو بغل میں چھپا رکھا ہے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ثابت کا عرف "تابط شرا" ہے،

اس کی شاعری میں بہادری کا عنصر بہت زیادہ ہے، اس کی جرأت بیجا کا ایک نمونہ ملاحظہ کیجئے۔

ثابت بنی ہذیل کا سخت کوش دشمن تھا ہذیل اس سے کانپتے تھے اور وہ بھی اپنی فتوحات کیلئے اس قبیلہ کی تاک میں رہتا تھا اکثر ہذیل کے علاقہ میں پہاڑوں پر جاتا تھا۔ اور شہد جمع کیا کرتا تھا، ایک بار دیکھ لیا گیا، وہ ایک غار میں شہد جمع کرنے میں مشغول تھا کہ اس کے دشمنوں نے اس کا محاصرہ کر لیا، اور بآواز بلند کہا کہ یا تو قید کو قبول کرو یا موت کو، اس نے دل میں جواب دیا، زندگی منظور، دونوں نامنظور، ثابت نے تمام شہد چٹان پر بہا دیا، اور شکنزہ پر سینہ رکھکر پہاڑ سے پھسل گیا، اور وادی کوہ میں ایسی جگہ جا پہونچا، جہاں نہ گرفتاری تھی نہ دشمن نہ موت۔

(۳) امرؤالقیس بن حجر بن عمر وکندی (المتوفی سنہ ۵۴۰ء) عرب کا بے باک، بے لاگ اور بے پناہ شاعر تھا، اصحاب معلقہ میں پہلا شخص ہے، عرب جاہلیت کے بہت بڑے ادیب فرزدق کا قول ہے کہ شعر و شاعری میں امرؤالقیس نمبر اول کی ہستی ہے، اس کی شاعری میں حقیقت سے زیادہ رنگینی اور نمود ہے، اس کا ذوق کھلا ہوا ہے، اور ادب عریاں، اس کے باوجود کلام کا ادبی معیار لطیف ہے اس کو نئی تشبیہات کا موجد قرار دیا گیا ہے، اور یہ اس کا حق ہے، اس کے کلام میں ہیں اخلاقی اعتبار سے جو باتیں عیوب کی صورت میں نظر آتی ہیں، خاص کر عریانی، اس کے لئے یہ کہنا کافی ہے، کہ وہ خاندانی طور پر عرب کا ایک عاشق مزاج شہزادہ تھا، اس کا باپ بنی اسد کا تاجدار تھا، اسے ایک طرف تو باپ کے قتل کے بعد پریشانیاں ورثہ میں ملیں اور دوسری طرف وہ آزادی جو تاریخ میں ہمیشہ شاہی خاندانوں کا حصہ رہی ہے، عقیدہ و عمل کی آزادی کا اثر انسان کے مجلسی مزاج پر ضرور پڑتا ہے، اور جب اس کا امتزاج صنف نازک سے ہوتا ہے تو نکوکاری کی جگہ عریانی ہی پیدا ہوتی ہے، اس امر سے قطع نظر زمانہ جاہلیت بہرحال زمانہ جاہلیت تھا، اس لئے امرؤالقیس کے کلام میں عربی اخلاق کو تلاش کرنا چاہئے۔ بلکہ عربی زبان کے سرمایہ پر نظر ڈالنی چاہئے۔

امرا القیس نے عربی زبان کو نئی تشبیہات کا سرمایہ دیا ہے، وہ قصائد میں اپنے رنگ کا تنہا مالک ہی جس کو ادب کا موجد بھی کہا جا سکتا ہے۔

محبوبہ کی منزل کا ذکر، عرب کے قدرتی پہاڑوں پر کھڑے ہو کر، ان منزلوں کی یاد سے مسحور ہونا جہاں سے محبوبہ کا گذر ہوا ہے، امرا القیس کی ایجاد ہے، ہم اس شاعری کو ایسے رومانی خیالات کا مجموعہ کہہ سکتے ہیں جس نے یوروپ کو صدیوں قبل متاثر کیا۔

امرا القیس کا قصیدۂ معلقہ ان دو شعروں سے شروع ہوتا ہے؛ اس سے زیادہ سادہ بے تکلف اور قدرتی ابتدا کسی قصیدہ میں نظر نہیں آتی، شاعر بہت سی حسرتوں کا سرمایہ دار ہے، اور نشاط آفریں گھڑیاں گذر چکی ہیں، لیکن شاعر کے دل میں ان کی خلش باقی ہے، وہ کہتا ہے، اور اپنے مخاطب دوستوں کو بے چین کر دیتا ہے۔

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيبٍ وَمَنْزِلِ   بِسِقْطِ اللِّوَى بَيْنَ الدَّخُولِ وَحَوْمَلِ

فتوضح فالمقراة لم يعف رسمها   لما نسجتها من جنوبٍ وشمألِ

"دوستو! ذرا ٹھہر جاؤ، آؤ ہم دوست کے تصور اور اس کی منزل کی یاد میں آنسوؤں کو بہنے دیں، اس ریت کے ٹیلہ کی آخری چوٹی پر جو دخول اور حومل کے درمیان ہے"

اور توضح و مقرات کے مابین واقع ہے، اس کے نشانات ابتک نہیں مٹے، صرف اس لئے کہ وہاں شمال و جنوب کی تیز ہوائیں ادھر سے اُدھر، اور اُدھر سے ادھر آ جا کر غبار کے تودوں کو صاف کرتی رہی ہیں"

امرا القیس سردار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پہلے اور ظہور قدسی سے ۴۰ سال قبل گذرا ہے، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اسلام سے چالیس سال پہلے، عربی زبان کا رسیلا چشمہ کس انداز سے بہہ رہا تھا ضرورت سے زیادہ عشرت ہر قوم کے تنزل کی کھلی ہوئی نشانی ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، یہ مان لینے میں کوئی حرج نہیں کہ امرا القیس اسی عہد تنزل کا شاعر تھا۔

ہمیں اس کے کلام میں زبان کا رس، خیالات کی سرمستی اور ادب کی قوت دستیاب ہو سکتی ہے، لیکن اخلاق کی وہ سوغات نہیں مل سکتی جس کو مہیا کرنا پیغمبروں ہی کا کام ہے۔

امرا القیس عربی ادب کا امام ہے، اور اپنے زمانہ کے ماحول کے مطابق اپنے طرز کا شاعر ہے، اس حیثیت

سے اس کے انکار بے حد اہم ہیں، اور عربی زبان کے لئے پشتیبان، اپنے قصیدہ میں کہتا ہے۔

"فراق کی صبح۔ جب محبوبہ کا قافلہ روانہ ہوا تو میں قبیلہ کے ببول کے درختوں کے پاس اندرائن توڑ رہا تھا گویا بے اختیار آنسوؤں کا چشمہ جاری تھا، میرے دوست میرے ندیم تھے، اور ان میدانوں میں اپنی سواریوں کو روکے ہوئے تھے، اور کہہ رہے تھے، ہلاک نہ ہو۔ صبر و ثبات اختیار کر۔

کلام کے اس حصہ میں جو تشبیہات اور تعلیقات موجود ہیں، وہ قدرتی چیزوں سے اپنے تعلق کو کتنا گہرا ثابت کر رہی ہیں۔ محبوبہ کی منزل۔ منزل کی یاد اور آنسو۔ ریت کے ٹیلے، حومل، دخول، توضح، مقرات جیسے مقامات کی سرگذشت، نندہ نشانات، شمال و جنوب کی کارفرما ہوائیں، فراق کا سویرا، ببول کے درخت اندرائن کا توڑنا، یہ ایسے اشارے ہیں جنہوں نے ادب کے مختلف پہلوؤں کو قدرت کے مطابق بنا دیا ہے۔ مغرب کی جدید شاعری میں بھی ہمیں اس قدر گہری مطابقت نہیں ملتی۔

یہ جاہلیت کے عربوں کی ذاتی قابلیت ہے، اسکاٹ کا یہ بیان بالکل صحیح ہے، عربی ادب، یونانیوں کے فلسفہ اور توریت و تالمود کے اثرات سے بالکل آزاد ہے۔ صحرا نشین عربوں کو ان میں سے کسی چیز نے متاثر نہیں کیا، شاعرانہ بدیہہ گوئی کا فن یوروپ میں جب مسلمانوں نے پہونچایا، یہ بات حیران کن نہ ہونی چاہئے کہ یوروپ عربوں کے علم و سیاست ہی سے مالامال نہیں ہوا بلکہ عربی ادب کے رجحانات سے بہرہ مند ہوا، چونکہ ہندوستانی شاعری پر ایرانی شاعری کا اثر نمایاں ہے، اس لئے ہندوستان کا ادب ابھی اس تعلق کی صحیح جانچ نہیں کر سکتا۔ جو قدیم عربی ادب اور نئے یوروپین ادب کے درمیان چھٹی صدی عیسوی سے دسویں صدی عیسوی تک رہا ہے، اور جس نے زمانۂ حال کے دامن کو شگفتہ پھولوں سے بھر دیا ہے۔

امرؤالقیس کے زور کلام کے چند نمونے اور دیکھئے، شاعر آنسوؤں کی راہ جان کو بہا رہا ہے، دوست منع کرتے ہیں، ان سے خطاب کرتا ہے۔

میں اپنے کام سے کیسے باز رہ سکتا ہوں، میری صحت مندی وہی آنسو تو ہیں جو بہے چلے جا رہے ہیں، کیا ان مٹے ہوئے نشانوں کے پاس کوئی دوست ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے "

شاعر محبت کی پہلی داستانوں کو ذکر کرتا ہے، وہ دو لڑکیوں کا ذکر کرتا ہے، اور کتنی عجیب تشبیہہ دیتا

ہے۔

"جب وہ جھوم کر کھڑی ہوتی تھیں، تو ان کی خوشبو ایسی مہک جاتی تھی، جیسے بادِ نسیم لونگ کی خوشبو لئے آ رہی ہے۔"

"میں اس وقت دوست کی محفل میں پہونچا، جب ثریا کے کنارے آسمان پر اس طرح ظاہر ہو گئے تھے جس طرح دور دور پروئے ہوئے موتیوں کے ہار کے کنارے۔"

"وہ گنگا جمنی موتی کی مانند ہے جو اس صاف پانی سے سیراب ہوا ہے جہاں دوسرے لوگ نہیں اترے۔"

یہ ادبی ٹکڑے، امرء القیس کے ادبی معیار کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں، ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آج سے تیرہ صدی قبل عربی زبان کا سرمایہ کیا تھا۔

انوری ایسے مشہور پارسی شاعر نے امرء القیس کی اعلیٰ قابلیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

شاعری دانی کدامی قوم کردند آنکہ بود

اول شاں امرء القیس آخر شاں بونواس

عربی قصیدہ امرء القیس کا ممنونِ احسان ہے۔ اس سے انکار کرنا دشوار ہے۔

(۴) طرفۃ بن العبد البکری (۵۶۵ء) سبعہ معلقات کے سات مایۂ ناز شاعروں میں طرفہ دوسرا شاعر ہے۔ اس کی فطرت اس کی زبردست شاعری کا آئینہ تھی، اپنے قبیلہ بکر کے قابلِ فخر قصیدہ نگار تھا امرء القیس کے بعد یہ دوسرا شخص ہے جس کے کلام میں قوت اور بلا کی روانی ہے، تشبیہات پیش کرنے میں خوب جوہر دکھاتا ہے۔

کسی نے ازراہِ علم و تحقیق حضرت لبید سے سوال کیا عرب کا بڑا شاعر کون ہے، انہوں نے فرمایا، امرء القیس اور اس کے بعد قبیلہ بکری کا نورس نوجوان طرفہ۔ یہ زبردست شاعر نوجوانی کے عالم میں جاہلیت کے ایک دردناک واقعہ کی نذر ہو گیا، اس کا عین حالت شباب میں قتل کر دیا جانا عربی زبان کی پرجوش تاریخ کے لئے سب سے بڑا حادثہ سمجھا گیا ہے، اگر وہ زندہ رہتا تو شاعری کی معراج پر پہونچتا۔ اور ہر شاعر اس کے سامنے گرد ہو جاتا ہے۔

طرفہ اپنی زندگی کی ۲۰ منزلیں طے کر چکا تھا، اس نے بچپن ہی میں شعر و شاعری کا سلسلہ شروع کیا، اصل سے شریف و نجیب تھا، اس لئے شاعری کو ایک مضبوط بنیاد مل گئی، جاہلیت کے زمانہ میں شرافت غرور کے ہم پلّہ تھی، پھر طرفہ ویسے بھی بہت جری تھا، جس کو چاہتا نظم سے عزت دیتا، اور جب چاہتا کسی کی عزت کا عمامہ اتار پھینکتا۔

طرفہ نے اپنے بہنوئی عبد بن عمرو کی مذمت میں چند اشعار کسی خاص جذبہ سے متاثر ہو کر کہہ ڈالے۔ عمرو بن ہند فرمانروائے حیرہ تھا، اور طرفہ کا بہنوئی عبد اس کا مقرب تھا، دونوں شکارگاہ میں تھے۔ بادشاہ نے شکار کیا، اور عبد سے کہا ذبح کرو، عبد منہ زور زخمی شکار پر قابو نہ پا سکا، بادشاہ نے طعنہ زن بن کر کہا، طرفہ نے تمہاری ہجو میں جو کچھ کہا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ طرفہ بادشاہ کی ہجو بھی کر چکا تھا، عبد نے وہ شعر بھی سنا دئے، اور کہا آپ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ حیرہ کا فرمانروا جوش انتقام سے تڑپ اٹھا، جریر ملتمس طرفہ کا ماموں تھا، دونوں ماموں بھانجے حاضر دربار کئے گئے۔ انعام و اکرام اور عزت سے سرفراز ہوئے، مزید جود و عطا کی نوید ملی، دونوں کو سربمہر لفافے دئے گئے۔ اور کہا دونوں بحرین کے گورنر کے پاس جاؤ، تم کو بے حد و بے حساب انعام ملے گا، ملتمس نے راہ میں لفافہ چاک کیا، تو اس میں لکھا تھا، اس کو قتل کر دیا جائے، ملتمس واپس ہو گیا، طرفہ شاہی التفات سے دھوکہ کھا گیا۔ ضروری نہیں دو خط جو علیحدہ علیحدہ ہیں دونوں میں قتل کا حکم ہو، طرفہ کو بحرین پہونچکر گورنر کی زبان سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی موت کے لئے میلوں کا سفر طے کر کے آیا ہے، اور موت کی دستاویز خود لایا ہے اس طرح طرفہ اپنی بیباک شاعری کی نذر ہو گیا۔

طرفہ کا کلام

طرفہ کی شاعری میں جوش قوت اور گرمی موجود ہے، اگرچہ کلام میں بندشیں پیچیدہ ہیں، مگر عام طرز کلام چست، صاف اور بلیغ ہے، تشبیہات اور استعارات میں امتیاز رکھتا ہے۔ اس کی بعض باتیں ہماری نئی شاعری کو بھی متاثر کرنے کی اہلیت رکھتی ہیں۔

خولہ اس کی محبوبہ ہے، وہ اپنا معلقہ اس خوبصورت شعر سے شروع کرتا ہے۔ ؎

لِخَولۃَ اطلالٌ ببرقۃِ ثہمدِ   تلوح کباقی الوشم فی ظاہر الیدِ

" ثہمد کی سنگریزہ زار زمین میں خولہ کے گھر کے نشانات موجود ہیں، یہ نشانات اس طرح درخشاں ہیں جس طرح ہاتھ کی پشت پر گودھنے کے نقش و نگار"

اس کے بعد بڑی ندرت کے ساتھ کہتا ہے۔ نشانات چمک رہے تھے اور میرے دوست میری خاطر ان کھنڈروں میں اپنی سواریوں کو تھامے ہوئے کھڑے تھے، اور ثبات وصبر کی تلقین میں مصروف، سر صبح خولہ کی سواری کے کجاوے وادی دد کے پھیلے ہوئے اطراف میں ایسے منظر پیش کر رہے تھے، جیسے بڑی کشتیوں کی قطار" یہ کشتیاں ان ملاحوں کے ہاتھوں میں معلوم ہوتی تھیں، جو کبھی ان کو ٹیڑھا لیجاتا ہے کبھی سیدھا۔

خولہ گندم گوں ہونٹوں سے دانتوں کو نمایاں کر کے مسکراتی ہے، اس کا ہر دانت غنچوں سے ہرا بھرا بابونہ کا پودا ہے، جس کا نمناک ٹیلہ خالص ریت کے درمیان آگیا ہے۔

طرفہ نے اونٹ کی تعریف میں اچھے اشعار موزوں کئے ہیں، جس سے اس کی اونٹنی پر ہرن کی خوبصورتی کا گمان ہوتا ہے، اگرچہ اس کی اونٹنی کا ہونٹ کٹا ہوا ہے۔ مگر وہ اس کی تعریف اس طرح کرتا ہے جس طرح کوئی درباری شاعر۔

خولہ کی ناقہ نے بہار کا موسم قفین کے مقام کے میدان میں فشک تھن والی اونٹنی کے ساتھ گذارا جو وادی کے باغوں میں چر رہی تھی، چراگاہ کی زمین نرم تھی اور سبزہ زار موسم بہار کی دوسری بارش سے سیراب ہو چکے تھے"

وہ رومی کے اس پل کی طرح مضبوط ہے، جس کے مالک نے یہ قسم کھائی تھی، کہ پل کی حفاظت اس وقت تک ضرور کی جائے گی جبتک کہ اس کا پلاستر چونہ کا نہ کر دیا جائے۔

طرفہ خولہ کی اونٹنی کے نشانوں کو اس پتھر کی نالیوں سے مشابہت دیتا ہے جو سنگین زمین پر مدتوں پڑا رہتا ہے۔ اس کے گردن اٹھا کر چلنے کو یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ دریائے دجلہ میں کشتی رواں ہے اس کے دل کو ذکی، حرکت کو تیز اور قوی بیان کرتا ہے۔

طرفہ کے اشعار میں بعض شعر ایسے ہیں جو بے اختیار ہمارے زمانہ کی زبان معلوم ہوتے

ہیں۔ وہ کہتا ہے

إذَا القومُ قالوا مَن فتیً خِلتُ أنّنی
عُنِیتُ فلم أکسَل ولم أتبَلّدِ

"جب قوم نے پکارا، نوجوان کون ہے، تو میں نے محسوس کیا کہ میں ہوں، پھر اس پکار کے بعد نہ میں نے کمزوری اور کسل ظاہر کیا اور نہ تردد۔"

اس کے بعد ایک اور شعر اسی طرز پر لکھتا ہے۔

ولستُ بحلّالِ التلاعِ مخافۃً
ولکن متیٰ یَستَرفِدِ القومُ أرفِدِ

"میں خوفزدہ ہوکر ٹیلوں پر فروکش ہونے والوں میں سے نہیں ہوں، حقیقت تو یہ ہے کہ جب قوم مجھے امداد کے لئے آواز دیتی ہے تو فوراً امداد کو پہونچ جاتا ہوں۔

ایک اور مصرعہ ہے۔

وإن تَبغِنی فی حلقۃِ القومِ تُلقِنی

"اگر تو قومی سوسائٹی میں میری تلاش کرے گا۔ تو میں تجھ کو وہاں ضرور ملوں گا۔"

اس زمانہ میں اونچ نیچ، چھوت چھات، اعلیٰ طبقات اور پسماندہ طبقات کے درمیان کافی خلفشار ہے۔ خاندانی لوگ اپنی اپنی وجاہت پر مرتے ہیں، غریب لوگ اپنے حال میں مگن ہیں، طرفہ کو اپنی شرافت پر ناز ہے، مگر دل غریبوں کے درد سے خالی نہیں، اس کے چند اشعار کا آزاد ترجمہ دیکھئے۔

اگر قبیلہ خاندانی فخر کے لئے ایک کانفرنس میں جمع ہو تو میں شریف اور بلندی پر مقصود خاندان نظر آؤنگا۔ مانا میرے خاندان نے مجھ سے کنارہ کر لیا، لیکن میں دیکھتا ہوں، کہ غریب لوگ میرے احسان کی وجہ سے میرے ہیں، اور بڑے خیموں کے باشندے میرے مجلسی کمال کی وجہ سے مجھ سے بے گمان نہیں ہیں۔

طرفہ کے یہ وہ خیالات ہیں جن کا عکس تیرہ سو سال بعد بھی ہم اپنی ترقی یافتہ شاعری میں دیکھ سکتے

ہیں، اوران کی بنا پر ہمارے لئے آسان ہے کہ ہم عربی زبان کی تاریخ میں قبیلہ بکر کے اس بیس سالہ لڑکے کا درجہ متعین کریں۔

انجمن حمایت اسلام لاہور
کا
ترپنواں سالانہ اجلاس

انجمن حمایت اسلام لاہور کا ۵۳ واں سالانہ اجلاس ۳-۴-۵ اپریل ۱۹۴۲ء عیسوی (جمعہ، ہفتہ، اتوار) کو حسب دستور اسلامیہ کالج کے پُرفضا میدان میں منعقد ہوگا۔ ملک کے مایۂ ناز خطیب، جادو بیان مقرر اور بلند پایہ شاعر تشریف لا رہے ہیں، برادران ملت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس قومی اجتماع میں شامل ہو کر اکابر اسلام کے پاکیزہ خیالات سے مستفید ہوں اور ثواب عظیم حاصل کریں۔

جو حضرات جلسہ میں شریک ہو کر کوئی تقریر کرنا یا نظم پڑھنا چاہیں وہ اپنی تشریف آوری اور تقریر یا نظم کے موضوع کی اطلاع (بلکہ اس کی نقل اور غیر مرقومہ یا غیر مطبوعہ تقریر کی صورت میں نمایاں اشارات) انجمن حمایت اسلام لاہور کے پبلسٹی آفس میں زیادہ سے زیادہ ۲۰ مارچ ۴۲ء تک پہونچا دیں۔

(سید) محسن شاہ

آنریری سیکرٹری انجمن انچارج پبلسٹی

عربی زبان کی چند نمایاں خصوصیات

(از مولانا ابوالاسرار رمزی، اٹاوی، مقیم جودھپور)

(۲)

مولانا رمزی کے مقالہ کا ایک حصہ اشاعت گذشتہ میں ہدیۂ ناظرین کیا جا چکا ہے، عربی زبان ہمارے دنیا کے موجودہ ادب کے لئے مورث اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے اس کے ادب کا دامن لغوی اعتبار سے اتنا وسیع ہے کہ دنیا کی تمام زندہ زبانیں اس میں سما جاتی ہیں۔

سنسکرت اپنی خصوصیات کے باوجود زندہ زبانوں کی برادری میں نہ رہ سکی، اس کی بڑی وجہ یہ ہے، عربی زبان اپنے پھیلاؤ کے باوجود آسان، اور سنسکرت مشکل ہے۔ انسان سہولتوں اور دلچسپیوں کا متلاشی ہے۔ عربی زبان کا لغت شاخ در شاخ ہے، مگر اس میں اتنی دلچسپی ہے کہ انسانی فکر اس سے ذرا نہیں گھبراتا۔ ایک لفظ سے عجیب صورتیں اور عجیب و غریب معانی پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، اور انسانی ذہن اس مشغولیت کو خوشگوار سمجھتا ہے۔

مولانا رمزی نے آج کی اشاعت کو ان عربی الفاظ سے شروع کیا ہے جو انسانی عمر کے مدارج کو ظاہر کرتے ہیں۔ (مدیر)

انسانی عمر کے مدارج

جنین = بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہو۔ ولید = بچہ پیدا ہونے کے بعد

رضیع۔ بچہ جب شیر خوار ہو۔　　　　فطیم۔ بچہ دودھ چھڑانے کے بعد۔
دوج۔ بچہ جب چلنے پھرنے لگے۔　　　　خماسی۔ بچہ جب پانچ بالشت کا ہوجائے
مثغور۔ جب دودھ کے دانت گرجائیں۔　　　　مثغّر۔ جب دانت نکل آئیں۔
مترع یا ناشی۔ بچہ جب دس سال کی عمر کو پہونچ جائے۔
لیکن ان تمام حالتوں کے لئے ایک لفظ غلام (لڑکا) بولا جاتا ہے۔
مراهق یا بالغ۔ بچہ جب سن بلوغ کے قریب پہونچ جائے۔　　　　بالغ۔ بچہ بلوغت کے بعد۔
فتی یا شارخ۔ جب عنفوان شباب کو پہونچ جائے۔　　　　مجتمع۔ عین شباب کے وقت
شاب۔ تیس اور چالیس کے درمیان۔　　　　کھل۔ چالیس سے ساٹھ تک کے لئے۔
شیخ۔ ساٹھ سے اوپر۔　　　　کبیر۔ ساٹھ سے زیادہ اوپر۔
هرم۔ کبیر کے بعد ہرم کہلاتا ہے۔　　　　خرف۔ نہایت بڈھا کھوسٹ۔

عورت کی عمر کے درجات

طفلہ۔ شیر خوار عورت۔　　　　ولیدہ۔ عمر کا دوسرا درجہ اور عمر کا تیسرا درجہ۔
کاعب۔ عمر کا چوتھا درجہ۔　　　　ناهد۔ عمر کا پانچواں درجہ۔
عانس۔ عمر کا چھٹا درجہ۔　　　　خود۔ جبکہ جوانی کے وسط تک پہونچ جائے۔
مسلف۔ جب ۴۰ کی عمر ہو۔　　　　شہلہ۔ عمر کا نواں درجہ۔
لهلہ۔ عمر کا دسواں درجہ۔　　　　شهبرہ۔ عمر کا گیارھواں درجہ۔
جزبون۔ عمر کا بارھواں درجہ۔　　　　قلعم۔ سب سے اخیر منزل پیری میں۔

حسن کے درجات

حسینہ جمیلہ، یا وضیعہ۔　　　　عام طور پر کسی خوبصورت عورت کو کہتے ہیں۔

غانیہ۔ یہ لفظ ایسی حسینہ کے لئے بولا جاتا ہے جو زیورات پہننے سے خوبصورت نہ بن سکے اس کا قدرتی حسن ہی دلفریب ہو۔
معطال۔ جب بے انتہا کی حسین ہو، قدرتی اسباب و آرائش کی چنداں پرواہ نہ کرے۔
قسیمہ۔ جب حسن ایک حالت پر قرار رکھے، متنزل یا مترقی نہ ہو۔
رَدُعَاء۔ جب کوئی عورت حسینان جہاں کی سرتاج ہو، اور حسن کے اعلیٰ سے اعلیٰ معراج پر پہنچی ہو۔ جس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں تو اس وقت یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

انسانی قدوقامت کے لحاظ سے

درازی:۔

طویل۔ جو آدمی متوسط درجہ کا لمبا ہو۔ طوال۔ جو زیادہ لمبا ہو۔
شوذب یا شوب۔ جو بہت زیادہ لمبا ہو عشنّط یا عشنّق۔ جو اس سے بھی زیادہ لمبا ہو
عَنْطَنَط۔ جو لمبائی کی غائت معراج کو پہنچا ہو۔

پستی:۔

وحداح۔ پستہ قد یا بونے آدمی کے لئے خَبَل۔ اس سے بھی زیادہ پست کو۔
خرنبل۔ تیسرا درجہ۔ خزاب۔ چوتھا درجہ۔
کھمس۔ پانچواں درجہ۔ بجستر یا جَتَر۔ چھٹا درجہ۔
جیتر یا حبنل۔ ایسا پستہ قد جو اپنے دوستوں میں بیٹھا ہوا نظر بھی نہ آئے۔
حزقرہ۔ لیکن آخر کار جب وہ اس قدر چھوٹا ہو جس سے چھوٹا ہونا ممکن ہی نہیں، یعنی بیٹھا اور کھڑا برابر ہو، تو یہ آخری لفظ بولا جاتا ہے۔

فربہی کے لحاظ سے

مرد کے لئے:۔

لحیم ۔ معمولی موٹا آدمی۔ شحیم ۔ دوسرا درجہ۔
بلندح ۔ تیسرا درجہ۔ عکوک ۔ آخر درجہ کا موٹا آدمی۔

عورت کے لئے

دِبحلہ ۔ جو عورت اس درجہ کی فربہ ہو کہ اس کے اعضاء غیر متناسب نہ ہوں۔

سَجلہ ۔ جب زیادہ موٹی ہو اور اعضا بدنما ہوں۔

مُفاضہ ۔ اگر زیادہ موٹا پے کی وجہ سے بدصورت معلوم ہو۔ تو یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

عِفضَاج ۔ اگر نہایت ہی فربہ ہو اور بدن کے گوشت میں بل پڑ رہے ہوں، موٹے پن سے صورت ڈراؤنی معلوم ہوتی ہو۔ اور حال وہال نظر آئے، تو یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

بہادری کے درجے

شَجاع ۔ ہر جری اور بہادر آدمی کو کہتے ہیں۔ بطل ۔ دوسرا نمبر۔
صمّہ ۔ تیسرا نمبر۔ ذِمر ۔ چوتھا نمبر۔
نَکل ۔ پانچواں نمبر۔ لهیك ۔ چھٹا نمبر۔
مِحرَب ۔ ساتواں نمبر۔ حَلبَس ۔ آٹھواں نمبر۔
اَحْیَس یا اُلیس ۔ نواں نمبر۔ عشمشم یا اَیْهم ۔ پر[illegible] درجہ کا بہادر آدمی۔

بزدلی اور اس کے درجے

جبان ۔ ادنیٰ درجہ کا بزدل آدمی۔ ھَیّابتہ ۔ دوسرا درجہ۔
مَفؤد ۔ تیسرا درجہ۔ دَرِع یا ضرع ۔ چوتھا درجہ۔
ھاع لاع ۔ یہ لفظ کہکر پہلے درجے کے بزدل کو پکارتے ہیں۔

جسم انسانی کے اعضاء کے ناموں کے ساتھ ایسے مناسب اور موزوں الفاظ اظہار حسن

وجمال کے لئے مقرر ہیں کہ یونان کے رومانیت پسند شاعر بھی اپنے کیوپڈ اور دوسرے حسن کے دیوتاؤں کو بھول جاتے۔ اس طرح ہر چیز کے ہر حالت میں مختلف درجوں میں مختلف نام ہیں، جس سے سننے والے کو حیرانی ہوتی ہے۔ وہ ششدر رہ جاتا ہے، کہ کیا ایسی زبان کا وضع کرنا انسانی کام ہے، یا الہی یہ عرب کے بادیہ نشینوں کی زبان ہے جو اس قدر وسیع اور بلیغ ہے۔ عربی میں ہر شے کے اول، اوسط، اور آخر تک کے لئے جدا جدا لفظ ہیں۔ ایسے الفاظ لکھے جاتے ہیں جن سے ان کا آغاز و عنفوان ظاہر ہوتا ہے۔

تباشیر۔ صبح کا شروع یعنی پو پھٹنے کا وقت۔ غسق۔ رات کا پہلا حصہ۔

وسمی۔ بارش کا شروع۔ لباء۔ دودھ جو پہلے دوہا جائے۔

سُلاف۔ جو شراب انگور کے نچوڑنے سے پہلے نکل آئے۔

نُعاس۔ غنودگی۔ اونگھ۔ طلیقہ۔ فوج کا پہلا حصہ

عنفوان۔
ریعان۔
غُلوا۔
رَوق
حیلتہ

} جوانی کا شروع یا ابتدائے شباب۔

باکورہ۔ کسی باغ یا درخت کا پہلا پھل۔ بکر۔ پہلونٹا۔

نہل۔ پہلا پانی۔ نشوۃ۔ نشہ کا پہلا خمار۔

وخط۔ سر کے بال سفید ہونے کا شروع۔ استہلال۔ نوپیدا شدہ بچّہ کی آواز

مختلف حالتوں کے نام

(الف)

اصناب　　تھوک جب منہ میں ہو۔
بزاق　　جب پھینکدیا جائے۔

(ب)

وَقُود　　ایندھن جو جل رہا ہو۔
حَطَب　　جو آگ سے باہر ہو۔

(س)

غزالہ　　دھوپ طلوع آفتاب کے وقت
شمس　　جب تیز ہونے لگے۔

یہ تھیں وہ چند عام فہم اور دلچسپ خصوصیات جو ہر زبان سے مابہ الامتیاز ہیں، عربی زبان کی ابھی سیکڑوں خصوصیات باقی ہیں جن پر اس مختصر سے مضمون میں روشنی نہیں ڈالی جاسکتی، اور سچ تو یہ ہے کہ مجھ سا بے مایہ شخص اس ام الالسنہ زبان کی تمام خوبیوں خصوصیتوں اور رنگینیوں کے متعلق لکھ بھی کیا سکتا ہے، یہ تو علماء السنہ اور اساتذۂ فن کا کام ہے۔

جن کتابوں سے مدد لی گئی:۔

(۱) لغات فیروزی۔ (۲) کتاب النحو۔ (۳) فارسی زبان کی قواعد از فوربس ایم، اے۔

اسلام کا نظام دعوت و صلاح

(۷)

دنیا کے سردار، سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ربانی حکم سے دعوت و تبلیغ اور دنیا کی اصلاح کا جو نظام قائم کیا تھا اس سے جو دنیا بر روئے کار آئی اس کو ہم ایک مکمل اور زبردست دنیائے اسلام کہہ سکتے ہیں، آپ دیکھ چکے ہیں کہ حضور اکرم کے فیض دعوت سے صحابہ کس طرح کردار کی معراج پر پہونچے، اب یہ دیکھئے کہ خدا کے بندوں میں عبادت کا ذوق کیسے پیدا ہوا۔

عبادت کا شوق

(۱) ایک غزوہ سے واپسی میں رات کو ایک جگہ قیام ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "آج رات کو کون نگہبانی کرے گا"۔ ایک انصاری اور ایک مہاجر اس خدمت کیلئے مستعد ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ سے دشمن کے آنے کا خطرہ تھا وہاں ان دونوں کو متعین فرمایا، دونوں میں باہم مشورہ ہوا کہ اگر دونوں جاگتے رہے، تو مبادا آخر شب میں دونوں پر نیند کا غلبہ ہو جائے، اور دشمن ہماری غفلت سے فائدہ اٹھالے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر لیا جائے، پہلے حصہ میں ایک سو جائے، اور دوسرا بیدار رہے۔ دوسرے حصہ میں سونے والا بیدار رہے۔ اور جاگنے والا سو جائے، اور اگر جاگنے والے کو کوئی خطرہ محسوس ہو، تو فوراً اپنے ساتھی کو ہوشیار کر دے، چنانچہ مہاجر سو گئے اور انصاری نے نماز پڑھنی شروع کر دی، اور انہیں کسی دشمن نے دیکھا، اور تیر مارا، جب کوئی حرکت اور آواز محسوس نہ ہوئی، تو دوسرا، پھر تیسرا تیر مارا، تینوں تیر نشانہ پر لگے، اور یہ ہر بار تیر کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے، اور اسی طرح نماز میں مشغول رہے، نہایت اطمینان کے ساتھ نماز کو پورا کیا، اور ساتھی کو جگایا، ساتھی نے جب دیکھا کہ تین جگہ زخم

آیا ہے، اور خون زیادہ مقدار میں نکل رہا ہے، تو حیرت اور افسوس کے ساتھ کہا، تم نے مجھکو کیوں نہ جگایا؟ انصاری۔ میں سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا، میرے دل نے اس کو بیچ میں چھوڑنا گوارا نہ کیا، تیسرا تیر لگنے کے بعد مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر اسی طرح میری موت واقع ہوگئی تو یہ نگہبانی میں کوتاہی شمار ہوگی۔ اس لئے مجبوراً نماز کو ختم کرنا پڑا۔" (حکایات صحابہ)

(۲) حضرت ابو طلحہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، باغ نہایت سرسبز اور گنجان تھا۔ ایک پرندا اڑا اور باغ کے گنجان ہونے کی وجہ سے وہیں چکر لگاتا رہا۔ یہ بھی اس منظر کو نماز ہی میں دیکھتے رہے، جس کی وجہ سے نماز میں سہو واقع ہوگیا، فوراً اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، اور عرض کیا "یہ مصیبت باغ کی وجہ سے پیش آئی، لہٰذا باغ کو اللہ واسطے دیتا ہوں، جہاں چاہیں اس کو خرچ فرما دیں۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک انصاری صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، موسم بہار کا تھا، کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے نہایت خوشنما معلوم ہو رہے تھے، دھیان اس منظر کی طرف چلا گیا اور نماز میں سہو واقع ہوگیا، اس غفلت پر نہایت رنج ہوا۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔" اس باغ کو راہ حق میں خرچ کرنا چاہتا ہوں، اس کا جو چاہے کیجئے۔" امیر المومنین نے اس باغ کو پچاس ہزار درہم میں فروخت کر کے قیمت کو خیرات کر دیا۔ (حکایات صحابہ)

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیر نماز پڑھ رہے تھے، اور آپ کے پاس آپ کے صاحبزادے ہاشم سو رہے تھے، چھت میں سے سانپ گرا اور ہاشم کو لپٹ گیا وہ چیخے چلائے، تمام گھر والے اٹھ گئے، فوراً سانپ کو مارا، اور ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، حضرت ابن زبیر اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے، جب نماز سے فارغ ہوئے، تو دریافت فرمایا۔" یہ شور کیا تھا؟" بیوی نے کہا، خدا تم پر رحم کرے، بچہ کی تو جان بچ گئی، اور تمہیں خبر بھی نہیں۔" حضرت ابن زبیر نے فرمایا۔" اگر میں اس طرف دھیان کرتا، تو نماز کہاں رہتی؟" جب حضرت ابن زبیر کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی، آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، مخالف کا گولہ مسجد کی دیوار پر گرا، لوگ گھبرا کر جمع ہوگئے، مگر یہ اسی طرح اطمینان سے نماز پڑھتے رہے (حکایات)

اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں بلند قبہ نظر پڑا، ہمراہیوں سے دریافت فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ کسی نے عرض کیا، فلاں انصاری کا مکان ہے۔ حضور اقدس نے یہ سنکر سکوت فرمایا۔ جب وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا، تو حضور اقدس نے اعراض فرمایا، اور سلام کا جواب نہ دیا، انہوں نے اس خیال سے کہ شاید سنا نہو، دوبارہ سلام کیا، حضور اقدس نے پھر بھی اعراض فرمایا، اور کوئی جواب نہ دیا، انہوں نے گھبرا کر حاضرین سے اس بے توجہی کی وجہ دریافت کی، ایک صاحب نے کہا حضور اقدس نے تمہارے مکان کو دیکھکر دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے؟ اس کے علاوہ ہمیں کوئی بات معلوم نہیں، وہ انصاری فورًا واپس ہوئے، اور اسی وقت مکان کو مسمار کرا دیا، مگر بارگاہ نبوی میں اس کے تذکرہ کی ہمت نہ ہوئی، اتفاقًا ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف پھر گذر ہوا تو از خود دریافت فرمایا۔ "وہ مکان کیا ہوا؟" صحابہ کرام نے تمام حال عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "ہر تعمیر آدمی کے لئے وبال ہے، مگر وہ جو بضرورت ہو اور بقدر ضرورت ہو۔ (حکایات)

(۲) حضرت رافع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے اور ہمارے اونٹوں پر سرخ دھاری کی چادریں پڑی ہوئی تھیں، حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ "میں دیکھتا ہوں کہ تم پر سرخی غالب آتی جاتی ہے۔" یہ سننا تھا کہ ایک دم سب گھبرا کر اٹھے، ہماری گھبراہٹ کو دیکھکر اونٹ بھی بدک گئے، اور ادھر ادھر بھاگنے لگے، اور فورًا ان چادروں کو اتار پھینکا۔"

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں، میں ایک مرتبہ کسم کے رنگ میں رنگی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے دیکھکر ارشاد فرمایا۔ "یہ کیا اوڑھ رکھا ہے" میں سمجھا کہ حضور اقدس کو یہ ناگوار معلوم ہوا۔ فورًا گھر آیا، آگ جلی ہوئی تھی، اس میں اس چادر کو جلا دیا۔ دوبارہ جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو دریافت فرمایا۔ "وہ چادر کیا ہوئی؟" میں نے عرض کیا، "اس اتمال کی وجہ سے جلا دی" حضور اقدس نے ارشاد فرمایا، عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ دیدی، عورتوں کیلئے کچھ مضائقہ نہیں۔

آپ کی امداد کے مصارف خیر

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ مختلف امور خیر کا مجموعہ ہے اور ہر نیک کام اپنی جگہ نیکی ہے، مگر خدا کے گھر کی نیکیوں کا ثواب ان باخبر مسلمانوں کے دل سے پوچھنا چاہئے جو اس وعدہ پر ایمان لاتے ہیں کہ "مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔"

خدا جن پاک نفس بندوں کو اپنے صدقہ جاریہ میں شرکت کی توفیق عطا فرماتا ہے وہ اپنے رجحان طبع کے مطابق کسی خاص مد کے ذریعہ مدرسہ کی امداد و سرپرستی فرماتے ہیں

مدرسہ کی حسب ذیل مدات آمدنی میں ہر مد ایک اہم ضرورت کی تکمیل کے لئے خاص ہے اور اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ ہر مد کی رقم امداد اسی مصرف میں خرچ کی جائے۔ جسے مُعطی نے معین کر دیا ہے۔

۱۔ مد امداد عام یا مد تعلیم۔ اس مد کی رقم مشاہرات مدرسین وملازمین مدرسہ اور عام تعلیمی اغراض وغیرہ کے لئے مخصوص ہے جن رقوم امداد کے ساتھ کسی خاص مد کو معطی رقم معین نہیں فرماتے ان کا اندراج مد امداد عام یا مد تعلیم میں کیا جاتا ہے

۲۔ مد زکوٰۃ۔ بنظر احتیاط زکوٰۃ کی آمدنی سے غریب طلباء نادار و مستحق طلبہ کو وظائف امداد دئے جاتے ہیں

۳۔ مد وظائف طلباء۔ اس مد سے ہونہار و لائق طلباء کو وظائف لیاقت امداد اور وظائف حفظ قرآن دئے جاتے ہیں

۴۔ مد تعمیرات۔ یہ مد اس بنیادی مقصد کی تکمیل کا واحد ذریعہ ہے جو عمارات مدرسہ کے بقاء و استحکام کے ساتھ دیگر اہم تعمیری اغراض کے ماتحت جدید عمارات کی تیاری کے لئے خاص ہے

۵۔ مد کتب خانہ۔ اس مد سے کتب خانہ مدرسہ کے لئے وہ کتب وقفیہ خریدی جاتی ہیں جن سے مدرسین و طلبائے مدرسہ اور عام اہل علم ہمیشہ استفادہ کرتے ہیں، جو حضرات کتابیں مرحمت فرماتے ہیں وہ بھی اسی مد میں درج کی جاتی ہیں۔

۶۔ مد متفرقات۔ طلبائے مدرسہ کے لئے استعمالی اشیاء، کپڑے، برتن وغیرہ کا اندراج اس میں ہوتا ہے۔

دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں آپ کی شرکت سے، دین کی خدمت مذہب کی تائید، اسلامی علوم وفنون کی سرپرستی، شائقین علم و دین اور ہونہار مستحق طلباء کی امداد ہوگی، اس اہم مذہبی اور دینی خدمت کی کامیابی کے لئے مدرسہ کی مدات امداد میں سے جس مد کو آپ مفید و ضروری سمجھیں اس کی ترقی کی طرف اپنی گرامی توجہ مبذول فرمائیے تاکہ خدا کے گھر میں کعبہ کے زیر سایہ آپ کا یہ کار خیر آپ کی نیکیوں کا بہترین نتیجہ پیدا کرسکے۔

صحیفہ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ محرم سنہ ۱۳۶۱ ہجری

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو، تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے، باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۵۱۲	۱۹	جناب کبیر خاں صاحب صاحب گنج چھپرہ	عکہ ۴ ر	وظائف طلبہ	ذریعہ منی آرڈر بتوسط حاجی محمد عنایت حسین صاحب بغرض ایصال ثواب محمد اختر خاں صاحب
۲	۵۱۳	〃	〃 پروفیسر عبدالغفور صاحب لدھیانہ	نا ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ چیک بترغیب میاں شاہ علی محمد صاحب قبلہ
۳	۵۱۴	〃	〃 امام الدین صاحب نئی دہلی	۸ ر	〃 〃	ذریعہ الحاج منشی طفیل احمد صاحب
۴	۵۱۵	〃	〃 عبدالعزیز صاحب ڈار 〃	۴ ر	〃 〃	〃 〃
۵	۵۱۶	〃	〃 محمد امجد اللہ صاحب فارم کیمپر گنج	صہ	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۶	۵۱۷	〃	〃 ایس، کے عبدالحی صاحب، کرسیانگ	عہ	〃 〃	〃
۷	۵۱۸		〃 سردار مرزا صاحب کلکتہ	لعہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بتوسط عبدالرشید اینڈ کو، ذریعہ ڈاک۔
۸	۵۱۹	〃	〃 مولوی فتح الدین صاحب گوجرانوالہ	ضا	وظائف طلبہ	ذریعہ چیک
۹	۵۲۰	〃	〃 حکیم حافظ مولوی عبدالخالق صاحب جوڈیا بنک	عا ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۱۰	۵۲۱	〃	〃 الحاج منشی انعام الحق صاحب سہارنپور	۸ ر	〃 〃	〃 بابت ماہ فروری سنہ ۴۲ء
۱۱	۵۲۲	〃	〃 بابو کرم الٰہی صاحب کراچی	عہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۱۲	۵۲۳	〃	〃 انوار الدین احمد صاحب وغیرہ گوری پور	لعصہ ۸ ر		

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۳	۵۲۴	۱۹	جناب الحاج ڈاکٹر محمد یوسف علی خاں صاحب سنبھل	للعہ ر	وظائف طلباء	ذریعہ منی آرڈر منجانب شبیر حسین خانصاحب وغیرہ
۱۴	۵۲۵	؍	؍ مولوی حاجی محمد امین برادرس کانپور	لـ۵ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بتوسط مولوی فضل کریم عبد الوحید صاحبان دہلی
۱۵	۵۲۶	؍	؍ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب ہاشمی پکڑی براوان	لعہ ۱۲ ر	چرم قربانی و عشر (وظائف)	ذریعہ منی آرڈر
۱۶	۵۲۷	؍	؍ الحاج قاضی نثار حسین صاحب مہاراج گنج	عـ۵ ۸ ر	عشر و زکوٰۃ (؍ ؍)	؍
۱۷	۱۵۹	۲۶	؍ شیخ اللہ دیا صاحب معرفت خانصاحب عبد الرحمن صاحب رڑکی	عـ۵ ر	امداد عام (تعلیم)	بتوسط الحاج منشی طفیل احمد صاحب
۱۸	۱۶۰	؍	؍ خانصاحب حاجی عبد الرحمن صاحب ؍	معہ ر	چرم قربانی (وظائف)	؍
۱۹	۱۶۱	؍	؍ محمد ایوب خانصاحب ؍	عصہ ر	؍ ؍	؍
۲۰	۱۶۲	؍	؍ الحاج منشی طفیل احمد صاحب ؍	عصہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۲۱	۱۶۳ / ۱۶۴	؍	؍ خانصاحب حاجی عبد الرحمن صاحب ؍	عسہ ۱۲ ر	امداد عام عصہ ر ۔ چرم قربانی (وظائف) ۱۲ ر	بتوسط الحاج منشی طفیل احمد صاحب
۲۲	۳۹۲	۱۷	؍ عبد الرزاق محمد یسین صاحبان نگینہ	عـ۵ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بتوسط مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۲۳	۳۹۳	؍	؍ حاجی عبد الرحمن صاحب ؍	۴ ر	امداد عام (تعلیم)	؍
۲۴	۳۹۴	؍	؍ عبید الرحمن صاحب ؍	۴ ر	؍ ؍	؍
۲۵	۳۹۵	؍	؍ حاجی نذیر احمد صاحب ؍	۴ ر	؍ ؍	؍
۲۶	۳۹۶	؍	؍ تبارک حسین صاحب ؍	۴	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۲۷	۳۹۷	؍	؍ مولوی رحیم بخش صاحب شیرکوٹ	۸ ر	امداد عام (تعلیم)	؍
۲۸	۳۹۸	؍	؍ شیخ ظہیر الدین صاحب ؍	عاہ ر	؍ ؍	؍
۲۹	۳۹۹	؍	؍ محمد بہشتی ۲ ر، عبد الحکیم ۲ ر، رحمت اللہ ۲ ر، بابو انتفاع حسین ۲ ر، حاجی احمد حسن صاحبان، وبعض مسلمانان شیرکوٹ ۱ ر جزاہم اللہ بسعی مولوی مختار احمد صاحب شیرکوٹ	عبہ ر	؍ ؍	؍
۳۰	۴۰۰	؍	جناب قاضی ابرار احمد صاحب ؍	عاہ ر	؍ ؍	؍
۳۱	۴۰۱	۱۵	؍ منشی قدرت اللہ صاحب پنشنر ؍	۱۰ ر	؍ ؍	؍
۳۲	۴۰۲	؍	؍ شیخ رفیع اللہ صاحب ؍	۸ ر	؍ ؍	؍
۳۳	۴۰۳	؍	؍ مشتاق احمد ۲ ر، محمد یعقوب ۴ ر، چھیدو ۲ ر، بندو، محمد صدیق ۴ ر، عبد الرب ۱ ر صاحبان بسعی مولوی مختار احمد صاحب شیرکوٹ	عبہ ۱ ر	؍ ؍	؍

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظہ
۳۴	۴۰۴	۱۸	جناب عبدالعزیز صاحب بسعی مولوی مختار احمد صاحب شیر کوٹ	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	بتوسط مولوی سید وزیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۳۵	۴۰۵	〃	〃 محمد ابراہیم صاحب 〃 〃	[illegible]	〃 〃 〃	〃
۳۶	۴۰۶	〃	〃 مولوی ضیاء الحسن صاحب 〃 مرادآباد	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۳۷	۴۰۷	〃	〃 عبدالرشید صاحب بیلی پوسٹمین، بابو حبیب الرحمن، بابو سعید الدین، بابو اسرار الحق، عبداللطیف، عبدالرشید، بابو مرزا اسحاق صاحبان بسعی سید زاہد علی صاحب پوسٹ ماسٹر مرادآباد	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	〃
۳۸	۴۰۸	〃	جناب بابو عتیق محمد جلیل صاحب 〃 〃	[illegible]	〃 〃 〃	〃
۳۹	۴۰۹	〃	〃 مولوی محمد فاضل صاحب 〃	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۴۰	۴۱۰	〃	شیخ محمد جان محمد سلیمان صاحبان 〃	[illegible]	〃 〃 〃	〃
۴۱	۴۱۱	〃	〃 چودھری عبدالخالق عبدالمالک صاحبان 〃	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	〃
۴۲	۴۱۲	〃	〃 حاجی عبدالسلام عبدالجلیل صاحبان 〃	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۴۳	۴۱۳	〃	〃 حاجی عبدالعلیم صاحب 〃	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	〃
۴۴	۴۱۴	〃	〃 حاجی عبدالعزیز صاحب 〃	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۴۵	۴۱۵	〃	〃 حاجی محمد سالم محمد عالم صاحبان 〃	[illegible]	امداد عام [illegible]، زکوٰۃ (وظائف) [illegible]	〃
۴۶	۴۱۶	〃	〃 ڈاکٹر رفیع الدین صاحب حسن پور	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	〃
۴۷	۴۱۷	〃	〃 نواب عبدالعلی خان صاحب 〃	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 از وقف نواب غلام حسنین خان صاحب مرحوم
۴۸	۴۱۸	〃	〃 حافظ محمد صدیق صاحب دہلی والے 〃	[illegible]	〃 〃	〃
۴۹	۴۱۹	〃	〃 نواب یوسف علی خان صاحب 〃	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	〃
۵۰	۴۲۰	〃	〃 شیخ حافظ عبدالعزیز صاحب مرادآباد	[illegible]	امداد عام [illegible] وظائف [illegible]	〃
۵۱	۴۲۱	〃	〃 حاجی نور الٰہی صاحب 〃	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۵۲	۴۲۲	〃	〃 شیخ محمد جان محمد داؤد صاحبان 〃	[illegible]	〃 〃 〃	〃
۵۳	۴۲۳	〃	〃 حاجی کلن صاحب 〃	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	〃
۵۴	۴۲۴		〃 سید شاہ عبدالحی اشرف صاحب بکھاری	[illegible]	برائے ہدیہ قرآن کریم کتبخانہ	بغرض ایصال ثواب مسماۃ طاہر النساء بیگم و مسماۃ زاہدہ بیگم مرحومہ

آمدنی از فروخت ٹکٹہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۵	۸۰۵	۱۱۱	جناب نواب محمد عبد الحمید خانصاحب حسن پور	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۵۶	۸۰۶	"	میسرز بہادر و اسمعیل اینڈ سنز جودھپور	صہ	" "	"
۵۷	۸۰۷	"	جناب سید محمد عقیل، سید عبد الحفیظ، سید عبد العزیز صاحبان۔ دہلی	صہ ر	" "	"
۵۸	۸۰۸/۸۰۹	"	جناب حاجی منیر الدین صاحب گیا	عہ	چرم قربانی (وظائف)	"
۵۹	۸۱۰	"	" حاجی نظام الدین صاحب کانپور	صہ ر	زکوٰۃ "	"
۶۰	۸۱۱	"	" خانبہادر الحاج عبد العزیز بادشاہ صاحب مدراس	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	" بابت ماہ جنوری سنہ ۴۲ء
۶۱	۸۱۲	"	" حاجی محمد یعقوب صاحب بھیلسہ	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۶۲	۸۱۳	"	" الحاج قاضی نثار حسین صاحب مہاراج گنج	صہ ر	وظائف طلبہ	"
۶۳	۸۱۴	"	" الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" بابت ماہ فروری سنہ ۴۲ء
۶۴	۸۱۵	"	" محترمہ بیگم صاحبہ کیپٹن ڈاکٹر محمد اجمل حسین صاحب الہ آباد	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	"
۶۵	۸۱۶/۸۱۷	"	ایک اہل خیر جزاہ اللہ بتوسط ماسٹر محمد اختر صاحب نہٹور	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۶۶	۸۱۸	"	جناب بابو عبد الحلیم خانصاحب لکھنؤ	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	"
۶۷	۸۱۹/۸۲۰	"	" طہارت حسین صاحب پکری برادان	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۶۸	۸۲۱	"	محترمہ اہلیہ صاحبہ شیخ محمد نعیم اللہ صاحب سیدن پور	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	"
۶۹	۸۲۲	"	" اہلیہ مسٹر محمد منعم صاحب عباسی پانی پت	صہ ر	" "	ذریعہ معتمد صدر دفتر از فروری تا جون سنہ ۴۲ء
۷۰	۸۱۹	۱۱۲	" بہاء الدین صاحب کلائی (بنگال)	عصہ ر	" "	ذریعہ منی آرڈر
۷۱	۸۲۰	"	" قاضی حبیب الحسن صاحب "	عصہ ر	" "	"
۷۲	۸۲۱	"	محترمہ نسیمہ اختر صاحبہ قرول باغ دہلی	عصہ ر	" "	ذریعہ سید محمد اظہر صاحب
۷۳	۸۲۲	"	جناب خلیفہ علی حسن صاحب سرہند	عصہ ر	" "	بتوسط مولوی فضل الرحمن صاحب ذریعہ ڈاک
۷۴	۸۲۳	"	" میاں جی عبد العزیز صاحب شیرکوٹ	عصہ ر	" "	ذریعہ منی آرڈر
۷۵	۸۲۴/۸۲۵	"	محترمہ والدہ سید اخلاق احمد صاحب دہلی قرول باغ	عگ ر	وظائف طلبہ	ذریعہ سید محمد احمد صاحب

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۷۶	۸۲۶	۱۱۲	مسلمانان جوڈیا بندر جزاہم اللہ بتوسط مولوی حکیم عبدالخالق صاحب	عگر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۷۷	۸۵۱	۱۸۰	جناب دلن خان صاحب نئی دہلی	عصہ	"	ذریعہ ایماء منشی افضل احمد صاحب
۷۸	۸۵۲	"	" محمد یوسف صاحب "	عصہ	"	"
۷۹	۸۵۳	"	" نہال الدین احمد صاحب "	عصہ	"	"
۸۰	۴۶	۱۹۴	" مولوی فضل الرحمن صاحب سرہند	عصہ	"	ذریعہ منی آرڈر
۸۱	۴۷	"	محترمہ حمیدہ خاتون صاحبہ "	عصہ	"	"
۸۲	۴۸	"	" اہلیہ صاحبہ مولوی فضل الرحمن صاحب "	عصہ	"	"
۸۳	۴۹	"	جناب قاضی سراج الدین احمد صاحب "	عصہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" بتوسط مولوی فضل الرحمن صاحب
۸۴	۵۰	"	" قاضی محمد اصغر صاحب "	عصہ	"	"
۸۵	۵۱	۱۹۹	" شیخ محمد صدیق صاحب "	عصہ	امداد عام (تعلیم)	"
۸۶	۵۲	"	" حاجی محمد اکبر صاحب "	عصہ	"	"
۸۷	۵۳	"	" قاضی محمد صغیر صاحب "	عصہ	"	"
۸۸	۵۴	"	" سید شوکت حسین صاحب پٹیالہ	عصہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۸۹	۵۵	"	" ماسٹر رحیم بخش صاحب سرہند	عصہ	"	"
۹۰	۹۵۱	۱۴۲	" حاجی محمد یٰسین حافظ محمد اسلام الدین صاحبان نگینہ	عصہ	"	بتوسط مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۹۱	۹۵۲	"	" حافظ محمد یوسف صاحب "	عصہ	"	"
۹۲	۹۵۳	"	" حافظ امیر الدین معین الدین صاحبان "	عصہ	امداد عام (تعلیم)	"
۹۳	۹۵۴	"	" مولوی حکیم وقار النبی صاحب شیرکوٹ	عصہ	"	"
۹۴	۹۵۵	"	" منشی عبدالوہاب صاحب "	عصہ	"	"
۹۵	۹۵۶/۹۵۷	"	" مولوی تسلیم احمد صاحب "	عگر	"	"
۹۶	۹۵۸	"	" ڈاکٹر محمد حبیب الدین صاحب "	عصہ	"	"
۹۷	۹۵۹/۹۶۰	"	" شیخ اسرار اللہ صاحب "	عگر	"	"
۹۸	۹۶۱	"	" میاں جی عزیز احمد صاحب "	عصہ	"	"

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۹۹	۹۶۲	۱۹۴	جناب محمد عمر صاحب — شیر کوٹ	عصر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی سید زبیر احمد صاحب اسفیر ملاّ
۱۰۰	۹۶۳	"	" عبد الرحمٰن صاحب — "	عصر	" "	"
۱۰۱	۹۶۴	"	" پیر جی محمد جمیل صاحب — "	عصر	" "	"
۱۰۲	۹۶۵	"	" سید سجاد حسین صاحب — مراد آباد	عصر	" "	"
۱۰۳	۹۶۶	"	" بابو عاشق حسین صاحب — "	عصر	" "	"
۱۰۴	۹۶۷	"	" شیخ ظفر حسین صاحب — "	عصر	" "	"
۱۰۵	۹۶۸	"	میسرز لکھنؤ امپریل پرفیومری ہاؤس — "	عصر	" "	"
۱۰۶	۹۶۹	"	جناب محمد داود صاحب — "	عصر	" "	"
۱۰۷	۹۷۰	"	" حافظ عبد الحکیم صاحب — "	عصر	" "	"
۱۰۸	۹۷۱	"	" حاجی منہاج الدین و تاج الدین صاحبان — "	عصر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۰۹	۹۷۲/۹۷۳	"	" مشتاق حسین محمد خالد صاحبان — "	عگر	امداد عام (تعلیم)	"
۱۱۰	۹۷۴	"	" سید فصاحت علی صاحب ذریعہ سید زاہد علی صاحب — "	عصر	" "	"
۱۱۱	۹۷۵	"	محترمہ سعیدہ طالب صاحبہ — "	عصر	" "	"
۱۱۲	۵۶	۱۹۶	جناب ریاض النعیم صاحب — "	عصر	" "	"
۱۱۳	۵۷	"	" انوار النعیم صاحب — "	عصر	" "	"
۱۱۴	۵۸	"	" محمد سعید اختر صاحب — "	عصر	" "	"
۱۱۵	۵۹/۶۰	"	" شیخ حافظ عبد العزیز صاحب — "	عگر	" "	"
۱۱۶	۶۶	۱۹۶	" مولوی معظم حسین صاحب — امروہہ	عصر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۱۷	۶۷/۶۸	"	" نواب احمد سعید خانصاحب — حسن پور	عگر	امداد عام (تعلیم)	"
۱۱۸	۶۹	"	" قدرت اللہ خانصاحب — "	عصر	" "	"
۱۱۹	۷۰	"	" حاجی محمد عمر خانصاحب — "	عصر	" "	"
۱۲۰	۶۱/۶۲	۱۹۷	" حافظ محمد یحییٰ محمد حامد صاحبان — "	عگر	" "	"
۱۲۱	۶۳/۶۴	"	" شیخ انعام الحق صاحب — "	عگر	" "	"
۱۲۲	۶۵	"	" حافظ الطاف الرحمٰن صاحب — "	عصر	" "	"

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۲۳	۷۱	۱۹۹	جناب شبیر محمد خانصاحب حسن پور	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۱۲۴	۷۲	"	" عبد القیوم خانصاحب اخوند "	عـہ/	" (تعمیرات)	"
۱۲۵	۷۳	"	" نواب خان عبد الرشید خانصاحب "	عـہ/	" "	"
۱۲۶	۷۴	"	" شمشاد حسین صاحب مراد آباد	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	"
۱۲۷	۷۵	"	" شبیر حسین صاحب "	عـہ/	" "	"
۱۲۸	۷۶/۷۷	۲۰۰	" محمد شفیع صاحب "	[illegible]	" "	"
۱۲۹	۷۸	"	" سلطان حسین صاحب "	عـہ/	" "	"
۱۳۰	۷۸۰	[illegible]	" سید زاہد علی صاحب پوسٹ ماسٹر "	صہ/	" "	"
۱۳۱	۷۸۱	"	" حافظ محمد شریف صاحب "	صہ/	" "	"
۱۳۲	۷۸۲	"	محترمہ اہلیہ صاحبہ منشی عبد الواسع صاحب	صہ/	" "	"
۱۳۳	۷۸۳	"	جناب مولوی سید سعید حسن صاحب امروہہ	صہ/	" "	"
۱۳۴	۷۸۴	"	میسرز عارف اینڈ کو مراد آباد	صہ/	" "	"
۱۳۵	۷۸۵		جناب شیخ کریم بخش عبد الشکور صاحبان "	صہ/	" "	"
۱۳۶			زیادتی از خریداران رسالہ ندائے حرم	[illegible]		
			میزان کل آمدنی ماہ محرم سنہ ۵۶ھ	[illegible]		

آمدنی ذریعہ مجلس امداد لکھنؤ

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۳۷	از ۶۳ تا ۶۶	[illegible]	محترمہ بیگم صاحبہ قاضی امیر الدین صاحب لکھنؤ	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مجلس امداد لکھنؤ بابت [illegible]
			میزان کل آمدنی ذریعہ مجلس امداد لکھنؤ	عـہ/		

احقر

ضیاء الدین احمد، عفی عنہ،

معتمد، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرولباغ

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اہم اغراض و مقاصد

۱۔ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلباء کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلباء کے لئے بالعموم تجوید و علم قرارت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲۔ ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلباء کی تعلیم و قیام کا بلامعاوضہ ممکن بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں۔

۳۔ مستحق و نادار طلباء کو تا زمانہ تعلیم نقد وظائف امداد دینا۔

۴۔ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائف لیاقت دینا۔

۵۔ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶۔ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ صولتیہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا، جہاں ایسے علماء اور کام کے آدمی تیار کئے جائیں، جن کی اس وقت ضرورت ہے۔

۷۔ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور ایک مکمل دارالصنائع کا قیام، وراس کی مستقل عمارت تیار کرنا۔

۸۔ مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا، اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

عدد
جلد ۲
ندائے حرم
صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی نئی عمارت میں "سلطان العلوم ہال" کا ایک اندرونی منظر

دس کروڑ مسلمانوں کی ذمہ داری

ستّر کروڑ مسلمانوں کے مشترکہ مرکز میں دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا بقا اور تحفظ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، کیونکہ یہ مرکزی درسگاہ ان کی ایک قومی اُنہتّر سالہ یادگار ہے۔ سنہ ۱۲۹۲ھ میں ایک بلند ہمت ہندوستانی خاتون نے اپنی بے مثل فیاضی سے پینتیس ۳۵ ہزار روپیہ یکمشت سے امداد کی، اور مکہ معظمہ میں اولین دار العلوم کا قیام عمل میں آیا، جب بابِ عالی خلافت کو مرکزِ اسلام میں مسلمانانِ ہند کی اس مرکزی درسگاہ اور اس کے بلند مقاصد سے تفصیلی طور پر روشناس کیا گیا تو خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خاں مرحوم نے اپنی خداداد بصیرت سے پسند فرما کر خزانۂ عامرہ سے اس مقصدِ عظیم کے لئے سرمایۂ وافر عطا کئے جانے کا حکم دیا۔ مگر اس مرکزی اسکیم کے بانی شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطانی مستقل عطیہ کو منظور نہ فرماتے ہوئے سلطان کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ (اس مدرسہ کی خدمت کا ثواب اور عزت ہندوستان کے مسلمانوں کے حصہ میں رہنے دیجئے)۔

آج خدا کے گھر میں آپ کا دار العلوم اپنی مسلسل جد وجہد کے بعد جزیرۃ العرب کی سب سے بڑی اور مرکزی دینی درسگاہ ہے، جو چند قدم بڑھا کر مکہ یونیورسٹی کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

میں آپ کو اسلام کا ہمدرد اور اسلامی مقاصد کا غمگسار سمجھ کر آپ کی خدمت میں "ندائے حرم" کا تازہ نمبر بھیج رہا ہوں۔ درحقیقت یہ ایک بروقت اور سچی یاد دہانی ہے، اُس بارِ امانت کی جو ہندوستان کے ایک مجاہد اور مقدس بزرگ نے ہندوستان کے اولو العزم مسلمانوں کی طرف سے بارگاہِ خلافت (قسطنطنیہ) میں اٹھایا تھا، یہ آپ کے اُسی تاریخی دار العلوم کا بے زبان سفیر اور خاموش نمائندہ ہے جس کو دنیا کی حساس قومیں، آپ کا کام سمجھتی ہیں۔

زمانہ کی گرانباریوں کا احساس ہے، ہر فرد اپنے بار سے پریشان ہے، نہ کوئی دل کھول کر دے سکتا ہے اور نہ دل کھول کر مانگنے کی جرأت، مگر مقبول بندوں کو خدا کی دی ہوئی توفیق ہمیشہ اپنا کام کرتی ہے، دنیا کی تمام قوموں میں یہ امتیاز دہمت صرف مسلمانوں ہی کے حصہ میں ہے، کہ اُن کا دستِ کرم نیک کاموں کے لئے ہر حال میں کھلا رہتا ہے۔

"ندائے حرم" اپنے محدود صفحات میں مضطرب دلوں کی غیر محدود تڑپ لے کر حاضر ہو رہا ہے، اس کو یہ کہنے کا موقع نہ دیجئے ؎

فغاں بھی کوششِ ضبطِ فغاں بھی بے اثر نکلی　　بڑی امید افزا ابتدا کی یہ خبر نکلی

نکتہ رس مُبصّر کا اعتراف

ہم نے صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرولباغ کے حسابات کو تا آخر ماہ ذیحجہ سنہ ۱۳۶۰ھ آڈٹ کیا، ہم یہ اظہار کرتے ہیں کہ تمام اطلاعات اور بیانات جن کی ہمیں آڈٹ کرتے ہوئے ضرورت ہوئی، مہیا کئے گئے، تمام حسابات اور حساب کتاب کے رجسٹر جو ہمارے سامنے آڈٹ کیلئے لائے گئے وہ درست اور سچے ہیں جیسا کہ حساب کے اُن رجسٹروں اور دوسری چیزوں سے ثابت اور ظاہر ہوا، جن کو ہم نے آڈٹ کیا۔

ایس رسول اینڈ کمپنی رجسٹرڈ اکونٹنٹس اینڈ آڈیٹرس دہلی
(مہر)
۵ اگست سنہ ۱۹۴۲ء

ایک آواز = جسے آپ سُنیں یا نہ سُنیں =

ماہنامہ ندائے حرم ہندوستان کا واحد رسالہ ہے جو مرکز اسلام کے علمی سفیر کی حیثیت سے دار السلطنت دہلی سے شائع ہو رہا ہے۔

ندائے حرم ایک بلند نصب العین کا داعی ہے۔

ندائے حرم خدا کے پاک گھر کی وہ آواز ہے جو دل کے کانوں تک پہنچنا چاہتی ہے۔

ندائے حرم آپ سے اپیل کرتا ہے کہ آپ اس کو باقی رکھنے اور ترقی دینے میں امداد فرمائیں۔ صرف آپ کی خاص توجہ ہی اس کو بلند معیار تک پہنچا سکتی ہے۔

ندائے حرم کسی کا ذاتی یا تجارتی رسالہ نہیں اور نہ اس کو اشتہاری رسالوں کی طرح دوسرے منافع کی امید ہے۔

اِس لیے

آج ہی تین روپیہ بھیج کر سال بھر کے لئے خریداری قبول فرمائیے اور معمولی کوشش سے اپنے حلقۂ احباب کو بھی توجہ دلائیے۔ ندائے حرم کی خریداری ایک نیکی ہے اور اس کے مقصد میں تعاون کرنا ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

جن اہل دل حضرات کو حرم اور ارضِ حرم سے محبت ہو وہ ہمارے مفید ارادوں اور مقاصدِ خیر میں اعانت فرمائیں جس میں سب کے لئے مرکزی خیر و بہبودی مضمر ہے۔

ندائے حرم معاصرین کی نظر میں

"ہندوستان کے علماء کا مشہور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، ارضِ حرم میں ستر سال سے دینی علوم کی خدمت انجام دے رہا ہے، "ندائے حرم" اس کا ہندوستانی ترجمان ہے، وہ مدرسہ کی تبلیغ کی خدمت کے ساتھ مفید علمی، مذہبی اور تاریخی مضامین بھی پیش کرتا ہے، "بصائر" کے تحت میں اڈیٹر کے قلم سے مفید نوٹ ہوتے ہیں، اس رسالہ کی خریداری ہم خرما و ہم ثواب ہے"

رسالہ "معارف" دار المصنفین اعظم گڈھ
ماہ اگست سنہ ۱۹۴۱ء

"ندائے حرم" - صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ شستہ اردو میں شائع ہو رہا ہے - بلند پایہ اسلامی نظموں اور تاریخی مضامین پر مشتمل ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "کوئی قوم دنیا میں سرفراز نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کا اجتماعی مرکز نہ ہو" جیسا کہ بیت اللہ شریف مسلمانوں کا مرکز ہے، اس حرم پاک کے حالات سے واقف رہنا ہر ایماندار کا فرض ہے اور اس کے ساتھ کسی نہ کسی طرح سے مربوط ہو جانا سعادتِ عظمیٰ ہے۔ "ندائے حرم" اسی مقدس مشن کا علمبردار ہے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض کی اشاعت کرنا بھی اس کے مقدس مقاصد میں داخل ہے۔ اس کے خریدار بہت سی سعادتوں اور نیکیوں کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

"حمایت اسلام" لاہور۔ جولائی سنہ ۱۹۴۱ء

"ندائے حرم" صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ دہلی کا ماہوار رسالہ حال میں قرولباغ دہلی سے شائع ہوا ہے تاکہ مدرسہ صولتیہ کے اغراض و مقاصد کی تکمیل و اشاعت ہو، مدرسہ کے معاونین ایک دوسرے سے روشناس ہوں اور مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات سے باخبر کیا جائے، اس وقت "ندائے حرم" کے جو نمبر ہمارے سامنے ہیں یہ نہایت خوبی سے مرتب کئے گئے ہیں، عبارتیں بہت بلند پایہ اور خیالات نہایت شائستہ ہیں"

اخبار "ایمان" پٹی ضلع لاہور۔ ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۴۱ء

مکہ معظمہ کا مشہور و قدیم مدرسہ صولتیہ فرطِ شہرت سے محتاج تعارف نہیں کچھ عرصہ سے اس کا ایک مرکز دہلی میں قائم ہو گیا ہے اور یہ رسالہ اسی ادارہ کا ترجمان ہے، رسالہ کو ایک خشک تعلیمی پرچہ سمجھ لینا تمام تر غلط ہوگا، زبان بھی خاصی ستھری اور سلیس، پرچہ کے مرتب کرنے والے معلوم ہوتا ہے کہ تحریر کی دیرینہ مشق اور ادارت کا خاص سلیقہ رکھتے ہیں، تین روپیہ کی سالانہ قیمت میں ساڑھے چار سو صفحہ کا یہ ذخیرہ میسر آجانا گراں نہیں۔ اور ایک قدیم مرکزی اسلامی درسگاہ کی خدمت و اعانت کا اجر تو گویا مفت ہاتھ آجاتا ہے"

"صدق" لکھنؤ۔ ۲۰ جون سنہ ۱۹۴۱ء

تقریباً پون صدی کی طویل مدت میں مدرسہ صولتیہ نے مرکز اسلام حجاز کی خصوصاً اور اس واسطہ سے تمام مسلمانوں کی عموماً جو دینی خدمات انجام دی ہیں وہ کسی باخبر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ تمام حجاز میں صرف یہی ایک ایسی درسگاہ ہے جس کی وجہ سے وہاں علم دین کا چرچا ہے، تقریباً دو سال ہوئے اس مدرسہ کا صدر دفتر قرولباغ دہلی میں قائم ہے اور مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ان کی اس محبوب درسگاہ کے حالات و واقعات سے باخبر رکھا جائے اور ان کو مدرسہ کی امداد و اعانت کے فرض کی طرف متوجہ کیا جائے "ندائے حرم" میں مدرسہ صولتیہ کے حالات و واقعات، محسنین و معاونین کے ذکر خیر کے علاوہ متعدد دلچسپ اور مفید اسلامی و تبلیغی مضامین ہوتے ہیں، ہم مسلمانوں سے امید کرتے ہیں کہ وہ ندائے حرم پر لبیک کہہ کر اپنی پختہ اعتقادی اور اسلام دوستی کا ثبوت دیں اور کارکنان مدرسہ کو اس بات کا موقع دیں کہ وہ اپنے مقاصد حسنہ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کر سکیں۔

رسالہ "برہان" ندوۃ المصنفین دہلی۔ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۴۱ء

مرکزِ اسلام میں مسلمانانِ ہند کی مشترکہ یادگار مدرسہ صولتیہ ہندیہ مکہ معظمہ کی عمارات کے چند مناظر

عدد ۵

سالانہ اشتراک
تین روپئے
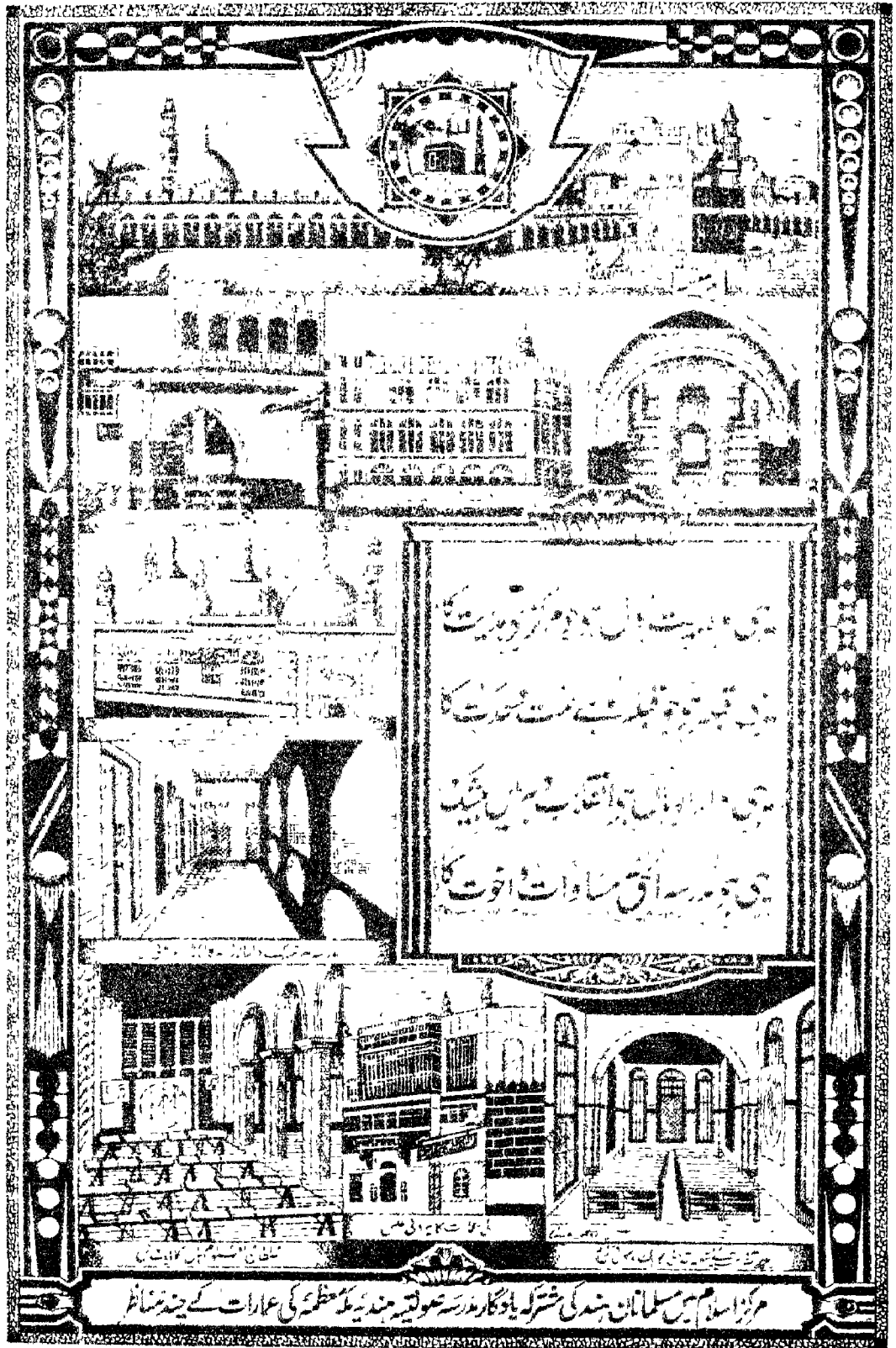
مسئول۔ ضیاء الدین احمد

ماہ شعبان سنہ ۱۳۶۱ھ مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۲ء

ندائے حرم پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

نمونہ کے لئے ۴ کے ٹکٹ بھیجنے ضروری ہیں۔

ترسیل زر کا پتہ: معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی۔ قرول باغ

نوٹ:۔ خط وکتابت میں اپنے چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

صدائے حرم از ندائے حرم

(خاص برائے ندائے حرم)

از متولی ضیاء الاسلام صاحب ضیاؔ رئیس کاندھلہ ضلع مظفر نگر

دارالعلوم حرم کے دیرینہ کرم فرما متولی ضیاء الاسلام صاحب ضیاؔ رئیس کاندھلہ (مظفر نگر) حلقۂ شعر و ادب میں ایک ممتاز ہستی ہیں عام شہرت و نمود سے دور رہنے کے باوجود ایک کہنہ مشق قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے آپکی شخصیت خاص ادبی حلقوں میں بہت زیادہ معروف ہے۔ آپ کا اسلامی فکر اور ادبی احساس ایک نمایاں عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ ذیل میں آپکی بیش بہا نظم شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے

دل و جانِ عالم فدائے حرم　　　خدائے محمدؐ خدائے حرم

نہادہ بہ امرِ الٰہی خلیلؑ　　　ز دستِ مبارک بنائے حرم

ز صحرائے بے آب و برگ و گیاہ　　　محیطِ جہاں شد ضیائے حرم

رواں شد بہر سمت دریائے نور　　　سراپا تجلی فضائے حرم

سزد گر بنازم بہ بختِ رسا　　　کہ شد چشمِ من آشنائے حرم

کسے را دریں دہر امن و سکوں　　　میسر نہ شد ماسوائے حرم

برو! روحِ افسردہ را تازہ کن　　　بہ نظارۂ جانفزائے حرم

حریمِ حرم گیر و حاجت بخواہ　　　کہ مقبول باشد دعائے حرم

حرم را بہ جاروبِ مژگاں بروب　　　کہ جنت بود در قفائے حرم

فراخائے عالم اگر تنگ شد　　　بجو جائے خود در ردائے حرم

عجب صولتیہ ست دارالعلوم　　　درِ فیضِ بے انتہائے حرم

اگر گوش داری ضیاؔ بشنوی
صدائے حرم از ندائے حرم

تاجدارانِ اسلام کے قیمتی پیغامات

مسلمانوں کے لئے فکر و عمل کی صحیح شاہراہ اور عروج و ترقی کا بنیادی پروگرام

آج تمام دنیائے اسلام مشرق سے لے کر مغرب تک ہیجان کے عالم میں ہے۔ اور ایک نئی تشکیل اور تنظیم کے لئے زندگی کے سمندر میں ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ مسلمان ملوک و سلاطین اور عوام یکساں امت کی شیرازہ بندی کے لئے سرگرم جہاد ہیں ؛

اس سلسلہ میں آج سے تین سال پہلے (موجودہ عالمگیر جنگ سے کچھ ہی قبل) تاجداران اسلام اور زعمائے امت نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے نام پیغامات نشر کئے تھے، ہمارے علم کے مطابق یہ پیغامات جو اسلام کی تاریخ نشو و ارتقا کا ہمیشہ یادگار رہنے والا سرمایہ ہیں۔ اب تک ہندوستان کے مسلمانوں تک نہیں پہنچے۔ آج ہم نہایت وقیع جذبات کے ساتھ ان کو شائع کرتے ہیں کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ ان میں سے ہر پیغام کل کے مقابلہ میں آج زیادہ کارآمد ثابت ہوگا۔

(مدیر)

جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود شاہِ حجاز و نجد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُنیا کے تمام مسلمانوں اور برادرانِ عرب کے نام

سلام اللہ و رحمتہٗ و برکاتہٗ

"ہم یہ امید کرتے ہیں کہ امت اسلامیہ کے تمام افراد یقین کے ساتھ ان صاف احکام کی طرف رجوع کریں گے جن کا تعلق اللہ کے ساتھ ہے۔

مسلمانوں نے تاریخ کے قدیم زمانہ میں اجتماعی شان سے عزت بھی حاصل کی اور حکومت کے تخت پر بھی قبضہ کیا لیکن یہ نتیجہ تھا اُن بنیادی احکام پر عمل پیرا ہونے کا جو ہمارے نبی عربی محمد صلوات اللہ و سلامہٗ علیہ لے کر آئے تھے۔

اگر آج اُن بنیادی احکام کے متعلق ہماری عزمیت درست ہو جائے نیتوں میں خلوص آجائے۔ ہم اُن احکام کا یقین پیدا کریں۔ اُن کے حقائق سے تعارف حاصل کریں اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ آپس میں خیر سگالی پیدا کریں اور ایک کلمہ پر جمع ہو جائیں۔ تو ہم یہ امید کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ خدا زندگی کے اس معرکہ میں ہماری موجودہ حالت کو بدل دے گا اور ہم خود بھی موجودہ تباہ کن حالت کو امن و سکون سے بدلنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

ہماری دعا ہے کہ خدا ہمیں اپنی رضا سے سرفراز فرمائے، اپنے دین کی مدد کرے اپنے کلمہ کو بلند اور مسلمانوں اور عربوں کو ایک نظامِ زندگی میں جمع کر دے۔"

ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ دستخط عبدالعزیز السعود

جلالۃ الملک فاروق الاول شاہِ مصر
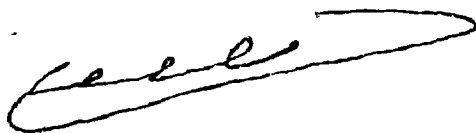
"ہماری زیادہ سے زیادہ عزیز اور محبوب آرزوؤں میں سے بڑی آرزو یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ امم اسلامیہ دنیا میں سربلند ہیں اور مجد و شرف کی انتہائی چوٹی پر پہنچنے کا قصد کر چکی ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کے مسلمان اپنے کمزور پہلوؤں کا جائزہ لیں اور ان کو طاقتور بنادیں۔ اپنی قوت کی بنیادوں کو معلوم کریں اور موجودہ قوت کو زیادہ کرتے چلے جائیں۔ مسلمانوں کو ایک مرکزی وحدت پر جمع ہو جانا چاہیئے۔ اپنے اندرونی اختلافات کو اور آپس کی تقسیم کو ختم کر دینا چاہیئے۔ ماضی کی تاریخ میں بھی اختلاف ان کی قوت کو کمزور اور اُن کے اقبال کو پامال کر چکا ہے۔

مسلمانوں کو جان لینا چاہیئے کہ ہماری وحدت کے عظیم الشان عوامل میں مذہب سب سے بڑی چیز ہے۔ یہی وہ روشنی اور صحیح راستہ ہے جس سے وہ تمام مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں جو ہر اُس شخص کو عزیز ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کو عزیز رکھتا ہے۔"

قصر عابدین۔ ۶، صفر سنہ ۱۳۵۸ھ ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۳۹ء

دستخط

جلالۃ الملک غازی الاوّل شاہِ عراق

امتِ عربیہ کریمیہ اور امم اسلامیہ عظیمہ کے نام

ہم مستقبل کو امید اور خوش فالی کی نظر سے دیکھ رہے ہیں ہمیں
اس عظیم و جلیل قوم امتِ عربیہ پر اور اسلامی نظامِ اخوت کے دوسرے اجزاء
—— امم اسلامیہ پر پورا پورا اعتماد ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ نئے دور کی جد و جہد میں امم اسلامیہ، خداوند بلند و برتر
کی امداد سے اپنے قدیم درجۂ بلند اور میراثِ عظمت کو حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکی ہیں
یہ وہ عمارت ہے جو اعلیٰ درجہ کی قومیت اور اسلام کی حکیمانہ تعلیم کی بنیاد پر کھڑی ہے۔

ان قوموں کو اپنے اس خوش آیند سفر میں اپنے اس حق پر اعتماد ہے جس کا
تعلق منزل مقصود اور اس کی عظمتوں سے ہے۔ وہ اسلامی اخوت کے شیرازہ میں
باہم بستہ و پیوستہ ہیں۔ اور اُن عظیم الشان واجبات کی تکمیل کے لیے تیار ہیں
جن کا تعلق ان کی ذات اور ساری دنیا کے مفاد سے ہے۔ واللہ ولی التوفیق

۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

دستخط غازی

ہز رائل ہائنس امیر عمر طوسون پاشا مصر

مشرق کا اولین فرض۔ "مشرق کی اقوام میں سے ہر قوم کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے ضبط و نظم کے واجبات پر ایک مستقل قوم کی حیثیت سے توجہ کرے اور اپنی بنیاد کو از سر نو مضبوط و محکم بنائے۔

جب مشرق کے قومی رہنما اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ آج تمام مصائب اور تباہ حالیوں کا واحد سبب وہ عداوت و بغض۔ داخلی جنگ اور مخالفتیں ہیں جو اسلاف سے ورثہ میں ملی ہیں تو ان کو ایک منٹ کا انتظار کئے بغیر یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ عداوتوں کا یہ سلسلہ ختم ہو جائے۔ مخالفتوں کی بنیادیں منہدم ہو جائیں۔ اور اختلاف رائے کا دائرہ جس حد تک ہو سکے محدود کر دیا جائے۔

اگر مجھ سے دریافت کیا جائے تو میں اس اہم نصب العین کے لئے ذیل کی تجاویز کو ضروری قرار دوں گا۔

۱۔ ایک عدالتِ عالیہ کا قیام جو ایشیا کی قوموں کے سیاسی اور مذہبی اختلافات اور تنازعات کا مستقل طور پر فیصلہ کر سکے۔

۲۔ تعلیم کی عام ترویج۔ جو مشرق کے لڑکے اور لڑکیوں کی جہالت کو بہالے جائے تعلیم اور طرز تعلیم کی اصلاح۔ جس کے ماتحت تعلیمی اصول کی حفاظت کی جائے اور تعلیم کو زمانۂ حال کی لابدی ضرورتوں کے مطابق بنا دیا جائے۔

۳۔ عظیم الشان پیمانہ پر کارخانوں کا اجراء۔

دستخط　[signature]

صاحب الفخامہ سیّد ہاشم بے اتاسی صدر جمہوریۂ شام

"مسلمان ، دنیا کے قریب اور بعید حصوں میں بڑی بڑی حکومتوں کے درمیان اپنی زندگی کی بقاء اور اپنی آزاد حکومتوں کے قیام کے لئے شدید معرکہ آرائی میں مصروف ہیں ۔

اگر بلاد عرب اور دنیا کے مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ روئے زمین کا اقتدار ان کے ہاتھ میں ہو اور وہ اپنی عظیم الشان میراث کے خود مالک ہوں تو آج ان کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے قوتِ بازو بنے ۔ اور سب مل کر باہمی تعاون و ہمکاری ، اتحاد و تعاون کے ساتھ قدم اٹھائیں ۔ یہاں تک کہ وہ دن آجائے جب زندگی کے معرکہ میں ان کے قدموں کو کوئی طاقت نہ ڈگمگا سکے ۔

۲۵ شوال ۱۳۵۷ھ

دستخط [signature]

اثرات

نئے گل کھلیں گے تری انجمن میں
اگر رنگِ یارانِ محفل یہی ہے

دنیا حوادث کے متلاطم سمندر میں غیر متوازن ہچکولے کھارہی ہے، قسمتوں کے لئے پیمانے سیدھے ہو رہے ہیں اور سیدھے پیمانے اُلٹے چلے جارہے ہیں۔ انسانی عقل مجبوری کے منتہیٰ پر منزل کا سراغ ڈھونڈ رہی ہے اور نا ممکن کو ممکن بنانے کے لئے ایک ایسی طوفانی جد و جہد میں مصروف ہے جس کی مثال تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

مسلمان دنیا میں کہاں ہیں اور کس نشان راہ کے پاس کھڑے ہیں اس کا جواب کروڑوں مسلمانوں میں سے ایک بھی نہیں جانتا۔ انہیں مدتوں سے یہ معلوم نہیں کہ ان کی زندگی کا مرکز کہاں ہے ——— ؟ گویا وہ ایک قوم ہیں بے مرکز ——— ! ایک امت ہیں —— اپنے مرکز سے ناواقف۔

قرآن کریم نے ہم کو بتایا تھا کہ مکہ معظمہ مسلمانوں کا مرکز ہے۔ اسلامی تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ مدینہ اس مرکز کی قوت ہے۔ جب تک مسلمان مرکز پر قائم رہے، ان کی دنیا قائم تھی۔ وہ اپنے مرکز سے خدائے واحد کے لئے دنیا کو فتح کرنے کے لئے نکلے، بحرِ روم میں اٹلی کے ساحلوں پر قابض ہوئے، فرانس کے سواحل پر آباد ہوئے، اسپین کے ساحلوں پر حکمراں بنے، بحر اٹلانٹک میں پرتگال اور افریقہ کے ساحلی کناروں تک پہنچے، مشرق بعید میں سائبیریا کے میدانوں میں جا نکلے۔ اور جزائر شرق الہند میں

دنیائے اسلام کا جغرافیہ - آیندہ اشاعت میں مصری یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر محمد عوض کا بلند پایہ مضمون "کرۂ ارض پر اسلام کی فتوحات" ملاحظہ کیجئے۔ اس مضمون میں ایشیا، یورپ اور افریقہ کے مسلمانوں کی تعداد اور اُن کے اجتماعی، مذہبی اور تمدنی حالات کو پیش کیا گیا ہے، درحقیقت اس ایک مقالہ میں تمام دنیائے اسلام کا جغرافیہ آگیا ہے۔

دلوں اور دماغوں کی دنیا کے تاجدار قرار پائے ۔

جب انہوں نے مرکز کو فراموش کر دیا اور دنیا کے حصوں میں لاتعداد چھوٹے مرکز قائم کرلئے تو ان کی زندگی کا ناموس اکر فنا ہو گیا ۔ مکہ معظمہ آج بھی مرکزی قوت کا مالک ہے ، آج کی بدلتے بدلتے والی دنیا میں مسلمانوں کے لئے ہمارا پیغام صرف یہ ہے کہ وہ از سر نو اسلام کی ترقی کے لئے مرکزِ اسلام کو اپنا مرکز بنائیں ، کیونکہ یہی شہر دنیا ئے اسلام کا دل ہے ۔ اور اسی سے ستر کروڑ مسلمانوں کی زندگی وابستہ ہے ، اگر ہم نے اب بھی اس طرف توجہ نہ کی تو دنیا کے افق پر نئی زندگی طلوع ہوگی ، اگر ہم مسلمان اس میں حصہ دار نہ ہو سکیں گے ۔

جامعہ ازہر اور جامعہ حرم تعلیم قومیت کی تعمیر ہے ، روئے زمین کی کوئی قوم علوم و فنون کے بغیر دنیا میں سر نہیں اٹھا سکتی ، تعلیم کے مفہوم ہی میں تعلیم کا نصب العین بھی شامل ہے ، یعنی نفس انسانی کا کمل نشو و نما اور خدا کی دنیا میں بندگان خدا کی ترقی ؛ یہ بات بہت ہی عجیب ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا سینہ ترقی کی خواہش اور آرزوؤں کے سوز سے جل رہا ہے ، لیکن قومی ارتقا کے جو اصول طے شدہ ہیں وہ ان کے پاس بھی نہیں جاتے ، ان کی زبان پر ماضی کی روایات حال کی توقعات اور مستقبل کی امیدوں کا ذکر ہے مگر عملی زندگی کے دائرہ میں عیش کوشی کے علاوہ ان کا او کوئی مطمح نظر نہیں ۔

نہ ذکر امروز نہ فکر فردا سے

اسے فکر منزل سے کیا واسطہ جسے عیش منزل کی توفیق ہے

ہندوستان کے مسلمان اپنے افلاس کی منادی کرنے میں بہت آگے ہیں ۔ لیکن ان کو رسوم و رواج کے مطلع پر دیکھئے اور شادی بیاہ کے مواقع پر ملاحظہ کیجئے ، آپ ان کو بربادی کی ہر منزل میں تونگر پائیں گے اور تعمیر و ترقی کے ہر مرحلہ پر مفلس کتنے گھر ہیں جو دوستانہ مہمان نوازی میں اجڑ گئے ۔ لیکن کوئی فرد ایسا نہیں جو قومی تعلیم و ترقی کی راہ میں لٹا ہو ۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں

رفقائے عمل کی ضرورت ! !

دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اسلامی دنیا کی واحد مرکزی درسگاہ ہے ہندوستان میں اس کی ترقی ، تعمیر اور توسیع کے لئے جس استقلال اور نظم کے ساتھ کام ہو رہا ہے اس مرتبہ اسکیم کے ماتحت دار العلوم حرم کے صدر دفتر دہلی نے ذمہ دار مسلمانوں کے مطالبہ پر دائرۂ معاونین قائم کیا ہے اور اس کے لئے ارباب علم و عمل کی ایک مخلص جماعت کی ضرورت ہے ، جو اصحاب باضابطہ اور باقاعدہ اس کام میں تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں وہ صدر دفتر سے خط و کتابت کریں ان کو رفقائے دائرۂ معاونین (سفرا) کی حیثیت سے کام کرنا ہو گا ۔

کہ دنیا میں مسلمانوں کا کوئی دشمن نہیں ہے۔ اگر کوئی ہے تو وہ خود اپنے دشمن آپ ہیں۔

قومیں کس طرح علم کی بساط سے ابھرتی ہیں، اس کی مثال جامعہ ازہر پیش کرتا ہے۔ اس کے ذرائع آمدنی سے ذرائع ترقی کا اندازہ کیجئے،

قوم[1] کے عطا کردہ اوقاف ۲۶ ہزار دوسو پچاس مصری پونڈ، (ایک پونڈ بیس روپیہ)۔ امداد[2] وزارت اوقاف (۲۰۶۵۷) پونڈ۔ امداد[3] وزارت مال (۲۷،۰۰۰) پونڈ۔ امداد[4] حکومت، اسلامی تمدن کی ترقی کے لئے، (۲۰۰۰،) پونڈ۔ ۱۹۴۲ء کا مجموعی بجٹ (۳۳۶۳۰۰) مصری پونڈ یعنی پچاس لاکھ روپیہ سے بھی زائد، یہ ہے مصر کے ایک عربی مدرسہ کا خرچ۔

اب جامعہ حرم (صولتیہ) مکہ معظمہ کی روداد حیات سنئے، یہ درسگاہ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں ہندوستان کے ایک بلند مرتبہ اور مقدس بزرگ نے قائم کی تھی، انہوں نے ترکی کے سلطانی خزانہ کی غیر معمولی امداد کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ صرف اس لئے، تاکہ یہ سعادت تنہا ہندوستان کے مسلمانوں کے حصہ میں آئے۔ کسے خیال تھا کہ ہم مسلمان خدا کے گھر کی اس تعلیمی امانت کو اٹھانے سے عملاً انکار کر دیں گے، اور مکہ معظمہ کی آواز بھی ہمارے دلوں میں نہ اتر سکے گی۔

برطانیہ کے وزیر خزانہ نے بتایا ہے کہ ملک کے ۹۵ لاکھ مزدوروں نے امسال قومی زندگی کی تشکیل کے لئے، ۴ کروڑ پونڈ رقم دی ہے اور اہل برطانیہ ایک ارب پچاس کروڑ پونڈ دے چکے ہیں۔ ہم مسلمان قومی زندگی کے لئے اپنی جیبوں پر قفل ڈالے ہوئے پھر رہے ہیں، اور چاہتے ہیں زندہ قوموں کا مقابلہ کریں۔ جامعہ حرم تین ہزار ماہوار کا بجٹ بنا کر اپنے اخراجات پورے نہیں کر سکتا۔ یہ ستر سال کی درسگاہ ہے۔ اور پیغمبر اعظم کے وطن میں علوم کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ دنیا اس پر اعتماد کرتی ہے مگر ہندوستان کے فیاض مسلمان اس کی معمولی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر سکتے، کیا یہ بات ایسی نہیں جس پر ہم سب مل کر غور کریں کیا دس کروڑ مسلمان عرب کی سب سے بڑی اور مقدس تعلیم گاہ کو تین ہزار ماہوار کی معمولی رقم بھی نہیں دے سکتے، حالانکہ اگر خدا کا

بحر عرب کی ہندی موجیں :- ہندوستان کے خوش قسمت مسلمان، دو سال سے خدا کے اس مقدس اور پاک گھر کی آواز سن رہے ہیں جس کی محبت ان کے ایمان کا جزو ہے، دنیا کے ہزاروں رسالوں میں یہ فخر صرف "ندائے حرم" کو حاصل ہے کہ وہ اردو زبان میں مرکز اسلام مکہ معظمہ اور کعبۂ ایمان بیت اللہ کا علمی، ترجمان ہے آپ کا یہ رسالہ زمانۂ جنگ کی ہوشربا گرانی کی وجہ سے مشکلات کی چٹان سے ٹکرا رہا ہے، اس کی زندگی، بقاء- ترقی اور توسیع اشاعت کی سعی کرنا آپ کی مذہبی اور روحانی ذمہ داری ہے۔

ایک ہی بندہ چاہے تو اتنی رقم کا انتظام کرسکتا ہے۔

سرمایہ کی فکر۔ جنگ نے انسان کے دل و دماغ کے خزانہ پر بہت اثر ڈالا ہے، ہر اس شخص کو جو چار پیسے کا مالک ہے ان کی حفاظت کی فکر ہے۔ سرمایہ کی حفاظت کے لئے دسوں تجویزیں سامنے آتی ہیں مگر دل کسی پر نہیں جمتا۔ اور گھڑی کے بگڑے ہوئے پنڈولم کی طرح جھٹکے کھاتا رہتا ہے، خیال ہوتا ہے تجارت میں لگائیں مگر تجارت کا کیا اعتبار، زمین خرید لی جائے مکان بنالئے جائیں مگر خطرہ تو ان کو بھی ہے، چاندی سونا خرید کر رکھ لیا جائے، مگر لوٹا تو اسے بھی جاسکتا ہے، اچھا کاشت کاری کے لئے زمین کا معاملہ کرلیا جائے، مگر زمین لے کر قبضہ کون دے گا۔

دنیا کے سرمایہ کے لئے کیا کیا خیال ہوتا ہے، لیکن کتنے ہیں جنہیں سرمایۂ آخرت کا خیال ہے، ہزاروں شیطان مومن کی اس متاع ثروت پر لگے ہوئے ہیں، مرد مومن کو اس کی ذرا فکر نہیں، آج کھلے طور پر دنیا کی باگ ڈور خدا کے ہاتھ میں ہے، مغرور انسان کا اختیار ختم ہوچکا ہے۔ اگر انسان کا تعلق خدا سے درست ہوجائے تو تمام خطرات کا فور ہوجائیں، آپ خدا کے گھر میں علم دین کی اشاعت اور دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کو یاد رکھیں، خدا آپ پر، آپ کے سرمایہ پر اور آپ کی زندگی پر اپنا فضل نازل کرے گا۔

کب تک یہ جنون خود پرستی کب تک	یہ شور خودی یہ شورش مستی کب تک!
ہستی پہ گھمنڈ کرنے والو سوچو!	ہستی ہی پہ غرہ ہے تو ہستی کب تک

اسلام جزائر شرق الہند میں یہ جزائر شرق الہند (جاوا، سماٹرا، بورنیو) میں اسلام بارھویں صدی عیسوی میں پہنچا۔ یہاں تک کہ آج وہاں کے باشندوں کی بہت بڑی اکثریت مسلمان ہے۔

"بیسویں صدی میں روز بروز ان جزائر کے زیادہ سے زیادہ لوگ عربی زبان اور علوم دینیہ کی تحصیل

معاونین کلکتہ و رنگون گذشتہ سال کلکتہ اور رنگون کے جن اصحاب خیر نے جامعہ حرم کے لئے امدادی رقوم ارسال کی تھیں ان کی رسیدیں مکہ معظمہ کے مرکزی دفتر سے وصول ہوگئی ہیں۔

رنگون کے سقوط اور کلکتہ کے خلفشار کے بعد ان حضرات کے جدید پتے درکار ہیں، رسیدوں کا بھیجنا ہماری گرانبار ذمہ داری ہے، حضرات معاونین سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ازراہ کرم ہمیں اپنے پتوں سے مطلع فرماکر رسیدات طلب فرمالیں تاکہ ہم اس امانت سے سبکدوش ہوسکیں۔

کے لئے مکہ معظمہ جانے لگے، یہ لوگ کئی کئی سال وہاں رہنے کے بعد عالم دین کی حیثیت سے بڑا نام پیدا کرتے تھے۔ ان لوگوں کا جو مکہ معظمہ کافی عرصہ تک رہنے کے بعد یہاں واپس آتے تھے بہت اثر پڑا۔ اور اسلام اپنی عربی شکل میں مانا جانے لگا۔"

یہ الفاظ ہالینڈ کے ایک فاضل فان ڈرفلاس نے اپنے اس مضمون میں لکھے ہیں جس کی اشاعت کی منظوری محکمہ اطلاعات ہند نے حال میں ۱۱ راگست کو دی ہے۔

یہ الفاظ ایک راز ہیں جس کا اظہار مضمون سے نہیں ہوتا۔ جزائر شرق الہند کی آبادی کروڑوں مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہاں سے طلبہ کا مکہ معظمہ جانا، عالم دین کی حیثیت سے لوٹنا اور اس کے نتیجہ میں اسلام کی حقیقت کا جلوہ گر ہونا، اسلامی زندگی کا ایک معجزہ ہے، کروڑوں انسانوں کا عربی رنگ میں رنگا جانا معمولی بات نہیں، لیکن آپ یہ معلوم کرکے حیران ہوں گے کہ بلا تردید و شک اس تمام خدمت کا سہرا اسی جامعہ صولتیہ کے سر ہے۔ جس کو "ندائے حرم" روشناس کراتا ہے۔ یہ پہلی درسگاہ ہے جس نے ان جزائر کے لئے اسلامی تعلیم اور عربی تمدن کی مشعل روشن کی، بلکہ یہ واحد درسگاہ ہے جس نے خدائے واحد کے مذہب کو ان جزائر میں قوت عطا کی ہے۔ آج جاوا کا چپہ چپہ اس درسگاہ کا علم سنبھالے ہوئے ہے، یہ ہندوستان کے مسلمانوں کا تبلیغی مشن تھا جس نے اتنی عظیم کامیابی حاصل کی اور ستر سال میں ملک کے ملک اسلام کے لئے فتح کر ڈالے اگر مسلمان اس کام کی عظمت کو محسوس کرلیں تو آئندہ پچیس سال میں علم کی قوت سے ایک نئی دنیا اسلام کے لئے فتح کی جاسکتی ہے

جزائر شرق الہند کے ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے خادمانِ اسلام ابنائے قدیم دار العلوم حرم کی علمی و مذہبی خدمات کے اہم تذکرے اکثر صدائے حرم (سالنامہ) ندائے عام اور بیانِ حال وغیرہ میں ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے ملک کے باخبر طبقہ کے لئے یہ شذرہ کوئی نئی چیز نہیں۔

تاریخی انتباہ:- اس عالم میں نہ بلندی کی انتہا ہے، نہ پستی کی، جو قوم پستی پر قناعت کرلیتی ہے اس کو کبھی بلندی کی صورت دیکھنی نصیب نہیں ہوتی ع

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

دنیا میں ترقی کے تین ستون ہیں، مرکز، علم، عمل، جو قوم اپنے مرکز سے ہٹ جاتی ہے علم کی معراج سے محروم ہوجاتی ہے اور جو قوم اپنے علوم سے بے بہرہ ہو جاتی ہے، اس کا نام جد و جہد کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتا۔

علمی کامیابی کی ایک مثال ۔ ہندوستان کو آج کل قابل اور روشن ضمیر علماء کی جس قدر ضرورت ہے اس کا اظہار کسی دور میں اتنا نہیں ہوا جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے ۔ ہم نے یہ خبر نہایت مسرت کے ساتھ سنی کہ ہندوستان کے ایک ہونہار اور صلاحیت مند فرزند مولوی محبوب الرحمٰن صاحب کلیۃ اصول الدین جامعہ ازہر (ازہر یونیورسٹی کے اصول الدین کالج) کے آخری امتحان میں پاس ہو گئے ہیں ، اگرچہ امتحان کے نتائج عام اندازہ کے اعتبار سے سخت تھے ، (۲۲۰ طلبہ میں سے صرف ۵۲ پاس ہوئے ہیں) اس کے باوجود محبوب الرحمٰن صاحب نے اچھے نمبروں کے ساتھ کامیابی کا فخر حاصل کیا ہے ۔

محبوب ، دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں مدت تک ایک عزیز و محبوب اور مستعد طالب علم کی حیثیت سے شعبۂ ثانوی کی تعلیم کے بعد مکہ معظمہ ہی سے قاہرہ بھیجے گئے تھے ، ان کی تعلیم و تربیت کا حقیقی جوہر اسی درسگاہ میں کھلا ہے اس لئے ان کی کامیابی میں جامعہ حرم کے تعلیمی فیض کو اساسی مرتبہ حاصل ہے ۔ محبوب صاحب اب ہندوستان آنے کے لئے سرگرم سعی کر رہے ہیں ، اگر قانونی اجازت اور راہ کی رکاوٹیں دور ہو گئیں تو ہم ان کو اپنے درمیان پائیں گے ، ہمیں امید ہے کہ ان کا وجود نہ صرف ہندوستان اور جزیرۃ العرب بلکہ تمام اسلامی دنیا کے لئے علوم و فنون کی خدمت کا معیار ہوگا ۔ ان کے والد محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب ، روضہ شریف سرہند اپنے لخت جگر اور فرزند رشید کی اس شاندار کامیابی پر ادارۂ ندائے حرم اور کارکنان صدر دفتر کی پرمسرت مبارکباد قبول فرمائیں ۔

حاجی مان خاں صاحب کا دینی احساس ۔ حاجی مان خاں صاحب رئیس کٹنی ان ممتاز اور زندہ دل بزرگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ندائے حرم کو اپنی نگاہِ اعتبار سے سرفراز فرمایا ہے ۔ آپ کو اپنے حلقۂ احباب میں جو عظمت حاصل ہے وہ اس زمانہ میں نایاب ہے ، حاجی صاحب نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ ہم ان کے مرسلہ پتوں پر ان کے احباب کو رسالہ کا وی ۔ پی بھیجیں ، ان میں وہ بھی تھے جن سے استصواب بھی نہیں کیا گیا تھا ، لیکن اس وقت تک متعدد وی ۔ پی وصول کئے جا چکے ہیں ۔ سی ۔ پی جیسے علاقہ میں اسلامی احساس کا یہ مظاہرہ حیرت انگیز ہے ، حاجی صاحب ان سب حضرات کے ممنون ہیں اور ندائے حرم کے توسط سے ان کی خدمت میں شکریہ پیش کرتے ہیں ۔

جن حضرات کے وی ۔ پی کا روپیہ دفتر کو وصول ہو چکا ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں ۔

۱ ۔ جناب جی ۔ اے صدیقی منیجر سیمنٹ فیکٹری ہنگاؤں ۔

۲ ۔ جناب منشی عبدالغفار صاحب ہیڈ ماسٹر کیمور ۔

۳- جناب مولوی سید محمد حسین صاحب ویٹرنری ڈاکٹر۔ شاہ پور۔

۴- ،، بابو چھوٹے خاں صاحب ہیڈ کلرک کیمپور سانڈنگ ۔

۵ - ،، عبدالشکور صاحب نائب تحصیلدار کٹنی ۔

۶ - ،، حافظ امانت اللہ خاں صاحب ۔ کنگی ۔

ہم امید کر سکتے ہیں کہ یہ حضرات بھی اپنے حلقۂ اثر میں ندائے حرم کی آواز پر لبیک کہیں گے ۔

حرمین شریفین کے مختلف امور خیر کی امداد ۔ خداوند تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے ذریعہ جامعہ صولتیہ کے خدام سے متعدد کام لے رہا ہے ، ہمیں لاہور کے متعدد اصحاب خیر اور معاونین جامعہ کی طرف سے [illegible] روپیہ کی رقم وصول ہوئی ہے تاکہ اسے صدر دفتر کے توسط سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھیج دیا جائے ، ہم نہایت ہی خوش دلی کے ساتھ اس فرض کو انجام دیں گے ، یہ ایک نیک کام کی توفیق ہے جو مدرسہ صولتیہ کی اصل خدمت کے ساتھ ہمارے حصہ میں آئی ہے ۔

موج کوثر

ہندوستانی مرحومین کے لئے مکہ معظمہ میں ایصال ثواب

"اپنے جانے والے مرحوم بزرگوں ، قرابت داروں ، دوستوں اور پیاروں کو یاد رکھئے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں"۔

مکہ معظمہ میں خدا کے گھر کے زیر سایہ ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے ، ہندوستان کے خدا پرست مسلمان ہمیشہ سے یہ چاہتے تھے کہ ایسے بابرکت مقام پر اپنے مرحوم عزیزوں کے لئے ایصال ثواب کا انتظام کریں ، خدا کے فضل و کرم سے اس قسم کا انتظام ہو گیا ہے ،

ہندوستان کے مرحومین اور بیماروں کی طرف سے حج بدل کا انتظام بھی ہو سکتا ہے ، جو مدرسہ کے مستحق طلبا کی بہترین امداد ہوگی ، جو بزرگ اس سلسلہ میں دارالعلوم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے صدر دفتر دہلی کو رقوم بھیجیں گے وہ ہدایت کے مطابق پوری احتیاط کے ساتھ ایصال ثواب اور حج بدل کے لئے مکہ معظمہ میں خرچ کی جائے گی ۔ اور ان کا ذکر موج کوثر کے عنوان کے ماتحت کیا جائے گا ۔

موجِ کوثر بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ

شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقوم
۱ ۔	بروح پاک سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	جناب شیخ محمد حیات صاحب رڑکی ۔	۵؍
۲ ۔	حضرت پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم	جناب شیخ مقصود علی خاں صاحب نائب تحصیلدار مظفر نگر	۵؍
۳ ۔	حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم	جناب سید انفاس حسین صاحب رڑکی	عا؍
۴ ۔	جناب منشی خلیل الدین صاحب مرحوم	ہمشیرہ منشی خلیل الدین صاحبؒ موضع سیلابی	للعہ
۵ ۔	ایصال ثواب برائے دادا صاحبؒ دادی صاحبہ خود	بنت جناب الحاج منشی مسیح الدین صاحب موضع سیلابی	للعہ
۶ ۔	اہلیہ مرحومہ خود	جناب شریف احمد خاں صاحب فیض آباد	معہ
۷ ۔	بروح بابو اعجاز حسین و مسماۃ اللہ رکھی صاحبہ ہاشمی، عمدہ، تعریفاً مرحومین ۔	جناب بابو عبد الرحمٰن صاحب مظفر نگر	۵؍
۸ ۔	برائے اہلیہ مرحومہ خود	جناب منشی فضل الرحمٰن صاحب ۔ رڑکی ۔	عا؍
۹ ۔	بروح پاک سردار دو عالمؐ	سید حسن صاحب تحصیلدار مظفر نگر	۵؍

روحوں کا پیغام

(تمہارا کرم اور ہمیں یاد رکھے تمہارے کرم کو خدا شاد رکھے)

مرکزِ اسلام

وہ ارضِ مقدس جس کو زمانہ مرکزِ عالم کہتا ہے
جس کی فضائے روح فزا میں نور کا دریا بہتا ہے

جس کو کہئے منزلِ روشن قافلۂ ہدایت جہاں کی
قانون کی صورت، جس پہ خدا کے عرش کا سایہ رہتا ہے

ام ٹی اناوی

بصائر

اسلامی عہد میں - ایجادات - انکشافات اور فنی کارنامے

علامہ سیدیو۔ رکن "مجلس علمائے فرانس" کا قول ہے: "جب تمام یورپ یکسر جہالت کی تاریک دنیا میں آباد تھا۔ اس وقت مسلمان عربوں نے علوم و فنون کی روشن مشعل لے کر تمام دنیا کو جگمگا دیا"

آج حالت دگرگوں ہے مسلمان جہالت کی تاریک دنیا میں آباد ہیں۔ اور یورپ علوم و فنون کی ایک بڑی یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

مسلمانوں نے اسلامی عہد میں سب سے پہلے نسطوری عیسائیوں کے اس دار العلوم کا جائزہ لیا جو ایتھنز (دار السلطنت یونان) سے جلاوطن ہو کر خوزستان (ایران) کے شہر "جندی شاپور" میں پہنچے تھے اور یہاں پہنچ کر اس عظیم الشان درسگاہ کو قائم کر کے مشرق میں افلاطون کے دار العلوم کی نمائندگی کر رہے تھے۔

عباسی عہد

خلافت عباسیہ کے عہد میں سب سے پہلے خلیفۃ المسلمین ابوجعفر المنصور عباسی نے علوم و فنون اور سائنس و ایجادات کی طرف توجہ کی۔ لیکن مسلمانوں کا علمی دماغ اس سے بہت پہلے، فلسفہ۔ تاریخ اقوام و ملل، علم طبقات الارض اور آسمان کے، درخشاں و تاباں اجرام کی ماہیت کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ قرآن و حدیث کے بعد سب سے پہلی کتاب حضرت معاویہؓ کے حکم سے مرتب کی گئی، اس کا نام تھا کتاب الملوک۔ اور موضوع تھا۔ "دنیا کی حکمراں قوموں کے کوائف" یہ پہلی تصنیف تھی جس نے فلسفۂ تاریخ کے سیاسی پہلو کو پہلی صدی ہجری میں ایک تازہ ایجاد کی صورت میں پیش کیا۔

مسلمانوں نے جب اپنے علمی عہد کا آغاز کیا تو انھوں نے پہلے اپنے علمی دور کا افتتاح مندرجہ ذیل طریقوں سے کیا۔

(۱) مفتوحہ ممالک کے ذی علم افراد کو مختلف علاقوں سے سمیٹ کر دربار خلافت میں جمع کیا۔

(۲) ان علماء سے یونانی کتابوں کے ترجمے وسیع پیمانہ پر کرائے گئے۔ اور اس کام میں خلفائے وقت نے بڑی حوصلہ مندی سے کام لیا۔

(۳) اعلیٰ تعلیم کے لئے کالج اور یونیورسٹیاں قائم کیں۔ جن میں دارالفنون بغداد نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان درسگاہوں میں ارسطو۔ بقراط۔ جالینوس۔ دسقوریدوس۔ اقلیدس۔ ارشمیدس بطلیموس اور اپولونیوس کے علوم کی تنقیح و تحقیق کی گئی۔ اور تنقید میں علمی دلائل کے ساتھ حصہ لیا۔

(۴) پرانے نظریات کی عقلی تنقید کے بعد نئی ایجادات کی طرف توجہ کی گئی جس سے نئے نظریات پیدا ہوئے جو اب تک نئی ایجادات کے لئے بنیاد کا کام دے رہے ہیں۔

(۵) جا بجا کتب خانے اور دارالمطالعے (ریڈنگ روم) قائم کئے گئے۔

(۶) علماء کی مجلسیں اور مذاکرۂ علمیہ کے لئے مجلس مباحثہ (ڈبیٹ) کا طریقہ ایجاد کیا۔ جس کا مقصد مشکل ترین علمی نظریات کو سلجھانا تھا۔

(۷) دنیا کی علمی زبانوں (عربی۔ عبرانی۔ یونانی۔ اور فارسی) کے مرتبہ کو تسلیم کیا۔ اور ان زبانوں کو عقل و نقل کا معیار قرار دیا۔ جن میں عربی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

ایجادات۔ اکتشافات اور فنی کارنامے

جب مسلمانوں نے اپنے وجدان و تعقل کی تمام قوتیں قرآنی علوم کی روشنی میں مندرجہ بالا طریقوں کو ترقی و توسیع دینے میں صرف کردیں تو ان کی آرزوؤں کا چمن لہلہا اٹھا۔

مسلمانوں نے اپنے عہد علم و تمدن میں ایجاد و اختراع کے سلسلہ میں جو گراں قدر کارنامے انجام دیئے ان کی تفصیل کے لئے ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔ ہم یہاں اپنے بزرگوں کی ایجادات۔ اکتشافات تحقیقات اور فنی کارناموں کا مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) بطلیموس کے زائچے کی تصحیح۔ مسلمان علماء نے ۸۳۰ء میں بطلیموس کے جغرافیائی نظریات کے مقابلہ میں جدید نظریات قائم کئے۔ علماء عرب نے بغداد میں جدید تحقیق و تدقیق کے ساتھ زائچۂ فلکی تیار کیا۔ اور روئے زمین

کے طول البلدوں کی حد بندی دوبارہ عمل میں لائے۔ جس سے بطلیموس کے زائچوں کی تصحیح میں مدد ملی عرب علما نے اس کام کو "رسم الارض" کی اصطلاح سے یاد کیا ہے۔ رسم الارض کی ترتیب بیک وقت عربی اور یونانی زبان میں عمل میں لائی گئی تھی۔

۲۔ہندی فلکیات کی تغلیط۔ ؁۷۷۳ء میں مبادی علم الفلک کی ہندوستانی کتاب "سندہند" کا جائزہ لیا اور اس کی غلطیاں ظاہر کرکے اس کو مسترد کردیا گیا۔ ہندوستان کے علماء کا خیال تھا۔ خط نصف النہار جو دنیا کے وسط کا نقطہ عیاں کرتا ہے شہر اُجین اور سیلون ہوکر گذرتا ہے۔ علماء عرب نے اس خیال کی تغلیط کی، انہوں نے خط نصف النہار کو "قبۂ ارض" قرار دیا۔ اور اس کا نام قبۂ عرین رکھا۔ یہ وہ نقطہ ہے جہاں پر بطلیموس کے حساب کا درجہ نوے خط اعتدال کے ساتھ متساوی فاصلہ پر تقاطع کرتا ہے۔ یہ فاصلہ زمین کے چاروں اصلی جہات سے یکساں اور برابر کی دوری پر ہے۔ حالانکہ اجین کا محل وقوع اس کے خلاف ہے۔ عربوں نے قبۂ زمین کے خط نصف النہار کو اس خط نصف النہار سے بدل دیا جو جزائر خالدات پر ہوکر گذرتا ہے۔ اور یہی نظریہ گیارھویں صدی عیسوی کی ابتداء سے تین سو سال تک صحیح تسلیم کیا گیا۔

علامہ سیدیو لکھتے ہیں کہ یورپ کے بیشتر علماء کو زمانۂ دراز تک یہ علم نہ ہوسکا کہ عربوں نے بطلیموس کے نظریات کی کیا کیا اصلاحیں کی ہیں؟ اور وہ اسی حالت جہالت میں جغرافی تالیفات میں اس کے نقش قدم پر غلط سمت کو صحیح سمجھ کر چلتے رہے۔

۳۔بحری شاہراہیں۔ مسلمانوں نے سیاسی عروج کے ساتھ جغرافیہ کی ایجاد میں حصہ لیا خشکی اور سمندر دونوں ان کی جولانگاہ تھے۔ جب ان کی سلطنت بحر اٹلانٹک سے چین کی سرحدوں تک پھیل گئی تو انہوں نے موجودہ بحری ترقیات سے صدیوں پہلے چار تجارتی شاہراہیں ایجاد کیں جن میں وہ دو بحری شاہراہیں بھی تھیں جو ہندوستان کی طرف سے ہوکر گذرتی تھیں۔

یہ تجارتی راستے مغرب اقصیٰ کے شہروں (فاس و طنجہ) اور یوروبین اسپین کے کناروں کو ایشیا کے انتہائی خطوں سے ملاتے تھے۔ ایک راستہ اسپین۔ یورپ اور ممالک سلیو سے ہوتا ہوا دریائے جرجان بلخ اور بلاد تجر جر تک جاتا تھا۔ اور دوسرا راستہ مغرب اقصیٰ۔ وادی مصر۔ دمشق۔ کوفہ۔ بغداد۔ بصرہ۔

اہواز۔ کرمان۔ سندھ اور ہندوستان تک پہنچتا تھا۔ باقی دو راہیں بحر ابیض (بحر روم) سے گذر کر ایک شام اور خلیج فارس سے۔ دوسرا اسکندریہ اور بحر احمر سے ہو کر بحر ہند کو جاتا تھا۔ گویا وہ راستے جن کی شہرت غلط طور پر سلطنت برطانیہ سے وابستہ ہو گئی ہے۔ اصلاً مسلمانوں کی ایجاد ہیں۔

ایک یورپین فاضل لکھتا ہے۔ ان راستوں کی ایجاد سے عرب جہازرانوں کے دماغ روشن ہو گئے اور وہ ان خطرات کو معلوم کر سکے جو پوری طرح غیر دریافت شدہ ملکوں کا سفر کرنے میں پیش آتے۔

۴۔ **علماء فلک کی تحقیقات**۔ عباسی عہد میں ماشاء اللہ فلکی نے "اصطرلاب اور اس کا دائرہ نحاسیہ" ایک تحقیقی مقالہ لکھا جس میں اپنے نظریات کو قلمبند کیا۔ احمد بن محمد نہاوندفلکی۔ افلاک کے مشاہدات اور عربی نظریات کو ترقی دینے میں مصروف رہا۔ عربوں میں فلکیات کے یہی دو ماہر سب سے اول اور قدیم دور میں گذرے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید کے علماء سائنس نے ایک گھڑی ایجاد کی جو پانی سے چلتی تھی اور تمام دنیا میں اس کی نظیر نہ تھی۔ جب یہ گھڑی شارلیمان فرانس کو تحفہ میں بھیجی گئی تو اہل یورپ نے اس کو جادو کا کھیل سمجھا

یحییٰ بن منصور فلکی نے نجوم کے حساب کا نقشہ (زایچۂ فلکی) مرتب کیا۔ جس کی ترتیب میں سند بن علی بھی یحییٰ کا شریک کار تھا۔ سند نے خالد بن عبد الملک کے ساتھ شریک ہو کر کئی کتابیں مرتب کیں۔ پھر ان دونوں نے علی بن عیسیٰ اور علی بن البحتری کو اپنے ساتھ لے کر فلکی مشاہدات کئے اور شہر رقہ اور تدمر کے مابین خط نصف النہار کی تحقیق میں حصہ لیا۔

احمد بن عبد اللہ نے تین زایچے کواکب کی رفتار پر تالیف کئے۔

مامون الرشید کے عہد میں عرب علماء فلک نے سورج گرہن۔ چاند گرہن کے وقوع۔ مدار ستاروں کے طلوع وغروب کا حساب لگایا۔ اور چاند کے سیاہ دھبوں کو دریافت کیا۔ اعتدال ربیعی اور اعتدال خریفی کو رصد کے ذریعہ سے درست طور پر جانچا۔ اور فلک البروج کے منطقہ کا میل انداز لگا کر معلوم کیا۔ اور بطلیموس کی تالیف المجسطی کی غلطیاں درست کیں۔

محمد بن ابراہیم الفزاری تمام علماء عرب کا امام بن کر ظاہر ہوا۔ اس نے ہندوستانی علم الافلاک کا یونانی علم الافلاک سے موازنہ کیا۔ احمد بن محمد نہاوندی نے جندی ساپور میں اجرام سماویہ کو رصد کیا اور ۱۷۴ھ میں

کئی جدید زایچے تالیف کئے۔ جن کا نام المستعمل رکھا۔ جو اس کی علمی تحقیقات کے عملی نتائج پر گواہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

مامون کے بعد محمد۔ احمد اور حسن تینوں بھائیوں نے زیچ کی مزید تصحیح کی۔ انہوں نے تحقیق کی قوت سے فارسی سنہ شمسی میں حرکت آفتاب کا صحیح اوسط دریافت کیا ہے یہ وہ تھے جنہوں نے بغداد کے رصد خانہ میں بیٹھ کر منطقۃ البروج کے وسط کا میل دریافت کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اور اسی طرح عروض قمر میں سے عرض اکبر کے حسابوں کا فرق بھی معلوم کرلیا۔ تحقیق کے یہ نتائج اتنے درست تھے کہ ابن یونس فلکی نے ان کو اپنی تحقیقات کی بنیاد قرار دیا۔

لبتانی (جس کو بطلیموس عرب کا خطاب دیا گیا ہے) نویں صدی میں ظاہر ہوا۔ اس نے ۸۸۰ء میں رقہ میں ایک رصدگاہ قائم کی۔ تمام آسمان کا جائزہ لیا۔ اور شمس وقمر کے متعلق چار رصدیں تالیف کیں۔

ابوالوفا فلکی۔ فلکیات کا یہ ماہر اپنے زمانہ کا زبردست میکنیکل انجینیر بھی تھا۔ اس نے اپنے فن کی قوت سے ایک بہت بڑا دائرہ تیار کیا۔ جس کا نصف قطر پندرہ گز تھا۔ اور رفتار قمر کے حساب میں ایک تیسرا نیا اختلاف دریافت کیا۔ جس کو یورپ کا نامور فلکی ٹیکو برٰہ چھ سو سال بعد معلوم کرسکا۔

البیرونی۔ محمود غزنوی کے حکم سے البیرونی نے جغرافیائی اور تقویمی حسابات کی غلطیاں درست کیں۔ ہندوستان کی سیاحت کی۔ ہندوؤں کے علوم کو دریافت کیا اور عربوں اور ہندوؤں کے درمیان تعارف کرایا۔ تعداد اعشاری کا طریقہ جس کی ایجاد کا دعویٰ یورپ کرتا ہے اس کو اسی زمانہ کے عربوں نے ہندی رقموں کی امداد سے ایجاد کیا تھا۔

۵ مسلمانوں کی نئی ایجادیں: "عربوں نے کاغذ۔ قطب نما۔ بارود اور توپوں کو ایجاد کیا جس سے دنیا کی ادبی۔ سیاسی اور فوجی حالت میں انقلاب عظیم رونما ہوگیا۔ یورپ کے مصنفین عربوں سے ان چیزوں کے ایجاد کرنے کا شرف زبردستی چھین لینا چاہتے ہیں۔ ان کے بیان کا قطعاً اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ درحقیقت ان چیزوں کے موجد اہل عرب ہیں۔ اور عربوں ہی نے ان چیزوں کا استعمال اہل یورپ کو سکھایا ہے" (فرانسیسی عالم سیدیو)

وہ علمائے فرنگ جو عربوں کے کارناموں سے انکار کرتے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ عربوں سے پہلے

ان چیزوں کو چینی ایجاد کر چکے تھے، بیشک اہل چین ریشمی کپڑے سے کاغذ کا کام لیا کرتے تھے۔ عربوں نے ان سے سبق لے کر کاغذ ایجاد کیا۔ اہل چین ۱۵۰۰ء تک برابر یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ قطب جنوبی کرۂ زمین کا جلتا ہوا حصہ ہے جو ہمیشہ بھٹی کی طرح شعلہ زن اور روشن رہتا ہے۔ بھلا قطب نما ایسے لوگوں کی ایجاد کیسے ہو سکتا ہے؟۔

کاغذ سب سے پہلے ۷۵۱ء میں بخارا اور سمرقند میں ریشم سے بنایا گیا۔ اس کے بعد ۷۰۶ء میں یوسف بن عمرو نے ریشم کی جگہ روئی سے کاغذ تیار کیا۔ اسی کا نام دمشقی کاغذ تھا۔ عربوں کا بنایا ہوا کاغذ تیرھویں صدی میں خوب استعمال ہوا۔ اور فرانس۔ اطالیہ۔ انگلستان اور جرمنی کے لوگ اس کو یورپین ممالک میں لے گئے۔ یہ کاغذ یورپین کاغذ سے بدرجہا فائق اور خوش رنگ ہوتا تھا۔ (عادی)
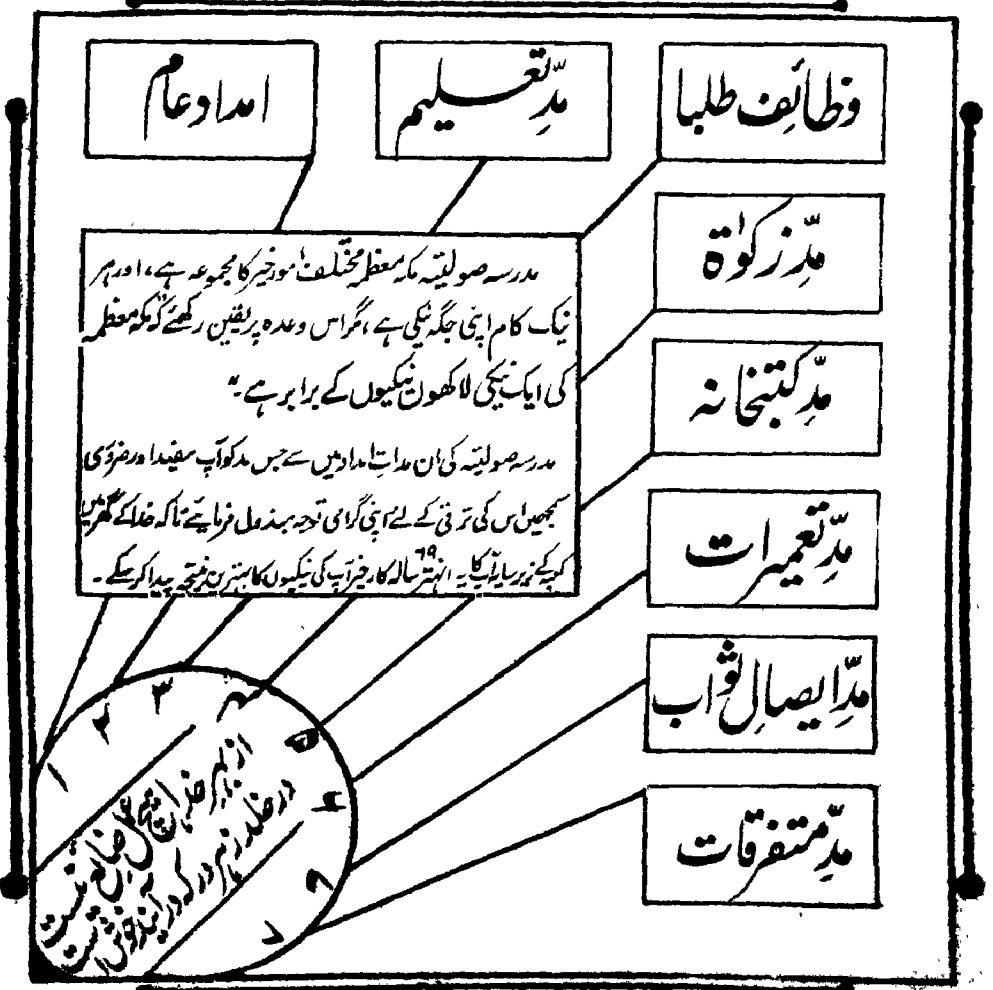
تراویح

(خاص برائے ندائے حرم)

(از مولانا ابو الاسرار رمزی صاحب اٹاوی - جودھپور)

زمیں پر طمطراقِ آسماں معلوم ہوتا ہے — جہاں کا ذرہ ذرہ کہکشاں معلوم ہوتا ہے

ازل کی چاندنی چھٹکی ہوئی معلوم ہوتی ہے — بصیرت کی دلوں میں روشنی معلوم ہوتی ہے

نمودِ صبحِ کُن کا ماجرا معلوم ہوتا ہے — مجھے ہر بات میں اک کیف سا معلوم ہوتا ہے

یہیں نزدیک ہی عرشِ خدا معلوم ہوتا ہے — مجھے روزے کا دن روزِ جزا معلوم ہوتا ہے

یہ سادہ فرش، یہ کورے گھڑے صحنِ مصفا میں — نزولِ خضر جیسے شامِ نخلستانِ صحرا میں

فضا خوشبو، دروں میں روشنی، خاموش مینارے — فلک سے جشنِ مسجد دیکھتے ہیں جھانک کر تارے

یہاں اک پاک مجمع مشتمل ہے کچھ قطاروں پر — جو حرکت کر رہا ہے ایک حافظ کے اشاروں پر

نمازی دست بستہ محو ہیں فطری عبادت میں — ملک ہوں جیسے استادہ سوادِ شامِ جنت میں

قرارت چھیڑتے ہی سحر سا معلوم ہوتا ہے — فرشتہ آسماں سے بولتا معلوم ہوتا ہے

سنائے جا رہا ہے جوش میں قرآن کے پارے — دہن سے بہ رہے ہیں کوثر و تسنیم کے دھارے

مسلسل جن کی بوچھاروں نے سینچا دہرِ فانی کو — جنھوں نے آبرو بخشی ریاضِ زندگانی کو

کھنچی جاتی ہے روحِ مست آوازِ مقدس میں — عناصر وجد فرما کر گلے ملتے ہیں آپس میں

دکھاتا ہے تصورِ عالمِ بالا کے نظارے — کہیں دوزخ کے انگارے کہیں جنت کے گہوارے

جلال و خوف کے مارے لرزتی ہے گنہگاری — مگر تسکین دیتی ہے امیدِ رحمتِ باری

زمیں سے آسماں تک ایک عالمگیر رونق ہے — محیط نور سرمد ہے [illegible]

کھلے مجمع میں وحی پاک کی پرتال ہوتی ہے ۔ حفاظت اور صحت اس طرح ہر سال ہوتی ہے

مہینے بھر کلام اللہ کی تجوید ہوتی ہے ۔ مکمل دور ہوتا ہے تو صبح عید ہوتی ہے

مناتے ہیں ہمیشہ ہر برس قرآن کی برسی ۔ مگر افسوس ہے دل میں نہیں نقش خدا ترسی

نہ کہنا حشر میں رمزیؔ کہاں پیغام پہنچا تھا!

نہ کہنا کب ہمیں یہ دفتر الہام پہنچا تھا

مکہ یونیورسٹی

بیت اللہ کے سایہ میں علومِ ربّانیہ کا عرفانی مرکزِ اعلیٰ

مرکزِ اسلام میں دنیائے اسلام کیلئے ایک عظیم الشان مشترکہ جامعہ اسلامیہ کی اہم ضرورت

(از مولانا محمد سلیم صاحب آنریری ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ)

اے مدعیانِ حُبِّ اسلام　　حجروں میں تو اب کرو نہ آرام
دعوے ہیں تو کچھ ہنر دکھاؤ　　ہمّت کے قدم ذرا بڑھاؤ
اندازِ عرب ہے اگر خُو میں　　باقی ہے جوش اگر لہو میں
موقع ہے یہی ہنر دکھاؤ　　جو کہتے تھے آج کر دکھاؤ
کرو جہد گذشتہ کی تلافی　　ثابت ہو زمانہ پر کہ اب بھی

"اسلام کا کچھ اثر ہے اب تک"
"اس راکھ میں کچھ شرر ہیں اب تک"

دنیا کے اسّی کروڑ مسلمان، دن میں پانچ وقت مکہ کی سمت رو بقبلہ کھڑے ہو کر رب ذوالجلال کے سامنے حاضری دیتے ہیں۔ مکہ کا سالانہ بین الاسلامی دینی اجتماع اس شہر کی عظمت و جلال کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ مکہ ہزاروں سال سے انسان کے ایمان کا دار السلطنت، رب العلمین کی پرشکوہ تجلی گاہ، اللہ کے برگزیدہ اور صاحب عزم پیغمبروں کی راجدھانی۔ خدا کے صالح اور صلاحیت مند بندوں کی امید گاہ اور مشرق و مغرب کی قوموں کے لئے علم و اتقا کا مرجع و مرکز رہا ہے۔

وہ شہر جس کو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے آباد کیا جس کو صبر و برداشت کی بنیاد پر بنایا گیا۔ جہاں اللہ کے ذبیح ، اللہ کی راہ میں دل کی رضا کے ساتھ قربانی دینے والے اور جانبازی کو ایک مستقل قانون بنا دینے والے اسمٰعیل علیہ السلام نے نفس کی بے مثال عزیمت کا مظاہرہ کیا جہاں قصی بن کلاب کی شریف نسل نے سیادت و امارت کا تصور قائم کیا۔ یہاں بنی ہاشم کو خداداد عزت و عظمت نصیب ہوئی، بے آب و گیاہ وادی کا وہ شہر جہاں خدا کے آخری نبی ـــــ پیغمبر اعظم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی سے ایک نیا انقلاب ایک نیا تمدن ایک نیا طرز حکومت ۔ایک نیا قانون ۔ اور ایک نئی امت کا ظہور ہوا۔

وہ تاریخی بستی جس کے اعرابی ایک ہاتھ میں کتاب اور دوسرے ہاتھ میں سچائی کی تلوار لے کر اٹھے تو انہوں نے مؤرخین کے قول کے مطابق نصف صدی میں نصف دنیا کو فتح کر ڈالا۔ اور وہ عظیم الشان شہر جس نے بیت اللہ کی برکت کو سمیٹ کر علوم الٰہی اور معارف ربانی کے چشمے جاری کئے ۔ جو بیک وقت انسانوں کے لئے مرکز زندگی بھی تھا۔ مرکز حکومت بھی ۔ اور علوم و تمدن کی بین الاقوامی یونیورسٹی بھی ۔

آج اسی شہر مکہ کو دیکھئے ۔ یہاں آج بھی بیت اللہ موجود ہے، مقام ابراہیم بھی نظر آتا ہے ۔ یہاں کی خاک اب بھی خاک شفا ہے، یہاں کا پانی اس وقت بھی کوثر و تسنیم کے پانی کے برابر ہے ۔ یہاں اس وقت بھی بندگان خدا کی حکومت ہے ۔ یہاں اس زمانہ میں بھی خدا کے مقبول اور نیک بندے آباد ہیں ۔ سچی عقیدت کے ساتھ ہزاروں کلمہ گو مسلمان اس کی زیارت کے لئے ہر سمت سے آتے ہیں ۔ اور ذوق و شوق کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں ۔ اسی مقدس سرزمین پر مسلمانان ہند کی ایک ۔ ۔ ۔ ۱۰۹ سالہ تاریخی درسگاہ مدرسہ صولتیہ کے نام سے صدہا طلباء اور علماء کے باہمی تعاون سے علوم و فنون کی خدمت انجام دے رہی ہے ۔

یہ سب کچھ درست! سوال یہ ہے کیا صرف اتنی بات کافی ہے ؟ کیا مکہ معظمہ سے بین الاسلامی اور دنیائے اسلام کے دینی مرکز کی علمی ضرورت پوری ہو جاتی ہے ؟ کیا اس طرح ستر کروڑ مسلمانوں کا مرکز مکہ معظمہ دوسرے شہروں کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے ؟ کیا حال کی ترقی اور مستقبل کی پیش رفت کے لئے یہ بنیادیں کارآمد بنیاد ثابت ہو سکتی ہیں؟

اگر انگلستان ۔کیمبرج ۔ آکسفورڈ ۔ اڈنبرا کے ترقی یافتہ علمی و فنی کارناموں پر فخر کر سکتا ہے ۔ اگر امریکہ واشنگٹن یونیورسٹی پر ناز کرتا ہے ۔ اگر جرمن کو برلن یونیورسٹی سے تفوق حاصل ہے ۔ اگر جاپان اپنی یونیورسٹیوں سے

علمی سرگرمیوں کا معیار قائم کر رہا ہے، اگر فرانس کو پیرس یونیورسٹی اور پیرس کے علماء کی اکاڈمی پر ناز ہے تو کیا مکہ معظمہ کو صحیح اسلامی معیار پر ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی کی ضرورت نہیں جو دنیائے اسلام کے ستر کروڑ مسلمانوں کی علمی ضرورتوں کا مرکز ہو۔ دینی علوم کو اصل قرار دے کر دنیا بھر کے علوم اس کے نصاب تعلیم میں داخل ہوں اور اسلامی دنیا کے ہر حصہ سے علوم و فنون کے سچے طلبگار آئیں اور اس مرکز حیات سے آب حیات لے کر اپنے اپنے ملکوں کو جائیں۔ ہم مقصد کی وضاحت کے لئے مسلمانوں سے ایک سوال کرتے ہیں۔

"مسلمان دنیا میں ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ ایک امت عظمیٰ کی صورت میں دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی ہمسری کے آرزومند ہیں یا نہیں؟"

سوال کا جواب ہر مسلمان اثبات میں دے گا۔ جواب سن کر ہم عرض کریں گے کہ دنیا کی کوئی عمارت محض دل کی امنگوں اور آرزوؤں کے آب و گل سے تیار نہیں ہو سکتی۔ "زندگی ایک مستقل خدائی نصب العین ہے"۔ مسلمان کا زندہ رہنا۔ ترقی کی سطح بلند کو اپنا مقام قرار دینا اور عزت کے ساتھ دنیا کے گردن فرازوں میں سربلند کر کے سطوت و شوکت کی زندگی گذارنا خدا کی مرضی کو بروئے کار لانا ہے۔ لیکن اللہ کا یہ بھی ایک قانون ہے کہ وہ صرف انھیں انسانوں کی حالت میں بہتر تبدیلی پیدا کرتا ہے جو خود اپنے آپ کو بدلنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے، قوم کی رائے عامہ ایک فیصلہ کرتی ہے جو اس کے لئے نصب العین بن جاتا ہے، اس کے بعد اپنے لئے میدان عمل تیار کرتی ہے، آخر میں عمل کے دائرہ میں دل کی عزیمت کے ساتھ داخل ہو کر کام شروع کر دیتی ہے۔ تب خدا کی مدد پہنچتی ہے اور خدا اس کی کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے، اس کی طاقت کو کئی گنا کر دیتا ہے۔ اس کی قوت فیصلہ اور حوصلۂ عمل کو بڑھا دیتا ہے۔ نتیجہ میں کامیابی دور سے اپنا چہرہ دکھاتی ہے اور اگر جد و جہد جاری رہتی ہے تو دور سے قریب ہو کر قدموں میں جگہ بنا لیتی ہے۔

کسی مقصد کی تکمیل کے لئے مرکز کا وجود عملی اقدام سے پہلے ضروری ہے۔ مسلمانوں کو ہر چیز سے پہلے اپنے بھولے ہوئے مرکز کو اپنے عزم و عمل کے لئے مرکز بنانا ہے۔ مسلمان جب تک حرم مکہ کو از سر نو اپنا مرکز نہیں قرار دیں گے اس وقت تک ان کا ہر ارادہ بے محل، ہر عمل بیکار اور ہر آرزو ناکام رہے گی۔ جب تک حرم مسلمانوں کا مرکز رہا۔ ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے بڑے حصہ پر ان کا اقتدار تھا۔ خدا کا ارادہ ان کی قوت تھا۔ اس کی مرضی ان کے ہر کام کی بنیاد تھی اور ہر پیشقدمی اس کی یقینی امداد کے سہارے پر ہوتی تھی۔

وہ شہر جس کو اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے آباد کیا جس کو صبر و برداشت کی بنیاد پر بنایا گیا۔ جہاں اللہ کے ذبیح، اللہ کی راہ میں دل کی رضا کے ساتھ قربانی دینے والے اور جانبازی کو ایک مستقل قانون بنا دینے والے اسمٰعیل علیہ السلام نے نفس کی بے مثال عزیمت کا مظاہرہ کیا جہاں قصی بن کلاب کی شریف نسل نے سیادت و امارت کا تصور قائم کیا۔ یہاں بنی ہاشم کو خداداد عزت و عظمت نصیب ہوئی، بے آب و گیاہ وادی کا وہ شہر جہاں خدا کے آخری نبی ——— پیغمبر اعظم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور قدسی سے ایک نیا انقلاب ایک نیا تمدن۔ ایک نیا طرز حکومت۔ ایک نیا قانون۔ اور ایک نئی امت کا ظہور ہوا۔

وہ تاریخی بستی جس کے اعرابی ایک ہاتھ میں کتاب اور دوسرے ہاتھ میں سچائی کی تلوار لے کر اٹھے تو انہوں نے مورخین کے قول کے مطابق نصف صدی میں نصف دنیا کو فتح کر ڈالا۔ اور وہ عظیم الشان شہر جس نے بیت اللہ کی برکت کو سمیٹ کر علوم الٰہی اور معارف ربانی کے چشمے جاری کئے۔ جو یک وقت انسانوں کے لئے مرکز زندگی بھی تھا۔ مرکز حکومت بھی۔ اور علوم و تمدن کی بین الاقوامی یونیورسٹی بھی۔

آج اسی شہر مکہ کو دیکھئے۔ یہاں آج بھی بیت اللہ موجود ہے، مقام ابراہیم بھی نظر آتا ہے۔ یہاں کی خاک اب بھی خاک شفا ہے، یہاں کا پانی اس وقت بھی کوثر و تسنیم کے پانی کے برابر ہے۔ یہاں اس وقت بھی بندگان خدا کی حکومت ہے۔ یہاں اس زمانہ میں بھی خدا کے مقبول اور نیک بندے آباد ہیں۔ سچی عقیدت کے ساتھ ہزاروں کلمہ گو مسلمان اس کی زیارت کے لئے ہر سمت سے آتے ہیں۔ اور ذوق و شوق کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ اسی مقدس سرزمین پر مسلمانان ہند کی ایک ۹۹ سالہ تاریخی درسگاہ مدرسہ صولتیہ کے نام سے صدہا طلباء اور علماء کے باہمی تعاون سے علوم و فنون کی خدمت انجام دے رہی ہے۔

یہ سب کچھ درست! سوال یہ ہے کیا صرف اتنی بات کافی ہے؟ کیا مکہ معظمہ سے بین الاسلامی اور دنیائے اسلام کے دینی مرکز کی علمی ضرورت پوری ہو جاتی ہے؟ کیا اس طرح ستر کروڑ مسلمانوں کا مرکز مکہ معظمہ دوسرے شہروں کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ کیا حال کی ترقی اور مستقبل کی پیش رفت کے لئے یہ بنیادیں کارآمد بنیاد ثابت ہو سکتی ہیں!

اگر انگلستان۔ کیمبرج۔ آکسفورڈ۔ اڈنبرا کے ترقی یافتہ علمی و فنی کارناموں پر فخر کر سکتا ہے۔ اگر امریکہ واشنگٹن یونیورسٹی پر ناز کرتا ہے۔ اگر جرمن کو برلن یونیورسٹی سے تفوق حاصل ہے۔ اگر جاپان اپنی یونیورسٹیوں سے

علمی سرگرمیوں کا معیار قائم کر رہا ہے، اگر فرانس کو پیرس یونیورسٹی اور پیرس کے علماء کی اکاڈمی پر ناز ہے تو کیا مکہ معظمہ کو صحیح اسلامی معیار پر ایک ایسی اسلامی یونیورسٹی کی ضرورت نہیں جو دنیائے اسلام کے ستر کروڑ مسلمانوں کی علمی ضرورتوں کا مرکز ہو۔ دینی علوم کو اصل قرار دے کر دنیا بھر کے علوم اس کے نصاب تعلیم میں داخل ہوں اور اسلامی دنیا کے ہر حصہ سے علوم و فنون کے سچے طلبگار آئیں اور اس مرکز حیات سے آب حیات لے کر اپنے اپنے ملکوں کو جائیں۔ ہم مقصد کی وضاحت کے لئے مسلمانوں سے ایک سوال کرتے ہیں۔

"مسلمان دنیا میں ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ ایک امت عظمیٰ کی صورت میں دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی ہمسری کے آرزومند ہیں یا نہیں؟"

سوال کا جواب ہر مسلمان اثبات میں دے گا۔ جواب سن کر ہم عرض کریں گے کہ دنیا کی کوئی عمارت محض دل کی امنگوں اور آرزوؤں کے آب و گل سے تیار نہیں ہو سکتی۔ "زندگی ایک مستقل خدائی نصب العین ہے"۔ مسلمان کا زندہ رہنا۔ ترقی کی سطح بلند کو اپنا مقام قرار دینا اور عزت کے ساتھ دنیا کے گردن فرازوں میں سربلند کر کے سطوت و شوکت کی زندگی گذارنا خدا کی مرضی کو بروئے کار لانا ہے۔ لیکن اللہ کا یہ بھی ایک قانون ہے کہ وہ صرف انھیں انسانوں کی حالت میں بہتر تبدیلی پیدا کرتا ہے جو خود اپنے آپ کو بدلنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے قوم کی رائے عامہ ایک فیصلہ کرتی ہے جو اس کے لئے نصب العین بن جاتا ہے، اس کے بعد اپنے لئے میدان عمل تیار کرتی ہے، آخر میں عمل کے دائرہ میں دل کی عزیمت کے ساتھ داخل ہو کر کام شروع کر دیتی ہے۔ تب خدا کی مدد پہنچتی ہے اور خدا اس کی کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے۔ اس کی طاقت کو کئی گنا کر دیتا ہے۔ اس کی قوت فیصلہ اور حوصلۂ عمل کو بڑھا دیتا ہے۔ نتیجہ میں کامیابی دور سے اپنا چہرہ دکھاتی ہے اور اگر جد و جہد جاری رہتی ہے تو دور سے قریب ہو کر قدموں میں جگہ بنا لیتی ہے۔

کسی مقصد کی تکمیل کے لئے مرکز کا وجود عملی اقدام سے پہلے ضروری ہے۔ مسلمانوں کو ہر چیز سے پہلے اپنے بھولے ہوئے مرکز کو اپنے عزم و عمل کے لئے مرکز بنانا ہے۔ مسلمان جب تک حرم مکہ کو از سر نو اپنا مرکز نہیں قرار دیں گے اس وقت تک ان کا ہر ارادہ بے محل، ہر عمل بیکار اور ہر آرزو ناکام رہے گی۔ جب تک حرم مسلمانوں کا مرکز رہا۔ ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے بڑے حصہ پر ان کا اقتدار تھا۔ خدا کا ارادہ ان کی قوت تھا۔ اس کی مرضی ان کے ہر کام کی بنیاد تھی اور ہر پیشقدمی اس کی یقینی امداد کے سہارے پر ہوتی تھی۔

ہر کام کی اصل قوت ہے اور ہر قوت کی اصل مرکز۔ دنیا کی کوئی قوت اپنی اصل سے جدا نہیں ہوسکتی، اگر جدا ہوگی تو ناکام رہے گی۔ تاریخ کی تمام قومیں (مصری۔ بابلی۔ فینیقی۔ یونانی۔ رومی۔ تاتاری) جنہوں نے دنیا میں بڑے بڑے کاموں سے نام پیدا کیا، پہلے اپنی مرکزسے وابستہ تھیں۔ حکومت کے زوال پر بودھ مذہب کو آشوکا کی حکومت نے مرکز دیا۔ زردشت کو قدیم پہلوی حکمرانی نے مرکزی قوت دی۔ عیسائی مذہب کو قسطنطین کا شہر "زندہ" بطور مرکز میسر ہوا۔ موجودہ عصر کی تاریخی قوموں کو دیکھئے، ہر قوم اپنا ایک مرکز رکھتی ہے۔ اور اس کی بقا و تحفظ کے لئے قوم کی زندگی کی قربانی دی جارہی ہے۔

یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ایک قوم کی ضرورت کیا ہے؟ اس کی مرکزیت! جب ہزاروں انسان جمع ہوجاتے ہیں تو قوم بن جاتی ہے، اور جب قوم اپنا مرکز تلاش کرلیتی ہے تو اس کی اندرونی قوت منظر عام پر آجاتی ہے۔ اور اپنی ترقی کے لئے روئے زمین کو انتخاب کرنے کا حق پیدا کرلیتی ہے۔ مسلمان خدائے واحد کے نام پر جمع ہوئے تو ان کی ایک قومی ہیئت عالم وجود میں آگئی۔ انہوں نے خدا کے حکم سے مکہ معظمہ کو اپنا مرکز بنالیا تو حکومت کے قلعہ کا دروازہ فوراً ان پر کھل گیا۔ وہ ایک خدا کے لئے دنیا کو فتح کرنے کے لئے نکلے۔ اور ایک ہی صدی میں کچھ سے کچھ ہوگئے۔

مسلمان آج بھی موجود ہیں، ان کا مرکز بھی موجود ہے۔ مگر ترقی کا کیا ذکر تنزل بھی مسلمانوں کو قبول نہیں کرتا۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ ایک طرف مسلمان ہیں اور دوسری طرف ان کا مرکز۔ مگر دونوں میں وہ تعلق باقی نہیں رہا۔ جو قوت کی اصل اور طاقت کا منبع ہے۔ حرم مکہ روئے زمین کے مسلمانوں کا مشترکہ دینی۔ اجتماعی سیاسی۔ اخلاقی۔ تمدنی مرکز ہے۔ اس کے مقابلہ میں لندن انگریزوں کا مرکز ہے۔ واشنگٹن امریکنوں کا۔ برلن جرمنوں کا۔ روما اطالویوں کا۔ اور ماسکو لانا ہب اشتراکیوں کا۔ مسلمان آنکھ کھول کر دیکھیں کہ ان میں سے ہر قوم اپنے مرکز سے کس قدر تعلق رکھتی ہے۔ ہر قوم کا عمل ہی نہیں دل بھی مرکز کے ساتھ وابستہ ہے۔ مرکز کی ترقی کے لئے ہر شخص ہر شکل سے کوشاں ہے۔ علم کے لحاظ سے دیکھئے تو سر بفلک یونیورسٹیاں کھڑی ہیں۔ دولت کا خیال کیجے تو ان کے لئے سونا چاندی پانی ہوکر بہ رہا ہے۔ عمل کے لحاظ سے دیکھئے تو ہاتھ پاؤں کی ہر حرکت وقف ہے، روح کے لحاظ سے دیکھیے تو مرکز کی زندگی کی خاطر پوری قوم نثار ہونے کے لئے تیار۔

اب مسلمان اپنے مرکز پر نظر کریں۔ انہوں نے اس غریب مرکز کے لئے کیا کیا ہے؟ جب تک مسلمان

برسرِ حکومت تھے تو حرمِ مکہ اُن کا قبلہ تھا۔ اور آج یہ حال ہے کہ ہر شخص کے دل کی خواہش اس کا قبلہ ہے۔ تعلیم کو دیکھئے تو جامعہ حرم (مکہ یونیورسٹی) کی اسکیم حکایت خواب کے درجہ میں بہت سے روشن خیالوں کے نزدیک بوسیدہ تصور سمجھی جائے گی۔ اور بہت ممکن ہے کہ از خود فراموش "باخبر سوسائٹیوں" میں دقیانوسی انداز کی یہ تجویز تفریح طبع کا مشغلہ ثابت ہو۔ عملی حیثیت سے دیکھئے تو مرکز حرم کی کونسی عملی تحریک ہے جس سے مسلمان پرجوش تعلق رکھتے ہیں حج پر سارے عمل کا مدار تھا۔ اب مسلمان اس سے بھی جان چرا رہے ہیں۔ رہا روح کا تعلق، دنیا کی قومیں اور ان کے عظیم القدر مدبر۔ عین عالمِ جنگ میں، لڑائی کے دوران میں، برستے ہوئے گولوں میں، دہکتی ہوئی آگ میں۔ رعد و برق سے زیادہ مہیب چمک اور گرج میں ہوائی جہازوں سے اُتر رہے ہیں اور اپنے مرکز کے لئے اپنی روح کا ہدیہ پیش کر رہے ہیں۔ مسلمان ہیں کہ منتظر بیٹھے ہیں، کب جنگ ختم ہو، کب راستوں کا امن اور سمندر کا سکون بحال ہو بے فکری اور تفریح کا وقت آئے تو مرکز حرم کا رخ کریں۔ انا للہ۔

کیا ضروری ہے کہ مسلمان غور و فکر کا ایک لمحہ اس مقصد کے لئے خرچ کریں۔ کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی غفلتوں کی سیاہ چادر کو اتار کر آنے والے دنوں میں چمکتے ہوئے سورج کو دیکھنے کی سعی کریں۔ کوئی سبب نظر نہیں آتا کہ ہم مسلمان ہو کر اسلام کے مرکز کو جانیں اور پہچانیں۔ کیونکہ انسان جب اپنے مرکز سے ہٹ جاتا ہے تو شیطان کے مشورہ سے کام کرتا ہے۔ خدا ہی کو قدرت ہے کہ وہ مسلمان کے دل اور روح میں۔ پہلی سی قوت۔ پہلا سا اخلاق اور پہلی سی حمیت پیدا کر دے، اور اس کو پھر توفیق دے کہ وہ مرکز کی اہمیت کو خاطر میں لائے۔ اور از سرِ نو تعمیر ملت کا سنگ بنیاد کعبہ کے زیر سایہ رکھے۔

اسلامی تاریخ کے نقوش زریں

ہر قوم کی تاریخ اس کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے۔ ماضی کا ہر تاریخی دور مستقبل کے لئے رہنما ہے۔ لیکن اسلام کی تاریخ تمدن کے عظیم الشان محل میں سونے کی آخری اینٹ ہے۔ دنیا کی تاریخ بہت بیش قیمت ہے۔ لیکن اسلام کی تاریخ سچے موتیوں اور بادشاہوں کے تاج سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

آج مسلمان یورپ کے تمدن سے مرعوب ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ اپنے تمدن کی بہار سے بے خبر ہیں۔ مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک علم و فن کی دنیا میں جو کچھ کیا ہے وہ زمین کے ہر حصہ پر یادگاروں کی صورت میں موجود ہے۔ یہاں تاریخ اسلام کے چند نمونے۔ چند نام اور چند تذکرے پیش کئے جاتے ہیں۔ جن میں ہر ایک، ایک بڑی داستان کا عنوان بن سکتا ہے۔

مدیر

اسلام کے مشاہیر علم و فن

حضرت عروہ بن زبیرؓ۔ المتوفی، (۹۴ھ) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے۔ حضرت زبیرؓ کے بیٹے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے تربیت یافتہ "کشف الظنون" میں مغازی کے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت عروہؓ نے سب سے پہلے فن جنگ (مغازی) پر کتاب تصنیف کی۔

حضرت اسماءؓ۔ (وفات ۷۳ھ عمر سو سال) صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی اور عروہ رضؓ کی والدہ محترمہ جس وقت آں حضرتؐ غار ثور میں پناہ گزیں تھے اس وقت حضرت اسماءؓ خفیہ طریقہ پر کھانا پہنچاتی تھیں۔ انہوں نے

اس کام میں ایجاد طبع سے کام لے کر خوب نام پیدا کیا ہے۔

عطا ابن ابی رباحؒ (۱۱۵ھ مطابق ۷۳۳ء) تک زندہ رہے۔ مکہ معظمہ کے مشہور تابعی تھے، دو سو صحابہ کی خدمت میں رہ کر علم و اجتہاد کا درجہ حاصل کیا تھا۔ علم حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ۔ (۳ سنہ قبل ہجرت پیدا ہوئے ۶۸ھ میں وفات پائی) سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، قانون قرآن کے بہت بڑے عالم اور شارح تھے۔ زمانۂ جاہلیت کے اشعار اور حالات کا عظیم ذخیرہ ان ہی کی کوشش سے دنیا میں باقی رہا۔

حضرت معاویہؓ۔ (وفات ۶۰ھ) سلطنت بنی امیہ کے مورث اعلیٰ۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے بحر روم میں جنگ کرنے کے لئے بحری بیڑا تیار کرایا۔

فارابی۔ (وفات ۳۳۹ھ) یورپ کے فلاسفروں کا استاذ اکبر۔ سوسائٹی کی تشکیل اور فن شہریت و تمدن پر ان کی دو کتابیں "آراء اہل مدینۃ الفاضلہ" (متمدن شہریت) اور "السیاست المدنیہ" مشہور ہیں۔ علمائے یورپ نے ان کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

ابو بکر محمد بن زکریا امام رازی۔ (زمانہ تقریباً ۳۱۱ھ) مسلمانوں میں فن طب کے مجددوں میں سے ہیں "جالینوس عرب" لقب ہے۔ مختلف مضامین کی ایک سو چھپن کتابوں کے مصنف ہیں۔

السمعانی۔ چھٹی صدی ہجری میں علم النسب کا سب سے بڑا امام اور نادر روزگار "کتاب الانساب" کا شہرۂ آفاق مصنف۔

ابن اثیر۔ (پیدائش ۵۵۵ھ) آپ علم التاریخ، علم الانساب، علم الحدیث کے امام تھے، تاریخ میں "تاریخ الکامل" اور اسماء الرجال میں "اُسد الغابہ" آپ کی مایۂ ناز تصانیف ہیں۔

ابن خلدون۔ (۱۴۰۶ء) آپ دنیا میں علم الاجتماع کے موجد اول ہیں، یورپ میں حکومت، سیاست، سوسائٹی اور شہریت کا علم آپ ہی کے مقدمہ کی بدولت منظر عام پر آیا۔ میکیاویلی آپ ہی کے فلسفۂ سیاسی کا خوشہ چین تھا۔

ابو الحسن علی الاہوازی۔ (چوتھی صدی ہجری کے ماہر سیاست داں) آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فن سیاست کو مدون کیا ہے۔ اور علم السیاست پر "تدبیر الملک" کے نام سے کتاب قلم بند کی ہے۔ امام ابو الحسن اس زمانہ کے

علمائے سیاست کے مورث اعلیٰ سمجھے جاتے ہیں۔

محمد بن اسحاق الندیم ۔مشہور عالم جنہوں نے ایجاد وطبع کرکام لیکر عربی زبان کی اُن تمام کتابوں کی فہرست تیار کی جو دنیا کے علم میں آچکی ہیں۔ یہ کام ۳۷۷ھ ۹۸۷ء میں مکمل ہوا۔ کتاب الفہرستؒ کی صرف چار جلدیں پیرس کی لائبریری میں ہیں۔

امام محمد غزالی طوسی (۴۵۰ھ تا ۵۰۵ھ) مشہور فلسفی، مصنف اور عالم، آپ ۹۹ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "احیاء العلوم" اور "کیمیائے سعادت" معرکۃ الآرا کتابیں ہیں۔

ابوجعفر ابن جریر طبری (وفات ۳۱۰ھ) علم التاریخ کے موجدوں میں سے ایک موجد ہیں۔ اور "تاریخ الامم والملوک" کے مصنف۔

ابن بطوطہ ۷۳۲ھ کا مشہور عالم سیاح، جس کا سفرنامہ (عہد محمد تغلق) تمام دنیا میں مقبول ہوچکا ہے انگریزی میں اس کا ترجمہ پادری فاکس نے ۱۸۲۹ء میں لندن میں کیا۔

ابن باجہ ۔(ابوبکر محمد بن یحییٰ بن صائغ) (وفات ۵۳۳ھ ۱۱۳۸ء بعمر ۳۵ سال) اسلامی عہد کا نوجوان فاضل۔ جس نے علم السیاست، علم الحیوانات، علم الہندسہ اور فلکیات پر بے شمار کتابیں لکھیں۔ فارابی کے بعد یورپ کے نزدیک ابن باجہ سے بڑا کوئی عالم پیدا نہیں ہوا۔ اس کی کتابیں مدتوں یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم کا جوہر بنی رہیں۔

البیرونی ۔(وفات ۴۴۰ھ) علم اقلیدس، ہیئت، حساب، ہندسہ، علم معقول اور طلسمات کا ماہر۔ جس نے اہل ہنود کے فلسفہ پر "کتاب الہند" لکھی۔ اس کو ارسطوئے اسلام کا لقب دیا گیا ہے۔

صوفی ابوموسیٰ جعفر جبر۔ آپ علم الکیمیا اور علم ہیئت کی متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی تصانیف کا لاطینی اور انگریزی میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ آپ "دارالفنون عربی کیمیا سازی" کے بانی تھے۔ جو آٹھویں صدی تک قائم رہا۔

حضرت مجدد احمد سرہندی۔ (۹۷۱ھ تا ۱۰۳۴ھ) آپ حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید ہیں۔ اور مجدد الف ثانی تھے، آپ کے "مکتوبات" اسلام کی بہت بڑی متاع ہیں۔

سعدی شیرازی (۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء - ۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء) گلستان - بوستان کے شہرہ آفاق مصنف، آپ مشرق وافریقہ کے سیاح تھے اور سیاحت کو تہذیب و اخلاق کی اشاعت کا ذریعہ تصور کرتے تھے، آپ نے پیادہ پا چودہ حج کئے، گلستان کے دو انگریزی ترجمے چھپ چکے ہیں - اہل انگلستان ان کو "مشرق کا شکسپیر" کہتے ہیں -

جلال الدین رومی (ولادت ۶۰۴ھ) صوفیائے کرام میں ہیرو کا درجہ رکھتے ہیں - آپ کی مثنوی ۶۲۲ھ میں لکھی گئی جس کے ۴۵ ہزار اشعار شمار کئے گئے ہیں -

ابوالفرج اصفہانی - (۲۸۴ھ ۳۵۶ھ) کتاب الاغانی کا مصنف، اس نے اپنی تصنیف کو پچاس برس میں مکمل کیا - یہ کتاب عرب کی شاعری کی مستند تاریخ ہے جس کو یورپ میں بہت پسند کیا گیا ہے - اس میں بعض مقامات پر تاریخ اور سائنس کے مسائل پر بحث کی گئی ہے - جرمن زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے -

علامہ ابن تیمیہ - وفات ۷۲۸ھ ۱۳۲۷ء - اپنے زمانہ کے زبردست عالم اور مجتہد تھے، علم السیاست پر آپ کی کتاب "السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والرعیہ" نہایت گراں قدر مجموعہ ہے -

ابو الفضل (وفات ۶۹۹ھ/۱۲۹۹ء) دمشق کا نامور میکانیکل انجینیر - جو لوہے اور لکڑی کے کام میں ماہر تھا - اقلیدس - نجوم، زائچہ اس کے خاص علوم تھے، فن جنگ اور علم سیاست پر اس کی تصنیف "کتاب فی الحروب والسیاسۃ" نادر روزگار ہے -

الغازی ترکمان - پانچویں صدی ہجری - اوزبک نسل کے ترکمانوں کا مورث اعلیٰ - جس نے پہلی مرتبہ یوروشلم (بیت المقدس) کو اپنے خاندان کے لئے فتح کیا - اور شام میں حکومت قائم کی -

شمس الدین التمش - وفات ۶۳۳ھ - ہندوستان کی سب سے پہلی جامع مسجد جامعہ شمسیہ قطب مینار کا بانی - جس کا عمرانی کارنامہ صدیوں سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے -

امیر البحر سلیمان بن احمد - ترکی عہد میں علم البحر کا مشہور ماہر - جس نے جہاز رانی پر پانچ کتابیں قلمبند کیں - اس کی "کتاب العمدۃ" میں صرف بحر ہند کی جہاز رانی پر بحث کی گئی ہے -

امیر البحر سیدی علی - سلطان سلیمان اول شہنشاہ قسطنطنیہ کے بحری بیڑے کا سب سے بڑا کمانڈر تھا - اس نے قسطنطنیہ سے ہندوستان تک بحری سفر کیا - اور اس پر "مرأۃ الممالک" کتاب لکھی - اس کی دوسری تصنیف "محیط"

ہے جس میں بحر ہند کی جہاز رانی کے راز لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۹۶۲ھ میں مصنف نے گجرات میں مکمل کی۔ جس کا ترجمہ بیرن جوزف وان ہیمر نے وائنا یونیورسٹی میں کیا۔ اور ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل میں اس کو شائع کرایا۔

شاہ ولی اللہ۔ (۱۱۱۴ھ ۱۷۰۲ء ۱۱۷۶ھ) ہندوستان کے ارباب علم و اجتہاد کے پیشوائے اعظم، جن پر تمام علمی سلسلے پہنچ کر ختم ہوتے ہیں، سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا۔ اور پندرہ سال کی عمر میں علم شریعت وطریقت کی تکمیل فرمائی۔ "حجۃ اللہ البالغہ" آپ کی لافانی یادگار ہے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔ (۱۸۱۸ء ۱۸۹۱ء) مکہ معظمہ میں سب سے قدیم اور اولین دارالعلوم کے بانی جس کا نام "جامعہ صولتیہ" ہے۔ زندگی میں تین مرتبہ خلیفۃ المسلمین کی دعوت پر قسطنطنیہ تشریف لے گئے، باب عالی خلافت سے آپ کو "خلعت سلطانی اور پایۂ حرمین" کا خطاب عطا ہوا تھا۔ آپ پہلے ہندوستانی بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان میں عیسائی مذہب کے اقتدار کا مقابلہ کرکے اس کی طوفانی قوت کو ختم کیا۔ ردّ نصاریٰ میں آپ کی مشہور عالم کتاب "اظہار الحق" کا ترجمہ ایشیا اور یورپ کی متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے، گذشتہ صدی کے نصف آخر کے ممتاز علمائے مکہ اور مدرسین حرم کو مولانا سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ اور مدرسہ صولتیہ کے ذریعہ اُن کا یہ فیض عام آج تک جاری ہے۔ اس حیثیت سے حجاز کی علمی تاریخ میں مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الشیوخ کا درجہ حاصل ہے۔ حجاز میں سب سے پہلے علوم عقلیہ سے عام دلچسپی اور تعارف مولانا کے ذریعہ ہوا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ ۱۲۹۷ھ) آپ ہندوستان میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے علوم وفنون کو منظم کیا ہے۔ آپ ہندوستان کی مشہور درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے بانی اور صدہا علماء کے استاذ اکبر ہیں۔ آج ہندوستان میں جہاں کہیں اسلام کا کلمہ بلند ہے اس میں آپ کے عالمانہ جہاد کو بڑا دخل ہے۔

دارالعلوم کی بنیاد ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں ڈالی گئی۔

علمائے فلکیات | یورپ میں جہاں کہیں علم فلکیات (نظام شمسی) پھیلا اس کو مسلمان علمائے فلکیات ہی کا صدقہ کہنا چاہیئے۔

اسلام کی تاریخ میں مندرجہ ذیل علماء کے اسماء گرامی ماہرین فلکیات کی حیثیت سے درج ہیں۔

نام	سنہ	عہد سلطنت
البیرونی	۴۰۷ھ سنہ ۱۰۱۶ء	عہد محمود غزنوی
عمر خیام	۴۶۹ھ سنہ ۱۰۷۶ء	عہد سلجوقیاں
نصیر الدین طوسی (بانی رصدخانۂ مراغہ)	۶۵۹ھ سنہ ۱۲۶۰ء	عہد منگولیاں
	۷۳۷ھ سنہ ۱۳۳۶ء	عہد عثمانیہ
علامہ کوشیوکنغ۔ شاگرد استاذ جمال الدین	۶۷۹ھ سنہ ۱۲۸۰ء	عہد قوبلاخاں
اُلغ بیگ	۸۴۱ھ سنہ ۱۴۳۷ء	موسس رصدخانۂ سمرقند

اسلامی عہد میں فلکیات کے کمالات اُلغ بیگ پر پہنچ کر ختم ہو گئے۔ اس کے بعد اہل یورپ نے مسلمانوں کے شاگرد کی حیثیت سے ان علوم کی تحقیق و ایجاد کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا[1]۔

[1] دیکھو مقدمہ تاریخ عرب مؤلفہ نامور فرانسیسی عالم موسیو سیدیو، رکن اکاڈمی عادم دفنون ساز فرانس۔

مومن اور موت

(خاص برائے ندائے حرم)

(از جناب سید خورشید حسن خورشید نہٹوری)

وہی مردِ مومن کہ جس کی اذاں سے — ہے رنگین شام و سحر کا فسانہ

نمازوں سے معمور جس کی فضائیں — ہے سجدوں سے روشن جبینِ زمانہ

سراسر منوّر، سراپا تجلّی — جگر عرشِ اعظم، نظر قدسیانہ

فرشتوں کا مسجود، مقصودِ فطرت — مجسم محبّت، کرم کا خزانہ

وہ مومن وہ سیفِ الٰہی کہ جس کو — ودیعت ہوئی "ضربتِ غازیانہ"

وہ ذاتِ جلالت کا نائب زمیں پر — وہ قاصد، وہ اللہ کا تازیانہ

فلک اس کا تابع، زمیں زیرِ فرماں — اشاروں میں اس کے سمندِ زمانہ

لبھائے گی کیا اس کو دنیا کی دولت — ہے درویش لیکن نظر خسروانہ

ہے اپنے لئے اس کا مرنا نہ جینا — کہ رکھتا ہے وہ مشربِ عاشقانہ

سبک سیریِ طائرِ روحِ مومن — نہ فکرِ چمن نے غمِ آشیانہ

اڑا جا رہا ہے بلندی کی جانب — بڑھا جا رہا ہے قدم والہانہ

یہ صبحِ سفر ہے کہ ہے شامِ منزل — زباں پر ہے جاری خوشی کا ترانہ

وہ اندازِ الفت وہ رنگِ محبّت — وہ قلب و جگر کی تپش بے کرانہ

ہے سینہ کہ گنجینۂ جذب و مستی — نفس ہے کہ ہے نغمۂ عاشقانہ

تبسّم لبوں پر کہ پھولوں میں نکہت — نگاہوں میں کلیوں کا رنگیں فسانہ

معنبر ہوائیں، معطر فضائیں — مسرت میں ڈوبا ہوا سا زمانہ
ہویدا جبیں سے وہ ایماں کی رونق — کہ حسنِ قمر جس کا ادنیٰ فسانہ
فلک سے زمیں تک تجلّی کا عالم — فضا ہے کہ انوار کا شامیانہ
یقیں اس کے رستے کا مہتاب کامل — جنوں اس کا رہبر قدم فاتحانہ
حریمِ تقدّس میں غل ہے کہ آیا — وہ سرِّ ازل وہ ضمیرِ زمانہ
حجاباتِ پیہم اٹھے جا رہے ہیں — ہے پیشِ نظر جلوۂ آستانہ
بہت دور منزل بہت پاس نکلی — یہ اعجازِ جذبِ دلِ والہانہ
وہ آئی عروسِ اجل سہمی سہمی — نظر نیچی نیچی۔ ادا دلبرانہ

یہ پیغامِ محبوب آکر سنایا!
کہ بخشی تجھے زندگی جاودانہ

۲۴- اہم نکات

حقیقت شناس مشاہیر اور ممتاز اہل علم ونظر کے قلم سے

اُنہتر ۶۹ سال سے کعبہ کے زیر سایہ جو علمی اور مذہبی تحریک آپ کے نام سے جاری ہے اس سے ملک کا باخبر اور ذی علم طبقہ ناواقف نہیں۔ مسلمان اپنی پریشان حالی کی وجہ سے اپنے تیرہ سو سالہ مرکز سے دور ہوتے جارہے ہیں، بہت ممکن ہے کہ دار العلوم حرم کے متعلق سطحی معلومات رکھنے والے حضرات اس کی عرفانی خدمات اور مسلسل جد و جہد کا صحیح انداز نہ کرسکیں، اس لئے خدا کے گھر میں مسلمانانِ ہند کی اس مشترکہ قومی یادگار کی صورت حال کا صحیح علم ان اہم نکات کے ذریعہ وسیع النظر ارباب بصیرت کے عینی مشاہدات اور سمجھے ہوئے حقائق ہی سے ہوسکتا ہے۔

بانیٔ مدرسہ صولتیہ۔ جناب مولانا رحمۃ اللہ صاحب مرحوم ان چند جواں مردانِ ملت میں سے تھے جنہوں نے اس دور آخر میں اسلام کی جانبازانہ کامیاب خدمات کیں، مولانا کے مناظرے پادریوں سے مشہور روزگار ہیں۔ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان مناظروں کی کامیابی نے ارتداد کے سیلاب کو روکا تھا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عن المسلمین خیر الجزاء۔

نواب صدر یار جنگ بہادر مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی۔

مولانا محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر علیہ الرحمۃ والرضوان عجیب خوش نیت اور بابرکت تھے جن کی وجہ سے ہند کو یہ فخر ہوا کہ ملک عرب میں اور پھر خاص مکہ معظمہ میں جو تمام عالم کا معبد ہے عمدہ یادگاریں ایک ہند کے عالم نے چھوڑیں۔

مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مرحوم مونگیری (ناظم اول ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدرسہ صولتیہ کی تاسیس و ابتدا۔ مولانا ۱۸۵۸ء میں جب ہجرت کرکے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں ضرورت شدیدہ کا اندازہ کرکے "مدرسہ صولتیہ" کی بنیاد ڈالی۔ خوبیٔ قسمت سے بی بی صولت النساء بیگم نے توفیق خدمت پائی اور بیش بہا عطیہ سے مدرسہ کی عمارت مکمل کردی، اس بنیاد پر مدرسہ کا نام "صولتیہ" ہوا۔ فی الحقیقت یہ مولانا مرحوم کے مردانہ عزم

کا مظاہرہ منجانب قدرت ہو کر مدرسہ کے نام کا جز "صولتیہ" قرار پایا۔

نواب صدر یار جنگ بہادر (مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی)

یہ تمام ہندوستانیوں کے لئے موجب افتخار ہے کہ مولانا محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم نے کلکتہ کی صولت النسائیگم مرحومہ کے ابتدائی تیس ہزار روپیہ کے سرمایہ سے سرزمین حرم محترم پر درس دینیات اسلامیہ کا تخم بویا۔ جو آج ایک شجر پر بہار کی شکل میں نظر آتا ہے۔

مولوی محمد اکبر علی صاحب (مالک و مدیر اخبار صحیفہ روزانہ حیدرآباد دکن)

مدرسہ صولتیہ کا مقصد۔ ا۔ منشائے مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب جنت آشیاں یہ تھا کہ ہندی طلبا کی تعلیم جو یہ خواہش کر کے اس قدر دور دراز اوطان سے آتے ہیں کہ علم سیکھیں اور خاص کر اس متبرک جگہ کی فیض و برکت حاصل کریں۔

مولانا عبدالواجد صاحب شاہجہاں پوری

۲۔ ماشاء اللہ جس حسن و خوبی کے ساتھ کلام اللہ کی تعلیم ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ الحمد للہ کہ اس مدرسہ کے بانی علیہ الرحمۃ کی جو غرض اور آرزو تھی وہ پوری ہو گئی۔

مولوی حکیم رضی الحسن صاحب مرحوم (رئیس کاندھلہ ضلع مظفرنگر)

۳۔ اس مدرسہ کی بنیاد حضرت مولانا و ہادینا مولوی رحمت اللہ صاحبؒ مہاجر نے ڈالی اور اس کا اصل اصول ہندی مہاجرین اور یتامی کو فائدہ پہنچانا تھا۔

مولوی سر رحیم بخش صاحب مرحوم (ریاست بہاولپور)

مدرسہ صولتیہ کی خدمات۔ یہ مدرسہ ارض مقدس میں بڑی علمی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ جس سے عربی و عجمی فیضیاب ہیں۔

نواب صدر یار جنگ بہادر

یہ مدرسہ مکہ مکرمہ میں علم کی خدمت پورے طور سے کر رہا ہے۔ اور اسلامی ممالک کے اکثر حصوں کے لوگ یہاں دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

مولوی سید محی الدین صاحب بیرسٹر ایٹ لا (شریک معتمد محکمۂ امور مذہبی حیدرآباد دکن)

مدرسہ بڑے پیمانہ پر قائم ہے ۔ مدرسہ کی ہر حالت وہر حصہ اور مجموعی حیثیت سے اس کے اندازہ کرنے کا موقع ملا کہ یہ مدرسہ اس مبارک ومقدس سرزمین پر تعلیم کا کام انتہائی پیمانہ پر انجام دے رہا ہے ۔

مولوی محمد فضل الدین صاحب (قافلہ سالار و وکیل ہائیکورٹ حیدر آباد دکن)

مدرسہ صولتیہ ایک مرکزی تحریک ہے ۔ جسے میری طرح تاریخ ہند کے آخری دور سے دلچسپی ہوگی وہ مکہ معظمہ کی ہندی مدرسہ سے ناواقف نہیں رہ سکتا ، اور مجھے تو دیوبند میں تعلیم پانے کے زمانہ سے اس مقدس تحریک کے متعلق صحیح واقفیت حاصل کرنے کے بہترین مواقع میسر آئے ۔

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی ۔

میرے خیال میں عالم اسلام کی تنظیم اور اس کی مرکزیت صرف عربی زبان اور علوم دینیہ کی وساطت سے ہو سکتی ہے ۔ اور اس کے لئے مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے روز ازل ہی سے مرکز بنا رکھا ہے ، خدا غریق رحمت کرے ہمارے مولانا مرحوم کو (حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ) جس بربادی کا آج ہم ماتم کر رہے ہیں ستر سال قبل انہوں نے اس کو محسوس کیا اور اس کی تلافی اور تدارک کے لئے اپنے وطن اور زندگی کو فدا کر دیا ۔ کاش مسلمان اب بھی متنبہ ہو جائیں ۔

مولانا محمد اکرم خاں صاحب (مالک و ایڈیٹر اخبار محمدی کلکتہ)

میری معلومات اس مرکزی تحریک کے متعلق سطحی نہیں ۔ بلکہ اس کی تاریخ کا کوئی گوشہ میری نظر سے اوجھل نہیں ہے ۔ کہ میں بھی اسی کا قدیم فیض یافتہ ہوں اور اس کے نامور اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کر چکا ہوں ۔

مولانا عبد اللہ رشید صاحب رشدؔ مکی (خطیب سورتی جامع مسجد رنگون)

مدرسہ صولتیہ مسلمانان ہند کی مشترکہ یادگار ۔ مجھے مدرسہ دیکھ کر علاوہ مدرسہ کی علمی خدمات کے اس پر بھی فخر ہوا کہ ارض مقدس میں یہ ہندوستانیوں کی سعی اور خدمت کی ایک شاندار یادگار ہے ۔

نواب صدر یار جنگ بہادر

مرکز اسلام میں اہل ہند کے ایثار اور ذوق خدمت اسلام کا یہ مدرسہ عملی نمونہ ہے ۔

خان بہادر سید احمد حسین صاحب رضوی (رئیس لکھنؤ)

مکہ مکرمہ میں ذوالحجۃ الحرام ۱۳۶۰ھ کی چوتھی اس بنا پر راقم کے حق میں یادگار ہے کہ اس تاریخ یہاں کے

سب سے قدیم چھیاسٹھ سال کے ہندوستانی ہاتھوں اور سرمایہ سے قائم کئے ہوئے مدرسہ صولتیہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت اور طلبائے مدرسہ کی قرأت اور عربی اُردو بول چال سے مسرت حاصل کی۔

الحاج مولوی محمد اکبر علی صاحب (مالک و مدیر اخبار صحیفہ روزانہ حیدرآباد دکن)

مدرسہ صولتیہ مرکز اسلام میں اولین درسگاہ ہے۔ یہ مدرسہ بلحاظ اپنی باضابطہ تعلیم اور نگرانی کے اس ملک حجاز میں پہلی نظیر ہے۔

مولانا مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی مرحوم

یہ سب سے پہلا دارالعلوم ہے جو ام القریٰ (مکہ معظمہ) میں چند صدیوں تک علمی تباہ حالی کے بعد قائم ہوا۔

علامہ طنطاوی جوہری مرحوم (مشہور مفسر قرآن)

مدرسہ صولتیہ کے لئے یہ فخر کافی ہے کہ وہ پہلی درسگاہ ہے۔ جو مکہ معظمہ میں قائم ہوئی۔

علامہ محمد طیّب المراکشی (نزیل حرم)

مدرسہ صولتیہ جزیرۃ العرب میں سب سے بڑا دینی دارالعلوم ہے (مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ) سب سے بڑا دینی مدرسہ ہے۔ جس نے ساٹھ سال سے زیادہ عرصے سے علوم و معارف کی خدمت و اشاعت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔

مولانا عبدالحق صاحب مدنی (ناظم مدرسہ قاسمیہ مرادآباد)

مدرسہ صولتیہ کا مسلک۔ مدرسہ کی خوش نصیبی اور مولانا مرحوم (حضرت بانی مدرسہ علیہ الرحمۃ) کی نیک نیتی کا ایک عمدہ ثمرہ یہ ہے کہ اس کے تمام مدرسین اور طلبا اس وقت کی آفتوں سے علیحدہ ہیں۔ ان کے خیالات میں افراط و تفریط ہے اور نہ جدال و نزاع کا انہیں شوق ہے۔ اور نہ کسی مسلمان کی تکفیر و تفسیق کا انہیں خیال ہے۔ الحمدللہ کہ اس نازک اور پُرفتنہ وقت میں اس بلا سے بچنا ہی خدا کا بڑا فضل ہے۔ وہ بھی اس مدرسہ پر ہے۔ اس مدرسہ میں یہ اثر ہے کہ اس کے مہتمم اور مدرسین اس فتنۂ عظیم سے علیحدہ ہیں۔

مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مرحوم (ناظم اول ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدرسہ صولتیہ کا فیضِ عام۔ وہاں (مدرسہ صولتیہ) کے تلامذہ نے ہندوستان آکر یہاں کے باشندوں کو بھی فیضِ علم پہنچایا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب (الہ آباد) قاری سید حسن صاحب (دوجانہ) قاری سلیمان صاحب ایسی ہستیاں ہیں جن کی شہرت سارے ہندوستان میں ہے۔

نواب صدر یار جنگ بہادر

اس (مدرسہ صولتیہ) سے بہت فیض تمام مقامات پر پہنچ رہا ہے اور ایک وقت میں اس نے جب کہ تعلیم کا سلسلہ بہت کم ہوچکا تھا تو اس سلسلہ کو زندہ کیا اور اس سے دنیائے اسلام میں ایک نئی روشنی پھر پیدا ہوئی۔

شیخ محمد امین (مالک فرم امین برادرس کلکتہ)

اس مدرسہ میں ہمارے جدامجد مولانا عبدالوہاب صاحب بانی مدرسہ باقیات صالحات ویلوری اور ان کے صاحبزادہ مولانا ضیاءالدین صاحب مہتمم مدرسہ باقیات صالحات ویلوری نے بھی تعلیم حاصل کی۔ مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامیذ میں ہیں۔ گویا ہمارا مدرسہ باقیات صالحات واقع ویلور علاقہ مدراس اسی مدرسہ کی شاخ ہے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب (نائب مہتمم مدرسہ باقیات صالحات ویلور مدراس)

مکہ معظمہ کے اکثر ممتاز علماء اسی مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں۔ ان کے علاوہ ممالک اسلامیہ میں بھی اس کے ابنائے قدیم بکثرت ہیں۔ علامہ محمد طیب المراکشی (نزیل حرم)

ہزاروں علماء اس مدرسہ کے فارغ شدہ مکہ شریف، مدینہ شریف، مصر، جاوا، بخارا، ہندوستان وغیرہ میں موجود ہیں۔ اور اپنے فیوض سے اوروں کو منور کر رہے ہیں۔ مولانا سید قاری محی الدین صاحب (قائد سلاسر کرمالی)

مدرسہ صولتیہ کی مرکزی اہمیت۔ میں ہندوستان میں اکثر مدرسہ صولتیہ کا تذکرہ سنا کرتا تھا۔ اور ہندوستان کے عربی مدارس کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرا یہ خیال تھا کہ یہ بھی غالباً اسی حیثیت کا ایک مدرسہ ہوگا۔ لیکن یہاں حاضر ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک شاندار مذہبی یونیورسٹی ہے، اور ایک بے نظیر سرچشمۂ فضل و کمال ہے جہاں بہت سے تشنگان علم سیراب ہوتے ہیں۔ مولانا ناہد القادری صاحب ایڈیٹر رسالہ زمزم دہلی

مدرسہ اسلام کے ایک ایسے مرکز (سینٹر) یعنی مکہ معظمہ میں واقع ہے جس سے تمام دنیا کے اہل اسلام مستفید اور متمتع ہوسکتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی مرحوم (پروفیسر اورنیٹل کالج لاہور)

حقیقت یہ ہے کہ یہ (مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ) عالم اسلام کا بین الاقوامی کالج ہے۔ اس میں ہندوستانی افغانی۔ بخاری چینی۔ عربی۔ مصری۔ جاوی۔ جزائری (الجزائر و مراکش) مختلف مقامات کے طالب علموں کے نمائندے موجود ہیں۔ دیوان محمد احباب صاحب چودھری ایم۔ایل۔اے (رئیس سلہٹ آسام)

مدرسہ دیکھنے سے قبل اس کا اندازہ بھی نہ ہوا تھا کہ مکہ معظمہ میں ایسا مدرسہ بھی موجود ہے۔ مولوی محمد فیض الدین صاحب (کیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن)

یہ مدرسہ ایک بین الاقوامی ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے کہ دنیا کے ہر ملک کے طلبا بغیر کسی فیس اور شرط کے اس میں داخل ہو سکتے ہیں اور تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

خان بہادر نبی بخش آدم صاحب (ریٹائرڈ کلکٹر بھروچ کاٹھیاواڑ)

مدرسہ کا وجود اور اس کی مرکزی ضرورت۔ اس مقدس مقام میں ایسے بابرکت مدرسہ کی ضرورت تھی خداوند کریم نے اس کار خیر کی ابتدا مولوی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کرائی۔

مولوی کریم الدین حسینی صاحب (قافلہ سالار حیدر آباد دکن)

مدرسہ پہنچکر اس کے حالات خوب نظر غائر سے میں نے دیکھے اور تفصیلی حالات وقتاً فوقتاً مدرسہ جا کر دریافت کئے میں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ اس پاک سرزمین میں اس مدرسہ کا وجود نہایت مغتنم اور ضروری ہے۔ اس کے کار آمد اور ضروری ہونے میں کوئی وجہ تامل کی نہیں۔

مولوی حکیم رضی الحسن صاحب مرحوم (رئیس کاندھلہ ضلع مظفر نگر)

مکہ معظمہ میں جو دنیائے اسلام کا مرکز ہے ایسے دینی مدرسہ کا قیام ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

مولوی ایس ابن علی صاحب مرحوم (مالک و اڈیٹر اخبار نیر اعظم مراد آباد)

میں بہت وثوق سے کہتا ہوں کہ اس مدرسہ کا ہونا مکہ معظمہ میں اہل ہند کے حق میں اشد ضروریات سے ہے۔

مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی فاروقی۔

مدرسہ صولتیہ کا خاص امتیاز۔ ایک یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے پوری عقیدت سے مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم کو استنبول بلا کر خاص مہمان رکھا تھا۔ اور اس موقع پر بیش بہا رقم (ایک ہزار روپیہ ماہوار) مدرسہ صولتیہ کے لئے مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ مگر مولانا نے اس کو یہ کہہ کر منظور نہ فرمایا کہ "اس مدرسہ کی خدمت میں سوائے ہندوستانیوں کے دوسری خدمت منظور نہیں"۔

نواب صدر یار جنگ بہادر

اس مدرسہ کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ مقامی حکومت سے کوئی اعانت کسی قسم کی حاصل نہیں کرتا ہے، قیام مدرسہ سے برابر اس پر عمل ہے اور اس کے جانشین اب تک اس پر عامل ہیں۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے

مولانا سید شاہ قادر محی الدین صاحب (قافلہ سالار حیدر آباد دکن)۔

مدرسہ صولتیہ کا سرمایہ۔ اس درسگاہ کا سرمایۂ عزت و امتیاز یہ ہے کہ یہ خانۂ کعبہ سے قریب ہے اور اس کے زیر سایہ دنیائے اسلام کے طلبا کو علم و معرفت کی دولت سے مالا مال کر رہی ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا نقش ہے جس کے آثار عمر بھر باقی رہیں گے، اور اس کا فیض کبھی ختم نہ ہوگا۔ دیوان محمد احباب صاحب ایم۔ ایل۔ اے (رئیس سلہٹ)

مدرسہ صولتیہ کا نظم و انتظام۔ مدرسہ کی موجودہ تعلیمی اور انتظامی حالت ہر طرح قابل اطمینان ہے۔
نواب سر عبدالقیوم خاں صاحب مرحوم کے۔ سی۔ ایس۔ آئی (صاحبزادہ ٹوپی ضلع پشاور)

مدرسہ اپنے منتظمین کی خوش انتظامی کے باعث بہت اچھی طرح اپنا کام انجام دے رہا ہے، ایسے مقام پر ایسا مدرسہ ہر طرح قابل مبارکباد ہے۔

ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب (سابق ناظم طبابت و حفظان صحت سرکار عالی حیدر آباد دکن)

یہ مدرسہ مکہ معظمہ میں قدیم ترین درسگاہ ہے اور صرف یہی درسگاہ باضابطہ نظم کے ساتھ مکہ معظمہ میں اپنا کام کرتی ہے۔ خان بہادر مولوی عبدالمومن صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ (ریٹائرڈ کمشنر کلکتہ)

مجھے بفضلہ تعالیٰ مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے عرصہ پچاس سال کے قریب ہوتا ہے۔ مدرسہ صولتیہ کے حسن انتظام کا حال اکثر معلوم ہوتا رہا ہے۔ حافظ محمد احمد صاحب مرحوم مہتمم اسبق حرمین شریفین اور مولوی محمد اعظم حسین صاحب مرحوم میر منشی وزارت بھوپال نے مدرسہ کے حسن انتظام کی تصدیق فرمائی ہے۔

مولوی نظر احمد صاحب (مہتمم دفتر مصارف حرمین شریفین گورنمنٹ بھوپال)

یہ مجھے پہلے بھی معلوم تھا کہ مدرسہ صولتیہ مکہ کے اور سب مدرسوں سے زیادہ منظم اور مفید ہے، انتظامات نہایت قابل پسند اور شایان تحسین ہیں۔

خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین صاحب (سابق اکٹنگ برٹش قونصل جدہ حجاز)

مدرسہ کا حسن انتظام، ترتیب عمل اور اساتذۂ کرام مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین و علم کی راہ میں ان غیور و باہمت علماء اور مخلصین میں اضافہ اور برکت فرمائے۔ سید محمد زبارہ الحسنی (وزیر دربار امام یمن)

مدرسہ صولتیہ کا معیار تعلیم۔ آج تک مکہ معظمہ میں منظم طریقہ پر اگر تعلیم ہوتی ہے تو وہ صرف مدرسہ صولتیہ میں ہوتی ہے
مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

مدرسہ صولتیہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ جو ملت اسلامیہ کی اہم خدمت انجام دے رہا ہے، مدرسہ میں دینی اور مذہبی تعلیم کا اعلیٰ انتظام ہے۔

نواب ایم۔ ناصر الملک بہادر (مہتر چترال)

مدرسہ میں قرآن شریف، تجوید و قرأت، عقائد، تاریخ، فقہ، ریاضی کی ایسی تنظیم ہے جس کا مقابلہ ان ملکوں کے بہترین مدارس بھی مشکل سے کر سکیں گے، میری طبعی خواہش ہے کہ ہمارے ہندوستانی طالب علموں کو اس کی تعلیم کے استفادہ کا زیادہ شوق پیدا ہو اور منتظمین ان کے لئے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائیں۔

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی (سابق نزیل حرم)

مدرسہ صولتیہ کا نصاب و نظام تعلیم۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے اس کی متعدد جماعتوں کے درس میں بھی شامل ہوا۔ میرے خیال میں مدرسہ کی تعلیم، نصاب تعلیم، طرز تعلیم من کل الوجوہ اطمینان بخش ہے۔

مولانا محمد اکرم خاں صاحب۔ (مالک اخبار محمدی) کلکتہ

ابتدائی و ثانوی تعلیم کی بارہ سالہ جماعتوں اور علوم دینیہ، علوم ریاضیہ، علوم ادبیہ کی اعلیٰ تعلیم کا نظم اور نظام تعلیم کی ترتیب کو دیکھ کر میرا دل مسرت سے لبریز ہے۔

شیخ عبد القادر ابو الخیر (اکونٹنٹ جنرل ادارۂ امن عام مملکت سعودیہ)

مدرسہ صولتیہ کی اقسام علیہ (شعبۂ ابتدائی۔ شعبۂ ثانوی۔ شعبۂ عالی) کو اپنے نصب العین کی طرف جس قوت کے ساتھ ترقی کرتے دیکھ رہا ہوں۔ اس کا مقابلہ یہاں کا کوئی مدرسہ نہیں کر سکتا۔

شیخ محمد علی خوقیر (سابق انسپکٹر تعلیمات حال ممبر مجلس شوریٰ مملکۃ سعودیہ)

مدرسہ کا نصاب تعلیم اسلامی نقطۂ نظر سے موزوں ہے اور اپنے فرائض نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔

خان بہادر نبی بخش آدم صاحب (ریٹائرڈ کلکٹر بھروچ۔ کاٹھیاواڑ)

مدرسہ کی عمارات اور درسگاہیں۔ خصوصیت کے ساتھ یہ نہایت مسرت آفریں ہے کہ مدرسہ کی پرانی عمارت ہی ذاتی نہیں بلکہ ایک نو تعمیر، بلند قامت عمارت جس میں جلسوں کے لئے ایک کشادہ ہال اور ایک خوشنما مسجد اور دار الاقامہ بھی ہے، مدرسہ کی ذاتی ملک ہے۔

مولوی محمد اکبر علی صاحب (مالک و مدیر اخبار صحیفہ روزانہ حیدر آباد دکن)

مدرسہ کی عمارت قدیم وجدید اور دارالاقامہ کو دیکھا۔ عمارت بہت ہوادار اعلیٰ درجہ کی ہے، درس کے کمرے بہت وسیع ہیں اور سب سے اوپر "دارالحدیث" کا کمرہ نہایت شاندار ہے۔

مولوی محمد فیض الدین صاحب (قافلہ سالار وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بورڈنگ ہاؤس، درسگاہ اور مسجد ایسی عمارات بنوائی ہیں جو اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ بورڈنگ ہاؤس نہایت عالیشان عمارت ہے۔ اور اس میں حفظان صحت کے تمام اصولوں کو مدنظر رکھا ہے مدرسہ ان مدارس سے بہت اچھی ہیں جو ہمارے پنجاب میں ہائی اسکول کے لئے عمارات بنوائی گئی ہیں مسجد بالکل ہندوستان کے نمونہ کی ہے اور اپنی عزت اور شان میں کسی عمارت سے کم نہیں ہے۔

مولوی سر رحیم بخش صاحب مرحوم (سابق پریمیر ریاست بہاول پور)

علمائے مصر کی ایک ممتاز جماعت کے ہمراہ مدرسہ کی متعلقہ عمارات کے ساتھ جدید درسگاہ، پردیسی طلباء کا دارالاقامہ، عمارت کتب خانہ اور پرانی درسگاہ دیکھی۔ ان تمام عمارتوں کو دیکھ کر دلی مسرت، سب سے زیادہ مدرسہ کے نظام حسن ترتیب اور صفائی کے بہترانتظام سے حاصل ہوئی۔

شیخ عبدالرحمٰن تاج (پروفیسر جامعہ ازہر، مصر)

میں نے مکہ معظمہ میں ایسی شاندار عمارت کا کوئی مدرسہ نہیں دیکھا، خصوصاً "عثمانیہ ہال" جو اعلیٰ حضرت سلطان العلوم آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے اسم گرامی سے موسوم ہے، مکہ مکرمہ میں اس وسعت کا کوئی ہال دیکھنے میں نہیں آیا۔

مولانا سید قادر محی الدین صاحب (قافلہ سالار حیدرآباد دکن)

مدرسہ صولتیہ اور خدمت قرآن۔ میرے لئے باعث فخر ہے کہ میں نے اس مدرسہ کی تقلید میں پیشتر سے اپنے مدرسہ شمس الہدیٰ بانکی پور میں تجوید کے لئے ایک شاخ علیحدہ قائم کر دی ہے۔

سید نور الہدیٰ صاحب مرحوم سی۔ آئی۔ ای (سابق جج ہائیکورٹ کلکتہ ورئیس پٹنہ)

یہ مدرسہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ وقدس اللہ سرہٗ کی یادگار ہے، علوم کے پڑھانے اور بالخصوص تجوید کے سکھلانے اور لہجۂ عرب کے بتلانے میں مدرسہ بے نظیر ہے۔

مولانا مشتاق احمد صاحب مرحوم (مفتی ریاست کنجپورہ کرنال)

فن قرائت جس پر خاص اہل عرب کو ناز تھا خصوصاً اہل ہند کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے آج وہ اسی مدرسہ سے خصوصاً فن قرائت سیکھنا فخر جانتے ہیں۔

شاہ وارث حسن صاحب چشتی مرحوم (کوڑا جہاں آباد ضلع فتحپور ہسوہ)

مدرسہ صولتیہ کا کتبخانہ۔ مدرسہ کا کتبخانہ دیکھا جس میں مختلف علوم وفنون کی کتابوں کی بہت بڑی تعداد ہے کتبخانہ کا نظام اور حسن ترتیب باعث مسرت ہے۔

شیخ محمد علی کشاف (پروفیسر جامعہ ازہر مصر)

اس تاریخی یادگار کو اتنے عرصہ تک جاری رکھنا ہی ہزار کاموں کا ایک کام ہے اور پھر اس کے ساتھ ایک عالی شان عمارت اور ایک اچھا کتب خانہ بھی سرمایہ میں اضافہ کر رہا ہے۔

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی (سابق نزیل حرم)

مدرسہ صولتیہ کا صیغۂ محاسبی۔ یہ لکھتے ہوئے بہت خوش ہوں کہ مجھے مدرسہ صولتیہ کے حسابات کے رجسٹروں کے معائنہ کا موقع ملا مجھے یہ بیان کرتے ہوئے بڑی مسرت ہے کہ حسابات کے رجسٹر بالکل اپ ٹو ڈیٹ قائم ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے دفاتر میں رکھے جاتے ہیں۔

مسٹر رحمت اللہ خاں صاحب (آڈیٹر یو۔ پی)

کمترین بمعیت جناب مولانا مولوی عبید اللہ صاحب سندھی۔ سابق ناظم نظارۃ المعارف دہلی (سابق نزیل حرم) مدرسہ میں حاضر ہوا۔ اکثر رجسٹرات دیکھے اور حسابات کو بھی دیکھا۔ باقاعدہ مرتب پایا۔ اس معائنہ کے بعد میں نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مدرسہ کی حالت قابل تحسین و لائق آفریں ہے۔

مولوی حافظ نظر احمد صاحب (مہتمم دفتر مصارف حرمین شریفین گورنمنٹ بھوپال)

میں نے مع ہمراہیان حاجی عبد الحمید و حاجی محمد کامل مدرسہ صولتیہ کا متعدد مرتبہ اور متعدد اوقات میں خوب اچھی طرح سے معائنہ کیا۔ اور جس قدر مدرسہ موصوف کی تعریف سنی تھی اس سے ہر حیثیت سے زیادہ بہتر پایا۔ انتظام نہایت عمدہ ہے، حسابات باقاعدہ پائے۔

شیخ اعجاز الدین صاحب (مالک فرم ایس اعجاز الدین اینڈ کو کولوٹولا اسٹریٹ کلکتہ)

مدرسہ صولتیہ کی موجودہ عام حالت۔ مجھے مدرسہ صولتیہ کے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہر

کلاس میں گیا۔ ہر جماعت کا مقررہ نظام تعلیم دیکھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا اس میں مدرسہ کے نظام و ترتیب سے بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ میری دلی تمنا ہے کہ مدرسہ کی ترقی اور کامیابی برابر جاری رہے، تاکہ وہ اپنی شاندار تاریخ اور ادبی مرکز کے لحاظ سے اپنا اہم فرض پورا کر سکے۔

سید محمد طاہر الدباغ (ڈائرکٹر جنرل تعلیمات و معارف عامہ مملکتہ سعودیہ مکہ مکرمہ)

میں نے مدرسہ کی عمارت، مدرسہ کا کتبخانہ، طلبا کا دارالاقامہ، مسجد، تعلیم و تعلیم کی حالت، صفائی کا اہتمام، یہ سب بخوبی دیکھا، ماشاء اللہ ہر پہلو سے اس کو میں نے درست اور عمدہ پایا۔

مولوی خطیب قادر بادشاہ صاحب مرحوم (گوڈ تگ اسٹریٹ مدراس)

خوش بختی سے مدرسہ دیکھنے کا موقع ملا۔ آج تک جو کچھ سمجھ رکھا تھا اس سے کہیں زیادہ پایا۔ علم کی فراوانی۔ مسلسل جد و جہد اور علمی قوت کے ساتھ یہاں سالہا سال سے جہل اور لاعلمی کے خلاف پیہم جہاد ہو رہا ہے، یہ سب کام ایک بہتر نظام کے ماتحت خوبصورت عمارتوں میں چل رہا ہے۔ جو نور علی نور ہے۔

شیخ حسین محمد نصیف (رئیس جدہ۔ حجاز)

ہم مدرسہ کی حالت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، کیونکہ یہ مدرسہ مکہ معظمہ کے جملہ مدارس سے بہتر پایا گیا ہے۔

شیخ اعجاز الدین صاحب (مالک فرم ایس۔ اعجاز الدین اینڈ کو کلکتہ)

مدرسہ صولتیہ کا مستقبل۔ مجھے امید ہے اور دعا کرتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی زیادہ سے زیادہ توجہ اس ادارہ پر مبذول فرمائیں گے، اور کسی وقت اس کو ایک یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچا دیں گے۔

مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم۔ اے (رئیس کاندھلہ ضلع مظفر نگر)

مکہ معظمہ کو اسلامی تعلیم اور کلچر کا مرکز ہونا چاہیئے، اگرچہ مدرسہ صولتیہ ابھی درس و تدریس کے ایک بہت بلند معیار کا دعوٰی نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ عالم اسلام کی امداد و اعانت سے یہ مدرسہ بہت جلد ایک ایسی اول درجہ کی یونیورسٹی کے معیار پر پہنچ جائے گا جہاں مذہب اور کلچر کی بہترین تعلیم دی جاتی ہو۔

خان بہادر مولوی عبدالمومن صاحب سی۔ آئی۔ ای (ریٹائرڈ کمشنر کلکتہ)

ہمارا فرض ہے کہ عالم اسلام اور خاص طور پر ہندوستان کے لئے اس درسگاہ کو اسلامی تعلیم اور کلچر کا ایک

زندہ مرکز بنائیں۔

مسٹر ابوالہاشم (اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیمات گورنمنٹ بنگال کلکتہ)

مکہ معظمہ میں عالم اسلامی کی ایک یونیورسٹی کا قیام مولانا محمد علی مرحوم کا ایک خواب تھا، انہوں نے اس کے لئے ایک تحریک بھی شروع کی تھی۔ اب مدرسہ صولتیہ کو جامعہ حرم (مکہ یونیورسٹی) بنانے کی تحریک جاری ہے، اراکین مدرسہ اس تحریک کو چلا رہے ہیں۔

چودھری محمد احباب صاحب ایم۔ایل۔اے (رئیس سلہٹ آسام)

ان آثار و شواہد نے یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کیا کہ مدرسہ صولتیہ رو بہ ترقی ہے اور اس بجا کوشش میں ہے کہ ایک مکمل جامعہ دینیات بن جائے، جہاں سے علمائے جید نکل کر علوم و معارف کے چشمے بہائیں۔

مولانا محمد اکبر علی صاحب (مالک و مدیر صحیفہ روزانہ حیدر آباد دکن)

مدرسہ صولتیہ اور مسلمانانِ ہند

اہل ہند کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ مدرسہ صولتیہ کی خدمت قدمے، درمے، سخنے کرنے میں دریغ نہ فرمائیں تاکہ یہ چشمۂ فیض جاری رہے اور ہندوستان کا سر افتخار بلند و تاباں رہے۔

نواب صدر یار جنگ بہادر (مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی)

ہندوستان کے مسلمانوں کی حرم محترم مکہ معظمہ میں علمی دلچسپی و خدمت گزاری کا بہترین عملی ثبوت یہ مدرسہ ہے مسلمانانِ ہند کو اس کی امداد کی طرف خصوصیت سے توجہ کرنی چاہیئے۔

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب (مفتی رنگون۔برما)

میں بہت وثوق سے کہتا ہوں کہ اس مدرسہ کا ہونا مکہ معظمہ میں اہل ہند کے حق میں اشد ضروریات سے ہے۔ اور چونکہ ضروری کا موقوف علیہ بھی ضروری ہوتا ہے، اس حالت میں اس کی اعانت کے ضروری ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ امرائے ہند سے جو اکثر اپنی دریا دلی و وفور کرم و جوشِ سخا سے اکثر مدارس ہند میں کہ بعض ان میں فضول محض ہیں۔ اعانت فرماتے ہیں۔ کیونکر ہم یقین نہ کریں کہ وہ اس ضروری موقع کو نظر انداز

فرمائیں گے ۔ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی

کارکنانِ مدرسہ بیش بہا خدمات علومِ عربیہ کی انجام دے رہے ہیں ۔ میں مسلمانانِ ہند سے خصوصی طور پر پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مدرسہ کی جس قدر بھی خدمت کرسکیں اس میں کوتاہی نہ کریں ۔ نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طرف بیش از بیش پیشقدمی کی جائے ۔

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی (شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند)

دارُالعلومِ حرم کا عہدِ حاضر

اجمالی حالات ۔ اعداد و شمار ۔ تفصیلاتِ عامّہ

صدائے حرم کی اشاعت اور موجودہ مشکلات

دارالعلوم حرم کی سہ سالہ نئی روئیداد (صدائے حرم) کے اہم مواد کے ساتھ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ سے محرم سنہ ۱۳۶۱ھ تک اصحاب خیر امداد کنندگان مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی مدوار عام فہرست اور آمد و خرچ کے نقشہ جات اور امور تفصیلی حساب مرکزی دفتر مدرسہ مکہ معظمہ سے حال میں صدر دفتر مدرسہ دہلی کو بغرض اشاعت وصول ہوا ہے۔

کارکنان مدرسہ جدید سالنامہ کی اشاعت کے منتظر ہوں گے۔ مگر اہل حرم اور دارالامن کی پرسکون و پرعافیت فضا میں رہنے والوں کو ہندوستان جیسے دار الفتن کی موجودہ عام پریشان کن حالت اور ہر قدم پر مشکلات کے ہجوم کا پورا احساس کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہاں عملی زندگی میں کن دشواریوں اور ہمت شکن حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ صدر دفتر کے صیغۂ نشر و اشاعت نے مرکزی دفتر مکہ معظمہ سے آئے ہوئے مواد میں ضروری اختصار کے باوجود اشاعت کا جو یقینی تخمینہ تیار کیا ہے وہ موجودہ حالات میں ناقابل برداشت ہے۔ سب سے اہم مرحلہ کاغذ کی سخت گرانی اور کمیابی کا ہے۔ اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا کہ "ندائے حرم" کی اس اشاعت میں نئے سالنامہ کا خلاصہ دے دیا جائے۔

اس مضمون میں اہم سرخیوں کے ماتحت دارالعلوم حرم کے متعلق مختصر طور پر ضروری حالات یعنی "سخنہائے گفتنی" اور آمد و خرچ کا اجمالی بیان ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اللہ کا فضل و کرم شامل حال رہا تو اختتام جنگ کے بعد سالنامہ یا صدائے حرم کی مکمل اشاعت ہوگی

گذشتہ عالمگیر جنگ میں بھی اسی قسم کی دشواریوں کی وجہ سے مجبوراً مدرسہ کی ششش سالہ رودیداد جنگ کے بعد شائع ہوئی تھی۔ اول بآخر نسبتے دارد۔

ہمارا مقصد۔ ہر تحریک اور کام کی اہمیت کا مدار اس کے بنیادی مقاصد اور ماحول کے وسیع اثرات پر ہے جس عرفانی تحریک کی ابتدا مرکز اسلام سے ہو اس کے دور رس نتائج کا اندازہ کرنا اہل دل مسلمانوں کے لئے کچھ مشکل نہیں، مقصد کی حد تک جو چیز مختصر طور پر بیان کی جا سکتی ہے وہ ایک نمایاں حقیقت کی حیثیت سے صرف یہی ہے کہ "دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی مرکزی افادیت کو مرکز اسلام کے شایانِ شان بلند کیا جائے"

انہتر ۶۹ سال کی پیہم جد وجہد کے بعد خدا کو منظور ہے تو مستقبل قریب میں وہ مبارک دن آنے والا ہے جبکہ تمام دنیائے اسلام کے سامنے باہمت و حوصلہ مند مسلمانانِ ہند کا سر افتخار بلند ہو گا، اور خدا کے پاک و برگزیدہ مقام پر ان کی یہ واحد قومی اور علمی درسگاہ مشترکہ مرکز میں تمام مسلمانان عالم کے لئے متحدہ مرکزی یونیورسٹی ہو گی

چالیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ در کعبہ سے اس اہم مرکزی ضرورت کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے لئے جس قدر سرمایہ اور قوت کی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ حصول مقصد کے جنون اور مسلسل کوشش کے بغیر یہ اسلامی مقصد پورا نہیں ہو سکتا، اسی کو ہم مرکز اسلام کا پیغام کہتے ہیں۔ جو اس صدی کے منتشر الخیال، مسلوب العمل، مفلوج القویٰ مسلمانوں کو پہنچا رہے ہیں۔ اور ان کو مرکزی تنظیم کی دعوت دے رہے ہیں۔

تعلیم اور نظام تعلیم۔ جس عملی صورت کی بنیاد پر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے متعلق اس توقع کو بجا طور پر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہر حیثیت سے ترقی کر کے "مکہ یونیورسٹی" کا بلند درجہ حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس کے نظام اور دستور تعلیم کی پختگی اور مفید عملی نتائج ہیں۔ گرد و پیش کے ناگوار حالات کے باوجود آج تک جو کچھ ہوتا رہا وہ خدا کی غیبی تائید کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔ بے سر و سامانی اور کم مائیگی کے باوجود مدرسہ صولتیہ اپنا مرکزی فرض ادا کر رہا ہے۔

ہندوستان کے مشہور سیاسی شہسوار مولانا عبید اللہ صاحب سندھی نے زمانۂ قیام حرم میں درسگاہ حرم کے متعلق اپنی وقیع رائے میں ایک واقف حال کی حیثیت سے اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ

"اس تاریخی یادگار کو اتنے عرصہ تک جاری رکھنا ہی ہزار کاموں کا ایک کام ہے"

دنیا کے ہولناک مصائب کے ساتھ خود حجاز مقدس کے اندرونی انقلابات کے ناگزیر اثرات نے اگرچہ بار بار دارالعلوم حرم کی تدریجی ترقی کو محدود کر دیا تھا۔ مگر خدا کی رحمت اور حضرت بانی مدرسہ علیہ الرحمۃ کے خلوص وللہیت سے رفقائے کار کی ہمت واستقلال میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور یاس و نا امیدی کی بجائے کامیابی کی توقعات سے زیادہ خدا پر بھروسہ بڑھتا گیا اور ہر مرتبہ عملی جوش نے نئے عزم اور پختہ ارادہ کے ساتھ آگے بڑھا دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ ان پے بہ پے مشکلات ومصائب کا یہ گہرا اثر ضرور ہوا کہ دارالعلوم حرم کی جماعت عاملہ "خوگر درد" ہو گئی یا یہ کہیئے کہ سخت جان بن گئی۔

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے　　　فانوس بن کے آپ حفاظت ہوا کرے

دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بلا ادّعائے کمال یہ کہنے کا حقدار ہے کہ وہ مرکز اسلام میں اپنے مفید نتائج اور وسیع نظام عمل کے اعتبار سے ایک مؤثر تحریک ہے۔ اور جوار کعبہ میں اسلامی دنیا سے آنے والے شائقین علم کا واحد دینی اور عرفانی مرکز ہے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے خاص ماحول اور مختلف تعلیمی شعبوں میں چودہ سالہ مدت تعلیم کا اگر عام جائزہ لیا جائے تو اس امر کا احساس ہوگا کہ تعلیمی مدارج ما تدریسی نصاب اور تربیتی نظام میں جہاں مرکزی خصوصیات کا لحاظ رکھا گیا ہے اس کے ساتھ ایک عملی جذبہ، اتحاد وصداقت پر اعتماد، خلوص وتندہی۔ یہ چیزیں دارالعلوم حرم کی مختصر دنیا کی آبادی کا سامان ہیں۔ کام کرنے والے اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں۔ اور بارگاہ ایزدی میں حسن نیت و مقبولیت عمل کے لئے دست بدعا ہیں، اسی کی دی ہوئی توفیق سے یہ بوریہ نشیں مرکزی جماعت سر جوڑ کر اپنی خدمات کی ادائیگی میں مصروف ہے۔

نصاب تعلیم

دارالعلوم حرم کے نصاب تعلیم کا اہم مسئلہ مختلف زمانوں میں مختلف مراحل طے کرتا ہوا آج خدا کے فضل سے اس حد تک پہنچا ہے کہ اسے مرکز اسلام کی بہت سی اہم مرکزی اور علمی ضرورتوں کی تکمیل کا قابل اطمینان ذریعہ سمجھنا چاہیئے

مدرسہ صولتیہ ارض حرم پر ممالک اسلامیہ کے طلبہ کی بین الاقوامی درسگاہ ہے اس لئے مرکزی حیثیت سے ایک مشترک النفع نصاب اور نظام تعلیم کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، مختصر طور پر مدرسہ صولتیہ کے نصاب تعلیم ونظام تعلیم کا خاکہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

نصاب تعلیم شعبۂ تحضیری (پرائمری اسکول)

مدت تعلیم تین سال

سال اول	سال دوم	سال سوم
۱- سہ ماہ اول - فقط ہجا	۱- قرآن کریم - تجوید کے ساتھ	۱- قرآن پاک تجوید کے ساتھ
۲- سہ ماہ دوم	۲- مبادی دین	۲- مبادی دین
۱- ہجا	۳- فقہ (ضروری مسائل عملی طور پر)	۳- فقہ
۲- قرآن	۴- حساب	۴- حساب عملی اور زبانی
۳- مبادی دین	۵- خوش خطی	۵- خط عربی
۴- فقہ (ضروری مسائل عملی طور پر)	۶- املا (دو حرفی سہ حرفی الفاظ لکھنا)	۶- املا (سہ حرفی چہار حرفی الفاظ لکھنا اور مشق کرنا)
۵- گنتی یاد کرنا	۷- قرأت عربیہ، عربی کے سہل جملے پڑھنا و یاد کرنا	۷- قرأت عربیہ عربی عبارت پڑھنے کی مشق کرنا
۶- حساب (زبانی)	۸- سیرۃ رسول پاکؐ - نسب نامہ اور مختصر حالات	۸- سیرت نبی اکرمؐ - ضروری حالات زندگی
۷- تختی لکھنا	زبانی طور سے بچوں کے ذہن نشین کرنا۔	۹- اخلاق { معاشرت کے ضروری آداب وغیرہ کی زبانی تعلیم

نصاب تعلیم شعبۂ ابتدائی (مڈل اسکول)

مدت تعلیم چار سال

۱- علوم دینیہ:

- ۱- قرآن کریم
- ۲- تجوید، ہدایۃ المستفید مع عملی مشق
- ۳- فقہ، { حنفی - مسائل النفیسہ، نور الایضاح، قدوری / شافعی - سفینۃ النجاۃ، ابو شجاع، متن الزبد }
- ۴- اصول دین و اخلاق، مرتبہ مواد

۲۔ علوم لغتِ عربیہ

- ۱۔ قواعد لغت ، اجرومیہ ، امثلۂ جدیدہ ، متن المقصود ، قطر الندی ، عملی مشق
- ۲۔ املا و قرأت عربیہ ، عملی طور پر
- ۳۔ انشا و مکالمہ ، مقررہ مواد پر مختصر مضامین لکھنا اور بولنا ۔
- ۴۔ خطابہ و محفوظات ادبیہ ، منتخب کلام یاد کرنا
- ۵۔ خوشنویسی ، خط رقعہ اور خط نسخ

۳۔ علوم اجتماعیہ

- ۱۔ تاریخ اسلام ، التاریخ الاسلامی ، چاروں حصے ۔
- ۲۔ تقویم البلدان ، الجغرافیۃ الابتدائیہ ، ہر دو حصہ ۔
- ۳۔ حفظ صحت ، مبادی الصحۃ الاولیہ

۴۔ علوم ریاضیہ

- ۱۔ حساب ، کتاب الحساب ج ۱ و ۲
- ۲۔ ہندسہ ، مبادی الہندسہ
- ۳۔ تجارتی معلومات اور حساب بہی کھاتہ ، مرتبہ مواد

نصابِ تعلیم شعبۂ ثانوی

مدت تعلیم ۴ سال

۱۔ علوم دینیہ

- ۱۔ اصول الدین ، المنظومۃ
- ۲۔ تفسیر ، جلالین ، مطالعۂ قرآن
- ۳۔ اصول تفسیر ، نظم الرمزی
- ۴۔ حدیث ، بلوغ المرام ، ترمذی ، موطا امام مالک
- ۵۔ اصول حدیث ، البیقونیہ ، طلعۃ الانوار

۶۔ فقہ
- حنفی ، ملتقی الابحر ، شرح وقایہ
- شافعی ، تحفۃ الطلاب ، المنہاج
- مالکی ، الرسالہ ، اقرب المسالک ، مختصر خلیل

۷۔ اصول فقہ
- شافعی ، الورقات ، غایۃ الوصول
- حنفی ، المنار ، الشاشی ، نور الانوار
- مالکی ، الورقات ، غایۃ الوصول

۸۔ فرائض
- حنفی ، الرحبیۃ ، السراجیہ
- شافعی ، التحفہ ، السبط المارديني
- مالکی ، التحفہ ، ” ”

۹۔ اخلاق ، کتاب الاخلاق ، عظۃ الناشئین

۲۔ علوم لغت عربیہ
- ۱۔ قواعد لغت ، شذور الذہب ، متن الفیہ ، ابن عقیل ، مراح الارواح
- ۲۔ بلاغہ ، التجنبہ ، الجوہر المکنون ، متن التلخیص ، مختصر المعانی
- ۳۔ انشاء ، تحریر ، غنیۃ المتعلمین
- ۴۔ ادب ، الوسیط تاریخ ادب اللغۃ
- ۵۔ عروض ، میزان الذہب ۔

۳۔ علوم اجتماعیہ
- ۱۔ تاریخ ، تاریخ الخیاط حصہ ، العالم الاسلامی ، محاضرات الخضری ۔
- ۲۔ تقویم البلدان ، جغرافیہ اقلیمیہ ج ۱، ۲، ۳

۴۔ علوم ریاضیہ
- ۱۔ حساب ، کتاب الحساب ۔ ۳ و ۴ و ۵
- ۲۔ ہندسہ ، کتاب الہندسہ ج ۱ و ۲ و ۳
- ۳۔ فلک ، المختصر ، الباکورہ

نصاب تعلیم شعبۂ عالی

مدت تعلیم ۳ سال

۱۔ علوم دینیہ
- ۱۔ اصول الدین ، مقالات
- ۲۔ تفسیر ، ابن کثیر
- ۳۔ حدیث ، بخاری ، مسلم ، نسائی ، ابوداؤد ، ابن ماجہ
- ۴۔ فقہ
  - حنفی ، ہدایہ اخیرین
  - شافعی ، المحلیٰ
  - مالکی ، مختصر الخلیل ، حصہ معاملات
- ۵۔ اصول فقہ
  - حنفی ، توضیح تلویح
  - شافعی ، جمع الجوامع

۲۔ مطالعہ ، تاریخ اسلام ، ادب لغت ۔

جماعت عاملہ

(ہیئتہ ادارہ و تعلیم و ملازمین مدرسہ)

مرکزی دفتر مدرسہ مکہ معظمہ

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۱	۱	حافظ محمد نعیم صاحب	معتمد مرکزی دفتر
۲	۲	شیخ محمد علی الیاس	امین مجلس ادارہ مددگار صیغۂ عربی مرکزی دفتر
۳	۳	شیخ محمد بن عبداللہ	مراقب تعلیم و مددگار ادارہ
۴	۴	منشی محمد وارث صاحب	محاسب و مددگار صیغۂ اردو
۵	۵	شیخ احمد ملیباری	محافظ و مراسلہ

صدر دفتر مدرسہ - دہلی

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۶	۱	حافظ ضیاء الدین احمد صاحب	معتمد صدر دفتر
۷	۲	مولانا حامد الانصاری صاحب غازی	مدیر شعبۂ نشر و تحریر
۸	۳	منشی محبوب احمد صاحب رفعت	محاسب
۹	۴	مولوی سید دبیر احمد صاحب اشرفی	رفیق دائرہ معاونین
۱۰	۵	مولوی مقبول احمد صاحب رسوا	رفیق دائرہ معاونین
۱۱	۶	مولوی سمیع الدین صاحب کربانی	محصل
۱۲	۷	منشی رحمت علی صاحب	مدد گار صیغہ
۱۳	۸	منشی محمد الیاس صاحب سروش	کاتب

منتظمین شعبہائے تعلیم

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۱۴	۱	شیخ محمد حسن مشاط	نائب صدر مجلس ادارہ و نگراں شعبۂ ثانوی عالی استاذ تفسیر
۱۵	۲	شیخ عبد المطلب رملی	نگراں شعبۂ ابتدائی و مدرس شعبہ
۱۶	۳	" عبد اللہ خوجہ	نگراں شعبۂ تحفیری و معلم شعبہ
۱۷	۴	سید احمد دحلان	نگراں شعبۂ قرآن و تجوید و استاذ شعبۂ ثانوی

اساتذہ شعبۂ ثانوی و عالی

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۱۸	۱	علامہ شیخ عمر حمدان المحرسی	استاذ حدیث
۱۹	۲	مولانا عبد اللہ بخاری صاحب	استاذ
۲۰	۳	شیخ مختار مخدوم	استاذ
۲۱	۴	شیخ محمد ذکریا بیلا	استاذ
۲۲	۵	" محمد جعفری الکثیری	استاذ
۲۳	۶	" حسن سندی	مدد گار استاذ

مدرسین شعبۂ ابتدائی

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۲۴	۱	شیخ علی بکر	مدرس
۲۵	۲	" داؤد الرمانی	"
۲۶	۳	" عبد اللہ اسمٰعیل	"
۲۷	۴	مولوی عبد القادر کرامت اللہ	"
۲۸	۵	لطفی سادین	مدد گار مدرس

معلمین شعبۂ تفسیری

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۲۹	۱	سید ہاشم شطا	معلم
۳۰	۲	قاری احمد مظہر	״
۳۱	۳	حافظ سراج الحق	״
۳۲	۴	شیخ محمد شاط	״
۳۳	۵	حافظ محمد شفیق	مددگار معلم

معلمین شعبۂ حفظ قرآن و تجوید

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۳۴	۱	قاری فتح اللہ	معلم
۳۵	۲	قاری عبد الفتاح	״
۳۶	۳	سید محمد ناصف مغربی	مددگار معلم
۳۷	۴	قاری احمد ابو تیج مصری	معلم

صیغۂ کتبخانہ

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۳۸	۱	مولوی عبد اللہ غازی صاحب	مہتمم کتبخانہ
۳۹	۲	مولوی عصمت اللہ صاحب	مددگار مہتمم کتبخانہ

حاضر باش

نمبر	شمار	نام	عہدہ
۴۰	۱	محمد وکیل	فراش صدر دفتر
۴۱	۲	عبداللہ ملیباری	محافظ و منتظم شعبۂ ابتدائی و ثانوی
۴۲	۳	عبداللہ تخیری	محافظ و فراش شعبۂ عالی و ثانوی
۴۳	۴	عبدالرحمن بخاری	مؤذن مسجد و محافظ مدرسہ قدیم
۴۴	۵	محمود بخاری	محافظ دارالاقامہ
۴۵	۶	عبدالرزاق ہندی	سقہ مدرسہ
۴۶	۷	عبدالوہاب یمانی	״

عمارات مدرسہ ۔ مرکز اسلام میں یہ خصوصیت بھی مدرسہ صولتیہ ہی کو حاصل ہے کہ وہ اپنی ذاتی عمارتوں میں ہے، قدیم و جدید عمارتیں تعلیمی اور انتظامی ضرورتوں کے مطابق تیار کی گئی ہیں۔ مدرسہ کا مستقل دارالاقامہ (بورڈنگ ہاؤس) صوبۂ بہار کے اولوالعزم امیر نواب میر واجد حسین صاحب مرحوم رئیس پٹنہ کی خدا کے گھر میں دائمی یادگار ہے، سنہ ۱۳۶۰ھ کے سالانہ جلسہ کے موقر صدر مولانا سید قادری محی الدین صاحب سالار مستقل، قافلہ سرکار عالی حیدر آباد دکن نے دار العلوم حرم کے تفصیلی معائنہ فرمانے کے بعد اپنے زریں خیالات میں اس امر کی وضاحت فرمائی تھی کہ :۔

"بحالت موجودہ مدرسہ کیلئے موجودہ عمارت موزوں ہے، لیکن مدرسہ کی روز افزوں مقبولیت کے باعث آیندہ یہ عمارت بھی کافی نہ ہو سکے گی"

مولانا موصوف نے اپنی ہمدردانہ توجہ سے اس چیز کو محسوس کیا تھا کہ نئی عمارت کی پہلی منزل کے چار بڑے

کمروں میں مدرسہ کا کتبخانہ ہے جس کی ترقی کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ صحیح ثابت ہو رہا ہے کہ عمارت کا یہ وسیع حصہ کتبخانہ کی وسعت کے لئے کافی نہیں، تعلیمی ضرورتوں میں بھی حسب گنجائش اضافہ ہو رہا ہے اس لئے یقیناً نئی عمارت کا یہ حصہ جس میں کتبخانہ ہے درسگاہوں میں شامل کیا جائے گا۔

عرصہ سے دارالعلوم حرم کے کتبخانہ کی مستقل عمارت کا اہم مسئلہ ارکان وکارکنان مدرسہ کے پیش نظر ہے۔ انشاءاللہ جدید عمارت کے سلسلہ میں سب سے پہلے عمارت کتبخانہ کی ابتدا کی جائے گی۔ جو مرکز اسلام میں ایک "مرکزی کتاب گھر" کے شایان شان ہوگی، ضرورت کا تقاضا ہے کہ جواں مردان امت اسلامیہ ہند سے اس کے لئے اسی وقت اپیل کی جائے، مگر زمانہ کی حالت اور ملک کی عام فضا کچھ سازگار معلوم نہیں ہوتی، خدا کے علم میں ہر کام کا ایک وقت ہے۔ جن مبارک بندوں کی قسمت میں خدا کے گھر کے اس کار خیر میں شرکت لکھی ہے وہ شریک ہوں گے۔

این سعادت بزور بازو نیست

سلطان العلوم ہال مکہ معظمہ۔ اس سال کے اہم واقعات میں یہ پرمسرت خبر اپنے وقت پر اسلامی دنیا اور ملک کے طول وعرض میں اخبارات ورسائل کے ذریعہ پہنچ چکی ہے کہ **اعلیٰ حضرت بندگان عالی تاجدار دکن خلد اللہ ملکہٗ** نے ارکان وکارکنان دارالعلوم حرم کی درخواست کو شرف قبول عطا فرما کر اپنی شاہانہ معارف نوازی سے دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی جدید عمارت کے شاندار ہال کو "سلطان العلوم ہال" کے نام نامی سے موسوم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، اور فرمان سامی مورخہ ۱۱ رجب سنہ ۱۳۶۰ھ کے ذریعہ اس مبارک تسمیہ کی منظوری کا حکم صادر فرمایا۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ زمانۂ حج اور مختلف اوقات میں آنے والے باخبر اور اہل علم زائرین حرم "سلطان العلوم ہال" کو جلالۃ الملک سلطان دکن نصرہ اللہ کی مرکز اسلام میں عدیم المثال علم پروری کی ایک خاص یادگار سمجھ کر دیکھتے ہیں

سلاطینِ سلف سب ہو چکے نذرِ اجل عثماں !!

مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

تعداد طلبا۔ بحمداللہ دارالعلوم حرم ہر دور میں اسلامی دنیا سے آنے والے ہونہار شائقین علم اور مقامی طلبا کا مرکز رہا ہے، جن روشن خیال اصحاب علم وفکر کو حاضری حرم کی سعادت کے ساتھ اس مرکزی درسگاہ کو بھی دیکھنے کی

مسرت حاصل ہوئی ہے انہوں نے مرکز اسلام میں دار العلوم حرم کو مسلمانوں کی بین الاقوامی درسگاہ کے نام سے یاد کیا ہے - عالم اسلامی کے متلاشیان علم ایک خاص جذبہ اور روحانی مسرت کے ساتھ جس سہولت و آسانی سے مکہ معظمہ آسکتے ہیں کسی دوسری جگہ ان کے لئے وہ معنوی کشش نہیں، اس گئی گذری حالت میں آج بھی قبلۂ اسلام اور کعبۂ دین کی عظمت و برتری کا احساس رکھنے والے مقبول بندوں کی دنیا میں کمی نہیں، مکہ معظمہ میں دینی اور مذہبی تعلیم کے ساتھ روزانہ طواف بیت اللہ، حاضری حرم، مشاہدۂ کعبہ اور ہر سال سعادت حج، یہ تمام سعادتیں ارض حرم کے سوا خوش نصیب بندوں کو اور کہاں مل سکتی ہیں؟ -

مدرسہ صولتیہ میں طلبا کی تعداد کا اوسط چھ اور سات سو کے درمیان رہتا ہے - جس میں مقامی طلبا کے علاوہ نصف سے زیادہ ہندوستانی، مغربی، افریقی، بحرینی، بخاری، حضرمی، یمانی، جاوی، سنگالی، مصری، صومالی حبشی اقوام کے طلبۂ علم کی تعداد رہتی ہے - اس سال ۱۳۶۱ھ کی ابتدا میں کچھ مستطیع پردیسی طلبا حالات جنگ کے ماتحت اپنے اپنے وطنوں کو مجبوراً واپس چلے گئے، مگر پردیسی طلبا کی جو اکثریت باقی ہے، وہ زمانہ کی سخت آزمائش کا مقابلہ پوری ہمت و استقلال کے ساتھ کر رہی ہے - اور کسی حالت میں بھی ترک مقصد اور ترک حرم کے لئے تیار نہیں، اللہ تعالیٰ ان مجاہدین علم کے حوصلوں میں برکت عطا فرمائے اور اس صبر کے دینی و دنیوی نتائج خیر سے وہ ہمیشہ بہرہ مند رہیں -

سالانہ جلسہ - مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا سالانہ جلسہ زمانۂ حج کی ہنگامی مصروفیتوں کے باوجود ایک بین الاقوامی اجتماع ہے، اس جلسہ کا اہم مقصد یہ ہے کہ اسلامی دنیا کے ہوشمند اور اہل علم زائرین حرم کو دار العلوم حرم کے دیکھنے کا موقع ملے، مدرسہ کی گذشتہ تاریخ اور مسلسل خدمات سے باخبر ہوں، موجودہ

حالات اور معیار عمل کو بچشم خود دیکھ سکیں - اس اجتماع کی ... صیت بھی ہے کہ مختلف ممالک اسلامیہ کے
نمایندوں (حجاج) کو باہمی تعارف کی سہولت حاصل ہوجا ... ، ورنہ ہر خوش قسمت حاجی اپنی اپنی حد تک
شب و روز اپنے فرائض و مناسک کی ادائگی میں ہمہ تن م ... ہے - اور چاہتا ہے کہ حاضری حرم کے
... وقت میں جہاں تک ہوسکے مشاہدۂ حرم اور طواف ... سے متمتع ہوتا رہے -
۱۳۰۵ھ سے ۱۳۶۱ھ تک دار العلوم حرم کے ... صدارت جن مشاہیر اصحاب علم و عرفان

نے فرمائی شکرگزاری کے ساتھ ان کے اسمارگرامی درج ذیل ہیں۔

۱ - علامہ شیخ عبداللطیف آل جودر قاضی بحرین (خلیج فارس)

۲ - ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب ناظم محکمہ حفظان صحت سرکار عالی حیدرآباد دکن ۔

۳ - علامہ مولانا عبدالحق صاحب مدنی، ناظم مدرسہ شاہی مراد آباد ۔

۴ - حضرت نور المشائخ سید فضل عمر مجددی صاحب سابق وزیر عدل وانصاف دولت افغانستان ۔

۵ - مولانا حسرت موہانی صاحب ۔

۶ - مولانا سید شاہ قادر محی الدین صاحب ، سالار مستقل قافلہ سرکار عالی ۔ حیدرآباد دکن ۔

کتبخانہ اور دارالمطالعہ - مدرسہ صولتیہ کا کتبخانہ انہتر[۶۹] سال سے مکہ معظمہ کے علماء اور طلبۂ علم کا مرجع ہے ۔ ہر علم وفن کی کتابوں کا معتدبہ ذخیرہ شائقین کیلئے موجود ہے، چند سال سے کتبخانہ کے ساتھ ایک مستقل دارالمطالعہ (ریڈنگ روم) بھی قائم کردیا گیا ہے ۔ جس کی وجہ سے اوقات مقررہ میں مطالعہ اور کتاب بینی کی سہولتیں عام ہوگئی ہیں ۔ دارالمطالعہ میں جدید مطبوعات کی حسب گنجائش فراہمی کا اہتمام بھی ہے ، ممالک عربیہ کے بعض علمی اور ادبی رسائل بھی آتے ہیں ۔ جن سے طلبہ و اساتذۂ مدرسہ اور دارالمطالعہ میں آنے والے اصحاب کو استفادہ کا موقع ملتا ہے ۔ افسوس ہے کہ ہندوستان کے علمی و ادبی مجلات سے مرکز اسلام کا یہ مرکزی دارالمطالعہ محروم ہے ، توجہ دلانا ہمارا کام ہے ، رسالہ کا اجراء ان کا فرض ہے جو بے نیازی سے کام لے رہے ہیں

اس چہار سالہ عرصہ میں کتبخانۂ مدرسہ میں جو اضافہ خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ مولانا نظیر احمد صاحب مہاجر مکی کا وہ قیمتی عطیہ ہے جو انہوں نے اپنے انتقال سے پہلے دیا ہے ۔ مولانا موصوف نے اپنا بیش قدر کتبخانہ مدرسہ میں وقف کردیا ہے ۔ جس میں تقریباً تین سو کتابیں ہیں ۔

جن حضرات نے کتبخانہ مدرسہ صولتیہ کے لئے صدر دفتر مدرسہ صولتیہ ۔ دہلی کے ذریعہ کتابیں مرحمت فرمائی ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں ۔

۱ - شیخ محمد نسیم صاحب سوداگر صدر بازار دہلی ۔

۲ - قاضی تلمذ حسین صاحب ایم ۔ اے ، رکن دارالترجمہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۔

۳۔ حاجی محمد اسحٰق صاحب مرحوم سوداگر صدر بازار دہلی۔

۴۔ مہتمم صاحب دارالاشاعت تفسیر حقانی دہلی۔

۵۔ مولوی محمد غفران صاحب فاضل۔ کلکتہ

۶۔ مسٹر اقبال احمد صاحب۔ پی۔ ایس۔ وی پریس (وائسرائیگل لاج) نئی دہلی۔

۷۔ شاہ عبدالرشید صاحب سجادہ نشین حضرت قلندر صاحبؒ۔ پانی پت۔

محسنوں کا ذکر خیر۔ اس عنوان کے ماتحت ہمیشہ مدرسہ کے سالناموں میں اُن نیک دل اور باخیر حضرات کا تذکرہ ہوا کرتا ہے جو دارالعلوم حرم کے ساتھ عملاً اظہار ہمدردی فرماتے ہیں، سالہائے زیر بحث میں جن عالی ہمت محسنوں نے علم نوازی اور خدا کے گھر کے اس نیک کام سے اپنی دلی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے ان کا ذکر خیر ان مختصر صفحات میں اگر نہ کیا جائے تو یقیناً بڑی احسان فراموشی ہوگی، ان عالی قدر محسنوں کی نظر عنایت صرف ہندوستان کے امور خیر تک محدود نہیں بلکہ ان کے رشحات کرم مکہ معظمہ اور ارض حرم تک پہنچے اور مرکز اسلام میں ان کی یہ واحد قومی اور مذہبی درسگاہ بھی محروم نہ رہی۔

یہ امر خاص طور پر باعث مسرت ہے کہ قوم میں اب وہ سچا احساس پیدا ہو رہا ہے جو ہماری اجتماعی اور قومی زندگی کے لئے انشاء اللہ "آبحیات" ثابت ہوگا۔ مقامی طور پر "صدر دفتر مدرسہ دہلی" کی سہ سالہ مسلسل جدوجہد کے بعد اس کا یقین ہونے لگا ہے کہ ملک کے علم دوست اور دیندار طبقہ کی توجہ اور ہمدردانہ تعلق اب روز بروز مرکز اسلام میں اپنی انہتر[۶۹] سالہ علمی اور مذہبی یادگار سے بڑھتا جا رہا ہے اور وہ مرکزی اہمیت کو محسوس کر رہا ہے۔ قوم کا یہ گہرا تعلق مستقبل کے لئے ایک فال نیک ہے۔ یہ اس کی شہادت ہے کہ حساس دردمند اہل خیر مرکز اسلام کے "پیغام" کی عظمت کو سمجھ چکے ہیں اور وہ پاک دلوں کی گہرائیوں تک پہنچ چکا ہے۔ ملک کے ہر طبقہ کی توجہ دارالعلوم حرم کی طرف مبذول ہونی معمولی بات نہیں۔ دنیا میں ان مخلص اور سراپا درد مسلمانوں کی کمی نہیں جو "مرکز اسلام" کی عالمگیر مرکزیت کا تصور نہ رکھتے ہوں۔

جو دردمند اور اہل خیر مسلمان دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی امداد کرتے ہیں اور اس کو اپنا ایک نیک کام سمجھ کر اس قدر دور دراز فاصلہ پر اپنی امداد سے اس صدقۂ جاریہ کو چلا رہے ہیں، وہ یقیناً ہمارے رسمی شکریہ کے منتظر نہیں، اور نہ ان کو اس کی ضرورت ہے، مگر ہم اپنے محسنوں کا اگر ذکر خیر نہ کریں تو یقیناً اپنے فرائض منصبی کی

ادائگی میں قاصر رہیں گے۔

مدرسہ کے خاص کرم فرماؤں اور معاونین کرام کی فہرست بہت لمبی ہو سکتی ہے۔ مگر اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیل کی فہرست محسنین میں اگر آپ کو اپنا نام نہ ملے تو میرے اس خیال کو پیش نظر رکھئے۔

خامشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

۱۔ ہز ہائنس نواب محمد ناصر الملک بہادر چترال
۲۔ آنریبل نواب سر حافظ احمد سعید خاں صاحب بالقابہ صدر اعظم دولت آصفیہ
۳۔ نواب صدر یار جنگ بہادر حبیب گنج علی گڈھ
۴۔ میجر نواب حافظ جمشید علی خاں صاحب نواب باغپت
۵۔ خان بہادر سید محمد عیسیٰ صاحب رئیس الٰہ آباد۔
۶۔ ہز رائل ہائنس امیر محمد علی توفیق پاشا ولی عہد مملکت مصریہ۔
۷۔ قاضی شمس الاسلام صاحب مجسٹریٹ۔ نگینہ۔
۸۔ مینیجنگ ٹرسٹی وقف سیٹھ اعظم عارف اسمٰعیل بھائی صاحب مرحوم
۹۔ مینیجنگ ٹرسٹی وقف سیٹھ یوسف سلیمان بوٹا صاحب مرحوم
۱۰۔ مینیجنگ ٹرسٹی وقف سیٹھ علی حسین نانا بھائی صاحب مرحوم
۱۱۔ آنریبل سر شیخ عبد القادر صاحب چیف جسٹس بہاول پور
۱۲۔ حاجی محمد احمد صاحب مالک فرم بخشی کمپنی۔ کلکتہ۔
۱۳۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب سکرٹری وقف امدادیہ آگرہ۔
۱۴۔ سیٹھ عبد الرحیم عثمان صاحب۔ کلکتہ۔
۱۵۔ خان بہادر نواب شیخ محمد ابراہیم صاحب رئیس کان پور
۱۶۔ شیخ محمد رفیق صاحب رئیس لیماران۔ دہلی۔
۱۷۔ کنور مشکور حسین خاں صاحب رئیس مینڈھو ضلع علی گڈھ
۱۸۔ سکرٹری صاحب وقف اسٹیٹ بی بی صغریٰ صاحبہ مرحومہ بہار۔
۱۹۔ شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور۔
۲۰۔ منشی احمد نبی خاں صاحب بانس منڈی۔ کان پور۔
۲۱۔ حضرت نور المشائخ سید فضل عمر صاحب مجددی۔ کابل۔
۲۲۔ حاجی قمر الدین صاحب رئیس اچھرہ۔ لاہور۔
۲۳۔ حاجی برکت علی صاحب رئیس اچھرہ۔ لاہور۔
۲۴۔ حافظ مشتاق احمد صاحب۔ بانس منڈی۔ کان پور
۲۵۔ حاجی محمد شفیق صاحب سوداگر۔ شاہجہاں پور۔
۲۶۔ حاجی اعجاز الدین و حاجی عبد الحمید صاحبان۔ کلکتہ۔
۲۷۔ شیخ اشفاق رسول صاحب۔ بانس منڈی۔ کان پور
۲۸۔ بابو عبد الغفور صاحب حاجی عبد اللہ اینڈ سنز کان پور۔
۲۹۔ الحاج محمد سعید صاحب کوتوال کان پور۔
۳۰۔ سیٹھ سلیمان اسمٰعیل میاں صاحب، جوہانسبرگ۔ افریقہ۔
۳۱۔ مولانا حمید الدین صاحب خطیب۔ جالندھر چھاؤنی۔
۳۲۔ الحاج سیٹھ عبد اللہ بھائی عبد القادر صاحبان۔ بمبئی۔
۳۳۔ حاجی محمد اسمٰعیل محمد اشرف صاحبان تاجران کراچی۔
۳۴۔ چودھری رئیس الرحمٰن صاحب رئیس سلہٹ۔

۳۵۔ حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب سجادہ نشین بسی نوہوشیارپور
۳۶۔ حاجی محمد نذیر صاحب رئیس مالک حلیم سنز۔ کان پور۔
۳۷۔ الحاج بابو محمد حمزہ صاحب رئیس کان پور۔
۳۸۔ حافظ عبدالرزاق صاحب رئیس۔ کان پور۔
۳۹۔ مسٹر محمد بشیر صاحب خلف حافظ محمد حلیم صاحب مرحوم رئیس کان پور
۴۰۔ حاجی شیخ غلام رسول صاحب مالک فرم حاجی فضل حسین غلام رسول صاحبان کان پور۔
۴۱۔ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث۔ دیوبند
۴۲۔ مولوی سید محمد علی صاحب نامی ایم۔ اے۔ الہ آباد یونیورسٹی
۴۳۔ ڈاکٹر برکت علی صاحب۔ سہارن پور۔
۴۴۔ نواب غازی یار جنگ بہادر سابق [illegible] عدالت عالیہ حیدرآباد دکن
۴۵۔ حاجی محمد سمیع صاحب رئیس ووائس چیرمین کان پور۔
۴۶۔ حاجی سلامت اللہ محمد صدیق صاحبان۔ مبارکپور۔
۴۷۔ شیخ عبدالرحیم عبدالمجید صاحبان۔ سہارن پور۔
۴۸۔ حاجی سیٹھ عبدالکریم سوداگر بلاسپور (سی۔ پی)۔
۴۹۔ خان بہادر سید احمد حسین صاحب رضوی رئیس لکھنؤ
۵۰۔ چودھری فتح الدین صاحب گوجرانوالہ۔
۵۱۔ حاجی محمد سعید محمد ظہور صاحبان تاجران لاہور۔
۵۲۔ مولوی حاجی محمد امین برادرس صاحبان [illegible] کلکتہ۔
۵۳۔ ایچ۔ ممتاز الدین صاحب اینڈ کو کلکتہ۔
۵۴۔ خان بہادر شیخ محمد جان صاحب ایم۔ ایل۔ [illegible] کلکتہ
۵۵۔ میسرز حیون بخش محمد جان صاحبان۔ کلکتہ۔
۵۶۔ میاں حاجی محمد دین صاحب تاجر۔ کلکتہ۔
۵۷۔ سیٹھ حسین قاسم پٹیل صاحب رنگون۔
۵۸۔ الحاج مظفر الدین صاحب ایڈ[illegible]۔ ملتان۔
۵۹۔ شیخ محمد سرور صاحب گتہ دار [illegible] دکن۔
۶۰۔ مولوی محمد محمود علی صاحب وظیفہ یاب [illegible] حیدرآباد دکن۔
۶۱۔ میاں محمد لطیف صاحب رئیس لاہور۔
۶۲۔ مولوی غلام محی الدین صاحب [illegible] برادرس کان پور
۶۳۔ سید عزیز احمد صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ۔ نہر رورکی۔
۶۴۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب ایڈوکیٹ۔ علی گڑھ۔
۶۵۔ سیٹھ احمد حاجی موسیٰ جی مالوجی صاحب کروگرس ڈارپ
۶۶۔ ڈاکٹر معقول علام صاحب [illegible]
۶۷۔ حاجی عبدالحمید صاحب بزاز۔ لار ضلع گورکھپور۔
۶۸۔ سردار محمد اکرم خاں صاحب منیجر ریاست نواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب۔ مظفر نگر۔
۶۹۔ چودھری محمد نظیر الحسن صاحب ایم۔ ایل۔ اے۔ بختیارپور
۷۰۔ میسرز فیروز الدین محمد شفیع صاحبان۔ کلکتہ۔
۷۱۔ قاضی یار محمد صاحب رئیس۔ حیدرآباد سندھ۔
۷۲۔ میاں ولی بہادر بشیر احمد صاحبان۔ [illegible]
۷۳۔ حاجی شیخ عبدالشکور صاحب اینڈ سنز۔ لاہور۔
۷۴۔ [illegible]

۷۵۔ باگیا اینڈ سنز صاحبان ۔ رنگون۔

۷۶۔ مولوی حبیب الزمان خاں صاحب ، دفتر باب حکومت حیدرآباد دکن

۷۷۔ مولوی سید ہاشم صاحب مہتمم دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن

۷۸۔ حاجی شیخ محمد نسیم صاحب (عزیز اینڈ سنز) صدر بازار ۔ دہلی ۔

۷۹۔ قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے ، رکن دار الترجمہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

۸۰۔ مسٹر ممنون حسن خاں صاحب پرسنل اسسٹنٹ مشیر المہام صاحب

بہادر تعلیمات گورنمنٹ بھوپال ۔

۸۱۔ مرزا حافظ محمد اکرم علی بیگ ہوم آفس حیدرآباد دکن ۔

۸۲۔ مولانا سید شاہ قادر محی الدین صاحب سالار مستقل قافلہ سرکار عالی

حیدرآباد دکن ۔

۸۳۔ مولانا محمد اکبر علی صاحب مالک و مدیر روزنامہ "صحیفہ" حیدرآباد دکن

۸۴۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب امام مسجد روضہ سرہند پٹیالہ

۸۵۔ ملک برکت علی صاحب ایم۔ ایل۔ اے ۔ لاہور ۔

۸۶۔ خواجہ عبد الوحید صاحب سکرٹری مسلم ریسرچ انسٹیٹیوٹ

لاہور ۔

۸۷۔ خان بہادر حافظ محی الدین صاحب ماڈل ہاؤس لکھنؤ

۸۸۔ حاجی محمد ابراہیم عاشق علی صاحبان تاجران لکھنؤ ۔

۸۹۔ حاجی محمد ابراہیم صاحب شوز مرچنٹ لکھنؤ ۔

۹۰۔ مولانا حکیم شاہ واثق الیقین صاحب ۔ لکھنؤ ۔

۹۱۔ شیخ مشرف حسین صاحب برف خانہ والے لکھنؤ ۔

۹۲۔ حاجی رزاق محمد صاحب لکھنؤ ۔

۹۳۔ حاجی عبد الحمید صاحب شیر فروش لار ضلع گورکھپور ۔

۹۴۔ ثناء اللہ صاحب سکرٹری سٹی مسلم لیگ کراچی ۔

۹۵۔ خان بہادر شیخ فضل الٰہی صاحب کراچی ۔

۹۶۔ مولوی سید احمد شفیع صاحب وکیل لکھنؤ ۔

۹۷۔ حاجی محمد محسن صاحب کوکب مرادآباد ۔

۹۸۔ حاجی منشی انعام الحق صاحب کاٹھی گیٹ سہارنپور

۹۹۔ مولانا شاہ ابو نصر محمد عبد الحی صاحب سجادہ نشین فرفرہ شریف

۱۰۰۔ شیخ مسیح الدین و خلیل الدین صاحبان سیلابی

۱۰۱۔ الحاج کیپٹن غلام محمد خاں صاحب ۔ بہاول پور

۱۰۲۔ خان بہادر مولوی عبد العزیز بادشاہ صاحب مدراس

۱۰۳۔ مولوی عبد الہادی خاں صاحب شاہجہاں پور

۱۰۴۔ شیخ علی احمد صاحب سوداگر لاہور ۔

۱۰۵۔ مولوی غیاث عالم صاحب منصف ۔ متھرا ۔

۱۰۶۔ میاں حاجی عبد الرحیم میاں محمد اسمٰعیل صاحبان چنیوٹ ضلع مظفر نگر

۱۰۷۔ شیخ محمد یعقوب صاحب نبیرہ خان بہادر محمد جان صاحب کلکتہ

۱۰۸۔ میاں حاجی محمد حسین صاحب ایم۔ ایل۔ سی ۔ کلکتہ

۱۰۹۔ مولوی حاجی عبد المجید بادشاہ صاحب مدراس

۱۱۰۔ مولوی حاجی ناصر محی الدین بادشاہ صاحب مدراس ۔

۱۱۱۔ بابو فقیر محمد صاحب ۔ رائی کا باغ جودھپور

معاون بہنوں اور عالی ہمت خواتین کا شکریہ

امریکہ میں جرائم کی تحقیقات کے سلسلہ میں ایک فاضل جج نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ :-

"عورت فطرتاً نیک اور اطاعت مند پیدا ہوئی ہے ، تربیت یا ماحول کا بُرا اثر اُسے اپنی فطرت سے دور کر دیتا ہے "

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عورتیں مذہبی خیالات وعقائد اور دینداری میں مردوں سے زیادہ پختہ اور مضبوط ہیں ، وہ رحم دل اور نیک طبع واقع ہوئی ہیں اس لئے مذہب کی سچی تعلیم اور روایات کا اثر ان کے دل ودماغ پر بہت جلد اور دیرپا ہوتا ہے -

شان قدرت دیکھیئے کہ خدا نے اپنے پاک گھر میں بڑے بڑے نیک کام عورتوں ہی سے لئے اور یہ جلیل القدر کارنامے مرکز اسلام اور سرزمین حرم پر آج تک ان کی زندہ یادگار اور صدقۂ جاریہ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ خواتین اسلام میں اپنے مذہبی کاموں سے جس قدر خلوص اور ہمدردی کا جذبہ موجود ہے اس کی نظیر عام طور پر مردوں میں نہیں ملتی۔

مرکز اسلام مکہ معظمہ میں جو علمی اور مذہبی تحریک انہتر ۶۹ سال سے جاری ہے اس کی ابتدا اگرچہ مردوں سے ہوئی مگر سب سے پہلے ایک بلند بخت خاتون نے اس مبارک ارادہ کو عملی صورت میں لانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور میدان اس کے ہاتھ رہا ، دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ جس قدر ترقی کرے ، اس کے کام کا دائرہ کتنا ہی وسیع ہوتا رہے اور مرد اپنی کوششوں سے اس کو تمام دنیائے اسلام کی عظیم ترین مرکزی یونیورسٹی کیوں نہ بنا لیں مگر صولت النساء بیگم مرحومہ رئیسہ کلکتہ کا نام نامی بانی مدرسہ کی حیثیت سے سب سے پہلے آئے گا۔

مرحومہ کی یہ اولوالعزمانہ پیش قدمی بارگاہ ایزدی میں مقبول ہو چکی ہے - یہاں انہوں نے ستر سال ہوئے جو باغ علم کعبہ کے زیر سایہ اور ولادت گاہ رحمۃ اللعلمین میں دنیا کے مسلمانوں کے لئے لگایا تھا اس کا بہترین پھل ، اجر ثواب ان کو وہاں اس دوسری دنیا میں برابر مل رہا ہے - اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا - سالہائے زیر بحث میں جن محترم بہنوں اور بلند حوصلہ خواتین نے مکہ معظمہ میں اپنی اس قومی اور مذہبی یادگار کی امداد کی ، تمام ارکان وکارکنان مدرسہ کی جانب سے ان کے دلی مقاصد میں کامیابی ، دین و دنیا میں خیر و بہبودی کی دعا اور ذکر خیر

سطور ذیل میں اُن خاص معاون بہنوں کے نام درج کئے جاتے ہیں جو ہندوستان میں بیٹھ کر مکہ معظمہ کی ایک نیکی کا ایک لاکھ ثواب کما رہی ہیں۔ ایسا سستا ثواب خدا کے گھر کے سوا اور کہاں مل سکتا ہے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ مردوں کی نہیں بلکہ درحقیقت عورتوں کی عالی ہمتی اور نیک کاموں سے دلی تعلق کی زندہ یادگار ہے۔ اس لئے اس کی ہر ممکن امداد صولت النساء بیگم کے نقش قدم پر چلنے والی ہر محترم معاون بہن کا فرض ہونا چاہیئے۔

۱- والدہ صاحبہ مسٹر محمد سلیم صاحب ایڈوکیٹ جنرل لاہور
۲- بیگم صاحبہ ملک برکت علی صاحب ایم۔ ایل۔ اے لاہور
۳- بائی صاحبہ والدہ حقیقی نوابزادہ فخر الملک ملک خضر حیات خاں صاحب ٹوانہ لاہور۔
۴- محترمہ فاطمہ جہاں صاحبہ بیگم پروفیسر حق نواز خاں صاحب لاہور
۵- اہلیہ صاحبہ شیخ علی احمد صاحب۔ لاہور۔
۶- ″ ڈاکٹر نعمت خاں صاحب ″
۷- ″ شیخ عبدالحمید صاحب ″
۸- بیگم صاحبہ شیخ مبارک علی صاحب ″
۹- محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ نور ہاؤس علی گڈھ
۱۰- ″ بیگم صاحبہ کنور محمد ظفر حسین خاں صاحب علی گڈھ۔
۱۱- ″ بیگم صاحبہ چودھری حیدر حسین صاحب بیرسٹر لکھنؤ
۱۲- ″ بیگم صاحبہ قاضی امیر الدین احمد صاحب۔ لکھنؤ۔
۱۳- والدہ صاحبہ ابوالکمال محمد حبیب الحلیم صاحب ″
۱۴- محترمہ بیگم صاحبہ حکیم محمد عظیم الدین خاں صاحب معالج دربار جے پور
۱۵- ″ بیگم صاحبہ حکیم محمود علی صاحب وکیل سیدارٹ۔ جے پور
۱۶- ہز رائل ہائنس توفیق خانم۔ مصر۔
۱۷- محترمہ والدہ صاحبہ و بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب بخشی کمپنی کلکتہ
۱۸- ″ اہلیہ صاحبہ حاجی شیخ سراج الدین اشار ہیر ڈائی ورکس ″
۱۹- ″ پیاری بی بی صاحبہ۔ ″
۲۰- ″ بیگم صاحبہ مولوی فضل الحق صاحب پریمیر کلکتہ بنگال۔
۲۱- ″ بیگم صاحبہ نواب کرنل لیاقت حیات خاں صاحب بالقابہ نئی دہلی
۲۲- محترمہ خورشید حسن صاحبہ و بیگم صاحبہ سید ضمانت علی صاحب دہلی
۲۳- ″ ہمشیرہ صاحبہ مسٹر نظام الحق صاحب نئی دہلی۔
۲۴- ″ والدہ سید محمد احمد حسین قرول باغ۔ دہلی۔
۲۵- ″ بی بی انور جہاں بیگم صاحبہ۔ قرول باغ دہلی۔
۲۶- ″ نسیمہ اختر صاحبہ ″ ″ ″
۲۷- ″ بیگم صاحبہ حافظ حبیب الحق صاحب مرحوم اٹاوہ۔
۲۸- ″ والدہ صاحبہ ملک شفیع اللہ خاں صاحب رئیس شاہجہانپور
۲۹- ″ اہلیہ صاحبہ مولوی محمد عزیز اللہ صاحب گلبرگہ دکن
۳۰- ″ بیگم رئیس صاحبہ۔ فیض آباد۔
۳۱- ″ بیگم صاحبہ ارکچ محمد امین صاحب۔ فیض آباد۔
۳۲- ″ حاجیہ عالیہ بی بی صاحبہ۔ محلہ عالم جون پور
۳۳- ″ الحاجہ رانی صاحبہ۔ جہانگیر آباد
۳۴- ″ حنیفہ بائی صاحبہ۔ جیت پور۔ کاٹھیاواڑ۔
۳۵- ″ حسینہ بی بی صاحبہ دختر حضرت شیخ الہند صاحب مرحوم۔ دیوبند
۳۶- ″ چندا بیگم صاحبہ رئیسہ۔ اسلام نگر ضلع سہارنپور
۳۷- ″ اصغری صاحبہ دختر اعظم خاں صاحب مرحوم ″ ″
۳۸- ″ غلام فاطمہ صاحبہ بتوسط مولوی چودھری فتح الدین صاحب گوجرانوالہ
۳۹- ″ والدہ صاحبہ اقرار احمد صاحب۔ ہمیر پور
۴۰- ″ والدہ صاحبہ اسرار احمد صاحب ہمیر پور
۴۱- ″ بیگم صاحبہ قاضی شوکت حسین صاحب مرحوم رئیس مراد آباد
۴۲- ″ اہلیہ صاحبہ منشی امیر احمد صاحب مراد آباد
۴۳- ″ سعیدہ طالب صاحبہ بنت کوکب صاحب۔ مراد آباد

۴۴ - محترمہ اہلیہ صاحبہ منشی عبد الواسع صاحب - مرادآباد -
۴۵ - والدہ صاحبہ سید محمد عادل صاحب - امروہہ ضلع مرادآباد
۴۶ - محترمہ مومنہ بیگم صاحبہ مرحومہ - ممتاز محل - آگرہ -
۴۷ - اہلیہ صاحبہ و والدہ صاحبہ حاجی بدر الزماں صاحب آگرہ -
۴۸ - محترمہ رشید النساء صاحبہ اہلیہ قاضی احمد حسن صاحب مرحوم بریلی
۴۹ - " اہلیہ صاحبہ حاجی عبد الرشید صاحب - الہ آباد -
۵۰ - " والدہ صاحبہ حاجی معز الدین صاحب موضع امرولی الہ آباد
۵۱ - " احمد النساء صاحبہ بنت عبد الکریم صاحب - الہ آباد -
۵۲ - " حیات بی بی صاحبہ - کہڑیا نوالہ - لائل پور
۵۳ - " خاتون بی بی صاحبہ اددھڑوکا ضلع شاہ پور -
۵۴ - " آمنہ خاتون صاحبہ - قصبہ لار - گورکھپور -
۵۵ - " والدہ صاحبہ باقر علی صاحب انصاری - کہرگاؤں ہزاری باغ
۵۶ - " حاجیہ زبیدہ خاتون صاحبہ - چاند کوٹھی - ہزاری باغ
۵۷ - " اہلیہ صاحبہ جناب حاجی قمر الدین صاحب رئیس و میونسپل کمشنر کانپور
۵۸ - " بیگم صاحبہ شاہ بشیر عالم صاحب - ایڈوکیٹ - کان پور -
۵۹ - " بیگم صاحبہ شاہ منیر عالم صاحب مرحوم - گونڈہ -
۶۰ - " فاطمہ بی بی مدھا صاحبہ - رنگون -
۶۱ - " اہلیہ صاحبہ سیٹھ احمد موجی صاحب رنگون -
۶۲ - " مریم بی بی صاحبہ بنت سیٹھ محمد آبوت صاحب رنگون
۶۳ - " پرنسز حمیدہ صدیقہ بیگم صاحبہ - مانگرول -
۶۴ - " الیس حامدہ بیگم صاحبہ "
۶۵ - " بیگم صاحبہ نواب میجر حافظ محمد جمشید علی خان صاحب بالقابہ - باغپت میرٹھ
۶۶ - " والدہ صاحبہ شیخ محمود مظفر صاحب رئیس دھولڑی ضلع میرٹھ
۶۷ - " اہلیہ صاحبہ ماسٹر سید محمد شفیع صاحب - باغپت - ضلع میرٹھ
۶۸ - " بیگم صاحبہ جناب ڈاکٹر محمد اجمل حسین صاحب - کرنال -
۶۹ - " اہلیہ صاحبہ مسٹر محمد منعم صاحب عباسی - پانی پت ضلع کرنال -

۷۰ - محترمہ والدہ صاحبہ نواب لطیف احمد خاں صاحب - پانی پت
۷۱ - " دختر بیگم صاحبہ مولوی وحید الدین سلیم صاحب مرحوم "
۷۲ - " والدہ صاحبہ مسٹر ممنون حسن خاں صاحب - بھوپال -
۷۳ - " اہتمام بیگم صاحبہ "
۷۴ - " بیگم صاحبہ و والدہ صاحبہ نواب نثار احمد صاحب فاروقی خیرآباد
۷۵ - " والدہ صاحبہ فرید احمد صاحب - "
۷۶ - " بیگم صاحبہ قاضی حبیب اشرف صاحب بیرسٹر سیتاپور
۷۷ - " صفیہ خاتون صاحبہ بیگم خواجہ لطیف احمد صاحب امراؤتی برار
۷۸ - " والدہ صاحبہ مسٹر آفتاب احمد صاحب منصف کاسگنج ضلع ایٹہ -
۷۹ - " بیگم صاحبہ مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم - اے - رئیس کاندھلہ - مظفرنگر
۸۰ - " اہلیہ صاحبہ مولوی عزیز الحسن صاحب مرحوم " "
۸۱ - " اہلیہ صاحبہ حکیم قمر الحسن صاحب رئیس " "
۸۲ - " " " منشی محمد حسین صاحب سب انسپکٹر " "
۸۳ - " والدہ صاحبہ مدثر میاں صاحب نواگاؤں - ضلع سلہٹ -
۸۴ - " وزیر بیگم صاحبہ مکان ڈاکٹر ایم - اے لطیف صاحب - ہوشیارپور
۸۵ - نواب بی بی صاحبہ اہلیہ شیخ محمد حسن صاحب - گجرات -
۸۶ - " زینب صاحبہ بیگم امیر عبد الجلیل صاحب - رئیس گانسو - چین
۸۷ - " زبیدہ خاتون صاحبہ بیگم عبد القیوم صاحب - قصبہ کھیلی -
۸۸ - " اہلیہ صاحبہ شیخ محمد نعیم اللہ صاحب - سیدن پور -
۸۹ - " بیگم صاحبہ عبد العلیم خاں صاحب - ریاست رام پور
۹۰ - " اہلیہ صاحبہ حمیدہ خاتون دختر مولانا فضل الرحمن صاحب سرہند
۹۱ - " صفیہ خاتون صاحبہ بنت جناب مجاہد حسین صاحب رئیس اٹاوایاں دہلی
۹۲ - " والدہ صاحبہ شاہ محمد سمیع صاحب بیرسٹر مرحوم " "
۹۳ - " والدہ صاحبہ ابو حامد محمد صلاح الدین صاحب " "
۹۴ - " تعلیم النساء صاحبہ " "
۹۵ - " فریدہ بی بی صاحبہ " "

فیضانِ کرم:- دارالعلوم حرم کی گذشتہ رودادوں میں آخر ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ تک مدرسہ کے آمد و خرچ کی تفصیلی گوشوارے شائع ہو چکے ہیں۔ سالنامہ جدیدہ میں ابتدائے جمادی الاول ۱۳۵۷ھ سے آخر ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ تک تین سال و آٹھ ماہ کی بابت تمام مدات آمدنی و مصارف کی تفصیلات جو مرکزی دفتر مکہ معظمہ سے موصول ہوئی ہیں، ندائے حرم کے محدود صفحات کے مطابق اُن کا اجمالی بیان حسب ذیل ہے۔

۱- امداد مقررہ سرکار نظام خلد اللہ ملکہ	بابت بیالیس ماہ		[illegible]
۲- امداد مقررہ گورنمنٹ بھوپال	〃		[illegible]
۳ آمدنی امداد عام و مد تعلیم	از جمادی الاول ۱۳۵۷ھ تا ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ		[illegible]
۴- 〃 مد زکوٰۃ	〃	〃	[illegible]
۵- 〃 مد وظائف طلبا	〃	〃	[illegible]
۶- 〃 جلسہائے سالانہ	〃	〃	[illegible]
۷- 〃 مد تعمیرات	〃	〃	[illegible]
۸- 〃 مد کتبخانہ	〃	〃	[illegible]
۹- 〃 مکانات موقوفہ	〃	〃	[illegible]
۱۰- 〃 ماہنامہ ندائے حرم	〃	〃	[illegible]
۱۱- 〃 بلا رسید			[illegible]
میزان کل			[illegible]

وقتی حالات کا ناگوار اثر:- جنگ اپنی ہولناک صورت اور مہیب شکل میں جس قدر قریب ہوتی جارہی- حالات کی پیچیدگیوں میں اضافہ ہو رہا ہے، مایوس کن ماحول میں جن مومن باللہ بندوں کا سہارا خدا کی ذات واحد- وہ یاس و ناامیدی کو بدترین مصیبت و عذاب سمجھتے ہیں۔

"جوع الارضی جنگ" اور "قارونی گنج" دونوں ہمیشہ سے انسانیت عامہ کے لئے تباہی کا ذریعہ بنے رہے، غاصبانہ اور جنگ لازم و ملزوم کی حیثیت سے نظام حیات کو تہ و بالا کرتے رہے ہیں، آج بھی جو ہوشربا حادثات سامنے آرہے ہیں

صرف معمور خزانوں کی بلا اور سنگدلوں کی خون آشامی کا وبال ہے۔ دنیا کا جغرافیہ ہر روز بدل رہا ہے، پرانی تاریخ اپنے ورق جلد جلد اُلٹ رہی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ نئی تاریخ کا آغاز کس باب سے ہوتا ہے۔

جنگ کے پریشان کن نتائج میں یقیناً وہ قومی ادارے اور مذہبی درسگاہیں بہت زیادہ قابل رحم حالت میں ہیں جن کی زیست وحیات محض قوم کی نظر کرم پر ہے، قوم خود اپنی گوناگوں مشکلات میں گرفتار ہے، اس حالت میں کہاں تک قوم اور اس کے غریب ادارے ایک دوسرے کی شکایت کریں، چشم زدن میں رنگون "تیرہ رنگ" ہوگیا۔ اور دیکھتے دیکھتے کلکتہ کی گرم بازاری ختم ہوگئی۔ تمام ملک کا اجتماعی نظم ہنگاموں کی نذر ہوگیا، دارالعلوم حرم کو رنگون و کلکتہ کے اولوالعزم محسنوں کی سیر چشمی سے جو کم وبیش سالانہ امداد ملتی رہی وہ ایک ایسی معتدبہ رقم تھی جو سالانہ میزانیہ میں قابل اعتماد آمدنی سمجھی جاتی تھی، خاص طور پر سال گذشتہ صدر دفتر کے وفد کا دورہ کلکتہ ایک مبارک اقدام تھا، کلکتہ کے عام حلقوں کو اس حقیقت کا صحیح طور پر احساس ہوچکا تھا کہ مرکز اسلام میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا سب سے زیادہ حق کلکتہ پر ہے" دارالعلوم حرم کی دیرینہ خدمات، اس کی شاندار قربانیوں اور ایثار سے وہ باخبر ہوچکے تھے، اس کی مرکزی اہمیت اور ضرورت کا احساس پیدا ہوچکا تھا، خوش بختی سے سنہ ۱۳۶۶ھ کے حج میں حاجی شیخ محمد احمد صاحب مالک فرم بخشی کمپنی، حاجی شیخ اعجاز الدین صاحب مالک فرم ایس اعجاز الدین اینڈ کو، حاجی شیخ عبدالحمید صاحب، حاجی شیخ محمد کامل صاحب، مولوی محمود احمد صاحب بی سی ایس کلکٹر، حاجی شیخ سراج الدین صاحب مالک اسٹار ہیرڈائی کمپنی نے زمانۂ قیام حرم میں مدرسہ صولتیہ کے تفصیلی حالات، علمی خدمات اور مرکزی حیثیت کو بچشم خود ملاحظہ فرمایا۔ سالانہ جلسہ میں شرکت کی اور اپنے وفور کرم سے ناچیز کارکنان دارالعلوم حرم کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ مدرسہ کے ان تمام معاونین کی گرامی کی توجہات سے اہل حرم کی بہت کچھ توقعات وابستہ تھیں۔ مگر خبر فرداسے ناواقفوں کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ کلکتہ اور رنگون کے معاونین کرام خود لامکاں کی دنیا میں بے گھر ہو رہے ہیں۔

موجودہ نازک دور میں درسگاہ حرم کے اس نقصان کی تلافی آسان کام نہیں، بشریت کی کمزوری سے اس کا تکلیف دہ احساس ضرور ہے مگر مسبب الاسباب کی غیبی تائید کا پورا یقین ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح اب بھی ان ہمت شکن حالات میں کارکنان دارالعلوم حرم کی مدد کرے گا۔ اور ہم ایسے کمزور و عاجز خادمان حرم کو امید وبیم کی کشمکش میں نہ چھوڑے گا۔

مصارف عامہ:۔ احتیاط وجزرسی کے باوجود تین سال و آٹھ ماہ کے عرصہ میں جمادی الاولی سنہ ۱۳۶۵ھ سے آخر ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۸ھ تک دارالعلوم حرم کے تمام علمی اور اداری شعبوں کے خرچ کی میزان [illegible] روپیہ، تفصیل ذیل ہے۔

مشاہرات اساتذہ وعہدہ داران وملازمین (…) وظائف طلبا (…) مطبوعات مدرسہ مع قیمت کاغذ وغیرہ (…) ڈاک ومصارف متفرقہ مقررہ ماہانہ (…) مصارف رنقاردہ تزہ معاونین واخراجات سفر (…) تعمیر واصلاح ومرمت عمارات مدرسہ ومکانات موقوفہ (…) قیمت کاغذ وعام مصارف ماہنامہ ندائے حرم (…) مصارف متفرقہ اتفاقیہ (…) نشر واشاعت (…) صلہ حسن خدمات (…) مصارف امتحانات وجلسہ ہائے سالانہ (…) قیمت کتب دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن برائے مکتبہ مدرسہ (…) تجلید کتب ودیگر ضروریات کتبخانہ مدرسہ (…) مکانات موقوفہ کا ہاؤس ٹیکس ونہر زبیدہ ٹیکس وغیرہ (…) ہونہار یتیم بچوں کی امداد کے لئے کتابیں اور کاپیاں وغیرہ (…)۔

صدر دفتر دہلی:- ملک کے طول وعرض میں دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا صدر دفتر دہلی، حرم اور ساکنان حرم سے تعلق رکھنے والے نیک دل طبقہ میں کسی تعارف کا محتاج نہیں، صدر دفتر کی خدمات ومساعی ان حضرات سے پوشیدہ نہیں جو مرکز اسلام کے مرکزی ترجمان "ندائے حرم" کو حرم محترم سے نسبت کی وجہ سے "آواز دوست سمجھ کر" پابندی کے ساتھ پڑھا کرتے ہیں۔

ہندوستانی حجاج کی تعداد میں نمایاں کمی سے دارالعلوم حرم کی سالانہ آمدنی میں جو کمی ہونی شروع ہوئی تھی اس کی وجہ سے ارکان وکارکنان دارالعلوم حرم کو جو دشواریاں پیش آئیں ان کا تدارک بظاہر سہل نہ تھا، مشکلات کی انتہا اسی حد تک نہ رہی بلکہ ۱۹۳۹ء میں اس تباہ کن جنگ کے شرارے یورپ سے بلند ہوئے، اس گھر کی بھڑکتی ہوئی آگ سے بڑی کب تک بچ سکتے تھے، جنگ کے اثرات حیرت انگیز صورت سے تمام دنیا میں پھیل گئے، اہل حرم اگرچہ دارالامن میں ہیں۔ مگر معاشی اور اقتصادی ضرورتوں کے لحاظ سے وہ تمام دنیا سے وابستہ ہیں، بیرونی صورت حال نے ان کو پریشان وغیر مطمئن کر دیا آج تمام دنیا ارضی وفضائی مصائب کی شکار ہے، اور جنگ کا شعلہ جوالہ خرمن حیات اور انسانی ناموس وشرف کو جلا کر خاک سیاہ کرنا چاہتا ہے۔

مستقبل کی اس تیرہ وتاریک فضا میں دارالعلوم حرم کی اتنی سالہ تاریخ کا یہ پہلا موقعہ ہے کہ ان مقاصد کے تحت میں اس کی طرف سے ہندوستان میں اس کا اپنا دفتر قائم ہوا۔

صدر دفتر کے اساسی اغراض ومقاصد یہ ہیں۔

۱۔ دارالعلوم حرم کو مستقبل کی مشکلات اور مالی نقصانات سے بچانے کی ہر ممکن سعی وکوشش کرنا۔

۲ - دارالعلوم حرم کے مستقبل کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے جدوجہد اور مستقل ترقی کی سہولتیں پیدا کرنا۔

۳ - دارالعلوم حرم کے اہم اغراض و مقاصد کی اشاعت اور ملک کے حساس طبقہ کو اس کی ضرورت وخدمات اور مرکزی اہمیت سے روشناس کرنا۔

الحمدللہ باہمت کارکنان صدر دفتر نے اپنے فرائض کو صحیح طور پر سمجھ لیا اور ایک مہتم بالشان مقصد کو لے کر یہ مرکزی جماعت میدان عمل میں آئی ہے۔ اس کا براہ راست تعلق ان "بوریہ نشینان حرم" سے ہے جو خلوص و للٰہیت کے ساتھ کعبہ کے زیرسایہ ملت اسلامیہ کے لئے اپنی بساط کے موافق اس پرآشوب دور میں جو کچھ کر رہے ہیں اسے بہت کچھ سمجھنا چاہیئے۔ ہندوستان میں اس مرکزی جماعت کا بلاواسطہ روحانی اور علمی تعلق درکعبہ سے ہے اور کارساز حقیقی کی تدبیروں پر اعتماد اس کا سرمایہ ہے ہندوستان میں اپنی نوعیت اور خدمت کے لحاظ سے یہ پہلی جماعت ہے، جو مرکزی تصور کو بلند کرکے مرکز اسلام کی ایک تعمیری اور ایمانی تحریک میں بلند حوصلہ اور بیدار مسلمانوں کو اشتراک عمل کی دعوت دے رہی ہے، توپوں کی گرج، ہوائی جہازوں کی گونج اور بموں کے دھماکوں سے عالم میں شور قیامت بپا ہے۔ اس ہلاکۃ القلوب حالت میں خادمان حرم کی کمزور آواز دور دور تک نہیں پہنچ سکتی مگر جہاں تک پہنچی ہے خدا کا شکر ہے کہ بے اثر ثابت نہیں ہوئی، قوموں اور سلطنتوں کی موت حیات کی کشمکش میں بے یارومددگار "جماعت حرم" کا اپنے ارادوں میں ناکامیاب نہ ہونا سب سے بڑی کامیابی ہے۔

صدر دفتر دارالعلوم حرم دہلی میں تقسیم عمل کے اصول پر اس کے مختلف کاموں کا اجمالی تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔

صدر دفتر کے پانچ عملی شعبے ہیں۔

۱ - معتمدی صدر دفتر - ۲ - ادارہ ماہنامہ "ندائے حرم" - ۳ - صیغہ محاسبی - ۴ - صیغہ نشر و اشاعت

۵ - دائرہ معاونین -

یہ پانچوں شعبے اپنے عمل و فرائض کے لحاظ سے مستقل ہیں - اور ذمہ دارانہ حیثیت سے معتمدی صدر دفتر ان سب کا نگران کار ہے۔

مقام شکر ہے کہ ہندوستان مرکز اسلام سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے، وہ دن دور نہیں جب کہ "گنگا کا سوت زمزم سے مل جائے" ہمالہ کی چوٹیاں بلندی و رفعت کے اعتبار سے فاران سے کتنی ہی اونچی اور بلند کیوں نہ ہوں مگر اس کے تقدس و عظمت کے سامنے سرنگوں رہیں۔

دلی خواہش اور تمنا ہے کہ ہمالہ کی بلندی سے فاران کی چوٹی بصارت سے ممکن نہ ہو تو بصیرت کی آنکھوں سے قریب تر نظر آنے لگے،

سندھ و بیکانیر اور جیسلمیر کے ریگستان حجاز مقدس کے ریگستان سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں رکھتے مگر ضرورت اس امر کی متقاضی ہے کہ ہندوستان کے ان خشک میدانوں کے ذرات کو ارضِ مقدس سے وہی تعلق ہو جائے جو کاہ اور کاہ ربا میں ہے"

۱۳۵۲ھ کی سالانہ روئداد (صدائے حرم) میں اس زریں و ایمان پرور بیان کے ذریعہ ہندوستان میں دار العلوم حرم کے قیام دفتر کی اہم تجویز کو حضرت مولانا محمد سعید صاحب مرحوم و مغفور سابق ناظم اعلیٰ دار العلوم حرم نے ملک کے سامنے پیش کیا تھا، خدا کو منظور ہے تو ان بلند ارادوں کی تکمیل ہوگی اور ہمالہ کی بلندی سے دیکھنے والوں کے لئے فاران کی چوٹی کچھ دور نہ ہوگی۔

"ندائے حرم" کے محدود صفحات کی تنگ دامانی کی شکایت کاغذ کی کمیابی اور گرانی کے زمانہ میں بے محل نہیں۔ کارکنان صدر دفتر نے اپنے ابتدائی سالہ دورِ عمل میں اپنی عملی ہمت کا جو ثبوت دیا ہے اس کا تفصیلی تذکرہ طوالت طلب ہے اجمالاً آپ ایک محسن و معاون اور بہی خواہ کی حیثیت سے یہ معلوم کرکے خوش ہوں گے کہ خدا کی تائید و رحمت سے صدر دفتر کی امکانی جد و جہد دار العلوم حرم کے سالانہ میزانیہ کو قائم رکھنے میں بہت زیادہ مفید و معین ثابت ہوئی، صدر دفتر ہندوستان، دار السلطنت دہلی میں ماہ شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں قائم ہوا، اس ابتدائی پانچ ماہ کے عرصہ میں دار العلوم حرم کو اپنے صدر دفتر کے ذریعہ [illegible] اور ۱۳۵۹ھ میں [illegible] اور ۱۳۶۰ھ میں [illegible] آمدنی ہوئی۔

معتمدی صدر دفتر نے اپنے صیغۂ محاسبی کے حسابی نظم کو مزید تقویت پہنچانے کے لئے تمام حسابات کی باقاعدہ آڈٹ ضروری سمجھ کر دہلی کے مشہور رجسٹرڈ اکونٹنٹس اینڈ آڈیٹرس۔ رسول اینڈ کمپنی کو آڈٹ کرنے کی دعوت دی جن کی رپورٹ آپ اسی نمبر کے سب سے پہلے صفحہ پر ملاحظہ فرما چکے ہیں، اور حسابات کے آڈٹ کا یہ سلسلہ انشاء اللہ ہر حسابی سال کے اختتام پر جاری رہے گا۔

عملی معاونین:۔ نیک کاموں سے دلچسپی اور تعلق پاک دل مسلمانوں کی فطرت ہے، نیک خیالی کا اثر ہے کہ ہر وہ ذرا

مسلمان اپنی بصیرت اور دلی رجحان کے مطابق کسی نہ کسی کارِ خیر میں شرکت کو سعادت سمجھتا ہے، وہ اصحاب فیض یقیناً مبارک و قابلِ تحسین ہیں جن کا وجود دوسروں کے لئے مفید ہے اور جن کی ذات سے قومی اور علمی، مذہبی اور دینی کاموں کو فروغ و ترقی ہوتی ہو

جو حضرات اپنی پاک نفسی اور احساس کی بنا پر خدا کے گھر کی اس مرکزی تحریک میں عملی طور پر شرکت فرما رہے ہیں اور کارکنان دارالعلوم حرم کے معین و مددگار ہیں وہ جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے اس اولین سرچشمۂ فیض کی خدمت و سرپرستی کسی دنیاوی اعزاز و ناموری کا سبب نہیں ہو سکتی اور نہ وہ ہمارے رسمی طور پر شکریہ کے منتظر ہیں، ایمان و بصیرت نے ان کی رہنمائی ایسے صدقۂ جاریہ کی طرف کی ہے جو اپنی نوعیت اور خصوصیات کے لحاظ سے نہ صرف ممتاز ہے بلکہ ایسے مقدس مقام پر ہے جسے "بیت اللہ" ہونے کا شرف اور "ولادت گاہ رحمۃ للعلمین" ہونے کی عزت حاصل ہے اور جس کے لئے خدا کے اس سچے وعدہ پر اس کے مقبول بندوں کا پورا یقین ہے کہ "مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے"

جذبات تشکر و امتنان کے ساتھ ہم اپنے علمی معاونین کا ذکر جمیل کرتے ہوئے ہر محسن و معاون، ہر معین و بہی خواہ کے لئے یہاں اور در کعبہ پر رب ذوالجلال کے حضور میں دین و دنیا کی خیر و بہتری کے طالب ہیں۔

سعی خیر میں حصہ لینے والے اہلِ خیر!

۱۔ خان بہادر حاجی عبدالقیوم صاحب کان پور۔
۲۔ خان بہادر مولانا مبارک کریم صاحب۔ بہار شریف۔
۳۔ جناب مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم۔اے۔ رئیس کاندھلہ
۴۔ " مولوی محمود الحسن صاحب بی۔اے۔ رئیس کاندھلہ
۵۔ " حکیم محمود علی صاحب وکیل سیوآر ریاست جے پور
۶۔ " مولوی حاجی طفیل احمد صاحب گورنمنٹ پنشنر۔ رڑکی۔
۷۔ " مولانا محمد عبدالرحمن خاں صاحب صدر حیدرآباد اکاڈیمی حیدرآباد
۸۔ " خانصاحب حلیمی عبدالرحمن صاحب رئیس۔ رڑکی۔
۹۔ " مولوی حافظ عبدالواحد صاحب ابوالعلائی۔ ہزاری باغ
۱۰۔ " مولانا حافظ محمد غفران صاحب۔ ہاپوڑ۔
۱۱۔ " مولوی سید سلطان احمد صاحب جعفری۔ مکن پور۔
۱۲۔ " حکیم عبدالغفور صاحب۔ ریاست نابھہ
۱۳۔ " حاجی محمد موسیٰ صاحب۔ بوبازار۔ کلکتہ۔
۱۴۔ " حاجی مان خاں صاحب۔ رئیس کشتی۔
۱۵۔ " مولانا محمد کرم علی صاحب۔ ملیح آباد۔
۱۶۔ " مولانا محمد یعقوب صاحب۔ سکندرہ۔
۱۷۔ جناب الحاج قاضی سید نثار حسین صاحب۔ بہار ریگنج۔
۱۸۔ " مولوی محمد عبدالحئی صاحب نیلا گنبد۔ لاہور
۱۹۔ " سید لائق علی صاحب۔ دہلوی۔ جودھپور۔
۲۰۔ " بابو عبدالحفیظ صاحب۔ جودھپور۔
۲۱۔ " مولانا قاری ضیاء اللہ صاحب۔ عثمانی۔ شملہ۔
۲۲۔ " مولانا سید حکیم فضل اللہ صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔
۲۳۔ " مولوی ناظم حسین صاحب۔ جودھپور
۲۴۔ " مسٹر محمد صمصام الحق صاحب قریشی۔ جودھپور
۲۵۔ " مولوی ظہور احمد صاحب رفرگار۔ اناوی۔ جودھپور
۲۶۔ " الحاج سید محمد خلیل صاحب گورنمنٹ پنشنر۔ دہلی قرولباغ۔
۲۷۔ " ڈاکٹر محمد حسن صاحب دنداں ساز۔ گورکھپور۔
۲۸۔ " حاجی عبدالرشید صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ الہ آباد
۲۹۔ " قاری عبدالخالق صاحب۔ جامع مسجد۔ سہارن پور
۳۰۔ " الحاج شیخ ناظر حسن صاحب۔ جوالا پور
۳۱۔ " الحاج مرزا معین الدین بیگ صاحب۔ بنارس۔
۳۲ مولوی محمد اللہ صاحب سابق امام جامع مسجد جے پور

معاصرین اور رجال اہل قلم کا شکریہ - احساس فرض کی کوتاہی ہوگی اگر سہ سالہ اہم امور کے اجمالی تذکرہ کے ساتھ دار العلوم حرم کے ان خاص کرم فرما قلمی معاونین اور ندائے حرم کے ہمعصر صحافتی جرائد کا شکریہ ادا نہ کیا گیا جنہوں نے اپنے وسیع مجلات اور موقر اخبارات کے ذریعہ دار العلوم حرم کی تحریری اعانت فرماکر اپنے خداداد احساس و قابلیت کا ثبوت دیا۔ مرکز اسلام میں مسلمانان ہند کی مشترکہ انہتر سالہ علمی و مذہبی یادگار آج جس علمی سطح پر ہے اسے زیادہ سے زیادہ بلند کرنے کے لئے غیور و حساس رجال صحافت سے ہماری اپیل ہے کہ وہ اسلام کے مرکز اول کے اس علمی و مذہبی مقصد اعلیٰ کو ملک کے سامنے پیش کرنے میں پیش پیش رہیں اور اس میں ہماری امکانی مدد کریں، دنیا میں کوئی قوم بغیر مرکز کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ ملک کے باخبر اور ہوشمند طبقہ سے یہ سوال ہے کہ ستر کروڑ مسلمانوں کے لئے کسی مرکز کی ضرورت ہے یا نہیں؟ مکہ معظمہ جو قبلۃ المسلمین، کعبۂ اسلام، بیت اللہ اور مولد رحمۃ للعالمین ہے کیا مسلمانوں کا تیرہ سو سالہ مرکز نہیں؟ مسلمان اس حقیقت کو کیوں بھول گئے، جس مقدس و برگزیدہ مقام کو حق رب العالمین نے پرستاران توحید کا مرجع اور مرکز اول بنایا ہے، وہاں اگر عالم اسلامی کے لئے ایک مشترکہ یونیورسٹی کا اہم سوال اٹھایا جاتا ہے تو کیا ایک بعید از قیاس چیز کیوں سمجھی گئی۔ یہ ہے ہماری پراگندہ حالی کی وہ افسوسناک منزل جس میں مرکز کا شعور و تصور بھی ختم ہو چکا ہے۔ مغربی ذہنیت کا یہ زہریلا اثر ہے، اگر مرکزیت کا تصور فرسودہ خیال سمجھا جاتا ہے، رجال فکر و قلم میرے مخاطب ہیں اس لئے ان کی بصیرت و احساسات سے مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ مسلمانوں میں مرکزی تصور پیدا کرنے میں اہل حرم کا ساتھ دیں گے۔

(جڑ کو شاداب رکھئے۔ شاخیں خود بخود تر و تازہ اور بار آور ہوں گی)

جن موقر اخبارات و رسائل نے دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی قلمی امداد فرمائی ہے، احسانمندی و شکرگذاری کے ساتھ ان کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

معارف اعظم گڈھ - برہان دہلی - مجلہ انجمن ادبی کابل، البیان امرتسر - پیام نسواں لکھنؤ، ہند کلکتہ، دین دنیا دہلی، کانفرنس گزٹ علی گڈھ - منادی دہلی - حق لکھنؤ - حقیقت لکھنؤ، ترجمان سرحد پشاور - انقلاب لاہور - آگرہ اخبار آگرہ، برما مسلم رنگون - خیبر میل پشاور (انگریزی) - دبدبۂ سکندری رام پور - عصر جدید کلکتہ - صدق لکھنؤ - مدینہ بجنور - مدینہ کلکتہ (بنگالی)

محمد سلیم - آنریری ناظم مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ)

وارد حال ہندوستان (صدر دفتر دہلی)

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی
بابت ماہ رجب ۱۳۶۱ھ ہجری

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسمائے معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم عطیہ	مد	ملاحظات
۱	۵۹۰	۱۹ع	جناب محمد عارف الاسلام صاحب عثمانی جودھپور	عہر	امداد عام (مد تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر بشکرانہ ختم قرآن پاک
۲	۵۹۱	"	محترمہ ہمشیرہ صاحبہ محمد عبد الوالی حسن صاحب عثمانی "	عہر	" "	" شکرانہ کامیابی امتحان
۳	۵۹۲	"	جناب حکیم عبد الحق صاحب ہوشیار پور	عہر	" "	"
۴	۵۹۳	"	" حاجی میاں عبد الرحیم میاں محمد اسمٰعیل صاحبان چنیوٹ	عـــہ	زکوٰۃ (وظائف طلبا)	" بابت ۱۳۶۱ھ
۵	۵۹۴	"	" شیخ غلام مصطفیٰ صاحب کشمیر ہاؤس امرتسر	عـــہ	امداد عام (مد تعلیم)	"
۶	۵۹۵	"	" میاں حاجی ولی بہادر شیر احمد صاحبان جالندھر	صـــہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۷	۵۹۶	"	" میجر ملک خان محمد خاں صاحب لائل پور لدوال لائن جھاڑ	عـــہ	امداد عام (مد تعلیم)	" بتوسط الٰہ آباد بنک لائل پور
۸	۵۹۷	"	" مولانا عبد الرحمٰن صاحب کوٹ فتح الدین خاں	ـــہ	زکوٰۃ امداد عام	" عہ وظائف عہ مد تعلیم
۹	۵۹۸	"	" سید محمد اطہر صاحب - دہلی - قرول باغ	۸ر	امداد عام (مد تعلیم)	بذات خود
۱۰	۵۹۹	"	" الحاج بابو انعام الحق صاحب سہارنپور	۸ر	" "	بذریعہ منی آرڈر بابت ماہ اگست ۱۹۴۲ء
۱۱	۶۰۰	"	" شیخ کرم الدین عبد اللہ صاحبان سیالکوٹ	۲۵	" "	"
۱۲	۶۰۱	۲۰ع	" محمد رضی صاحب پیشکار - مراد آباد	۸ر	" "	"
۱۳	۶۰۲	"	" مولوی ظفر اقبال صاحب ایم۔اے بی ٹی لاہور	صـــہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۴	۶۰۳	"	محترمہ ہمشیرہ صاحبہ منشی خلیل الدین صاحب موضع سیلانی	للعہ	وظائف طلبہ	" برائے ایصال ثواب منشی خلیل الدین صاحب مرحوم

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم عطیہ	مد	ملاحظات
۱۵	۷۰۴	عـ۳۱	محترمہ بنت جناب الحاج منشی مسیح الدین صاحب موضع سیلابل	للعہ	وظائف طلبہ	ذریعہ منی آرڈر برائے ایصال ثواب محترمہ والدہ صاحبہ
۱۶	۷۰۵	″	جناب شریف احمد خاں صاحب بی۔اے۔ فیض آباد۔	للعہ	امداد عام (مد تعلیم)	″
۱۷	۷۰۶	″	″ میاں محمد الدین محمد ابراہیم صاحبان گوجرانوالہ	طلعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۱۸	۷۰۷	″	″ شریف احمد خاں صاحب بی۔اے۔ فیض آباد۔	معہ	وظائف طلبہ	″ بغرض ایصال ثواب جد مرحومہ
۱۹	۷۰۸	″	″ مقدس علی صاحب چودھری۔ سلہٹ	سے ۳/	امداد عام (مد تعلیم)	″
۲۰	۷۰۹	″	″ مولوی محمد عبد الہادی خاں صاحب شاہجہاں پور		″	″
۲۱	۱۷۲	عـ۳۶	″ شیخ جمیل الرحمن صاحب عطار۔ رڑکی	عہ	″ ″	″ ذریعہ حاجی افضل احمد صاحب
۲۲	۱۷۳	″	″ سید محمد انفاس حسین صاحب ″	۶	وظائف طلبہ	″ ″ برائے ایصال ثواب شیخ یار محمد
۲۳	۱۷۴	″	″ شیخ مقصود علی صاحب نائب تحصیلدار مظفرنگر	صہ	(وظائف حفاظ)	″ ″ ″
۲۴	۱۷۵	″	″ بو عبد الرحمن صاحب۔ ″	صہ/	وظائف طلبہ	″ ″ برائے ایصال ثواب روح بابو علی حسین مستاتان دستدرکھی، ہاتھی، محمد و ثریقا
۲۵	۱۷۶	″	″ منشی فضل الرحمن صاحب رڑکی	۶	″	بذریعہ منی آرڈر برائے ثواب اہلیہ مرحومہ
۲۶	عـ۲۳۸	عـ۱۱	محترمہ والدہ سید یاور حسین صاحب۔ موضع الزاپاں	عہ	امداد عام (مد تعلیم)	بذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب
۲۷	عـ۲۳۹	″	جناب ایچ۔ بی۔ کے۔ عبد الغفور صاحب سائیکل مرچنٹ جودھپور	صہ	″ ″	″
۲۸	۲۴۰	″	″ کپتان ابراہیم خاں صاحب ″	صہ/	″ ″ ″	″ شکرانہ شادی و ملازمت صاحبزادہ بعقر جابیاں
۲۹	۲۴۱	″	″ محمد ابراہیم صاحب قریشی ″	عہ	زکوٰۃ و وظائف طلبہ	″
	ٹکٹ نمبر		**آمدنی از فروخت ٹکٹہائے امدادی**			
۳۰	۵۲۵ / ۵۲۶	۳۶ / ۳۷	جناب سید محمد علی صاحب نامی الہ آباد	عـہ	زکوٰۃ و وظائف طلبہ	بذریعہ منی آرڈر
۳۱	۵۲۷	عـ۳۷	″ ایس غیاث عالم صاحب۔ متھرا	صہ/	″ ″ ″	″ بابت ماہ اگست ۱۹۴۲ء
۳۲	۵۲۸	″	″ سردار بہادر کپتان ٹکا خاں صاحب کمرور	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	″
۳۳	۵۲۹ / ۵۳۰	″	″ ڈاکٹر غلام حیدر صاحب فورٹ منرو	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۳۴	۵۳۱	″	″ میاں محمد حسین صاحب۔ شہر لائل پور	صہ/	″ ″	″
۳۵	از ۵۳۲ تا ۵۳۴	″	″ خان بہادر شیخ عبد الرحمن صاحب علی گڑھ	ہـعہ	امداد عام (مد تعلیم)	″
۳۶	۵۳۵ / ۵۳۶	″	″ چراغ الدین اینڈ سنز۔ پونہ	عـہ	زکوٰۃ و وظائف طلبہ	″
۳۷	۴۶۱	عـ۳۴	″ شمس الحق صاحب فرم شیخ میاں محمد و شمس الحق صاحبان لاہور	صہ/	امداد عام (مد تعلیم)	″

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۸	۴۶۲	ع ۳۳	جناب پیر غلام محی الدین صاحب سرانواں ضلع فیروزپور	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۳۹	۴۶۳	"	" الحاج شاہ رحمت اللہ صاحب عثمانی الجلالی پیر بگیہ	صہ	" "	"
۴۰	۴۶۴ / ۴۶۵	"	" خان بہادر حاجی رحیم بخش صاحب، احمد نگر۔	عہ	" "	"
۴۱	۴۶۶	"	" شیخ غلام یسین صاحب ۔ جھنگ	صہ	" "	"
۴۲	۴۶۷ / ۴۶۸	"	" محمد عثمان صاحب تاجر کتب لائل پور	عہ	" "	"
۴۳	۴۶۹ / تا ۴۷۲	"	" خان رحیم یار خاں صاحب فورٹ عباس بہاولپور	عسہ	زکوٰۃ و وظائف طلبہ	"
۴۴	۴۷۳	"	" چودھری فتح الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر ایبٹ آباد	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	"
۴۵	۴۷۴ / ۴۷۵	"	محمد اسمٰعیل غلام جیلانی صاحبان امرتسر	عہ	زکوٰۃ و وظائف طلبہ	"
۴۶	۵۰۱	ع ۳۴	میسرز نیو نیشنل واچ کمپنی "	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	"
۴۷	۵۰۲	"	جناب عبد الرسول صاحب بی اے سانگلہ	صہ	" "	"
۴۸	۵۰۳ / ۵۰۴	"	" الحاج ڈاکٹر فیروز الدین صاحب سیالکوٹ	عہ	زکوٰۃ و وظائف طلبہ	"
۴۹	۵۰۵	"	" حاجی امام الدین صاحب ۔ سلانوالی	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	" بتوسط جناب حکیم منظور احمد صاحب
۵۰	۵۰۶	"	" حاجی صدر الدین منہاس صاحب قلعہ دیدار سنگھ	صہ	" "	"
۵۱	۵۰۷ / ۵۱۰	"	" چودھری عبد الحمید خاں صاحب گوجرانوالہ	عسہ	زکوٰۃ و وظائف طلبہ	"
۵۲	۵۱۱ / ۵۱۲	"	" میاں احمد دین صاحب امرتسر	عہ	" "	"
۵۳	۵۱۳ / ۵۱۴	"	" صوبیدار حاجی غلام محمد صاحب ضلع جھنگ	عہ	" "	"
۵۴	۵۱۵	"	" احسان الٰہی صاحب بکری ملتان چھاؤنی	صہ	زکوٰۃ و وظائف طلبہ	"
۵۵	۵۱۶	"	" چودھری نذیر احمد صاحب سرینگر کشمیر	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	"
۵۶	۵۱۷	"	" سید حسن صاحب تحصیلدار ۔ مظفر نگر	صہ	وظائف طلبا	" بتوسط محمد یونس خاں صاحب ...
۵۷	۵۱۸	"	" سعید احمد صاحب ۔ لاہور چھاؤنی	صہ	زکوٰۃ و وظائف طلبا	"
۵۸	۵۱۹	"	" ڈاکٹر قادر بخش صاحب ممدوٹ	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	"
۵۹	۵۲۰	"	" لفٹنٹ قیصر حسین صاحب مراد آباد	صہ	" "	" بتوسط افتخار فریدی صاحب
۶۰	۵۲۱	"	محترمہ قیصری بیگم صاحبہ "	صہ	" "	" "
۶۱	۵۲۲	"	" بی جان بیگم صاحبہ "	صہ	" "	" "

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۲	۵۲۳	۳۶۰ع	جناب پیر محمد صاحب وکیل شہر جالندھر	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبا)	بذریعہ منی آرڈر
۶۳	۵۲۴	″	″ الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور	صہ/	″ ″	″ بابت ماہ اگست ۴۲ء
۶۴	۲۶ع	۱۹۰ع	″ عبدالغفور صاحب ۔ موضع سوجڑو	عہ/	وظائف طلبا	بذریعہ جناب الحاج مولوی طفیل احمد صاحب
۶۵	۲۷	″	″ مقصود علی صاحب ″	عہ	″ ″	″
۶۶	۲۸	″	″ محمد بخش صاحب ″	عہ/	″ ″	″
۶۷	۲۹	″	″ واجد علی صاحب ″	ـہ	″ ″	″
۶۸	۳۰	″	″ اللہ دیا صاحب ″	عہ/	″ ″	″
۶۹	۹۳۲	۱۲۰ع	محترمہ والدہ صاحبہ خالد منعم عباسی ٹی پی دہلی قرولباغ	عہ	امداد عام (مد تعلیم)	بذریعہ محمد حنا صاحب صدر قربانیہ ملہ جولائی ۱۹۴۲ء
۷۰	۹۳۳/۹۳۴	″	جناب مختار شیخ محمد نواب صاحب لکھیمی پور	ع	″ ″	منی آرڈر بتوسط جناب الحاج نثار احمد صاحب
۷۱	۹۳۵/۹۳۶	″	″ الحاج میاں جان محمد صاحب رئیس اچھرہ	ع	″ ″	بذریعہ منی آرڈر
۷۲	۹۹۰/۹۹۱	۱۹۹ع	″ مولوی قدرت اللہ صاحب بالا گنج شہد غربی	ع	″ ″	″
۷۳	۹۹۲	″	″ عبدالحمید صاحب "پیام اسلام" جالندھر	عہ/	″ ″	″
۷۴	۹۹۳/۹۹۵	″	″ مولانا شمس الدین صاحب ہنڈی گھیپ	ـے	″ ″	″
۷۵	۹۹۶	″	″ سید محمد خلیل صاحب ۔ دہلی قرولباغ	عہ	وظائف طلبا	بذات خود ۔ بنیت جرم عقیقہ
۷۶	۹۹۷	″	″ ظل رحمان صاحب ۔ کیمور	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۷۷	۹۹۸/۹۹۹	″	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب الحاج منشی مسیح الدین صاحب موضع سیلاملی	ع	وظائف طلبا	″
۷۸	۱۰۰۰	″	جناب ایس محمود حسین صاحب سلہٹ	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	″
۷۹	۱/۲ تا ۵/۴	۱۹۳ع	″ شیخ محمد حیات صاحب رڑکی	صہ/	وظائف حفاظ	″ بتوسط جناب الحاج مولوی طفیل احمد صاحب برائے ایصال ثواب آنحضرت ﷺ
۸۰	۸۸۸/۸۸۹	۱۸۱ع	محترمہ بیگم شاہ فخر عالم صاحب گونڈہ	ع	وظائف طلبا	بذریعہ منی آرڈر
			آمدنی بمد اشتراک "ندائے حرم"	مع		

میزان آمدنی ماہ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ ۹۱۳ سابقہ ۹ر

احقر
ضیاء الدین احمد عفی عنہ
معتمد
صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرولباغ

کعبہ کے زیرسایہ ہندوستانی طرز تعمیر کا نمونہ - مدرسہ صولتیہ کی مسجد

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۶۶۶۹

کوئی فہرست نہیں

اس کے باوجود ہمارے سرپرست اس کا یقین رکھتے ہیں کہ موجودہ گرانی کے زمانہ میں ہماری قیمتیں مناسب تر ہیں

ہر قسم کی

علمی - مذہبی - ادبی - تاریخی - اور سیاسی کتابوں کے لئے شمالی ہندوستان میں کتابوں کی عظیم ترین دوکان

کتب خانہ رشیدیہ

جامع مسجد - دہلی

کی خدمات سے فائدہ اٹھایئے

جو ۱۹۲۴ء سے ملک کی علمی اور ادبی خدمت انجام دے رہا ہے

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے "دلی پرنٹنگ ورکس دہلی" میں چھپوا کر دفتر [illegible] دہلی سے شائع کیا

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

جلد ۳

عدد

ندائے حرم کا مقصد

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور ان کی تکمیل کے لئے کوشش۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳ مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات علمی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکز اسلام کی آواز ہے۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانان ہند کی خدا کے گھر میں ستتر سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے "ندائے حرم" میں عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔
عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک دفتر کو اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں، اس کے بعد دفتر معذور ہوگا
ماہنامہ "ندائے حرم" مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے
جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک بھیجئے۔

سالانہ اشتراک تین روپے (۳/-) فی پرچہ ۴/- بیرون ہند سے ۷ شلنگ۔
رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ "ندائے حرم" دہلی قرول باغ سے ہونی چاہیئے۔
نمونہ کے لئے ۲ کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی۔ قرولباغ

مرکزِ اسلام میں مسلمانانِ ہند کی مشترکہ یادگار مدرسہ صولتیہ ہندیہ مکہ معظمہ کی عمارات کے چند مناظر

بسم الله الرحمن الرحيم

كلمة شكر وتقدير

ترفعها هيئة مجلس ادارة المدرسة الصولتية خصوصاً واعضاء هيئة التعليم عموماً الى زملائهم الفضلاء رئيس مكتب الدعاية الخاص بها بالهند ورجاله الكرام

هاهنا من مهبط الوحي من بلد الله الامين من المسجد الحرام وقبلة المسلمين من ام القرى الغراء من اول معهد ديني اسس بها منذ عام ۱۲۹۲ هجرية نرفع خالص شكرنا وعظيم تقديرنا الى رجال مكتب الدعاية بالهند على ما بذلوه من جهود موفقة ونشاط مستمر وسهر متواصل لبث الدعاية الواسعة بين كافة طبقات الامة الاسلامية عموماً والاقطار الهندية خصوصاً من قلوب طافحة بالبشر والاخلاص وافئدة مليئة بالسرور والولاء . ومن افواه لاهجة بالدعاء والثناء الجم تجاه الاعمال المبرورة التي قام ويقوم بها رجال مكتب الدعاية بالهند نحو المدرسة الصولتية الهندية التي هي اول معهد ديني وضع للناس بمكة مباركاً (من آثار رحمة الله) فهذا المعهد الاسلامي القديم خدم العلم والتعليم سبعين عاماً متوالية دون سآمة ولا ملل ناشراً لواء العلم الصحيح فوق قمة المجد وعلى ربوع ام القرى يظل تحت طياته طلاب العلم من كافة اجناس المسلمين على اختلاف اجناسهم وتباين لغاتهم حتى تخرج منه القضاة المجتهدون والعلماء الباحثون والافاضل المدرسون وارباب الاقلام المحررون وغيرهم وغيرهم ممن نفعوا البلاد والعباد ونفعوا اقطار العالم بعلومهم ومعارفهم ، فمكتب الدعاية ان قام بدعاية واسعة لهذا المعهد الكبير فقد قام بواجب اسلامي مقدس لزاماً على كل مسلم غيور ينبض فيه دم الاسلام الحي ان يشجع ويؤازر ويساعد مشروعاً اسلامياً انشئ لخدمة العلم في اقدس بقاع الارض الحسنة فيه بمائة الف حسنة والله يضاعف لمن يشاء

فالى امراء الهند العظام والى زعمائه الفخام والى الشخصيات البارزة الاعلام والى رجال مكتب الدعاية الكرام يرفع مجلس الادارة رجاء الحار وكله آمال وثقات في تعضيد هذا المعهد الديني الهندي الصولتي ببلد الله المقدس وحيث انه كما لا يخفى ان موسم عام ۱۳۶۱ هجرية لم يفد فيه الى مكة المكرمة من الاقطار الهندية من المعضدين لهذا المعهد فمن الصعب جداً ان يقوم معهد عظيم كهذا دون مساعدة المحسنين اليه فكيف يتسنى له ان يقوم بواجبه المقدس وكيف يسير قدماً الى الامام اذا لم يجد ما ينفقه لا سمح الله فجدير بكم ايها المؤازرون وحري بكم ايها المجاهدون والدعاة الناصحون ان تبذلوا كل ما بوسعكم وتضحوا بانفسكم في سبيل الدعاية الواسعة لهذا المعهد فانه لا يرضيكم ولن يرضيكم ان تضيع ثمرة مجهوداتكم ومجهوداتنا ومجهودات امة باسرها سعو السعي الحثيث سبعين عاماً متوالية بعزم وحزم فانا بالله واثقون ما دام في النفوس الابية الحرة شمم وشهامة وما دام في النفوس الاسلامية بقية باقية من الايمان فلن يتأخر هذا المعهد الاسلامي بل يخطو خطى واسعة الى الامام باذن الله تعالى

وختاماً يرد مجلس الادارة ورجاله تشكراته الغالية وتقديراته القيمة لخدمات موظفي مكتب الدعاية الخاص بهذا المعهد المؤسس (بقرول باغ نئي دهلي) من اعمال الهند وفي مقدمتهم الاستاذ ضياء الدين احمد رئيس المكتب المشار اليه ومما لا شك فيه ان عنايته الفائقة التي يبذلها الآن ولا سيما في هذه الظروف الحرجة لمما تورث الدهشة والاعجاب فلشخصه الكريم منا اطيب الثناء والتقدير والله لا يضيع اجر من احسن عملاً

[illegible] ۲۲/۲/۱۳۶۲

الهيئة التعليمية بالمدرسة   اعضاء ، عضو سكرتير ، نائب رئيس مجلس الادارة

[illegible signatures]

نوٹ :- اسکا اردو ترجمہ صفحہ نمبر ۳ پر ملاحظہ فرمائیں

ندائے حرم

عدد ۸ — مسئول ضیاء الدین احمد — جلد ۳

شعبان المکرم ۱۳۶۲ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۴۳ء

مسلمان سے خطاب

(از شاعر حرم جناب کوکب ضیا شادانی)

دل میں وہ جوش نہیں اور وہ ایمان نہیں
سچ تو یہ ہے کہ تو پہلا سا مسلمان نہیں

کیوں ترے دل میں نہیں عظمتِ رفتہ کا خیال
کس لئے دورِ گذشتہ کا تجھے دھیان نہیں

بڑھ گئی حد سے تری بے خبری اے غافل!
کامیابی کا زمانے میں یہ عنوان نہیں

اب بھی جھک جائے زمانہ ترے آگے لیکن
بات اتنی ہے کہ راسخ ترا ایمان نہیں

دل میں گر جوشِ عمل ہو تو ہے ممکن سب کچھ
صرف باتوں سے کسی بات کا امکان نہیں

خود ہی ہو جاتے ہیں سامانِ ترقی پیدا
جانتا ہے اسے تو بھی کوئی انجان نہیں

کس لئے بیٹھا ہے ہنگامۂ ہستی سے الگ
اٹھ کھڑا ہو کہ مسلمان کی یہ شان نہیں

باعثِ حیرتِ عالم ہے خموشی تیری
وجہِ غیرت ہے یہ حالت کہ مسلمان! نہیں

پھر چمک صورتِ انجم فلکِ شہرت پر
کونسا کام ترے واسطے آسان نہیں

قومِ مسلم پہ کشادہ ہیں ہمیشہ راہیں
کون کہتا ہے کہ تیرے لئے میدان نہیں

زورِ بازو دے صداقت کو نمایاں کردے
پھر زمانے میں ہر اک شخص کو حیراں کردے

وادیٔ خلیل کا تازہ پیغام

جامعہ حرم کے علمائے کرام اور شیوخ واساتذہ کا پرحرارت بیان

صدر دفتر مدرسہ دہلی کی مخلصانہ کوششوں کا درکعبہ سے اعلان

دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی مجلس ادارہ (انتظامیہ) اور ہیئت تعلیمیہ نے حسب ذیل پیغام مورخہ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۲ ہجری کو صدر دفتر دہلی کے نام ارسال فرمایا ہے، یہ بیان جس پر مکہ معظمہ کے ممتاز و مستند علماء اور اساتذہ کے دستخط ثبت ہیں عزت و احترام کے ساتھ بصورت ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اصل تحریر کا بلاک سرورق کے بعد آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، خدا کا شکر و احسان ہے کہ صدر دفتر دہلی کی ناچیز کوششیں وقیع ثابت ہوئیں، دار العلوم حرم کی واجب الاحترام جماعت عاملہ نے جس محبت و خلوص کے ساتھ ہندوستان میں اپنے رفقائے کار کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے، ہم بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ خداوند کریم ہمیں اُن کی اور مرکز اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

صدر دفتر کی جانب سے مرکز اسلام میں ان بلند ہمت مردانِ علم و عمل کے اس پُرجوش پیغام اور جذبات تشکر کا جواب جو ان کی خدمت میں بھیجا جائے گا، اُس کی اشاعت انشاء اللہ آئندہ نمبر میں ہوگی۔		مدیر

" یہ ہے ہماری آواز، اور ہماری اپیل، یہ ہے ہمارا پیغام جو مہبطِ وحی مسجد حرم محترم، قبلۂ مسلمین، بلد امین، ام القریٰ مکہ معظمہ کی اس اولین مذہبی درسگاہ کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے، جو سنہ ۱۲۹۲ھ سے کعبۃ اللہ کے زیر سایہ قائم ہے۔

ہم سب سے پہلے اُن خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہیں جو صدر دفتر دہلی ہندوستان میں انجام دے رہا ہے، ہم اس سلسلہ میں پُر خلوص تشکر اور جذبۂ قدر دانی پیش کرتے ہیں۔

ہم خوشی اور اخلاص سے بھرے ہوئے قلوب، محبت سے معمور احساسات، دعا دینے والی زبانوں اور تعریف سے بھرپور الفاظ کے ساتھ کارکنانِ دفتر کی اُن تمام برگزیدہ کوششوں کے لئے سپاس گذار ہیں جو انہوں نے نتیجہ خیز صورت میں ہمیشہ باقی رہنے والی ہمت اور بیداری کے ساتھ انجام دی ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ سے دار العلوم حرم کو ہندوستان کی امتِ اسلامیہ کے تمام طبقات میں روشناس فرمایا ہے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ ہندوستانی درسگاہ ہے، یہ پہلا مذہبی اور دینی دار العلوم ہے، جو عام انسانی سود و بہبود کے لئے مکہ معظمہ میں قائم کیا گیا، جو اپنے بانیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آثارِ رحمت میں سے ایک اثر ہے، اور مبارک بنیاد ہے،

یہ قدیم اسلامی دار العلوم متواتر ستر سال سے علم اور تعلیم کی خدمت میں حصہ لے رہا ہے، اُس نے ام القریٰ (مکہ معظمہ) کی پہنائیوں میں عزت و افتخار کی سر بفلک بلندی پر علم حق کا علم بلند کر رکھا ہے، اُس کے پرچم کے سائے میں اسلامی دنیا کے تمام حصوں سے طالبانِ علوم اسلامیہ آکر فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اُن کے رنگ اور نسلیں مختلف ہیں، یہاں تک کہ اُن کی زبانیں بھی مختلف ہیں، مگر حصول علم کا مرکز ایک ہے۔

دار العلوم حرم نے اپنی ستر سالہ زندگی میں صاحب علم و کمال، شیوخ، علماء اور قاضی بھی تیار کئے، فکر و نظر رکھنے والے مدبر بھی، اول درجہ کے مدرس بھی، اور اعلیٰ درجہ کے وہ ارباب قلم اور اصحابِ عمل بھی، جن سے بلاد و عباد نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کا فرض:- اگر صدر دفتر اس بڑے اور عظیم الشان دار العلوم کے بلند اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہے تو اس کے معنی یہ ہیں، کہ وہ ایک ایسے مقدس اسلامی فرض کی تعمیل کر رہا ہے، جس کی تائید و حمایت ہر ایسے غیر تمند و غیور مسلمان پر واجب ہے جس کی رگوں میں زندہ اسلامی خون موجود ہے، یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ ہمت سے اٹھے، اس بار امانت کے اٹھانے میں شریک ہو اور ایک ایسے مرکزی ادارہ کی امداد کرے، جو عملی خدمت کی راہ میں اولین رہنما ہے، جو دنیا کی مقدس ترین سرزمین پر واقع ہے، اور جہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔

اگر آمدنی کا بنیادی وسیلہ نہ رہے تو یہ سوال سامنے آجاتا ہے کہ مدرسہ اپنے مقدس فرائض کی تکمیل کیسے کرے گا۔ منزل مقصود کی طرف بڑھ کر قدم کیسے رکھے گا، خدانہ کرے کہ وہ سرمایہ سے محروم رہے، لیکن سرمایہ ہی نہ رہا، تو مدرسہ کیسے باقی رہ سکے گا۔

ہمدرد معاونو! بہی خواہ محسنو! اور سرگرم داعیو! ہم آپ سب سے درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے گھر کی اس تاریخی عظیم الشان درسگاہ کی امداد میں اُن سب چیزوں کے لئے تیار ہو جایئے جو آپ کے امکان میں ہوں، اور ہر وہ قربانی پیش کر دیجئے جو اس بلند مرکزی مقصد کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔

ہمیں پورا یقین ہے کہ خداوند کریم کبھی آپ سب کی سرگرم کوششوں اور ہماری عملی جدوجہد اور امت اسلامیہ ہندیہ کی اُن محنتوں کو ضائع نہ کرے گا جو متواتر ستر سال سے عزم و ہمت کے ساتھ جاری ہیں۔ "واللہ یضاعف لمن یشاء"۔

وقت کی پکار:- مجلس ادارہ دار العلوم حرم اور ہیئۃ عاملہ اپنی یہ کمزور آواز ہندوستان کے امرائے عظام، والیان ریاست، زعمائے کرام اور مشہور و ممتاز شخصیتوں کے کانوں تک پہنچا دینا چاہتی ہے، اُس کی پُر حرارت امیدیں اور تمام پختہ آرزوئیں ان سب کے ساتھ وابستہ ہیں، اُسے امید ہے کہ ہندوستان کے ہر طبقہ اور درجہ کے مسلمان مکہ معظمہ کی اس

دینی اور مرکزی تحریک کی توسیع و ترقی، قیام و دوام، اور بقا و استحکام کے لئے مکمل اعتماد کا ثبوت دیں گے۔

اس امر سے کون شخص بے خبر ہوسکتا ہے کہ ۱۳۶۱ھ ہجری کے موسم حج میں ہندوستان کے حجاج کو حاضری حرم محترم کا شرف حاصل نہیں ہوا، حالانکہ ہندوستان کے حاجیوں کی امداد ہی پر خدا کی تائید و اعانت کے بعد اس دارالعلوم کی زندگی کا مدار تھا، اس ایک ہی واقعہ سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس کا مدرسہ کی مالی حالت پر کیا اثر ہوگا۔

قدم ترقی ہمارا اعتماد اللہ کی ذات پر ہے، جب تک مسلمانوں میں ایمانی حرارت موجود ہے، جب تک اُن میں ہمت اور حمیت باقی ہے اور جب تک نفوس اسلامیہ میں خدا کے پاک گھر سے پُرخلوص تعلق کا جذبہ کارفرما ہے، مرکز اسلام کی یہ واحد دینی اور مذہبی درسگاہ پیچھے قدم نہ ہٹائے گی بلکہ خدا کے حکم سے اُس کی تائید و اعانت سے برابر ترقی کرتی رہے گی۔

مجلس ادارہ آخر میں پھر اپنے دفتر نشر و اشاعت دہلی کے باعزم کارکنان کا شکریہ ادا کرتی ہے اور خاص طور پر اس کے بلند ہمت معتمد عمومی حافظ ضیاء الدین احمد صاحب کی غیر معمولی جد وجہد کا مسرت کے ساتھ اعتراف کرتی ہے، اور خلوص سے ان سب کی کوششوں کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہے، ایسے نازک زمانہ میں موصوف اپنے رفقائے کار کے ساتھ اس خدمت کو جس پیمانہ پر انجام دینے کی سعی کر رہے ہیں اُس کے لئے ہم سب رطب اللسان ہیں، اور اس کوشش کی قدردانی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ واللہ لا یضیع اجر من احسن عملا۔

دستخط کنندگان

ہیئۃ تعلیمیہ	ممبران مجلس ادارہ

نوٹ - دستخط اصل پیغام کے مطبوعہ عربی بلاک میں جو زیر نظر نمبر کے شروع میں چسپاں کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ندائیات

مسلمانانِ ہند اور مرکزِ اسلام

جزیرۃ العرب میں آپ کی مذہبی تحریک اور غیروں کے قومی کام

"ہر درخت کی سرسبزی و شادابی اسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک آپ جڑ کو سیراب کرتے رہیں" یہ ایک بنیادی اصول ہے، آج مسلمانوں کو مرکز کی ضرورت ہے اور صرف اس لئے کہ مرکز جڑ اور بنیاد ہے، ذہنی پراگندگی یا یورپ زدگی کا اثر سمجھئے کہ مسلمانوں کے دماغ میں "مرکز" کا تصور اور دلوں میں اس کے لئے گنجائش پیدا نہیں ہوتی۔

دنیا کی ہر زندہ قوم اپنے مرکز کی بدولت زندہ ہے، قوم کی موت و حیات مرکز کے بقا اور فنا سے وابستہ ہے، مسلمانوں کے لئے یہ کوئی نیا پیغام نہیں اور نہ ان کو جدید مرکز بنانے کی دعوت دی جاتی ہے بلکہ ملتِ اسلامیہ کے پاس وہ تیرہ سو سالہ مرکز "مکہ معظمہ" موجود ہے، جسے خدا کے حکم سے ابراہیم خلیل اللہ نے بنایا، اس کے مقبول بندوں سے بسایا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی عظمت کو بلند کیا، ہمارا تعلق اس مرکز سے زندگی بھر اور مرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہے، کیا ہماری روحیں مضمحل ہو چکی ہیں اور اپنے تیرہ سو سالہ مرکز سے ہمارا کوئی روحانی اور عملی تعلق باقی نہیں رہا۔

دنیا کی تاریخ میں مسلمان ہی وہ قوم ہے جو اپنے مرکز سے قطعاً ناآشنا اور بے تعلق ہے اور مرکز کی قوت اور اس کے دور رس اثرات سے ناواقف ہے۔

ستر کروڑ مسلمانوں میں یہ فخر صرف باہمت مسلمانانِ ہند کو حاصل ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کے سامنے

سب کے متحدہ مرکز میں اُن کی ایک نشر سالہ قومی اور علمی مشترکہ یادگار کعبہ کے زیر سایہ اُن کے نام کو بلند کئے ہوئے ہے، عرب و عجم، مدرسہ صولتیہ ہندیہ کو مکہ معظمہ میں پندرہ کروڑ مسلمانان ہند کے مذہبی جوش اور اسلامی حمیت کی زندہ مثال سمجھتے ہیں ۔

ٹھنڈے دل سے اگر کسی چیز پر غور کرنے کی فرصت ہو تو اپنی اس ایک دینی اور مذہبی درسگاہ کے مقابلہ میں اغیار کی جدوجہد کا جائزہ لیجئے ، اُن کی بیدار مغزی اور جانکاہی کی " داد " دیجئے ، یورپ اور امریکہ کی سوسائٹیوں اور انجمنوں نے عراق ، شام ، فلسطین اور مصر میں اسکولوں ، کالجوں ، یونیورسٹیوں اور امدادی کاموں کا جو جال پھیلا رکھا ہے ، کبھی آپ نے اس " عنایت و ہمدردی " اور اپنے مآل و انجام پر بھی نظر فرمائی ۔

۱۹۳۶ء تک عراق میں (۲۴۴) غیر ملکی درسگاہیں تھیں ، جن میں (۵۰۳۴۹) طلبا تھے ، اس تعداد میں پرائمری اسکول ، ہائی اسکول اور زنانہ و مردانہ کالج شامل ہیں ، شام میں بیروت کی امریکن یونیورسٹی کا علمی سکہ تمام ممالک عربیہ پر بیٹھا ہوا ہے ، یہ عظیم الشان یونیورسٹی جس کی بنیاد امریکہ کے دولتمندوں کی فراخ حوصلگی اور " دور اندیشی " یا دل خوش کن انداز میں " انسانی ہمدردی " ہے ، ۱۸۲۵ء میں بیروت میں قائم ہوئی ، جسے آج (۱۱۸) برس گذر چکے ہیں ، مصر میں (۹۴۴) اسکول اور کالج ہیں ، جن میں (۲۴۶۰۰) طلبا تعلیم پاتے ہیں ، ان مغربی درسگاہوں کی صورت میں تہذیب جدید اور مغربیت کی روح ایک صدی سے زیادہ مدت سے جزیرۃ العرب کے دل و جگر میں پوری قوت کے ساتھ کارفرما ہے ۔

مرکز اسلام کے چاروں طرف اس مہیب تاریکی میں آپ کا دارالعلوم مدرسہ مکہ معظمہ، کعبہ کے زیر دیوار ایک ٹمٹماتا ہوا دیا ہے ، جس کی مدھم روشنی سے وادیٔ فاران میں ایک علمی فضا نظر آتی ہے اس روشنی کا احساس صرف ان پاک نفس و باہوش " اہل نظر " ہی کو ہو سکتا ہے جن کو قدرت نے اپنی فیاضی سے حساس دل و دماغ عطا کئے ہیں ۔

اس اظہار حقیقت کے بعد اگر آپ سے اللہ کے گھر میں ، اللہ کے بندوں کے لئے ، اللہ کی دنیا میں اس کا نام بلند کرنے اور اللہ کا بھیجا ہوا علم پڑھانے اور اُسے بڑھانے ، پھیلنے اور پھیلانے کے

لئے اپیل کی جائے، تو کیا بلا تردد آپ اس تحریک کی پوری ہمدردی اور توجہ کے ساتھ عملاً تائید فرمائیں گے
میں اس سوال کا عملی جواب مسلمانانِ ہند کے ایمانی شعور سے مانگ رہا ہوں، مرکزِ اسلام کی عظمت
ارضِ حرم کا تقدس، بیت اللہ کے فیوض و برکات، اگر بجائے خود پاک سیرت کلمہ گو بندوں کے
لئے مہتم بالشان چیزیں ہیں تو دل بڑھانے والے ہماری طرف ہاتھ بڑھائیں۔ اور مرکزِ اسلام
کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ندائے حرم کی اس دردمندانہ آواز کو بے اثر ثابت نہ ہونے دیں۔

اہلِ حرمین شریفین کی بروقت امداد

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کیلئے امدادی رقوم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کو مختلف مقامات سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے عام
غربا، مساکین، بیوگان، یتامی اور بعض دیگر امورِ خیر کے لئے حسبِ ذیل رقوم بماہ جمادی الثانی و رجب وصول
ہوئیں، جو مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو مستحقین تک پہنچانے کے لئے بھیجدی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ معطیان
کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

۱　مولانا حمید الدین صاحب۔ نارنول　صہ
۲　بیگم صاحبہ کپتان سید اجمل حسین صاحب۔ کرنال　صر
۳　خان بہادر حاجی محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب مدراس　۱۲ ؎
۴　عبد الستار خاں صاحب۔ کھیڑہ افغاناں　ے
۹　محترمہ مہربانو صاحبہ بیگم قاضی حبیب اللہ صاحب مرحوم چودھری پور　صر
۵　مولوی حامد علی خاں صاحب گورکھپور　عـہ
۶　الحاج ابو انعام الحق صاحب سہارنپور　عصہ
۷　ایک اہلِ خیر بتوسط ماسٹر محمد اختر صاحب ہٹور　عـہ
۸　حاجی شیخ علی احمد صاحب۔ لاہور　صـہ

میزانِ کل　معـ ۱۲/

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ ارتحال کی خبر تمام ملکی جرائد میں شائع ہو چکی ہے، مولانائے مرحوم کی دردناک رحلت ایسے زمانہ میں ہوئی جب کہ ان کی موجودگی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔

زمانہ میں فساد عام ہے، خرابی وخستہ سامانی ہر طرف آشکارا ہے، اخلاق و رسوم کے دائرہ میں اب بھی ہزاروں انسان اپنی صلاح و فلاح کے لئے بے چین ہیں، حضرت مولانا زمانۂ حاضرہ میں علمائے سلف کا نمونہ تھے، یگانۂ روزگار مصلح اخلاق و اعمال تھے، مولانا کے ذریعہ سے عامۃ الناس کی اصلاح کا کام جس وسیع پیمانہ پر ہوا، اُس کی مثال زمانۂ حال میں نہیں ملتی۔ ابتدا سے انتہا تک احتیاط و کمال کا مجموعہ، دیکھئے اس نقصان عظیم کی تلافی کب اور کس طرح ہو۔

حضرت مولانا ۱۳۱۰ھ میں روحانی اکتساب کی غرض سے مکہ معظمہ پہنچے، شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے، اسی زمانہ میں مولانا نے تجوید وسبعہ کی تکمیل دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے صدر مدرس شعبہ تجوید القرآن شیخ القراء قاری عبد اللہ صاحب مرحوم (قاری عبد الرحمٰن صاحب الہ آبادی کے بڑے بھائی) سے فرمائی، اور حضرت شیخ القراء نے ان کو اپنے شعبہ کی سند خاص عطا کی، مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے متعلق حضرت حکیم الامۃ نے اظہار رائے فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"یہ احقر ۱۳۱۰ھ ماہ شعبان میں بتوفیق ایزدی مکہ معظمہ حاضر ہوا، اور کئی ماہ تک مقیم رہا، اس مدت میں باستثنائے جمعہ شاذونادر کوئی دن ایسا ہوگا کہ اس مدرسہ صولتیہ بنا کردہ حضرت مولنا

رحمۃ اللہ صاحب رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃً میں بالالتزام حاضر نہ ہوتا ہوں،

یا خدا ایں مدرسہ قائم بدار

فیض او جاری بود لیل و نہار"

قرآنی تعلیم و تبلیغ، تجوید و ترتیل سے عشق رہا، کتاب اللہ سے یہ شغف بیت اللہ کی برکات کا ثمرہ تھا مولانا کو درسگاہ حرم سے اس قرآنی نسبت پر فخر تھا، انہوں نے تحریر میں اس کا کئی بار اظہار بھی فرمایا، مدرسہ صولتیہ کو بھی ناز تھا کہ اس کے سلسلۂ تعلیمی کا ایک ایسا نمونہ بھی موجود ہے جو عرش الٰہی کے سایہ میں قرآن اور قرآنی علوم کی خدمات انجام دے رہا ہے۔

حضرت مرحوم کا علمی فیضان عام تھا، اس سے علماء بھی مستفیض ہوئے اور صلحاء بھی، عورتیں بھی اور بچے بھی، عوام بھی، خواص بھی، امیر بھی، غریب بھی، ہزاروں کتابیں دل سے لکھیں، ذاتی طور پر کبھی نفع کا خیال نہیں فرمایا، ہر شے کو امت کے لئے وقف کر دیا، جو آج تک وقف ہے۔

حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت مرحوم رحمت الٰہی کے سایہ میں ابدی زندگی کی نعمت سے فیضیاب ہوں اور آپ کے فیوض و برکات سے آنے والے بھی محروم نہ رہیں۔

ہم حضرت مرحوم کے حمیلہ پسماندگان و مریدین کیلئے صبر و سکون کی دعا کرتے ہیں، حق تعالیٰ تمام متوسلین کے قلوب کو صبر کی ہمت عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

ہمارے معاون محترم خان بہادر حاجی محمد جان صاحب اور محترم شیخ فیروز الدین صاحب (جاپان والے) کے والد محترم حاجی احمد دین صاحب نے دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا، مرحوم اسلامی نکوکاری کا نمونہ تھے۔

اپنی وضع کے پابند، اپنے عزیزوں میں مقبول، اور تعلقات کے دائرہ میں محبوب انسان تھے، یہ آپ کی اعلیٰ تربیت کا ہی ثمرہ ہے کہ خدا نے آپ کے صاحبزادوں کو دنیا میں عزت سے سرفراز فرمایا اور دین کے کاموں میں آگے بڑھ کر حصہ لینے کی توفیق اور ہمت بخشی۔ ہماری دعا ہے کہ رب العزت مرحوم کو

اپنے جوارِ رحمت میں کوثر و تسنیم سے سرفراز فرمائے۔

کسی بزرگ خاندان کا اس طرح اٹھ جانا بڑا سخت حادثہ ہے، حق تعالیٰ تمام پسماندگان کو صبر و سکون کی دولت گراں مایہ سے نوازے اور ایصالِ ثواب کی توفیق عطا فرمائے، کیونکہ جانے والوں کے لئے رہنے والوں کا یہی ہدیہ ہے، جو آج کے بعد کام آسکتا ہے۔

محترم جناب شیخ مسیح الدین صاحب موضع سیلابی ضلع الہ آباد، مدرسہ صولتیہ کے بڑے مخلص اور خاص معاون ہیں، آپ کو اس درسگاہ سے غیر معمولی تعلق اور شیفتگی ہے، اور اس کا اظہار امداد و اعانت کی صورت میں بھی ہوتا رہتا ہے، آپ کے ایک تازہ گرامی نامہ سے یہ معلوم کر کے بہت ہی رنج ہوا کہ آپ کے داماد مسٹر اقبال الدین صاحب نے عین عالمِ شباب میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اس سے پہلے آپ کے صاحبزادہ بابو نفیس احمد صاحب داغِ مفارقت دے چکے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس عالمِ پیرانہ سالی میں ایسے صدمات بہت دردناک ہیں، مگر یہ خدا کی توفیق ہے کہ لب پر حرفِ شکایت کی جگہ حکایتِ شکر ہے، اس وقت شیخ صاحب کے دل کا جذبہ یہ ہے:۔

"میرا ایک خاص ذاتی کام آپ لوگوں کی دعا پر منحصر ہے، دعا فرمائیے کہ فریضۂ حج اور مدینۃ الرسول کی زیارت نصیب ہو"

ہمیں خدا کے گھر سے جو مخلصانہ تعلق ہے اس کی بنا پر ہماری نیک دعائیں اپنے محترم و مخلص معاون کے ساتھ ہیں، حق تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے، اور جانکاہ حادثات صبر کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

آپ نے چالیس ۴۰ روپیہ کی رقم ارسال فرمائی ہے، جس کا بڑا حصہ بمد ایصالِ ثواب ہے، تفصیل "موجِ کوثر" میں آئندہ ماہ انشاء اللہ درج ہوگی۔

کاپی پریس کو جا رہی تھی کہ ہمیں جناب حکیم احمد رشید صاحب زیبا (ہمارا دواخانہ دہلی) کے حادثۂ انتقال کی المناک خبر ملی، آپ جوان صالح، نیک دل و پاک باطن، شاعر، ادیب اور طبیب تھے، مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے معاون اور "ندائے حرم" کے قدردان تھے، اس حادثہ پر ہم ان کے جملہ اعزا و پسماندگان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے، اور آپ کے تمام متعلقین کو صبر کی توفیق دے۔ آمین۔

اثرات

مکہ یونیورسٹی کے متعلق مکتوب

مکہ یونیورسٹی کا نام ایک نصب العین کی حیثیت سے روز بروز تعارف تازہ حاصل کر رہا ہے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین آیت من آیات اللہ حضرت مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی کی ذات گرامی اسلامی علم و فن کا قیمتی سرمایہ تھی، مکہ یونیورسٹی کا تصور اُنہی کی ایک امانت ہے، جو اُنہوں نے مکہ معظمہ کے قیام کے زمانہ میں ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو سپرد کی، مولانا نے کو مسلمانوں پر جو اعتماد تھا اس کی بنا پر انہوں نے باب عالی خلافت، اور سعادت استنبول کی امداد قبول کرنے سے انکار فرما دیا تھا خدا کا شکر ہے مدت کے بعد اب یہ نصب العین اپنے حقیقی مرکز کی طرف بلند ہو رہا ہے اور کامیابی کے لئے مسلمانوں کے دلوں میں اپنی راہ بنا رہا ہے۔

جناب محترم حاجی علی محمد صاحب لاہور سے اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں، "آپ کے نیک خیالات انشاء اللہ تعالیٰ کسی روز پھل لائیں گے، یہ کوئی مشکل بات نہیں مَنْ جَدَّ وَجَدَ، خداوند کریم وہ دن دکھائے کہ مکہ شریف کی یونیورسٹی قائم ہو اور ہم عاجز بندے اس کی کوئی خدمت کر سکیں اور اس کا پھل عاقبت میں کھائیں۔"

حاجی صاحب نے مکہ شریف کے یتیم بچوں کے لئے پانچ روپیہ کی رقم بھیجی ہے، اور ہماری ہمت میں برکت کے لئے دعا فرمائی ہے، آپ بڑے خلوص سے یہ بھی دعا فرماتے ہیں کہ کل مسلمان آپس کے جھگڑے چھوڑ کر ایک ہو جائیں اور ایسے کاموں کو جلد از جلد تکمیل تک پہنچائیں۔

اس خط کا ہر لفظ بزرگانہ نصیحتوں دعاؤں اور تجویزوں سے بھرا ہوا ہے، اس میں خلوص کی شیرینی ہے، اسلام کی محبت کا حوصلہ ہے، اور مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق صحیح نصب العین کا ادراک ہے، ہمیں ایسے ہی بزرگوں، مخلصوں، دعانوازوں اور سچا احساس رکھنے والے ہمدردوں اور بہی خواہوں کی ضرورت ہے، خدا ایسے ہزاروں مسلمان پیدا کردے، جن کی تعداد لاکھوں اور کروڑوں تک پہنچے قطرات مل کر سمندر بن جاتے ہیں، اور بہت سی موجیں سمندر کے دل سے ابھر کر ساحل کا پتہ دریافت کر لیتی ہیں۔ حق تعالیٰ حاجی صاحب کے اس جذبہ کو زندہ رکھے اور اُن کو دوبارہ زیارت حرمین کی برکت سے نوازے، آمین۔

پورٹ آف اسپین کا ہدیہ

ہندوستان سے باہر جو ہندوستانی مسلمان آباد ہیں اب آہستہ آہستہ ان میں بھی جامعہ صولتیہ کی حقیقی عظمت اور دینی اہمیت کا احساس پیدا ہو رہا ہے،۔

ہمیں پورٹ آف اسپین سے نوسو اٹھاسی ۹۸۸ روپیہ پندرہ آنہ کی رقم ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۲ھ میں وصول ہوئی تھی انتظار کے باوجود اس فیاض اور مخیر ہستی کا نام نہیں معلوم ہوا، جن کی ہدایت پر بینک نے یہ رقم ہمارے پاس بھیجی ہے۔

رقم وافر مگر حوصلہ کتنا زبردست ہے کہ دینے والے بزرگ کو نام و نمود سے کوئی تعلق نہیں، بہر حال صدر دفتر اس توجہ کا ممنون ہے، وہ اس کو ایک نیک فال اور ایک اعلیٰ مثال سمجھتا ہے، ہماری دعائیں، خلوص سے بھری ہوئی دعائیں، جامعہ حرم کے طلبا و اساتذہ کی مقدس دعائیں اس عطیہ کے ساتھ وابستہ ہیں، پورٹ آف اسپین سے متعدد بار جامعہ صولتیہ کو امدادی رقمیں وصول ہو چکی ہیں۔ ان کا اندراج گذشتہ سالوں کی روداد میں موجود ہے، یہ رقم اسی پرانے تعلق کا جدید پہلو نمایاں کرتی ہے۔

ہمیں اس وقت تک بھیجنے والے بزرگ کا اسم گرامی معلوم نہیں ہو سکا، بینک سے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ پورٹ آف اسپین کے کسی بینک نے ان کو تار دیا کہ یہ رقم صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

دہلی کو دے دی جائے، ہمیں یہ یقین ہے کہ یہ رقم مدرسہ کے کسی قدیم اور باخبر بہی خواہ نے ارسال فرمائی ہے، اور اس کی ترسیل میں ہماری سعی کی جگہ مدرسہ کی تاریخی خدمات کو دخل ہے، ہم بے اختیار معطی صاحب کا اسم گرامی شائع کرنا چاہتے ہیں۔ جب ہمیں نام معلوم کرنے میں کامیابی ہوجائے گی تو ان کا اسم گرامی رسالہ میں شائع کر دیا جائے گا۔

اس وقت ہندوستان کے نو آباد کار دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں، اگر ان میں سے صاحب خیر حضرات اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ علوم الٰہیات کی بڑی خدمت ہوگی، اللہ کے گھر میں اللہ کے دین کے لئے، قرآن حکیم، قرآنی علوم کی خدمت کے لئے اجر و ثواب کا زبردست موقع ہے، کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ملتا ہے۔

یونیورسٹی کا تعلق لائبریری سے ہر یونیورسٹی کے لئے ایک لائبریری کا ہونا ضروری ہے، ہر دار العلوم ایک بڑے کتبخانہ کا محتاج ہے۔

کلدانیوں نے اپنے تمدنی دور میں اور مصریوں نے اپنے علمی عہد میں بڑے بڑے کتبخانے قائم کئے، لیکن اسلام سے پہلے دور ماضی کے تمام کتب خانے اور لائبریریاں جہالت کے ہاتھوں فنا ہو چکی تھیں، قرآن حکیم سب سے پہلی کتاب ہے جس نے مسلمانوں کے سینوں کو اپنی حفاظت کے لئے پسند کیا، اس کے بعد حدیث کی ترتیب عمل میں آئی اور حدیث کے بعد قانون اسلام کی مکمل تدوین ہوئی، چوتھی صدی عیسوی تک علم الکلام کی کتابیں بھی بساطِ شہود پر آگئیں، پہلے انسانی قلوب لائبریریوں کا کام دیتے تھے، اب حقیقی معنوں میں کتبخانوں کا قیام ناگزیر ہوگیا۔ جگہ جگہ عربی زبان کے دار العلوم کھل گئے، ان کے ساتھ کتبخانوں کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔

بیت الحکمۃ۔ اسلامی عہد میں سب سے پہلی لائبریری بیت الحکمۃ کے نام سے قائم ہوئی اور غالباً ہارون الرشید کے حکم سے وجود میں آئی، سہل بن ہارون اسی کتبخانہ کے لائبریرین کی حیثیت سے شہرتِ دوام کا مالک ہے، تاریخی تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بیت الحکمۃ کی الماریوں میں عربی زبان کے علاوہ یونانی، رومی، ہندی، فارسی زبانوں کی فنی، ادبی، مذہبی اور فلسفی تصانیف موجود تھیں، اس سلسلہ میں وزیر بہاء الدولہ اردشیر

کا کتب خانہ شاپور (۳۸۱ھ) عزیز باللہ فاطمی کا خزانۃ الکتب (۳۶۱ھ) بہت مشہور ہے، آخر الذکر کتب خانہ میں دو لاکھ ۶۰ ہزار کتابیں موجود تھیں، درسگاہوں کے ساتھ کتب خانوں کی یہ موجودگی اس حقیقت کی طرف ایک ضروری اشارہ ہے کہ یہ دونوں ادارے لازم و ملزوم ہیں۔

جامعہ حرم دار العلوم صولتیہ مکہ معظمہ ایک مدرسہ کی حیثیت سے عملی ترقی کی بلند منزل پر ہے لیکن ایک یونیورسٹی کی حیثیت سے ابھی اس کا سنگ بنیاد رکھنے کی ضرورت ہے، اگر اس جامعہ کو دنیائے اسلام کا مرکزی جامعہ بنانا مسلمانوں کا ایک مسلم نصب العین ہے، تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے پاس پہلے سے ایک زبردست وسیع نادر و نایاب کتب خانہ ہو، ہندوستان میں بہت سے فقید العصر ارباب العلم کے کتب خانے موجود ہیں، جن کا کوئی علمی وارث نہیں اگر ایسے کتب خانے مکہ معظمہ منتقل کر دیئے جائیں اور ان کو مدرسہ صولتیہ کی حفاظت میں دے دیا جائے تو جامعہ مکہ کی اساسی ضرورت وقت سے پہلے پوری ہو جائے گی۔

زندہ دلان پنجاب

آج کل پنجاب اسلامی فکر کا مرکز ہے، یہاں مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا پارہ آخری درجہ سے ابھر کر اوپر پہنچ چکا ہے، لاہور اردو زبان کی موجودہ ترقی کا پایہ تخت ہے، یہاں سے عام مسلمانوں کی ذہنی صلاحیتوں کے لئے ممتاز جرائد اہم ادبی رسائل، تمدنی کتابیں بڑی تعداد میں شائع ہو چکی ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے رفیق دائرۂ معاونین جناب مولوی مقبول احمد صاحب پنجاب کے مرکز حکومت لاہور میں جامعہ حرم کے اہم اغراض و مقاصد کی اشاعت میں مصروف ہیں، (ایم فیروز الدین اینڈ سنز) کے مالک جناب محترم حاجی شاہ دین صاحب صدیقی کے کرم گراں مایہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، حاجی صاحب نے ہمارے رفیق موصوف کو اپنے یہاں قیام کا موقع دیا اور اصل مقصد کے بارے میں اسلامی سوز و ساز کے ساتھ مفید مشورے دیئے اور صحیح رہنمائی فرمائی۔

جناب محترم الحاج مولوی محمد عبد الحی صاحب عثمانی نے بھی کمال توجہ، بے لوث جذبۂ خدمت خلوص سے معمور جد و جہد سے کام لے کر ہمارے رفیق عزیز کی امداد فرمائی، ان کی وجہ سے لاہور میں بڑی

سہولت اور قوت پہنچی، صدر دفتر دل سے سپاس گذار ہے اور اُن کی خدمت میں ہدیۂ تحسین اور دُعائے خیر پیش کرتا ہے۔

لاہور سے جناب محترم شیخ علی احمد صاحب نے سو روپیہ کی رقم مولوی مقبول احمد صاحب کی معرفت بھیجی ہے، پچاس روپیہ مدرسہ صولتیہ کے لئے اور پچاس روپیہ مدینہ منورہ کے لئے، مکہ معظمہ خدا کا گھر ہے، مدینہ منورہ خدا کے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں کا خاص مسکن ہے، اس عطیہ میں دونوں شہروں سے ایمانی ربط وضبط کا خاص اشارہ موجود ہے۔ ہمیں ایسے ہی سچے اور پکے مسلمانوں کی ضرورت ہے، جن کے دل اللہ کی ملک ہوں، جن کے ارادے اللہ کے رسول کے حکم کے منتظر رہیں، جن کی پیشانیاں خدا کے گھر کے علاوہ اور کسی در پر نہ جھکیں اور جنہیں ہزاروں میل دور آباد ہونے کے باوجود دارالعلوم حرم کی زندگی، ترقی، توسیع اور تحفظ کا احساس ہو، جو بیت اللہ کے سایہ میں نشتر سال سے گراں مایہ علمی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔

یہ خدا کی توفیق ہے اور خدا کی دی ہوئی ہمت ہے جو ہر طرح ہمارے شکریہ کی حد سے بالا ہے، تاہم ہمارا دل اس عطیۂ گرامی پر بے حد سپاس گذار ہے، حق تعالیٰ اس کا اجر دارین میں عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

موصوف تقریباً دو سال سے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کو پانچ روپیہ ماہوار کی مستقل امداد عنایت فرمارہے ہیں، ہمیں مولوی مقبول احمد صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ یہ عطیہ اُس مقررہ امداد کے علاوہ ہے، اجزاہ اللہ عنا احسن الجزا۔

محترمہ بیگم صاحبہ سید اجمل حسین صاحب: ہماری نہایت ہی لائق احترام بہن اور دائرہ خواتین دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کی ہمدرد خاص جناب بیگم صاحبہ کپتان سید ڈاکٹر اجمل حسین صاحب نے ہمیں دس روپیہ کی رقم ارسال فرمائی ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ میں انشاء اللہ ہر ماہ کے شروع میں دس روپیہ کی رقم ارسال کرتی رہوں گی، یہ رقم مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے عام غرباء ومساکین اور مدرسہ کی امداد عام میں خرچ کی جائے، نصف غرباء میں تقسیم ہوں اور نصف مدرسہ کی امداد میں۔

بیگم صاحبہ کا یہ جذبۂ خیر اپنے اندر ایک تاریخی تسلسل رکھتا ہے، یہ حوصلہ ہمارے لئے بہت گراں قدر اور بے حد قیمتی ہے، ایک مقصد سے تعلق اور اس طرح مسلسل، دنیا اور آخرت دونوں کے لئے سرمایۂ عظیم ہے، مدرسہ صولتیہ ایک ہندوستانی خاتون کی فیاضی کی مستقل یادگار ہے، مگر ہندوستانی خواتین جس درجہ جامعہ حرم سے بے پرواہ ہیں وہ حد درجہ قابل افسوس ہے، بیگم صاحبہ سید اجمل حسین صاحب درحقیقت خواتین کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہی ہیں، یا کفارہ پیش فرماتی ہیں، ہمیں امید ہے کہ ہندوستانی خواتین اللہ کے گھر سے اتنی بے تعلقی کو زیادہ دیر تک گوارا نہ کریں گی اور ماضی کی بے پروائی کا کفارہ خود بھی پیش کر کے کوثر و تسنیم کا حق حاصل فرمائیں گی۔

مولوی ناظم حسین صاحب بمبئی میں

مدرسہ صولتیہ کے مخلص ہمدرد جناب مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی نے گذشتہ ماہ بمبئی اور گجرات، کاٹھیاواڑ کا دورہ کیا سورت میں آپ کا تعارف اخبار انصاف کے ذریعہ سے ہوا، اس اخبار کے مدیر محترم نے اسلامی دردمندی اور جذبۂ بہی خواہی کی بنا پر مسلمانوں کو مدرسہ حرم کی امداد کے لئے متوجہ کیا، ہم فاضل مدیر اور ارکان ادارہ کے ممنون ہیں، اور اس دینی خدمت پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

بمبئی میں جناب محترم مولوی ظفر احمد صاحب اخگر نے مولوی صاحب کی مہمان نوازی کی اور مفید ترین مشورے دیئے، جناب مرزا اختر بیگ صاحب وکیل کی مناسب وقت رہنمائی بھی شامل حال رہی۔ صدر دفتر سورت اور بمبئی کے ان تمام اصحاب کا شکر گذار ہے جنہوں نے مولوی صاحب کو کسی قسم کی بھی امداد دی ہے، مولوی ناظم حسین صاحب کا دارالعلوم حرم سے خلوص و ہمدردی قابل تقلید ہے، اور وہ ہر طرح اس کے مستحق ہیں کہ عام مسلمان ان کی ہمت افزائی فرمائیں۔

تصحیح - ندائے حرم بابت ماہ رجب سنہ ۶۳ھ میں صفحہ ۲۳ پر صحیفۂ سعادت میں مسلسل نمبر ۱۶ کے ماتحت ڈاکٹر نواب علی صاحب کی رقم کا اندراج امداد عام میں ہو گیا ہے، یہ رقم مد زکوٰۃ کی ہے۔ ناظرین کرام درست فرمالیں۔

موجِ کوثر

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کے لئے ایصال ثواب

اپنے جانے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں
اپنے خاندان کے مرحومین کے لئے مکہ معظمہ میں کعبہ کے زیرسایہ ایصال ثواب کیجئے

یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے، آپ جو روپیہ ہندوستان میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کرسکتے ہیں، اس مد کی رقم وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے۔ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۲ھ

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقم
۱	بروح محترمہ اہلیہ صاحبہ مرحومہ مولوی مکرم علی صاحب	جناب مولوی محمد شفیع اللہ صاحب۔ آرہ	ھ ر
۲	بروح پاک سرکار دوعالم صلعم	" مولوی محمد فضلت حسین صابری صاحب الہ آباد	عہ ر
۳	"	" سید محمد انفاس حسین صاحب رڑکی	عہ ر
۴	بروح حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رح	" مولوی محمد عبدالحی صاحب عثمانی لاہور	ھ ر
۵	بروح قاضی حبیب اللہ جی صاحب مرحوم	" محترمہ مہربانو بیگم صاحبہ بیگم قاضی حبیب اللہ جی صاحب مرحوم جودھپور	للعہ

میزان للعہ ۵۴

بصائر

نہر زبیدہ کا مجدّد

پانی انسان کے لئے کھانے سے زیادہ ضروری ہے وجعلنا من الماء کل شیء حیّ ہر زندہ چیز پانی سے زندہ ہے، جہاں پانی ہے وہاں زندگی ہے، افریقہ کا صحرائے اعظم صدیوں سے ایک قطرۂ آب کے لئے پیاسا تڑپ رہا ہے، وہاں نہ چشمے ہیں نہ آبشاریں، نہ دریا ہیں نہ نہریں، نہ بادل کا گذر نہ بارش کا اثر، سفر براہیمیؑ سے قبل وادی مکہ کی حالت بھی یہی تھی مگر یہاں خدا کا حکم یہ تھا کہ انسانیت عامہ کے لئے سب سے بڑا ایوان بنے اور خدا کی خدائی میں سب سے زیادہ مقدس عبادت گاہ تیار کی جائے، خدا ہی کے حکم سے نسل ابراہیمؑ اور خاندان اسمٰعیلؑ کے لئے ایک چشمہ پھوٹ نکلا، یہ چشمہ ہے زمزم، دنیا کے ہر کنوئیں کا پانی کم ہو سکتا ہے، مگر چاہ زمزم کا پانی اپنی حد اوسط سے کبھی نیچے نہیں اتر سکتا۔

زمزم ایک مقدس چشمہ ہے، وادیٔ خلیل کو ضرورت تھی کہ یہاں نیک نفس باشندوں کے لئے عام ضرورت کے پانی کا دوسرا سلسلہ جاری ہو، اس کام کو ہارون رشید کی ملکہ زبیدہ نے پورا کر دیا زمانہ کی دراز دستی نے نہر زبیدہ کے جاری پانی کو روک دیا، نہر خراب ہو گئی، پانی بند ہو گیا زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اور اس طرح دسترس سے باہر ہو گئی، لاکھوں پونڈ کا خرچ ہوکا تو لے کے کرنے کا کام، خدا کے گھر کی ضرورت اور تکمیل سے محروم۔

وہ کون تھا جس نے نہر زبیدہ کو از سر نو زندہ کیا، وہ کون لوگ تھے جنہوں نے خدا کے گھر میں

خدا کے بندوں کی ضرورت کی تکمیل اپنے ذمہ لی، ہندوستان کے مسلمانو! وہ ہندوستان کے مسلمان
تھے جنہوں نے نئی نہر زبیدہ تعمیر کی اور اس تعمیر کا محرک ہندوستان کا وہ مایۂ ناز اور جواں مرد عالم
تھا جو مکہ سے چل کر قسطنطنیہ کے شاہی محلات میں پانی پیتا تھا اور قصر یلدیز سے روانہ ہو کر مکہ میں زمزم
سے سیراب ہوتا تھا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد رحمۃ اللہ: ہندوستان کے مسلمانوں کا علمی و مذہبی رہنما،
ہندوستان کے مسلمانوں میں سے ایک مسلمان، مکہ معظمہ میں ہندوستانی مدرسہ جامعہ صولتیہ کا
بانی اور نہر زبیدہ کا مجدد۔

مکہ معظمہ میں تین بڑے کام تکمیل تک پہنچے، اور تینوں ہندوستان کے مسلمانوں کے دل اور
دولت کی امداد سے پورے ہوئے۔

۱۔ دنیائے عرب میں سب سے بڑے دار العلوم کا قیام (مدرسہ صولتیہ کی تاسیس)
۲۔ حجاز ریلوے کی تعمیر
۳۔ نہر زبیدہ کی تجدید اور از سر نو تعمیر، اور ان تینوں کاموں کی تشکیل میں حضرت شیخ الاسلام
مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اساسی حصہ تھا۔

مصر کے مشہور امیر الحج اللواء ابراہیم رفعت پاشا اپنی ضخیم تصنیف مرآۃ الحرمین میں لکھتے ہیں
کہ سنہ ۱۲۹۵ھ میں بعض ہندوستانیوں کی سعی سے مکہ معظمہ میں ایک کمیٹی ترتیب دی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ
نہر زبیدہ کی تجدید و اصلاح کے لئے تمام اسلامی ممالک میں خاص کر ہندوستان اور مصر سے وافر رقم
جمع کی جائے۔ اس کمیٹی کے ایک سربرآوردہ رکن، رد نصاریٰ میں اظہار الحق کے مصنف الشیخ
محمد رحمۃ اللہ الہندی بھی تھے، کمیٹی نے بہت بڑا سرمایہ جمع کیا، ہندوستان سے انجنیئر، معمار اور کاریگر
بلائے، پہلے انہوں نے نہر کی شکستہ حالت کا جائزہ لیا پھر انہوں نے نہر کی ۱۷۰۰۰ میٹر پیمائش
بھی کی، آخر انہوں نے اس کو تعمیر کیا، درست کیا، اس میں پانی کے نئے مخزن بنائے، ایک مستند
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کمیٹی کی صدارت حضرت مولانا ہی کو پیش کی گئی تھی، مگر سلطنت عثمانیہ نے

آپ کی رائے سے شیخ عبدالرحمٰن سراج مفتی احناف مکہ معظمہ کو صدارت عطا کی، شیخ عبدالرحمٰن سراج حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے، اور اپنے دینی منصب اور علمی وقار کی وجہ سے بااقتدار اور سب کی نظروں میں ہر دل عزیز تھے، ابتدا میں کمیٹی اپنا اہم کام حاجی سیٹھ عبدالوہاب صاحب میمن کی صدارت میں کرتی رہی جو کمیٹی کے خازن بھی تھے۔

آج مکہ معظمہ کے باشندے اور دنیا بھر کے حاجی نہر زبیدہ کا پانی پیتے ہیں۔ عرفات کے دن یہی نہر خدا کے نیک بندوں کو سیراب کرتی ہے، اس سے مکہ کے باغ اور نخلستان تروتازگی حاصل کرتے ہیں اور مکہ کے طیور اور جاندار اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

کچھ ہی دن پہلے ہندوستان کے مسلمانوں کے حوصلے مکہ معظمہ کے متعلق یہ تھے، آج ان حوصلوں کا کیا عالم ہے، نہر زبیدہ کے لئے لاکھوں پونڈ جن مسلمانوں نے دیئے تھے کیا وہ مدرسہ صولتیہ کو ہزاروں روپیہ پیش کرسکتے ہیں؟۔

اسلام! اسلام! انسانیت! انسانیت!

اسلام انسانیت کا پہلا نام ہے، اور انسانیت اسلام کا دوسرا نام ہے،

یہ ہے ایک حقیقت، زندہ حقیقت، روشن حقیقت، جس کو مسلمان طاقِ نسیاں کے سپرد کرچکے ہیں مورخ ہشام فلسطین سے گذر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ مسلمان حکام غیر مسلم کسانوں سے محصول وصول کرنے کے لئے ظالمانہ سخت گیری سے کام لے رہے ہیں، یہ لوگ اگرچہ مسلمان نہیں مگر مسلمانوں کی پناہ میں ہیں، ہشام دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہیں اور بے ساختہ چلّا اٹھتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ "جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب دیں گے، اللہ قیامت کے دن ان کو عذاب دے گا"

ایک مرتبہ فاروق اعظمؓ کے سامنے محصول کی رقم کے انبار لگائے گئے، آپ نے ان کو دیکھا اور فرمایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بہت سے انسانوں کو (غیر مسلم مراد ہیں)، برباد کرکے یہ مال جمع کیا ہے، تحصیلداروں نے جواب میں عرض کیا نہیں، یہ رقم ان کی خوشی سے اُن کے زائد مال میں

سے لی گئی ہے۔

حضرت عمرو بن العزیزؒ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن گورنر عراق کو اتنا ہی خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ عراق کے حکام خدا کی مخلوق (غیر مسلموں) پر بہت ظلم کر رہے ہیں، یاد رکھو ان کے ساتھ نرمی کی جائے، ان پر رحم کیا جائے، اور ان کی ہر ایک سہولت کا لحاظ رکھا جائے۔"

فاروق اعظم نے ایک بوڑھے غیر مسلم کسان کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تھا، آپ نے اس سے فرمایا۔ "بڑی بے انصافی ہوگی اگر ہم آج تجھکو اپنے ہاتھ سے کھو دیں، جب کہ جوانی کی عمر میں ہم نے تجھ سے خراج وصول کیا ہے۔" یہ فرما کر آپ نے بیت المال سے اس کا روزینہ مقرر کر دیا۔

انسانیت کا یہ جوہر آج کل کے زمانہ میں مفقود ہے، انسانیت کا صرف ایک لفظ اور صرف ایک کام ہزاروں آدمیوں کو دائرۂ اسلام میں لانے کے لئے کافی تھا، مسلمان ساحل عرب سے ہندوستان اور ہندوستان سے چین تک پہنچے، انہوں نے یہ ثابت کیا کہ ہم دنیا کے تمام درباروں میں انسانیت کے سفیر ہیں، اور زندگی کے ہر محاذ پر انسانیت کے علمبردار ہیں۔ صرف اسی وجہ سے آج ہندوستان میں دس کروڑ اور چین میں پانچ کروڑ مسلمان موجود ہیں، مگر اب ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ہمیں اسلام کے نام پر انسانیت سے جنگ کرنی چاہیئے، یہ فیصلہ جس قدر جلد بدل جائے اچھا ہے، اگر ہم نفرت کی جگہ محبت کی تلوار استعمال کریں اور عداوت کی جگہ انسانیت سے کام لیں تو ہندوستان کی تمام مشکلات ہمارے لئے آج حل ہو سکتی ہیں۔

یقیں محکم عمل پیہم، محبت فاتح عالم　　　جہاد زندگی میں ہیں یہی مردوں کی شمشیریں

عربوں کی زراعتی ایجادیں۔

ایک عیسائی مصنف اعتراف کرتا ہے، زراعتی زمین کی بگہ بندی حکمداران عرب کے بنیادی کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے، انہوں نے زراعت کے لئے پانی کی اہمیت کو سمجھا، زراعتی کنوئیں ایجاد کئے، کاریزیں نکالیں، چشموں کا رخ خشک زمینوں کی طرف کیا۔

مسلمانوں نے مصر، سوریہ (شام) بابل میں زراعت اور آبیاری کے متعلق جو تجربات کئے تھے

ان کو اسپین میں پہنچ کر آزمایا، وادی الاندلس کے قریب ہوتا کا تمام سرسبز و شاداب صحرائے زمردیں عربوں کی ترتیبات کا ایک بقعہ دل نشیں پیش کرتا ہے۔

عربوں نے اپنے پھلوں، پھولوں، پودوں اور درختوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا یہ ایسی ایجاد تھی، جس سے آج یورپ سرسبز ہے، بہت سے درخت ایسے ہیں جن کو گورے لوگ اپنے ملک کی پیداوار سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ عرب سے اسپین لائے گئے اور اسپین سے یورپ کے دوسرے حصوں میں زعفران، ریشم، چاول، خوبانی بیتسی، سنترہ، کھجور، انگور، آبی پھول، یاسمین، بنفشہ ہر چیز عربوں کا عطیہ ہے جو بغیر احسان یورپ نے قبول کیا۔

عباسی عہد میں شہری پولس

عباسی عہد میں صرف ہارون رشید کے دورِ خلافت میں حکومت کی سالانہ آمدنی دو ارب ستر کروڑ ملین (ایک ملین دس لاکھ) روپیہ تھی، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ آزادی و خوشحالی میں اسلامی شہروں کی تمدنی حالت کیا تھی، اور شہروں کا معیار ترقی کہاں تک پہنچ چکا تھا۔

المہدی کا زمانہ آیا، یہ اس کا احسان تھا، کہ اس نے شہری پولیس، "محکمہ احتساب" قائم کیا، حاکم احتساب ایک خاص شہری قانون کا پابند تھا، ہر حاکم شہر (سٹی مجسٹریٹ) کو پولیس کے جوان ملے ہوئے تھے، جو اس کے ساتھ گشت کرتے تھے، شہر کا ضبط و نظم اور تجارت کا انتظام حکام شہر کے ہاتھ میں تھا، سوداگروں کا مال، اس کا نرخ، ترازو، اوزان، پیمانے مقرر تھے، بھاؤ کے خلاف فروخت کرنا ناممکن تھا۔ تاجر سوچ سمجھ کر نفع کھاتے تھے، اور غریب شہری مطمئن ہو کر سچے داموں سامان خریدتے تھے، زمانہ امن کا ہو یا جنگ کا، حالت یکساں تھی۔

آج کیا حالت ہے، ایک شہر کے دس محلوں میں تجارت کا نرخ نیا ہے، قانون کچھ ہے نرخ کچھ، وہ جہالت کا زمانہ تھا، یہ تمدن کا دور ہے۔

محمد لوکارنو [illegible]

لوکارنو اور مونٹرو کے معاہدے زمانۂ حال کی تاریخ میں دو ایسے سیاسی کارنامے ہیں جنہیں مجلس اقوام جنیوا کی

منظوری حاصل ہے، ان معاہدوں کی تیاری کے وقت دنیا کی اول درجہ کی حکومتوں کے سیاسی نمائندے موجود تھے۔

محمد مصطفیٰ النحاس پاشا مصری وفد کی صدارت اور مصر کی نمائندگی کا اہم کام انجام دے رہے تھے، مصری اور برطانوی آخری معاہدہ کا خاکہ تیار ہو رہا تھا، الفاظ لکھے جا رہے تھے اور سیاست خارجہ کے ماہرین "عہد نامہ" پر دستخط کرنے کے منتظر تھے، صدر وفد نحاس پاشا کانفرنس کے اس آخری اور نازک مرحلہ میں، مصر کی موت وحیات کی کشاکش میں اپنی غیر معمولی قابلیت اور ایمانی قوت سے مصر کی قسمت کے آخری فیصلہ میں دوسرے ماہرین سیاست کے ساتھ ہمہ تن مصروف ہیں، مگر مصری وفد کا ایک سرگرم رکن اور مشہور مصری مدبر نقراشی پاشا کا دل ودماغ اور ہاتھ خدا کی طرف متوجہ ہے، سامنے رکھے ہوئے سادہ کاغذ پر انہوں نے اسی قلم سے جس سے وہ چند منٹ کے بعد مصری اور برطانوی معاہدہ پر دستخط کریں گے، پہلے بسم اللہ لکھی، پھر الحمد شروع کی، ایاک نعبد وایاک نستعین، اہدنا الصراط المستقیم، ہم خاص تیرے عبادت گذار ہیں، خاص تیری ہی مدد کے طلبگار، ہم کو راہ مستقیم کی طرف ہدایت فرما۔" قلم یہاں پہنچا تھا کہ میثاق کا متن سامنے آگیا۔

یورپ کی سرزمین، یورپ کے مدبر، لندن کے قصر لوکارنو کا ایوان، مگر نقراشی پاشا ایک مصری لارڈ، مصر کی وزارت خارجہ کا مدبر کامل، سورۂ فاتحہ کی مشق کر رہا ہے اور دل سے اعلان کر رہا ہے، ع "جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" میثاق مونترو پر دستخط سے پہلے بھی بعینہ یہی واقعہ ہوا، مصری وفد کے لیڈر نحاس پاشا اپنی آخری اور فیصلہ کن تقریر کر رہے تھے اور نقراشی پاشا بسم اللہ کے بعد الحمد لکھنے میں مصروف تھے، یہ ہے اُس مصر کی حقیقت جو یورپ کے طور طریقے اختیار کرنے کے باوجود یورپ کے قلب میں بیٹھ کر بھی اللہ کا کلمہ بلند کرنے پر فخر محسوس کرتا ہے۔

نقراشی پاشا کی اس محویت پر اخباری نامہ نگاروں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں، اختتام اجلاس

پران شاطروں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں نقراشی پاشا کے اس "الحمد نامہ" کو اڑا لیا، اس کے عکس یورپ اور مصر کے اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں، آپ بھی ذیل میں اس کا عکس دیکھ لیجیے۔

بسم الله الرحمن
الرحيم
الحمد لله رب العالمين
الرحمن الرحيم
مالك يوم الدين
اياك نعبد واياك
نستعين اهدنا الصراط
المستقيم

دو مسافر

(از شاعرِ حرم مولانا ابوالاسرار صاحب رمزؔی اٹاوی جودھپوری)

انسان :-

ٹھہر ٹھہر اے مسافر! اے وقت زود خرام
کہ ذہن روز پہ پڑنے لگا ہے سایۂ شام

پرندے آنے لگے اپنے آشیانے میں
سکوں سا چھانے لگا ہر طرف زمانے میں

کھلا ہے اوجِ فلک پر درِ حریم عبیر
افق پہ پھینک رہی ہے شفق سنہرے تیر

عفیف لڑکیاں پھولوں کے ہار لائیں گی
شبِ نشاطِ محبت ابھی سجائیں گی

سوادِ غیب سے نکلے گی اور تیرے گی
فلک کے نیلے سمندر میں چاند کی کشتی

ستارے اپنے مقدس دیے جلائیں گے
چمن کے پھول خموشی سے گیت گائیں گے

بہت نہیں تو فقط ٹھیر جا اندھیرے تک
تو ایک رات بسر کر یہاں سویرے تک

تو مڑ کے دیکھ بڑی دور رہ گیا ماضی
مگر تو پھر بھی نہیں ہے قیام پر راضی

رواں دواں ہے ہمیشہ کہیں قیام نہیں
ترا خرام ہے عکسِ سفر، خرام نہیں

بساطِ عمرِ زمانہ سمٹتی جاتی ہے!
زمینِ تیز قدم سے لپٹتی جاتی ہے

ترا وجود رواں ہے مثالِ جوئے خموش
فضا سے جیسے گزرتی ہے موجِ بوئے خموش

وقت :-

میں اپنے کام میں روزِ ازل سے ہوں مشغول
نہیں ہوں تیری طرح سست و غافل و مجہول

نہار و لیل ہیں میرے سفر کی دو راہیں
یہی ہیں میری منازل ، یہی گذرگاہیں

میں جا رہا ہوں کبھی لوٹ کر نہ آؤں گا
کل کے حال کی حد سے نظر نہ آؤں گا

فرازِ ایمنِ کن سے گذر رہا ہوں میں
نشیبِ غارِ عدم میں اتر رہا ہوں میں

طلسمِ بود و بقا ختم ہونے والا ہے
فنا کی نیند یہ سنسار سونے والا ہے

کہیں نہ راہ میں ہو دیر ڈر رہا ہوں میں
خدا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں میں

مری حیات ہے پرواز اک رحیلِ دوام
مرا قیام ہے میرے لئے اجل کا پیام

فریب دے نہیں سکتی دھنک کی انگڑائی
اسیر کر نہیں سکتی کمندِ رعنائی

مذاقِ نغمہ و مے سے نہیں شناسائی
عجائباتِ جہاں کا نہیں تماشائی

بشر نہیں ہوں جو ان میں اُلجھ کے رہ جاؤں
میں اپنے فرض کو سمجھوں سمجھ کے رہ جاؤں

سُنا نہ مجھ کو یہ افسانۂ گل و شبنم
ابد کی سرحدِ آخر پہ جاکے لوں گا دم

نشأۃ الاُمم

قوموں کا ظہور اور اُن کے عروج و ترقی کے اسباب

اشاعت حاضرہ میں فضیلۃ الاستاذ مولانا محمد سلیم صاحب ناظم اعزازی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی گراں مایہ تقریر "نشأۃ الامم واسباب تقدمہا" کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تقریر ۲ فروری ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا ریڈیو کے عربی پروگرام میں نشر ہو چکی ہے۔

مولانا نے اپنی اس تقریر میں فرد، جماعت اور حکومت کے سامنے اُن کے فرائض کو بعنوان احسن پیش کیا ہے، اس کے بنیادی نکات میں وہ تمام باتیں آگئی ہیں جن سے ہماری تباہ حال دنیا امن وسلامتی کی نعمت سے بہرہ مند ہو سکتی ہے۔

اس تقریر کا اُردو ترجمہ آل انڈیا ریڈیو کی اجازت وعنایت خاص سے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

ادارہ

فرد سے خاندان کی تاسیس ہوتی ہے، خاندان سے قبیلے بنتے ہیں، اور قبیلوں سے امت کی تکوین عمل میں آتی ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ امت افراد کے شیرازہ بند مجموعہ ہی کا دوسرا نام ہے۔

اگر ایک طرف اس مجموعہ کو پیش نظر رکھا جائے اور دوسری طرف قوموں کا جنسی اختلاف اوضاع واطوار کا تباین اور شکل وصورت کا تفاوت، تو یہ ثابت ہو گا کہ سوسائٹی کے مجموعہ کا مدار فرد پر ہے، مجموعہ نہ تو کوئی فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور نہ اس کا وزن دنیا میں قائم ہو سکتا ہے جب تک کہ فرد کی حالت کو اچھے معیار پر نہ لایا جائے، جماعت کے فائدہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ

فرد کے اندر مفید کاموں اور کارناموں کو بروئے کار لانے کے لئے نشوونما کی پوری پوری صلاحیت پیدا کی جائے، یہ کب ممکن ہے، صرف اُس وقت جب کہ فرد کی تربیت پر مکمل زور دیا جائے، اور اس کو طبعی دنائتوں اور رذالتوں سے بچانے کے لئے کافی ذرائع اختیار کئے جائیں، تاکہ وہ ان ذرائع کی قوت سے سیدھی سچی اور صحیح راہ سے بھٹکنے نہ پائے۔

جب افراد کی حالت استوار ہو جائے گی اور ان کی طبائع میں اعتدال پیدا ہو جائے گا تو وہ اپنی فطری استعداد اور اچھے کردار سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں گے، یہ فائدہ اتنا زیادہ ہوگا کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اس صورت میں افراد کا ایک طبقہ دوسرے طبقہ کی امداد کرے گا، افادہ واستفادہ اور داد وستد کا تبادلہ ہوگا، اور یہی تبادلہ مجموعی سوسائٹی کی صلاح وفلاح کا مدار ثابت ہوگا، اور یہی جماعتوں کی خوش بختی کے لئے معیار ومنہاج بن جائے گا۔

قوموں کی تخلیق وتکوین اور نمود وظہور، اللہ کا قانون ہے، اور اللہ کا قانون اٹل ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ خدا اپنے فیصلہ میں مختار مطلق ہے، وہ ایک قوم اور نسل کی جگہ دوسری نسل کو جانشین بنا سکتا ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح اس نے موجودہ نسل کو پہلی نسل سے پیدا کر کے بساطِ عالم پر آباد کر دیا ہے۔

سوسائٹی اور سوسائٹی کا شیرازہ بند نظام، جماعت اور جماعت کی اجتماعی تکوین خاص نظام کے مطابق ایک محکم تدبیر اور حکمت بالغہ کے ساتھ عمل میں آتی ہے۔

جب قومیں پارہ پارہ ہو کر انقلاب سے دوچار ہوتی ہیں اور ایک کروٹ کے بعد دوسری حالت پر کروٹ بدلتی ہیں تو یہ اس امر کی روشن دلیل ہوتی ہے کہ قوم یا امت، سوسائٹی یا جماعت صراط مستقیم سے ہٹ گئی ہے، اور اس کا نظام زندگی اختلال سے دوچار ہے، اور اس کی اجتماعی قوت میں سقوط کے عوامل پیدا ہو چکے ہیں۔

اگر ایک قوم عزت وعظمت کی راہ پر قدم زن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کی طرف پیش قدمی

کررہی ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ امت کا ہر فرد اپنی ذمہ داری پر قائم ہے، اپنے فرائض اور واجبات کو پوری قوت سے ادا کررہا ہے۔ اپنی مصالح کے لئے بیدار ہے، اپنی فرصت کو غنیمت سمجھتا ہے، اپنی جدوجہد پر یقین رکھتا ہے، اپنی تربیت کے اعتبار سے زیورِ تہذیب سے آراستہ ہے، اپنے نفس کا مخلص ہے اور اپنے علاوہ سوسائٹی کے دوسرے افراد کا بھی مخلص ہے۔

اگر آسمان کے اس پہناور گنبد کے نیچے کوئی امت ایسی پائی جائے گی جو ان اعلیٰ اوصافِ کمال سے آراستہ ہو تو اس میں شک نہیں کہ اس کے حق میں یہ فیصلہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے نمود و ظہور، اپنی بقا اور رفتارِ نشو و نما کے لحاظ سے ایک صالح اور صلاحیت مند امت ہے اور یہ صرف اس لئے کہ اس کا ہر فرد صلاحیت مند زندگی کا حق رکھتا ہے۔ اور اپنی بہتری کے لئے سرگرم ہے (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ) اور یہ مندرجہ زبور قانون ہے کہ زمین کے وارث صلاحیت مند اور صالح بندے ہی بنائے جائیں گے۔

ہر وہ فلاکت اور مصیبت جو دنیا پر نازل ہوتی ہے، قوموں کی نشاۃ فاسدہ کا نتیجہ ہے، جب ایک قوم فساد کے عوامل کے ساتھ زمین پر ابھرتی ہے تو ضرور اپنے ساتھ مصیبتوں کو لے کر نکلتی ہے، افراد کی خرابی ہر ایک تباہی اور بربادی کا سرچشمہ ہے اور ہر حکومت، امت کی تکوین کے متعلق جواب دہ ہے۔ کیونکہ وہی قوم کے جسم اور روح پر حکمراں ہے اور پوری طرح مسلط، سوسائٹی کی عام تربیت اور اخلاقی حالت کی اصلاح حکومت کے لئے ذمہ داری کا ایک بارگراں ہے۔ اور عقل کسی حالت میں یہ اجازت نہیں دیتی کہ حکومت کو اس ذمہ داری سے بری کردیا جائے۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس عظیم ذمہ داری سے کبھی غافل نہ ہو، اُسے محسوس کرنا چاہیئے کہ وہ افراد کی نتیجہ خیز تعلیم، کامل و مکمل تربیت، بلند تمدن، پسندیدہ تہذیب کے معاملہ میں قطعی طور پر مسئول ہے اور اس ذمہ داری کا آخری تقاضا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کو عمل میں لایا جائے۔

قوم کی تربیت سرتاسر افراد کی تربیت پر موقوف ہے، کوئی تعلیم جس میں اعلیٰ تربیت اور بلند کردار کو دخل نہ ہو انسانی زندگی کے معیار کو بلند نہیں کرسکتی، اور نہ اس سے تعلیم کا مقصد محکم ہوسکتا ہے۔

تجربات سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ وہ تعلیم جو متعلم کی روح پر اثر انداز نہ ہو، جو اس کو انسان کامل اور فضل و کمال کا اعلیٰ نمونہ نہ بنا سکے، متعلم کے دماغ کا ایک سنگین بار ہے، اور بار بھی وہ جو اس کو حقیقی ترقی کے مقام تک پہنچنے کی کبھی اجازت نہیں دے سکتا۔

یہ امر قطعی ہے کہ اصلاح نفس اور تربیت کے بغیر طلبہ کے ذہنوں کو صرف علوم و فنون سے گرانبار کرنا نفس انسانی سے فساد کی بیخ کنی نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس قسم کی درسی معلومات سے علم کا شریف ترین مقصد اور عام مطمح نظر پورا ہو سکتا ہے۔

اس قسم کے طالب علم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ متعلم ایک ڈپلومہ اور سند کا مالک ہو جاتا ہے اور بس اگر علوم و فنون کا جائزہ لیا جائے تو وہ مدرسوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کی چار دیواریوں میں نظر بند ہیں صرف نظریات باقی رہ جاتے ہیں یا آراء، مگر اس سے انسانوں کو کیا حاصل۔ یہ بلائیں ہیں جو لوگوں پر نازل ہو جاتی ہیں۔

ایسی حالت میں مجرد تعلیم؟ وہ تعلیم جس میں دیانت و تربیت کا دخل نہ ہو ہماری سلامتی کی ضامن نہیں ہو سکتی، اس قسم کی تعلیم نہ ہمیں تمام خطرات سے بچا سکتی ہے اور نہ نکبت و فلاکت سے نجات دے سکتی ہے۔ ہر وہ قوم جو فساد اور گمراہی کی بنیاد پر معرض ظہور پائے گی یقیناً اس کی زندگی مختصر ہوگی، جو نسل اصل راہ سے ہٹ کر غلط رفتار سے چلے گی، بربادی اور فنا کے گھاٹ پر پہنچ کر دم لے گی، کیونکہ زندگی کی ایک حد ہے اور موت کا ایک قانون ہے۔

اگر حکومتیں تعلیم کے ساتھ تربیت کے معاملہ میں اہتمام کرتیں اور اس مسئلہ پر بھی اتنی ہی توجہ صرف کرتیں جس قدر کہ اپنے دوسرے شئون و معاملات پر صرف کرنے کی عادی ہیں تو صورت حال کا یہ فساد اور لاتعداد مفاسد کا انتشار، بدکاریوں کی نمائش اور گناہوں کی کامیابی کیوں ہوتی!

ایک قوم کی ترقی کے کیا معنی ہیں یہی کہ وسائل ترقی کو پورا کرے۔ اور زبردست قوت کے ساتھ قدم بڑھائے، اور بڑے پیمانہ پر بڑھائے۔ اپنی برتری کا اظہار کرے اور تہذیب و تمدن کے تمام اعلیٰ اوصاف میں اپنے معصروں پر فائق رہے، سب کچھ کرے اور خاص حدود کے اندر اور

اورخاص نظام کے مطابق کرنے ،اس لئے کہ قوموں کے لئے زندگی بھی ہوتی ہے اورموت بھی ، ابتدا بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی۔

دنیا کی کوئی بڑی اور زبردست قوم یہ دعویٰ نہیں کرسکتی ہے کہ زندگی تنہا اس کا حق ہے باقی تمام قوموں کومٹ جانا چاہیئے، اگر کہیں اس قسم کا دعویٰ وجود میں آتا ہے تو زیادہ دن نہیں گذرتے کہ دنیا کی کمزور قوموں اور دوسری اقوام کے ہاتھوں اس کے ٹکڑے اُڑ جاتے ہیں، اوراس کا ضبط ونظم پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔

"ترقی" جدوجہد کے بغیر مفت ہاتھ نہیں آتی ، بلکہ خاص اسباب اور مؤثر عوامل کے بل پر ظہور پذیر ہوتی ہے ۔

۱- ترقی کے لئے سب سے پہلی شے یہ ہے کہ علم اورعمل کے درمیان براہ راست ربط ہو، کیونکہ یہی دونوں انسان کی قوت فعالہ کا سرچشمہ ہیں ۔ تنہا علم کبھی نصب العین تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا ، جب علم عمل کا رہنما ہو اور عمل علم کے لئے قوت بنے تو اُس وقت امت اپنے مطمح نظر پر دسترس حاصل کرسکتی ہے ، جب تک ان دونوں میں ربط وضبط کی یہ قوت نہ ہوگی اس وقت تک قوم کے تمام طبقات مرکزِ واحد پر جمع نہ ہوسکیں گے ۔

۲- قومی ترقی کے لئے دوسری بنیاد یہ ہے کہ قوم کو اچھی رہنمائی میسر ہو ،سوسائٹی کے پاس ایسے سرگرم کارکن آدمی موجود ہوں جو اس کی ضرورتوں کو سمجھ سکتے ہوں ،جو اس کی مصلحتوں کے لئے بیدار ہوں ۔ اور قوم کی ترقی کی راہ میں اپنا نفس اور سرمایہ سب کچھ نثار کرسکیں ،اپنی شخصی عظمت اور اثر سے قوم کی خدمت کریں ، اس راستہ میں قول وعمل کے اعتبار سے مخلص ہوں ۔ اور جب تدبیر کو کام میں لائیں تو اس امر کا لحاظ رکھیں کہ ہر تدبیر امت کی فطرت اور اس کے مزاج خاص کے مطابق ہو۔

۳- تیسری شے اخلاق ہے، اس لئے کہ اخلاق کے بغیر دنیا کی کوئی قوم اپنی بہتری کے سرمایہ میں حصہ دار نہیں ہوسکتی ، حکمت ہو یا غیرت وحمیت ، نرمی ہو یا بہادری یا نفس کی سربلندی

یہ تمام اخلاقی عوامل اُن اساسی قوانین کا درجہ رکھتے ہیں جن پر امت کے شرف و عظمت کا مدار ہوتا ہے اور جن کی وجہ سے سوسائٹی مدارج حیات کے عروج کی آخری حد پر پہنچتی ہے ۔ کسی ارجمند انسان نے بجا طور پر کہا ہے۔

"یہ کہیں بہتر ہے کہ انسانی نفس میں غیرت و حمیت ، دماغ میں بہادرانہ قوت اور دل میں آگے بڑھنے کا جذبہ قائم رہے ، بجائے اس کے کہ ہر انسان کا نفس ذلیل ہو ، دل میں خوف و دہشت جاگزیں ہو ، اعضا میں فتور پیدا ہو گیا ہو اور انسانی قوتیں اس طرح فنا ہو رہی ہوں جس طرح آفتاب کی کرنیں آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہیں یا فضائی ذرات کی طرح کہ ان کو سنبھالنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی۔"

۴ - تربیت کے جدید ضابطوں کے مطابق جدید نسل کی تربیت " یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو سوسائٹی شاہراہ ترقی پر لے جاتی ہے ، یہ تصور مستقبل کی تعمیر کی بنیاد ہے ، اور امت کا حقیقی سرمایہ ہے ، اس ترقی پذیر سرمایہ کو نظر انداز کرنا کسی طرح مناسب نہیں ، اگر اس کو ضائع کر دیا تو یہ موجب نقصانِ عظیم ہو گا۔

۵ - دین (مذہب) جو سب سے بالاتر ہے اور ترقی کا سب سے پہلا قانون ، خدا کا ناموس اکبر! یہ دین ہی ہے جس پر دنیا کی زندگی میں اعتماد کیا جا سکتا ہے ، اور جو آخرت کا سہارا بن سکتا ہے دین ہمیں حق بات کا کلمہ بلند کرنے کی ہدایت کرتا ہے ۔ برائیوں کے ازالہ اور خرابیوں سے بطریق احسن بچنے کا حکم دیتا ہے ۔ کیونکہ شریعت کے قوانین پر کاربند ہونا معاملات کا حسن اور اعتدال دین ہی کے ثمرات میں سے ہے ۔

ہر وہ قوم جو لا مذہب ہے دردناک حادثوں اور مصائب کی شکار گاہ ہو جاتی ہے کمزور پڑ جاتی ہے ، کیونکہ وہ زندگی کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے ، اور اس طرح فنا ہو جاتی ہے ، جیسے کہ اس کا وجود تھا ہی نہیں ، ۔

یہ ہیں ترقی کے اسباب ، جو ان کو رہنما بنائے گا وہ منزل پر پہنچ جائے گا ، ہر سچی ترقی

میں بھلائی شریک ہے، اور مایۂ ناز حقیقت یہ ہے کہ انسانوں کی اس دنیا میں امن وسکون کا نور فرما ہو۔ باہمی تعاون واتحاد قائم ہو۔ گمراہی اور برائیوں کی طرف ترغیب دینے والوں کی پوری پوری روک تھام کی جائے۔

نیکیوں میں اضافہ

اگر آپ کے خیال میں —— دارالعلوم حرم کا مرکز اسلام میں وجود وبقا ضروری ہے۔

اگر آپ خدا کے گھر میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ذریعہ سے اسلامی علوم کی اشاعت اور دینی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں، اور فطرتاً اس نیک کام اور صدقۂ جاریہ کی امداد وسرپرستی میں آپ "بیت اللہ" سے اپنے گہرے تعلق کو باعث خیر وثواب عظیم سمجھتے ہیں تو کعبہ کے زیر سایہ اپنی اس قومی، علمی، مذہبی نشتر سالہ یادگار کو ہر نیک موقع پر یاد رکھئے، اور اپنی نیکیوں کا سرمایہ بڑھائیے، جو یہاں سے زیادہ وہاں کام آئے گا۔

ندائے حرم۔ ہندوستان کے طول وعرض میں مرکز اسلام کے بلند مقاصد کا واحد ترجمان ہے اس کا دعویٰ نہیں کہ یہ بلند پایہ علمی رسالہ ہے، اس کا سرمایۂ امتیاز صرف یہ ہے کہ اسے حرم محترم سے سچی نسبت ہے، اس لئے حقیقت آگاہ اہل بصیرت ہی اس کے قدرداں ہوسکتے ہیں، ندائے حرم کی سرپرستی بھی دارالعلوم حرم کی امداد ہے اور مرکز اسلام کے اہم مقاصد میں عملی شرکت، جس سے کسی نیک دل مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا۔

اعلیٰ حضرت نظامِ دکن کے عہدِ حکومت کے ۳۲ سال

دورِ عثمانی کی گوناگوں برکات

تعلیم وتمدن:- ۱۹۲۴ء میں ممالک محروسہ میں ابتدائی تعلیم مفت کر دی گئی، ۱۹۲۹ء میں حکومت نے تحتانی تعلیم کی وسعت و ترقی کے لئے ایک پانچ سالہ لائحۂ عمل منظور کیا۔

۱۹۲۹ء میں مجلس تعلیم ثانوی کا قیام عمل میں آیا۔

۱۹۳۷ء میں تعلیم کی تنظیم جدید کے لائحۂ عمل کے تحت صنعتی اور پیشہ واری تعلیم کا شعبہ قائم کیا گیا۔

۱۹۲۱ء میں تعلیمات پر (۱۹،۶۹) لاکھ روپے اصرف ہوتے تھے، ۱۹۴۳ء میں یہ مصارف اضافہ ہوکر (۱۱۲،۷۵) لاکھ روپے ہو گئے۔

۱۹۱۱ء میں مدارس کی تعداد (۲۳۱۱) تھی، جو ۱۹۴۳ء میں (۷،۰۰۰) ہو گئی۔

۱۹۱۱ء میں طلبا کی تعداد (۹،۹۳۵) تھی، جو ۱۹۴۳ء میں اضافہ ہوکر ۵ لاکھ ہو گئی

۱۹۱۱ء میں مدارس نسواں کی تعداد ۹۰ تھی جو ۱۹۴۳ء میں ۸۰۰ ہو گئی۔

طب، انجنیری، صنعت و حرفت، فنون و دستکاری، تعلیم نسواں اور تعلیم معلمین کے لئے کالج قائم کئے گئے، پست اقوام کے طلبا کی تعلیم کے لئے خصوصی سہولتیں فراہم کی گئیں، اور ایک لاکھ روپے کی رقم بھی اس غرض کے لئے مختص کر دی گئی۔

یورپ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے (۱۳۵) طلبا کو وظیفہ اور ۵۲ کو تعلیمی قرضہ دیا گیا۔

تاریخی یادگاروں اور تمدنی آثار کی حفاظت کی غرض سے ۱۹۱۴ء میں سررشتہ آثار قدیمہ قائم کیا گیا۔

حکومت کی راست نگرانی کے تحت دفتر دیوانی و مال کا قیام عمل میں آیا۔

زراعت:- ۱۹۱۳ء میں سررشتہ زراعت قائم کیا گیا۔ آلیر کا ماریڈی، سنگا ریڈی محبوب نگر، پربھنی، رائچور، ورنگل، حمایت نگر، رودرور اور اپن چرو میں تجرباتی مزرعوں کا قیام عمل میں آیا، اور ان کے ساتھ متعدد مظاہراتی شعبے بھی قائم کئے گئے۔ زرعی تحقیقات کی غرض سے شعبہ کیمیا، شعبہ حیاتیات، شعبہ باغبانی اور شعبہ نگہداشت و شعبہ حیوانات کا قیام عمل میں آیا۔

۱۹۳۱ء میں سررشتہ زراعت کے مصارف ۳۶ ہزار روپے تھے، جو ۱۹۴۳ء اضافہ ہوکر ۱۰،۳۱ لاکھ روپے ہوگئے۔

سررشتہ زراعت نے کپاس، جوار، گیہوں اور دھان کے متعلق تحقیقی تجربے کئے اور ممالک محروسہ میں مختلف اقسام کیلئے تخموں کی کاشت کو رواج دیا، اور اس طرح مزارعین کی آمدنی میں اضافہ ہوا۔

آب پاشی:- پرانے تالابوں کی مرمت اور نگہداشت پر کروڑوں روپے صرف کرنے کے علاوہ مندرجہ ذیل نئے پراجکٹ بھی مکمل ہوئے ہیں۔

(۱) نظام ساگر پراجکٹ۔ بڑی نہر ۷۲½ میل طویل ہے اور ۲۷۵۰۰۰، ایکڑ اراضی سیراب کرنے کے لئے بنائی گئی ہے، نہروں کو شامل کرکے اس پروجکٹ کی تعمیر پر ۱،۸۵ کروڑ روپے صرف ہوئے۔

(۲) پالیر پروجکٹ، یہ تعلقہ کھمم ضلع ورنگل میں تعمیر ہوا ہے، ذخیرۂ آب کی تعمیر پر ۲۴،۶۵ لاکھ روپے صرف ہوئے، اور اس سے ۱۹۶۵۰، ایکڑ اراضی سیراب ہوسکتی ہے۔

دیہی تنظیم اور اصلاح۔ ۱۹۱۳ء میں سررشتہ امداد باہمی کی تنظیم ہوئی، ۱۹۳۷ء میں

امداد باہمی کے اصول پر مرتب کردہ تنظیم دیہی کی ایک اسکیم منظور کی گئی۔

ممالک محروسہ میں تمام اقسام کی مجالس امداد باہمی کے صدر بنکوں کی تعداد ۴۰ سے زیادہ ہے، تنظیم دیہی کا مرکزی بورڈ قائم کیا گیا۔

مجالس تنظیم دیہی کی تعداد ۱۳۰۰ ہے، ۱۹۴۳ء میں ۳ لاکھ روپے کے سرمایہ سے دیہی تنظیم کے لئے ایک غیر استردادی سرمایہ محفوظ قائم کیا گیا۔

کاشتکاروں کی امداد:- ۱۹۳۷ء میں معاشی تحقیقات ہوئی، کاشتکاروں کی امداد کے لئے جون ۱۹۳۸ء سے دستور العمل انتقال اراضی، دستور العمل قرض دہندگان اور دستور العمل مصالحت قرضہ کا نفاذ ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں قانون گردی بنک منظور ہوا۔ ۱۹۴۲ء میں سرمایہ محفوظ برائے تحفظ کا قیام عمل میں آیا، جس میں حکومت ہر سال ۵ لاکھ روپے کا اضافہ کرتی ہے فصل خراب ہونے کے باعث مسلسل عام معافیوں کے علاوہ جو کہ محکمہ مالگذاری کی نمایاں خصوصیت ہے اعلیٰ حضرت بندگان عالی کے عہد حکومت کی سلور جوبلی کے موقعہ پر ۲۰ لاکھ روپے کی خصوصی معافی عطا کی گئی۔

۱۹۲۷ء میں بیگار کا طریقہ محدود کر دیا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں غیر محصورہ جنگلات میں مویشی چرانے کا محصول معاف کر دیا گیا۔

۱۹۳۵ء میں قانون معاہدات بھگیلا کا نفاذ ہوا، تاکہ مزدوری کے بعض طریقے منسوخ کر دیئے جائیں۔ ۱۹۳۶ء میں ریکارڈ آف رائٹس ایکٹ منظور ہوا۔

۱۹۴۲ء میں تولداروں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا، زرعی تحقیقات اور تعین مالگذاری کے سررشتہ کی جدید اصول کے مطابق از سر نو تنظیم ہوئی۔

صنعت و حرفت:- ۱۹۳۸ء میں محکمہ تجارت وصنعت قائم ہوا۔ ۱۹۳۸ء میں ایک کروڑ کی رقم سے صنعتی سرمایہ محفوظ کے قیام کی اسکیم منظور ہوئی۔

۱۹۳۲ء میں گھریلو صنعتوں کے لئے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت بندگان عالی کے عہد حکومت میں جو صنعتیں قائم ہوئی ہیں اُن میں کپاس، شیشہ شکر، کاغذ، ریشم، الکحل، لوہا اور فولاد، اسٹارچ، مٹی کی اشیاء، سیمنٹ، کان کنی، روغن، تمباکو بسکٹ، دیاسلائی، چرم، رنگسازی اور وارنش اور برش وغیرہ سے متعلق صنعتیں زیادہ قابل ذکر ہیں

دورِ عثمانی میں جن پرانی صنعتوں کو غیر معمولی فروغ ہوا ہے وہ قالین بانی، بیدری ظروف چاندی کے تار سے بنی ہوئی اشیاء کھلونا سازی، دستی پارچہ بافی اور رنگ ریزی ہیں۔

صنعتی تحقیقاتی بورڈ قائم کیا گیا۔

صنعتی تجربہ خانہ کا قیام عمل میں آیا۔

۱۹۱۸ء میں سررشتہ مذکور کے مصارف ۶۵ ہزار روپے تھے جو ۱۹۴۳ء میں اضافہ ہوکر ۳۳ لاکھ روپے ہو گئے ہیں۔

کارخانوں کی مجموعی تعداد ۶۵۰ ہے۔ (دکانفرنس گزٹ۔ بحوالہ [illegible])

ہندوستان سے مکہ معظمہ تک

جو حضرات دارالعلوم حرم کی خدمت کو توشۂ آخرت سمجھتے ہیں اور اس کی اعانت کا ارادہ رکھتے ہیں اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ معاونین کی سہولت کے لئے مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کی ہندوستان میں شاخ (صدر دفتر دہلی) مکہ معظمہ تک ہر قسم کی امداد و اعانت بھیجنے کا ایک مستقل ذریعہ ہے، جہاں آپ چندہ کی چھوٹی بڑی رقمیں اور مختلف امدادی سامان وغیرہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے بذریعہ منی آرڈر یا بذات خود یا ریلوے پارسل کی صورت میں ارسال فرما سکتے ہیں، صدر دفتر کا فرض ہے کہ وہ مکہ معظمہ کے مرکزی دفتر مدرسہ سے باضابطہ رسید آنے پر آپ کی خدمت میں پیش کرے۔

پتہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرولباغ

قبۃ الصخرہ

بیت المقدس میں اسلامی فن تعمیر کا حسین و جمیل نمونہ

مسیحی کعبہ کے پہلو میں اسلام کی تاریخی سجدہ گاہ

(از کیپٹن کرزویل پروفیسر فن تعمیر اسلامی قاہرہ یونیورسٹی)

قبۃ الصخرہ ایک نادر روزگار خوبصورت اور ہشت پہلو ایوان ہے، ایک عمارت ہے جس میں بادشاہوں کے محلات سے زیادہ حسن تعمیر اور جمال عمران کے صد ہا نمونے نظر آتے ہیں مسلمانوں نے اس دنیا میں خدا کی عبادت کے لئے اس سے زیادہ اچھی اور دل کش عمارت نہیں بنائی۔

اس کے قریب ہی مسیحی کعبہ قبۃ القیامہ ہے، جہاں دنیا بھر کے عیسائی حج کرنے کے لئے آتے ہیں، قبۃ الصخرہ اسی کا جواب ہے، گویا اسلامی فکر، قابلیت اور استعداد کے تمام سرچشمے یہاں موجود ہیں، بس نگاہ پڑنے کی دیر ہے، دل خود بخود صدائے تحسین بلند کرے گا، تثلیث کے گھر میں اسلام کی یہ توحید گاہ دل اور نگاہ کے لئے بہت بڑی چیز ہے، اور اس بات کی نمایاں علامت ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی گئے اپنے مذہب کے قوی الاثر اعتقاد کو ضرور ساتھ لے کر گئے، انہوں نے ایک خدا کے لئے دنیا کو فتح کیا، اور یہ وہ سبق تھا جو انہوں نے تثلیث کے پایہ تخت میں پہنچکر بھی نہیں بھلایا۔

اس زمانہ میں جب کہ ہم مسلمان اسلام کے قانون و دستور کی ہر چھوٹی بڑی حقیقت کو

بھول چکے ہیں، ہم نے اس سبق کو آج بھی نہیں بھلایا، مسلمان کہیں ہو کسی حال میں ہو مسجد کی تعمیر اس کا سب سے اچھا مشغلہ ہے، کیپٹن کرزویل نے فن تعمیر کے ایک مستند ماہر کی حیثیت سے قبۃ الصخرہ کے عمرانی جمال و کمال کا اعتراف کیا ہے۔

"قبۃ الصخرہ دنیا کی اُن اہم عمارتوں میں سے ایک ہے جو اپنے امتیاز پر آپ گواہ ہیں، اس کی خوبی، محبوبی، دلکشی اور تعمیری رعنائی کا ہر انداز جداگانہ ہے، اس کی عظمت، رونق اور نمود و نمائش دیکھنے والے کے دل پر جادو ضرور کرتی ہے، انجینئرنگ کے تمام فنی ماہرین جنہوں نے اس عمارت کو دیکھا ہے، اس جادو سے متاثر ہوئے ہیں۔" "کرزویل"

۲۔ "قبۃ الصخرہ تعمیری ترتیب و تنظیم کا معیار و منہاج ہے۔" "ہارٹمان"

۳۔ "قبۃ الصخرہ تاریخ کے حسین و جمیل آثار میں ہمیشہ رہنے والا اور سب سے خوبصورت اثر ہے۔" "ہائیٹر لولس"

۴۔ "مجھے کبھی یقین نہ تھا کہ میں قبۃ الصخرہ کی تعمیر میں ایسا قیامت کا جادو دیکھوں گا، یہ عمارت غضب کی دل فریب ہے۔

میں ہمیشہ تاج محل آگرہ اور دہلی کی شاہی عمارتوں پر اپنی حیرت کا اظہار کر چکا ہوں مگر قبۃ الصخرہ ـــ! میں اس کے متعلق صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ میری نظر میں ان سب عمارتوں حتیٰ کہ تاج محل سے بھی بہتر ہے، اس کی عمارت باریکیوں کا نمونہ ہے، تناسب کا معیار ہے، وہ ایک ایسی مثال ہے جس پر کوئی عمارت فوقیت ظاہر کرنے کا حق نہیں رکھتی۔" "فرگوسن"

۵۔ "قبۃ الصخرہ کی عظمت، جمال و کمال، قیام و استحکام، نقش اور نقاشی، ترتیب و تناسب، ہر چیز بڑی شاندار ہے۔" "وان برشم"

اسبابِ تعمیر: قبۃ الصخرہ پہلی صدی ہجری کے اولین اسلامی آثار میں سے ایک یادگار اثر ہے اس کے اسباب تعمیر کے متعلق مورخوں میں اختلاف ہے، بعض مورخوں نے یہ عجیب و غریب خیال ظاہر کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے یہ مسجد اس لئے تعمیر کرائی تھی کہ قلمرو بنی امیہ

کے لوگ کعبۃ اللہ کی جگہ اس کا طواف کیا کریں ۔

مورخ یعقوبی (سنہ ۲۶۰ھ سنہ ۸۷۴ء) نے لکھا ہے کہ چونکہ عبداللہ بن زبیر مکہ معظمہ میں لوگوں سے بیعت لے لیا کرتے تھے اس لئے عبدالملک نے شام کے باشندوں کو وہاں جانے سے منع کر دیا، اور ان کو ہدایت کی کہ وہ مسجد بیت المقدس کی زیارت کر لیا کریں، کیونکہ ابن شہاب زہری کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے مسجد بیت المقدس کو بھی مسجد حرام کے برابر درجہ دیا ہے۔"

آنحضرت صلعم نے معراج آسمانی کے وقت جس صخرہ پر قدم رکھا تھا عبدالملک نے وہاں قبہ تعمیر کیا اس پر دیباج کے پردے لٹکائے، تاکہ عام لوگ آئیں اور اس کی زیارت سے شرف اندوز ہوں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبدالملک بیت المقدس کو اپنا سیاسی پایہ تخت بنانا چاہتا تھا، مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔

ایک دوسرا بیان جو زیادہ صحیح اور قرین صواب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قدس میں بڑے بڑے شاندار کلیسا موجود تھے، عیسائیوں نے اپنے فن انجینئرنگ کی مہارت کے زبردست نمونے زمین کے صفحات پر بنائے تھے، ہر کلیسا شاندار تھا۔ اُن کے سامنے دنیا کی حسین ترین عمارتیں بھی گرد تھیں، مسلمان کلیسا کی عمرانی عظمتوں کو دیکھتے تھے اور حیرت میں پڑ جاتے تھے، بہت سے لوگ اس ظاہری شان و شکوہ سے متأثر بھی ہوتے تھے، عبدالملک کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ عیسائی کلیسا کے نمائشی جاہ و جلال سے مسلمانوں کے ایمان کمزور کرنا چاہتے ہیں، جب عیسائی اپنے کلیسا پر فخر کرتے ہیں تو مسلمان آزمائش میں پڑ جاتے ہیں، اس لئے عبدالملک نے یہ فیصلہ کیا کہ خدا کے اس مقدس شہر میں مسجد کعبہ کے قریب مسلمانوں کے لئے ایک ایسی عالی و معلیٰ بلند پایہ گاہ مسجد بنائی جائے جو اپنی سربلندی، جاہ و جلال اور عظمت کے لحاظ سے ایسی ندرتوں کا مجموعہ ہو جو کسی کلیسا میں نظر نہ آسکیں۔ اور جسے دیکھ کر اہل کلیسا کے قلوب امتحان میں پڑ جائیں۔

عبدالملک نے قبۃ الصخرۃ کی تعمیر کا حکم دیا، جب عمارت مکمل ہوئی تو اس کا خیال صحیح ثابت ثابت ہوا، مسلمان اس پر فخر کرتے ہیں، اور دنیا کے عیسائی اسے دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے

دل سے مسلمان ہو جاتے ہیں۔

مورخ مقدسی کا بیان: مورخ مقدسی (سنہ ۹۸۵ء) نے یعقوبی سے سو سال بعد مسجد دمشق اور مسجد صخرہ کی تعمیر کے متعلق یہی سبب تحریر کیا ہے

مقدسی لکھتا ہے کہ میں نے اپنے خاندان کے ایک بزرگ سے یہ شکایت کی کہ ولید عبد الملک نے مسجد دمشق کی تعمیر میں بڑی فضول خرچی سے کام لیا ہے، مسجد اعظم (جامع اموی) کی تعمیر جس پیمانہ پر اور جس قدر صرف سے کی گئی ہے وہ کھلا ہوا اسراف ہے۔

ایسے وقت میں جب کہ امیر المومنین ولید کو مسلمانوں کی تعمیر و ترقی کے لئے کام کرنا چاہیئے تھا، اور ان کا فرض تھا کہ وہ سڑکیں بناتے، قلعے بناتے، قلعہ بندیاں مستحکم کراتے، حدود کی حفاظت کے لئے طاقتور فوجیں بناتے اور ان کو سرحدات پر متعین کرتے، ایک مسجد کی ظاہری شان و شوکت پر اتنا روپیہ خرچ کرنا سر تا سر فضول خرچی کے نام سے موسوم ہوگا۔

بزرگ خاندان نے مقدسی کو جواب دیا، ولید نے یہ کام ایک بڑے مقصد سے کیا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی نظر کلیساؤں کے حسن و جمال اور شان و شوکت سے ہٹ کر خدا کی مسجد کے علاوہ کسی دوسری عبادت گاہ پر نہ پڑے، اگر یہ مسجد نہ ہوتی تو مسلمان صدیوں تک شام کے کلیسائی معبدوں کو دیکھتے جاتے اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے، ولید نے مسجد بنانے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس عمارت کو دنیا کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ بنا دیا تاکہ ان کی نظریں دل کے ساتھ اس شاندار مسجد سے باہر نہ جائیں جس میں وہ عبادت کرتے ہیں، عبد الملک نے بھی قبۃ الصخرہ کی تعمیر میں ایسی حکمت کو مدنظر رکھا ہے، اس نے قبۃ الصخرہ بنایا اور اس کے بنانے میں کمال کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ قبہ مسیحیوں کے حرم قبۃ القیامہ سے بازی لے گیا۔

طرز تعمیر: قبۃ الصخرہ ایک ہشت پہلو عمارت ہے، باہر سے عمارت کی دیواریں ہشت پہلو بنیادوں پر قائم ہیں، اندر پہنچ کر دوسرا حصہ گول دائرہ کے ستونوں کا ہے یہ ستون بھی عمارت کی بیرونی وضع کے مطابق ہشت پہلو تعمیر کو ظاہر کرتے ہیں، اندرونی ستون شاندار بنیادوں پر

قائم ہیں، (یہ عمارت تمام تر اس عربی طرز کا نمونہ ہے جس کی تقلید صدیوں تک یورپ میں کی گئی ہے)

تیسرا اندرونی حصہ ستونوں کا گول دائرہ ہے۔ جن پر نصف ہلالی شکل کی محرابیں قائم ہیں۔ مسجد کا قبہ اسی تیسرے حصہ کے اوپر بنایا گیا ہے، یہاں کرسی بہت اونچی دی گئی ہے، جس سے تعمیر کی شان دوبالا ہوگئی۔

قبہ کا قطر ۴۴۰۲۰ میٹر ہے، اس کو ۴ بڑے اور بارہ وسطی ستون اپنے سر پر اٹھائے ہوئے ہیں باہر کے مثمن ضلع کا طول ۲۰٫۵۹ میٹر ہے اور بلندی ۹٫۵۰ میٹر، ہر پہلو میں پانچ روشن دان کھلے ہوئے ہیں جن سے اندر روشنی پہنچتی رہتی ہے۔

دائرہ قبہ اور دوسرے مثمن کے درمیان مسجد کا دالان ہے، جہاں پانچ وقت نماز کا اہتمام ہے عمارت کے چار دروازے ہیں جو بالمقابل اپنی اصلی چار سمتوں میں واقع ہیں، اس عمارت کے انجینر نے جو کمال دکھایا ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی زائر اس میں کسی دروازہ سے داخل ہوتا ہے تو اندر کی تمام عمارت اس کے سامنے ہوتی ہے، وہ ہر ستون، ہر گردش اور ہر چھت کو دیکھ سکتا ہے۔

صخرہ۔ قبہ کے نیچے ایک ایسا پتھر ہے جس کو تراشا نہیں گیا، وہ حرم شریف کے نصف حصہ میں واقع ہے اس کا طول ۱۸ میٹر ہے اور عرض ۱۳ میٹر۔

زمین سے اس کی زیادہ سے زیادہ بلندی ۱½ میٹر ہے، ابن اثیر کا بیان ہے کہ اہل فرنگ اس پر غلاف چڑھاتے تھے، لیکن سلطان صلاح الدین نے فتح قدس کے بعد غلاف اتروا دیا تھا۔

غلاف کی وجہ۔ صخرہ مبارکہ کو تمام عیسائی دنیا میں عزت و حرمت حاصل ہے، مسیحی عہد میں پادریوں نے اس عزت سے ناجائز فائدہ حاصل کرنا شروع کیا، صخرہ کی زیارت کے لئے دور دور دراز سے امراء فرنگ آتے تھے، پادریوں نے صخرہ کے سنگین ٹکڑے جواہرات کے نرخ پر فروخت کرنے شروع کر دیئے، زائر لوگ آتے اور بطور تبرک اس کو لے جاتے، پادری لوگ مالدار ہو گئے مگر سلاطین فرنگ کو جلد ہی اس کا احساس ہوگیا، اور اس پر غلاف چڑھا کر اسے محفوظ کر دیا۔

صخرہ کے نیچے ایک غار ہے، جس میں ایک کھڑکی سی کھلی ہوئی ہے۔ یہ غار اگرچہ بے ترتیب ہے تاہم

اس کا طول ۰۵ر۴۲ میٹر سے کم نہیں۔

مسیحی اعتقاد کے مطابق صخرہ قربانیوں کے صحیح محل وقوع کو ظاہر کرتا ہے، یہاں قربانیاں پیش کی جاتی تھیں اور اُن کا خون غار میں چلا جاتا تھا۔

تاریخ تعمیر:- کسی عمارت کی تاریخ معلوم کرنے کے لئے تین طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔
۱- وہ تاریخ معتبر سمجھی جاتی ہے جو عمارت پر کندہ ہوتی ہے۔

۲- کوئی تاریخی شہادت تحریری طور پر موجود ہوتی ہے، اور اس کو علما رتاریخ قبول کر لیتے ہیں۔

۳- یا ماہرین تعمیر طرز تعمیر سے اندازہ کرتے ہیں، کہ یہ کس سنہ میں تیار ہوئی، اور کس کے عہد میں بنائی گئی۔

قبۃ الصخرہ میں ہمیں کوفی کتابت کے نمونے ملتے ہیں، ان کے نقوش لاجورد کے پتھروں پر سنہرے رنگ میں کتابت کئے گئے ہیں، یہ قرآن مجید کی آیات ہیں، جو خط کوفی میں ثبت کی گئی ہیں۔

عمارت کی جنوب مشرقی سمت میں تعمیری کتبہ لگا ہوا ہے، اس کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کافی تغیر اور تبدیلی کی گئی ہے، تاہم کتبہ کے الفاظ یہ ہیں "عبداللہ الامام المامون امیرالمومنین سنہ ۷۲ الہجریہ" اب یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ ۷۲ ہجری مامون کی حکومت کا زمانہ نہیں ہے۔ بلکہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ ہے، اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قبۃ الصخرہ عبدالملک کے عہد میں تعمیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ تاریخی روایات بھی اس حقیقت کو پیش کرتی ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مامون نے اپنے عہد میں قبہ کی عمارت کی تکمیل کی اور اس نے نام کی جگہ اپنا نام لکھوا دیا۔ اور لکھنے والے نے نام تو بدل دیا، مگر تاریخ نہ بدل سکا، مامون کا نام جس طرز پر لکھا گیا ہے وہ پہلے طرز سے مختلف ہے۔

تاریخی تحقیق کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تغیر ۲۱۶ھ میں اس وقت ہوا جب مامون کا عہد تھا مامون نے عمارت کو مکمل کرایا، اسلامی تعمیر کی تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ جب عمارت کی تکمیل کا وقت آیا

تو اس وقت مامون کا نام لکھ دیا گیا۔

مورخ تعمیر کی آغاز کے متعلق متفق نہیں ہیں، ابن البطریق ۵۰ھ ۶۷۴ء لکھتا ہے، ملیں اور مقریزی اس کے موئید ہیں، ابن الجوزی، ابو المحاسن اور سیوطی ۶۹ھ بیان کرتے ہیں اور مجید الدین ۶۶ھ ۶۸۵ء لکھتے ہیں۔

شکر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو

خادمانِ حرم محترم کی ناچیز خدمات

(از معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی)

خدمت ہر حالت میں خدمت ہے اگرچہ اس میں اجر و ثواب بھی شامل ہو اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو تو پھر یہ خدمت سعادت و نعمت ہے۔

رب العزت کے اس احسان عظیم کا شکر ہم کس طرح ادا کریں کہ اس نے ہم ایسے عاجز و بے حقیقت بندوں کو اس کی ہمت و توفیق دی کہ مرکز اسلام میں اس کے مقدس دین اور پاک علم کی سربلندی و فروغ میں واسطۂ خیر بنیں، اور اللہ کے باعظمت گھر کا پیام اللہ کے مقبول بندوں تک پہنچاتے رہیں۔

ہماری جد و جہد اور ہماری کوششیں کوئی چیز نہیں، ہمہ گیر مشکلات کے اس سخت دور میں جس حد تک ہم آگے بڑھنے میں کامیاب ہوتے ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان اور حضرت بانیٔ مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ کی للّٰہیت و خلوص، معصومین حرم کی بے لوث دعاؤں اور ہمارے واجب الاحترام معاونین کرام کی گراں قدر توجہ و ہمدردانہ سلوک کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ ناشکری اور کفرانِ نعمت سے بچائے۔

ذیل میں صدر دفتر دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی اجمالاً سالانہ کیفیت ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے، خادمانِ حرم محترم (کارکنانِ صدر دفتر دہلی) کی حوصلہ افزائی ہوگی اگر ایک ہمدردانہ نظر ان مختصر عنوانات پر بھی ڈال لی جائے۔

کرشمۂ رحمت:- ستر سال سے مرکز اسلام میں دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ صرف

مسلمانانِ ہند کی امداد و سرپرستی سے علمی اور دینی اہم خدمات انجام دے رہا ہے، چند سال پیشتر تک ارکان و کارکنان مدرسہ نے ہندوستان میں اس کے لئے کوئی مقامی ادارہ قائم کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس نہ کی کہ مکہ معظمہ میں خاص طور پر بزمانۂ حج اس کے بلند نصب العین کی اشاعت اور سالانہ امداد کا جو کام سالہاسال سے جس خاموشی اور تندہی کے ساتھ ہوتا رہا وہ اس زمانہ کی ضرورتوں اور ماحول کے لحاظ سے دارالعلوم حرم کے لئے کافی تھا، مگر حجاج کی تعداد میں سال بسال غیر معمولی کمی اور زمانہ کی چند در چند مشکلات نے بالآخر ارکانِ دارالعلوم حرم کو اس ضرورت پر مجبور کیا کہ اس کی مرکزی تحریک کے بقا اور تحفظ کے لئے ہندوستان میں ایک دفتر قائم کیا جائے، اہل حرم کا یہ فیصلہ ایک امانت کی صورت میں مولانا محمد سلیم صاحب ناظم اعزازی دارالعلوم حرم لے کر ہندوستان پہنچے اور دارالسلطنت دہلی میں بماہ شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۹ء میں جامعہ حرم کا مستقل دفتر قائم فرمایا، اہل دل حضرات نے اس بروقت اقدام کا خیر مقدم کیا، قدیم معاونین و بہی خواہانِ دارالعلوم حرم نے مسرت کے ساتھ قیام دفتر کی خبر معلوم کی، اور مکہ معظمہ میں تمام کارکنانِ مدرسہ نے مستقبل کی طرف سے اطمینان و دلجمعی محسوس کی۔ حرم سے یہ مخلصانہ عملی تعلق بحمداللہ بارآور و نتیجہ خیز ثابت ہوا۔

صدر دفتر اپنے بلند مقاصد کے اعتبار سے اس پُرآشوب زمانہ میں ناکام نہیں رہا، خدا کی ذات سے امید ہے کہ مستقبل قریب میں دنیا کے امن و سکون کے بعد ہم اپنے عملی نصب العین میں خاطر خواہ کامیابی سے قریب تر ہوں گے۔

ہندوستان میں قیام دفتر کو دارالعلوم حرم کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھنا چاہیئے ہندوستانی حجاج حاضریٔ حرم محترم کی سعادت سے جنگ کی مجبوریوں کی وجہ سے محروم ہیں، اس حالت میں جو کچھ بھی خدمت کارکنان صدر دفتر کے امکان میں ہے وہ دارالعلوم حرم کے قیام و بقا کے لئے وقف ہے، اللہ کی توفیق ہمیشہ رفیق حال رہے۔

محسنوں کا ذکر خیر ۔ صدر دفتر کا نظامِ عمل تقسیم کار کے اصول پر قائم ہے، اور اس کا ہر شعبہ

اپنے فرائض وخدمات کی ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کرتا ہے، مگر خداوند کریم کی غیبی تائید کے ساتھ جو روح اس عملی ماحول میں کارفرما ہے وہ ہمارے واجب الاحترام محسنوں اور بلند ہمت معاونوں کی گرامی قدر توجہ اور ہمدردانہ تعلق ہے، یقیناً ناانصافی ہوگی اگر سب سے پہلے تمام محسنین ومعاونین کرام کا شکریہ ادا نہ کیا گیا، جو مرکز اسلام میں اپنی اس قومی مرکزی تحریک کے لئے آب حیات ہیں۔

معاملہ جس ذات پاک سے ہے اُس سے تعلق رکھنے والے یقیناً ہمارے شکریہ کے منتظر ہیں اور نہ خواہشمند، مگر مجھے اعتراف احسان کے ساتھ اپنا اخلاقی فرض ادا کرنا ہے، محسنین ومعاونین کی پوری فہرست کے لئے ان محدود صفحات میں گنجائش نہیں، تاہم، چند اسماء گرامی کا تذکرہ باعث طوالت نہ ہوگا۔

۱ نواب صدر یار جنگ بہادر مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی۔

۲ میجر نواب حافظ جمشید علی خاں صاحب باغپت

۳ خان بہادر سید محمد عیسیٰ صاحب الہ آباد

۴ خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب دہلی

۵ خان بہادر الحاج شیخ محمد جان صاحب کلکتہ

۶ خان بہادر شیخ محمد ابراہیم صاحب کانپور

۷ خان بہادر مولوی نثار اللہ صاحب گورکھپور

۸ سیٹھ عبدالرحیم عثمان صاحب کلکتہ

۹ میسرز جیون بخش محمد جان صاحبان کلکتہ

۱۰ میسرز فیروز الدین محمد شفیع صاحبان کلکتہ

۱۱ پروفیسر عبدالغفور صاحب۔ لدھیانہ

۱۲ مولوی فتح اللہ صاحب پنشنر۔ گوجرانوالہ

۱۳ شیخ محمد رفیق صاحب رئیس بلیماران دہلی

۱۴ شیخ نیاز احمد صاحب اینڈ سنز ملتان۔

۱۵ حاجی کریم بخش صاحب پنشنر۔ گھرونڈہ۔

۱۶ شیخ محمد صادق محمد افضل صاحبان لاہور

۱۷ ملک دین محمد صاحب اینڈ سنز۔ لاہور

۱۸ شیخ مبارک علی صاحب۔ لاہور

۱۹ بیگم صاحبہ شیخ محمد عارف صاحب محمد آباد

۲۰ صوبیدار ڈاکٹر محمد سخاوت اللہ خان صاحب شاہجہانپور

۲۱ مولوی محمد امین صاحب (امین برادرس) کانپور

۲۲ مرحومہ بیگم صاحبہ الحاج محمد سعید صاحب کوتوال کانپور

۲۳ مولوی محمود علی صاحب پنشنر جج، حیدرآباد دکن

۲۴ حافظ عبدالقیوم صاحب - فیض آباد۔
۲۵ شیخ رئیس احمد صاحب ، کان پور۔
۲۶ حافظ مشتاق صاحب ۔ کان پور
۲۷ میسرز ہندوستان ٹینری حاج مئو
۲۸ مولوی حبیب اللہ اگزیکٹو آفیسر کان پور
۲۹ حاجی احمد دین محمد دین صاحبان ۔ کلکتہ
۳۰ بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب بخشی کمپنی کلکتہ
۳۱ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب اینڈ سنز ۔ کلکتہ
۳۲ حاجی محمد دین صاحب والے رشید اینڈ کو ، کلکتہ
۳۳ میسرز قاضی اینڈ کو کلکتہ ۔
۳۴ مولوی محمد سردار خاں صاحب ہنم کنڈہ دکن
۳۵ شیخ محمد امجد اللہ صاحب - کیمپر گنج ۔
۴۷ ایم ایم ۔ داؤد صاحب ساؤتھ افریقہ

۳۶ سیٹھ نبی بخش صاحب ۔ رمنی گاؤں
۳۷ نواب محمد خلیل صاحب - جون پور
۳۸ محترمہ سوتیہ بیگم صاحبہ ، شاہجہاں پور
۳۹ منشی عبدالرحیم صاحب - مظفر نگر
۴۰ سیٹھ آئی ، ای منی صاحب ۔ ایسٹ ٹرنسوال (افریقہ)
۴۱ سیٹھ محمد عالم صاحب رئیس شاہجہاں پور
۴۲ حاجی سلامت اللہ محمد صدیق صاحبان مبارکپور
۴۳ سید غلام نبی صاحب سکرٹری - اجمیر شریف
۴۴ سیٹھ احمد حاجی موسیٰ جی سالوجی صاحب ساؤتھ افریقہ
۴۵ الحاج محمد سعید صاحب کوتوال ۔ کان پور
۴۶ مولوی محمد ابراہیم صاحب ایڈوکیٹ آگرہ۔
۴۸ مولوی حاجی محمد میاں صاحب ۔ ساؤتھ افریقہ

عالی ہمت خواتین اور معاون بہنوں کا شکریہ

دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا نظم و اہتمام ستر سال سے مردوں کے ہاتھ میں ہے ، مگر یہ سعادت بلند حوصلہ اور نیک دل خواتین اسلام میں صولت النسا بیگم صاحبہ مرحومہ رئیسہ کلکتہ کی قسمت میں تھی کہ مکہ معظمہ میں کعبہ کے زیر سایہ سب سے پہلا ، سب سے بڑا اور سب سے پرانا مدرسہ ان کی پیش قدمی سے قائم ہو ، خدا کے پاک گھر میں یہ نیک کام مرحومہ کا وہ صدقہ جاریہ ہے جس کے اجر و ثواب کا سلسلہ قیامت تک انشاء اللہ جاری رہے گا۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ مردوں کی نہیں بلکہ عورتوں کی عالی ہمتی اور نیک کاموں

سے دلی تعلق اور سچی ہمدردی کی زندہ یادگار ہے۔

جن پاک نفس خواتین اور معاون بہنوں نے مکہ معظمہ میں اپنے اس نیک کام میں خاص طور پر شرکت فرمائی شکریہ کے ساتھ ان کے چند خاص نام درج ذیل ہیں۔

۱ محترمہ بیگم صاحبہ کپتان ڈاکٹر سید محمد احمد حسین صاحب
۲ " اہلیہ صاحبہ شیخ محمد نعیم صاحب سیلن پور
۳ " الحاجہ عالیہ بی بی صاحبہ جون پور
۴ " والدہ صاحبہ سید محمد عادل صاحب امروہہ
۵ " اہلیہ صاحبہ مسٹر محمد منعم صاحب عباسی پانی پت
۶ " والدہ صاحبہ خورشید صاحب قصبہ محمدی
۷ " عابدہ خاتون صاحبہ ، بسکھاری
۸ " اہلیہ صاحبہ زبیر احمد صاحب اشرفی بسکھاری
۹ " غلام فاطمہ صاحبہ۔ گوجرانوالہ۔
۱۰ " بیگم صاحبہ قاضی امیر الدین احمد صاحب لکھنؤ
۱۱ " حاجیہ فاطمہ جان صاحبہ حق نواز لاہور
۱۲ " بیگم صاحبہ ملک برکت علی صاحب لاہور۔
۱۳ " بیگم صاحبہ حافظ حبیب الحق صاحب مرحوم آناؤ
۱۴ " اکبری بیگم صاحبہ نصیر آباد (مارواڑ)
۱۵ " بیگم صاحبہ شاہ منیر عالم صاحب گونڈہ
۱۶ " حاجیہ زبیدہ خاتون صاحبہ ہزاری باغ
۱۷ " بیگم صاحبہ شاہ بشیر عالم صاحب کان پور
۱۸ " والدہ صاحبہ ملک شفیع اللہ خاں صاحب شاہجہاں پور
۱۹ محترمہ چندا بیگم صاحبہ متولیہ وقف۔ اسلام نگر
۲۰ " بیگم صاحبہ و بنت حکیم محمد عظیم الدین خاں صاحب، جے پور
۲۱ محترمہ ہمشیرہ صاحبہ منشی خلیل الدین صاحب مرحوم سیلانی
۲۲ " اہلیہ صاحبہ و بنت حاجی منشی مسیح الدین صاحب "
۲۳ " قیصری بیگم صاحبہ ۔ مراد آباد
۲۴ " بی جان بیگم صاحبہ ۔ "
۲۵ " بیگم صاحبہ شاہ فخر عالم صاحب گونڈہ
۲۶ " ہمشیرہ صاحبہ رضا مرزا صاحب جودھپور
۲۷ " والدہ صاحبہ ۔ ۔ عزیز مرزا صاحب "
۲۸ " بیگم صاحبہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب خورجہ
۲۹ " ہمشیرہ صاحبہ چودھری سراج الدین صاحب فیض پوری۔ امرتسر
۳۰ محترمہ بیگم صاحبہ عالی جناب نواب صاحب باغپت
۳۱ " کنیز فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم محمود علی صاحب جے پور
۳۲ " اہلیہ صاحبہ ماسٹر سید محمد شفیع صاحب باغپت
۳۳ " قمر النساء بی بی صاحبہ ، محمد آباد گہنہ
۳۴ " اہلیہ صاحبہ شیخ ناظر حسن صاحب۔ جوالاپور

۳۵ محترمہ بی بی قدسیہ بیگم صاحبہ - باغپت
۳۶ " اہلیہ صاحبہ مولوی عزیز اللہ صاحب گلبرگہ
۳۷ " والدہ صاحبہ اشرف علی صاحب - شیر کوٹ
۳۸ " بیگم صاحبہ ایچ محمد امین صاحب فیض آباد
۳۹ " بیگم صاحبہ سرور حسن خاں صاحب شاہجہاں پور
۴۰ " کنیز فاطمہ صاحبہ - شاہجہاں پور
۴۱ " ساطعہ بیگم صاحبہ بنت شیخ مظفر علی صاحب مرحوم کانپور
۴۲ " بیگم صاحبہ حاجی ابو الحسنات صاحب مرحوم - لار
۴۳ " بیگم صاحبہ بابو عبد الصمد صاحب پنشنر - محمدی
۴۴ " والدہ صاحبہ مرحومہ حافظ عبد القیوم صاحب فیض آباد
۴۵ " والدہ صاحبہ محمد سعید صاحب - جودھپور
۴۶ " والدہ صاحبہ مولوی ناظم حسین صاحب - انوایاں
۴۷ " رضیہ خاتون صاحبہ اہلیہ مولوی ناظم حسین صاحب "
۴۸ " والدہ ظریف احمد صاحب جودھپور
۴۹ " محترمہ بیگم صاحبہ حاجی محمد سمیع صاحب کانپور
۵۰ " بیگم صاحبہ حافظ محمد بدر الدین صاحب مرحوم کانپور
۵۱ " بیگم صاحبہ منیر الدین صاحب ایم - اے کانپور
۵۲ " بیگم صاحبہ حاجی قمر الدین صاحب کانپور
۵۳ " روزی امراؤ صاحبہ - کانپور
۵۴ " بیگم صاحبہ حاجی محمد شفیع صاحب کانپور
۵۵ " بیگم صاحبہ مولوی بشیر احمد صاحب کانپور
۵۶ محترمہ بیگم صاحبہ کنور محمد یونس علی خاں صاحب علی گڑھ
۵۷ " بیگم صاحبہ حاجی عبد الرشید صاحب الہ آباد
۵۸ " ام یحییٰ صاحبہ - عالم گڑھ
۵۹ " اہلیہ صاحبہ حافظ عبد الحلیم صاحب فیض آباد
۶۰ " بیگم صاحبہ کنور محمد ظفر حسن خاں صاحب - علی گڑھ
۶۱ " خاتون بی بی صاحبہ موضع اُرڑ -
۶۲ " اہلیہ صاحبہ بابو مظہر حسین صاحب - قصبہ محمدی
۶۳ " اہلیہ صاحبہ منشی عبد الباسط صاحب "
۶۴ " آفتاب بیگم صاحبہ - مراد آباد
۶۵ " صادقہ بیگم صاحبہ - ڈیرہ اسمٰعیل خاں -
۶۶ " ہمشیرہ صاحبہ حکیم حیات اللہ خاں صاحب - دہلی
۶۷ " والدہ صاحبہ عبد الحفیظ صاحب جنیوٹ -
۶۸ " اہلیہ صاحبہ منشی بشیر احمد صاحب مہنداول
۶۹ " نور جہاں بیگم صاحبہ استانی "
۷۰ " اہلیہ صاحبہ سعید احمد صاحب "
۷۱ " فہیمہ صاحبہ "
۷۲ " بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب بخشی کمپنی کلکتہ
۷۳ " بیگم صاحبہ شیخ محمد کامل صاحب - دہلی
۷۴ " محترمہ بیگم صاحبہ برکت اللہ صاحب کوٹ والے دہلی
۷۵ " بیگم صاحبہ شیخ محمد یحییٰ صاحب بتلہ - دہلی
۷۶ " بیگم صاحبہ محمد اسحٰق صاحب دوائی والے "

۷۷ محترمہ بیگم صاحبہ عبدالستار صاحب تولیہ والے دہلی

۷۸ " بیگم صاحبہ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ساگر والے "

۷۹ " والدہ صاحبہ عبدالمنان صاحب ۔ دہلی

۸۰ " طاہرہ خاتون صاحبہ بنت حاجی محمد احمد، صاحب بخشی کمپنی ۔ کلکتہ ۔

۸۱ محترمہ عابدہ خاتون صاحبہ " "

۸۲ " بیگم صاحبہ شیخ محمد رئیس صاحب ۔ کانپور

۸۳ " محسن صاحبہ اہلیہ شیخ سراج احمد صاحب مرحوم سہارنپور

۸۴ " والدہ صاحبہ حاجی محمد سمیع صاحب کانپور

۸۵ " بیگم صاحبہ حاجی محمد رفیع صاحب کانپور

۸۶ " بیگم صاحبہ شیخ علی احمد صاحب ۔ لاہور

۸۷ " خوشدامن صاحبہ بابو تاج الدین صاحب جودھپور

۸۸ " بیگم صاحبہ ناظم صاحب مدرسہ ۔ کاندھلہ

۸۹ " بیگم صاحبہ ڈاکٹر سید علاء الدین احمد صاحب بھوپال

۹۰ " والدہ صاحبہ عبدالکریم صاحب ٹانڈہ بادلی

۹۱ " بیگم صاحبہ نعمت الٰہی صاحب مرحوم، مارہرہ

۹۲ " بیگم صاحبہ حکیم حافظ محمد نعیم صاحب ۔ کاندھلہ

۹۳ " والدہ صاحبہ آفتاب احمد صاحب کاسگنج

۹۴ " محسن کبریٰ صاحبہ بیگم شاہ صفدر حسین صاحب مرحوم ۔ بستی ۔

۹۵ محترمہ ہمشیرہ صاحبہ رشید احمد صاحب کانپور

۹۶ محترمہ رابعہ بی بی صاحبہ بیگم غلام رسول صاحب کانپور

۹۷ " والدہ صاحبہ شیخ محمود مظفر صاحب دھولڑی

۹۸ " اہلیہ صاحبہ حاجی غلام رسول صاحب بختیارنگر

۹۹ " والدہ صاحبہ و ہمشیرہ صاحبہ ایم شریف خاں صاحب بی۔اے۔ فیض آباد ۔

۱۰۰ محترمہ اہلیہ صاحبہ حاجی محمد حفیظ صاحب فیض آباد

۱۰۱ " " صاحبہ نور الٰہی صاحب "

۱۰۲ " بیگم صاحبہ شیخ محمود مظفر صاحب دھولڑی

۱۰۳ " الحاجہ زاہدہ بی بی صاحبہ جون پور

۱۰۴ " الحاجہ مومنہ بی بی صاحبہ "

۱۰۵ " والدہ صاحبہ ہمشیرہ صاحبہ حاجی محمد زکریا صاحب "

۱۰۶ " والدہ صاحبہ افتخار احمد خاں صاحب ایم ایس سی کانپور

۱۰۷ " اہلیہ صاحبہ باقر علی صاحب ۔ الہ آباد

۱۰۸ " اہلیہ صاحبہ اکبر علی صاحب ۔ "

۱۰۹ " بیگم صاحبہ شیخ محمد عارف صاحب محمد آباد گوہنہ

۱۱۰ " بیگم صاحبہ حاجی غلام رسول صاحب مبارکپور

۱۱۱ " " " سراج الدین احمد صاحب بستی

۱۱۲ " پھوپھی صاحبہ مرحومہ حاجی محمد سلیم صاحب "

۱۱۳ " محمد خلیل صاحب ۔ مبارک پور

۱۱۴ " اہلیہ صاحبہ حاجی حفیظ اللہ صاحب گونڈہ

۱۱۵ " اہلیہ صاحبہ حاجی ننھے خاں صاحب "

۱۱۶ اہلیہ خورشید امین صاحبہ سید ضمانت علی صاحب ۔ دہلی

۱۱۷ ،، مہرالنساء بی بی صاحبہ، دختر عبدالاحد صاحب الہ آباد ۔

۱۱۸ محترمہ اہلیہ صاحبہ حاجی حفیظ الدین صاحب میرٹھ

۱۱۹ ،، بیگم صاحبہ عالیجناب نواب صدر یار جنگ بہادر علی گڑھ ۔

۱۲۰ محترمہ بیگم صاحبہ ممتاز دولہن صاحبہ علی گڑھ

۱۲۱ ،، ٹھاکرائن صاحبہ زنیسہ ۔ بہرائچ

۱۲۲ ،، اہلیہ صاحبہ مولوی عبدالوالی صاحب ،،

۱۲۳ ،، اہلیہ صاحبہ و دختر صاحبہ سید اکبر حسین صاحب تھیڑی

۱۲۴ محترمات صاحبزادیان الحاج محمد سعید صاحب کانپور

۱۲۵ ،، اہل خانہ صاحبزادگان الحاج محمد سعید صاحب ،،

۱۲۶ محترمہ والدہ صاحبہ راحت بخش صاحب قصبہ محمدی

۱۲۷ ،، بیگم صاحبہ حیدر حسین صاحب ۔ لکھنؤ

۱۲۸ ،، ،، ،، نعمت الٰہی صاحب زبیری علی گڑھ

۱۲۹ ،، والدہ صاحبہ اعجاز احمد صاحب ٹانڈہ بادلی

۱۳۰ ،، ،، ،، منشی محمد ابراہیم صاحب کرنال

۱۳۱ ،، کریم بی بی صاحبہ اہلیہ مولوی محمد ابراہیم صاحب مرحوم ۔ لائل پور

۱۳۲ محترمہ اہلیہ صاحبہ فیض محمد خاں صاحب قائم گنج

۱۳۳ ،، عائشہ بیگم صاحبہ ۔ قصبہ محمدی

۱۳۴ محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ بنت حاجی سردار خاں صاحب ۔ جگدل پور

۱۳۵ محترمہ سوتیۃ النساء بیگم صاحبہ متولیہ وقف شاہجہاں پور

۱۳۶ ،، بیگم صاحبہ حاجی فہیم الدین صاحب کانپور

۱۳۷ ،، آمنہ صاحبہ غیاث عالم صاحب ۔ قنوج

۱۳۸ ،، بیگم صاحبہ مسٹر محمد احمد صاحب ڈپٹی کمشنر آگرہ

۱۳۹ ،، ،، ،، شاہ زمان صاحب بنارس

۱۴۰ ،، اولیا خانم صاحبہ ۔ ،،

۱۴۱ ،، ہاجرہ خاتون صاحبہ دختر سعید احمد صاحب صدیقی الہ آباد ۔

۱۴۲ محترمہ صاحبہ سائرہ بی بی صاحبہ اہلیہ سید محمد حسن صاحب ۔ سرائے شنکر

۱۴۳ محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ ۔ احمد آباد

۱۴۴ ،، والدہ صاحبہ خلیل احمد صاحب بی ۔ اے ۔ دہلی

۱۴۵ ،، بیگم صاحبہ قاضی وائن سعید الدین احمد صاحب آبوروڈ

۱۴۶ ،، بیگم صاحبہ ڈپٹی عبدالرحمٰن صاحب رائے پور

۱۴۷ ،، والدہ صاحبہ کرنل شہامت اللہ خاں صاحب راجپوتہ

۱۴۸ ،، ہر ہائنس صاحبہ بیگم ۔ ریاست پالن پور

۱۴۹ ،، اہلیہ سیٹھ محمد عبداللہ جی صاحب ،،

۱۵۰ ،، ہمشیرہ صاحبہ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اوجین

۱۵۱ محترمہ مس جمیلہ خاتون صاحبہ ۔ رڑکی ۔

۱۵۲ محترمہ والدہ صاحبہ مولوی امین الحق صاحب - اعظم گڑھ ۱۵۵ محترمہ والدہ صاحبہ خواجہ رشید الزماں صاحب فاروقی۔ لکھنؤ
۱۵۳ محترمہ بیگم صاحبہ حاجی غلام رسول صاحب مبارکپور ۱۵۶ ،، تمیزہ و بشیر عالم صاحب ۔ قنوج ۔
۱۵۴ ،، بیگم صاحبہ محمد خلیل صاحب ۱۵۷ ،، والدہ صاحبہ قاضی محمد عدیل صاحب۔ بستی

ہمارے رفقائے مقصد اور سعی خیر میں شرکت کرنے والے اہل خیر:-

یقیناً اسے ہم تائید غیبی سمجھتے ہیں کہ دار العلوم حرم سے ملک کے دیندار و علم دوست طبقہ کی دلی ہمدردی اور عملی تعلق میں اضافہ ہو رہا ہے، ان کے مخلصانہ مشورے اور مفید تجاویز ہمارے لئے قیمتی سرمایہ ہے، اور یہ اس کا بیّن ثبوت ہے کہ مسلمانوں میں اپنے مرکز کی اہمیت کا احساس پیدا ہو رہا ہے، ان کو اس کا یقین ہے کہ خدا کے گھر میں مسلمانان ہند کے نام سے جو علمی اور مذہبی تحریک ستر سال سے جاری ہے، نہ صرف اس کا تحفظ و بقا ضروری ہے، بلکہ اسے مرکز اسلام کے شایان شان تمام اسلامی دنیا کے ستر کروڑ کلمہ گو بندوں کے لئے ایک مرکزی جامعہ یا "مکہ یونیورسٹی" کے بلند تر مقام پر پہنچانا اس صدی کی اسلامی تاریخ کا سب سے زیادہ اعلیٰ کارنامہ ہوگا۔

"مکہ یونیورسٹی" کا تخیل صرف مسلمانان ہند کا حصہ ہے، اور اس کا وجود بھی انشاء اللہ ملت اسلامیہ ہند کی قومی تاریخ کا وہ زریں ورق ہوگا جس کی مثال کئی صدی سے اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ہم وفور جذبات شکر و احترام کے ساتھ اپنے محترم رفقائے مقصد کے اسمائے گرامی درج ذیل کرتے ہیں، یہ وہ سراپا خیر و برکت اصحاب ہیں جو اپنی حد تک ہر موقع پر خدا کے گھر سے اپنے دلی تعلق کو نہیں بھولتے، اللہ کے فضل و کرم سے خود نیک ہیں اور دوسروں کو بھی اس نیک کام اور صدقۂ جاریہ میں شرکت کی ترغیب دے کر دوگنا ثواب حاصل کرتے رہتے ہیں۔ یہ بلند مقام اصحاب جسمانی اعتبار سے ہندوستان میں ہیں، مگر درحقیقت ان کے دل و دماغ خدا کے گھر میں ہیں، عالم تصور

میں ان کی پاک روحیں ہر وقت طواف بیت اللہ میں مصروف ہیں اور حطیم کعبہ میں بیٹھے نیکیوں کی دولت ہندوستان میں لٹا رہے ہیں، یہ دولت وہی ہے جس کا سچا وعدہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک گھر کے لئے اپنے مقبول بندوں سے کر رہا ہے۔

"ایک نیکی کا ایک لاکھ ثواب خود کمائیے اور دوسروں کو بھی دلوائیے"

۱ حاجی محمد احمد صاحب مالک بخشی کمپنی کلکتہ
۲ خان بہادر حاجی عبد القیوم صاحب کانپور
۳ مولوی حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی۔
۴ شیخ محمد یعقوب صاحب منیجر فاضل بھائی شیخ محمد جان لمیٹڈ کلکتہ
۵ مولوی سید احمد شفیع صاحب وکیل لکھنؤ
۷ مولانا حمید الدین صاحب صدیقی خطیب جالندھر
۹ حکیم محمود علی صاحب وکیل سیوا اڑجے پور
۸ خان صاحب حاجی عبد الرحمن صاحب رڑکی
۹ مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم۔اے کاندھلہ
۱۰ الحاج محمد سعید صاحب کوتوال کانپور
۱۱ مولوی محمود الحسن صاحب بی۔اے سہارنپور
۱۲ قاری عبد الخالق صاحب خطیب سہارنپور
۱۳ حاجی عبد الکریم صاحب ولد حاجی رحیم بخش صاحب۔ سہارن پور
۱۴ مولانا افتخار احمد صاحب فریدی مراد آباد
۱۵ حاجی قمر الدین صاحب۔ کانپور
۱۶ مولانا فضل الرحمن صاحب معصومی۔ سرہند
۱۷ حاجی محمد سلیم صاحب پنشنر۔ بستی
۱۸ مولانا محمد یعقوب صاحب۔ کانکینارہ
۱۹ حاجی اعجاز الدین صاحب۔ کلکتہ
۲۰ حاجی عبد الحفیظ صاحب۔ سید سراواں
۲۱ حاجی عبد الرشید صاحب۔ الہ آباد
۲۲ محترمہ بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب۔ کلکتہ
۲۳ مولوی محمد عبد الحئی صاحب کیرانوی۔ لاہور
۲۴ شیخ محمد اسحٰق صاحب۔ موضع کھونیا
۲۵ حاجی شیخ ناظر حسن صاحب۔ جوالا پور
۲۶ حاجی محمد اسحٰق صاحب سردار باڑی والا کانکینارہ
۲۷ الحاج ڈاکٹر محمد عبد العزیز صاحب۔ کابل
۲۸ مولانا مختار احمد صاحب پیش امام شیر کوٹ
۲۹ قاضی ظفر احسن صاحب۔ ہاپوڑ
۳۰ مولوی تسلیم احمد صاحب رئیس شیرکوٹ
۳۱ مرزا نصیر بیگ صاحب نصیر آباد۔ راجپوتانہ
۳۲ شیخ عبد الباسط صاحب۔ پنشنر عقبہ محمدی
۳۳ محترمہ بیگم صاحبہ شیخ محمد عارف صاحب رئیس محمد آباد گوہنہ

۳۴ مولانا حمید الدین صاحب نارنول ۔
۳۵ ڈاکٹر عبد الباسط صاحب ۔ بھوپال ۔
۳۶ شیخ مسیح الدین صاحب ۔ موضع سیلابی ۔
۳۷ سیٹھ یوسف آدم جی ڈیسائی صاحب ماریشس
۳۸ سیٹھ آئی، اے منتی صاحب اعزازی قونصل
۳۹ ملک غلام سرور خاں صاحب آبادان (ایران)
۴۰ مسٹر غوثی صاحب ریونیو کمشنر مانا دور
۴۱ مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی
۴۲ محترمہ بیگم صاحبہ شاہ منیر عالم صاحب گونڈہ
۴۳ حاجی طیب آل احمد صاحب ۔ بلرام پور ۔
۴۴ مولوی عبد الہادی خاں صاحب ۔ شاہجہاں پور
۴۵ مولوی حافظ محمد غفران صاحب ۔ ہاپوڑ
۴۶ الحاج امیر الدین احمد صاحب پنشنر ۔ جون پور
۴۷ سید محمد تنظیم حسین صاحب ۔ جھانسی
۴۸ شیخ ابرار حسن صاحب پنشنر ۔ قائم گنج
۶۴ منظور احمد صاحب ۔ وندم ہسپتال ۔ جودھپور
۴۹ حاجی شاہ زین صاحب صدیقی ۔ لاہور
۵۰ خواجہ عبد الوحید صاحب ۔ لاہور
۵۱ مولوی سیٹھ غلام نبی صاحب ۔ احمد آباد
۵۲ مولانا محمد اللہ صاحب ۔ بجے پور
۵۳ مسٹر صمصام الحق صاحب عرشی ۔ جودھپور
۵۴ محترمہ بیگم صاحبہ حکیم عزیز الرحمن صاحب 〃
۵۵ حاجی پیر سید غلام احمد صاحب قادری ریاست بانٹوا
۵۶ قاضی امیر احمد صاحب ماسٹر ۔ بانٹوا
۵۷ سید مدنی دیوان صاحب بانٹوا ۔
۵۸ حکیم صمصامی صاحب ۔ 〃
۵۹ منشی سعد اللہ خاں صاحب ۔ سوہاگ پور
۶۰ مسٹر محمد کاظم صاحب فاروقی ۔ ماؤنٹ آبو
۶۱ مولوی علیم الحق صاحب ۔ اعظم گڈھ
۶۲ حاجی محمد زکریا صاحب جون پور
۶۳ حاجی شمس الحق صاحب ۔ بنارس ۔
۶۵ خان بہادر مولوی محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب مدراس

باب حرم کے ارباب کرم: مدرسہ دفتر دار العلوم حرم دہلی کا عام تعارف، اس کی خدمات اور کوششوں کا دائرہ جس قدر وسیع ہوتا جا رہا ہے اسی قدر خداوند کریم کی تائید سے اس کے اہم تر مرکزی اغراض و مقاصد میں کامیابی کی راہیں خادمان حرم محترم کو نظر آ رہی ہیں۔

صدر دفتر دار السلطنت دہلی کے ایک گوشہ (قرول باغ) میں واقع ہے، جو شہر کی گنجان آبادی اور ہنگامہ خیز شہری مظاہر و مناظر سے دور، مگر دلوں سے قریب "شاہی عیدگاہ" کے زیر دیوار ہے

حرم محترم سے بحمد اللہ سچی نسبت ہے اس لئے کیوں نہ خدا کے گھروں کا سایہ اس پر رہے، یہاں چند گمنام بوریہ نشین در کعبہ سے لو لگائے اپنے کام میں مصروف ہیں اور بیت اللہ سے یہ پاک تعلق اور نسبت مکہ معظمہ سے دہلی تک اپنا کام کرتی رہتی ہے۔

ہم اپنے محسنین و معاونین کا ذکر خیر کر چکے، یقیناً ناانصافی ہو گی اگر ہم اُن باخبر و باخبر اصحاب کا دلی شکریہ ادا نہ کریں جو اپنا قیمتی وقت صرف فرما کر صدر دفتر میں تشریف لائے، ان کی اس قدم رنجہ فرمائی پر تمام کارکنانِ صدر دفتر زیر بارِ منت ہیں، "بابِ حرم" کے واجب الاحترام کرم فرماؤں کی طویل فہرست میں سے اُن چند محترم شخصیتوں کے اسماء گرامی سے ہم اس تذکرہ کو مزین کرتے ہیں جنہوں نے اس سال کے دوران میں اپنی کرم فرمائی سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ جزاہم اللہ۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

۱　مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نظام الدین دہلی
۲　مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی حیدرآباد دکن
۳　مولانا شاہ علی محمد صاحب۔ ہوشیارپور
۴　مولانا عبداللہ رشید صاحب مکی خطیب رنگون
۵　مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند
۶　مولانا سید فضل اللہ صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن
۷　مولانا محمد کرم علی صاحب، ملیح آباد
۸　مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی دیوبند
۹　مولانا عبدالرحمٰن صاحب رئیس خورجہ۔
۱۰　مولانا قاری ضیاء اللہ صاحب عثمانی شملہ
۱۱　مولانا فضل الرحمٰن صاحب خطیب مسجد روضہ سرہند
۱۲　مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ناظم ندوۃ المصنفین دہلی
۱۳　مولانا ابوالحسن سید علی صاحب استاد دار العلوم ندوۃ لکھنؤ
۱۴　مولانا سعید احمد صاحب ایم۔ اے اکبرآبادی
۱۵　مولانا خواجہ عبدالحیٰ صاحب فاروقی جامعہ ملیہ دہلی
۱۶　خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب۔ دہلی
۱۷　خان بہادر سید صدیق حسن صاحب دہلی
۱۸　خان بہادر حاجی نیاز احمد صاحب۔ دہلی
۱۹ الف　خان بہادر حکیم اکرام الحق صاحب پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ
۱۹ ب　خان بہادر حاجی عبدالقیوم صاحب کانپور
۲۰　ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب شیخ الجامعہ جامعہ ملیہ دہلی
۲۱　مولوی مسعود الرحمٰن خاں صاحب شروانی رئیس حبیب گنج علی گڈھ

۲۲ مولوی سراج الدین صاحب آنریری انسپکٹر تعلیمات دہلی
۲۳ حاجی محمد سمیع صاحب۔ رئیس ۔ کان پور
۲۴ سید جواد علی صاحب رئیس ۔ گورکھپور
۲۵ مولوی شفیق الرحمٰن صاحب قدوائی ناظم شعبہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ ۔ دہلی ۔
۲۶ حکیم محمود علی صاحب وکیل ۔ سیوارڈ ۔ جے پور
۲۷ مولوی حاجی طفیل احمد صاحب گورنمنٹ پنشنر ۔ دہلی
۲۸ خاں صاحب ابوالاثر حفیظ صاحب جالندھری
۲۹ مسٹر محمد عبداللہ خاں صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ خورجہ
۳۰ حکیم عبدالغفور صاحب ۔ ریاست نابھہ
۳۱ حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب ۔ تاجر، کلکتہ
۳۲ حاجی ملک غلام خاں صاحب رئیس شمس آباد
۳۳ شیخ مسیح الدین صاحب ساکن سیلابی (الہ آباد)
۳۴ سیٹھ سلیمان حاجی یوسف صاحب بنگلور سٹی
۳۵ الحاج حافظ محمد یعقوب صاحب ، گنگوہ
۳۶ مولوی عبدالحیٔ صاحب کیرانوی ۔ لاہور
۳۷ خواجہ عبدالوحید صاحب سکرٹری مسلم ریسرچ انسٹیٹیوٹ ۔ لاہور
۳۸ حکیم احمد رشید صاحب ۔ زیبا ۔ دہلی
۳۹ حاجی شرف الدین صاحب رئیس ۔ کان پور
۴۰ خواجہ محمد شفیع صاحب بی اے رئیس دہلی ، آنریری مجلس دہلی

۴۱ مولوی محمد داؤد صاحب ایم اے وکیل مظفر نگر
۴۲ ڈاکٹر ماشاءاللہ خاں صاحب ۔ مظفر نگر
۴۳ شیخ عبدالرحمٰن صاحب رئیس و مالک فرم عبدالوہاب محمد سعید ۔ دہلی ۔
۴۴ حاجی مولوی کریم بخش صاحب پنشنر ۔ گھرونڈہ
۴۵ مولوی سید احمد شفیع صاحب وکیل ۔ لکھنؤ
۴۶ راؤ بہادر رانا عبدالحمید خاں صاحب رئیس ۔ مظفر نگر
۴۷ حاجی محمد محسن صاحب کوکب ۔ مراد آباد
۴۸ الحاج شاہ حافظ فخرالدین صاحب ۔ دہلی
۴۹ سید حسن میاں صاحب وکیل ۔ مظفر نگر
۵۰ مولوی عبدالعزیز صاحب تاجر کتب ۔ لاہور
۵۱ حکیم نصیر احمد صاحب ۔ اجمیر
۵۲ شیخ محمود مظفر صاحب رئیس دھولڑی رسول پور
۵۳ حاجی محمد احمد صاحب پارچہ تاجر ۔ دہلی
۵۴ کنور اصغر علی خاں صاحب رئیس لونی سرائے ۔
۵۵ شاہ عبدالرشید صاحب سجادہ نشین حضرت قلندر صاحبؒ ۔ پانی پت ۔
۵۶ حاجی محمد یعقوب صاحب سگرٹ والے ۔ کلکتہ
۵۷ ڈاکٹر امیر حسین صاحب ۔ چتلی قبر ۔ دہلی
۵۸ حاجی حنیف الدین صاحب رئیس ۔ نواب گنج دہلی
۵۹ مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم اے رئیس کاندھلہ

۶۰ الحاج بابو شفیق احمد صاحب - دہلی
۶۱ شیخ فرید الدین صاحب
۶۲ بابو خلیق احمد صاحب گورنمنٹ آف انڈیا - دہلی
۶۳ مولوی علی سجاد صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر - تھانہ بھون
۶۴ حکیم مسعود علی صاحب - لاہور
۶۵ خواجہ عبدالمجید صاحب کانپوری - دہلی
۶۶ شاہ زین العابدین صاحب جامعہ ملیہ - دہلی
۶۷ ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب - پٹنہ
۶۸ مولوی عبدالوحید صاحب غازیپوری ناظم ترقی - دار العلوم دیوبند -
۶۹ مسٹر محمد ہارون صاحب سابق انسپکٹر تعلیمات برما
۷۰ سردار جمال الدین یار خاں صاحب - دہلی
۷۱ مولوی حامد اللہ صاحب انصاری بی اے مینجر بڑا دواخانہ - دہلی
۸۲ سیٹھ سی اے موریا - مارشس -

۷۲ سید ضمانت علی صاحب - دہلی
۷۳ بابو برکت اللہ صاحب ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا - دہلی
۷۴ حاجی نواب علی صاحب تاجر - مکہ معظمہ
۷۵ قاری محمد اسمٰعیل صاحب مجددی - رام پور
۷۶ مولانا ماہر القادری صاحب - حیدرآباد - دکن
۷۷ شیخ عبداللہ عرب صاحب (مالک فرم عبداللہ محمد فاضل عرب) تاجر بمبئی، حجاز، مصر، شام و کویت، جاوا، چین
۷۸ سید محمد جمیل صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر ریلوے کلیرنگ اکاؤنٹس - دہلی -
۷۹ مسٹر عبدالجلیل صاحب (مالک فرم شیخ مصطفیٰ عبداللطیف) بمبئی
۸۰ مسٹر خورشید حسین صاحب چشتی پرنسپل عربک کالج - دہلی
۸۱ متولی ضیاء الاسلام صاحب ضیاء رئیس کاندھلہ
۸۳ جناب محمد امیر میاں صاحب اگریکلچرل آفیسر لودیہ [illegible] کمیٹی بمبئی

دائرہ معاونین اور رفقائے دائرہ کی مخلصانہ مساعی

تقسیم کار کے اصول پر صدر دفتر دہلی کے شعبوں میں "دائرہ معاونین" کا کام سب سے زیادہ اہم اور وسیع ہے، دار العلوم کے مرکزی اغراض و مقاصد کی نشر و اشاعت اور رفقائے دائرہ کے کاموں اور ذمہ دارانہ خدمت کی پوری نگرانی اسی شعبہ سے متعلق ہے، محرم الحرام ۱۳۶۱ھ سے جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ تک رفقائے دائرہ معاونین نے درسگاہ حرم کے مقاصد کی اشاعت اور مفوضہ خدمات کے سلسلہ میں حسب ذیل مقامات کا دورہ کیا، ملک کے طول و عرض میں ہم اُن نیک دل حضرات کے تہ دل سے

شکر گذار رہیں گے اور اُن کی دینی و دنیوی خیر و بہبودی کے لئے اہل حرم کی بے لوث دعائیں بند دل رہیں گی، جنہوں نے اپنے دیندارانہ جذبہ اور نیک فطرت سے ہمارے مقصد خیر میں پوری ہمدردی اور خاص توجہ سے اعانت و شرکت فرمائی اور نمائندگانِ حرم محترم رفقائے دائرۂ معاونین کی ہر ممکن ہمت افزائی فرمائی۔ جزاہم اللہ خیراً۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہمارے رفیق عزیز مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی بلیاوی کا تعلق صدر دفتر دہلی سے باضابطہ نہیں، مولوی صاحب موصوف کا یہ جذبہ قابل تحسین ہے کہ وہ اپنے ذاتی مشاغل اور علمی مصروفیتوں کے باوجود وقت نکال کر گاہ بگاہ خدمتِ دین اور خدمت حرم محترم کو باعثِ خیر و نجات سمجھ کر پورے انہماک و دل سوزی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ اور "دائرہ معاونین صدر دفتر دہلی" کے زمرۂ رفقا میں حرم محترم کے تعلق کی وجہ سے شمولیت کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ سچی خدمت کا سچا حق ادا کر سکیں، ہم بھی اپنے اعزازی شریک عمل مولوی ناظم حسین صاحب کو "رفیق دائرہ معاونین" لکھتے ہوئے خوشی اور دلی مسرت محسوس کیا کرتے ہیں۔ جزاہ اللہ۔

دورہ مولوی سید دبیر احمد صاحب ۔ ضلع بجنور، ضلع مراد آباد، ریاست رام پور، ضلع بریلی۔ ضلع شاہجہاں پور، ہردوئی، بارہ بنکی، لاہور، امرتسر، کلکتہ، پرتاب گڈھ، الہ آباد، ضلع رائے بریلی جبلپور، اونچہرا، شہڈول، ضلع بلاسپور، رائے پور

دورہ مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی ۔ جودھپور، حیدر آباد سندھ، میر پور خاص، جمیس آباد، بالی باسنی، ناگور، آگرہ، جے پور، نصیر آباد، اجمیر، بیاور، سانبھر لیک، کچامن روڈ، مکرانہ، آبو روڈ ماؤنٹ آبو، پالن پور، احمد آباد، راجکوٹ، مانا ودر، جونا گڈھ، بانٹوا، سورت۔ کٹھور۔

دورہ مولوی مقبول احمد صاحب ۔ کانپور، فیض آباد، جون پور، بنارس، ضلع اعظم گڈھ، گونڈہ، ضلع گورکھپور، بستی، بہرائچ، ضلع سیتاپور، ضلع کھیری لکھیم پور، پیلی بھیت، بدایوں، آگرہ، علی گڈھ، ضلع بلند شہر اٹاوہ۔ اناؤ، ضلع بارہ بنکی۔

دورہ مولوی محمد میاں صاحب ۔ کرنال، مظفر نگر۔

دورہ مولوی احمد صابری صاحب ۔ اوجین، اندور، دیواس سینیر، دیواس جونیر، شجاعلپور۔

—— ۵۶ ——

"دائرۂ معاونین" کے وسیع عملی پروگرام کے مطابق ہمارے عزیز رفقارعمل کے یہ طویل دورے اغراض ومقاصد اوران کی مخلصانہ کوششوں کے لحاظ سے اس لئے بھی کامیاب ثابت ہوئے کہ ان دوردراز مقامات پر عام اہل خیر اورخاص طور پر مذہبی خیال کے تعلیم یافتہ طبقہ سے ان کو تبادلۂ خیال کے بہتر مواقع حاصل ہوئے، اور مرکز اسلام میں اس مرکزی تحریک کے بلند نصب العین کو وہ احساسِ فکر رکھنے والی باخبر شخصیتوں کے سامنے خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کر سکے۔

موجودہ زمانہ میں وسائل آمدورفت اور سفر کی بے پناہ دشواریوں کے باوجود حرم محترم کے یہ سچے خادم، مرکز اسلام کے یہ نمائندے مسلمانوں کے ایمانی پایۂ تخت مکہ معظمہ کے یہ سفیر، درکعبہ کے لئے دربدر پھرنے والے، بیت اللہ میں تعمیرات کا اسلامی جذبہ لے کر یہ گھر گھر بھٹکنے والے، خاک یثرب وبطحا کے لئے یہ خاک چھاننے والے اور مقام ابراہیم پر دعائیں اٹھنے والے ہاتھوں کے لئے یہ ہر مقام پر ہاتھ پھیلانے والے، ان زحمتوں اور تکالیف سے بے پرواہ ہیں اور صرف اس لئے کہ یہ خدا کا کام ہے، اس کے پاک گھر کی خدمت ہے، وہ جانتے ہیں کہ دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کے لئے ان کو بہت کچھ کرنا ہے، ان کے حوصلے درکعبہ سے قوت پارہے ہیں، اوراُن کی روحیں "زمزم" سے سیراب ہورہی ہیں۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)۔

اہل حرمین شریفین کی عام امداد :- صدر دفتر دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے عملی فرائض میں یہ چیز داخل نہیں کہ وہ باشندگانِ حرمین محترمین کے لئے بھی اہل خیر اصحاب سے اپیل کرے، اور اہل ملک کے سامنے ان کی امداد کا سوال پیش کرے، صدر دفتر کی عملی حد معین ہے، اس کا مقصد دارالعلوم حرم کے بین الاسلامی مطمح نظر کی اشاعت وتبلیغ ہے اور مسلمانوں کے دل ودماغ میں مرکز اسلام کا تصور قائم کرنا اور احساس پیدا کرنا ہے، مگر سنہ ۱۳۶۱ھ میں ناظم صاحب مدرسہ کے سفرِ حجاز کے موقع پر مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کے

بہت سے ہندوستانی مہاجرین اور پردیسی مستحقین نے دنیا کی موجودہ پریشان کن حالت کی بنا پر ان سے درخواست کی تھی کہ غریب الوطن اور نادار مہاجرین کی امداد کا سلسلہ کبھی اگر صدر دفتر دہلی میں قائم ہوجائے تو باخیر اصحاب کو اپنی نیکیوں میں اضافہ کی ترغیب ہوگی، صدر دفتر کو بھی مکہ معظمہ سے خطوط کے ذریعہ اس ضرورت کی طرف توجہ دلائی جاتی رہی، مگر جن غمگسار نیک دل حضرات کو اللہ تعالیٰ نے توفیق خیر دی ہے وہ بلا کسی یاددہانی اور اپیل کے اہل حرمین اور مکہ و مدینہ کے دیگر امور خیر کی امداد میں پس و پیش نہیں کرتے، ان کو وہاں کی نازک حالت بتانے کی ضرورت نہیں ان کے دل خود ہی واقف حال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ وہ ہم ایسے عاجز بندوں سے اپنے مقامات مقدسہ کی ہر ممکن خدمت لے رہا ہے، بحمد اللہ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ سے جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ تک ساکنان حرمین شریفین اور وہاں کے دیگر امور خیر کے لئے صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی سے اہل خیر اصحاب کی اعانت ۲۱۶۰ روپیہ کی رقم مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ بھیجی جاچکی ہے۔ دعا اور شکریہ کے ساتھ ان حضرات کے نام نامی درج کئے جاتے ہیں جن کی اس سلسلۂ خیر میں معتد بہ رقوم موصول ہوئیں۔

نمبر	نام	رقم	نمبر	نام	رقم
۱	جناب خان بہادر مولوی نثار اللہ صاحب گورکھپور	۵۲۵	۶	جناب منشی عبد الرحیم صاحب مظفر نگر	۱۰۰
۲	جناب محمد امجد اللہ صاحب گورکھپور	۳۵۰	۷	〃 حاجی امیر الدین احمد صاحب جون پور	۵۰
۳	〃 حاجی محمد سعید صاحب کانپور	۱۰۰	۸	〃 حاجی محمد شریف صاحب سیالکوٹ	۶۵
۴	〃 سید شہزاد عالم صاحب شاہجہاں پور	۱۰۰	۹	〃 اشراف الدین صاحب لائل پور	۵۵
۵	〃 حاجی عمر الدین صاحب لودھیانہ	۱۰۰	۱۰	〃 حاجی شیخ علی احمد صاحب لاہور	۵۰
			۱۱	〃 حاجی اللہ دین صاحب۔ کان پور	۴۰

فیضِ کرم:- ہمارا حقیقی سرمایہ خدا کی تائید و رحمت کے بعد ہمارے واجب الاحترام محسنین و معاونین ہیں۔ دار العلوم حرم کے ستر سالہ دورِ زندگی میں ہمیشہ مددگار ہوتا رہا، دنیا کی تاریخ کا جو ورق الٹا وہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے نئی تاریخ حیات کا آغاز بن گیا، عالمگیر تباہ کاریاں اور حجاز کے

پیہم اندرونی انقلابات اس پر اثر انداز رہے، حالات کی اس رفتار میں دارالعلوم حرم کوئی تھوڑا سا
قدم صرف اس لئے نہ بڑھا سکا کہ اس کے وسیع اور بلند نصب العین اور مرکزی مقاصد کی تکمیل کے لئے
بنیادی طور پر جن مؤثر ذرائع اور عملی قوت کی ضرورت ہے وہ اسے اپنے مرکزی ماحول میں صرف اس لئے
حاصل نہ ہو سکے کہ "ملا ح در چین و کشتی در فرنگ" کا قصہ ہے، مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں اور اس کے معاون
بیشتر ہندوستان میں، پھر مسلمانوں کا حافظہ بھی کمزور ہے، بر ہی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بار بار یاددہانی
سے مقصد براری ہوتی ہے، ان تمام مجبوریوں کا حل اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ دارالعلوم حرم کے
مستقبل کو دنیا کے حادثات کے اثر بد اور ناموافق حالات سے محفوظ رکھنے کے لئے ہندوستان میں ایک
"تحت جان" جماعت مرکزی تصور اور مرکزی مقصد کے ماتحت کام کرتی رہے، چار سال کی مسلسل
کوشش کے بعد آج ہم خدا کے فضل و کرم سے اپنے ہمدرد و غمگسار معاونین و محسنین کی سرپرستی میں
جس عملی منزل میں ہیں اس کی بنا پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ دارالعلوم حرم اپنے
مستقبل کے لحاظ سے اطمینان بخش صورت سے کام کرنے میں ان شاء اللہ بامراد ثابت ہوگا۔

ذیل میں محرم الحرام ۱۳۶۱ھ سے جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ تک صدر دفتر دہلی کے ذریعہ دارالعلوم
حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی عام آمدنی کی مدوار تفصیل درج کی جاتی ہے۔

۱	آمدنی بمد امداد عام	[illegible]	۵	آمدنی بمد کتبخانہ	[illegible]
۲	" بمد زکوٰۃ	[illegible]	۶	" بمد تعمیرات	[illegible]
۳	" بمد وظائف طلبا	[illegible]	۷	آمدنی بمد متفرقات	[illegible]
۴	" بمد ایصال ثواب	[illegible]	۸	آمدنی ماہنامہ ندائے حرم	[illegible]

کل میزان آمدنی بابت ڈیڑھ سال [illegible]

اس مدت میں [illegible] آمدنی بذریعہ رفقائے دائرہ معاونین و مجلس امداد کلکتہ
ہوئی، جو کل میزان مذکورہ بالا میں شامل ہے۔

محرم ۱۳۶۱ھ سے جمادی الثانیہ ۱۳۶۲ھ تک مدات مصارف صدر دفتر حسب ذیل ہیں۔

نمبر	مد	رقم	نمبر	مد	رقم
۱	مشاہرات	۲۲۲۰ [illegible]	۵	مصارف مقررہ ماہانہ	[illegible]
۲	مصارف سفراء	۱۸۹۰ [illegible]	۶	ڈاک ومراسلت	۳۳۸ [illegible]
۳	کتابت وطباعت	۱۶۶ [illegible]	۷	قیمت کتب دائرۃ المعارف برائے مکتبہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ	[illegible]
۴	نشرواشاعت	۲۶۵ [illegible]			

۸۔ دیگر ضروریات دفتر وسفرا ومتفرق مصارف طبع ونشر وغیرہ ۱۹۷۱ [illegible]

کل میزان مصارف بابت ڈیڑھ سال [illegible]

اہل قلم اور معاصرین کا شکریہ:

صدر دفتر دہلی اپنے فرائض وخدمات کے سلسلہ میں ملک کے حساس وباخبر اہل قلم اور ماہنامہ ندائے حرم کے مؤقر معاصرین کی قلمی امداد سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، چار سال کے عرصہ میں اگرچہ صدر دفتر اپنی حد تک نشرواشاعت کا کام کرچکا ہے اور بہت کچھ کرنے کی ہمت وحوصلہ رکھتا ہے، خود اس کا ماہانہ ترجمان اور مرکز اسلام کا پیغامبر "ندائے حرم" ہندوستان اور بیرون ہند کے اصحاب علم وفکر کے ہاتھوں میں پہنچا رہتا ہے، مگر مرکزی مقصد میں ہم رجال علم وقلم کے تعاون واعانت کے محتاج ہیں۔ مقام شکر ہے کہ ہندوستان کے اکثر وبیشتر معزز اخبارات اور بلند پایہ مجلات ورسائل نے اس سلسلہ میں اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا اور مرکز اسلام کا حق ادا کرنے میں چشم پوشی سے کام نہیں لیا، ہم دلی اخلاص کے ان سب رجال صحافت اور خاص طور پر اخبار دین احمد آباد، روزنامہ خلافت بمبئی، اقبال بمبئی، ڈیلی روزگار احمد آباد، انصاف سورت، اجمل بمبئی، کے شکرگذار ہیں کہ انہوں نے ہمارے رفیق عزیز مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی کے حالیہ دورہ بمبئی، احمد آباد، سورت وغیرہ کے موقع پر انہوں نے کلمات خیر سے دار العلوم حرم کا تعارف کرانے میں ہماری قیمتی قلمی امداد کی۔ جزاہم اللہ

حقیقت اربابِ بصیرت کی نظر میں

ستر سال سے کعبہ کے زیر سایہ جو علمی اور مذہبی تحریک آپ کی طرف سے آپ کے نام سے جاری ہے اُس سے ملک کا باخبر اور ذی علم طبقہ بحمداللہ ناواقف نہیں۔

دارالعلوم حرم کی عرفانی خدمات، پیہم جد وجہد اور اُس کی مرکزی حیثیت و اہمیت کو اپنے اور غیر سب تسلیم کر چکے ہیں، خدا کے گھر سے دلی تعلق کی بنا پر حرم محترم میں اپنی اس مشترکہ قومی یادگار کے اہم حالات آپ معلوم کرنا چاہیں تو اُن مشاہیر اور اصحاب علم و نظر کے عینی مشاہدات سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اپنوں کی نظر میں

نواب صدر یار جنگ بہادر مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی۔ (۱) جناب مولانا رحمۃ اللہ صاحب مرحوم ان چند جواں مردان ملت میں سے تھے جنہوں نے اس دور آخر میں اسلام کی جانبازانہ کامیاب خدمات کیں، مولانا کے مناظرے پادریوں سے مشہور روزگار ہیں، اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان مناظروں کی کامیابی نے ارتداد کے سیلاب کو روکا تھا، جزاہ اللہ تعالیٰ عن المسلمین خیر الجزاء۔

(۲)۔ مولانا نے ۱۸۵۸ء میں جب ہجرت کر کے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں ضرورت شدید کا اندازہ کر کے "مدرسہ صولتیہ" کی بنیاد ڈالی، خوبیٔ قسمت سے بی بی صولت النساء بیگم نے توفیق خدمت پائی، اور بیش بہا عطیہ سے مدرسہ کی عمارت مکمل کر دی۔ اس بنیاد پر مدرسہ کا نام صولتیہ ہوا، فی الحقیقت یہ مولانا مرحوم کے مردانہ عزم کا مظاہرہ منجانب قدرت ہو کر مدرسہ کے نام کا جز "صولتیہ" قرار پایا۔

(۳) یہ مدرسہ ارض مقدس میں بڑی علمی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ جس سے عربی و عجمی فیض یاب ہیں۔

(۴) مجھے مدرسہ دیکھ کر علاوہ مدرسہ کی علمی خدمات کے اس پر بھی فخر ہوا کہ ارض مقدس میں یہ ہندوستانیوں کی سعی اور خدمت کی ایک شاندار یادگار ہے۔

(۵) وہاں (مدرسہ صولتیہ) کے تلامذہ نے ہندوستان آکر یہاں کے باشندوں کو بھی فیض علم پہنچایا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب (الہ آباد) قاری سید حسن صاحب (دوجانہ) قاری سلیمان صاحب، ایسی ہستیاں ہیں جن کی شہرت سارے ہندوستان میں ہے۔

(۶) ایک یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے پوری عقیدت سے مولانا رحمۃ اللہ صاحب مرحوم کو استنبول بلا کر خاص مہمان رکھا تھا اور اس موقع پر بیش بہا رقم . . . . مدرسہ صولتیہ کے لئے مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا، مگر مولانا نے اس کو یہ کہہ کر منظور نہ فرمایا کہ اس مدرسہ کی خدمت میں سوائے ہندوستانیوں کے دوسری خدمت منظور نہیں۔

(۷) اہل ہند کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ مدرسہ صولتیہ کی خدمت قدمے، درمے، سخنے کرنے میں دریغ نہ فرمائیں، تاکہ یہ سرچشمۂ فیض جاری رہے، اور ہندوستان کا سر افتخار بلند و تاباں رہے۔

ہز ہائینس، نواب ایم ناصر الملک بہادر مرحوم مہتر چترال۔

مدرسہ صولتیہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، جو ملت اسلامیہ کی اہم خدمات انجام دے رہا ہے، مدرسہ میں دینی اور مذہبی تعلیم کا اعلیٰ انتظام ہے۔

خان بہادر مولوی عبدالمومن صاحب سی۔ آئی۔ ای ریٹائرڈ کمشنر کلکتہ

(۱) یہ مدرسہ مکہ معظمہ میں قدیم ترین درسگاہ ہے، اور صرف یہ ہی درسگاہ باضابطہ نظم کے ساتھ مکہ معظمہ میں اپنا کام کرتی ہے۔

(۲) مکہ معظمہ کو اسلامی تعلیم اور کلچر کا مرکز ہونا چاہیئے، اگرچہ مدرسہ صولتیہ ابھی درس و تدریس کے ایک بہت بلند معیار کا دعوی نہیں کرسکتا، لیکن ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ عالم اسلام کی امداد و اعانت سے یہ مدرسہ بہت جلد ایک ایسی اول درجہ کی یونیورسٹی کے معیار پہ پہنچ جائے گا جہاں مذہب اور کلچر کی بہترین تعلیم دی جاتی ہو۔

خان بہادر سید احمد حسین صاحب رضوی رئیس لکھنؤ۔

مرکز اسلام میں اہل ہند کے ایثار اور ذوق خدمت اسلام کا یہ مدرسہ عملی نمونہ ہے۔

مولوی سید محی الدین صاحب بیرسٹرایٹ لاء (شریک معتمد محکمۂ امور مذہبی حیدرآباد دکن)

یہ مدرسہ مکہ مکرمہ میں علم کی خدمت پورے طور سے کر رہا ہے، اور اسلامی ممالک کے اکثر حصوں کے لوگ یہاں دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

(۱) آج تک مکہ معظمہ میں منظم طریقہ پر اگر تعلیم ہوتی ہے تو وہ صرف مدرسہ صولتیہ میں ہوتی ہے۔

(۲) کارکنان مدرسہ بیش بہا خدمات علوم عربیہ کی انجام دے رہے ہیں۔ میں مسلمانان ہند سے خصوصی طور پر پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مدرسہ کی جس قدر بھی خدمت کرسکیں اُس میں کوتاہی نہ کریں۔ نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طرف بیش از بیش پیش قدمی کی جائے۔

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی

(۱) جیسے میری طرح تاریخ ہند کے آخری دور سے دلچسپی ہوگی وہ مکہ معظمہ کے ہندی مدرسے ناواقف نہیں رہ سکتا، اور مجھے تو دیوبند میں تعلیم پانے کے زمانہ سے اس مقدس تحریک کے متعلق صحیح واقفیت حاصل کرنے کے بہترین مواقع میسر آئے۔

(۲) مدرسہ میں قرآن شریف، تجوید و قرأت، عقائد، تاریخ، فقہ، ریاضی کی ایسی تعلیم ہے جس کا مقابلہ ان ملکوں کے بہترین مدارس بھی مشکل سے کرسکیں گے، میری طبعی خواہش ہے کہ ہمارے ہندوستانی طالب علموں کو اس حصہ کی تعلیم سے استفادہ کا زیادہ شوق پیدا ہو اور منتظمین ان کے

لئے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائیں۔

(۳) اس تاریخی یادگار کو اتنے عرصہ تک جاری رکھنا ہزار کاموں کا ایک کام ہے، اور پھر اس کے ساتھ ایک عالیشان عمارت اور ایک اچھا کتب خانہ بھی سرمایہ میں اضافہ کر رہا ہے۔

مولانا عبدالحق صاحب مدنی (حال ناظم مدرسہ عربیہ جامع فتح پوری دہلی)۔

(مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ سب سے بڑا دینی مدرسہ ہے، جس نے ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ سے علوم و معارف کی خدمت و اشاعت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔

ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب (سابق ناظم طبابت و حفظان صحت سرکار عالی حیدرآباد دکن)

مدرسہ اپنے منتظمین کی خوش انتظامی کے باعث بہت اچھی طرح اپنا کام انجام دے رہا ہے، ایسے مقام پر ایسا مدرسہ ہر طرح قابل مبارکباد ہے۔

مولانا محمد اکرم خاں صاحب (مالک و ایڈیٹر اخبار محمدی کلکتہ)

(۱) میرے خیال میں عالم اسلام کی تنظیم اور اس کی مرکزیت صرف عربی زبان اور علوم دینیہ کی وساطت سے ہو سکتی ہے، اور اس کے لئے مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے روز ازل ہی سے مرکز بنا رکھا ہے خدا غریق رحمت کرے، ہمارے مولانا مرحوم کو (حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ) جس بربادی کا آج ہم ماتم کر رہے ہیں، ستر سال قبل انہوں نے اس کو محسوس کیا اور اس کی تلافی اور تدارک کے لئے اپنے وطن اور زندگی کو فدا کر دیا۔ کاش مسلمان اب بھی متنبہ ہو جائیں۔

(۲) ایک طالب علم کی حیثیت سے اس کی متعدد جماعتوں کے درس میں بھی شامل ہوا، میرے خیال میں مدرسہ کی تعلیم، نصاب تعلیم، طرز تعلیم، من کل الوجوہ اطمینان بخش ہے۔

مولانا سید شاہ قادر محی الدین صاحب (قافلہ سالار مستقل سرکار عالی حیدرآباد دکن)

(۱) ہزاروں علماء اس مدرسہ کے فارغ شدہ مکہ شریف، مدینہ شریف، مصر، جاوا، بخارا ہندوستان وغیرہ میں موجود ہیں، اور اپنے فیوض سے ادھر ادھر کو منور کر رہے ہیں۔

(۲) اس مدرسہ کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ مقامی حکومت سے کوئی اعانت کسی قسم کی حاصل

نہیں کرتا ہے، قیام مدرسہ سے برابر اس پر عمل ہے، اور اس کے جانشین اب تک اس پر عامل ہیں یہ بڑے کمال کی بات ہے۔

(۳) میں نے مکہ معظمہ میں ایسی شاندار عمارت کا کوئی مدرسہ نہیں دیکھا خصوصاً عثمانیہ ہال" جو اعلیٰ حضرت سلطان العلوم آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے اسم گرامی سے موسوم ہے، مکہ مکرمہ میں اس وسعت کا کوئی ہال دیکھنے میں نہیں آیا۔

مولانا عبد اللہ رشید صاحب رشد کی (خطیب سورتی جامع مسجد رنگون۔)

میری معلومات اس مرکزی تحریک کے متعلق سطحی نہیں بلکہ اس کی تاریخ کا کوئی گوشہ میری نظر سے اوجھل نہیں ہے، کہ میں بھی اسی کا قدیم فیض یافتہ ہوں۔ اور اس کے نامور اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کر چکا ہوں۔

دیوان محمد احباب صاحب چودھری ایم۔ایل۔اے (رئیس سلہٹ)

(۱) اس درسگاہ کا سرمایۂ عزت وامتیاز یہ ہے کہ یہ خانۂ کعبہ سے قریب ہے، اور اس کے زیر سایہ دنیائے اسلام کے طلبا کو علم ومعرفت کی دولت سے مالا مال کر رہی ہے، یقیناً یہ ایک ایسا نقش ہے جس کے آثار عمر بھر باقی رہیں گے، اور اس کا فیض کبھی ختم نہ ہوگا۔

(۲) مکہ معظمہ میں عالم اسلامی کی ایک یونیورسٹی کا قیام مولانا محمد علی مرحوم کا ایک خواب تھا، انہوں نے اس کے لئے ایک تحریک بھی شروع کی تھی۔ اب مدرسہ صولتیہ کو جامعہ حرم (مکہ یونیورسٹی) بنانے کی تحریک جاری ہے، اراکین مدرسہ اس تحریک کو چلا رہے ہیں۔

(۳) حقیقت یہ ہے کہ یہ (مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ) عالم اسلام کا بین الاقوامی کالج ہے، اس میں ہندستانی افغانی، بخاری، چینی، عربی، مصری، جاوی، جزائری (الجزائر ومراکش) مختلف مقامات کے طالبعلموں کے نمائندے موجود ہیں۔

مولوی محمد فیض الدین صاحب (وکیل ہائی کورٹ وقافلہ سالار حیدرآباد دکن)۔

(۱) مدرسہ دیکھنے سے قبل اس کا اندازہ بھی نہ ہوا تھا کہ مکہ معظمہ میں ایسا مدرسہ بھی موجود ہے۔

(۲) مدرسہ کی عمارت قدیم وجدید اور دار الاقامہ کو دیکھا، عمارت بہت ہوادار اور اعلیٰ درجہ کی ہے، درس کے کمرے بہت وسیع ہیں، اور سب سے اوپر "دار الحدیث" کا کمرہ نہایت شاندار ہے۔

مسٹر رحمت اللہ خاں صاحب (آڈیٹر یو۔ پی)

یہ لکھتے ہوئے بہت خوش ہوں کہ مجھے مدرسہ صولتیہ کے حسابات کے رجسٹروں کے معائنہ کا موقع ملا، مجھے یہ بیان کرتے ہوئے بڑی مسرت ہے کہ حسابات کے رجسٹر بالکل اپ ٹو ڈیٹ قاعدہ میں ہیں جیسا کہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے دفاتر میں رکھے جاتے ہیں۔

مولوی محمد اکبر علی صاحب (مالک و مدیر اخبار صحیفہ حیدرآباد دکن)

(۱) خصوصیت کے ساتھ یہ نہایت مسرت آفریں ہے کہ مدرسہ کی پرانی عمارت ہی ذاتی نہیں بلکہ ایک نو تعمیر، بلند قامت عمارت جس میں جلسوں کے لئے ایک کشادہ ہال اور ایک خوشنما مسجد اور دار الاقامہ بھی ہے مدرسہ کی ذاتی ملک ہیں۔

(۲) ان آثار و شواہد نے یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کیا کہ مدرسہ صولتیہ رو بہ ترقی ہے۔ اور اس بجا کوشش میں ہے کہ ایک مکمل جامعہ دینیات بن جائے، جہاں سے علمائے جید تکمیل کر علوم ومعارف کے چشمے بہائیں۔

مسٹر ابو الہاشم صاحب (اسسٹنٹ ڈائرکٹر تعلیمات گورنمنٹ بنگال) کلکتہ

ہمارا فرض ہے کہ عالم اسلام اور خاص طور پر ہندوستان کے لئے اس درسگاہ کو اسلامی تعلیم اور کلچر کا ایک زندہ مرکز بنائیں۔

مولانا عبد الرحیم صاحب (نائب مہتمم مدرسہ باقیات صالحات ویلور مدراس)

اس مدرسہ میں ہمارے جد امجد مولانا عبد الوہاب صاحب بانی "مدرسہ باقیات صالحات" ویلوری اور ان کے صاحبزادہ مولانا ضیاء الدین صاحب مہتمم مدرسہ باقیات صالحات ویلوری نے بھی تعلیم حاصل کی، مولانا رحمۃ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامیذ میں ہیں، گویا ہمارا مدرسہ باقیات صالحات واقع ویلور علاقہ مدراس اسی مدرسہ کی شاخ ہے۔

شیخ محمد امین صاحب (مالک فرم امین برادرس کلکتہ)

اس (مدرسہ صولتیہ) سے بہت فیض تمام مقامات پر پہنچ رہا ہے، اور ایک وقت میں اس نے جب کہ تعلیم کا سلسلہ بہت کم ہوچکا تھا تو اس سلسلہ کو زندہ کیا اور اس سے دنیائے اسلام میں ایک نئی روشنی پھر پیدا ہوئی۔

مولوی حافظ نذر احمد صاحب (مہتمم دفتر مصارف حرمین شریفین گورنمنٹ بھوپال)

مدرسہ میں حاضر ہوا، اکثر رجسٹرات دیکھے اور حسابات کو بھی دیکھا، باقاعدہ مرتب پایا۔ اس معائنہ کے بعد میں نہایت وضاحت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مدرسہ کی حالت قابل تحسین ولائق آفریں ہے۔

شیخ اعجاز الدین صاحب (مالک فرم ایس اعجاز الدین اینڈ کو کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ)

(۱) میں نے مع ہمراہیان حاجی عبدالحمید و حاجی محمد کامل مدرسہ صولتیہ کا متعدد مرتبہ اور متعدد اوقات میں خوب اچھی طرح سے معائنہ کیا اور جس قدر مدرسہ موصوف کی تعریف سنی تھی اس سے ہر حیثیت سے زیادہ بہتر پایا، انتظام نہایت عمدہ ہے، حسابات باقاعدہ پائے۔

(۲) ہم مدرسہ کی حالت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، کیونکہ یہ مدرسہ مکہ معظمہ کے جملہ مدارس سے بہتر پایا گیا۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیروں کی نظر میں

سید محمد زبارہ الحسنی (وزیر دربار امام یمن)

مدرسہ کا حسن انتظام، ترتیب عمل، اور اساتذۂ کرام مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین و علم کی راہ میں ان غیور باہمت اور مخلصین میں اضافہ اور برکت فرمائے۔

سید محمد طاہر الدباغ (ڈائرکٹر جنرل تعلیمات و معارف عامہ مملکۃ سعودیہ مکہ مکرمہ)

مجھے مدرسہ صولتیہ کے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ہر کلاس میں گیا، ہر جماعت کا تفوق

نظام نامۂ تعلیم دیکھا، جو کچھ میں نے دیکھا اُس میں مدرسہ کے نظام و تربیت سے بہت زیادہ مسرت ہوئی، میری دلی تمنا ہے، کہ مدرسہ کی ترقی اور کامیابی برابر جاری رہے، تاکہ وہ اپنی شاندار تاریخ اور ادبی مرکز کے لحاظ سے اپنا اہم فرض پورا کرسکے۔

شیخ حسین محمد نصیف (رئیس جدہ)

خوش بختی سے مدرسہ دیکھنے کا موقع ملا، آج تک جو کچھ سمجھ رکھا تھا اس سے کہیں زیادہ پایا علم کی فراوانی، مسلسل جدوجہد، اور عملی قوت کے ساتھ یہاں سالہا سال سے جہل اور لاعلمی کے خلاف پیہم جہاد ہو رہا ہے، یہ سب کام ایک بہتر نظام کے ماتحت خوبصورت عمارتوں میں چل رہا ہے، جو نُورٌ علیٰ نور ہے۔

شیخ عبدالقادر ابوالخیر (اکونٹنٹ جنرل ادارۂ امن عام مملکۃ سعودیہ)

ابتدائی و ثانوی تعلیم کی بارہ سالہ جماعتوں اور علوم دینیہ، علوم ریاضیہ، علوم ادبیہ کی اعلیٰ تعلیم کا نظم اور نظام تعلیم کی ترتیب کو دیکھ کر میرا دل مسرت سے لبریز ہے۔

شیخ محمد علی خوقیر (سابق انسپکٹر تعلیمات و حال ممبر مجلس شوریٰ مملکۃ سعودیہ)

مدرسہ صولتیہ کی اقسام علمیہ (شعبہ ابتدائی، شعبہ ثانوی، شعبۂ عالی) کو اپنے نصب العین کی طرف جس قوت کے ساتھ ترقی کرتے دیکھ رہا ہوں، اس کا مقابلہ یہاں کا کوئی مدرسہ نہیں کرسکتا۔

علامہ طنطاوی جوہری مرحوم (مشہور مفسر قرآن)

یہ سب سے پہلا دارالعلوم ہے جو ام القریٰ (مکہ معظمہ) میں چند صدیوں تک علمی تباہ حالی کے بعد قائم ہوا۔

علامہ محمد طیب المراکشی (نزیل حرم)

(۱) مدرسہ صولتیہ کے لئے یہ فخر کافی ہے کہ وہ پہلی درس گاہ ہے جو مکہ معظمہ میں قائم ہوئی۔
(۲) مکہ معظمہ کے اکثر ممتاز علماء اسی مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں، ان کے علاوہ ممالک اسلامیہ

میں بھی اس کے ابنائے قدیم بکثرت ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن تاج (پروفیسر جامعہ ازہر)

علمائے مصر کی ایک ممتاز جماعت کے ہمراہ مدرسہ کی متعلقہ عمارات کے ساتھ جدید درسگاہ دیکھی، ان تمام عمارتوں کو دیکھ کر دلی مسرت ہوئی، سب سے زیادہ مسرت مدرسہ کے نظام حسن ترتیب اور صفائی کے بہتر انتظام سے حاصل ہوئی۔

شیخ محمد علی کشاف، پروفیسر جامعہ ازہر

مدرسہ کا کتبخانہ دیکھا، جس میں مختلف علوم و فنون کی کتابوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔ کتب خانہ کا نظام اور حسن ترتیب باعث مسرت ہے۔
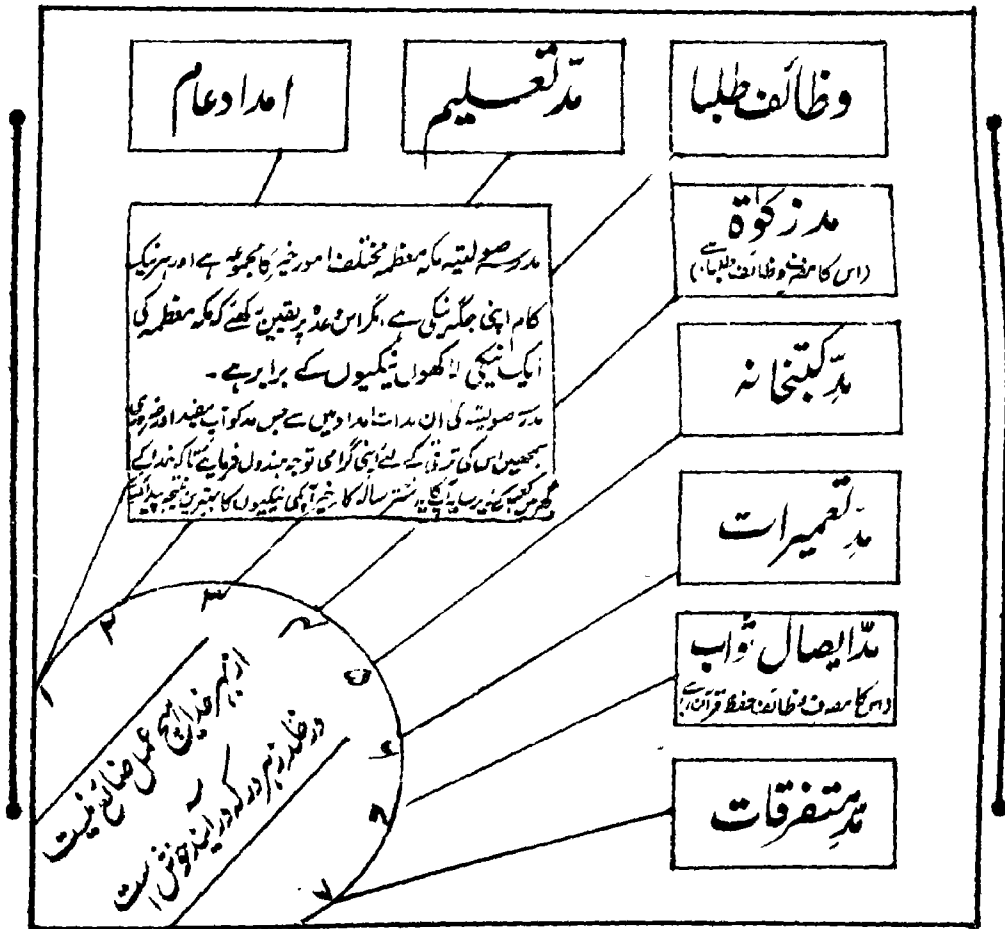
صحیفۂ سعادت

معاونینِ کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۶۲ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کریگی مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے، باعث شکر گذاری ہوگا

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رشید جلد ۵۳	جناب مولانا محمد حمید الدین صاحب نارنول		
		(بدست مولوی محمد ظفر صاحب)	صہ/	امداد عام
۲	۷۶ "	جناب الحاج خانبہادر محمد عبد العزیز بادشاہ		
		منجانب محترمہ محمود النساء بیگم صاحبہ مرحومہ		
		منجانب محمد عبد الجبار بادشاہ صاحب مرحوم مدراس		
		(بذریعہ منی آرڈر)	۱۲ روپے	"
۳	۷۷ "	جناب سخاوت علی صاحب تھانوی لاہور (")	عہ	زکوٰۃ
۴	۷۸ "	جناب الحاج محمد شفیع اللہ صاحب آرہ (ڈاکٹ)	۴ر	امداد عام
۵	۷۹ "	کپتان حاجی شہزادہ خانصاحب مونم ساگری (منی آرڈر)	صہ	زکوٰۃ
۶	۸۰ "	محترمہ والدہ صاحبہ خالد منعم عباسی پانی پتی		
		دہلی قرولباغ (بذات خود)	عہ	امداد عام
۷	۸۱ "	جناب سردار جمال الدین یار خانصاحب دہلی		
		(ذریعہ چیک بذات خود)	سحر/	"
۸	۸۲ "	محترمہ بیگم صاحبہ جناب قاضی مختار احمد صاحب بتوسط		
		ڈاکٹر عبد الباسط صاحب بھوپال (منی آرڈر)	عہ	"

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۹	۸۳ ۵۳	میسرز ایم نصیر برادرس لائلپور (منی آرڈر)	صعہ	امداد علم
۱۰	۸۴ "	جناب مولوی حامد علی خانصاحب بتوسط سید محمود صاحب		
		گورکھپور کفارہ فرائض ارشد علی صاحب مرحوم (")	صہ	وظیفہ طلباء
۱۱	۸۵ "	جناب اللہ راضی صاحب نمبردار پسر معز الدین صاحب		
		کسیرہ (منی آرڈر)	صہ	امداد علم
۱۲	۸۶ "	جناب میجر ایم کے محمد خانصاحب بتوسط		
		الہ آباد بنک لمیٹڈ لائلپور (")	صہ	"
۱۳	۸۷ "	جناب چلبی تاج الدین صاحب لاہور (")	عہ	زکوٰۃ
۱۴	۸۸ "	جناب شرف الدین صاحب علی پور بتوسط		
		مولانا حمید الدین صاحب صدیقی جالندھر (")	عا	"
۱۵	۸۹ "	جناب حاجی غلام محمد صاحب لاہور (")	لہ	"
۱۶	۹۰ "	جناب میاں سردار محمد صاحب نعمن پورہ گلاں (")	مے	"
۱۷	۹۱ "	محترمہ جنید بیگم صاحبہ متولیہ وقف حاجی محمد یٰسین		
		خانصاحب مرحوم اسلام نگر از وقف مذکور (")	للعہ	وظیفہ طلباء

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۱۸	۹۲ جلد ۵۳	محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ متولیہ وقف حاجی فیض محمد خانصاحب مرحوم اسلام نگر از وقف مذکور (منی آرڈر)	پچہ	امداد عام
۱۹	۹۳ رر	جناب مائی صاحبہ والدہ حقیقی آنریبل کرنل ملک محمد خضر حیات خانصاحب لاہور (رر)	للعہ	رر
۲۰	۹۴ رر	جناب چراغ دین صاحب اینڈ سنز پونا (رر)	۱۰عہ	زکوٰۃ
۲۱	۹۵ رر	جناب میاں حاجی ولی بہادر بشیر احمد صاحبان جالندھر	صہ	رر
۲۲	۹۶ رر	جناب حاجی صدر الدین صاحب منہاس قلعہ دیدار سنگھ (رر)	عہ	رر
۲۳	۹۷ رر	جناب میاں احمد الدین صاحب امرتسر (رر)	سہ	رر
۲۴	۹۸ رر	ایک اہل خیر جزاہ اللہ توسط مولوی حاجی ابو الخلیل عبد العزیز صاحب فیض پور کلاں (رر)	عہ	رر
۲۵	۹۹ رر	جناب خانبہادر الحاج محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب منجانب محترمہ محمود النساء بیگم صاحبہ مرحومہ منجانب محمد عبد الجبار بادشاہ صاحب مرحوم مدراس (رر)	سے ۱۲	امداد عام
۲۶	۱۰۰ رر	جناب حاجی غلام محمد صاحب ولد خدا یار صاحب چک ۱۱ شمالی توسط حکیم منظور احمد صاحب سلانوالی (رر)	عہ	رر
۲۷	۱ جلد ۵۴	جناب حاجی امام الدین صاحب چک ۱۱ شمالی توسط حکیم منظور احمد صاحب سلانوالی (رر)	صہ	رر
۲۸	۲ رر	جناب منشی عبد الرحیم صاحب مظفر نگر (رر)	صہ	زکوٰۃ
۲۹	۳ رر	جناب مولوی محمد محمود علی صاحب وظیفہ یاب حیدرآباد دکن (منی آرڈر)	مار	امداد عام
۳۰	۴ رر	جناب ڈاکٹر قادر بخش صاحب اٹک (رر)	الصہ	زکوٰۃ خیرات
۳۱	۵ رر	محترمہ بیگم صاحبہ قاضی محمد معین صاحب توسط شاہ ابو الفیض صاحب گونڈہ (رر)	سے	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۳۲	۶ جلد ۵۴	جناب مولوی محمد عبد الہادی خانصاحب شاہجہانپور (منی آرڈر)	عہ	زکوٰۃ
۳۳	۷ رر	جناب محمد عبد الرحمن صاحب توسط علی محمد ولد حسینی صاحب بردے عالم گڈھ (رر)	صہ	امداد عام
۳۴	ٹکٹ جلد ۵۲۳/۱۵۹	محترمہ بیگم صاحبہ جناب کپتان ڈاکٹر سید محمد اجمل حسین صاحب کرنال (رر)	صہ	رر
۳۵	۵۲۵ رر	جناب حاجی محمد رمضان صاحب پونڈری (رر)	صہ	زکوٰۃ
۳۶	۵۲۶ مئی ۱۶۰	جناب الحاج کپتان مولوی غلام محمد صاحب ریاست بہاولپور ریاست ماہ جولائی	صہ	رر
۳۷	۵۲۷ رر	جناب حاجی مولوی محمد شفیع اللہ صاحب آرہ (رر)	صہ	ایصال ثواب
۳۸	۵۲۸/۵۲۹ رر	جناب عبد الستار خانصاحب کھیڑہ افغانان (رر)	لعہ	امداد عام
۳۹	۵۳۰ رر	جناب ڈاکٹر عبد الباسط صاحب بھوپال (رر)	صہ	رر
۴۰	۵۳۱ مئی ۱۶۱	محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر سید علاء الدین احمد صاحب توسط ڈاکٹر عبد الباسط صاحب بھوپال (رر)	صہ	رر
۴۱	۵۳۲ رر	جناب الحاج ابو شفیق احمد صاحب دہلی (دستی)	صہ	رر
۴۲	۵۳۳ رر	جناب محمد صدیق صاحب ابن بابو نور الٰہی صاحب ظفروال (بذریعہ منی آرڈر)	صہ	وظائف یتامیٰ
۴۳	۵۳۴ رر	جناب ملک محمد اعظم صاحب ڈیرہ توسط حکیم منظور احمد صاحب سلانوالی (رر)	صہ	امداد عام
۴۴	۵۳۵ رر	جناب چودھری رحمت علی صاحب چک ۱۱ شمالی توسط حکیم منظور احمد صاحب سلانوالی (رر)	صہ	رر
۴۵	۵۵۶ جلد ۱۶۲	محترمہ بیگم صاحبہ شاہ محمد اویس صاحب توسط شاہ ابو الفیض صاحب گونڈہ (رر)	صہ	وظائف طلباء
۴۶	۵۵۷ رر	جناب حاجی علی محمد صاحب پنشنر لاہور (رر)	صہ	زکوٰۃ
۴۷	۵۵۸ رر	جناب عبد الرحمن صاحب توسط علی محمد ولد حسینی صاحب بردے عالم گڈھ (رر)	صہ	امداد علم

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۴۸	۵۵۹ ۱۶۶	محترمہ اہلیہ صاحبہ بزید صاحب بتوسط علی محمد ولد حسینی صاحب بولے عالم گڈہ (منی آرڈر)	صہ	امداد عام
۴۹	ٹکٹ جلد ۱۱ ۳۴	جناب محمد صمصام الحق صاحب عرشی جودھپور (شکرانہ صحت عزیز انعام الحق) //	عہ	//
۵۰	۱۲ //	جناب الحاج منشی انعام الحق صاحب سہارنپور بابت ماہ جون جولائی ۴۳ء //	صہ	//
۵۱	۱۳ //	محترمہ بیگم صاحبہ شاہ فخر عالم صاحب گونڈہ //	عہ	وظائف طلباء
۵۲	۱۴ //	شاہ ابوالفیض صاحب بتوسط شاہ فخر عالم // //	عہ	امداد عام
۵۳	۱۵ //	جناب علی محمد ولد حسینی صاحب بورے عالم گڑھ //	عہ	//
ذریعہ جناب الحاج مولوی طفیل احمد صاحب رڑکی				
۵۴	رسید جلد ۲۸۰ ۳۸	جناب مولوی خصلت حسین صاحب بری الہ آباد	؏	ایصال ثواب
۵۵	۲۸۱ //	جناب سید محمد انفاس حسین صاحب رڑکی	؏	//
ذریعہ جناب مولوی سید ببر احمد صاحب رفیق دائرہ معاونین مدرسہ				
۵۶	رسید جلد ۶۵۶ ۳۶	جناب نیاز احمد صاحب پنشنر رائے پور (سی پی)	صہ	امداد عام
۵۷	۶۵۷ //	جناب شیخ احمد صاحب // //	؏	//
۵۸	۶۵۸ //	جناب محمد عبدالرحیم صاحب ٹیلی ماسٹر //	عہ	//
۵۹	۶۵۹ //	جناب خان بہادر سیٹھ کیکا بھائی بہورا صاحب //	صہ	//
۶۰	۶۶۰ //	ایک مسلمان جزاہ اللہ بتوسط تھا پارہ رائے پور	۸/	//
۶۱	۶۶۱ //	منجانب جناب حافظ دین محمد حاجی عبداللہ صاحبان مرحوم کامٹی	لعہ	//
۶۲	۶۶۲ //	جناب احمد خانصاحب ناگپور	؏	//
۶۳	۶۶۳ //	جناب سیٹھ ہارون اینڈ سنز //	لعہ	//
۶۴	۶۶۴ //	جناب سیٹھ حاجی فاضل اینڈ سنز //	لعہ	//
۶۵	۶۶۵ //	جناب نواب حاجی محیی الدین خانصاحب //	۱/ما	//

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۶۶	ٹکٹ جلد ۱۹۱ ۲۲۳	جناب محمد صادق صاحب لاہور	عہ	امداد عام
۶۷	۱۹۲ //	جناب مظفر جنگ صاحب //	عہ	//
۶۸	۱۹۳ //	جناب محمد افضل خانصاحب //	لـ	//
۶۹	۱۹۴ //	جناب چودھری نعمت اللہ خانصاحب //	عہ	//
۷۰	۱۹۵ //	جناب محمد نذیر صاحب //	عہ	//
ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی				
۷۱	رسید جلد ۹ ۹۶	جناب محیی الدین صاحب ولد تجمل حسین صاحب بمبئی	عہ	//
۷۲	۱۰ //	جناب سیٹھ عبدالکریم ابوکریم صاحبان //	صہ	//
۷۳	۱۱ //	جناب سیٹھ عبدالشکور عثمان صاحبان //	صہ	//
۷۴	۱۲ //	خانصاحب محمد ابراہیم صاحب //	ارلعہ	//
۷۵	۱۳ //	مسٹر مرزا اختر حسین صاحب ایم ایل اے //	لعہ	//
۷۶	۱۴ //	جناب سیٹھ خواجہ محمد صاحب //	لعہ	//
۷۷	۱۵ //	جناب سیٹھ فقیر محمد جان محمد صاحب //	لعہ	//
۷۸	۱۶ //	جناب سیٹھ کریم بخش الٰہی بخش صاحبان گوندہ گڑھ	عہ	//
۷۹	۱۷ //	جناب الیاس محمد دین حاجی قادر بخش صاحبان	لعہ	//
۸۰	۱۸ //	میسرز انڈیا گوٹ اسکن کارپوریشن لیمیٹڈ	لعہ	//
۸۱	۱۹ //	جناب سیٹھ اسمٰعیل یوسف مستری صاحب دیوجے مستری، بمبئی	لعہ	//
۸۲	۲۰ //	جناب سیٹھ داؤد حبیب صاحب معرفت خوجہ مٹھا بھائی نتھو صاحبان بمبئی	لعہ	//
۸۳	۲۱ //	جناب مرزا حیدر بیگ صاحب //	لعہ	//
۸۴	۲۲ //	جناب مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی انجینیر //	لعہ	//
۸۵	۲۳ //	محترمہ مہربانو صاحبہ بیگم قاضی حبیب اللہ جی صاحب جودھپور	للعہ	ایصال ثواب

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
ذریعہ مولوی سید محمد سمیع الدین صاحب کربانی محصل مدرسہ				
۸۶	رسید ۱ جلد ۶	جناب مولوی حافظ محمد اسحٰق صاحب لکھنؤ (بابت ماہ اپریل ۱۳۴۲ھ)	۴ر	امداد علم
۸۷	۲ ״	جناب رضی الدین صاحب ״ (جون ״)	عہ	״
۸۸	۳ ״	جناب مولوی حکیم قاسم حسین صاحب ״ ״	۲ر	״
۸۹	۴ ״	جناب حافظ حاجی عبدالرشید صاحب ״ مئی	عہ ر	״
۹۰	۵ ״	جناب محمد عبدالرشید صاحب لکھنؤ	عہ	وظائف طلباء
۹۱	۶ ״	جناب امیر علی صاحب قصبہ لاہر	عہ	امداد علم
۹۲	۷ ״	جناب اختر علی خانصاحب علی گڑھ	عہ	״
۹۳	۸ ״	جناب ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب میرٹھ	۶ر	وظائف یتامیٰ
۹۴	۹ ״	״ جناب عبدالقدوس چودھری امیر میاں چودھری صاحبان موضع کہنہ گاؤں	عہ	زکوٰة
۹۵	۱۰ ״	جناب محمود علی صاحب صدیقی سیتا پور	عہ	״
۹۶	۱۱ ״	جناب شیخ سعید احمد صاحب لکھنؤ (جون ۱۳۴۲ھ)	عہ	امداد عام
۹۷	۱۲ ״	جناب شیخ صدیق اشرف صاحب ״ ״	۸ر	״
۹۸	۱۳ ״	جناب شیخ عاشق علی صاحب ״ (مئی و جون ۱۳۴۲ھ)	۶ر	״
۹۹	۱۴ ״	جناب خانبہادر حافظ محیی الدین صاحب ״ (جون ۱۳۴۲ھ)	۸ر	״
۱۰۰	۱۵ ״	جناب شیخ ثروت علی صاحب وکیل (نومبر ۱۳۴۲ھ)	عہ	״
۱۰۱	۱۶ ״	جناب مولوی حافظ محمد اسحٰق صاحب ״ (مئی ۱۳۴۲ھ)	۴ر	״
۱۰۲	۱۷ ״	جناب مولوی شیخ سعد اللہ ״ (جون ۱۳۴۲ھ)	۴ر	״
۱۰۳	۱۸ ״	جناب خانبہادر حافظ محیی الدین صاحب ״ (جولائی)	۸ر	״
۱۰۴	۱۹ ״	جناب شیخ مختار علی صاحب اینڈکو ״ ״	عہ ر	״
۱۰۵	۲۰ ״	جناب شیخ حاجی محمد ابراہیم صاحب ״ (اپریل ۱۳۴۲ھ)	عہ	״
۱۰۶	۲۱ ״	جناب شیخ سلطان احمد صاحب ״ (جولائی ۱۳۴۲ھ)	عہ	״
۱۰۷	۲۲ ״	جناب شیخ ظہیر حسن صاحب برادرس ״ ״	عہ ر	

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۰۸	۲۳ جلد ۶	جناب شیخ قاسم حسین صاحب لکھنؤ (جولائی ۱۳۴۲ھ)	۲ر	امداد عام
۱۰۹	۲۴ ״	جناب شیخ نصیر الدین صاحب ״ ״	عہ	״
۱۱۰	۲۵ ״	جناب حافظ عبدالوہاب صاحب اینڈ سنز ״	عہ	״
۱۱۱	۲۶ ״	جناب شیخ سلطان حسین کرم الٰہی صاحب ״ (اپریل مئی)	عہ	״
۱۱۲	۲۷ ״	جناب عبدالکریم خانصاحب ״ (جولائی ۱۳۴۲ھ)	۶ر	״
ذریعہ مولوی مقبول احمد صاحب رفیق دائرہ معاونین مدرسہ				
۱۱۳	۲۱ جلد ۶	جناب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب لاہور	۶ر	امداد علم
۱۱۴	۲۲ ״	جناب مولانا اصغر علی صاحب ״	صہ ر	زکوٰة
۱۱۵	۲۳ ״	جناب نیاز محمد صاحب ״	۶ر	امداد عام
۱۱۶	۲۴ ״	میسرز حیف بوٹ ہاؤس ״	صہ ر	زکوٰة
۱۱۷	۲۵ ״	جناب محمد ابراہیم صاحب جراح ״	عہ	امداد عام
۱۱۸	۲۶ ״	جناب بابو محمد شفیع صاحب ״	۶ر	״
۱۱۹	۲۷ ״	کالے خانصاحب عہ، شیر محمد خانصاحب ۸ر، مولوی شفاعت احمد صاحب کرانوی ״	۶ر ۸ر	״
۱۲۰	۲۸ ״	جناب محمد دین صاحب لاہور	صہ	زکوٰة
۱۲۱	۲۹ ״	اکبر خانصاحب عہ، شیخ ناظر حسن صاحب عہ ״	۶ر	امداد علم
۱۲۲	۳۰ ״	جناب اشتیاق احمد صاحب کیرانوی ״	عہ	״
۱۲۳	۳۱ ״	جناب محمد حیات صاحب سبزی فروش ״	صہ	״
۱۲۴	۳۲ ״	جناب حاجی قمر الدین صاحب اچھرہ ״	معہ	زکوٰة
۱۲۵	۳۳ ״	جناب ڈاکٹر مولوی عبدالقوی صاحب لقمان ایم بی بی ایس ״	۶ر	امداد عام
۱۲۶	۳۴ ״	جناب حاجی فیروز الدین صاحب ״	۵ر	״
۱۲۷	۳۵ ״	جناب عبدالحکیم صاحب معرفت حاجی فیروز الدین صاحب	للعہ ر	״
۱۲۸	۳۶ ״	جناب ایم حاجی فیروز الدین صاحب اینڈ سنز ״	۵عہ	زکوٰة
۱۲۹	۳۷ ״	جناب سعید الدین صاحب سادہ کار دہلوی ״ بسعی مولوی عبدالحی صاحب عثمانی دارالعلوم	۶ر	امداد علم

مد	رقم	نام نامی	نمبر رسید و جلد	نمبر شمار
امداد عام	ے	جناب مستری زبرالدین، بابو عبداللطیف، حافظ عبدالرحمٰن، ملا عمر، محمد اخلاق صاحبان توسط حافظ شفاعت احمد صاحب کرانوی لاہور	۳۸ جلد ۶۵	۱۳۰
زکوٰۃ	عـہ	جناب ملک برکت علی صاحب ایڈووکیٹ لاہور	۳۹ ״	۱۳۱
״	لعـہ	محترمہ بیگم صاحبہ ملک برکت علی صاحب لاہور	۴۰ ״	۱۳۲
״	صہ/	جناب پروپرائٹر صاحب اخبار زمزم ״	۴۱ ״	۱۳۳
امداد عام	عـہ	جناب چشتی محبوب الٰہی خان صاحب ״	۴۲ ״	۱۳۴
״	صہ/	جناب ڈاکٹر عبدالغنی صاحب ״ بسعی مولوی عبدالحیی صاحب عثمانی	۴۳ ״	۱۳۵
زکوٰۃ	عـہ	میسرز نور انجنیئرنگ ورکس لاہور	۴۴ ״	۱۳۶
״	عـہ	جناب حاجی شاہ دین صاحب صدیقی قریشی ״	۴۵ ״	۱۳۷
ایصال ثواب	صہ/	جناب مولوی عبدالحیی صاحب عثمانی کیرانوی ״	۴۶ ״	۱۳۸
زکوٰۃ	صہ	جناب شیخ حاجی علی احمد صاحب ״	۴۷ ״	۱۳۹
امداد عام	عـہ	جناب محمد عمرالدین صاحب ״	۴۸ ״	۱۴۰
زکوٰۃ	عا	جناب شیخ معین الدین صاحب ״	۴۹ ״	۱۴۱
امداد عام	ســہ	جناب شیخ عبدالمجید صاحب ״	۵۰ ״	۱۴۲
״	صہ/	جناب مستری نورالدین صاحب اینڈ سنز ״	۵۱ ״	۱۴۳
زکوٰۃ	صہ/	جناب حاجی فہیم الدین صاحب ״	۵۲ ״	۱۴۴
امداد عام	لعـہ	جناب حاجی علم الدین صاحب ״	۵۳ ״	۱۴۵
زکوٰۃ	عا/	جناب ملک دین محمد صاحب اینڈ سنز ״	۵۴ ״	۱۴۶
״	عـہ	جناب خان بہادر محمد تقی صاحب رئیس ״	۵۵ ״	۱۴۷
״	عـہ	جناب سردار نولب علی صاحب بسعی مولوی عبدالحیی صاحب عثمانی ״	۵۶ ״	۱۴۸
امداد عام	ســہ	بعض اہل خیر مسلمان جزاہم اللہ بسعی جناب مولانا احمد علی صاحب لاہور	۵۷ ״	۱۴۹

مد	رقم	نام نامی	نمبر رسید و جلد	نمبر شمار
زکوٰۃ	عـہ	جناب شفاء الملک حکیم محمد حسن صاحب قریشی لاہور	۵۸ جلد ۶۵	۱۵۰
امداد عام	عـہ	جناب حاجی خدابخش صاحب اینڈ سنز ״	۵۹ ״	۱۵۱
״	عـہ	محترمہ اہلیہ صاحبہ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم امرتسر توسط حاجی خدابخش صاحب لاہور	۶۰ ״	۱۵۲
״	صہ/	دختر صاحبہ حاجی خدابخش صاحب توسط حاجی صاحب ״	۶۱ ״	۱۵۳
״	عا	جناب مخدوم محمد حسین صاحب، نبی بخش صاحب، عنایت اللہ صاحب تابالو، مقصود حسین صاحب نقشہ نویس، لطیف الرحمٰن صاحب نقشہ نویس، محمد لطیف صاحب، عبدالکریم صاحب نقشہ نویس بسعی جناب مولوی عبدالحیی صاحب عثمانی لاہور	۶۲ ״	۱۵۴
״	عہر	مولوی عبدالقیوم صاحب، حاجی محمد شریف صاحب بیضہ فروش، عنایت اللہ صاحب نقشہ نویس، عبداللہ خان صاحب بسعی مولوی عبدالحیی صاحب عثمانی ״	۶۳ ״	۱۵۵
״	عا	جناب محمود احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا، لاہور	۶۴ ״	۱۵۶
״	صہ/	جناب شیخ محمد عالم صاحب ״	۶۵ ״	۱۵۷
زکوٰۃ	لعـہ	جناب حاجی محمد صادق صاحب ״	۶۶ ״	۱۵۸
״	عـہ	جناب حاجی امیرالدین صاحب اینڈ سنز ״	۶۷ ״	۱۵۹
״	ے	جناب سید حسن شاہ صاحب بسعی حاجی شاہ دین صاحب صدیقی ״	ٹکٹ ۵۰۱/۵۰۲ جلد ۱۵۵	۱۶۰
״	لعـہ	جناب بابو عبدالرحیم صاحب پنشنر ״	۵۰۳/۵۰۴ ״	۱۶۱
امداد عام	صہ/	جناب ناصر محمود صاحب ״	۵۰۵ ״	۱۶۲
״	صہ/	جناب مولوی غلام محی الدین صاحب ״	۵۰۶ جلد ۱۵۶	۱۶۳
زکوٰۃ	صہ/	جناب محمد امین صاحب ״	۵۰۷ ״	۱۶۴
״	صہ/	جناب حاجی محمد اکرم صاحب اچھرہ ״	۵۰۸ ״	۱۶۵
״	صہ	جناب میاں جان محمد صاحب ״	۵۰۹ ״	۱۶۶

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۶۷	۵۱۰ جلد ۱۵۶	جناب خان صاحب عبدالصمد خان صاحب لاہور	صہ	امداد عام
۱۶۸	۵۱۱/۵۱۲ جلد ۱۵۷	جناب میر طیب شاہ صاحب ״	ے	زکوٰۃ
۱۶۹	۵۱۳ ״	محترمہ اہلیہ صاحبہ حاجی فیروزالدین صاحب ״	صہ/	امداد عام
۱۷۰	۵۱۴ ״	جناب چودہری کریم بخش صاحب ״	صہ/	زکوٰۃ
۱۷۱	۵۱۵ ״	محترمہ محسن صاحبہ والدہ حاجی محمد شریف صاحب ״		
		توسط مولوی محمد عبدالحی صاحب عثمانی	صہ/	״
۱۷۲	۵۱۶ جلد ۱۵۸	جناب بابو عبدالغنی صاحب لاہور توسط مولوی		
		شفاعت احمد صاحب کیرانوی	صہ/	״
۱۷۳	۵۱۷ ״	جناب حاجی بابو محمد قاسم صاحب لاہور	صہ/	امداد عام
۱۷۴	۵۱۸ ״	جناب مرزا اسحاق بیگ صاحب ״		
		(بسعی جناب حاجی شاہ دین صاحب صدیقی)	صہ/	زکوٰۃ
۱۷۵	۵۱۹ ״	جناب شیخ طالب علی برکت علی صاحبان ״	صہ	وظائف طلبا
۱۷۶	۵۲۰ ״	جناب پہلوان فضل الٰہی شیخ عطا محمد صاحبان ״	صہ/	״
۱۷۷	۵۲۱ جلد ۱۶۳	محترمہ والدہ صاحبہ مولوی عبدالحمید صاحب ״	صہ/	״
۱۷۸	۵۲۲ ״	جناب مولوی گل محمد صاحب ״	صہ	امداد عام
۱۷۹	۵۲۸/۵۲۹ ״	جناب محمد دین صاحب ٹیلر ماسٹر		
		عرف لال صاحب لاہور (از جانب ٹیلرز یونین)	ے	״
۱۸۰	۵۳۰ ״	جناب حاجی نظام الدین صاحب اینڈ سنز ״	صہ/	زکوٰۃ
۱۸۱	۱/۱ ٹکٹ جلد ۱۶۵	جناب مہر معراج الدین صاحب لاہور		
		(بسعی جناب حاجی شاہ دین صاحب صدیقی)	ع	وظائف طلبا
۱۸۲	۳ ״	جناب سردار خان صاحب ״ (״ ״)	عہ/	״
۱۸۳	۴ ״	جناب سید خیر علی صاحب ״ (״ ״)	عہ	״
۱۸۴	۵ ״	جناب اللہ رکھا صاحب خانساماں (״ ״)	عہ	״
۱۸۵	۶ ״	جناب بشیر احمد خان صاحب بی اے ״ (״ ״)	عہ	״

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۸۶	۱/۸ جلد ۳۸۵	جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب لاہور (بسعی جناب		
		حاجی شاہ دین صاحب صدیقی)	ع	وظائف طلبا
۱۸۷	۹ ״	جناب سردار احمد سلطان احمد صاحبان ״	عہ/	״
۱۸۸	۱۰/۱۱ ״	جناب محمد امین صاحب برقسمر چنٹ ״	ع	״
۱۸۹	۱۲ ״	جناب شیخ رحمت علی صاحب ״	عہ	״
۱۹۰	۱۳/۱۴ ״	جناب کریم، رحیم بھائی صاحب ״	ع	״
۱۹۱	۱۵/۱۶ ״	جناب رحیم اللہ صاحب پٹھان ״	ع	״
۱۹۲	۱۷/۱۸ ״	جناب میاں کرم الٰہی صاحب ״	ع	״
۱۹۳	۱۹/۲۰ ״	جناب میاں غلام حسین صاحب ״	ع	״
۱۹۴	۲۱/۲۲ ״	جناب احمد دین محمد بوٹا صاحبان ״	ع	״
۱۹۵	۲۳ ״	جناب میاں علی محمد خیر محمد صاحبان ״	عہ	״
۱۹۶	۲۴/۲۵ ״	جناب محمد صدیق صاحب ״	ع	״
۱۹۷	۱/۱ ٹکٹ جلد ۳۶۱	جناب اللہ دتہ صاحب حجام لاہور		
		(بسعی مولوی عبدالحی صاحب عثمانی)	عہ	امداد عام
۱۹۸	۲ ״	جناب محمد ظہورالدین صاحب بنگالی لاہور		
		(بسعی مولوی شفاعت احمد صاحب کیرانوی)	عہ/	״
۱۹۹	۳ ״	جناب چودہری سعید اصغر صاحب لاہور	عہ	״
۲۰۰	۴	جناب محمود علی صاحب قصوری ״	عہ	״
۲۰۱	۵ ״	جناب ابراہیم و برکت علی صاحبان حجام ״		
		(بسعی جناب حاجی شاہ دین صاحب)	عہ	وظائف طلبا
۲۰۲	۶ ״	جناب دین محمد صاحب پٹھان ״	صہ	امداد عام
۲۰۳	۷ ״	جناب حاجی فضل دین صاحب صابری ״		
		(بسعی مولوی عبدالحی صاحب عثمانی)	عہ	״
۲۰۴	۸ ״	جناب میاں عبدالمجید صاحب ״	عہ	״

ترجمان القرآن

از

مولانا ابو الکلام آزاد

جلد دوم

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے، یعنی حواشی زیادہ مفصل، دل کش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں۔ کتابت و طباعت بھی بہتر ہے، چونکہ سورہ یوسف: انفال، توبہ، کہف، مریم، انبیاء وغیرہ اسی حصہ میں آگئی ہیں اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے اس لئے کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہوگئی ہے۔ سورہ اعراف سے سورہ مومنون تک۔

ہدیہ بلا جلد [illegible] ، مجلد [illegible]

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر صدر دفتر مدرسہ [illegible] دہلی سے شائع کیا

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

جلد ۴ عدد ۲

ندائے حرم کا مقصد

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اُن کی تکمیل کے لئے کوشش۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳ مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات علمی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے۔ اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکز اسلام کی آواز ہے۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانان ہند کی خدا کے گھر میں اکہتر سالہ شاندار یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم چالیس صفحات پر شائع ہوتا ہے
عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں اس کے بعد دفتر معذور ہوگا
ماہنامہ ندائے حرم" مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے
جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک بھیجئے۔
سالانہ اشتراک تین روپے (ے) فی پرچہ ۴ر بیرون ہند سے ۸ شلنگ
رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ "ندائے حرم" دہلی قرول باغ کی ہونی چاہئے
نمونہ کے لئے ۴ر کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔

ترسیل زر کا پتہ
معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی۔ قرول باغ
تار کا پتہ:— صولتیہ

تار کا پتہ:- صولتیہ دہلی

عدد ۲ مسئول: ضیاء الدین احمد جلد ۴

بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۴۴ء

سرودِ ازل

(از شاعرِ حرم مولانا ابوالاسرار صاحب رمزی اٹاوی جودھپوری)

مری لغزشوں نے گرا دیا، مجھے خاکدانِ خراب میں
میں وگرنہ خُلد کی روح ہوں، جو رہی ہو اس کی جناب میں

یہ میں کن حدود میں آگیا، کہ عدم سے بود میں آگیا
قفسِ شہود میں آگیا، فقط ایک کُن کے جواب میں

جسے اصلِ بندگی کہہ سکوں، جسے عینِ زندگی کہہ سکوں
کوئی ایسا سجدہ نہ مل سکا مری پوری فردِ حساب میں

مجھے ایسا اشک بھی کر عطا، یہ ترے کرم سے ہے التجا
کہ میں ڈوب جاؤں پئے سزا، اسی ایک قطرۂ آب میں

جسے کہہ رہا ہے بہار ہے، وہ سراب شعبدہ کار ہے
یہ فریبِ نقش و نگار ہے، جو بپا ہے عالمِ خواب میں

ندائیات

کعبہ کے زیر سایہ خوش نصیب بندوں کا اجتماع

۱۳۶۲ھ میں دارالعلوم حرم کا سالانہ جلسہ

حسب عادت اس سال کے موسم حج میں مرکز اسلام کے واحد مرکز علم و عرفان "مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ" کا سالانہ جلسہ بڑی شان خصوصیت کے ساتھ ۳ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ کو "سلطان العلوم ہال" میں منعقد ہوا۔ شومئی قسمت دیکھیئے کہ دو سال سے ہندوستانی حجاج حاضری حرم محترم اور سعادت حج سے محروم ہیں جس کی وجہ سے اس بین المسلمین مرکزی سالانہ اجتماع میں یہ کمی عام طور پر انتہائی رنج و ملال کے ساتھ محسوس کی جاتی ہے۔

اس سال کے تازہ اجتماع میں مصر، سوڈان، فلسطین، شام اور یمن کے ممتاز و باخبر اہل علم اور معزز حجاج کے علاوہ مکہ معظمہ کے اعیان و مہاجرین اور علمائے حرم اور مدرسہ کے ابنائے قدیم کی ایک بڑی جماعت نے شرکت کی، عام حاضرین کی تعداد بھی کافی تھی۔

شرکائے جلسہ میں خدا کے عزیز و محبوب مہمانوں کے لئے طلبا اور جماعت عاملہ دارالعلوم حرم کی آنکھیں فرش راہ تھیں، لوگ مکہ معظمہ کے ہر گوشہ سے اس بابرکت اجتماع میں شرکت کی غرض سے چلے آرہے تھے۔

ہندوستان میں بحمداللہ ہزاروں ایسے خوش نصیب خدا کے مقبول بندے موجود ہیں جو دارالعلوم حرم کے اس سالانہ جلسہ میں شرکت کر چکے ہیں، وہ مدت العمر "سلطان العلوم ہال" میں قرآن پاک کی سراپا اعجاز قرأت کی گونجنے والی آواز، معصومین حرم کا "ترانہ حمد" عربی کے فصیح و بلیغ خطبات اور اردو کی دلچسپ تقریریں، بارگاہ خداوندی میں دعا کا پُرسوز و گداز منظر کبھی نہیں بھول سکتے۔

اس سال کے جلسہ میں پورٹ سعید (مصر) کے ایک روشن خیال عالم فضیلۃ الاستاذ شیخ ابراہیم محمد السید کی برجستہ فاضلانہ تقریر خاص طور پر قابل ذکر ہے، فاضل مقرر نے دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو مرکز اسلام میں مسلمانان ہند کے ایک علمی احسان کی حیثیت سے پیش کیا، اور اسے اُن کی ایک قابل فخر زندہ یادگار تسلیم کیا ہے۔ ان کے بعد شام کے مشہور عالم فضیلۃ الاستاذ شیخ سلیمان الدورانی نے حجۃ الملۃ والدین حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ کارناموں پر تبصرہ فرماتے ہوئے اس اکہتر سالہ درسگاہ حرم کی علمی و دینی خدمات کا تشکر آمیز تذکرہ فرمایا، دار العلوم حرم کے طلبا کو بیش قدر ہدایات و نصائح فرمائیں اور مستقبل کی اہم ذمہ داریوں سے روشناس کیا، فلسطین کے ایک معزز نوجوان نے (افسوس ہے کہ ان کا نام مرکزی دفتر کی اس رپورٹ میں درج نہ ہوسکا) تمام شرکائے جلسہ کی جانب سے ارکان و کارکنان دار العلوم حرم کا شکریہ ادا کیا، کہ انہوں نے باہمی تعارف و اجتماع اور اس اہم علمی فیض سے پوری واقفیت کا یہ بہتر موقع مہیا کیا مدرسہ صولتیہ کے ابنار قدیم میں مکہ معظمہ کے مشہور ادیب و خطیب شیخ عبداللہ فدانے ابنائے قدیم کی جانب سے اپنی برجستہ اور مسلسل تقریر میں تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دار العلوم حرم کے بلند مرکزی مقاصد کی تشریح کی اور ہندوستان (دہلی) میں اس کے صدر دفتر کی خدمات و مساعی کا مؤثر نتیجہ حاضرین کے سامنے پیش کیا۔

اس جلسہ میں (۲۵) فارغ التحصیل طلبہ کو شعبۂ عالی کی اسناد تکمیل عطا ہوئیں۔ (۲۰) طلبہ کو شعبۂ ثانوی کی اسناد دی گئیں، (۱۱) طلبہ کو مدرسہ ابتدائی کی سند امتیاز دی گئی، اور (۳۵) طلبہ کو ختم قرآن پاک اور مدرسہ تحفیظ کی سند ملی، آخر میں شعبۂ عالی کے استاذ حدیث علامہ شیخ عمر حمدان المحرسی کی پرخشوع دعا پر جلسہ ختم ہوا، ہماری دعا ہے کہ رب العزت مسلمانان ہند کی مدد کرے اور وہ موانعات زائل ہوں جو اُن کے لئے حج کی راہ میں حائل ہیں تاکہ حاضری حرم کی عظیم الشان نعمت و سعادت ان کو ہمیشہ حاصل رہے۔

۱۳۶۲ھ کے سالانہ جلسہ کی یہ مختصر کیفیت ہے جو ہمیں مرکزی دفتر مکہ معظمہ سے بذریعہ ہوائی ڈاک موصول ہوئی ہے، تفصیلات معمولی ڈاک سے جب اپنے وقت پر ملیں گی تو اہم تقریروں کا ترجمہ حسب گنجائش ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔ انشاء اللہ ✣ -

معاونین کرام توجہ فرمائیں۔ صدر دفتر کو بعض رقوم بلا تفصیل وصول ہوتی ہیں تفصیل کے انتظار میں حساب نامکمل رہتا ہے، اس لئے ہر رقم کی ساتھ اس کی تفصیل آنی ضروری ہے، نیز منی آرڈر کے کوپن میں اپنا پورا نام اور مفصل پتہ درج فرماکر شکر گذار فرمائیں۔

اثرات

آزاد اور غلام کا فرق

ہندوستان جس تیزی کے ساتھ مغربیت کو قبول کرتا جارہا ہے اس کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ حریت کاملہ کے بعد ہمارے ملک کی کایا پلٹ ہو جائے گی، اگر ہمارا دماغ فرنگی ہے، ہمارا تہذیبی معیار مغربی انداز پر ہے اور ہماری عمرانی کائنات پر یورپ زدگی کا ابر محیط ہے تو فرنگی سیاست سے بیزاری کس طرح ہوسکتی ہے۔ حیرت ہے کہ یورپ کا اقتدار ناقابل برداشت مگر یورپ کا لباس محبوب۔ یورپ کا طرز زندگی دل پسند اور اس کی آزاد روش نظر افروز و باصرہ نواز۔

یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی کہ یہ نقالی ملّی وقار کے خلاف ہے۔ مشرق کی آب و ہوا اور خودی کا جذبہ اس کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ بلکہ اس خود دارانہ تلقین کو رجعت پسندی اور تاریک خیالی پر محمول کیا جاتا ہے۔ یورپ کی ترقی کی دلیل یہ بتائی جاتی ہے کہ وہاں معاشرت پر کسی قسم کی گرفت ہے نہ افکار و خیالات پر بازپرس اور نہ آزاد روش کے لئے کوئی شکنجہ، ایک مشرق ہے کہ یہاں ہر بات کی گرفت ہوتی ہے، مذہب کے نام سے ڈرایا جاتا ہے۔ قومی عزت کا واسطہ دیا جاتا ہے، قدم قدم پر یہ ٹھوکریں ترقی کی راہ میں حائل ہیں۔ جو قومیں تمام بندشوں سے آزاد اور ہر قید سے چھٹکارا حاصل کر چکی ہیں وہ باعزت و آزاد ہیں اور غلامی کی زندگی سے دور۔

کیا یہ شتابکارانہ معذرت، "عذر گناہ بدتر از گناہ" نہیں ہے۔ ہم ان لوگوں سے جو اپنی اندھی تقلید کی حمایت میں آزاد قوموں کی سند پیش کیا کرتے ہیں، صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دنیا کی آزاد قوموں کو یہ اختیار ہے یا نہیں کہ عوام کو ہر قسم کی معاشرتی، اجتماعی اور اخلاقی قیود

سے آزاد کردیں، اس کا جواب یقیناً یہ ہوگا کہ آزاد حکومتوں کو ہر وقت یہ حق حاصل ہے کہ عوام کی رفتارِ زندگی کو احتساب سے پاک رکھیں۔

اس کے بعد سوال یہ ہے کہ اگر یہی حکومتیں عوام کی زندگی کا رخ بدلنا اور ان پر بعض قیود عائد کرنا چاہیں تو ان کو کون روک سکتا ہے، انہیں حق ہے کہ اگر وہ عوام کی آزاد روی کے بُرے نتائج کا احساس کریں تو فوراً ان کے سفر کی سمت بدل دیں اور کسی خاص جانب ان کا رُخ پھیر دیں، اس کا جواب بھی یقیناً اثبات میں ہوگا۔

اگر آزاد ممالک دریا کا بند توڑ سکتے ہیں تو اُن میں یہ قوت بھی ہے کہ اس میں ازسرِ نو بند لگا دیں، اگر با اختیار طاقتیں آزاد روی کے سیلاب کو بڑھنے کی اجازت دے سکتی ہیں تو اس پر متوحش اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، وہ یہ بھی کر سکتی ہیں کہ نتائج کا احساس کر کے آزاد منشی کو سلب کرلیں، ان کے مقابلہ میں غلام قومیں سیلاب کا بند تو توڑ سکتی ہیں لیکن تباہی کے مقابلہ میں نہ تو سیلاب کا رُخ پھیر سکتی ہیں اور نہ یہ طاقت اُن میں ہے کہ بند کی ازسرِ نو تعمیر کرسکیں نتیجہ یہ ہوگا کہ سیلاب ہر چیز کو بہالے جائے گا، افسوس ہے کہ ہم نے سیلاب کا بند توڑا مگر جو طاقت تباہی کے موقع پر کام آتی ہے ہم اس سے محروم ہیں، انجن چلانے کا حق اسی کو حاصل ہونا چاہیئے جو ہوشیاری اور دلجمعی کے ساتھ اس کی رفتار کو روک بھی سکے، اور اسے قابو سے باہر نہ ہونے دے۔

اندھی تقلید کے نتائج آزاد ترک ہیٹ کے استعمال کا حکم نافذ کرسکتے ہیں مگر اس امر کا امکان ہے کہ کسی وقت قومی حمیت اور کسی جدید تخلیقی قوت کے بیدار ہونے پر وہ اپنے اس حکم کو واپس لے کر ہیٹ کے استعمال کی سخت ممانعت بھی کر سکتے ہیں، مگر غلام ملک اور غلام قوم ان کی تقلید میں ہیٹ کا استعمال تو کر سکتی ہے مگر کسی وقت حالات کے اقتضا سے وہ یہ حکم نہیں دے سکتی کہ کوئی شخص ہیٹ کو ہاتھ نہ لگائے، ایران نے عورتوں کو آزادی دے کر اپنے ہاتھ نہیں کٹوائے، اسے یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ کسی وقت عورتوں سے یہ آزادی سلب کرلے اور باہر کا میدان مردوں کے لئے چھوڑ دے لیکن ہم عورتوں کی نام نہاد آزادی کی حمایت کرکے اپنے ہاتھ کٹوا چکے ہیں۔ آزاد عورتیں آزاد ہو چکیں۔ اب اگر قوم ان کو گھر میں مقید کرنا چاہے تو آزاد عورتیں اس قید و بند

کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گی، اور اس قومی قرارداد کو رجعت پسندی اور تاریک خیالی پر محمول کریں گی۔ وہ جانتی ہیں کہ قوم کے پاس کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو انہیں ان کی بے راہ روی سے باز رکھ سکے۔

مغربی ممالک میں عورتوں کا دفتروں پر قبضہ تھا، فوجی محکموں میں ان کا رسوخ تھا، تجارتی کاروبار میں برابر کی شریک تھیں مگر حالات کے لحاظ سے ان کو باورچی خانہ کی طرف واپس آنا پڑا، اور یورپ کی نسوانی آزادی ٹھکانے لگ گئی، جرمنی میں ان کا کام صرف یہ رہ گیا کہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کر کے ملک کی فوجی قوت کو بڑھائیں اور باہر کی دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آزاد قوموں کے پاس دونوں طاقتیں موجود ہیں۔ ایک ہاتھ سے اگر وہ عورتوں کو باہر نکال سکتی ہیں تو دوسرے ہاتھ سے انہیں پھر گھر کی چہار دیواری میں لا سکتی ہیں۔

کارکنانِ دارالعلوم حرم کو اس کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت بانیٔ اول رحمۃ اللہ علیہ **شانِ بزرگی** کے شجرِ اخلاص کو بار آور فرمائے گا، اور جن سعید روحوں کو درِ کعبہ سے لگاؤ اور ربِ کعبہ سے پورا تعلق ہے ان کے قلوب کو حرمِ مقدس کے اس مرکزی سرچشمۂ فیض کی اعانت و دستگیری کی طرف مائل کرے گا، ہمیں اطمینان ہے کہ ہمارے محسنوں اور معاونین کی مخلصانہ مساعی سے مرکزِ اسلام میں ہندوستان کی یہ واحد علمی یادگار صحیح معنوں میں دنیائے اسلام کا مشترکہ علمی مرکز قرار پائے گی، اور اس کے بلند مقصد کو کامیابی کی منزلیں طے کرنے کی سعادت نصیب ہو گی، امداد و اعانت دارالعلوم حرم کی ترقی اور بقا کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، مگر ہمارا سب سے بڑا علمی مقصد یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم اپنے اس مرکزی مقصد کو اچھی طرح سمجھ لیں، اور ان کی نظریں اس کے بلند نصب العین تک پہنچ جائیں۔

کارکنانِ صدر دفتر مسرت و امتنان کے ساتھ مولانا مولوی احمد ابراہیم صاحب بزرگ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے اُن سراپا خلوص محترم معاونین اور اصحابِ خیر کے معترفِ احسان ہیں جنہوں نے مولانا موصوف کے ذریعہ دارالعلوم حرم مدرسہ سولتیہ مکہ معظمہ کے لئے لعہ ۵۲ ارسال فرمائے، ہم مولانا موصوف کی اس "شانِ بزرگی" اور افریقہ کے ان محسنوں کے اس اقدامِ خیریہ

خدائے بزرگ و برتر کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس جماعت صالحین کا دستِ کرم حرمین شریفین کے اس علمی گلشن کو سیراب کرنے کے لئے بلند کیا، اور ہمیں ایسے اہلِ دل حضرات کی سرپرستی سے ممنون فرمایا، جن کے قلوب ایمان و احساس سے لبریز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اعانت کو ان کے لئے رفع درجات کا ذریعہ بنائے اور یہ سعیٔ خیر دوسروں کے لئے بھی نمونۂ خیر ثابت ہو۔

"سب کچھ قربان کر دیا جائے": جناب محترم ظہور الحسن صاحب نے سرہند سے امداد اہل حرمین شریفین کی تحریک میں شرکت فرمائی اور اس کارِ خیر میں حصہ لیتے ہوئے جس بلند جذبہ کا اظہار فرمایا ہے وہ ہر ایک کا حصہ نہیں ہو سکتا، آپ اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "دل تو چاہتا ہے کہ اس زمانہ میں اہالیانِ حرم پر سب کچھ قربان کر دیا جائے ندائے حرم برابر ارسال فرماتے رہیں۔"

حرم مقدس سے یہ شیفتگی ایمانی جذبہ کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ اس دل کو جو حرمِ مقدس پر فدا ہے ایمانی نور سے منور رکھے، اور موصوف کو ان کے عطیہ کا اجر جزیل عطا فرمائے۔

ندائے حرم اہل کرم کی نظر میں: جناب میاں بشیر احمد صاحب لائل پور کے متحرک و باعمل صاحب خیر ہیں، اور "ندائے حرم" کے خاص قدر دان، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "ندائے حرم باقاعدہ پہنچتا ہے، الفاظ نہیں کہ پورا شکریہ ادا کر سکوں۔ بڑے مفید مضامین ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بھی زیادہ خدمت کی توفیق دے۔"

ندائے حرم کی ناچیز خدمات کا یہ اعتراف کارکنوں کے لئے حوصلہ افزا ہے، اللہ تعالیٰ حرم مقدس کے اس ترجمان کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ کار آمد و مفید بنائے، اور اس کے ذریعہ مرکز اسلام کے بلند مقاصد کو پورا فرمائے۔ ندائے حرم کی یہ عزت افزائی اگر ایک طرف قدر شناسی کا ثبوت ہے تو دوسری طرف "ندائے حرم" کا در کعبہ سے براہ راست تعلق اس قبولیت کا سبب ہے جن کو خدا کے پاک گھر سے محبت ہوگی وہ دیار حبیب کی اس "آواز" سے ناآشنا نہیں رہ سکتے۔

آستانۂ صابری اور مکہ یونیورسٹی: ایک بلند مرکزی نصب العین کے لئے جو جماعت اپنی محدود ہمت و بساط کے مطابق ۱۳۸۲ء سال سے خاموشی کے ساتھ سرگرم عمل ہے وہ اپنے نیک نہاد مقاصد سے بحمد اللہ قریب ہوتی جا رہی ہے، اور

اس کے لئے اطمینان و دلجمعی سے آگے بڑھنے کا سامان من جانب اللہ ہو رہا ہے، دنیائے عمل میں پرخلوص دعا بھی ایک معنوی قوت و حقیقت ہے، جس کے مظاہر و برکات سے کون انکار کر سکتا ہے، کوشش و سعی کی حد تک بظاہر چند بوریہ نشین کام میں لگے ہوتے ہیں، مگر اس مختصر جماعت کی پشت پر ارضِ حرم میں سیکڑوں معصوم بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں، تو یہاں ہندوستان میں بھی خدا کا شکر و احسان ہے کہ ہم مخلصانہ دعاؤں سے محروم نہیں۔

ہندوستان کے روحانی مرکزوں میں دربار صابری اپنے فیض و اثر کے لحاظ سے مستغنی تفصیل ہے مرکزِ اسلام کے ایک تعمیری اور عظیم الشان مقصد کے لئے اس روحانی مرکز میں دعا ایک فال نیک اور مبارک اقدام ہے، ہر خانقاہ صرف دل کی دنیا ہے، مگر یہ دنیا آج آنکھیں کھول کر گرد و پیش سے باخبر ہونا چاہتی ہے، اور اپنے احساس کا ثبوت دے رہی ہے، ہم مسرت کے ساتھ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب ناظم دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے نام شاہ نواب احمد صاحب صابری سجادہ نشین پیران کلیر شریف کے مکتوب گرامی کا اہم اقتباس ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں، سجادہ صاحب محترم نے سطور ذیل میں جس جذبۂ احساس کا اظہار فرمایا ہے وہ ہندوستان کے روحانی ماحول سے پہلی آواز ہے جو در کعبہ تک پہنچے بغیر نہیں رہ سکتی۔

"میں اس آستانۂ عالی مقام میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم مدرسہ صولتیہ کو یونیورسٹی کے وقار تک پہنچائے، اور جناب کو اس کار خیر اور کوشش کی جزائے خیر عطا فرمائے آمین"

"مکہ یونیورسٹی" کی اہمیت اور ہمہ گیر اثرات کو ملک کا ممتاز ذہوشمند طبقہ محسوس کر رہا ہے اور اس جدوجہد کی حقیقت سے ناآشنا نہیں جو مرکزِ اسلام کے لئے یہاں سے مکہ معظمہ تک مسلسل طور پر جاری ہے، کارکنانِ دار العلوم حرم سجادہ صاحب محترم کے شکر گذار ہیں کہ آپ اپنی دعاؤں میں ہر موقع پر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو یاد رکھتے ہیں۔ مستجیب الدعوات قبول فرمائے، اور داعیٔ خیر کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

باقی بر صفحہ ۳۰

بصائر

"کاسیات عاریات"

برہنہ تہذیب کا لباسِ عریاں

پیغمبر خدا علیہ التحیتہ والثناء نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اپنی زبان وحی ترجمان سے عورتوں کے متعلق فرمایا تھا کہ بہت سی عورتیں دوزخ کا ایندھن بنیں گی، اور ان میں سے بعض وہ ہوں گی جن کا شعار ہوگا "کاسیات عاریات" یعنی ایسی عورتیں جن کے بدن پر بظاہر تو لباس ہوگا مگر حقیقت میں وہ لباس، لباس عریاں ہوگا۔ ستر پوشی اور حجاب کا لباس نہ ہوگا اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کپڑا اتنا باریک ہو کہ جسم صاف نظر آئے، اور جس چیز کو چھپانا تھا وہ لباس کے باوجود نہ چھپ سکے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کپڑا تو ایسا باریک نہ ہو کہ اس کا عدم اور وجود برابر ہو جائے، بلکہ اس کی وضع اور تراش ایسی ہو کہ پورے جسم کا احاطہ نہ کر سکے مثلاً قمیص اس طرز کی ہو کہ گلا اور سینہ کھلا رہے، پائجامہ اتنا مختصر ہو کہ پنڈلیاں ہی نہیں بلکہ نصف ران بھی کشف حقیقت کی "حقیقت عریاں" بن جائے، اور دیکھنے والا یہ بتا ہی نہ سکے کہ پورا لباس ہے یا پوری عریانی اور اس عورت کا مقصد برہنگی ہے یا ستر پوشی۔

پیغمبر خدا کی بصیرت وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی جو آج ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں، مغربی نسوانیت نے "کاسیات عاریات" کو اپنے فیشن میں داخل کر لیا ہے۔ اور بازارِ حسن میں داد پانے اور سوز کو ساز میں بدلنے کے لئے وہ اس طرح نکلتی ہیں کہ جسم کا بیشتر حصہ ستر پوشی کی زحمت سے آزاد اور بارِ حجاب سے سبکدوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ کی "فیشن ایبل عریانی" کے مناظر سے ہر بازار اور پارک آباد ہے۔ ہندوستانی عورتیں بھی اس میدان میں اپنی "روشن خیالی" کا ثبوت دے رہی ہیں حالانکہ کپلنگ کا مقولہ ہے کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب"۔

امریکہ اور عریانی: لباسِ عریانی کی وبا امریکہ میں پوری شان کے ساتھ پھیلی اور اس کے نتائجِ خبیثہ بھی اپنے ساتھ لے آئی، داعیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تہذیب کے جس نقشہ کی نشاندہی فرمائی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ خدا پرست صالحین آنے والے دور سے باخبر رہیں اور اس سے اپنا دامن بچائیں، مگر امریکہ کے مصلحین کو لباسِ عریانی کی حقیقت اس وقت معلوم ہوئی جب پانی سر سے گذر گیا اور "کاسیات عاریات" کے سیلاب میں نسوانیت خس و خاشاک کی طرح بہہ گئی۔

فلوریڈا یونیورسٹی کے پریزیڈنٹ مرفی کو آخر اعلان کرنا پڑا کہ چھوٹی قمیص اور نیم برہنہ ٹانگوں کا جامہ شیطان اور اس کی ذریت نے بنایا ہے۔ نیویارک میں اپس کوپل چرچ کی زیرِ نگرانی خواتین کی ایک کمیٹی قائم ہوئی، جس کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو ایسے لباس کے استعمال سے روکا جائے جو نیم ستر پوشی اور نیم عریانی کا مظہر ہو۔

شکاگو کی انجمن والی، ایم سی۔اے نے اسکول کی لڑکیوں کو تنبیہ کیا کہ وہ لباس بے حیائی اختیار نہ کریں۔

فلاڈلفیا میں ایک "ڈریس ریفارم" کمیٹی قائم ہوئی جس نے لباسِ عریانی کو قومی تخریب کے مرادف قرار دیا۔

اسی پر بس نہیں بلکہ امریکن ریاستوں میں خواتین کے برہنہ لباس کی اصلاح کے لئے مجالس قانون ساز میں بل پیش کئے گئے، ریاست اوٹاہ کی مجلس میں ایک بل پیش ہوا، جس میں ایسی عورتوں کے لئے قید و جرمانہ کی سزا مقرر کی گئی جو بازاروں میں پنڈلیاں کھول کر گشت کریں۔

ورجینیا کی مجلس قانون ساز میں ایک بل پاس ہوا جس کی رو سے عورتوں کو گلا اور نصف سینہ برہنہ رکھنے کی ممانعت کی گئی تھی، اسی طرح کے بل اوہیو اور دوسری ریاستوں میں پیش کئے گئے ان قانونی اور جماعتی کوششوں کے باوجود عورتوں کا عریاں لباس بدستور قائم رہا فیشن کی جلوہ آرائی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی، جسم کے برہنہ حصوں کو اسی طرح آزادی کا پیدائشی حق حاصل رہا اور اس وبائے عریانی کے صدقہ میں یہ بات ثابت ہوکر رہی کہ جس ذاتِ اکمل نے "کاسیات عاریات" کی پیش بینی کی تھی وہ نہ صرف صادق اور مصدوق اور مامور من اللہ تھا

بلکہ ایک ایسا مصلح اعظم اور ہادی اکبر تھا جس نے آنے والے تمام فتنوں کا پیشگی ہی سد باب کر دیا اور امت مرحومہ کو یہ زحمت نہ دی کہ مجالس قانون سازمیں کا سیات عاریات" کے خلاف بلوں اور قرار دادوں کی بھرمار کریں۔ یہ کام خود ہی صاحب شریعت نے انجام دیا، اور دین قیم کی تکمیل میں کوئی کسر اور خامی نہ چھوڑی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بھوکوں پر رونے والے کہاں ہیں؟ دنیا کی ہر تحریک کا ایک مقصد ہوتا ہے، اور وہ تحریک ایک ذریعہ ہوتی ہے، خود مقصد نہیں ہوتی، اگر ذرائع کو مقاصد سمجھ لیا جائے تو ہر تحریک ناکام ہے، زندگی بے کیف ہے، نتیجہ صفر ہے، حکومت اور جہانبانی خود کوئی مقصد نہیں۔ اصل مقصد انسانوں کی خوش حالی، انسانوں کا آرام، انسانوں کی تنظیم اور باہمی تعاون ہے، اگر حکومت کے بغیر یہ مقصد حاصل ہو جائے تو ریاست کی کوئی ضرورت نہیں، اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس کے بغیر یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا لیکن اگر خود حکومت کو مقصد بنا لیا جائے، صرف طاقت حکومت کا حاصل ہو جائے، ہتھیاروں کی چمک دمک ہی غذا بن جائے تو پھر انسان اور انسانیت کی خیر نہیں۔ کیسی خوش حالی کیسا آرام، کیسا نظم و تعاون، کسی حکومت کا مطمح نظر اگر حکومت ہی ہو تو یہاں سے انسانوں کی بے چینی شروع ہوتی ہے اور دنیا کے تمام مفاسد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے، اس لئے کہ ذریعہ کو مقصد سمجھ لیا گیا۔

آج دنیا میں اگر کسی ملک کے باشندے بھوک سے جاں بلب ہیں اور ہر متنفس روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترس رہا ہے تو دوسری طرف برسر اقتدار جماعت کے لطف حیات میں کوئی فرق نہیں آتا، چہروں پر وہی رونق جسمانی آسائشوں کا وہی نظم، روزمرہ کے پرکیف معمولات کا وہی حال، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں "حکومت" ذریعہ نہیں بلکہ مقصد حیات بن گئی ہے۔ اور حکومت صرف حکومت کی خاطر کی جارہی ہے۔

لیکن اسلام کا جو نظام ہے وہ عملی اور مقصدی ہے اور عہد اول میں اس کا عملی ظہور برابر ہوتا رہا ہے، اسلامی روایات تاریخی حیثیت سے آج بھی سب کے سامنے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گلی کوچوں میں پھر کر بھوکوں کا پتہ لگاتے ان کے لئے خوراک مہیا کرتے

اگر کوئی مزدور نہ ملتا تو خود اپنے کندھے پر اٹھا کر غلہ پہنچاتے، اگر معلوم ہو جاتا کہ کسی شخص کے گھر میں فاقہ ہے تو بے اختیار روتے اور دعا کرتے کہ اے خدا! اس معاملہ میں میری گرفت نہ کر مجھے اس کی حالت کا علم نہ تھا، جو شخص فاقہ زدوں پر آنسو بہا سکتا ہے وہ بے فکر ہو کر اپنا کھانا نہیں کھا سکتا، اور اس کے دسترخوان پر آپ انواع واقسام کی چیزیں نہ پائیں گے۔ یہ تھا اسلام کا نظم حکومت جس نے حکومت کو مقصد نہیں بنایا، اور ذریعہ سمجھ کر بھوکوں پر خلیفہ اسلام کو رلایا، مگر آج کی دنیا میں جو حالت ہے شاید اس کے اظہار کی ضرورت نہ ہو۔

دورِ جہالت کا ایک واقعہ ہانگ کانگ پر جب جاپان کا قبضہ ہوا تو خبر آئی تھی کہ جاپانی فوج نے وہاں یورپین اور ایشیائی عورتوں کی عصمت دری کی اور اس حیوانیت کے بعد انہیں قتل کر ڈالا، مقصد خبر پر تبصرہ نہیں اور نہ کسی کی تنقیص و ترفیع ہمارا کام ہے، صرف یہ دکھانا ہے کہ یہ علم و تہذیب کے دور کا واقعہ ہے، خدا نخواستہ دورِ وحشت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اگر اس کے مقابلہ میں آپ دورِ جہالت کا واقعہ بھی سننا چاہتے ہیں تو آیئے فلسطین کی اسلامی فوج کا ایک واقعہ سن لیجئے۔

اسلامی فوج فلسطین میں داخل ہوئی، عیسائیوں نے کوچہ و بازار میں، در و دیوار پر حسین و جمیل عورتوں کو بٹھا دیا، جو لوگ تلوار سے مسخر نہ ہوئے ممکن ہے کہ ان کے دل حسن کی آب و تاب سے مسخر ہو جائیں، مسلمان سپاہی شہر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گئے، مگر اپنے فوجی مستقر پر واپسی کے بعد انہوں نے ایک فلسطینی سردار سے دریافت کیا کہ شہر کی عمارتیں کیسی ہیں؟ سردار نے کہا آپ تو سارے شہر کا گشت کر چکے ہیں، کیا عمارتوں پر نظر نہیں پڑی؟ اسلام کے سپاہی نے جواب دیا کہ لڑکیوں اور عورتوں کو تو کوٹھوں پر بٹھا دیا گیا تھا، پھر ہماری گردن عمارتوں کو دیکھنے کے لئے کیسے اٹھتی! ہم نیچی نگاہ کئے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف نکل گئے، اس سے اندازہ نہ ہو سکا کہ عمارتیں کس شان کی ہیں، یہ سن کر فلسطینی سردار کو بے ساختہ اقرار کرنا پڑا کہ جس قوم کی پاکدامنی اور بلند اخلاقی کا یہ حال ہو اسی کا حق ہے کہ دنیا پر جہانبانی اور فرماں روائی کرے۔

وہ ہے عہد تہذیب کا حادثہ اور یہ ہے عہد جہالت کا واقعہ، اسلام کا سپاہی ہی شخص بن سکتا ہے جس کا اخلاق اس درجہ بلند اور مضبوط ہو کہ حسن کا کوئی تیر نفسانی جذبات کا کوئی وار خود غرضی اور انانیت کی کوئی فسوں کاری ان پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

سبیل کوثر

بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ

اہل حرمین شریفین کی امداد و دستگیری

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لئے امدادی رقوم

خداوند کریم کا شکر و احسان ہے کہ وہ خادمان دار العلوم حرم سے متعدد کام لے رہا ہے، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کو ملک کے مختلف مقامات سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعض خاص اصحاب اور عام غربا و مساکین یا بیوگان و یتامیٰ اور دوسرے امور خیر کے لئے حسب ذیل رقوم محرم الحرام ۱۳۶۳ھ میں وصول ہوئی ہیں، یہ ایک نیک کام کی توفیق ہے جو دار العلوم حرم کی اہل خدمت کے ساتھ ہمارے حصہ میں آئی ہے، یہ رقوم مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو معطیان کی ہدایت کے مطابق مستحقین تک پہنچانے کے لئے بھیج دی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ؎

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

نمبر شمار	نام نامی	رقم	نمبر شمار	نام نامی	رقم
۱	جناب الحاج محمد سعید صاحب کانپور	صہ	۵	جناب شاہ محمد صاحب کوٹ نظام الدین	ماصہ
۲	محترمہ بیگم صاحبہ کیپٹن ڈاکٹر سید محمد اجمل حسین صاحب۔ کرنال	سہ	۶	مسلمانان باندا مرسلہ خان بہادر ایس ایم زمان صاحب۔ باندا۔	مدصہ
۳	جناب عنایت اللہ صاحب سیالکوٹ سٹی	۸عہ	۷	جناب محمد عبد المجید صاحب بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب شملہ	عہ/
۴	” حافظ جمیل احمد صاحب بتوسط جناب مولانا افتخار احمد صاحب فریدی مراد آباد	۸عہ/	۸	جناب الحاج حکیم سید عزیز الحسن صاحب دیولالی	للعہ

نمبر شمار	نام نامی	رقم
۹	جناب ظہور الحسن صاحب ۔ سرہند	صعہ
۱۰	" حاجی شیخ محمود علی صاحب ۔ سیوہارہ	عسہ
۱۱	" حاجی محمد عمر صاحب عثمانی ۔ پانی پت	للعہ ر
۱۲	محترمہ بیگم صاحبہ جناب شاہ منیر عالم صاحب مرحوم ۔ قنوج ۔	ے ر
۱۳	منجانب اہلیہ صاحبہ جناب شیخ مسیح الدین احمد صاحب بموضع سیلانی	صہ ر
۱۴	جناب صوبیدار عبد القادر صاحب لاڑکانہ	للعہ
۱۵	" محمد یوسف صاحب پنشنر گورکھپور	صہ
۱۶	" حاجی غلام رسول صاحب کانپور	ما ر
۱۷	جناب منشی عبد الرحیم صاحب مظفر نگر	ما ر
۱۸	" سیٹھ آئی ۔ ای منشی صاحب اینڈ سنز افریقہ بتوسط جناب مولانا احمد ابراہیم بزرگ صاحب سملکی	مالعہ ۱۴ ر
۱۹	جناب سیٹھ محمود ابراہیم منشی صاحب بتوسط " افریقہ	صہ ۱۰ ر
۲۰	" سیٹھ حاجی حسن سلیمان پٹیل صاحب " "	مالہ ۴ ر
۲۱	" سیٹھ حاجی یعقوب سلیمان سوجہہ صاحب " "	صہ ۱۰ ر
۲۲	" سیٹھ حسن محمد ٹالیا صاحب " "	لعہ ۶ ر
۲۳	" سیٹھ ابراہیم یعقوب جی صاحب " "	عہ ۲ ر
۲۴	" سیٹھ عبد الصمد ای ڈوکرات صاحب " "	عہ ۲ ر
۲۵	" سیٹھ محمود فقیر پانڈور صاحب " "	صامعہ ۸ ر
۲۶	" حکیم حاجی عبد الحمید صاحب ۔ دہلی	صعہ

میزان ۱۵۶۲ الصمابہ ۸ ر

یورپ پر اسلام کا علمی احسان

عرب پروفیسر یورپ کی یونیورسٹیوں میں

پوپ سلوسٹر اور رچرڈ دوم کے مسلمان اتالیق

یہ ایک دل چسپ حقیقت ہے کہ حروب صلیبیہ کے دور میں ایک طرف مشرق و مغرب دو متقابل سمتوں میں صف آرا تھے، عیسائی اور مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا کر داد شجاعت دے رہے تھے، دوسری طرف یورپ کی تاریک فضا اسلامی انوار و برکات سے روشن و فیض یاب ہو رہی تھی، ایک طرف مسلمانوں کے خلاف "خدا کی مرضی" یہ تھی کہ ان کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے اور سارا یورپ ارض مقدس پر امنڈ پڑے، دوسری طرف مشیت الٰہی مغربی اقوام کو اسلامی تہذیب و معاشرت، اسلامی علوم و فنون اور اسلامی نظریات و افکار کے قبول کرنے کے لئے تیار کر رہی تھی، یورپ کے اہل قلم متفق الرائے ہیں کہ حروب صلیبیہ کا دور ہی وہ دور تھا جس نے مغرب کے لئے نشاۃ ثانیہ کی داغ بیل ڈالی، اور ان کے دماغ اسلامی علوم سے منور ہوتے، اگر یورپ میں چرچ کے زیر اثر ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ علم کی ہر شاخ مثلاً طب، تاریخ، جغرافیہ اور فلسفہ اہل یورپ ہی کی ایجاد ہے، لیکن اس دعوے کی بنیاد پادریوں کے تعصب پر ہے، مگر جن لوگوں کا دامن تعصب جانبداری سے پاک ہے انہیں اعتراف ہے کہ مسلمان ماضی کے رمز شناس، مستقبل کے امانت دار اور علم و حکمت کے امام تھے، نیز عصر حاضر کا یورپ ان ہی سے فیض یاب ہو کر اپنے موجودہ مرتبہ کو پہنچا ہے۔

عربوں کا شاگرد پوپ سلوسٹر: عرب اور یورپین اقوام کے تصادم کا آغاز جس نے مشرقی اور مغربی اقوام کی تاریخ میں ایک نئے باب کا افتتاح کیا، اس وقت سے ہوا جب کہ عربوں نے شام اور مصر کی طرف فاتحانہ پیش قدمی شروع کی، عربوں نے

نے اسپین اور پرتگال پر اسلامی پرچم لہرا کر یورپ کو مادی نقصان پہنچایا، مگر ساتھ ہی اس پر علم و حکمت کی راہیں بھی کھول دیں، دوسری، تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں بنی امیہ کی سلطنت اسپین میں بابر آبنیادوں پر قائم ہوئی اور اس کا شاندار نتیجہ یہ نکلا کہ مغربی عیسائیوں اور عرب حکمرانوں کے مابین بہتر تعلقات اور دوستی کا رشتہ قائم ہوگیا، اور جب عربوں کے قدم سسلی (صقلیہ) میں پہنچے اور روم امپائر کا جنوبی حصہ عربی اور اسلامی تہذیب سے متأثر ہوا تو یہ رشتہ اور بھی زیادہ مستحکم ہوگیا۔

صلیبی جنگوں کے بہت سے سورما عربی زبان کے ماہر تھے۔ اور جب مسلمانوں سے ان کو اختلاط کا براہ راست موقع ملا تو انہیں اسلامی تہذیب کی عظمت کے سامنے گردن جھکانی پڑی، اسپین کی اسلامی یونیورسٹیاں ہر طالب علم کے لئے خود مختار آبادیاں تھیں، یورپ کے طلبائے وہاں جاکر اور مسلمان پروفیسروں کے سامنے زانوئے ادب طے کر کے علم کی پیاس بجھائی، اور اسلامی تہذیب و علوم سے انہیں براہ راست واقفیت کا موقع ملا، پوپ سلوسٹر دوم جو ۹۹۹ء میں تخت پاپائیت پر جلوہ افروز ہوا، وہ اسپین کے عربوں ہی کا شاگرد تھا، اس نے قرطبہ (کارڈوا) اور ویلنشیا کی اسلامی یونیورسٹیوں میں حساب، علم ہیئت اور جغرافیہ کی تعلیم پائی، علم و حکمت کے تاج سے مزین ہو کر کیتھولک دنیا کا روحانی فرماں روا بنا۔

یورپ کی ذہنی تشکیل میں عربی زبان کا اثر

والٹیر کا بیان ہے کہ اُس زمانہ میں یورپ کے بادشاہ عرب اطبا اور ان کے شاگرد یہودیوں کو شاہی طبیب کی حیثیت سے اپنے پاس رکھتے تھے، اسپین اور اس کے مضافات کے عیسائی بڑی محنت سے عربی زبان میں قابلیت پیدا کرتے تھے، تاکہ انہیں عرب امپائر میں ملازمت کی جگہ مل جائے، اور مشرق قریب سے ان کے تجارتی تعلقات قائم ہو جائیں، کیونکہ اس وقت مشرق قریب کا کل علاقہ عربوں کے زیر نگین تھا۔

دسویں صدی عیسوی میں سسلی، اسپین، افریقہ اور ایشیا میں عیسائی مشن فیل ہو چکا تھا، اور عیسائی چاہتے تھے کہ عرب میں جاکر طبع آزمائی کریں، اس مقصد کے لئے پاپائے روم نے حکم کو راہبوں کی جماعت کی نئے طرز پر تنظیم کی گئی، پوپ کو یقین تھا کہ جب تک عیسائی مشنری عبرانی اور عربی زبان میں مہارت پیدا نہ کرلے گی انہیں مسلمانوں میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ۱۳۱۱ء میں پوپ کلیمنٹ چہارم نے

ویانا میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ فرانس، اٹلی، اسپین اور انگلستان کی یونیورسٹیوں
میں عربی اور عبرانی زبانوں کی باقاعدہ تعلیم دی جائے، چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق عمل کیا گیا اور عربی
زبان مغربی دماغ کی تنویر کا باعث بنی۔

سنہ ۱۲۲۰ء میں مونٹ پلیئر میں ایک میڈیکل کالج کھولا گیا اور اس میں
یورپ کے میڈیکل کالج میں عرب پروفیسر: تعلیم دینے کے لئے اسپین سے عرب پروفیسر بلائے گئے انہوں
نے اس درس گاہ میں یورپین طلبا کو عربی زبان میں نفسیات (سائکالوجی)، اور فلسفۂ طب کی تعلیم دی
اور مشاہدہ وتجربہ کی بنیاد پر ان فنون کی تہذیب وتدوین کی، وسط یورپ میں جو پہلی یونیورسٹی قائم
ہوئی وہ کراکو (پولینڈ) کی یونیورسٹی تھی جس کا افتتاح سنہ ۱۳۶۴ء میں ہوا، کچھ دنوں کے بعد دوسری یونیورسٹی
کے قیام کا شرف ویانا کو حاصل ہوا، جب یورپ میں متعدد یونیورسٹیاں قائم ہوچکیں تو ان میں تعلیم
کا ذریعہ عربی زبان کو قرار دیا گیا، اور علامہ ابن رشد اندلسی، ابن سینا، علامہ رازی اور ابن ظہیر کی
بلند پایہ تصنیفات نصاب میں داخل کی گئیں۔

حکمائے اسلام کی تحقیقات سے جب یورپ کے دماغ روشن ہوئے تو پادریوں کو دماغی انتشار
لاحق ہوا، اور انہوں نے اسلامی تصنیفات کے خلاف طوفان بپا کرنے کی پوری کوشش کی، ان کا
خیال تھا کہ حکمائے اسلام کی تصنیفات عیسائی مذہب کی اشاعت میں زبردست روک ہیں اور انہیں
پڑھ کر کوئی شخص چرچ کے عقائد اور نظریات پر قائم نہیں رہ سکتا، مگر ان مخالفانہ دست درازیوں کا
کوئی اثر مغربی طلبا پر نہ ہوا۔ اور وہ بدستور اسلامی سرچشموں سے اپنے علم کی پیاس بجھاتے رہے۔

اٹلی کے شاہی خاندان نے بھی عربی زبان سے اپنی دلچسپی ظاہر کی اور متعدد
ادریسی اور رچرڈ دوم: عربوں کو عزت واحترام کے ساتھ اپنے درباروں میں اتالیق کی حیثیت سے
مقرر کیا، چنانچہ سسلی کا رچرڈ دوم عربی تعلیم اور عربی علوم کا عاشق تھا، اور اس سلسلہ میں اس نے عربی
لٹریچر کی بڑی قدر افزائی کی، یہ وہی بادشاہ ہے جسے ادریسی نے اس کرہ کی پیش کش کی تھی جس پر سمندر
دریا، پہاڑ اور مختلف ممالک کے نقشے کندہ تھے، علاوہ ازیں ادریسی نے جغرافیہ میں اپنی شہرہ آفاق کتاب
"نزہت المشتاق فی اختراق الآفاق" تصنیف کرکے اس بادشاہ کے نام معنون کی تھی، ادریسی نے رچرڈ دوم
کے عدل وانصاف کی بہت تعریف کی ہے۔ صفدی نے "الوافی بالوفیات" میں رچرڈ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

"بادشاہ نے اپنے دربار میں ادریسی کو طلب کیا اور کہا کہ میں دنیا کو دیکھنا چاہتا ہوں، مجھے کتابوں کی تفصیلات پر کوئی اطمینان نہیں ہے، یہ سن کر ادریسی نے بادشاہ کو ایک مشورہ دیا اور اس کے مطابق بادشاہ نے علماء کی ایک جماعت کو دنیا کے اطراف میں روانہ کردیا، ہر عالم کے ساتھ ایک نقشہ نویس بھی بھیجا گیا، تاکہ ماہرین کو دنیا کا خاکہ تیار کرنے میں سہولت رہے، چنانچہ زمین کے چپہ چپہ کا نقشہ اس طرح تیار ہوا اور مشاہدات کا کل سرمایہ ادریسی کے حوالہ کر دیا گیا، ادریسی نے اسے سلیقہ اور مہارت کے ساتھ ترتیب دیا اور شاہ رچرڈ کی دیرینہ آرزو ان کے ذریعہ پوری ہوئی"۔

اسی کتاب میں صفدی مزید بیان کرتا ہے کہ رچرڈ ادریسی کا خاص طور پر احترام کرتا تھا، اسے اس کے ساتھ بے انتہا محبت تھی، اور اس کی اجازت تھی کہ ادریسی پوری شان کے ساتھ دربار میں جس وقت چاہے آئے، اور تخت پر بادشاہ کی جگہ بیٹھ جائے، ساری عمر محبت اور تعلق کا یہ رشتہ قائم رہا، اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں کبھی خلل واقع نہ ہوا۔

یورپ کا پریس اور عربی کتابیں:- رومن امپائر کے دوسرے رؤسا، اور بادشاہوں کو بھی عربی لٹریچر سے خاص انسیت تھی، فریڈرک دوم جو چھٹی جنگ صلیبی کا کمانڈر انچیف تھا، عربی زبان کا بڑا ماہر تھا۔

پریس کی ایجاد کے بعد علم دوست اطالویوں نے عربی کتابیں کثرت کے ساتھ چھاپیں، سب سے پہلا پرنٹنگ پریس جو ۱۵۲۴ء میں رونیا میں (یہ ساحل ایڈریاٹک پر واقع ہے) قائم ہوا، اس میں قرآن شریف اور طب وحکمت کی دوسری کتابیں پہلی بار چھاپی گئیں۔

اس زمانہ میں اٹلی کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں اساتذہ کی اکثریت عرب پروفیسروں پر مشتمل تھی، مختصر یہ کہ یورپ میں صرف اٹلی ہی وہ ملک تھا جس نے عربی زبان اور عربی لٹریچر کی قدر وقیمت کو پہچانا، اور اس سے بے شمار فوائد حاصل کئے، بہت سی عربی کتابوں کے ترجمے لاطینی میں اور لاطینی کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں کئے گئے۔

اٹلی کے ایک زبردست عالم پروفیسر گرینیا نے ستر سے زیادہ عربی کتابوں کے ترجمے لاطینی زبان میں کئے، جو اب تک ویٹیکان لائبریری کی الماریوں میں محفوظ ہیں، اگرچہ اصل عربی کتابوں کا اب کوئی سراغ نہیں ملتا، لیکن لاطینی ترجموں ہی سے پتہ چل سکتا ہے کہ وہ کس پایہ کی نادر اور بے مثال کتابیں تھیں۔

۱۵۸۵ء میں پوپ گرگوری ہشتم نے روم میں پادریوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک اسکول قائم کیا جس کے ذریعہ عربی زبان کی زبردست جذبہ بت ہوئی، اور عربی لٹریچر اٹلی کے اعلیٰ طبقات میں وسعت کے ساتھ پھیل گیا، اس اسکول کے تین طالب علموں گاسیل، اراہن اور سمائی نے بہت سی عربی کتابیں لاطینی میں ترجمہ کیں اور ان کی اشاعت میں پُرزور حصہ لیا۔

یورپ میں عربی کتب خانے:۔ چودھویں صدی کے آغاز ہی میں یورپ کے اہل علم نے مشرق سے عربی کتابیں خریدنی شروع کردی تھیں، لوئیس شاہ فرانس نے صلیبی سورماؤں سے سنا تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے پاس کتابوں کے بہت بڑے ذخیرے موجود ہیں، وہ ہر فن کی کتابوں کو سلیقہ کے ساتھ علیحدہ علیحدہ الماریوں میں رکھتے ہیں اور فرصت کے اوقات میں ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ لوئیس نے چاہا کہ وہ بھی شاہان اسلام کی ہمسری کرے، چنانچہ اس نے بھی عربی زبان کی ہزاروں کتابیں جمع کیں اور فرانس کے علماء کو ان سے استفادہ کا موقع دیا، یہ مسلمان بادشاہ ہی تھے جنہوں نے عیسائی بادشاہوں کو کتابوں کے جمع کرنے کا شائق بنایا اور اسلام کی اعلیٰ تہذیب سے ان کی معاشرت و تہذیب میں شائستگی پیدا ہوئی۔

لوئیس شانزدہم نے آسٹریلیا کے ایک صاحب علم کو عربی کتابوں کی خریداری پر مامور کیا اور پندرھویں صدی کے وسط تک تقریباً ڈھائی لاکھ کتابیں جمع کرکے یورپ کی مختلف لائبریریوں میں پہنچا دی گئیں۔ عربی کتابوں کی عظیم الشان لائبریریاں لینن گراڈ، برلن، پیرس، لندن، لپزگ، موینخ، ویانا، آکسفورڈ، کیمبرج، ایڈنبرگ، ڈبلن، نیویارک، شکاگو، کیلیفورنیا وغیرہ شہروں میں قائم ہیں اور اب بھی مشرق کے علمی ذخیرے برابر یورپ کی لائبریریوں میں منتقل ہو رہے ہیں۔

"حج بدل"۔ خدا کے وہ نیک اور برگزیدہ بندے جن کی روحیں ہمیشہ حصول ثواب کے لئے بے چین رہتی ہیں، ان نیک فطرت بندوں میں ہمارے محترم معاون منشی شیخ مسیح الدین احمد صاحب موضع سیلابی ہیں، آپ نے ۱۳۶۲ھ میں دو حج بدل کی رقم سو روپیہ بھیجنے کی خواہش ظاہر کی تھی، جو دفتر میں بعد از وقت پہنچی اور وقت گذر جانے کی وجہ سے مجبوری کا اظہار کیا گیا، گذشتہ ماہ آپ بذات خود دفتر میں تشریف لائے اور وہ سو روپیہ کی رقم سال ۱۳۶۳ھ کے حج بدل کے لئے باصرار لطفاً امانت محفوظ کرا گئے، یہ شان صرف ان ہی نیک بندوں کی ہو سکتی ہے جن کے توفیق خیر شریک حال رہتی ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

موجِ کوثر

بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کے لئے ایصال ثواب

اپنے جانے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں
اپنے خاندان کے مرحومین کے لئے مکہ میں کعبہ کے زیر سایہ ایصال ثواب کیجئے۔
یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔
آپ جو روپیہ ہندوستان میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کر کے ایک لاکھ گنا ثواب
حاصل کر سکتے ہیں۔

اس مد کی آمدنی وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے۔

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقم
۱	بہ ارواح شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین	جناب شاہ غیاث عالم صاحب قنوج	عـہ
۲	بہ ارواح امامین رضوان اللہ علیہم اجمعین	" چوہدری شیخ ناظر حسن صاحب جالا پور	عـہ
۳	بروح پاک سرکار دو عالم صلعم، بہ ارواح امامین علیہ و شہدائے کربلا رضو	" سید اقبال شاہ صاحب، معرفت حاجی طفیل احمد صاحب شملہ۔	سے ر
۴	بروح مولوی شرافت اللہ صاحب مرحوم	" سید محمد ظہور الدین صاحب گورکھپور	صعـہ
۵	بہ ارواح پاک سرکار دو عالم صلعم و ازواج عـہ		

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقم
	سطہرات رضؓ ۔ وبہ ارواح جملہ صحابہ کرام رضؓ وبہ ارواح جملہ اولیائے وعلمائے عظام وبہ ارواح والدین، دادا، دادی نانا، نانی مرحومین خود	جناب منشی عبدالرحیم صاحب ۔ مظفرنگر	صہ
۶	بروح والدہ صاحبہ مرحومہ خود	" مولانا مولوی محمد حمید الدین صاحب صدیقی جالندھری حجھانوی	معہ/
۷	بروح والد صاحب مرحوم خود	و اہلیہ صاحبہ و محمد حسن الدین صاحب و صاحبزادگان مولوی صاحب موصوف	
۸	" چودھری جمو صاحب انصاری مرحوم والد خود	" حافظ شیخ فیاض علی صاحب انصاری منگلور	صہ/
۹	" محترمہ شمس النسا بیگم صاحبہ مرحومہ	" حاجی طفیل احمد صاحب "	عصہ/
۱۰	" "	محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ "	عصہ/
۱۱	" والد صاحب مرحوم خود	جناب مستری ابراہیم صاحب رڑکی	عصہ/
۱۲	بروح پاک سرور کونین صلعم	" شیخ امام الدین صاحب بخارہ وار دھال رڑکی	صہ/
۱۳	بہ ارواح جمیع مسلمانان و مسلمات	" خان صاحب حاجی عبدالرحمن صاحب "	ہے/
۱۴	" " " "	" محمد اللہ رکھا صاحب قصاب "	صہ/
۱۵	" " "	" ظہور علی خاں صاحب ریاست رام پور	صہ
۱۶	بہ روح حضرت مسلم رضؓ	" محمد صدیق، محمد اسحٰق، محمد رحمت اللہ، محمد یٰسین محمد عمر صاحبان و جملہ اہل خاندان محمد صدیق صاحب ۔ رڑکی	صہ/
۱۷	"	" شاہ نواب احمد صاحب صابری، پیران کلیر شریف	صہ/
۱۸	بروح والدہ صاحبہ مرحومہ	" مولوی عبدالماجد صاحب بنارس چھاونی	للعہ
۱۹	" عبدالاحد صاحب مرحوم	" شیخ عابد حسین صاحب صدیقی ۔ موضع انوایاں	عہ

مسلمانوں کے انحطاط کا اثر

ذیل میں فضیلۃ الاستاذ مولانا محمد سلیم صاحب کی وہ تقریر درج کی جارہی ہے جو ممدوح نے ہسٹاریکل سوسائٹی عربک کالج دہلی کے زیر اہتمام اسلامی ہفتہ کے موقع پر ۲۱ جنوری ۱۹۴۴ء کو تعلیم یافتہ نوجوانوں اور عام معزز حاضرین کے سامنے فرمائی تھی۔ یہ تقریر مسلمانوں کی ترقی و انحطاط کے ڈیڑھ ہزار سالہ دور پر حاوی ہے جس میں اسلام کے اساسی انقلاب، اس کے ہمہ گیر اثرات اور مسلمانوں کے نفسیاتی مزاج کا تجزیہ کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ ترقی اور پیش روی کے بعد امت اسلامیہ کے عقلی، روحی اور مادی انحطاط کی علت العلل کیا ہے، اور موجودہ دور کی اسلامی رفتار کا رخ کس طرف ہے۔ تقریر کی معنویت، الفاظ کی جوہریت، نتائج کی صحت اور مقصد کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ قارئین کرام نظر اعتبار سے سطور ذیل کا بغور مطالعہ فرمائیں۔

مدیر

منشاء قدرت کے مطابق ملت اسلامیہ کا ظہور ہوا، اسلام اپنی پُر صداقت تعلیم اور سراپا ہدایت دستور کے ساتھ دنیا میں آیا، یہ انسان اور انسانیت کے نام ایک خدائی پیغام تھا، جو ایک محفوظ کتاب کی صورت میں آج سے تیرہ سو برس پہلے اُس وقت دنیا کو سنایا گیا اور سمجھایا گیا جب کہ تمام دنیا انسانیت سے عاری، رحمت و شفقت سے دور، عدل و انصاف سے ناآشنا، علم و معرفت سے بے خبر، اخوت و مساوات سے ناواقف تھی

اسلام بنی نوع انسان کے لئے خدا کا بنایا ہوا ناقابل تبدیل قانون ہے۔ اسی قانون کی بنیاد پر دنیا از سر نو مرتب ہوئی اور بھٹکے ہوئے انسان راہ راست پر آئے، اس جدید تشکیل کا ابتدائی اثر یہ تھا کہ اسلام سب سے پہلے دلوں میں بسا اور دماغوں میں سمایا۔

اسلام کا موضوع انسان ہے اور اس کا مطمح نظر تمام دنیا، مقصد اور موضوع کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام نے تکمیل انسانیت کے لئے بنیادی طور پر سب سے پہلے دنیا کا عقیدہ درست کیا اور

سب کو مرکز توحید پر جمع کر دیا، اس طرح عبد و معبود کا جو تعلق منقطع ہو چکا تھا وہ دوبارہ پورے استحکام و مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گیا، اصلاح عقیدہ کے بعد اعلان بندگی کے لئے عبادت کی تعلیم دی گئی تاکہ جوارح و اعضا دل و دماغ کے اشاروں پر کام کرتے رہیں۔ اور پاکی و نیکوکاری کے مدارج طے ہوتے رہیں۔

عقیدہ اور عبادت کا براہ راست تعلق چونکہ مرکز توحید سے ہے اس لئے مرکز سے قرب و اتصال کے لئے اصلاح و تزکیۂ نفس کی ضرورت تھی، اسلام نے یہ اہم ضرورت نظام اخلاق کے ذریعہ پوری کی، اسلام کا نظریۂ اخلاق نہ افادی ہے اور نہ ضمیری بلکہ تخلقوا باخلاق اللہ ہے، اللہ کے اخلاق سے بہتر انسان کے لئے کوئی معیار اخلاق نہیں ہو سکتا، دنیا میں جتنے اخلاقی نظریے موجود ہیں ان میں سب سے زیادہ مکمل و جامع صرف اسلام کا نظریۂ اخلاق ہے، جس کی بنیاد نیت، ذریعہ اور نتیجہ پر ہے، ان تینوں بنیادی چیزوں پر اسلامی اخلاق کا مدار ہے، اسلام نے اخلاق کے ان عناصر کی پوری پوری تفصیل دنیا کے سامنے رکھ دی ہے اور محض اس لئے کہ انسان کی کوئی حرکت و عمل اخلاقی دائرہ سے باہر نہ ہو، جب نیت صحیح اور درست ہو گی، ذریعہ پاک اور بہتر ہو گا تو یقینی طور پر نتیجہ کے کامیاب ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

عقیدہ و عبادت اور اخلاق کی اصلاح کے ساتھ اسلام نے اجتماعی زندگی کی اصلاح کے لئے معاملہ اور معاشرت کی تعلیم دی اور باہمی تعامل کے اصول کو یہاں تک اہمیت دی کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو، الدین المعاملة۔ حسن معاشرت حسن معاملہ اور حقوق کی حفاظت کو آپ نے پورا دین فرمایا ہے، اسلام نے حسن تعامل کی جو راہیں معین کی ہیں اس سے مقصد عملی نظام کو استوار بنیادوں پر قائم کرنا اور انسانوں کے تمام باہمی تعلقات کو منظم شکل میں رکھنا ہے۔ اس خشک تمہید سے مجھے یہ بتانا ہے کہ اسلام نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تنظیم میں کوئی کمی نہیں رکھی زندگی کا ہر گوشہ اور عمل کا ہر شعبہ مکمل صورت سے دنیا کے سامنے رکھ دیا گیا، اور مسلمان مذہبی، دینی، اخلاقی اور اجتماعی حیثیت سے

جعلناکم امة وسطا لتکونوا شھداء علی الناس۔ ہم نے تم کو ایک جماعت بنادی ہے، جو ہر اعتبار سے اعتدال پر ہے، تاکہ لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ رہو۔

کا عملی نمونہ بن کر دنیا کے سامنے آئے، امۃً وسطاً یہ مسلمانوں کا مقام ہے - جس میں وہ شہداء علی الناس کی حیثیت سے دنیا کی امن وسلامتی نظم ونسق کے ذمہ دار ہیں، اور انسانی جماعت میں اعتدال ومساوات قائم رکھنا ان کا کام ہے -

دنیا کو ایک برگزیدہ اور خدارسیدہ جماعت کی ضرورت تھی تاکہ اس کی قیادت میں اعتدال وتوازن کے ساتھ دنیا اپنی منزلیں طے کرتی ہوئی آگے بڑھتی رہے، یہ ضرورت صرف اس لئے تھی کہ اسلام سے قبل روح انسانی پر افسردگی طاری ہوچکی تھی، اور تاریخ عالم رک گئی تھی، تازہ روح اور نئی سمت کے لئے دنیا بے تاب تھی، اسلام نے تازہ روح پھونکی، نظم حیات کی نئی راہیں پیدا کیں اور تاریخ عالم کے لئے نئی سمت مہیا کردی جس کی طرف دنیا تیز گامی سے بڑھی، اور عقلائے عالم کو ماننا پڑا کہ اسلام میں انسانیت کا مفہوم اور انسانی وحدت ومساوات کی بنیاد توحید پر قائم ہے، ورنہ تثلیث کی دنیا میں آج بھی کالے اور گورے کا فرق آپ کے سامنے ہے، برہمن چھتری ویش اور شودر کی تفریق لاتعداد خداؤں کا ایک کرشمہ ہے، دنیا نے نہ صرف وحدت کا سبق اسلام سے سیکھا، بلکہ دوسرے مذاہب نے اسلام کی صحیح ہدایت وتعلیم اور جامع احکامات کی روشنی میں اپنے مذاہب کو درست کیا اور اپنے مذہبی فرسودہ رسوم وعادات اور خیالات کی اصلاح کی، اچھوتوں سے آج ہمدردانہ سلوک کا جذبہ اسلام کی برکت ہے ستی کی رسم کو فنا کرنا اسلام کی رحمت ہے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا جو اس زمانہ کی قوموں میں رائج تھا، اس ظالمانہ اقدام کو اسلام نے مٹایا، نکاح بیوگان اسلام کا ایک ممتاز حکم ہے، جسے صدیوں کے بعد آج دنیا کو ماننا پڑا، دنیا جس قدر آگے بڑھتی رہے گی اور ترقی کے مدارج طے کرتی رہے گی اسی قدر وہ اسلام اور فطرت انسانی کے مطابق اس کے احکامات سے قریب تر ہوتی جائے گی، اس لئے کہ اسلام ہی وہ ہمہ گیر مذہب ہے جو نہ صرف انسانوں کا محافظ ہے بلکہ پوری کائنات کی حفاظت کے مستقل دفعات واحکامات اس کے قانون میں موجود ہیں، یہاں تک کہ جانوروں میں کتے، بلی اور چڑیا کے لئے، پانی اور ہوا کے لئے، پھل دار اور سایہ دار درخت کے لئے، اس سے بھی زیادہ گھاس، ہڈی، کوئلہ اور جانوروں

کی لید کے متعلق آپ کو قانون اسلام میں ہدایات ملیں گی۔

الخلق عیال اللہ کا مستحکم اصول کسی مذہب نے عملاً دنیا کے سامنے اس طرح پیش نہیں کیا،

یہ صرف اسلام کی رحمت و برکت ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کو محیط ہے ۔

اسلام نے وحدت انسانیت کے ساتھ وحدت عمل کی بھی تعلیم دی، وحدت عمل سے مقصد دین و دنیا میں ہم آہنگی پیدا کرنا ہے ، اسلام سے پہلے دنیا کے سامنے دین و دنیا کا کوئی خاص مفہوم نہ تھا، اسلام نے دونوں کے حدود معین کر کے اُن کو ایک کیا، اور مسلمان کے دین و دنیا میں کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رکھا، اسی کا عملی نتیجہ تھا کہ تاریخ اسلام کے عہد زریں میں مسجد کا ممبر اور تخت سلطنت دو چیزیں نہ تھیں، عمامہ اور تاج شاہی میں کوئی فرق نہ تھا، یہ تھی اسلام کی وہ تعلیم جس کی بدولت مسلمانوں کو دنیا میں عروج و سربلندی نصیب ہوئی، اور وہ دنیا میں رہنے، دنیا کو آباد کرنے کے قابل بنے اور بنی نوع انسان کو راہ راست پر لانے کے لئے خدا کی طرف سے مامور ہوئے ۔

دنیا عالم اسباب ہے، مسلمان جب تک خدا کے مقصد کو پورا کرتے رہے ، نہ صرف اپنے ارادوں میں کامیاب رہے ، بلکہ دنیا کا نقطۂ اعتدال اپنی جگہ قائم رہا۔ اس کے بعد وہ دور بھی آیا جس میں مسلمان اسلام کی صحیح تعلیم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے قاصر ہوتے چلے گئے ، عقیدہ میں کمزوری پیدا ہونے لگی، عبادت کا حقیقی مقصد فوت ہو گیا، اور عبادت ایک عادت یا رسم یا فن بن کر رہ گئی اخلاق سے ناآشنا ہو گئے ، اس لئے کہ ارادہ اور عمل کی بنیاد نیت نہ رہی، ذرائع کی بہتری سے بحث کیا، پھر نتائج قرین مقصد کس طرح پیدا ہوتے، شک و شبہ کی گنجائش ہو تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے کہ آج مسلمان سب سے زیادہ بے اصول و بے مقصد اور بد اخلاق ہیں، میرے ایک معزز دوست اس جنگ سے پہلے اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مکہ معظمہ سے ترکی اور روس گئے ، روس میں قیام کے بعد واپسی کا ارادہ کیا، ملکی قانون کے مطابق بندرگاہ کے کسی بڑے پولیس افسر سے ان کو اپنے پاسپورٹ پر دستخط کرانے ضروری تھے جس کا ایک معین وقت تھا، میرے دوست پاسپورٹ پر دستخط کرانے کیلئے اپنی لاعلمی کی وجہ سے غیر وقت میں پہنچے، اردلی پولیس افسر نے معذرت کرتے ہوئے اُن سے کہا کہ کل آپ معین وقت پر آیئے، وقت کی تنگی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے یہ خیال کیا کہ

روسی افسر کچھ لینے کے لئے وقت کا بہانہ کر رہا ہے اور چپکے سے ایک روسی اشرفی نذر کی، اُن کی اس حرکت سے روسی افسر نے کسی قدر حیرت کے ساتھ ان کی طرف دیکھتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں اُن سے کہا کہ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں مسلمان نہیں ہوں"۔ میرے دوست کا بیان ہے کہ پولیس افسر کے اس جواب کے بعد مجھ میں اتنی ہمت نہ رہی کہ کمرہ سے باہر آسکوں، ہونے کے لئے یہ ایک معمولی واقعہ ہے، مگر سمجھنے کے لئے بہت کچھ۔

آج مسلمان اخلاق کے اس تنزل اور عام پستی کے بعد اجتماعی حیثیت سے دنیا میں رہنے کے قابل نہیں، بدمعاملگی ایک عادت ثانیہ بن چکی ہے، جس قوم کو دنیا میں وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنہ کا حکم دیا گیا تھا وہ خود اندرونی طور پر برسرپیکار ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ دست وگریباں، مسلمان دورِ انحطاط میں اسلام کی تعلیم وہدایت کے چاروں بنیادی عناصر میں توازن قائم نہ رکھ سکے، جس کا کھلا ہوا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان جہاد واجتہاد، تبلیغ وعمل کے میدان سے ہٹ گئے، اور دوسروں نے اُن کو روندنا شروع کر دیا، مجھے مسلمانوں کے دورِ انحطاط پر عام تبصرہ کرنا نہیں، صرف یہ دکھانا ہے کہ جو ملت، مصلح وہادی بن کر آئی تھی جس سے دنیا نے بہت کچھ سیکھا اور جس کی سچی تعلیم کا لازوال سرمایۂ ہدایت ہمیشہ باقی اور قائم رہے گا، جس کے قبضہ میں دنیا کا نظم ونسق دیا گیا تھا، جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں کتاب الٰہی تھی وہ آج بے دست وپا، بے کس ولاچار ہے۔

انحطاط وتنزل کے اس دور میں اسلامی احکامات وحقائق اپنے اصلی مقصد سے اس حد تک دور ہو چکے ہیں کہ مسلمان عملاً دین ودنیا میں فرق وامتیاز پیدا کرتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ہر کام اور ہر چیز میں اللہ کا مقصد پیش نظر رہنا چاہیئے، یہ اس دور کا ایک خاص اثر ہے، ہماری اجتماعی زندگی اور متحدہ عالمگیر اخوت پر اس دور کا جو تکلیف دہ اثر پڑ رہا ہے اور یہ ناگوار اثر وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اس کا احساس ہر مسلمان کا فرض ہے، اسلامی اقوام وممالک دوسروں کے لئے لقمۂ تر ہیں۔ عام حالت کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مصر قدیم وجدید یا دقیانوسیت

وتجدد کی کشاکش میں گرفتار ہے، صحرائے افریقہ جہاں سنوسیوں کے جہاد سے اسلام کا کلمہ بلند تھا سنوسی تحریک کو فنا کرنے کے بعد مسیحیت کی تبلیغ وہاں پورے زور شور سے جاری ہے مسلمانوں کو غفلت میں رکھنے کے لئے افریقہ میں اسلام کی روزافزوں ترقی سے یورپ اپنے آپ کو خوفزدہ اور پریشان دکھا رہا ہے، جو محض دھوکہ اور فریب ہے، مغرب والجزائر کی حالت اس سے بھی بدتر ہے، عراق جہاں بغداد اسلامی تہذیب وتمدن کا مرکز رہ چکا ہے آج بری طرح مغربیت کے سیلاب میں بہہ رہا ہے شام جس کا دارالسلطنت دمشق اسلامی علم وعرفان کا مرکز تھا اب صبح وشام کا مہمان ہے، ایران میں پہلے بھی زندگی کے آثار نہ تھے اور اب نئی تہذیب کی بدولت وہ سب کچھ کھو چکا ہے، افغانستان کا اقتدار اعلیٰ "ملا ازم" میں مضمر ہے، جو اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے کارآمد وسیلہ ہے، میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ افغانستان کا نوزائیدہ تجدد پسند طبقہ مذہب سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ تجدد میں ہونا چاہئے، یہ ایک حقیقت ہے جسے سن کر آپ کو حیران نہ ہونا چاہیئے، ترک جن سے ایک زمانہ میں اسلامی دنیا کی عزت وابستہ تھی وہ آج آپ کی آنکھیں کھولنے کے لئے اور مسلمانوں کی موجودہ تاریخ کے ایک عبرتناک دور کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے اشاروں میں یہ کہتے ہیں کہ "ہم پہلے ترک ہیں پھر مسلمان"۔ ہندوستان کے مسلمان ان کے اس نظریہ یا اظہار خیال پر چراغ پا ہیں، مگر اس حقیقت پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی کہ ترکوں کی جو تلوار صدیوں تک دشمنان اسلام کے مقابلہ میں خم تک نہ کھا سکی اس تلوار کے خود مسلمانوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

ترکستان وبخارا کا انجام ہمیشہ خون کے آنسو رلاتا رہے گا۔ لاکھوں بخاری مسلمان آج دنیا میں بے خانماں وتباہ حال اور غریب الوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، اور جو ہلاک کر دیئے گئے ان کا علم رب العلمین کو ہے۔

جزائر شرقی ہند کے لاکھوں مسلمانوں کی اسلامی روح ہالینڈ کے مظالم سے فنا ہو چکی ہے فلسطین جہاں بیت المقدس مسلمانوں کا ایک مرکزی مقام ہے آج یہودیوں کا زرخرید ملک ہے بعض خاص وجوہ سے ہندوستان کی حالت پھر غنیمت ہے، مگر بڑی حد تک تکلیف دہ ہے، اجمالی

طور پر اپنی یہ داستان درد آپ نے سُنی، یہ مسلمانوں کے دور انحطاط کا ایک رخ ہے، مگر اس انحطاط کا تمام دنیا پر جو عام اثر ہوا اُسے آپ اُن حالات سے سمجھ سکتے ہیں جو آج دنیا میں رونما ہیں۔

مسلمان جب سے مرکز توحید سے دور ہوئے اور وحدت انسانیت کو قائم نہ رکھ سکے وحدت عمل سے اُن کو کوئی واسطہ نہ رہا، وحدتِ فکر مفقود ہوئی تو وہ اس قابل نہ رہے کہ دنیا کو انا ربکم الاعلیٰ کا خدائی فرمان سناتے، اور ان الحکم الا للہ کی حقیقت سمجھاتے اور ولا یشرک فی حکمہ احداً کا اعلان کرتے اور اپنی تمام قوتوں کو اللہ کی خوشنودی اور اس کے احکام کی تعمیل میں صرف کرتے۔

آج تمام دنیا میں اغراض ومصالح کا تصادم ہے، افراد سے تجاوز کرکے عدم اعتماد قوموں کی ایک خصوصیت بن گئی ہے، قوموں کی موجودہ ہوسناکی اور جوع الارضی انسانیت کے لئے تباہی کا سامان ہے، مسلمان اگر آج زندہ ہوتے، اُن میں حس وحرکت ہوتی اور دنیا کے مرکز میں ایک طاقتور محافظ کی حیثیت سے جان دینے یا جان لینے کی قدرت اُن میں ہوتی تو آج نظم عالم درہم برہم نہ ہوتا، اور ہر طاغوت کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی، دنیا اس وقت جس عالمگیر مصیبت میں گرفتار ہے اس کا حل ہمارے پاس موجود ہے، خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم۔

یہ ہے سلطنتوں کی جوع الارضی، قوموں کے باہمی تصادم اور افراد کی عام بے اعتمادی کا خدائی حل اور آسمانی تدبیر، جس کو عملی جامہ پہنانا مسلمانوں کا فرض تھا، مگر مسلمان خود اس قابل نہیں کہ اس زمانہ کے انسانوں کے سامنے وہ اُسے قوت وطاقت کے ساتھ پیش کرسکیں، ورنہ آج ہی دنیا کے تمام قضیے منٹ سکتے ہیں اور قوموں کے اخلاق و کردار کی تمام خرابیاں ختم ہوسکتی ہیں، گذشتہ جنگ عظیم اور موجودہ عالمگیر جنگ انسانوں کی جنگ نہیں بلکہ زمین کے ٹکڑے آپس میں ٹکرا رہے ہیں اور ایک دوسرے کو پاش پاش کرنے کی کوشش کررہے ہیں، یہ ٹکڑے

اپنی اس ہلاکت آفریں حرکت میں صرف اس لئے آئے کہ ان کا مرکزی توازن باقی نہ رہا اور وہ قوم جسے توازن واعتدال قائم رکھنے پر مامور کیا گیا تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی اور اپنے متعلق خدا یہ فرمان "جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس" بھول گئی۔ ترجمہ (ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنادی ہے جو ہر پہلو سے اعتدال پر ہے، تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ رہو)۔

بقیہ اثرات صفحہ

مولانا حمید الدین صاحب:- خطیب جالندھر، دارالعلوم حرم کے لئے ایک بافیض شخصیت ہیں، یہ فیض صرف کلمۂ خیر تک محدود نہیں رہتا، بلکہ خلوص کے ساتھ آپ کی ہمدردانہ توجہ شریک عمل رہتی ہے، کسی مقصدِ خیر کو اہل خیر اصحاب کے سامنے پیش کرنا اور پھر اُس کے لئے اپنے قیمتی مشاغل اور عزیز وقت کو قربان کرنا اس زمانہ میں یہ غیر معمولی اخلاص اور بے لوث ہمدردی و دل سوزی کا ثبوت ہے آپ ہمیشہ درس گاہِ حرم کی امداد و اعانت کی طرف نیک دل حضرات کو متوجہ کرتے رہتے ہیں، اور آپ کے ذریعہ یہ باخیر و پاک نفس مسلمان، اہل حرم کو یاد رکھتے ہیں۔ حال میں مولانا محترم کے توسط سے مسلمانان جالندھر کا عطیہ ۱۸۸ روپے صدر دفتر کو وصول ہوا ہے، جو آپ کی گرامی توجہ کا نیک ثمرہ ہے، خدا ان سب اصحاب کو دین و دنیا کے ثمرات خیر سے ہمیشہ متمتع فرمائے۔

مطبوعات

ذکر و تبصرہ

بشریٰ:- مصنفہ مولانا عنایت رسول صاحب مرحوم چڑیاکوٹی ملنے کا پتہ شروانی پرنٹنگ پریس علی گڈھ، قیمت کچھ نہیں صرف محصول ڈاک صرفہ پیکنگ کے لئے ۴ھر۔

مصنف علام مرحوم اُن چند بلند پایہ علما راور حکمائے اسلام میں سے ہیں جن کے علمی کارنامے رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے، مولانا کثیر التصانیف ہیں لیکن صرف یہ ایک تصنیف "بشریٰ" ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان مرحوم کی کوششوں اور نواب سر مزمل اللہ خاں مرحوم کے فیض کرم سے چھپ سکی ہے، باقی کتابیں ہنوز تشنۂ طبع اور منظر عام سے دور ہیں۔

پیش نظر کتاب مصنف علام کی آخری اور معرکۃ الآرا تصنیف ہے، جو تقریباً بیس سال کے غور و فکر، تفحص و جستجو اور تحقیق و مطالعہ کا نتیجہ ہے، اس کتاب میں فاضل مصنف نے تورات و انجیل اور دوسرے صحف سماوی کی ان بشارتوں اور پیشین گوئیوں پر نہایت عالمانہ و محققانہ گفتگو کی ہے، جن کا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عرب اور خانہ کعبہ کے متعلق ہونا یہود تسلیم نہیں کرتے، اور اُن میں تحریف و تصحیف کی ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ علمائے یہود کا مقابلہ اور اُن کی تفسیروں کی کامیاب تردید وہی شخص کر سکتا ہے جو عبرانی زبان میں پوری قابلیت و مہارت رکھتا ہو۔ اور تاریخ یہود کا گہرا مطالعہ کر چکا ہو، مولانا کو عبرانی زبان اور یہود کی تاریخ پر عبور حاصل تھا، یہود کی تفسیروں اور کتب تاریخ کا گہرا اور تنقیدی مطالعہ کیا ہے۔ اور تورات کی بہت سی آیات پر لغوی اور تاریخی حیثیت سے سخت

اعتراضات کئے ہیں، جو پیش گوئیاں اور بشارتیں جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حجاز اور خانہ کعبہ کی نسبت وارد ہوئی اور یہود و مفسرین نے اُن کو بیت المقدس و یروشلم کے متعلق ظاہر کیا ہے اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی جو کوشش کی ہے، مولانا نے اس پردہ کو ہٹا کر اُن کی غلط بیانی کو دلائل سے ثابت کیا ہے، کہ یہ پیش گوئیاں حجاز، کعبہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہیں بعض جگہ مولانا نے مفسرین اسلام کی تفسیروں سے بھی اختلاف کیا ہے، اور اپنا ذاتی نقطہ نگاہ ٹھوس دلائل کی بنیاد پر پیش کیا ہے، جس کو اہل نظر اعتراض کی نگاہ سے دیکھیں گے "بشریٰ" کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اردو میں لکھی گئی ہے، آج سے ایک صدی پہلے مسلمانوں کی علمی زبان فارسی اور عربی تھی۔ کوئی عالم اور مصنف اردو میں لکھنا نہ صرف ناپسند کرتا تھا، بلکہ اُسے اپنے لئے باعث توہین سمجھتا تھا، مگر مولانا عنایت رسول صاحب مرحوم نے یہ خصوصیت پیدا کی ہے کہ اُس زمانہ میں جو کچھ لکھا اسے اُردو میں لکھا، کتاب ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے، سائز ۲۰×۲۶/۸ ۔

ضرورت القرآن: مؤلفہ قاضی زاہد الحسینی صاحب۔ قیمت دو روپے (عہ) پتہ۔ دارالاشاعت والتبلیغ شمس آباد ضلع اٹک (پنجاب)۔

فاضل مصنف نے اس کتاب میں اسلام کے اہم مسائل پر نہایت بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے اور دینی و مذہبی ضرورت کو پورا کرنے کی کامیاب و سنجیدہ کوشش کی ہے، تعلیم یافتہ طبقہ کے رجحانات میں اسلامی خصوصیت پیدا کرنے اور تہذیب نو کے پیدا کردہ تشکوک و شبہات کو دور کرنے میں پیش نظر کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا، کتاب اپنے مضامین کی اہمیت کے اعتبار سے مفید ہے محنت و توجہ سے لکھی گئی ہے، مگر جتنی مدلل اور پُر مغز ہے، کاش اس کی زبان بھی اسی قدر رواں اور سلیس ہوتی، ہندوستان کے طول و عرض میں جو زبان اب سے ستر اسی برس پہلے بولی جاتی تھی وہ اب بالکل مفقود اور متروک ہو چکی ہے، نئی نئی ترکیبوں، نئی نئی بندشوں اور نئے نئے الفاظ نے پرانی ترکیبوں اور بندشوں، الفاظ اور طرزِ بیان پر قبضہ جما لیا ہے، اس لئے اس دور میں جب کہ کفر و الحاد کی آندھیاں نئے ادب، نئے انداز بیان اور دلفریب طرزِ نگارش کا

طوفان اٹھا کر ملت ابراہیمی کے نور کو بجھا دینا چاہتی ہیں ضرورت ہے کہ قرآن و احادیث کے مطالب، مذہبی تصانیف اور تبلیغی رسائل و مقالات مروجہ اردو کے محاسن کو ملحوظ رکھ کر پیش کئے جائیں،۔

اس وقت ہندوستان میں بہت سی جماعتیں تبلیغی اور اسلامی خدمات انجام دینے میں تصنیفی سرگرمی دکھا رہی ہیں۔ اور تہذیب و تمدن، معیشت و معاشرت کے روپ میں جو بلا نازل ہوئی ہے اس کو ٹالنے اور دور کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، لیکن وہی جماعت اس مقصد میں کامیاب رہے گی جو ان نئی قسم کے مورچوں کو سر کرنے کے لئے نئے نئے آلات سے کام لے گی، انبیاء علیہم السلام اور سلف کرام کے تبلیغی کارنامے اور طریق کار ہمارے سامنے ہیں، ہر مصلح نے اپنے دور میں زمانہ کے رجحان اور رخ کا اندازہ کرکے وہ طریقہ اختیار کیا جو اس وقت مؤثر اور کارگر ہو سکتا تھا، اسی طرح آج بھی ضرورت ہے کہ وقت کی فضا کے مطابق، طریق اصلاح اور طرز تصنیف اختیار کیا جائے۔ بہرحال یہ کتاب مجموعی حیثیت سے مخلصانہ کدو کاوش کا بہتر نتیجہ ہے، اور ہر طبقہ کو اس مبارک مذہبی خدمت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، فاضل مؤلف نے حجۃ الملۃ والدین حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی رد نصاریٰ میں جلیل القدر کتاب "ازالۃ الشکوک" سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔ اس لئے "ضرورۃ القرآن" کی معنوی برکت بھی ناقابل انکار ہے، ضخامت (۱۷۶) صفحات، سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$ ۔

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسما معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی۔

مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمایئے، باعث شکرگذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید ۱۶ جلد ۲۳	جناب مولانا ابو نصر شاہ محمد بدر الحق صاحب صدیقی۔ از کلکتہ (منی آرڈر)	ص	امداد عام
۲	۱۷ ،،	جناب ابراہیم پیر محمد صاحب بمبئی ،،	عسہ	زکوٰۃ
۳	۱۸ ،،	،، حکیم منظور احمد صاحب معرفت حاجی امام الدین صاحب سلانوالی (منی آرڈر)	۸عہ / ۱۲ر	امداد عام ۸عہ، وظائف حرم قربانی
۴	۱۹ ،،	جناب ماسٹر عطا محمد صاحب سرگودھا ،،	عہ ۸ر	وظائف حرم قربانی
۵	۲۰ ،،	،، فقیر محمد صاحب ماچھی ،، ،،	عہ ۴ر	،، ،،
۶	۲۱ ،،	،، محمد اسلم صاحب ،، ،،	عہ ۴ر	امداد عام
۷	۲۲ ،،	محترمہ والدہ صاحبہ محمد اسلم صاحب ،، ،،	عہ ۴ر	وظائف حرم قربانی
۸	۲۳ ،،	جناب محمد لطیف صاحب سلانوالی ،، ،،	عہ ۲ر	امداد عام
۹	۲۴ ،،	،، مستری محمد الدین صاحب ترکھان ،، ،،	۴ر	وظائف طلبا
۱۰	رسید ۲۵ جلد ۲۳	جناب محمد عباس صاحب ریاست مینڈھو (منی آرڈر)	سعہ	زکوٰۃ
۱۱	۲۶ ،،	،، حاجی محمد ابراہیم صاحب کریت پور، مرسلہ جناب قاری عبد الخالق صاحب سہارنپور (منی آرڈر)	ے	،،
۱۲	۲۷ ،،	محترمہ اہلیہ صاحبہ محمد عبد السمیع صاحب بتوسط جناب قسیم احمد صاحب کان پور (دستی)	سے	امداد عام
۱۳	۲۸ ،،	،، ایم۔ سید احمد حسن صاحب کوٹ سپاہا (رجسٹری)	صعہ	وظائف طلبا
۱۴	۲۹ ،،	،، عبد الکریم صاحب موضع اسرولی (منی آرڈر)	للعہ ر	،،
۱۵	۳۰ ،،	،، شاہ عنایت عالم صاحب قنوج (شکرانہ صحت صاحبزادی صاحبہ بنام شہدائے کربلا) (منی آرڈر)	معہ	امداد عام معہ، ایصال ثواب ۵۰
۱۶	۳۱ ،،	محترمہ بیگم صاحبہ جناب کیپٹن محمد آل حسن صاحب کرنال (شکرانہ کامیابی صاحبزادہ صاحب) امداد مفرد بابت جنوری ۱۹۴۴ء (منی آرڈر)	سے	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۱۷	رسید ۳۲ جلد ۲	جناب مولوی محمد ارشاد صاحب چودھری اناباد مرسلہ جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب سلہٹ منی آرڈر	۵عہ	امداد عام
۱۸	″ ۳۳	جناب مولوی محمد طٰہٰ صاحب مارہرہ (بابت سال ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء) (منی آرڈر)	۵عہ	وظائف ایتام
۱۹	″ ۳۴	جناب سردار محمد جمال الدین یار خاں صاحب نئی دہلی (دربعہ چیک)	عہ	امداد عام
۲۰	″ ۳۵	جناب عنایت اللہ صاحب سیالکوٹ سٹی ″	۸عہ	وظائف طلبا
۲۱	″ ۳۶	″ عید د میاں صاحب خانخان بتوسط جناب منظور احمد صاحب جودھپور (منی آرڈر)	۷ ر	امداد عام
۲۲	″ ۳۷	جناب حافظ جمیل احمد صاحب بتوسط جناب مولانا افتخار احمد صاحب فریدی مرادآباد منی آرڈر	۸عہ ر	″
۲۳	″ ۳۸	مسلمانان باندا جزاہم اللہ بتوسط جناب خان بہادر ایس۔ ایم زمان صاحب ایم۔ ایل۔ سی۔ باندا معرفت جناب قاضی حامد حسین صاحب (منی آرڈر)	[illegible]	وظائف طلبا
۲۴	″ ۳۹	جناب مولوی عبدالرشید صاحب ضلع رام پور ″	۵عہ	زکوٰۃ
۲۵	″ ۴۰	″ منشی محمد عبدالغفور صاحب قادری فیروزآباد منی آرڈر	عہ	″
۲۶	″ ۴۱	″ شیخ علی احمد صاحب سوداگر لاہور معرفت جناب مولوی محمد عبدالحیٔ صاحب عثمانی۔ (از جنوری تا ستمبر ۱۹۴۳ء) ذریعہ جناب حکیم سید مسعود علی صاحب دستی	للعہ	″
۲۷	″ ۴۲	جناب حاجی توکل مجید صاحب سوداگر لاہور معرفت ″ بذریعہ ″ (از اگست ۴۳ء تا جنوری ۱۹۴۴ء) (دستی)	۷ ر	امداد عام
۲۸	″ ۴۳	جناب منشی اللہ بخش صاحب لاہور معرفت ″ بذریعہ ″ (از ستمبر ۴۳ء تا جنوری ۱۹۴۴ء)	۸عہ ر	″

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۳۸	رسید ۴۴ جلد ۲	جناب قاضی جان محمد صاحب سوداگر لاہور معرفت جناب مولوی محمد عبدالحیٔ صاحب عثمانی۔ بذریعہ جناب حکیم سید مسعود علی صاحب (از ستمبر ۴۳ء تا جنوری ۴۴ء)	عصہ ۴ ر	امداد عام
۳۹	″ ۴۵	جناب منشی عبدالحمید صاحب لاہور معرفت مذکور و بذریعہ مذکور (از ستمبر ۴۳ء تا جنوری ۴۴ء)	۱۰ ر	″
۴۰	″ ۴۶	″ شیخ مقصود حسن صاحب بیرانوی لاہور معرفت مذکور و بذریعہ مذکور (از ستمبر ۱۹۴۳ء تا جنوری ۴۴ء)	۴عہ ر	″
۴۱	″ ۴۷	جناب چوہدری شیخ ناظر حسن صاحب جوالاپور منی آرڈر	۷عہ	ایصال ثواب
۴۲	″ ۴۸	″ منشی محمد صدیق صاحب، محترمہ ضیا صاحبہ ۲ ر، محترمہ اہلیہ صاحبہ منشی لائق علی صاحب ۲ ر، منشی لائق علی صاحب ۴ ر بتوسط جناب شیخ ناظر حسن صاحب جوالاپور منی آرڈر ۱ ر	۹ ر	امداد عام
۴۳	″ ۴۹	جناب سید اقبال شاہ صاحب بتوسط جناب الحاج طفیل احمد صاحب۔ شملہ منی آرڈر	۷ ر	ایصال ثواب
۴۴	″ ۵۰	″ جناب مسٹر اقبال احمد صاحب ایم اے ″ بتوسط ″ ″	۶ ر	زکوٰۃ
۴۵	″ ۵۱	″ سید محمد ظہور الدین صاحب گورکھپور ″	۵عہ	ایصال ثواب
۴۶	″ ۵۲	″ حاجی چاند صاحب سرائے میریاں بتوسط جناب حکیم شبیر احمد صاحب علی گڑھ (بدست صغیر علی صاحب)	۱۲ ر	امداد عام
۴۷	″ ۵۳	محترمہ حاجیہ فاطمہ جان صاحبہ بیگم جناب سر وزیر حسن نواز خاں صاحب لاہور (منی آرڈر)	عہ	″
۴۸	″ ۵۴	جناب سیف الرحمٰن صاحب بتوسط جناب حاجی حافظ عبدالرحمٰن صاحب موضع بوڈیہ ضلع (بدست جناب مولانا حکیم علی اختر صاحب)	۴ ر	″
۴۹	″ ۵۵	محترمہ سلیمہ صاحبہ نورباف ″ بتوسط ″ (بدست ″)	۴ ر	″
۵۰	″ ۵۶	جناب حاجی حافظ عبدالرحمٰن صاحب ″ ″ ″	عصہ ۸ ر	وظائف حجم قربانی

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۴۲	۵۷ ۲	جناب اللہ راضی صاحب نور باف بتوسط جناب حاجی حافظ عبدالرحمن صاحب موضع بوڑینہ خورد بدست جناب مولانا حکیم علی اختر صاحب۔	۸ر	امداد عام
۴۳	۵۸ 〃	جناب عبدالحمید صاحب بتوسط 〃 بدست 〃 موضع بوڑینہ خورد	۸ر	〃
۴۴	۵۹ 〃	〃 سید صاحب نور باف کاندھلہ 〃	۸ر	〃
۴۵	۶۰ 〃	〃 حافظ عبدالرحیم صاحب 〃 〃 〃	۲ر	〃
۴۶	۶۱ 〃	〃 اللہ رکھا صاحب نداف 〃 〃 〃	۴ر	〃
۴۷	۶۲ 〃	حکیم عبدالرحمن صاحب نعمانی 〃 〃 〃	۸ر	〃
۴۸	۶۳ 〃	عبدالکریم صاحب 〃 〃 〃	۲ر	〃
۴۹	۶۴ 〃	〃 محمد عنایت کریم صاحب بستی پور (منی آرڈر)	۷ر	وظائف جرم عقیقہ
۵۰	۶۵ 〃	〃 رفیق اللہ خاں صاحب بتوسط جناب حاجی سردار خاں صاحب جگدل پور منی آرڈر	۸ر	امداد عام
۵۱	۶۶ 〃	جناب محبوب علی صاحب ٹیلر بتوسط مذکور 〃 〃	۸ر	〃
۵۲	۶۷ 〃	محترمہ اہلیہ صاحبہ عبدالرزاق صاحب 〃 〃 〃	۸ر	〃
۵۳	۶۸ 〃	〃 نومسلمہ پناگروالی، بہا بیو والی، عطروالی بتوسط مذکور جگدل پور	۱۱ر	〃
۵۴	۶۹ 〃	جناب محمد ابراہیم صاحب سرکل انسپکٹر بتوسط مذکور 〃	۸ر	〃
۵۵	۷۰ 〃	〃 عبدالحی صاحب ڈرائیور 〃 〃	۴ر	〃
۵۶	۷۱ 〃	محترمہ طاہرالی صاحبہ دختر 〃 〃 〃	۴ر	〃
۵۷	۷۲ 〃	〃 اسلام بی صاحبہ اہلیہ عظیم اللہ صاحب 〃 〃	۲ر	〃
۵۸	۷۳ 〃	جناب حاجی ابراہیم لطیف صاحب بمبئی منی آرڈر	۵	〃
۵۹	۷۴ 〃	〃 محمد سعید احمد خاں صاحب علی گڑھ 〃	۱ع۵	وظائف جرم قربانی
۶۰	۷۵ 〃	〃 محمد فدا حسین صاحب شہر آرہ 〃	۶ر	امداد عام
۶۱	۷۶ 〃	〃 فضل اللہ خاں صاحب بمبئی ع۳ 〃	۳ر	〃
۶۲	۷۷ 〃	محترمہ ہمشیرہ صاحبہ خلیل الدین احمد صاحب مرحوم موضع سیلابی، ذریعہ جناب منشی شیخ مسیح الدین احمد صاحب۔ منی آرڈر	۶ر	وظائف طلبا

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۶۳	۷۸ ۲	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب خلیل الدین احمد صاحب مرحوم موضع سیلابی، ذریعہ جناب منشی شیخ مسیح الدین احمد صاحب منی آرڈر	۶ر	وظائف طلبا
۶۴	۷۹ 〃	جناب حاجی مان خاں صاحب کٹنی، مرسلہ جناب عبداللطیف خاں صاحب کیمور (برائے دعائے صحت حاجی صاحب موصوف) منی آرڈر	۵ عہ	امداد عام
۶۵	۸۰ 〃	جناب پیر حسن شاہ صاحب موضع کٹوری سیدان منی آرڈر	۱۳ر	〃
۶۶	۸۱ 〃	〃 محمد یوسف صاحب پنشنر بتوسط جناب ڈاکٹر محمد حسن صاحب گورکھپور (بیمہ رجسٹری)	۵	زکوٰۃ
۶۷	۸۲ 〃	جناب مجیب مستو میاں صاحب سلہٹ منی آرڈر	۵ عہ	امداد عام
		بتوسط جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب صدیقی، جالندھر چھاؤنی۔		
۶۸ تا ۸۳	۸۳ تا ۹۸ 〃	جناب چودھری احمد بخش، جمال دین، رحمت علی، حاجی نظام الدین، چودھری نور الٰہی سبزی فروش، جمال دین، احمد بخش، غلام نبی، فضل محمد ٹیلر، چوہدری قدرت اللہ، بابو عبدالحکیم، محترمہ ہمشیرہ صاحبہ عبدالکریم، عبدالرحیم صاحبان معہ دیگر مستورات جزاہم اللہ، محمد اسمٰعیل، شرف الدین، فضل الٰہی والد صاحب فضل الٰہی، اہلیہ صاحبہ فضل الٰہی، والدہ صاحبہ فضل الٰہی، ایک اہل خیر جزاہ اللہ (منی آرڈر)	۸ر ۵ عہ	امداد عام
۸۴	۹۹ 〃	جناب منشی عبدالرحیم صاحب مظفر نگر (بیمہ رجسٹری)	۱۲ر	[illegible]
۸۵	۱۰۰ 〃	〃 سیٹھ محمود ابراہیم منتی صاحب (افریقہ)	۱۰ر ۵	زکوٰۃ
		مرسلہ جناب مولانا مولوی احمد ابراہیم بزرگ صاحب، سملک (بیمہ رجسٹری)		

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۸۶	رسید ۱ جلد ۴۲	جناب سیٹھ آئی، ای بنی صاحب اینڈ سنز (افریقہ) مرسلہ جناب مولانا مولوی احمد ابراہیم بزرگ صاحب سملکی (بیمہ جسٹری)	مالعہ ۱۴ر	زکوٰۃ
۸۷	۲ ″	جناب سیٹھ حاجی حسن سلیمان ٹیل صاحب (افریقہ) مرسلہ	مالعہ ۴ر	″
۸۸	۳ ″	″ سیٹھ حاجی یعقوب سلیمان سوجیہ صاحب ″ ″ ″	صہ ۱۰ر	″
۸۹	۴ ″	″ سیٹھ حسن محمد ٹالیا صاحب ″ ″ ″	اصہ ۶ر	″
۹۰	۵ ″	″ سیٹھ ابراہیم یعقوب جی صاحب ″ ″ ″	عہ ۲ر	″
۹۱	۶ ″	″ سیٹھ عبدالصمد ای ڈوکرات صاحب ″ ″ ″	عہ ۲ر	″
۹۲	۷ ″	″ سیٹھ محمود فقیر پانڈور صاحب ″ ″ ″	سالعہ ۸ر	″
۹۳	ٹکٹ ۷۹۱ جلد ۲۰۹	″ محمد صاحب ولد محرم صاحب بھٹے والا مرسلہ جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی۔ منی آرڈر	صہ ر	وظائف طلبا
۹۴	۷۹۲ ″	″ حیات صاحب ولد محمد صاحب بھٹے والا مرسلہ ″ ″ ″	صہ ر	″
۹۵	۷۹۳ ″	″ ملک خدا بخش صاحب بمبردار سیالدھوکہ ″ ″ ″	صہ ر	″
۹۶	۷۹۴ ″	″ ابوالحسن صاحب کرنال (منی آرڈر)	صہ ر	زکوٰۃ
۹۷	۷۹۵ ″	″ محمد اصغر عبدالغفور صاحبان مالیگاؤں (برائے دعائے صحت صاحبزادی آسمہ) منی آرڈر	صہ ر	امداد عام
۹۸	۷۹۶ ″	جناب الحاج ڈاکٹر محمد اشرف صاحب پانی پت منی آرڈر	صہ ر	زکوٰۃ
۹۹	۷۹۷ ″	″ عزیز الرحمٰن صاحب تعلقہ دار سیالکنج ″	صہ ر	امداد عام
۱۰۰	۷۹۸ ″	″ محمد عبدالمجید صاحب صدیقی۔ آگرہ ″	صہ ر	″
۱۰۱	۷۹۹ ″	″ حافظ عبدالرحمٰن صاحب۔ قصبہ جائس ″	صہ ر	وظائف چرم قربانی
۱۰۲	۸۰۰ ″	″ خلجی عبدالجلیل صاحب بتوسط منظور احمد صاحب جودھپور منی آرڈر	صہ ر	امداد عام
۱۰۳	۸۰۱ جلد ۲۱۰	″ عبداللہ محمد ظہور صاحبان نجیب آباد ″	صہ ر	زکوٰۃ
۱۰۴	۸۰۲ ″	ایک اہل خیر جزاہ اللہ بتوسط جناب الحاج شیخ ناظر حسن صاحب۔ جوالاپور (منی آرڈر)	صہ ر	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۱۰۵	ٹکٹ ۸۰۳ جلد ۲۱۰	جناب الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب ریاست بہاولپور (بابت ماہ جنوری ۱۹۴۴ء) (منی آرڈر)	صہ ر	زکوٰۃ
۱۰۶	۸۰۴ ″	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب منشی شیخ مسیح الدین احمد صاحب۔ موضع سیلابی (دستی)	صہ ر	وظائف طلبا
۱۰۷	۸۰۵ ″	محترمہ دختر صاحبہ ″ ″ ″	صہ ر	″
۱۰۸	۸۰۶ ″	جناب حاجی خدا بخش صاحب موضع کھیڑہ افغاناں منی آرڈر	صہ	وظائف چرم قربانی
۱۰۹	۸۰۷ ″	″ حبیب احمد صاحب بتوسط جناب حاجی خدا بخش صاحب موضع کھیڑہ افغاناں منی آرڈر	صہ	وظائف چرم قربانی
۱۱۰	۸۰۸ ″	جناب مشتاق احمد صاحب ″ بتوسط مذکور ″	صہ ر	″ ″
		بتوسط جناب مولانا محمد حمید الدین صاحب صدیقی۔ جالندھر چھاؤنی		
۱۱۱ تا ۱۱۸	۸۰۹ تا ۸۱۶ ″	جناب غلام قادر صاحب، ماسٹر علی محمد، منشی صاحب علی بخش، مستری محمد یوسف، خان صاحب چوہدری عبدالغنی، نواب خاں، ڈاکٹر غلام محمد صاحبان	للعہ	امداد عام
۱۱۹	۴۷ جلد ۲۱۳	جناب محمد اخلاق صاحب مراد آباد (منی آرڈر)	عصہ	امداد عام
۱۲۰	۵۸ / ۵۹ ″	″ پٹھان صاحب چانن پورہ، مرسلہ جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی منی آرڈر	۸ر	وظائف طلبا
۱۲۱	۶۰ / ۶۱ ″	جناب محمد حسین صاحب ″ مرسلہ ″ ″	۸	″
۱۲۲	۶۲ ″	″ حاجی احمد یار صاحب چانن پورہ ″ ″	عصہ ر	″
۱۲۳	۶۳ / ۶۴ ″	″ غلام صاحب ولد محمد صاحب ″ ″ ″	۸ر	″
۱۲۴	۶۵ / ۶۶ ″	″ اللہ دتہ صاحب ولد قادر بخش صاحب ″ ″ ″	۸ر	″
۱۲۵	۶۷ / ۶۸ ″	″ قادر بخش صاحب ولد حسن صاحب ″ ″ ″	عہ ر	″
۱۲۶	۶۹ ″	″ گامن صاحب ولد احمد صاحب ″ ″	عصہ ر	″
۱۲۷	۷۰ / ۷۱ ″	″ سردار صاحب ولد داد صاحب چک نمبر ۱۳ سیانی ″ ″	۸ر	″

نمبر	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۲۸	۷۲ ۳۶۲	جناب محمد صاحب ولد غلام محمد صاحب چاس یو پی، مرسلہ جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی بمنی آرڈر	عہ/	وظائف طلبا
۱۲۹	// ۷۳	محمد محمود حسین صاحب، مرسلہ مولوی محمد عبدالحق صاحب سلہٹ منی آرڈر	عصہ/	امداد عام
۱۳۰	// ۷۴	محترمہ محمودہ صاحبہ بتوسط جناب الحاج شیخ ناظر حسن صاحب، جوالاپور (منی آرڈر)	عصہ/	//
۱۳۱	// ۷۵	جناب محمد عبدالمجید صاحب معرفت جناب حاجی طفیل احمد صاحب، شملہ غربی منی آرڈر	عصہ/	//
۱۳۲	// ۷۶	جناب امیر احمد صاحب صوفی بتوسط جناب حاجی حافظ عبدالرحمن صاحب موضع بوڈینہ خورد بذریعہ مولانا حکیم علی اختر صاحب، منی آرڈر	عصہ/	//
۱۳۳	// ۷۷	جناب نور احمد محمد اسمٰعیل صاحبان نورنگ بتوسط // بذریعہ مذکور، موضع بوڈینہ خورد منی آرڈر	عصہ/	//
۱۳۴	// ۷۸	جناب لشکر بندہ صاحب نورنگ // بتوسط مذکور بذریعہ مذکور	عصہ/	//
۱۳۵	// ۷۹	// عبدالوحید صاحب // // //	عصہ/	//
۱۳۶	// ۸۰	// اللہ رکھا صاحب // // //	عصہ/	//
		بتوسط مولانا محمد حمید الدین صاحب صدیقی، جالندھر چھاؤنی		
۱۳۷ تا ۲۶۴	ٹکٹ نمبر ۳۶۳ ۱ تا ۱۲۸ جلد	جناب مولانا مولوی محمد حمید الدین صاحب صدیقی جالندھر چھاؤنی	عصہ/	ایصال ثواب
		منجانب والدہ صاحبہ مرحومہ // //	عصہ/	//
		منجانب والد صاحب مرحوم // //	عصہ/	//
		محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب صدیقی۔ چھاؤنی جالندھر (منی آرڈر)	عصہ/	//

نمبر	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
	ٹکٹ نمبر ۳۶۴ ۱ تا ۱۰۰ جلد	صاحبزادگان جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب موصوف جناب محمد حسن الدین صاحب، چودھری عبدالرحیم عہ/ برائے ایصال ثواب عہ/ امداد عام	عمار/	ایصال ثواب
		محمد ابراہیم و یٰسین صاحبان، عبدالغنی، مولوی قمر الدین، عبدالرحمن، رحیم بخش، غلام محمد، شرف الدین، ظہور محمد، حسن ظہوری، نور الدین		امداد عام
	ٹکٹ نمبر ۳۶۱ ۹۵ تا ۱۰۰ جلد	محمد اشرف، امام الدین، ابراہیم، فضل خاں، محمد حسین، غلام قادر، مستری جھنڈا، محمد سلیم، شاہ محمد، نصیر احمد، بشیر احمد، نواب دین، عبداللہ، علم الدین، نظام الدین، علی محمد، اللہ بخش، محمد حیات، محمد افضل، محمد ہاشم، کلو خاں، طفیل احمد، رحمت علی، فضل داد، غلام محمد، میاں جی سلطان احمد، محمد علی، مقبول احمد، غلام محمد، برکت علی، محمد بخش، محمد الدین، خیر الدین، عبدالقادر، عبدالرشید		
	ٹکٹ نمبر ۳۶۵ ۱ تا ۴۴ جلد	محمد اکبر، عطا محمد، ابراہیم، غلام محمد، جلال الدین، پسر غلام محمد، عمر بخش، غلام غوث، عطا محمد، فتح محمد، بابو رحمت علی، نظام الدین، جمال دین، مرسلین، رحیم بیگ، شہاب الدین، علیم الدین، حجام آف کاکی پنڈ، پسر مولا بخش، امیر الدین، مہراں بخش، فقیر بخش، محمد شفیع، محمد عبداللہ، پیر بخش، عمر الدین، شیر محمد، ماسٹر دین محمد، عبدالرحمن معرفت ظہور محمد، غلام رسول، چودھری محمد رفیع، سید عبدالعزیز، عبدالعزیز، غلام غوث، مستری نور محمد، عبدالمجید۔		

(ہر نام کے نیچے رقم عہ/ یا عصہ/ درج ہے)

نمبر	رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
نمبر پنچ ۵	جلد ۳۶۵	چوہدری سلیمان، چوہدری عطا محمد		امداد عام
نمبر ۳۲ تا ۶۲	جلد ۳۶۲	ابراہیم، وزیر حسین پسر ابراہیم، بدرالدین		،،
		عبدالستار، میرالدین، منشی شرف الدین		،،
		محمد علی، سید امداد علی شاہ، عبدالرحیم،		،،
		حاجی غلام محمد، مستری نظام الدین، مولابخش		،،
		شیر علی، بابو محمد اکرام علی، ٹیلر عبداللطیف		،،
		ڈاکٹر رحیم بخش، احمد صاحب، ماسٹر الٰہی بخش		،،
		عیدا، عمر دین، غلام محمد، اللہ دتہ،		،،
		محمد اسمٰعیل، چراغ دین، کریم بخش		،،
		عبدالکریم، غلام محمد، اللہ بخش، حبیب اللہ		،،
		محمد اسمٰعیل، شاہ محمد، غلام سردار،		،،
		حبیب اللہ، غلام محمد، مستری عبدالعزیز		،،
		علم الدین، عبدالعزیز، غلام نبی، محمد رمضان		،،
		جودھری محمد شفیع، منشی عمرالدین		،،
		ذریعہ حاجی طفیل احمد صاحب		
۲	رسید ۳۴۴ جلد ۸۳	جناب حافظ شیخ فیاض علی صاحب انصاری قصبہ منگلور	صہ	ایصال ثواب
۱	۳۵ ،،	جناب حاجی طفیل احمد صاحب ،،	صہ	زکوٰۃ
۱	۳۶ ،،	،، ،، ،،	عصہ	ایصال ثواب
۲	۳۷ ،،	محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ ،،	عصہ	،،
		ذریعہ خان صاحب جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب		
۱	رسید ۱ جلد ۸۳	جناب بابو عبدالباری صاحب رڑکی	صہ	وظائف چرم قربانی
۲	،،	،، مستری ابراہیم صاحب ،،	عصہ	ایصال ثواب
۳	،،	،، شیخ امام الدین صاحب بنجارہ ،،	صہ	،،

نمبر مسلسل	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۷۲	۴ جلد ۸۳	جناب رشید احمد صاحب پسر مولا بخش صاحب سہارنپور (بابت سال ۱۹۴۴ء)	عسہ	زکوٰۃ
۲۷۳	۵ ،،	جناب خان صاحب حاجی عبدالرحمٰن صاحب رڑکی	سے ر	ایصال ثواب
۲۷۴	۶ ،،	،، محمد اللہ رکھا صاحب ،،	صہ	،،
۲۷۵	۷ ،،	ان رسیدات کی تفصیلات کا انتظار ہے۔		
۲۷۶	۸ ،،			
۲۷۷	۹ ،،	،، محمد صدیق صاحب، محمد الحق صاحب، محمد رحمت اللہ صاحب، محمد یٰسین صاحب پسر رحمت اللہ صاحب، محمد عمر صاحب، دہ تبلہ اہل خاندان محمد صدیق صاحب، رڑکی	صہ	ایصال ثواب
۲۷۸	۱۰ ،،	جناب شاہ نواب احمد صاحب صابری پیرآن کلیر شریف	صہ	،،
		ذریعہ جناب مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی۔ بلیاوی		
۲۷۹	رسید ۱۶ جلد ۸۳	جناب مولوی عبدالماجد صاحب بنارس جہاد فنڈ	للعہ	ایصال ثواب
۲۸۰	۳ ۹۱	،، حاجی نذر محمد صاحب اینڈ سنز - آگرہ	صہ	زکوٰۃ
۲۸۱	۴ ،،	،، حاجی عظمت اللہ صاحب ،،	صہ	،،
۲۸۲	رسید ۶ جلد ۸۲	،، شیخ عابد حسین صاحب صدیقی موضع انوایاں	عسہ	ایصال ثواب
۲۸۳	۸/۹ ،،	محترمہ امۃ النساء بی بی صاحبہ بنت جناب شیخ مجاہد حسین صاحب موضع انوایاں (برائے دعائے صحت و ترقی روزگار شوہر خود و فلاح دارین)	عہ	امداد عام
۲۸۴	۱۰ ،،	محترمہ صفیہ خاتون صاحبہ، بنت شیخ مجاہد حسین صاحب موضع انوایاں (برائے دعائے ترقی ملازمت شوہر خود)	صہ	امداد عام، وظائف، فطرہ
		ذریعہ جناب مولوی محمد سمیع الدین صاحب کرمانی		
۴۲۵	رسید ۵ جلد ۸۳	جناب مولوی قاسم حسین صاحب لکھنؤ (محصل مدرسہ، بابت لکھنؤ ... تا جنوری سنہ ۱۹۴۶ء)	۸ر	امداد عام

	نمبر رجسٹر	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۲۸ / ۶۲	۲۸۶	۸۳ عـ	جناب حافظ عبد الرشید صاحب لکھنؤ بابت نومبر سنہ ۴۲ء	[illegible]	امداد عام
	۲۸۷	۸۴ ″	″ ڈاکٹر خلیل اللہ خان صاحب ″ (جولائی تا اکتوبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۱۲۹ / ۳	۲۸۸	۸۵ ″	″ شیخ مختار علی صاحب اینڈ کو ″ (اکتوبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۱۳۰ / ۴	۲۸۹	۸۶ ″	″ مولوی محی الدین امین الدین صاحبان ″ (اکتوبر و نومبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
	۲۹۰	۸۷ ″	″ شیخ محمد سعید صاحب ″ (اکتوبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۱۳۱ / ۷۵	۲۹۱	۸۸ ″	″ شیخ محمد عاشق علی صاحب ″ (″)	عصر	″
	۲۹۲	۸۹ ″	″ شیخ سلطان حسین کرم الٰہی صاحبان ″ (اگست تا اکتوبر سنہ ۴۳ء)	عصر ۸/	″
۱۳۲ / ۷۶	۲۹۳	۹۰ ″	″ شیخ حاجی محمد ابراہیم صاحب ″ (ستمبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
	۲۹۴	۹۱ ″	″ شیخ صوفی اشرف صاحب ″ (ستمبر و اکتوبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
	۲۹۵	۹۲ ″	″ شیخ ظہیر حسین صاحب برادرس ″ (نومبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۱۳۳ / ۷۷	۲۹۶	۹۳ ″	″ مولوی حکیم شاہ واثق الیقین صاحب ″ ″	عصر	تغیرات
	۲۹۷	۹۴ ″	″ رضی الدین صاحب ″ (اکتوبر سنہ ۴۳ء)	عصر	امداد عام
۱۳۴ / ۷۸	۲۹۸	۹۵ ″	″ خان بہادر حافظ محی الدین صاحب ″ (نومبر سنہ ۴۳ء)	۸/	″
۱۳۵ / ۷۹	۲۹۹	۹۶ ″	″ حافظ عبد الوہاب صاحب اینڈ سنز ″ ″	عصر	″
۱۳۶ / ۸۰	۳۰۰	۹۷ ″	″ حافظ عبد الرشید صاحب ″ (اکتوبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
	۳۰۱	۹۸ ″	″ شاہ نصیر الدین صاحب ″ (نومبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
	۳۰۲	۹۹ ″	″ شیخ سلطان احمد صاحب ″	عا/	″
۱۳۷ تا ۲۶۴	۳۰۳	۱۰۰ ″	″ ″ ″ ″ (نومبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
	۳۰۴	رسید جلد ۶۵ نمبر ۱	″ مولوی حکیم شاہ واثق الیقین صاحب ″ (دسمبر سنہ ۴۳ء)	عصر	تغیرات
	۳۰۵	۲ ″	″ محمد سعید صاحب ″ (نومبر سنہ ۴۳ء)	عصر	امداد عام
	۳۰۶	۳ ″	″ مولوی محی الدین امین الدین صاحبان ″ (دسمبر سنہ ۴۳ء)	۸/	″
	۳۰۷	۴ ″	″ شیخ سلطان احمد صاحب ″ (″)	عصر	″

نمبر رجسٹر	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۳۰۸	۵ جلد ۶۵	جناب رضی الدین صاحب لکھنؤ (نومبر سنہ ۱۹۴۳ء)	عصر	امداد عام
۳۰۹	۶ ″	″ شیخ سلطان حسین کرم الٰہی صاحبان ″ (″)	۸/	″
۳۱۰	۷ ″	″ خان بہادر حافظ محی الدین صاحب ″ (دسمبر سنہ ۴۳ء)	۸/	″
۳۱۱	۸ ″	″ حافظ عبد الوہاب صاحب اینڈ سنز ″ (″)	عصر	″
۳۱۲	۹ ″	″ شیخ عبد الرشید صاحب ″ (نومبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۳۱۳	۱۰ ″	″ شیخ محمد عاشق علی صاحب ″ (نومبر و دسمبر سنہ ۴۳ء)	عا/	″
۳۱۴	۱۱ ″	″ شیخ محمد سعید صاحب ″ (دسمبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۳۱۵	۱۲ ″	″ شیخ انور حسین صاحب ″ (ستمبر تا دسمبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۳۱۶	۱۳ ″	″ شیخ صوفی اشرف صاحب ″ (نومبر و دسمبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۳۱۷	۱۴ ″	″ شیخ نصیر الدین صاحب ″ (دسمبر سنہ ۴۳ء)	عصر	″
۳۱۸	۱۵ ″	″ شیخ انوار العزیز صاحب فاروقی ″ (دسمبر سنہ ۴۳ء و جنوری سنہ ۴۴ء)	۸/	″
۳۱۹	۱۶ ″	″ شیخ سلطان احمد صاحب ″ (جنوری سنہ ۴۴ء)	عصر	″
۳۲۰	۱۷ ″	″ مولوی محی الدین امین الدین صاحبان ″ (جنوری و فروری سنہ ۴۴ء)	عصر	″
۳۲۱	۱۸ ″	″ مولانا حکیم شاہ واثق الیقین صاحب ″ (جنوری سنہ ۴۴ء)	عصر	تغیرات
۳۲۲	۱۹ ″	″ شیخ نصیر الدین صاحب ″ (″)	عصر	امداد عام
۳۲۳	۲۰ ″	″ شیخ سلطان حسین کرم الٰہی صاحبان ″ (دسمبر سنہ ۴۳ء)	۸/	″
۳۲۴	۲۱ ″	″ شیخ محمد عاشق علی صاحب ″ (جنوری سنہ ۴۴ء)	عصر	″
۳۲۵	۲۲ ″	″ شیخ ثروت علی صاحب ″ (دسمبر سنہ ۴۳ء و جنوری سنہ ۴۴ء)	عا/	″
۳۲۶	۲۳ ″	″ خان بہادر حافظ محی الدین صاحب ″ (جنوری سنہ ۴۴ء)	۸/	″
		آمدنی بمد اشتراک رسالہ ندائے حرم	[illegible] ۸/	

میزان آمدنی ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۶۳ھ [illegible]

احقر
ضیاء الدین احمد عفی عنہ
معتمد - صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ قرول باغ - دہلی

مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علم قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲ ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کرکے جائیں۔

۳ مستحق و نادار طلبہ کی حوصلہ فزائی کے لئے نقد وظائف امداد دینا۔

۴ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن کو وظائف لیاقت دینا۔

۵ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔

۷ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دار الصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت بنانا

۸ مدرسہ کے کتبخانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا اور مرکزی شان کے لحاظ سے اُسے وسعت دینا۔

مکہ معظمہ میں اپنی قومی و علمی یادگار سے اگر آپ کو دلچسپی ہے تو ایک کارڈ لکھ کر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے متعلق پتہ ذیل سے ہر قسم کا ضروری مواد طلب فرمائیے، جو آپ کی خدمت میں ہدیۃً ارسال ہوگا۔

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ قرول باغ ۔ دہلی

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۱۵۸)

ترجمان القرآن

از

مولانا ابوالکلام آزاد

جلد دوم

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے یعنی حواشی زیادہ مفصل دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں، کتابت و طباعت بھی بہتر ہے چونکہ سورۂ یوسف، انفال، توبہ، کہف، مریم، انبیاء وغیرہ اسی حصہ میں آگئی ہیں اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے اس لئے کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہوگئی ہے، سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک۔

ہدیہ بلا جلد آٹھ روپے آٹھ آنہ (عہ/) مجلد دس روپیہ عہ

ندائے حرم کا حوالہ ضرور دیجئے

ملنے کا پتہ: شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین [illegible]

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

عدد ۳ جلد ۴

ندائے حرم کا مقصد

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اُن کی تکمیل کے لئے کوشش۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳ مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات عملی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک بین المرکزی تحریک ہے اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکزِ اسلام کی آواز ہے۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی بنا کے گھر میں اکہتر سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم پابندی وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔
عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں، اس کے بعد دفتر معذور ہوگا
ماہنامہ "ندائے حرم" مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے
جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک بھیجئے۔

سالانہ اشتراک تین روپے (۳/-) فی پرچہ چار آنہ (۴/) - بیرون ہند سے ۶ شلنگ
رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ "ندائے حرم" دہلی قرول باغ سے ہونی چاہیئے۔
نمونہ کے لئے ۴ کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔

ترسیل زر کا پتہ
معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ دہلی۔ قرول باغ

تارکا پتہ - صولتیہ - دہلی

عدد ۳ — مسئول ضیاءالدین احمد — جلد ۴

بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۴۴ء

شانِ مسلم

(از منشی محبوب احمد صاحب رفعت تھانوی)

آ ہوش میں، آ ہوش میں، اے مردِ مسلمان　　اس طرح نہ رہ اپنی روایات سے انجان

ماضی کی تواریخ کے اوراق پلٹ کر　　تو اپنی طرف دیکھ، بزرگوں کو بھی پہچان

باطل کے عناصر کی طرف دیکھنے والے　　ہے آج کہاں تجھ میں وہ اللہ پہ ایقان

اللہ کا ڈر اُن کو تھا، باطل سے نڈر تھے　　طاغوت کا ڈر تجھ کو ہے، اللہ سے عدوان

وہ ایک تھے کل فرقِ مراتب کو مٹا کر　　ہوتا ہے تجھے تو مساوات سے خفقان

خالق پہ نظر اُن کی تھی، مسلک تھا توکل　　تو حرص کا بندہ بھی ہے، زر ہے ترا ایمان

ممنون ہوں میں حضرتِ اقبال کا رفعت　　بتلائی ہمیں آپ نے مسلم کی ہے یہ شان

قہاری و غفاری و ملکوتی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

(حضرت اقبال)

ندائیات

دو ضروری باتیں

شکایت - اور - اظہار حقیقت

ہندوستان کے محکمۂ ڈاک وتار کا حسن انتظام کسی زمانہ میں مشہور تھا، ایک باخبر شخصیت کا یہ پرانا قول یاد ہے کہ ڈاک کا جو بہتر انتظام ہندوستان کے طول وعرض میں ہے اور ضابطہ کی پوری پابندی سے ہر چیز کی بروقت جانچ ہوتی ہے، یہ نظم اس مستعدی کے ساتھ لندن میں بھی نہیں" مگر افسوس ہے کہ آج ہندوستان کے اس باقاعدہ محکمہ کا نظم عام کچھ زیادہ اطمینان بخش نہیں۔

دنیا کا موجودہ اجتماعی نظام بڑی حد تک اس محکمہ سے وابستہ ہے، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کا عملی تعلق اگر ملک کے ہر گوشہ سے ہے تو اسی کے ساتھ بیرون ہند سے بھی اس کا تعلق کچھ کم وسیع نہیں، بحالات جنگ ڈاک کی آمد ورفت میں سنسر کی وجہ سے جو غیر معمولی دیر ہوتی ہے اس سے ہمیں کوئی شکایت نہیں مگر شکایت، ملک کے اندرونی نظم سے ہے، خطوط نہیں ملتے، ہر ماہ "ندائے حرم" کے پرچے گم ہو جاتے ہیں اور خریداران تک نہیں پہنچتے، محسنین ومعاونین اور خریداران "ندائے حرم" کے عتاب نامے موصول ہوتے رہتے ہیں بعض اصحاب کو تین تین مرتبہ اُن کے مکرر لکھنے پر رسالہ بھیجا گیا اور ہر مرتبہ اُن کی یہ شکایت رہی کہ رسالہ نہیں ملا۔ حالانکہ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو پوری پابندی کے ساتھ "ندائے حرم" شائع ہو جاتا ہے، اس بدنظمی کے ہم عادی ہو چکے ہیں یا یہ کہئے کہ مجبوری کا نام صبر ہے، اس تین چار ماہ کے عرصہ میں خاص طور پر اس محکمہ کی بدانتظامی سے جو روحانی تکلیف اور عملی نقصان پہنچا ہے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہے، ۱۳۶۲ھ کے سو فارم حج بدل اہتمام کے ساتھ مکہ معظمہ بھیجے گئے، حج سے قبل مرکزی دفتر مکہ معظمہ سے فارمہائے حج بدل اور رقم حج بدل کی بروقت وصولی کی فوری اطلاع بذریعہ تار دی گئی مگر وہ ضروری تار ہمیں نہیں ملا، اور بروقت اطلاع نہ ملنے پر

کارکنان صدر دفتر پریشان رہے، اس کے بعد وہ مستعجل (ارجنٹ) تار مرکزی دفتر کی باضابطہ رسیدات کے قریب الختم ہونے کا دیا گیا، تاکہ بعجلت ممکنہ نئی رسیدات طبع کرا کے بھیج دی جائیں، یہ تار بھی ہوا میں اُڑ گیا، تیسرا ہوائی تار کروگرز ڈارپ (ساؤتھ افریقہ) سے بھیجا گیا، وہ بھی غائب ہوا، اس بدنظمی کا نتیجہ ہے کہ مرکزی دفتر مکہ معظمہ کی رسیدات کے ختم ہونے کی اطلاع ہمیں اس خط سے ہوتی ہے جو یکم فروری ۱۹۴۲ء کو ہوائی ڈاک سے بھیجا گیا اور جس میں اس تار کا تذکرہ ہے، کارکنان دار العلوم حرم مطمئن ہوں گے کہ رسیدات طبع ہو کر جلد از جلد مکہ معظمہ پہنچنے والی ہوں گی، مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ مکہ کا تار اگر دہلی پہنچا بھی ہے تو تار رساں نے منزل مقصود تک پہنچانے کی زیادہ زحمت گوارا نہیں کی، خط سے مکہ معظمہ کی رسیدات کے ختم ہونے کی اطلاع کے بعد ۱۹ فروری ۱۹۴۲ء کو دار العلوم حرم کے مخلص قدیم شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور کو ان رسیدات کی طباعت کے لئے لکھا گیا، تقریباً پندرہ سال سے مکہ معظمہ کی رسیدات شیخ صاحب محترم کے توسط و اہتمام میں طبع ہوتی ہیں، اور یہ آپ کی کریمانہ وضعداری ہے کہ آپ اس خدمت حرم کو انتہائی مسرت و خلوص کے ساتھ اپنا ذاتی کام سمجھ کر پورا کرتے ہیں، پبلک مفاد عامہ سے محکمہ ڈاک و تار کی اس بے نیازی کا افسوسناک نتیجہ ہے کہ جن رسیدات سے اس وقت مکہ معظمہ میں کام لیا جاتا اب ان کی طباعت کا اہتمام لاہور میں مخلصین حرم کے در پیش ہے۔

ہمیں اس کا دلی افسوس ہے کہ اپنے خوش وقت ناظرین کرام کو اس تذکرہ سے بے کیف کر رہے ہیں، خدا کرے ہندوستان کا محکمہ ڈاک و تار اپنے فرائض منصبی کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ فرض کی صحیح طور پر ادائیگی، کام میں مستعدی اور نظم عمل قائم رکھنے کا یہی زمانہ ہے، ورنہ جنگ کے بعد اگر خوش انتظامی دکھائی گئی تو یہ اس اہم محکمہ کی عملی قابلیت و فرض شناسی کا ثبوت نہ ہوگا، امید ہے کہ ہمیں آئندہ اس سلسلہ میں کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوگی، اور عملی اداروں کی ذمہ دارانہ خدمات اور مفاد عامہ کا احساس کیا جائے گا جو اس محکمہ کا بنیادی مقصد ہے۔

ملک کے مختلف مقامات سے اکثر اصحاب اپنی مختلف ضرورتوں کی وجہ سے مکہ معظمہ کی ڈاک کے متعلق دریافت فرماتے رہتے ہیں، عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حجاج کے نہ جانے کی وجہ سے راستہ بند ہے، اور سلسلہ

(باقی بر صفحہ ۲۹)

اثرات

مذہب رحمت

اسلامی جہاد کی ایک دلچسپ روداد

اسلام رحمت اور غمخواری کا مذہب ہے، اس کا خدا رحمٰن ورحیم ہے اور رحمت وشفقت اس کی دعوت کی بنیاد ہے، اس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کا نہیں، صرف گوروں اور سفیدوں کا نہیں، بلکہ تمام عالم، پورے جہان اور ساری کائنات کے لئے رحمت ہے، رحمت ہی نہیں بلکہ آپ کی ذات رؤف بھی ہے، یعنی وہ الفت ومحبت جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے اور وہ رافت اور شفقت جس کے بغیر رشتۂ پدری کی تکمیل نہیں ہوتی۔

اسلام نے انسانی احترام کے لئے دنیا میں سب سے پہلی آواز بلند کی، انسان کے سر پر ولقد کرمنا بنی آدم کا تاج رکھا اور اسے حملناھم فی البر والبحر کی فرماں روائی عطا کی، اسلام کی سچی تعلیم میں انسان کا خون ایک قیمتی چیز ہے، اس کا مال محترم ہے، اس کی عزت وآبرو محمود ومعزز ہے، اس کا کھلا اعلان ہے کہ ایک نفس کو قتل کرنے والا تمام جہان کا قاتل ہے، ایک نفس کو بچانے والا تمام نوع انسانی کا بچانے والا ہے، اس نے قتل وخوں ریزی کی ممانعت کی، خودکشی کو جرم عظیم قرار دیا، اطفال کشی کے لئے دلوں کو لرزا دینے والے الفاظ استعمال کئے، اسلام کا حکم ہے کہ تم کسی کو قتل نہ کرو، اگر تم سے کوئی جنگ کرتا ہے تو جرم کی مقدار کے مطابق انتقام لو اور بدلہ لیتے وقت حد سے تجاوز نہ کرو، اس نے یہ ہدایت کی کہ کوئی مسلمان جو خدا کو رحمٰن ورحیم سمجھتا ہے، انتقام کے جوش میں دشمن کے کسی بچہ کو ہاتھ نہ لگائے، کسی بوڑھے اور سن رسیدہ پر ہاتھ نہ ڈالے، کسی خاتون کے خون سے ہاتھ نہ رنگے، کسی گوشہ نشین پر تیغ وسپر کو نہ آزمائے، یہاں تک کہ کسی درخت تک

کو نہ کاٹے اور نہ کسی عمارت کو گرائے، اس لئے کہ اسلام تہذیب و عمران، قسط و عدل اور اصلاح و تعمیر کا سرچشمہ ہے، تعمیر کے سرچشمہ سے تخریب کی سوتیں نہیں ابل سکتیں۔

افسوس انسان بڑا ظالم ہے۔ انه كان ظلوماً جهولاً، وہ ہمیشہ ظالموں کا ساتھ دیتا اور ظلم کی حمایت پر آمادہ رہتا ہے، رحمت کو اپنی جہالت سے زحمت سمجھتا ہے، سچائی سے اعراض کرکے باطل سے رشتہ جوڑتا ہے، خود انصاف کا طالب رہتا ہے مگر دوسروں کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔

یورپ کا نظریہ ہے کہ اسلام نے جہاد کی تعلیم دے کر خوں ریزی کا دروازہ کھول دیا، اس نے "کافروں" کو قتل کرنے کی خطرناک اسکیم بنائی، اس نے کفر کی یہ سزا رکھی کہ کافر اسلام اور تلوار میں سے ایک کو قبول کرے اس کا نظام حیات یہ ہے کہ ہر مسلمان جہاد کرے اور لوگوں کا مال و منال لوٹ کر مزے اڑائے، ایک الزام ہو تو گنایا جائے، ایک شک ہو تو رفع کیا جائے، جہاد کے پردہ میں ہزاروں الزامات، ان گنت افترا پردازیاں اور بے شمار غلط بیانیاں، یورپ افترا پردازیوں کا ماہر خصوصی ہے، اس کے مستشرقین و محققین، اس کے ایڈیٹر اور پروفیسر، اس کے مصنف اور ادیب، اس کے لارڈ اور ڈیوک، اس کے بیرن اور بشپ، اس کے زمیندار اور نواب، اس کے رجال سیاست اور ارکان مذہب، غرض ہر چھوٹے بڑے کا دلچسپ مشغلہ یہ ہے کہ وہ جہاد کو بدنام کرے، اسلام کو خونی مذہب قرار دے، ترقی کی راہ میں اسے سنگ گراں ثابت کرے اور اس کی طرف وہ تمام ناپسندیدہ باتیں منسوب کرے، جن کی قباحت سے کوئی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کرسکتا۔

اسلام کی لڑائیاں — آئیے ہم اس خونی مذہب کا جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ قتل انسان کے باب میں اس کی فہرست کتنی طویل ہے، پہلے یہ دیکھیے کہ اسلام کے داعی اول صلی اللہ علیہ وسلم کو جن لڑائیوں کی شرکت پر مجبور ہونا پڑا ان کی تعداد کیا ہے، اور ہر جنگ میں اسلام کی تلوار سے کس قدر انسانوں کے سر قلم ہوئے، اس کے اعداد و شمار درج ذیل ہیں۔

جنگ	تعداد شہدائے اسلام	تعداد مقتولین کفار	جنگ	تعداد شہدائے اسلام	تعداد مقتولین کفار	جنگ	تعداد شہدائے اسلام	تعداد مقتولین کفار
(۱) ابواء	×	×	(۲) بواط	×	×	(۳) العشیرہ	×	×

جنگ	تعداد: شہدائے اسلام	تعداد: مقتولین کفار	جنگ	تعداد: شہدائے اسلام	تعداد: مقتولین کفار	جنگ	تعداد: شہدائے اسلام	تعداد: مقتولین کفار
(۴) بدر الاولیٰ	×	×	(۱۱) حمراء الاسد	×	×	(۱۸) بنو قریظہ	×	۷۰۰
(۵) بدر الکبریٰ	۱۴	۷۰	(۱۲) بنو نضیر	×	×	(۱۹) بنو لحیان	۱	×
(۶) بنو سلیم	×	×	(۱۳) ذات الرقاع	×	×	(۲۰) ذو قرد	۲	×
(۷) بنو قینقاع	×	×	(۱۴) بدر الثانیہ	×	×	(۲۱) خیبر	۱۵	۹۳
(۸) السویق	۲	×	(۱۵) دومۃ الجندل	×	×	(۲۲) فتح مکہ	۲	۲۴
(۹) غطفان	×	×	(۱۶) مریسیع	۱	۱۰	(۲۳) حنین و طائف	۱۲	نامعلوم
(۱۰) احد	۷۰	۲۳	(۱۷) خندق	۶	۳	(۲۴) تبوک	×	×

کل میزان ۱۰۴۸

غور فرمائیے پیغمبر اسلام نے ایک دو نہیں چوبیس جہاد کیے مگر ان میں کتنے انسان کام آئے؟ مسلمان ۱۲۵ اور کافر ۹۲۳۔

گذشتہ جنگ عظیم میں ایک کروڑ انسان ہلاک ہوئے، اسلام کی ۲۴ جنگوں میں ۲۴ کروڑ نہیں ۱۲ کروڑ یا کم از کم ۶ کروڑ انسان تو مارے جاتے۔ اسلام جہاد کی بدولت بدنام بھی ہوا اور مرے اس میں ۱۰۴۸ انسان، گویا آجکل صرف ایک ہولناک بم سے جس قدر انسان ہلاک ہوتے ہیں اتنے انسان اسلام کی ۲۴ جہادی لڑائیوں میں ہلاک اور شہید ہوئے۔

دشمنوں کے کارنامے۔ ہمیں ندامت ہے کہ اسلامی جہادوں میں دشمنوں کے کل ۹۲۳ آدمی مارے گئے لیکن ہم یورپ کے پادریوں سے، یورپ اور مغرب کے مستشرقین سے، یورپ کے رجال سیاست سے پوچھتے ہیں کہ عیسائیوں نے مذہب اور سیاست کے نام پر، کروسیڈز (جنگہائے صلیبی) کے نام سے، خام پیداوار اور منڈیوں کے نام سے، تیل اور نوآبادیوں کے نام سے جس قدر انسانوں کو قتل کیا ہے وہ اس کی ایک فہرست پیش کریں، تاکہ ہمیں بھی اندازہ ہو کہ جن لوگوں کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا وہ دوسروں کی آنکھوں کا تنکا کس طرح دیکھ لیتے ہیں

اسلامی دنیا کا مطالبہ یہ ہے کہ اسپین میں کس قدر مسلمانوں کو قتل کیا گیا، وہ تعداد کیا ہے جو نذرِ آتش کی گئی، محاربات صلیبی میں بیت المقدس کے نام پر تین صدیوں تک کس قدر مسلمانوں کا خون بہایا گیا؟ بارتھولومیو کے واقعہ میں کتنے انسان پادریوں کے ہاتھ سے ذبح کئے گئے، اسمتھ فیلڈ کے میدان میں کس قدر انسانوں کو آگ کی نذر کیا گیا، نپولین بوناپارٹ نے بارہ تیرہ لڑائیوں میں جس قدر انسانوں کی جان لی ان کی تعداد کیا ہے، گذشتہ جنگ میں ایک کروڑ سے زیادہ جو انسان مارے گئے کیا وہ خیالی تصویر ہے؟ اور ہاں موجودہ جنگ کی دلدوز داستان بھی سنائی جائے، بمباری کی ہلاکت خیزیوں کو بے نقاب کیا جائے سول آبادی کی تباہی، بستیوں اور شہروں کی ویرانی کا کوئی فلم تو تیار کیا جائے، وہاں ۴۲ جنگوں میں اموات کی کل تعداد ۱۰۴۰۸۰، اور اس پانچ سال کی جنگ میں مرنے والوں کے اعداد و شمار؟ بے شک اسلامی جہاد قابل شرم ہے کہ ۴۲ جنگوں میں ایک بم کے برابر آدمی مارے گئے، مگر یورپ کے "جہاد" میں نہیں، ڈکٹیٹر شپ اور جمہوریت کی جنگ میں روزانہ ہزاروں ٹن بم گرتے ہیں، پانچ سال کی بمباری کا اگر شمار ہو سکتا ہے تو مرنے والوں کی تعداد بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ قاتلہم اللہ انی یؤفکون ط۔

جناب محترم خان بہادر سید محمد عیسیٰ صاحب الٰہ آباد:- اس میں شبہ نہیں کہ کسی علمی اور دینی ادارہ کی تکمیل اور کامیابی کے لئے جس طرح سرمایہ کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے، اسی طرح احساس اور فرض شناسی اس کی ترقی و بہبود کے لئے ایک بنیادی چیز ہے جس پر مقاصد کی کامیابی کا دارومدار ہے، بحمد اللہ مسلمانوں میں یہ احساس اور بیداری پیدا ہو رہی ہے، اس حقیقت کے ثبوت کے لئے ہمارے سامنے خان بہادر صاحب محترم کی ذات گرامی ہے، آپ دار العلوم حرم کے مستقل معاون و محسن قدیم ہیں اور وقف جناب شیخ عبد الصمد صاحب مرحوم سے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی سالانہ مقررہ رقم اعانت ہر سال بلا کسی یاد دہانی کے ارسال فرما کر اولو العزمانہ احساس و خلوص سے اپنا فرض ادا کرتے ہیں، اس زمانہ میں جب کہ امور خیر اور نیک کاموں سے دلچسپی کم ہوتی جا رہی ہے، خان بہادر سید محمد عیسیٰ صاحب کی یہ امتیازی شان دوسروں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے، سید صاحب موصوف نے ہر سال کی طرح اس سال بھی وقت مقررہ پر اس نازک دور اور نازک حالات میں سال مختتمہ مارچ ۱۹۴۴ء کی بابت بارہ سو روپیہ ارسال فرما کر اہل حرم کی دعائیں

پس، خدائے پاک آپ ایسے باہمت وسراپا اخلاص وحقیقت شناس محسن کو دارالعلوم کے لئے قائم رکھے اور اس کا اجر وثواب معطی اور واقف مرحوم کو ہمیشہ ملتا رہے۔

جناب محترم مولوی سید محمد صاحب قادری حیدرآباد دکن توفیق خیر جن نیک دل اور مقبول بندوں کے شامل حال ہوتی ہے وہ کسی خدمت خیر میں تنہا شرکت بخل سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی برمحل فیاضی سے مولوی سید محمد صاحب قادری کو اس کی بھی توفیق عظیم عطا فرمائی ہے کہ آپ دوسرے اصحاب خیر کو بھی امداد حرم کی ترغیب دے کر دوسرا اجر وثواب حاصل کرتے ہیں۔ موصوف نے ایک سو پچھتر (۱۷۵) روپیہ کی رقم امداد روانہ فرمائی ہے، اس عطیہ کا بیشتر حصہ مسلمانان قصبہ سنگرم پیٹھ کی طرف سے ہے، اسی کے ساتھ آپ نے سال حال (۱۹۴۴ء) کی بابت دارالعلوم حرم کے لئے اپنا سالانہ عطیہ اور امداد پچاس روپیہ بھی اس تحریر کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔

"یہ وہ رقم ہے جس کے ہر سال ماہ جنوری میں بھیجنے کا وعدہ کیا ہے، اور انشاء اللہ بشرط زندگی بھیجتا رہوں گا"

رب کعبہ سالکان حرم کے ساتھ آپ کے اس قلبی تعلق اور پُرخلوص محبت میں اور زیادہ اضافہ کرے، ہم آپ کے لئے اور معطیان کے لئے صمیم قلب سے فلاح دارین کی دعا کرتے ہیں۔

حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی "ندائے حرم" سے دلچسپی رکھنے والے طبقہ کے لئے حاجی صاحب محترم کی پُرخلوص شخصیت محتاج تعارف نہیں، خدا کی جو نعمتیں آپ کے حال پر مبذول ہیں ان میں بحمداللہ قابل وتعلیم یافتہ، مطیع وفرمانبردار اولاد سے ان نعمتوں کی تکمیل کی گئی ہے، اس "نئی روشنی" کے زمانہ میں والدین کی اطاعت، نیک نفسی اور صلاحیت مندی کا غیر معمولی ثبوت ہے، حاجی صاحب محترم کو خدا کے گھر میں اپنے اس صدقہ جاریہ اور عظیم الشان کارِ خیر سے جو دلی انس وتعلق ہے وہ بجائے خود ایک ایسی عملی ترغیب ہے کہ اس سے ہر نیک خیال وپاک سیرت مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، بہر حال یہ نیک صفات اثر اُن کی نیک نہاد اولاد میں کیوں نہ پیدا ہوتا، حاجی صاحب محترم کی تحریک اور ہدایت پر آپ کے صاحبزادے پروفیسر الیاس احمد صاحب نے الٰہ آباد سے اپنی صاحبزادی کے انتقال پر سو روپیہ بطور ... مستحق طلباء کے [illegible]

امداد کے لئے بمد لطائف ارسال فرمائے ہیں، اس سے قبل آپ کے صاحبزادہ اقبال احمد صاحب کی ابتدائی رقم سے
مد ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہوا تھا، کسی مقصد خیر اور نیک کام کے آغاز کا اجر و ثواب بھی ایک مستقل چیز ہے
اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے نیک ارادوں میں ہمیشہ برکت عطا فرمائے۔

مکتوبات

ندائے گھر کی اکثر سالہ مرکزی تحریک کا نقیب اور ساکنان حرم پاک کا پیامبر "ندائے حرم" کی بانگ و ندا کا گہرا اثر درد مند و حساس اور بیدار مغز مسلمانوں کے دلوں میں اپنی جگہ کر رہا ہے، قدرت نے جن کانوں کو حرم محترم کی اس آواز کے سننے کی توفیق دی ہے وہ صحیح طور پر اس سے متاثر ہیں جس کا ثبوت اُن حوصلہ پرور کلمات خیر سے مل سکتا ہے جو "ندائے حرم" کے ان خاص قدر والوں کے مخلصانہ جذبات کے ترجمان ہیں، اور جن میں اس کے مفید اور بلند مضامین کے تذکرہ سے ہماری ہمت افزائی کی گئی ہے، جزاہم اللہ۔

ہم جذبۂ تشکر و احترام کے ساتھ ان وقیع خطوط کے چند اقتباسات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جو "ندائے حرم" کی سچی خدمات کی سچی شہادت ہیں۔

مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی: مولانا کی ذات گرامی علمی حلقہ میں محتاج تعارف نہیں، آپ دیوبند سے "ندائے حرم" کے متعلق اپنی قیمتی رائے ان ہمت آفریں الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں جو اہل بصیرت کے لئے ایک مستقل پیام حقیقت ہے۔

ندائے حرم کے پرچے موصول ہوئے، حرم کی نداؤں نے دل و دماغ کو معطر کیا۔ اور روح پر ایک کیفیت جذب و شوق طاری کر دی، اس توجہ کا شکریہ تو واقعۃً ہر بن مو ہی سے ادا ہو سکتا تھا مگر کیا کیجئے کہ ان سب کا وکیل اور ان کی ترجمانی کا حق حضرت حق نے زبان ہی کو عطا فرمایا ہے، اور لسان ناطق نے اپنا قائم مقام زبان قلم کو بنا دیا ہے، اس لئے زبان قلم سے وظیفۂ تشکر بجا لا رہا ہوں، ندائے حرم کا مطالعہ میرے لئے سرمایۂ سعادت ہے،
ندائے حرم بلاشبہ بیت اللہ کا داعی و منادی ہے۔ اور اس کو حرم محترم کی ندائے معنوی کہنا مبالغہ آرائی نہ ہوگی، بلا تردد کوثر و تسنیم کی جو معنوی آبشاریں مہبط انوار الٰہی سے جاری

ہیں یہ انہیں کا ایک اجمالی فوٹو اور آئینہ ہے۔

جناب طبیب آل احمد صاحب از ابرام پور

خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ ایسے پاک و نایاب مضامین سے روشناس فرماتے ہیں۔

جناب سید الطاف حسین صاحب از گولا گھاٹ

آپ کا مرسلہ پرچہ ماہنامہ ندائے حرم بابت ماہ صفر ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۴۴ء کا موصول ہوا، پرچہ ماشاء اللہ بہت عمدہ اور دلچسپ ہے اور مرکزیت کے لحاظ سے نہایت مفید اور ضروری ہے، خدائے عزوجل پرچہ کو ترقی بخشے، آمین ثم آمین۔

شاہ خلیل الرحمن صاحب بیرسٹرایٹ لا مونگیر

ندائے حرم سے حالات اور مشکلات سے واقفیت ہوتی رہتی ہے۔ کوشش کرنے چاہئے، وہ سب کا مددگار ہے، دعا کیجئے کہ خدا دے اور ہم مدد کرتے رہیں۔

موصوف نے اپنی اس مرکزی تحریک کے ساتھ جس ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے اور ناسازگار حالات میں صبر و ثبات کی تلقین فرمائی ہے وہ یقیناً ہمارے لئے موجب تقویت ہے، اور آپ کے ایمانی احساس و شعور کا ثبوت ہے، کارکنان دارالعلوم حرم آپ کے اور ان تمام مخلصین حرم کے صمیم قلب سے شکر گذار ہیں۔

بصائر

اسلام ایک جمہوری مذہب ہے

ایک یورپین لیڈی پر نماز کا اثر

انگلستان کی مشہور سیاح خاتون مس بیل کے نام سے باخبر حلقہ ناآشنا نہیں، اس کی زندگی سیاحی
اور دشت نوردی میں گذری، سیاحی بھی ممالک عربیہ کی، اور عربی ممالک کے ان مقامات کی جو آثار قدیمہ کے
لئے مشہور ہیں، اور جہاں مشکل ہی سے کوئی شخص جاسکتا ہے، یہ خاتون کئی زبانوں کی ماہر ہیں، عربی، سریانی
یونانی، فرانسیسی اور بعض قدیم زبانوں میں انہیں خاص دسترس حاصل ہے، کتبات کی فراہمی، ملل قدیمہ کے نقوش
و آثار کی جستجو، قدیم اقوام کی نسلی تحقیقات کا شغف، قدیم زبانوں کی لسانی اور تاریخی خصوصیات کا ذوق اس
خاتون کی زندگی کا سرمایہ ہیں۔

یہ خاتون سنہ ۱۹۰۴ء میں دمشق پہنچیں اور وہاں کئی ماہ تک قیام کیا، وہ ایک واقعہ اپنے مکتوبات میں
لکھتی ہیں:-

"میں اپنی قیام گاہ سے نکل کر ایک بڑی مسجد کی طرف روانہ ہوئی، وہاں پہنچکر دروازہ پر ایک فقیر نے میرے
جوتے اپنے قبضہ میں کئے اور میں مسجد میں داخل ہوئی، یہ دوپہر کے بعد کی نماز (نماز ظہر) کا وقت تھا، میں
نے دیکھا کہ مسجد کے صحن میں ہر حیثیت اور درجہ کے لوگ صف باندھے کھڑے ہیں، دمشق کے فضلاء اور
ڈاکٹروں سے لے کر خستہ حال اونٹ والوں اور سبزی فروشوں تک شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہیں، میں صفوں
کے پیچھے چند قدم کے فاصلہ پر کھڑی ہوگئی، اور سنتی رہی کہ امام کیا کہتا ہے، امام نے کہا "اللہ بہت بڑا ہے"۔

(اللہ اکبر) سب لوگ ایک اشارہ سے بیک وقت اپنے گھٹنوں پر جھک گئے، امام نے پھر کچھ کہا اور سب لوگوں نے اپنے چہرے زمین پر رکھ دیئے، ساری نماز میں خاموشی، انقیاد و اطاعت اور اپنے رب کے سامنے عاجزی قابل دید تھی، نماز دوسرے لوگ پڑھ رہے تھے اور اثر مجھ پر ہو رہا تھا، دراصل اسلام دنیا میں بہت بڑا جمہوری مذہب ہے، عقیدہ کے سوا اس میں نہ نسلی امتیاز ہے اور نہ طبقاتی انتشار اور یہ روح اس کی عبادت میں پوری تابناکی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔" (خطوط مس بل جلد اول صفحہ ۱۹۲)

مس بل مذہباً عیسائی ہے اور گرجا کی نماز سے خوب واقف، گرجا کی نماز اسے متاثر نہ کر سکی، مسجد کی نماز نے گرویدہ بنالیا، اور صرف نماز کی ہیئت کذائی سے وہ یہ اندازہ لگانے پر مجبور ہوئی کہ اسلام دنیا میں سب سے بڑا جمہوری مذہب ہے، آج جمہوریت کے شور میں اور مغربیت کے سیلاب میں خود مسلمان نماز کی حقیقت سے بے بہرہ ہوتے جارہے ہیں، بے بہرہ ہی نہیں، مذاق و تمسخر تک نوبت پہنچ گئی ہے اور اپنے مذہب سے انہیں شرم آنے لگی ہے، دنیا پر جمہوریت کا افسوں کارگر ہو چکا ہے، مگر جس جمہوریت کی بنیاد اسلام نے ڈالی ہے وہ اپنی شان میں اب بھی نرالی ہے، دنیا کا کوئی جمہوری نظام اسلام کی جمہوریت کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا۔

سینٹ ہیلیر کا معیار صداقت:- اگر انسان کی نیت بخیر ہو، ارادہ میں اخلاص اور نظر میں انصاف ہو تو سچائی کے ادراک میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آسکتی، وہ نظر ڈالتے ہی حقیقت معلوم کر لیتا ہے اور اس کی ایک نگاہ حق و باطل میں فرق و امتیاز کر سکتی ہے، یہ سچ ہے کہ انسان میں سچائی کو معلوم کرنے کی خواہش اور حق کی جستجو کا داعیہ موجود ہونا چاہئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ حق اور سچائی کوئی پیچیدہ اور ناقابل فہم چیز ہے، جب تک انسان اس کو نہیں پاتا وہ ناقابل فہم ہے اور جب پالیتا ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک جانی بوجھی اور سمجھی ہوئی چیز ہے، اور دنیا میں کوئی اور چیز اس سے زیادہ سہل و آسان نہیں ہے، اگر انسان سچائی کی تڑپ سے محروم ہے، اس کی نظر انصاف سے دور ہے اور محبت یا نفرت کے جذبات اس کی دماغی کائنات پر محیط ہیں تو پھر سچائی ہی دنیا میں وہ چیز ہے جو سب سے زیادہ مشکل، سب سے زیادہ ناقابل فہم اور سب سے زیادہ نامانوس معلوم ہوتی ہے، ایسا انسان ہر چیز قبول کر سکتا ہے، سچائی قبول نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ نیت اور ارادہ کے اختلاف نے ایک طرف صدیق اکبرؓ جیسا صادق پیدا کیا اور دوسری طرف ابوجہل جیسے جہل مرکب

کاظہور عمل میں آیا، پہلا شخص حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پکار اٹھا واللہ ما ھذا بوجہ کذاب دوسرا شخص ساری عمر سب کچھ دیکھتا رہا مگر اسے کچھ نظر نہ آیا، اور یہی کہتا رہا ان ھو الا رجل مسحورا -

فرانس کا مشہور ادیب اور مورخ سینٹ ہیلیر اپنی فرانسیسی کتاب "تاریخ محمدی" میں لکھتا ہے کہ "مجھے پیغمبر اسلام کی صداقت میں ہمیشہ شک ہی رہا، اور کوئی دلیل اس کانٹے کو نہ نکال سکی، ایک دفعہ میری نظر اس واقعہ پر پڑی کہ جب قرآن کریم کی آیت واللہ یعصمک من الناس (اللہ تمہارا محافظ اور نگہبان ہے) نازل ہوئی اور خدا نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے رسول کا خود محافظ ہے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محافظوں کو یہ کہہ کر الگ کر دیا کہ اب تمہاری ضرورت نہیں ہے، میری حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لے لی ہے، تو میں نے غور کیا، بار بار غور کیا، غور و فکر کا اعادہ ہوتا رہا اور میں نے سوچا کہ انسان دنیا کو دھوکہ دے سکتا ہے، اپنے نفس کو دھوکہ نہیں دے سکتا، جھوٹ بولنا بھی آسان ہے مگر اپنے نفس کو غلط بیانی پر مطمئن نہیں کیا جا سکتا، اگر واقعی آپ سے خدا تعالیٰ حفاظت کا وعدہ نہ کرتا تو آپ اپنے محافظوں کو الگ نہ کرتے، کون ایسا شخص ہے جو دشمنوں میں محصور ہو اور اپنی حفاظت کی زیادہ سے زیادہ خواہش نہ رکھتا ہو اور پھر مزید خطرات کو دعوت دینے کے لئے ظاہری اسباب سے بھی کنارہ کش ہو جائے، اور اپنے نگہبانوں سے کہہ دے کہ جاؤ مجھے تمہاری ضرورت نہیں اور یہ بھی محض ایک جھوٹی وحی کی بنا پر جسے وہ خود بھی جانتا ہے کہ جھوٹی ہے، جب تک کسی انسان کو اس قسم کی وحی پر کامل ایمان اور پورا الیقین نہ ہو وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے کر مزید خطرات کو دعوت نہیں دے سکتا، یہ سینٹ ہیلیر کا طریق استدلال تھا، جو اس کے لئے اطمینان قلب کا باعث ہوا، اور جب قلب کو طمانینت کی دولت مل گئی تو شکوک و شبہات کا وہ کونسا کانٹا ہے جو باقی رہ سکتا ہے؛

ایک جاسوس کا اعتراف:- گذشتہ صدی میں حکومت فرانس نے ایک شخص سیولیون زوش کو مجاہد اعظم امیر عبد القادر جزائری رح کے خفیہ حالات معلوم کرنے کی غرض سے مقرر کیا اسے ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان اور سچا مسلمان ظاہر کرنے کی پوری کوشش کرے، اور اپنی اسلامی زندگی اس طرز پر بسر کرے کہ اسے امیر عبد القادر کی بارگاہ سے سند اعتماد حاصل ہو جائے، اس جاسوس نے کامیابی کے ساتھ ان ہدایات پر پورا عمل کیا، وہ اس ماحول میں تیس سال تک رہا، ممالک اسلامیہ میں پھرتا رہا، وہاں اس نے

عربی زبان اور اسلامی علوم وفنون سیکھے، الجزائر، تونس، مصر، حجاز اور قسطنطنیہ کے حالات سے خوب واقفیت بہم پہنچائی، اس کے بعد اس نے ایک کتاب "اسلام میں تیس سال" کے نام سے شائع کی اور اس میں وہ سب کچھ لکھا جو ہم سب کے لئے قابل دید وشنید ہے، وہ لکھتا ہے۔

"میں نے اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ فرانس کی طرف سے امیر عبدالقادر کے خلاف سازشوں کا جال پھیلاؤں، میں نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی اور امیر موصوف کے دربار میں مجھے وہ اعتماد حاصل ہوا کہ انہوں نے مجھے اپنا معتمد خاص (پرائیویٹ سکریٹری) بنالیا، لیکن اس حیلہ اور مکر کے ساتھ ساتھ مجھ پر یہ حقیقت بھی روشن ہوئی کہ اسلام، جسے ہم میں کے بہت سے لوگ برا سمجھتے ہیں، تمام ادیان میں افضل اور اعلیٰ مذہب ہے، وہ نہ صرف انسانیت کا مذہب ہے بلکہ وہ دین فطرت بھی ہے اور ساتھ ہی اقتصادی اور ادبی مذہب بھی، ہمارے قوانین میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ دفعات ہیں، وہ تمام اسلام کے اندر موجود ہیں، بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ گال سائمن نے جس مذہب فطرت کا خاکہ کھینچا تھا وہ از سر تا پا اسلام ہی سے ماخوذ تھا۔"

یہ تھی اسلام کی کشش، کہ جاسوس شکار کرنے آیا اور خود شکار ہو گیا، یہ جاسوس کچھ اور بھی کہتا ہے ذرا غور سے سنئے۔

"پھر میں نے اس امر کی تحقیق کی کہ مسلمانوں پر اس مذہب نے کیا اثر ڈالا ہے، میں نے معلوم کیا کہ اسلام نے مسلمانوں کو شجاعت، پاک نفسی، خودداری کی بے انتہا دولت بخشی ہے، بلکہ اسلام نے ایسے نفوس خیر اور سعید روحیں پیدا کی ہیں جن کے پیدا کرنے کا خواب فلاسفہ نے دیکھا، اسلام کے مسلمان ایک ایسے عالم میں رہتے ہیں جو شر وفساد اور جھوٹ سے قطعی پاک ہے، مسلمان کا اخلاص اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ وہ کسی کے متعلق بدگمانی تک نہیں کرتا، اس کی زندگی کا مقصد نیکی اور اکل حلال ہے، حرام کو حلال کرنا اس کی فطرت کے خلاف ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے برابر مال دولت میں حصہ

کا ظہور عمل میں آیا، پہلا شخص حال وحی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پکار اٹھا واللہ ما ھذا بوجہ کذاب دوسرا شخص ساری عمر سب کچھ دیکھتا رہا مگر اسے کچھ نظر نہ آیا اور یہی کہتا رہا ان ھو الا رجل مسحورا -

فرانس کا مشہور ادیب اور مورخ سینٹ ہیلیر اپنی فرانسیسی کتاب "تاریخ محمدی" میں لکھتا ہے کہ "مجھے پیغمبر اسلام کی صداقت میں ہمیشہ شک ہی رہا اور کوئی دلیل اس کانٹے کو نہ نکال سکی، ایک دفعہ میری نظر اس واقعہ پر پڑی کہ جب قرآن کریم کی آیت واللہ یعصمک من الناس (اللہ تمہارا محافظ اور نگہبان ہے) نازل ہوئی اور خدا نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے رسول کا خود محافظ ہے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محافظوں کو یہ کہہ کر الگ کر دیا کہ اب تمہاری ضرورت نہیں ہے، میری حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے لی ہے، تو میں نے غور کیا، بار بار غور کیا، غور و فکر کا اعادہ ہوتا رہا اور میں نے سوچا کہ انسان دنیا کو دھوکہ دے سکتا ہے، اپنے نفس کو دھوکہ نہیں دے سکتا، جھوٹ بولنا بھی آسان ہے مگر اپنے نفس کو غلط بیانی پر مطمئن نہیں کیا جا سکتا، اگر واقعی آپ سے خدا تعالیٰ حفاظت کا وعدہ نہ کرتا تو آپ اپنے محافظوں کو الگ نہ کرتے، کون ایسا شخص ہے جو دشمنوں میں محصور ہو اور اپنی حفاظت کی زیادہ سے زیادہ خواہش نہ رکھتا ہو اور پھر مزید خطرات کو دعوت دینے کے لئے ظاہری اسباب سے بھی کنارہ کش ہو جائے، اور اپنے نگہبانوں سے کہہ دے کہ جاؤ مجھے تمہاری ضرورت نہیں اور یہ بھی محض ایک جھوٹی وحی کی بنا پر جسے وہ خود بھی جانتا ہے کہ جھوٹی ہے، جب تک کسی انسان کو اس قسم کی وحی پر کامل ایمان اور پورا یقین نہ ہو وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے کر مزید خطرات کو دعوت نہیں دے سکتا، یہ سینٹ ہیلیر کا طریق استدلال تھا، جو اس کے لئے اطمینان قلب کا باعث ہوا، اور جب قلب کو طمانینت کی دولت مل گئی تو شکوک و شبہات کا وہ کونسا کانٹا ہے جو باقی رہ سکتا ہے؛

ایک جاسوس کا اعتراف:- گذشتہ صدی میں حکومت فرانس نے ایک شخص سیولیون روش کو مجاہد اعظم امیر عبد القادر جزائری رح کے خفیہ حالات معلوم کرنے کی غرض سے مقرر کیا اسے ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان اور سچا مسلمان ظاہر کرنے کی پوری کوشش کرے، اور اپنی اسلامی زندگی اس طرز پر بسر کرے کہ اسے امیر عبد القادر کی بارگاہ سے سند اعتماد حاصل ہو جائے، اس جاسوس نے کامیابی کے ساتھ ان ہدایات پر پورا عمل کیا، وہ اس ماحول میں تیس سال تک رہا، ممالک اسلامیہ میں پھرتا رہا، وہاں اس نے

عربی زبان اور اسلامی علوم وفنون سیکھے، الجزائر، تونس، مصر، حجاز اور قسطنطنیہ کے حالات سے خوب واقفیت بہم پہنچائی، اس کے بعد اس نے ایک کتاب "اسلام میں تیس سال" کے نام سے شائع کی اور اس میں وہ سب کچھ لکھا جو ہم سب کے لئے قابل دید وشنید ہے، وہ لکھتا ہے۔

"میں نے اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ فرانس کی طرف سے امیر عبدالقادر کے خلاف سازشوں کا جال پھیلاؤں، میں نے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی اور امیر موصوف کے دربار میں مجھے وہ اعتماد حاصل ہوا کہ انہوں نے مجھے اپنا معتمد خاص (پرائیویٹ سکرٹری) بنالیا، لیکن اس حیلہ اور مکر کے ساتھ ساتھ مجھ پر یہ حقیقت بھی روشن ہوئی کہ اسلام، جسے ہم میں کے بہت سے لوگ برا سمجھتے ہیں، تمام ادیان میں افضل اور اعلیٰ مذہب ہے، وہ نہ صرف انسانیت کا مذہب ہے بلکہ وہ دین فطرت بھی ہے اور ساتھ ہی اقتصادی اور ادبی مذہب بھی، ہمارے قوانین میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ دفعات ہیں، وہ تمام اسلام کے اندر موجود ہیں، بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ گال سائمن نے جس مذہب فطرت کا خاکہ کھینچا تھا وہ از سرتاپا اسلام ہی سے ماخوذ تھا۔"

یہ تھی اسلام کی کشش، کہ جاسوس شکار کرنے آیا اور خود شکار ہوگیا، یہ جاسوس کچھ اور بھی کہتا ہے ذرا غور سے سنئے۔

"پھر میں نے اس امر کی تحقیق کی کہ مسلمانوں پر اس مذہب نے کیا اثر ڈالا ہے، میں نے معلوم کیا کہ اسلام نے مسلمانوں کو شجاعت، پاک نفسی، خودداری کی بے انتہا دولت بخشی ہے، بلکہ اسلام نے ایسے نفوس خیر اور سعید روحیں پیدا کی ہیں جن کے پیدا کرنے کا خواب فلاسفر نے دیکھا، اسلام کے مسلمان ایک ایسے عالم میں رہتے ہیں جو شر و فساد اور جھوٹ سے قطعی پاک ہے، مسلمان کا اخلاص اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ وہ کسی کے متعلق بدگمانی تک نہیں کرتا، اس کی زندگی کا مقصد نیکی اور اکل حلال ہے، حرام کو حلال کرنا اس کی فطرت کے خلاف ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے برابر مال و دولت میں حصہ

نہیں رکھتے۔

دنیا کے وہ دو اجتماعی مسئلے جن کے حل کرنے میں ساری دنیا لگی ہوئی ہے، انہیں اسلام پوری طرح سے بہت پہلے حل کر چکا ہے، پہلے مسئلہ کے متعلق اسلام کا اعلان ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، یہ اعلان اشتراکیت کے اصول ومبادی کا سنگ بنیاد ہے، دوسرا مسئلہ ہر فرد کی قدرت پر زکوٰۃ کی فرضیت کا ہے، اس سے مقصد غربا کی دستگیری اور سرمایہ کی عادلانہ تقسیم ہے، زکوٰۃ دہشت انگیز سازشوں اور انارکی کا موثر اور آخری علاج ہے۔

اسلام محاسن وفضائل کا دین ہے، اگر کوئی شخص دنیا کو اسلام کی تعلیم سے کماحقہٗ آگاہ کرے اور اس کی تشریح میں قرآن کے انداز کو پیش نظر رکھے تو آج مسلمان دنیا میں سب سے زیادہ ترقی کر سکتے ہیں، لیکن مسلمانوں میں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آتا، ہاں ایسے علما ضرور موجود ہیں جو قرآن کے مطالب میں ردوبدل اور اس کے عرفانی جمال کو مسخ کرتے رہتے ہیں۔ اور اسلام میں ایسی ایسی باتیں داخل کرتے ہیں جن کا اس سے کوئی تعلق نہیں، مجھے قیروان اور اسکندریہ میں ایسے علما سے ملنے کا اتفاق ہوا جو الجزائر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فتوے صادر کرتے رہتے ہیں اور انہیں بتلایا کرتے ہیں کہ فرانس کی اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے اور فرانس ہی وہ حکومت ہے جس کا مقصد لوگوں کی بھلائی ہے“

ان آخری سطور کو پڑھیے کہ یہ جاسوس کیا کہہ رہا ہے، اسے معلوم نہیں کہ ایسے علما ہر جگہ موجود ہیں، دین سے لاعلمی، مذہب میں تحریف اور اجنبی طاقت کی قصیدہ خوانی! فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ۔

تاریخ ہجری اور مسلمان: مغربی جاہ وجلال نے مسلمانوں کی ذہنیت پر کچھ ایسا اثر کیا ہے کہ انہیں اپنی تاریخ اور روایات سے خود ہی شرم آنے لگی ہے، ان کے لئے قابل شرم چیز یہ نہیں ہے کہ وہ قوم جو شاندار ماضی کی امانت دار اور کائنات کی تعمیری قوتوں کی علمبردار ہے، دوسروں کی نقالی کرے، اور اپنے حقیقی دشمنوں کا پس خوردہ کھائے، بلکہ شرمناک چیز یہ ہے کہ خودداری کے ساتھ اپنی عظمت کا دامن پکڑے رہے، اپنی تکوینی قابلیتوں پر فخر کرے اور اپنے علمی اور تہذیبی آثار سے استفادہ کرے، یہ ثابت

کرے کہ اسلام ہر زمانہ میں ایک زندہ قوت ہے اور اس میں دنیا کی ہر قوت پر غالب آنے کی صلاحیت موجود ہے"

ہندوستان میں عام طور پر ہجری تاریخ اور سن کیوں متروک ہے؟ اس لئے کہ یورپ کی ایک طاقت ایسی موجود ہے جو سن عیسوی کا استعمال کرتی ہے اور چونکہ طاقت ہی حق و باطل میں ایک امتیازی چیز ہے اس لئے عیسوی تاریخ ہی کا استعمال ضروری سمجھ لیا گیا، اس سلسلہ میں علامہ شیخ طاہر الجزائری مرحوم نے شام کے وزیر تعلیم کو چند سوالات کا جواب دیتے ہوئے جو کچھ لکھا تھا وہ ہم ذیل میں اس لئے درج کرتے ہیں کہ مسلمان غور سے پڑھیں اور یہ سمجھیں کہ اسلامی باقیات کو ختم کرنے کے لئے دشمنوں نے کتنا بڑا اور ہمہ رنگ زمین جال بچھا رکھا ہے۔

"ہمیں ان لوگوں پر حیرت ہے جو ہجری تاریخ کے خلاف ہمیں تلقین فرماتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اُن کے مکر و فریب سے یکسر غافل ہیں، ہر قوم کے لئے ایک شعار اور نشانی ہے جب یہ نشانی مٹ جاتی ہے تو قوم میں بھی ضعف اور اضمحلال پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اس کی بربادی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس امر کی ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اسلام کو جن چیزوں سے قوت حاصل ہوتی ہے ان کو کمزور کر دیں اس معاملہ میں انہیں کسی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے، انہوں نے اس مقصد کے لئے عربی زبان اور اس کے رسم الخط کو منتخب کر لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عربی رسم الخط کو بدل دینا چاہئے بغیر اس کے عربی زبان کو ترقی حاصل نہیں ہو سکتی، گویا "ترقی" کے پردہ میں شکار کھیلا جا رہا ہے، ان کا پروپیگنڈا اتنا زبردست ہے کہ ہمارے بڑے روشن خیال و باخبر لوگ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے، اس کے بعد تاریخ ہجری کی باری آتی ہے اور اسے مٹانے کے لئے ہر قسم کے وسائل اختیار کئے جاتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمانوں کو تاریخ ہجری کے استعمال پر کیوں ملامت کی جاتی ہے؟ کیا تاریخ ہجری ختم ہو گئی؟ کیا مسلمان دنیا سے ختم ہو گئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ سن عیسوی کے اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یورپ اور جملہ اقوام میں یکسانیت کے ساتھ تجارتی رشتہ قائم ہو جائے تو پھر تاریخ پر ہی کیا موقوف ہے اوزان اور پیمانوں کے اختلاف کو بھی مٹانے کی کوشش ہونی چاہئے، کیا یورپ میں اوزان کا اختلاف موجود نہیں ہے؟ اگر

مسلمان اپنی طاقت و رتہذیب کی حفاظت کے لئے تاریخ ہجری کے استعمال پر اصرار کریں تو ان کے تعاقب میں زور کیوں صرف کیا جاتا ہے"!

مسلمانانِ ہند کو معلوم ہونا چاہیئے کہ گائے سے زیادہ حفاظت کی چیز اسلامی تاریخ ہے اگر وہ اس کی حفاظت نہ کرسکے تو پھر کونسی چیز ہے جس کی حفاظت کا وہ ارادہ رکھتے ہیں۔

ایک حق شناس کا اقرار:- "ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی، ہمارا قول جانبداری پر محمول کیا جائے گا کس کو یقین آسکتا ہے یورپ ہمارا شاگرد تھا، اس نے ہم سے سب کچھ حاصل کیا ہے۔ عرصہ ہوا کہ شام سے ایک علمی وفد امریکہ گیا تھا، وہاں کے علمی اور ادبی حلقوں نے اس کا خیر مقدم کیا، ایک عام اجتماع میں جو بمقام ڈیٹرویٹ (امریکہ) میں منعقد کیا گیا تھا مسٹر آرتھر لائس نے شامی وفد کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ

"مجھے اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہم عربوں کے قرضدار ہیں۔ اور عرب ہمارے قرض خواہ! لوگ کہتے ہیں کہ مغرب کا گلشن تمدن یونان اور روم کی سوتوں سے سیراب ہوا ہے، اگر یہ صحیح ہے، تب بھی ہم عربوں کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہوسکتے، کیونکہ رومی اور یونانی تمدن عہد تاریکی میں بے نام ونشان ہو چکا تھا۔ اگر عرب ان تمدنوں کو زندہ نہ کرتے تو مغرب کے پاس ان کے حصول کا کوئی ذریعہ نہ تھا یورپ کی سب سے بڑی درس گاہ اسپین تھا، جس نے ہمیں ادب، فلسفہ اور دیگر علوم کی تعلیم دی عربوں ہی نے ہمیں کسور اعشاریہ اور حساب تفاضل ومقابلہ کے نکتے سمجھائے، عربوں نے ہم کو بتایا کہ زمین گول ہے، سب سے بڑے جغرافیہ دان عرب، شریف ادریسی نے جو کرہ روجر ثانی کو ہدیہ میں دیا تھا اس سے میرے دعویٰ کی تصدیق ہوسکتی ہے، اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ پانچسو برس گذرنے کے بعد کولمبس نے اپنے مشہور سفر کا آغاز کیا تھا، ادریسی ہی نے ہم کو بتایا تھا کہ زمین کا محیط چوبیس ہزار پانچسو میل ہے، آج کی جدید تحقیقات ادریسی کے تخمینہ پر ذرہ برابر اضافہ نہ کرسکی ہمیں کھلے دل سے اعتراف کرنا چاہیئے کہ انگلستان، فرانس اور اٹلی کو شعر وادب کا ذوق عربوں سے پیدا ہوا، اور اس کے بعد یورپ نشاۃ ثانیہ سے دوچار ہوا، میں انیگلوسیکسن قوم کی جانب

سے آپ کے فضائل و کمالات کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہوں، اور شکرگذار ہوں کہ آپ نے ان چند جملوں کے عرض کرنے کی مجھے سعادت بخشی!!

زمانہ کا انقلاب دیکھئے، آج ہم یورپ سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ان حقائق کا تصور بھی ہمارے دماغ میں نہیں آتا، خود فراموشی کا فلسفہ اگرچہ بے حقیقت نہیں ہے، لیکن جب قوم کی قوم اس میں مبتلا ہوجائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ خود فراموشی نہیں "بطش شدید" کی ایک افسوس ناک صورت ہے۔

اسلامی معاشرت و اخلاق

ممالک عربیہ میں اجتماعی زندگی کا تہذیبی پہلو

(مولوی حافظ محبوب الرحمٰن صاحب کیرانوی، استاذ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ)

موجودہ دور اور موجودہ حالت میں اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ اسلامی تہذیب و معاشرتی اخلاق و آداب کے نقوش روشنی میں لائے جائیں، تاکہ مسلمانوں کے دورِ اول میں جو معاشرتی تہذیب عام تھی اور جس کی جھلک آج بھی ممالک عربیہ میں موجود ہے، اس کا ایک اجمالی خاکہ ناظرین ندائے حرم کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس سلسلہ میں دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اور جامع ازہر مصر کے فاضل نوجوان مولوی محبوب الرحمٰن صاحب کیرانوی کا یہ دلچسپ مضمون ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ جس میں موضوع زیر بحث کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ خصوصاً جس نے کیمبرج اور آکسفورڈ کی ہوا کھائی ہو، نہ صرف انگریزی تعلیم، انگریزی زبان اور انگریزی ادب و لٹریچر کا دل دادہ نظر آتا ہے بلکہ وہ تہذیب و معاشرت، اخلاق و عادات ملاقات و گفتگو کے ہر طریقے اور ہر چیز میں مکمل طور پر "مغربی مہذب انسان" کا نمونہ بننا چاہتا ہے، یورپ کی ہر چیز اس کی نظر میں پسندیدہ اور قابل تقلید ہے، اور اسلامی تہذیب و معاشرت اور انداز گفتگو ناپسندیدہ اور ناقابل التفات۔

مغرب زدہ طبقہ کی مغربی تہذیب سے اس دل دادگی اور وابستگی میں سارا الزام ان حضرات پر ہے جنہوں نے موجودہ نسل کو انگریزی تعلیم کے حصول میں اس حد تک آزاد کر دیا ہے کہ وہ اپنی مذہبی خصوصیات تمدنی روایات اور طرز معاشرت کو آستان "غیر" پر قربان کر چکے ہیں، حالانکہ تہذیب جدید کی چمک دمک اس آفتاب تہذیب کے سامنے بالکل بے حقیقت ہے جس نے افق عرب سے طلوع ہو کر سارے عالم کو منور کر دیا، اسلامی

اخلاق و تہذیب نے جس کی ابتدائی تاریخ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے وابستہ ہے، تمام دنیا میں پھیل کر ہر قوم اور ملت کو اپنے رنگ میں رنگ دیا تھا، جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

ہر انصاف پسند اور صاحب بصیرت انسان اس حقیقت کو ماننے پر مجبور ہے کہ آغاز اسلام میں مقدس سرزمین حجاز پر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی نے عام اخلاق و عادات اور ادب و شائستگی کا جو حسین و دلکش انداز دنیا کے سامنے پیش کیا تھا وہ دنیا کے ہر اخلاقی و معاشرتی نظام سے بلند و برتر تھا، نہ صرف یہ بلکہ آج تک جو قومیں تہذیب و تمدن اور انسانیت کی مدعی ہیں وہ در اصل اسلام اور مسلمانوں ہی کی تہذیب کی خوشہ چیں ہیں۔

کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ آج بہت سے اسلامی ممالک جن میں ہندوستان بھی شامل ہے اغیار کی تہذیب کا شکار بن چکے ہیں، اسلامی اخلاق و تہذیب کا سرچشمہ جس پاک و مقدس سرزمین پر جاری ہوا تھا وہاں آج بھی عام معاشرتی زندگی میں وہی انداز ہے۔ اور اسلام کے مرکز و منبع جزیرۂ عرب میں ہماری اولین تہذیب کا جو عملی نمونہ موجود ہے، اس وقت بھی مسلمانوں سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ اسلام ہی کے نظام اجتماع و معاشرت کو اپنی زندگی کا جزو بنالیں اور اس پر ہر وقت کاربند رہیں۔

ایک عرب اور ایک دنیائے تہذیب جدید کے رہنے والے کی صرف روزمرہ کی پُرتکلف گفتگو، ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے پیش آنے اور ہمکلام ہونے کے طریقہ اور آداب کا موازنہ کیجئے تو دونوں کا طرز عمل ایک دوسرے سے جداگانہ نظر آئے گا، اور معلوم ہو گا کہ اسلام نے ایک ایسا مکمل اور ہمہ گیر اصول حیات بتایا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان ایک لمحہ کے لئے بھی خدا سے غافل نہیں ہو سکتا، اسلام کا نظریہ یہی ہے کہ انسان کے ہر فعل و عمل کی ابتدا اور انتہا خدا کی ذات و صفات سے قربت و مشابہت حاصل کرنا اور اسی کی خوشنودی طلب کرنا ہو، اس مقصد کے پیش نظر ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نشست و برخاست میں، خورونوش میں، گفتگو اور بول چال میں اسلام کی ہدایت پر کاربند ہو، مسلمان اسلام کے ہر اصول پر جب تک پابند رہے اس وقت تک وہ دین و دنیا کی دولت سے مالا مال رہے۔ لیکن جب سے انہوں نے "اغیار" کی قیادت اور رہنمائی قبول کر لی اور اپنی قدیم روایات کو چھوڑ دیا ان پر تباہی کے جو دور آئے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔

ممالک عربیہ میں خاص طور پر حجاز میں وہ اسلامی روایات باقی ہیں جو خدا پرستی کی آئینہ دار ہیں اور جن

کے متعلق میں اپنی حد تک مشاہدہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے قابل تقلید ہیں۔ یہ صرف زبانی دعویٰ اور مبالغہ آمیزی نہیں بلکہ اہل حرم کی اجتماعی زندگی اس حقیقت کا ناقابل انکار ثبوت ہے یہاں تک کہ ان کے روزمرہ کے محاورات، بول چال اور ملاقات کے طریقے بھی خدا پرستی کے ساتھ شائستگی، متانت وسنجیدگی اور تہذیب وادب کا اعلیٰ ترین مظہر ہیں، جو دور حاضر کی نئی تہذیب میں مفقود ہیں۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے ہندوستان میں خاص کر لکھنؤ اور اودھ میں، آؤ بھگت کے، ملاقات اور سلام وکلام کے نہایت پرتکلف انداز اور طریقے رائج تھے، مگر مغربی تہذیب کی برکتوں سے آج ان کی حقیقت بھی چونکہ قصہ پارینہ اور افسانۂ ماضی سے زیادہ نہیں اس لئے ہم ان کے متعلق تو کچھ کہنا نہیں چاہتے، البتہ موجودہ دور اور موجودہ تہذیب میں روزمرہ کی بول چال، ملاقات اور استقبال اور اسی طرح کے دوسرے موقعوں پر جس گرمجوشی، کشادہ دلی، تواضع وخاکساری اور محبت نوازی کا پرتکلف وشاندار مظاہرہ الفاظ کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اس کو گہری نگاہ سے دیکھئے، تو اس میں خدا پرستی تو کجا، تواضع وخاکساری، ہمدردی اور محبت کے پرخلوص اور سچے جذبات کا نام ونشان نہیں، جس کا تفصیلی جائزہ ہم ناظرین کے انصاف اور ذوق پر چھوڑتے ہیں

ہم آپ کے سامنے اہل حرم کی عام ملاقاتوں میں خیرمقدم اور خاص تقریبات کے موقعوں پر جو پرتکلف محاورات، شاندار جملے اور الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ان کی چند مثالیں پیش کریں گے۔ یہ نہ صرف زبان کی لطافت وملاحت، الفاظ کی پاکیزگی، طرز بیان کی خوبی، ادب ومتانت اور سنجیدگی ہی کا بہترین نمونہ ہیں بلکہ احساس خدا پرستی، اسلامی اخوت، باہمی محبت وہمدردی کے خالص اور سچے جذبات کی آئینہ دار ہیں۔

ہر ملک اور ہر قوم وملت کی زبان میں کچھ ایسے خاص الفاظ، جملے اور محاورات ضرور موجود ہیں جو ملاقاتوں کی پرتکلف گفتگو، سلام اور جواب سلام، مبارکباد اور خیرمقدم اور اظہار رنج ومسرت کے لئے مخصوص ہیں لیکن دنیا کی ہر زبان تقریباً اتنی محدود ہے کہ محض چند الفاظ سے ترکیبوں اور بندشوں کو بدل کر ہر موقع پر کام لیا جاتا ہے، اس کے برعکس عربی زبان کی غیر محدود وسعت اور ہمہ گیری یہ ہے کہ ہر موقع، ہر محل، ہر وقت اور ہر جگہ کے واقعات حالات، خیالات اور جذبات کی ترجمانی اور اظہار کے لئے الگ الگ الفاظ، جداگانہ محاورات اور مختلف پرتکلف جملے موجود ہیں۔ جن کی بندشوں اور ترکیبوں کی خوبیوں کے علاوہ سب سے

بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں الفاظ کے پردے پر دلی جذبات کی صحیح تصویر کھنچ جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انما جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا (یعنی زبان دل کی ترجمان ہے) کا فقرہ ضرب المثل ہو گیا۔

ان تمہیدی معروضات کے بعد اب ہم اہل عرب کی ملاقات، اثنائے ملاقات میں طرز تخاطب، سوال وجواب اور خیر مقدم اور استقبال کی گرم جوشی کے مترادف و پرشکوہ الفاظ اور ان کے مختلف مواقع استعمال کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں، جن سے یہ حقیقت نمایاں ہو جائے گی کہ مہذب انسان، مہذب الفاظ اور سنجیدہ گفتگو کا حقیقی اور اسلامی تصور یہی ہے کہ خدا کی ذات، اس کے ذکر اور یاد کو ملحوظ رکھ کر ایک دوسرے کے احترام کا مظاہرہ کیا جائے، اہل حرم کی زندگی کے اس پہلو کے اظہار و تشریح سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان مرکز اسلام سے اپنا اجتماعی سررشتہ مضبوط و مستحکم کرنے کی اہم ضرورت کو محسوس کریں۔ اور اپنی قدیم تہذیب اور پارینہ روایات کو زندہ کریں۔ اپنی ملاقاتوں اور مجلسوں میں گفتگو، خطاب اور جواب کا وہ صحیح طریقہ اختیار کریں جس سے بے تکلفی خوش مذاقی کے علاوہ اسلامی شان اور اسلامی خصوصیت بھی ظاہر ہو جو ایک خدا پرست جماعت کا طریقہ ہونا چاہیئے۔

اہل حجاز کی باہمی ملاقات کے مندرجہ ذیل خاکہ سے اندازہ کیجیئے کہ اوقات اور حالات کی مناسبت کا گفتگو، جملوں اور الفاظ میں خاص لحاظ رکھا جاتا ہے نیز ایک ہی مفہوم کے اظہار کے لئے ہم معنی الفاظ اور جملے بھی استعمال کئے جاتے ہیں جن میں زبان و ادب اور تہذیب و اخلاق کے محاسن کے ساتھ ساتھ خدا کی یاد اور اس کا ذکر بھی ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ ملاقات کے وقت گفتگو اس طرح شروع ہو گی۔

مہمان ۔ السلام علیکم (صبح کا وقت ہو تو) صباح الخیر (صبح بخیر) یا۔ صبحکم اللہ بالخیر (خدا کرے آپ کی صبح باخیر و برکت ہو) اگر شام کا وقت ہو تو مساء الخیر (شام بخیر) یا۔ مسّاکم اللہ بالخیر (خدا کرے آپ کی شام بخیریت گذرے)۔

میزبان (جواب اسی ترتیب سے) وعلیکم السلام، اللہ یصبّحکم بالخیر والسعادۃ (خدا کرے آپ کی صبح باخیر و سعادت ہو) اللہ یمسّیکم بالخیر والسعادہ (خدا کرے آپ کی شام باخیر و سعادت ہو)

اس کے بعد ہاتھ ملاتے ہوئے اور مصافحہ کرتے ہوئے۔

میزبان ۔ اھلاً وسھلاً (خوش آمدید)

مہمان ۔ اھلاً بکم (آپ ہی اہل ہیں) ۔

میزبان ۔ کیف حالکم؟ (مزاج مبارک) ۔

مہمان ۔ اللہ یحفظکم (خدا آپ کو سلامت رکھے)

میزبان ۔ شرفتمونا (آپ نے اپنی تشریف آوری سے ہم کو عزت بخشی) یا ۔ انستمونا (آپ نے ہمارے ساتھ اپنی محبت وموانست کا ثبوت دیا) یا ۔ نورتم بیتنا (آپ نے اپنی تشریف آوری سے ہمارے گھر کو زینت بخشی)

مہمان ۔ اللہ یشرف قدرکم (خدا آپ کی قدر ومنزلت بڑھائے) یا الانس بکم (یہ آپ ہی کی محبت ہے) یا الانس باھلہ (گھر کا اجالا تو اس کے رہنے والوں سے ہے) ۔

میزبان ۔ تفضل (تشریف رکھئے) یا ۔ استرح (آرام فرمایئے) ۔

مہمان ۔ اللہ یتفضل علیکم (اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل وکرم کرے) اراحك اللہ (خدا آپ کے لئے آرام کا سامان کرے) ۔

مذکورہ بالا سطور میں ہم نے اہل حرم کی ملاقات کی ابتدائی صورت کی طرف ایک سرسری اشارہ کیا ہے جس سے آپ کو محسوس ہوگا کہ وہ اپنی ملاقاتوں میں وقت کی مناسبت سے الفاظ اور جملے استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کا کوئی فقرہ خدائے برحق کی یاد سے خالی نہیں ہوتا ، علاوہ ازیں باہمی گفتگو میں ایسی نزاکت اور لطافت پائی جاتی ہے جو خود بخود ظاہر ہو رہی ہے ۔

اب ذرا چند ایسے خاص محاورات اور جملے ملاحظہ فرمایئے جو عید اور مسرت کے موقعوں پر یا نئے مکان کے بننے کی مبارکباد پیش کرنے کے لئے یا بارش وغیرہ کے پر کیف مناظر دیکھ کر استعمال کئے جاتے ہیں ، عید ملتے ہیں تو اس طرح ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں ۔

مہمان ۔ کل عام وانتم بخیر (ہر سال آپ اسی طرح بخیر عید منائیں) عید سعید وعود دائم (یہ عید مبارک ہو اور ہمیشہ لوٹ کر آتی رہے) ۔

میزبان ۔ علینا وعلیکم بالیمن والبرکۃ (عید ہمارے اور آپ کے لئے باعث برکت ہو) وانتم

بالصحۃ والسلامۃ (آپ ہمیشہ تندرستی وسلامتی کے ساتھ رہیں)، علینا وعلی المسلمین بالیمن والبرکۃ (یہ عید ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لئے باعث سعادت و برکت ہو)۔

نئے مکان کی مبارکباد دیتے ہوئے

مہمان ۔ منزل مبارک (یہ مکان مبارک ہو) یا۔ عامر (آباد و معمور رہے)۔

میزبان ۔ اللہ یبارک فیکم (اللہ آپ کو برکت دے)، یا۔ بکم الخیر (آپ ہی سے خیر و برکت ہے)۔

شادی کی مبارکباد کا انداز۔

مبارکباد دینے والا ۔ بالرفاء والبنین (خدا آپ کو فارغ البال اور صاحب اولاد کرے)۔

دولھا ۔ اللہ یجعلہم من الصالحین (اللہ تعالیٰ ان کو صلاح و تقویٰ کی توفیق عطا فرمائے)۔

بارش کا سماں دیکھ کر خواہ بارش ہو رہی ہو یا ہو چکی ہو۔

مہمان ۔ انستکم الرحمۃ (آپ پر رحمت کی بارش ہوئی)

میزبان ۔ انست الجمیع (سب پر یہ رحمت ہو)۔

کسی مسافر کی واپسی کی اطلاع اس طرح دی جاتی ہے۔

انسکم فلان (فلاں صاحب تشریف لاکر آپ کے لئے انس و محبت کا باعث ہوئے)۔

انس الجمیع (یہ سب کے لئے انس و محبت کا باعث ہوئے)۔

اگر کچھ عرصہ کے بعد ملاقات ہو تو شکوہ کا انداز یہ ہوتا ہے۔

میزبان ۔ نسیتمونا (آپ نے تو ہم کو فراموش ہی کر دیا)۔ اوحشتنا (تم ہم سے بیگانہ ہوگئے)، مشتاقین (ہم آپ کے مشتاق ہیں)۔

مہمان ۔ اللہ لا ینساکم (خدا آپ کو نہ بھولے)، اللہ یونسک (اللہ تعالیٰ آپ کا ہمدرد و مونس ہو)۔

کسی کے مرنے کی خبر اس طرح دی جاتی ہے۔

مہمان ۔ یعیش راسک مات فلان (آپ کی عمر دراز ہو۔ فلاں کا انتقال ہوگیا)۔

میزبان ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم خدا کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے

تعزیت کرتے ہوئے۔

مہمان ۔ عظّم اللہ اجرکم (خدا آپ کے اجر کو زیادہ کرے) یا ۔ نحییش للرحمۃ (اس کی رحمت آپ کی زندگی میں شامل حال رہے)۔

میزبان ۔ غفر اللہ لکم ولوالدیکم (اللہ آپ کی اور آپ کے والدین کی مغفرت فرمائے)۔

بیمار کی عیادت کرتے ہوئے۔

مہمان ۔ شفاک اللہ وعافاک (خدا آپ کو شفا عطا کرے اور عافیت بخشے)۔

بیمار ۔ اللہ یعافیک (اللہ تعالیٰ آپ کو بھی بعافیت رکھے)۔

اہل حجاز کی محفلوں میں خاموشی کا گذر نہیں بلکہ پاکیزہ طرز پر گفتگو کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور ان کی نو اسنجیاں صرف ان کی خاص مجلسوں ہی تک محدود نہیں بلکہ ہر موقع کے لئے مناسب و موزوں فقرے استعمال کئے جاتے ہیں کسی شخص کو کوئی کام کرتے، کھاتے یا پیتے دیکھتے ہیں تو اس وقت اُن کے فقرے اور محاورے جیسے دلکش اور پاکیزہ ہوتے ہیں اُن کی ایک آدھ مثال پر نگاہ ڈال لیجئے۔

پانی پینے کے بعد ھنیئاً (اللہ تعالیٰ اسے خوش گوار کرے)۔

پانی پینے والا ۔ اللہ یھنیکم بالایمان (خدا آپ کو ایمان کی خوشگواری عطا کرے) یا ھنّاکم اللہ بالایمان ۔

دوران گفتگو میں کسی گندی چیز یا کسی رذیل آدمی کا ذکر آجائے تو پہلے مخاطب کی شرافت و عزت کو محفوظ کیا جاتا ہے ۔

متکلم ۔ بعید الشر (خدا نہ کرے شر سے واسطہ ہو) لا اس اک اللہ سوءاً (خدا آپ کو شر سے دور رکھے)۔

اکرمکم اللہ ۔ (اللہ تعالیٰ آپ کو عزت و مکرمت بخشے)۔

مخاطب ۔ (گندی چیز یا رذیل کے تذکرہ سے پہلے متکلم کا جواب دیتا ہے) زادک اللہ اکراماً (اللہ تعالیٰ آپ کی بزرگی میں اضافہ کرے)، سِن دت کرامۃ (آپ کی بزرگی فزوں ہو)۔

مہمان کو رخصت کرتے اور وداع کہنے کا طریقہ ملاحظہ کیجئے جس میں اس زمانہ کی مصنوعی تکلف اور

گرمجوشی نہیں بلکہ لطف ومحبت کا سچا نمونہ ہے۔

رخصت کرنے والا ۔ مع السلامۃ (آپ سلامتی کے ساتھ جائیں) یا تسلم وتجیئ (سلامت رہو اور باز آئی)

مسافر ۔ اللہ یسلمک (اللہ آپ کو سلامت رکھے) فی حفظ اللہ (خدا حافظ)، نراکم فی القریب (خدا کرے کہ جلد ہی آپ کی زیارت نصیب ہو)۔

اہل حرم کی محفلوں میں خاطر ومدارات اور مسرت وغم کے موقعوں پر عام استعمال ہونے والے چند جملے نمونے کے طور پر پیش کئے گئے جن سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ عرب کا معیار گفتگو کتنا بلند، کتنا مہذب اور شائستہ ہے، زبان وادب کی خوبیاں بھی ہیں اور سادگی میں ملا جلا تکلف بھی اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر وشکر سے کسی موقع پر اور کسی وقت بھی غفلت نہیں برتی جاتی۔

مسلمانوں کی دینی حمیت اور ملی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اسلامی تہذیب ومعاشرت کو جس کا عملی نمونہ عربی ممالک میں موجود ہے اختیار کریں اور اپنی قومی، مذہبی اور معاشرتی روایات کو زندہ کریں۔

ہم نے ارض حرم کی اجتماعی زندگی کے صرف معاشرتی اخلاق پر روشنی ڈالی ہے لیکن ایک صاحب بصیرت انسان کو اسی میں نظر آسکتا ہے کہ اسلام کی پوری تعلیم، اجتماعی نظام کی اصلاح اور اتحاد ومواخات کی داعی ہے۔ اور ایک مرکز، ایک محور اور ایک نقطہ پر جمع کرنے کی ہدایت وتلقین اس کا اساسی مقصد ہے جس میں انسانیت کے لئے مکمل سعادت وبہبودی مضمر ہے۔

بقیہ صفحہ ۳۲

اپنے مخصوص ادیبانہ انداز میں خوب بحث کی ہے اور انشا کی شاعری کا حسن وقبح غیر جانبداری کے ساتھ دکھا دیا ہے۔ کتاب اتنی دلچسپ ہے کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ زبان کی لطافت، اضافہ اور عبارت کی روانی محاورات کی بے ساختگی اور اردو ادب کی بلندی آپ کی تحریر کا مخصوص سرمایہ ہیں اور زیر تبصرہ کتاب ان خصوصیات کی پوری طرح حامل ہے۔ شاعری سے شغف رکھنے والے [illegible] یہ کتاب [illegible] مطالعہ کا بہترین ذریعہ ہے۔

سبیل کوثر

اہل حرمین شریفین کی امداد و دستگیری

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کیلئے امدادی رقوم

خداوند کریم کا شکر و احسان ہے کہ وہ خادمانِ دار العلوم حرم سے متعدد کام لے رہا ہے، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کو ملک کے مختلف مقامات سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعض خاص احباب اور عام غربا و مساکین یا بیوگان و یتامیٰ اور دوسرے امور خیر کے لئے حسب ذیل رقوم بماہ صفر المظفر ۱۳۶۳ھ وصول ہوئی ہیں، یہ ایک نیک کام کی توفیق ہے جو دار العلوم حرم کی اصل خدمت کے ساتھ ہمارے حصہ میں آئی ہے، یہ رقوم مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو معطیان کی ہدایت کے مطابق مستحقین تک پہنچانے کے لئے بھیجدی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے   آتے ہیں جو کام دوسروں کے

نمبر شمار	نام نامی	رقم
۱	جناب شیخ غلام محمد، محمد ابراہیم صاحبان منڈی واربرٹن	عـہ
۲	بعض اہل خیر حضرات سیالکوٹ، جزاہم اللہ بتوسط جناب حاجی شیخ محمد شریف صاحب سکرٹری انجمن امداد اہل حرمین شریفین سیالکوٹ	للعہ
۳	محترمہ بیگم صاحبہ جناب کیپٹن ڈاکٹر سید محمد اجمل حسین صاحب ۔ کرنال ۔	صہ/
۴	جناب شاہ محمد صاحب ہیڈ ماسٹر کوٹ نظام الدین	مار
۵	،، خان بہادر محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب	
	ازجانب محترمہ محمود النساء بیگم صاحبہ مرحومہ	
	ازجانب مولانا عبد الجبار بادشاہ صاحب مرحوم ۔ مدراس	۱۲ر
۶	جناب شیخ بشیر احمد صاحب بتوسط جناب مولوی محمد عبد الحی صاحب عثمانی ۔ لاہور	صہ
۷	ازجانب محترمہ حمید النساء صاحبہ مرحومہ، والدہ جناب مولوی غلام مصطفیٰ صاحب سلہٹ	عـہ/۸ر
۸	جناب عبد الحمید خان صاحب ۔ لدھیانہ	عـہ
۹	جناب ڈاکٹر حاجی شفیق الدین صاحب موضع کانا پاڑا	مار

میزان ۳۵۵ ۴ر

(بقیہ ندائیات صفحہ ۴)

رسل و رسائل یا آمد و رفت کے ذرائع مفقود ہیں حقیقت یہ ہے کہ ڈاک، تجارتی کاروبار اور راستہ کا کوئی تعلق حجاج سے نہیں، ممالک عربیہ اور ہندوستان کی بندرگاہوں کے درمیان مال کے جہازات کی آمد و رفت اپنے وقت پر ہوتی رہتی ہے، ڈاک کے جہاز بھی برابر آتے اور جاتے ہیں، اس کے علاوہ ہر جہاز میں جدہ کے محدود تعداد میں مسافر آتے ہیں اور اسی طرح بمبئی یا کراچی سے حجاز جاتے ہیں، یہ یقینی امر ہے کہ جنگ سے قبل اگر جدہ تک کا بحری راستہ دس بارہ روز میں طے ہوتا تھا تو اس زمانہ میں عام طور پر بیس پچیس روز لگ جاتے ہیں۔ جو حضرات صدر دفتر دہلی کے توسط سے حجاز اپنے خطوط ارسال فرماتے رہتے ہیں ان کو اس کا پورا اطمینان ہے کہ ہندوستان اور حجاز کے درمیان ڈاک و تجارت کا سلسلہ بدستور قائم ہے، اگرچہ اس سلسلہ میں سنسر اور زمانہ جنگ کی پابندیوں کی وجہ سے غیر معمولی تاخیر بھی ہوتی ہے، صرف اس دو ماہ کے عرصہ میں گورکھپور کچھاڑ (آسام) مظفر نگر، سیالکوٹ، لودھیانہ، کلکتہ، دہلی، سہارنپور وغیرہ مقامات سے جو خطوط مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لئے صدر دفتر دہلی میں موصول ہوئے وہ مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو وقت پر بھیجے جاتے رہے۔

اس لئے جو حضرات ہندوستان اور مکہ معظمہ میں کارکنان و خادمان دار العلوم حرم کو جس خدمت کا اہل سمجھیں خوشی اور مسرت کے ساتھ اس کی انجام دہی کو ہم سب اپنا فرض منصبی سمجھ کر ہمت و استطاعت کے مطابق باحسن وجوہ پورا کرنے کی کوشش کریں گے، توفیق خیر اور سعادت خدمت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جو بندوں کے ارادوں اور قلوب کا مالک ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

"حج بدل" ہمارے محترم معاون جناب حیات محمد صاحب نے کانپور سے اپنی اہلیہ مرحومہ کے حج بدل کے لئے ۵۰۰ روپیہ ارسال فرمائے ہیں جو بطور امانت محفوظ ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مطبوعات

ذکر و تبصرہ

اسٹالن:۔ مصنفہ اسٹیفن گریم، مترجمہ محمد آصف علی صاحب بیرسٹر، صفحات ۲۴۴ مجلد قیمت ہے ملنے کا پتہ۔ مکتبہ جامعہ قرول باغ۔ دہلی۔

یہ کتاب روس کے موجودہ حکمران اور ڈکٹیٹر جوسف اسٹالن کے حالات وافکار اور وقائع زندگی پر مشتمل ہے، مصنف نے اس میں وہ تمام مواد جمع کر دیا ہے جو موجودہ روس اور تحریک اشتراکیت کے اغراض و مقاصد کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے، کہنے کو یہ صرف اسٹالن کی زندگی ہے لیکن درحقیقت اس میں اشتراکیت کے بانیوں اور روس کے انقلاب انگیز حادثوں کے تمام گوشوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، اور سوشلزم کی اقتصادی کائنات کو پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

کتاب ۲۴ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں پوری جامعیت کے ساتھ زار روس کے سیاسی ماحول، مابعد کے تدریجی انقلابات اور ۱۹۱۷ء میں اشتراکی نظام حکومت کی کامیابی، اس کے بعد روس کی عملی سیاست کی روانی اور اس کے نتائج کا خاکہ کھینچا گیا ہے، اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ دنیا کی اس اہم تحریک کا جسے کمیونزم، سوشلزم، تھرڈ انٹرنیشنل وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، کوئی گوشہ تاریک نہ رہے، اور روس کی سیاست کے اطراف وجوانب حتی الامکان روشنی میں آجائیں۔

مصنف اسٹیفن گریہم نے کتاب کو پوری ہوشیاری کے ساتھ مرتب کیا ہے اور اسٹالن کی شخصیت کو بڑی حد تک مشکوک حیثیت سے دکھایا ہے، اگر یہ کتاب موجودہ وقت میں لکھی جاتی تو یقیناً اس کا انداز کچھ اور ہوتا اور ایسا اسٹالن پیش کیا جاتا جو کتاب کے اسٹالن سے بہت زیادہ مختلف ہوتا۔

مترجم کتاب آصف علی صاحب بیرسٹر نے کتاب کے شروع میں ایک مبسوط اور قیمتی مقدمہ بھی شامل کیا ہے، جو ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے، مقدمہ میں انسانی ارتقاء اور مختلف تہذیبوں کی تاریخ: قبائلی اور

طبقاتی زندگی سے لیکر نظام جاگیرداری اور شہنشاہی تک کے منازل کا کھوج لگایا ہے، اور پھر سرمایہ اور مزدوری کے اس ابتدائی تصور پر بحث کی ہے جو مارکس سے بھی پہلے فلاسفہ کا مرکز بحث رہا ہے اس کے بعد مارکس اور اینجلز نے جن بنیادوں پر اپنے اقتصادی نظام کے نقشے تیار کئے، اُن کا تجزیہ کیا گیا ہے، غرض یہ مقدمہ بجائے خود ایک مستقل کتاب ہے اور اس میں ایسی معلومات جمع کر دی گئی ہیں جو پڑھنے والے کو بہت سی تاریخی کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہیں۔ ہمارے خیال میں اصل کتاب سے زیادہ اس کا مقدمہ اہم اور قیمتی ہے اصل کتاب بھی بہت دلچسپ اور قابل دید ہے۔

مذہب و تمدن - از مولوی سید ابوالحسن علی صاحب ندوی صفحات ۱۱۱ قیمت عہ۔ ملنے کا پتہ - مکتبہ جامعہ قرول باغ دہلی۔

اس کتاب میں انسانی معلومات کے سرچشموں سے بحث کی گئی ہے اور ان سوالات کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جنھیں آج تک دنیا کا کوئی عقلی اور حسی فلسفہ حل نہیں کر سکا، فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ مذہب، فلسفہ اور تمدن کے چند مشترک سوالات ہیں۔ مثلاً اس دنیا کا آغاز و انجام کیا ہے، کیا اس زندگی کے بعد بھی کوئی دوسری زندگی ہے، اگر ہے تو اس کے لئے اس زندگی میں کیا ہدایات ہیں۔ نیز یہ کہ کائنات بحیثیت مجموعی کیا ہے اس نظام کو چلانے والی کونسی ذات ہے، اس کے صفات کیا ہیں، اس کا انسانوں سے کیا تعلق ہے، کیا قانون طبعی کے علاوہ کوئی اخلاقی قانون بھی ہے؟

ان سوالات کا متعین اور آخری جواب آج تک کسی سے نہ ہو سکا، اس دعوی کو مصنف نے نہایت مدلل طریقہ سے ثابت کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ علم حاصل کرنے کے ذرائع ہمارے پاس صرف تین ہیں، ان میں پہلا ذریعہ حواس خمسہ ہیں لیکن سوالات مندرجہ صدر کا جواب دینے سے ہمارے یہ تمام حواس قطعی عاجز ہیں۔ مثلاً پہلے ہی سوال کو لیجئے کہ ہم کہاں سے آئے اور کہاں جائیں گے، ہماری آنکھیں، ہمارے کان، ہماری قوت شامہ لامسہ اور ذائقہ اس بارے میں ہماری کوئی رہنمائی نہیں کر سکتی، ہم ان حواس کے ذریعہ مظاہر پر حکم لگا سکتے ہیں۔ حقائق کا پتہ نہیں چلا سکتے۔

معلومات کے حصول کا دوسرا ذریعہ عقل ہے۔ لیکن عقل بھی محسوسات کے بغیر ایک قدم آگے

نہیں چل سکتی اگر انسان کے حواس کام نہ کرتے ہوں اور اس کے پاس معلومات کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو انسانی عقل بے بس ہو جاتی ہے ۔

معلومات حاصل کرنے کا تیسرا ذریعہ اشراق یا روحانیت ہے جسے ہم وجدان سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، لیکن مندرجہ ص. سوالات کو حل کرنے کا یہ بھی کوئی قطعی ذریعہ نہیں، لہذا جب تک الہام اور نبوت انسان کی دستگیری نہ کرے، ان سوالات کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا جا سکتا۔

مصنف نے بڑی قابلیت کے ساتھ نبوت کی ضرورت پر بحث کی ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان مشترک سوالات پر صرف نبوت کے ذریعہ ہی روشنی پڑ سکتی ہے اور اس باب میں حسی عقلی اور اشراقی فلسفے سب بیکار ہیں۔ یہ بھی دکھایا ہے کہ حسی تمدن کا فساد کس نوعیت کا ہے ۔ خالص عقلی تمدن انسان کے لئے کیا مصیبت پیدا کر سکتا ہے، غرض کتاب زیر تبصرہ کا مطالعہ ہر شخص کے لئے ضروری اور مفید ہے ۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو ریشنلزم (عقلیت) سے مرعوب ہو کر مذہب اور نبوت کو بیکار چیز سمجھتے ہیں ۔

آخر میں ہم فاضل مصنف کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اگر مذہب کے باب میں عقل کی کوئی حیثیت نہیں ہے تو دیگر مذاہب کو باطل قرار دینے میں ہم کس طرح حق بجانب ہو سکتے ہیں، اگر آپ مسیحیت اور ہندو دھرم پر اعتراض کریں گے تو ان کے نمائندے بھی کہہ سکتے ہیں کہ جن حقائق پر آپ کو اعتراض ہے وہ عقل سے ماوراء ہیں ۔ اور عقل حق و باطل کا کوئی قطعی معیار نہیں ہے، قرآن کریم نے بار بار افلا تعقلون کہا ہے، کہیں لہم قلوب لا یفقہون بہا فرمایا ہے کسی جگہ لو کنا نسمع او نعقل کہکر عقل کے استعمال کی طرف توجہ دلائی ہے، یقیناً ان آیات کا کچھ نہ کچھ مفہوم اور مقصد ضرور ہے ۔

انشا ۔ از مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب صفحات ۷۶ قیمت ۱۲ ار ملنے کا پتہ ۔ مکتبہ جامعہ قرول باغ دہلی ۔

ہندوستان کے مشہور ادیب اور انشا پرداز مرزا فرحت اللہ بیگ کے نام سے ادبی دنیا ناواقف نہیں، آپ نے ہندوستان کے شاعر انشاء اللہ خاں مرحوم کی سوانح حیات پر اس کتاب میں قلم اٹھایا ہے، اور آپ کی اصناف شاعری پر جستہ جستہ مختصر بحث کی ہے، انشاء اللہ خاں کون تھے، کہاں سے آئے، کہاں رہے اور شاعری کے معراج ترقی پر کیسے پہنچے، معاصرین میں آپ کو کیا مرتبہ حاصل تھا ۔ ان تمام عنوانات پر مرزا صاحب نے

(باقی برصفحہ ۲۷)

جزیرۂ بحرین

فینیقی قوم کے تہذیبی اور عمرانی آثار کا قدیم مدفن

عربوں کی قدیم ترین تاریخ کا ایک زریں ورق

جزیرۂ بحرین قدرتی مناظر کے اعتبار سے مشہور ہے، لطیف ہوا اور شیریں پانی خدا کی وہ نعمتیں ہیں جن سے اہل بحرین کو وافر حصہ ملا ہے۔ اس جزیرہ میں امراء کے عظیم الشان محلات و قصور ہیں، عبرت انگیز آثار و مقامات ہیں، اور وہ تمام چیزیں موجود ہیں جن کی مجموعی کیفیت سیاحوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ جزیرہ اگرچہ رقبہ کی وسعت اور باشندوں کی کثرت کے اعتبار سے المنامہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا مگر اسے ادبی اور قومی لحاظ سے المنامہ پر فوقیت حاصل ہے مجموعی حیثیت سے تمام عرب میں یہ درجہ بحرین ہی کو حاصل ہے کہ اس میں کثرت کے ساتھ انسان آباد ہیں۔ یعنی ایک میل مربع میں تقریباً پانچ سو کی آبادی ہے، حالانکہ جزیرۃ العرب کے اندرونی مقامات میں ایک میل کے رقبہ میں دس آدمی سے زیادہ آباد نہیں ہیں۔ اس طرح آبادی کے تناسب سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بحرین کس قدر گنجان ہے۔

اسلامی تاریخ میں اور اس سے قبل اس جزیرہ کا نام جزیرہ اوال تھا۔ اوال دراصل قبیلہ بکر بن وائل اور بنی تغلب کا ایک بت تھا، اس بت کے نام سے یہ جزیرہ مشہور ہوا۔ اس نام سے پتہ چلتا ہے کہ بحرین کا قدیم مذہب کیا تھا اور کون لوگ اس میں آباد تھے اور اس میں شک نہیں کہ قبائل بنی وائل ساحل خلیج فارس پر جابجا پھیلے ہوئے تھے اور ان ہی میں سے ان کا ایک گروہ بحرین میں آکر آباد ہوا اور اس بنیاد پر اس کا نام اوال رکھا گیا، جو لوگ جزیرۂ بحرین کو جزیرۂ اوال کے نام سے جانتے ہیں وہ اس بات سے بھی واقف ہیں کہ یہ جزیرہ قدرت کی بہت سی نعمتوں سے معمور ہے، اس میں نہ درختوں کی کمی ہے اور نہ کھجوروں کے باغات کی۔ ایک زمانہ تھا کہ اس کے ساحل تجارتی جہازوں کا مستقر تھے اور ان کے ذریعہ

عراق، ایران، ہندستان، جاوا اور چین میں تجارتی اتصال وتعلق قائم تھا۔

بحرین کی قدامت وعظمت

جن لوگوں کو بحرین کی سیاحت کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ اسے تاریخ میں کیا عظمت حاصل ہے۔ آپ بحرین کے پایۂ تخت سے جنوب کی طرف جائیں اور مقام سہل تک ۔ جو منامہ اور رفاع کے مابین واقع ہے پہنچیں تو وہاں آپ کو قدیم ترین زمانہ کی سات ہزار قبریں ملینگی اور آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ بحرین کن کن اقوام کا مرکز اور زاد بوم رہ چکا ہے۔ سب سے پہلے ان قبروں کا معائنہ کپتان ڈورنڈ نے ۱۸۷۹ء میں کیا اور اس نے یورپ کے محققین کو جزیرہ کی قدامت کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے دس سال بعد ایک دوسرے انگریز سیاح تھیوڈر بنٹ نے بحرین کی سیاحت کی اور بہت سے آثار قدیمہ اپنے ساتھ لیکر یورپ پہنچا اور برٹش میوزیم میں ان کی نمائش کی۔ یہ دیکھ کر محکمۂ آثار قدیمہ نے مزید تحقیقات کے لیے ایک وفد بھیجا جس نے یہ حقیقت واضح کی کہ بحرین عہد قدیم کے آثار کا خزانہ ہے اور ان آثار کا تعلق فینیقی قوم سے ہے جو ہزاروں سال قبل یہاں آباد تھی۔ ان اثری تحقیقات نے بحثوں کی نئی نئی راہیں کھول دیں اور یہ تاریخی حقیقت منظر عام پر آئی کہ فینیقی قوم کو بحرین سے خاص تعلق رہا ہے اور یہ اس کے عمرانی اور تمدنی آثار ہیں جو جزیرہ کے اطراف وجوانب میں پھیلے ہوئے ہیں

دو ہزار سال قبل کی شہادت

یہ حیرت کی بات ہے کہ جس طرح ساحل شام پر (جو فینیقی قوم کا اصل وطن ہے) دو شہر جبیل اور صور کے نام سے آباد ہیں بعینہ اسی نام کے دو شہر اس وقت بھی خلیج فارس میں موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ امر اتفاقی ہے یا ان دو ملکوں میں کوئی خاص تعلق ہے جس کے باعث جبیل اور صور شام اور خلیج فارس دونوں جگہ آباد ہیں؟ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ خلیج فارس میں جبیل اور صور کے نام اسلامی عہد میں رکھے گئے ورنہ اس نام کے اصلی شہر وہی ہیں جو ساحلِ شام پر واقع ہیں۔ اس لحاظ سے دونوں ملکوں میں کوئی تاریخی علاقہ باقی نہیں رہتا لیکن مشہور یونانی سیاح اسٹرابون جو حضرت مسیح کا معاصر تھا خود خلیج فارس میں آیا اور اس نے یہاں آکر شہر صور کو اور اس کے ساتھ شہر اروا د کو آباد دیکھا ہے

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اروادؔ کے نام سے ساحل شام پر بھی ایک شہر آباد ہے جو آج تک اس نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ سیاح اسٹرابونؔ اپنی کتاب کی سولھویں فصل میں لکھتا ہے

"جب تم خلیج فارسؔ میں پہنچو گے تو تمہیں وہاں صوراؔ وراروآدؔ کے نام سے دو شہر ملینگے ان شہروں میں عظیم الشان ہیکل ہیں جو فینیقی قوم کی ہیکلوں سے مشابہ ہیں"

اس لیے بحرینؔ کے مقام سہلؔ میں مدافن اور مقابر کی موجودگی ماہرین آثار قدیمہ کا یہ فیصلہ کہ قدیم آثار کا تعلق فینیقی قوم سے ہے۔ عصر مسیحؔ میں اسٹرابوںؔ کا خلیج فارسؔ میں آنا اور اُس کی تاریخی شہادت کہ یہاں کے ہیکل فینیقیؔ قوم کی فن تعمیر کا نمونہ ہیں اور پھر ساحل شامؔ پر جو دو شہر جبیلؔ اور صورؔ آباد ہیں۔ اسی نام سے خلیج فارسؔ میں اُن کی موجودگی یقیناً اربابِ علم کے لیے قابل غور ہیں اور ہمیں ان حقائق کے پیشِ نظر غور کرنا چاہیے کہ ان دونوں ملکوں میں کس قسم کا تاریخی تعلق ہے۔

فینیقی قوم کا اصلی وطن

ہم یہاں ستیینؔ کا ایک پُرانا قول نقل کرنا چاہتے ہیں جس سے اس امر پر روشنی پڑیگی کہ شامؔ و بحرینؔ میں کیا تعلق ہے۔

"جب فینیقی قوم اپنے وطن میں زلزلوں کی کثرت کی وجہ سے پریشان ہوئی اور اُسے کافی نقصان پہنچا تو وہ ترک وطن پر مجبور ہوئی اس نے سب سے پہلے بحیرۂ خوریہ (خلیج فارس) کے قریب اقامت اختیار کی پھر وہ یہاں سے روانہ ہو کر بحر رومؔ کے قریب آئی اور وہیں آباد ہوگئی۔ اس مقام میں اُس نے ایک شہر صیداؔ کے نام سے آباد کیا کیونکہ اس کے ساحل میں مچھلیوں کی بے انتہا کثرت تھی۔

اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں

اول یہ کہ ساحلِ شام پر آنے سے پہلے فینیقی قوم خلیج فارس کے قریب آباد تھی۔

دوم یہ کہ وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر خلیج فارس میں آکر آباد ہوئی۔

اب یہ غور کرنا ہے کہ ان کا پہلا اور اصلی وطن جہاں زلزلوں کی کثرت تھی کہاں واقع تھا؟ اگرچہ یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے تاہم اس کے لیے یہ اشارہ کافی ہوگا کہ یمنؔ میں جو قدیم پتھر پائے گئے ہیں اور جن پر خط حمیری میں عبارتیں منقوش ہیں اُن میں ایک بُت "عشترت" کا ذکر ہے جو فینیقی قوم

کا ایک مشہور معبود ہے فینیقی قوم کے اصلی وطن کے متعلق تحقیقات کا جو سلسلہ جاری رہا اس کے نتیجہ سے اٹلی کے مشہور مستشرق پروفیسر نیلوں کو بھی اتفاق ہے اور انہوں نے مصر میں اس موضوع پر کئی فاضلانہ لیکچر بھی دیے تھے اور یہ حقیقت واضح کی تھی کہ فینیقی قوم کا زادبوم اور اصلی وطن جزیرۃ العرب ۔۔۔

یونانی سیاح ہیروڈوٹس کا بیان اب ایک اور سوال یہ ہے کہ کیا شام میں آباد ہونے کے بعد فینیقیوں کو اس بات کا علم تھا کہ ان کا اصلی وطن کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب ہیرڈوٹس نے جو "ابوالتاریخ" کے لقب سے مشہور رہے اور جس نے حضرت مسیح سے ساڑھے چار سو برس پہلے شام کے فینیقی شہروں کی سیاحت کی تھی، بہت پہلے دے دیا ہے وہ لکھتا ہے کہ

"فینیقی کہتے ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے بحر ارتری (ساحلِ بلاد عرب) کے قریب اقامت اختیار کی لیکن وہ یہاں سے منتقل ہو کر سواحل بحر شام پر پہنچے اور وہیں انہوں نے سکونت اختیار کی"

فینیقی قوم کے جس وطن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اور جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں اس سے فرانسیسی فاضل لانورمنڈ پوری طرح متفق ہیں، ان کی تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلے فینیقی اس مقام میں آباد ہوئے جو اس وقت قطیف کے نام سے مشہور رہے اور جب وہ شام کی طرف منتقل ہوئے تو انہوں نے وہی راستہ اختیار کیا جو آج تک آمد و رفت کا ذریعہ ہے۔ یعنی احسا کے قریب جبل طویق کی آخری حد تک اور پھر وشم کے شمال غربی سمت سے شہر عنیزہ تک اور یہاں سے قصیم کے تمام نواحی کو عبور کرتے ہوئے حنیکیہ کے مقام تک فینیقیوں نے اس زمانہ میں جو راستہ اختیار کیا تھا آج بھی خشکی سے آنے والے شامی حجاج کی آمد و رفت اسی سے ہے فینیقی اس راستہ کو طے کرتے ہوئے بحر روم کے سواحل پر پہنچے اور وہیں سکونت اختیار کی۔

قومیت کی تکوین اور اسلام کا معجزہ اس میں شک نہیں کہ عراق اور شام کی قومیتوں کی تکوین ان پیہم اور مسلسل ہجرتوں سے ہوئی ہے جو ساکنان بلاد عربیہ کی طرف سے عمل میں آتی رہی ہیں، ہجرتوں کا سلسلہ بھی مختصر نہیں۔ چھ ہزار سال تک یہ حرکت

جاری رہی اور جنوب سے شمال کی طرف قبائل عرب منتقل ہوتے رہے۔ یہی نہیں تاریخ تو یہ بھی بتاتی ہے کہ حبشہ سے لے کر اسکندریہ تک وادی النیل بھی مدتوں تک اسی قسم کی ہجرتوں کا گہوارہ رہا اور یہ انتقال مکان آبنائے باب المندب اور خاکنائے سویز کے راستوں کو عبور کرتے ہوئے تکمیل کو پہنچا ہے۔ بلکہ قبل از اسلام شمالی افریقہ میں بھی ان ہجرتوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ آپ نے دیگر اقوام کو عربوں کے ساتھ متحد کرکے قومی وحدت کی بنیاد ڈالی اور زبان کی وحدت کو اس کا ذریعہ قرار دیا۔ ایران و اسپین وغیرہ ممالک میں بلاشبہ عربی زبان خوب پھیلی لیکن چند صدیوں کے بعد وہ ان مقامات سے ختم بھی ہوگئی لیکن یہ زبان ان ان ملکوں میں اب تک زندہ اور باقی ہے جہاں قدیم اور جدید عربوں کا خون موجود ہے فینیقی قوم کی جو زبان ممالک عربیہ میں تھی وہ شام میں منتقل ہونے کے بعد بھی قائم رہی اس لیے نسلاً بعد نسلٍ زبان کا منتقل ہونا اسلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ چونکہ اسلام توحید کا مذہب ہے اس لیے اس کے مظاہر توحید میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ زبان کے وسیلہ سے اُس نے جزیرۃ العرب کے قدیم باشندوں میں وحدت قومی کی بنیاد ڈالی اور اُن کے تنِ نیم جان میں حیات تازہ کی روح پھونکی۔ اس حقیقت کا ادراک کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ جزیرۂ بحرین میں مقام سہل کے آثار باقیہ سے آج بھی اس کی تصدیق ہوسکتی ہے۔

بحرین کا تجارتی معیار

یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ سارا عرب اقتصادی لحاظ سے بہت پیچھے ہے اور ملک کے کسی حصہ میں صنعت وحرفت کا کوئی خاص اہتمام نہیں۔ زندگی کی بہت سی ضروریات کے لیے وہ یورپ اور امریکہ کا محتاج ہے مگر ممالک عربیہ کی کوئی چیز وہاں نہیں جاتی تاہم یہ خوشی کی بات ہے کہ جزیرہ بحرین اپنے موتیوں کو یورپ اور امریکہ کے بازاروں میں بھیجتا ہے اور ان کی قیمت سے اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ یہ رقم جو موتیوں کی تجارت سے فراہم ہوتی ہے اور یورپ اور امریکہ سے آتی ہے اُس کی مقدار بیس لاکھ پونڈ سالانہ سے کم نہیں۔ یہ امر بھی مسرت کا باعث ہے کہ بحرین کے عربوں میں تجارت کا حوصلہ ہے اور ان کا ایک مستقل تجارتی نظام ہے، توقع ہے کہ بحرین کا یہ تجارتی معیار ہمیشہ عربوں ہی کے ہاتھ میں رہیگا اور ان کو اسے فروغ دینے کے بہتر مواقع حاصل رہینگے۔

موجِ کوثر

بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۶۳ھ

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کے لیے ایصال ثواب

اپنے جانے والے عزیزوں دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھیے تاکہ آنے والے آپکو یاد رکھیں
اپنے خاندان کے مرحومین کے لیے مکہ معظمہ میں کعبہ کے زیر سایہ ایصال ثواب کیجیے
یاد رکھیے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے
آپ جو روپیہ ہندوستان میں خرچ کرتے ہیں اُس کو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔

اس مد کی آمدنی وظائف حفاظ میں صرف کیجاتی ہے

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقم
۱	بروح پاک سرورکونین صلعم۔ بروح والدہ صاحبہ مرحومہ خود صہ، سے	جناب حکیم محمد واجد علی خانصاحب آنولہ	صسے
۲	بروح پاک سرورکونین صلعم	محترمہ بیگم صاحبہ جناب حکیم اشتیاق علی صاحب بتوسط جناب حکیم محمد واجد علی خانصاحب آنولہ	ع
۳	بروح پاک سرورکونین صلعم۔ بارواح شہدائے کربلاؑ	جناب شاہ غیاث عالم صاحب قنوج	سمہ،
۴	بروح شمس النساء صاحبہ مرحومہ بھتیجی خود	جناب مسٹر اقبال احمد صاحب ایم اے شملہ	عہ،
۵	بروح بیگم صاحبہ مرحومہ خود	جناب مولوی سید محمد صاحب قادری حیدرآباد دکن	صے
۶	بروح پاک سرورکونین صلعم	جناب حکیم ماجد علی خانصاحب بتوسط جناب حکیم محمد واجد علی خانصاحب آنولہ	صہ،
۷	〃	محترمہ مسعودہ خاتون صاحبہ 〃 〃 〃 〃	صہ،

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقم
۸	بروح پاک سرور کونین صلعم	جناب حکیم زاہد علی انصاحب بتوسط جناب حکیم محمد امجد علی انصاحب آنولہ	صہ ۱
۹	" "	محترمہ رئیسہ خاتون صاحبہ " " " "	صہ
۱۰	" "	محترمہ بیگم صاحبہ جناب حکیم محمد امجد علی انصاحب " "	صہ
۱۱	" "	محترمہ قنبرانن صاحبہ " " " "	صہ
۱۲	بروح سفیر النساء صاحبہ مرحومہ اہلیہ خود	جناب منشی حبیب الرحمٰن خانصاحب کوٹ بتوسط جناب محمد جعفر خانصاحب شاہ نگر	صہ ۱
۱۳	بارواح والدین مرحومین خود	جناب مستری محمد احمد صاحب بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب جوالاپور	عہ ۱
۱۴	بروح محترمہ قمر النساء صاحبہ مرحومہ	جناب حافظ فیاض علی خاں صاحب انصاری قصبہ منگلور	صہ ۱
۱۵	بروح عزیزہ شمس النساء بیگم صاحبہ مرحومہ	محترمہ والدہ صاحبہ پروفیسر الیاس احمد صاحب منگلور	عہ ۱
۱۶	" "	جناب مسٹر محمد احمد صاحب بی ایس سی "	عہ ۱
۱۷	" "	محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ "	عہ ۱
۱۸	بروح پاک سرور کونین صلعم	جناب شیخ محمد اختر صاحب انصاری "	عہ ۱

میزان　　مالعہ ۱۴۰

خوش بختوں کے لئے زریں موقع

کعبہ کے زیر سایہ مسلمانان ہندوستان کی اکہتر سالہ قومی و علمی یادگار دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے شعبہ عالی و ثانوی کے لئے دو قابل اساتذہ کی ضرورت ہے، ایک فاضل دینیات و معقولات جو حدیث و تفسیر میں خاص طور پر ملکۂ تامہ رکھتے ہوں اور دوسرے گریجویٹ عالم کی جو علوم دینیہ وعربیہ کی تکمیل کے ساتھ کم از کم بی اے ہوں، دس سالہ تعلیمی تجربہ ضروری ہے، قیام حرم کی دائمی سعادت کے ساتھ خدمت دین و علم کا جذبہ ہو تو تفصیلات کے لئے صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی، قرول باغ سے خط و کتابت کیجیے۔

پہلی اسلامی مملکت کا قیام

اور

اُس پر جاہلیت عرب کے معاشی نظام کا اثر

از

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ایم اے ایل ایل بی پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)

حامداً و مصلیاً

تمہید خدائے تعالیٰ نے قادرِ مطلق ہونے کے باوجود کم از کم انسانی دنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے اور مشیت ایزدی کا کوئی کرشمہ یہاں جب پوری طرح جلوہ گر ہو کر اپنا مظاہرہ دکھاتا ہے تو اس کے پس منظر میں اسباب و مسببات اور علل و معلولات کا ایک کثیر و طویل سلسلہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔

مشیت ایزدی یہ ہوئی تھی کہ اب سے پورے پونے چودہ سو سال پہلے پرانی دنیا کے جغرافی مرکز (اور اس طرح ناف زمین) یعنی مکہ معظمہ سے انسان و خدا کے تعلقات میں ایک نئی مرکزیت پیدا کرائے اور عرب سے شروع ہو کر اسلام اقصائے عالم تک پہنچ جائے۔ عہد نبوی میں جو پہلی اسلامی مملکت قائم ہوئی اس کے بیسیوں اسباب تھے۔ اخلاقی بھی، سماجی بھی، سیاسی بھی، معاشی بھی اور ظاہری طور پر اس تحریک کی کامیابی میں جہاں سرور کائنات پیغمبر اسلامؐ کی قابلیتوں اور کوششوں کو دخل تھا وہیں اُن آلوں اور ہتھیاروں میں بھی صلاحیت کی ضرورت تھی جن سے رسولِ کریم کو کام لینا تھا۔ گیہوں سے روٹی بیشک بنتی ہے لیکن محض گیہوں سے نہیں پہلے اسے کھلا کرنا اور پھوڑنا ہوتا ہے پھر پینا۔ اور محض پسے ہوئے سوکھے آٹے سے بھی روٹی نہیں بنتی اسے بھگونا اور گوندنا اور بیلنا اور توے پر ڈال کر سینکنا بھی ہوتا ہے۔

پہلی مملکت اسلامیہ کو اگر ایک پکی پکائی روٹی سمجھا جائے اور حجازی عربوں کو گیہوں، تو اب

یہ دیکھنا ہمارے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اس گیہوں کو کھلا کس طرح کیا گیا، پچھوڑا کس طرح گیا، پیسا کس طرح گیا، چھانا کس طرح گیا، گوندھا کس طرح گیا، بیلا کس طرح گیا، بھونا، اُلٹا پلٹا اور رپھیرا کس طرح گیا، کتنا پانی ڈالا گیا، کتنا نمک ڈالا گیا، کتنی دیر کتنی تپش پر سینکا گیا، کسی کونے کو داغ نہ لگنے دینے کے لیے کیا کیا احتیاطیں ملحوظ رہیں وغیرہ۔

پہلی مملکت اسلامیہ کے لیے ایک نئی دنیا نہیں پیدا کی گئی بلکہ موجودہ دنیا کے موجودہ لوگوں ہی کو ان کے موجودہ مروج طرز زندگی کے ساتھ مملکت اسلامیہ میں مبدل کیا گیا تھا، یہ لوگ اسلام سے پہلے بھی کھانا کھاتے پانی پیتے، چلتے پھرتے، سوتے مرتے اور پیدا ہوتے تھے اور اسلام کے بعد بھی ان امور میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کچھ چیزیں مثلاً بت پرستی، شراب خواری، سود خواری وغیرہ گھٹیں، کچھ چیزیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ بڑھیں، لیکن انسانی زندگی میں یہ سب جزئیات ہیں، انسان کی پیدائش کا طریقہ، زندگی گذارنے کا طریقہ اور مرنے کا طریقہ کبھی بدل نہ سکے تصورِ حیات البتہ بدل دیا گیا۔ اس ایک تصورِ حیات کے بدلنے سے انسانوں کے افعال میں وہی فرق ہوگیا جو ایک رہزن ٹھگ کی خونریزی اور ایک سپاہی کے قتل و غارتگری میں ہوتا ہے کہ رہزن کو تو سماج کا بدترین مجرم اور سپاہی کو محسنِ عظیم بلکہ ہیرو خیال کیا جاتا ہے، گو دونوں کرتے ایک ہی قسم کا کام ہیں اس تصورِ حیات کے بدلنے سے پہلے کعبہ کے سامنے سجدہ بدترین قسم کی بت پرستی اور جہالت تھی تو اب اسی کعبہ کے سامنے سجدہ وحدانیت اور خدا پرستی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ بن گیا۔

تصورِ حیات کی اس تبدیلی میں مختلف امور اثر دکھاتے ہیں۔ پہلے "کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ" منتہائے آمال اور منشائے اعمال تھا تو اب اور تو اور کھانے پینے کا مقصد بھی یہ ہوگیا کہ اپنے بلند نصب العین اور مفوضہ مشن کی تکمیل کے لیے صحت و طاقت کے ساتھ جی سکیں

اس لیے مقصد حیات کا تعلق نہ صرف روحانی زندگی سے تھا بلکہ دنیوی زندگی سے بھی اور نہ صرف انفرادی زندگی سے تھا، بلکہ اجتماعی زندگی سے بھی، نہ صرف اپنی زندگی سے تھا بلکہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو اس نئے تصور سے بہرہ ور کرنے سے بھی

ان گوناگوں مقاصد کے لیے جہاں اور وسائل کے اختیار کرنے کی ضرورت تھی وہیں ایک مملکت کا قیام بھی درکار تھا۔ تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ اس جدید تصور حیات یعنی اسلام یا خدا کی مرضی پر چلنے کے اصول کا اطلاق حکمرانی اور سیاست مدن پر کس طرح کیا جائے۔ جنگ و صلح، عدل گستری، محصول گیری، راعی و رعایا کے حقوق و واجبات، اجتماعی و انفرادی آزادیاں اور پابندیاں سب ہی میں ایک نئی مرکزیت ایک نیا ولولہ، ایک نئی زندگی، ایک ہمہ جہتی اور بے پناہ انقلاب کس طرح برپا کردیا جائے؟

کسی مملکت کے قیام کے لیے آدمیوں کی ضرورت ہے لیکن اسی طرح جس طرح روٹی کے لیے گیہوں کی، پہلی مملکت اسلامیہ کے قیام کے لیے جن نفسیاتی، سیاسی، سماجی، جغرافی، تمدنی، معاشی اور دیگر موثرات کی ضرورت تھی، ان سب کی تفصیل طویل ہوگی، یہاں صرف ایک امر یعنی معاشی ضروریات کی تحلیل مقصود ہے۔ اور یہ دکھانے کی کوشش کی جائیگی کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب کا معاشی نظام کیا تھا اور اس نظام نے پہلی مملکت اسلامیہ کے قیام میں کیا حصہ لیا؟

عرب کے مختلف علاقے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ اسلام سے پہلے عرب کے جزیرہ نما میں کبھی بھی ایک ملک گیر اور مرکزی حکومت قائم ہوئی ہو۔ اور تقریب قریب ہندوستان کے برابر وسعت رکھنے والے اس صحرائے براعظم میں تمدنی ترقی چوطرف یکساں بھی نہیں رہی ربع خالی آج چودھویں صدی ہجری میں بھی خالی ہی پڑا ہے۔ تو یمن وغیرہ میں حضرت مسیح سے بھی ہزاروں سال پہلے متمدن اور طاقتور مملکتوں کا پایا جانا ایک امر واقعہ ہے کبھی کبھی خاصی وسیع سلطنتیں وجود میں آئیں، مثلاً کندہ والوں نے حضرموت سے صراط جاماسب وغیرہ تک یعنی عرب کے جنوب سے شمال تک کچھ دنوں ایک حکومت قائم کرلی تھی لیکن حجاز وغیرہ کے وسیع علاقے اس سے آزاد رہے۔ بحرین، عمان وغیرہ کے ساحلی علاقے بھی خاصے قدیم زمانے سے خانہ بدوش قبائل کی جگہ حضری زندگی رکھنے والی بستیوں پر مشتمل نظر آتے ہیں

بہر حال آغاز اسلام پر صورت حال یہ دکھائی دیتی ہے کہ کوئی مرکزی مملکت عربی قوم یا ملک عرب میں نہ تھی سیکڑوں قبیلے تھے جو نیم حضری اور نیم بدوی زندگی گذارتے ہوئے مکمل خود مختار آنہ

طور سے رہتے تھے ہر قبیلہ جنگ کا خود اعلان کر سکتا تھا صلحنامہ خود طے کر سکتا تھا اس کے خلاف کوئی بیرونی حاکم کسی طرح کا اختیار سماعت نہ رکھتا تھا ان قبائل کے علاوہ بیسیوں شہر بھی تھے مکہ، مدینہ، طائف، ینبع (حجاز میں) جرش، صنعا، عدن (یمن میں) صحار اور دوبی (عمان میں) ہجر (بحرین میں)، یمامہ، فید (نجد میں) دومۃ الجندل، خیبر، فدک، وادی القریٰ (شمالی عرب میں) ایلہ، مقنا، صحرائے سینا کے مشرقی ساحل پر اچھی خاصی بستیاں تھیں جو کم و بیش شہری مملکتیں کہی جا سکتی ہیں۔ یمامہ، یمن وغیرہ بعض علاقوں میں غلہ کی کاشت ہوتی تھی، اور آس پاس کے عربی علاقوں میں برآمد بھی ہوتی تھی لیکن نہ اتنی کہ پورے ملک کی ضرورتیں پوری ہو سکیں کھجور اور اونٹ، بکریاں ایک حد تک بدویوں کی غذائی ضرورتیں پوری کر دیتی تھیں، لیکن لباس، برتن، ہتھیار، زیور اور دیگر ضرورتوں کا سوال پھر بھی باقی رہتا ہے۔ صحرائے گوبی و ترکستان اور جرمنی کے کالے جنگل کی طرح عرب بھی تا حال نامعلوم وجوہ سے بڑا مردم خیز خطہ ہے۔ اور توالد و تناسل کی کثرت مقامی ذرائع معیشت سے اتنی کچھ زیادہ ہے کہ باوجود خانہ جنگیوں وغیرہ کے جلد ہی زندگی آبادی کے کثرت سے اضافہ کے باعث ناقابل برداشت ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ چار ہزار سال قبل مسیح سے عرب مہاجرین کا واحد خشکی کے راستہ یعنی شمال سے پھیلنا اور عراق و شام اور مصر تک میں جا جا کر آباد ہونا سب جانتے ہیں ہجرت کے باوجود بھی جو آبادی بچ رہتی ہے وہ بیرونی درآمد کی محتاج ہوتی ہے قدرت نے عرب میں کچھ ایسے زیادہ خام مواد بھی نہیں مہیا کیے ہیں اور نہ آب و ہوا کی عمدگی ہے کہ بیرون والے یہاں آئیں، اور غلہ وغیرہ پہنچائیں، مجبوراً بیچارے عربوں ہی کو باہر جانا اور اپنی پونجی کے عوض ضروریات زندگی کا لانا ضروری تھا۔ بحرین و عمان کا بلوچستان اور سندھ سے اتنا قریبی جغرافی تعلق ہے کہ یہ لوگ ہندوستان اور ایران کے سوا کہیں اور جا نہیں سکتے۔ حجازی عربوں کے متعلق قرآن مجید کی شہادت رِحۡلَةَ الشِّتَاۤءِ وَالصَّيۡفِ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہر سال دو مرتبہ جاڑوں اور گرمیوں میں کئی کئی ماہ کے سفر پر مجبور رہتے تھے۔ جاڑوں میں یمن جاتے، اور گرمیوں میں شام و مصر۔ اونٹ، بکریاں،

اونٹوں اور بکریوں کی کھالیں اور اون، گھوڑے، گوند، لوبان روغن بلساں عقیق وغیرہ کچھ قیمتی پتھر اور اسی طرح کی کچھ چیزیں دساور کرسکتے تھے اور تبادلہ میں غلہ، برتن اور ہتھیار اور کپڑوں کی درآمد ہوسکتی تھی۔

عربوں کے دو بڑے حصے تھے اور بعض وقت ایک ہی قبیلہ میں بھی یہ تقسیم نظر آتی تھی کہ کچھ لوگ خانہ بدوش بدویانہ زندگی بسر کرتے ہیں تو کچھ بستیوں میں مستقل حضری زندگی گذارتے ہیں بدویوں کی غذا کچھ تو شکار سے، کچھ ان کے اونٹ بکریوں سے اور کچھ شہروں میں لگنے والے میلوں میں تبادلۂ اشیا کرنے کے ذریعہ سے مہیا ہوتی تھی۔ مزید برآں یہ کرائے پر حمل ونقل کا کام کرتے تھے۔ لوٹ مار کی مہمیں بھی وقتاً فوقتاً اختیار کی جاتی تھیں۔ دل جلے ابن خلدون نے ان میں سے بعض کی حالت یوں بیان کی ہے کہ اگر انہیں چولھے کے لیے پتھر درکار ہوتا تو کسی مکان کا پایہ کھود ڈالتے اور جلانے کے لیے لکڑی درکار ہوتی تو مکان کی چھت توڑ ڈالتے۔

رہی شہری زندگی، سو اس میں بھی بڑی حد تک تمام عرب میں یکسانی نظر آتی ہے نخلستان چوطرف تھے۔ طائف، سوارقیہ وغیرہ میں انگور، انجیر، انار، شفتالو وغیرہ کے بکثرت باغ تھے سنہ ۱۳۵۱ھ میں طائف میں میں نے انجیر کا ایک پرانا درخت دیکھا جو یقین نہ آئیگا، ہمارے یہاں کے کسی پورے تناور پیپل یا بڑ کے درخت کے برابر اونچا اور پھیلا ہوا تھا۔ چشموں کے ساتھ ترکاری، تربوز، ککڑی وغیرہ کی کاشت بھی ہوتی تھی کہیں کہیں غلہ جو وغیرہ بھی بویا جاتا تھا۔ مرغیاں پالی جاتیں جسے کوئی ٹھیٹ بدوی آج چودھویں صدی میں بھی بڑا نفرت انگیز اور کمینہ کام سمجھتا ہے۔

ان مقامی وسائل کے بعد بھی ضرورتیں پوری نہ ہوتیں تو مختلف میلوں، منڈیوں میں جاکر تبادلۂ اشیا کرنا پڑتا۔ یہ کام سب ہی عربی شہر اور عربی قبیلے کرتے، لیکن مکہ کے قریشیوں نے اسے ایک فن سے بھی گذار کر ایک علم بنا دیا تھا۔

(باقی آئندہ)

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۶۳ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسمائے معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم مطلع فرمایئے، باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	۸ / ۴۳	محترمہ نور جہاں بیگم صاحبہ بتوسط جناب حکیم محمد حسن خاں صاحب، دہلی۔ منی آرڈر	[illegible]	امداد عام
۲	۹ ״	مسلمانان موضع مورا و جزاہم اللہ، مرسلہ جناب خواجہ محمد احمد صاحب غاسمی الحسینی (دستی) بتوسط حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلی	[illegible]	وظائف طلبا
۳	۱۰ ״	جناب چودہری رحمت علی صاحب ذیلدار بتوسط جناب حاجی امام الدین صاحب (برائے دعا صحت فرزند خود) سلانوالی۔ (منی آرڈر)	[illegible]	وظائف ایتام
۴	۱۱ ״	جناب اکبر صاحب فقیر بتوسط جناب حاجی امام الدین صاحب۔ موضع سلانوالی (منی آرڈر)	[illegible]	امداد عام
۵	۱۲ ״	جناب شیخ غلام محمد محمد ابراہیم صاحبان مٹھ دی وار برٹن	[illegible]	״
۶	۱۳ ״	״ محمد قاسم صاحب۔ راجگی (منی آرڈر)	[illegible]	״
۷	۱۴ / ۴۳	محترمہ والدہ صاحبہ سید محمد ابراہیم صاحب دہلی بدست خود	[illegible]	امداد عام
۸	۱۵ ״	جناب ابو نصر مولانا محمد عبد الحی صاحب فرنگی محلی شریف منی آرڈر	[illegible]	״
۹	۱۶ ״	״ حکیم محمد واجد علی خاں صاحب ״	[illegible]	ایصال ثواب
۱۰	۱۷ ״	محترمہ بیگم صاحبہ جناب حکیم اشتیاق علی صاحب بتوسط جناب حکیم محمد واجد علی خاں صاحب آنولہ (منی آرڈر)	[illegible]	״
۱۱	۱۸ ״	جناب حاجی محمد عبد اللہ بشیر احمد صاحبان انصاری مہنداول (منی آرڈر)	[illegible]	امداد عام
۱۲	۱۹ ״	جناب دیوان محمد اجاب صاحب چودھری و دارالامان منی آرڈر	[illegible]	״
۱۳	۲۰ ״	بعض اہل خیر حضرات جزاہم اللہ، بتوسط جناب حاجی محمد شریف صاحب۔ سیالکوٹ (ڈرافٹ)	[illegible]	״

نمبر	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۴	۲۱ ۳	جناب سیٹھ احمد حاجی موسی جی سالوجی صاحب ازلقیہ (ڈرافٹ)	سا ع الـ ۱۳	زکوۃ
۱۵	۲۲ ״	جناب مولانا مولوی محمد لیعقوب صاحب کانکینارہ (منی آرڈر)	[illegible]	وظائف (فطرہ)
۱۶	۲۳ ״	״ عبدالمتین صاحب بتوسط ״ کانکینارہ ״	عـ	زکوۃ
۱۷	۲۴ ״	ایک اہل خیر بتوسط جناب شاہ غیاث عالم صاحب قنوج ״	[illegible]	زکوۃ / ایصال ثواب
۱۸	۲۵ ״	״ الحاج خان بہادر محمد عبدالعزیز بادشاہ صاحب از جانب محترمہ محمود النساء بیگم صاحبہ مرحومہ از جانب مولانا محمد عبدالجبار بادشاہ صاحب مرحوم ۔ مدراس (منی آرڈر)	۱۲	امداد طلباء
۱۹	۲۶ ״	جناب مسٹر اقبال احمد صاحب ایم۔اے شملہ ״	۸	زکوۃ وظائف / ایصال ثواب
۲۰	۲۷ ״	״ عبدالمجید صاحب بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب ۔ شملہ ۔ (منی آرڈر)	۶	امداد طلباء
۲۱	۲۸ ״	جناب خان بہادر سید محمد عیسی صاحب الہ آباد ״ بابت سال مختتمہ مارچ ۱۹۴۴ء	۱۱	״
		از وقف حاجی شیخ عبدالصمد صاحب مرحوم		
۲۲	۲۹ ״	جناب حیات محمد صاحب ۔ کان پور (منی آرڈر)	[illegible]	״
۲۳	۳۰ ״	بعض اہل خیر حضرات جزاہم اللہ بتوسط جناب حافظ محمد غفران صاحب ۔ ہاپوڑ (منی آرڈر)	[illegible]	״
۲۴	۳۱ ״	جناب سردار محمد جمال الدین یار خاں صاحب سیوہار ۔ (چیک)	[illegible]	״
۲۵	۳۲ ״	جناب مولوی سید محمد قادری صاحب ، حیدرآباد دکن بابت سال ۱۹۴۳ء (منی آرڈر)	[illegible]	ایصال ثواب
۲۶	۳۳ ״	مسلمانان بقصبہ کریم نگر جزاہم اللہ بتوسط بالا حیدرآباد دکن ۔ (منی آرڈر)	[illegible]	امداد طلباء

نمبر	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۷	۳۴ ۳	جناب سید عظیم بادشاہ صاحب بتوسط جناب مولوی سید محمد قادری صاحب ۔ حیدرآباد دکن (منی آرڈر)	[illegible]	امداد طلباء
۲۸	۳۵ ״	محترمہ کلثوم بیگم صاحبہ بتوسط بالا ״ ״	[illegible]	״
۲۹	۳۶ ״	״ غوثیہ بیگم صاحبہ ״ ״	[illegible]	״
۳۰	۳۷ ״	״ بیگم صاحبہ جناب کاظم علی بادشاہ صاحب ״ ״	[illegible]	״
۳۱	۳۸ ״	جناب محمد خلیل صاحب ریاست رام پور ״	[illegible]	״
۳۲	۳۹ ״	محترمہ والدہ صاحبہ جناب حاجی شوکت علی صاحب بتوسط جناب محمد خلیل صاحب ۔ ریاست رام پور (منی آرڈر)	[illegible]	امداد طلباء / زکوۃ
۳۳	۴۰ ״	جناب پروفیسر الیاس احمد صاحب الہ آباد ״ (فدیہ نماز محترمہ شمس النساء بیگم صاحبہ مرحومہ)	ما ر	وظائف / فدیہ
۳۴	۴۱ ״	جناب حاجی عبدالرحیم محمد اسمٰعیل صاحبان صینوٹ ״	[illegible]	امداد طلباء
۳۵	۴۲ ״	کپتان عبدالرشید صاحب بتوسط جناب حاجی محمد سعید صاحب ۔ ڈبائی (منی آرڈر)	۱۴	زکوۃ
۳۶	۴۳ ״	جناب منشی عبدالعزیز خاں صاحب کوٹ ، بتوسط جناب محمد جعفر خاں صاحب ۔ شاہ نگر (منی آرڈر)	۸	امداد
۳۷	۴۴ ״	منجانب محترمہ وحید النساء صاحبہ مرحومہ والدہ جناب مولوی غلام مصطفی صاحب سلہٹ ، منی آرڈر	۸	״
۳۸	۴۵ ״	محترمہ والدہ صاحبہ خالد منعم عباسی بلیٰ نپتی دہلی ، قرول باغ ۔ بذات خود	۸	وظائف
۳۹	۴۶ ״	جناب حاجی عبدالشکور خاں صاحب ، موضع پنج لاسہ (منی آرڈر)	[illegible]	امداد
۴۰	۴۷ ״	محترمہ والدہ صاحبہ حاجی شیخ ناظر حسن صاحب محترمہ بیگم صاحبہ مد جوالا پور (منی آرڈر)	۱۳	״
۴۱	۴۸ ״	״ والدہ صاحبہ محترمہ بیگم صاحبہ جناب شیخ اولاد حسن بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب جوالا پور ، منی آرڈر	۲	״

نمبر	نمبر رسید مع جلد	نام نامی	رقم	مد
۴۲	۹۴۹ جلد ۲۱۲	جناب عبدل صاحب ٹھیکیدار بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب، جوالاپور (منی آرڈر)	۸ر	امداد عام
۴۳	۵۰	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب شیخ ظہور احمد صاحب بتوسط ،، ،، ،،	۴ر	،،
۴۴	۵۱	،، بیگم صاحبہ جناب مظفر عمر صاحب ،، ،، ،،	۲ر	،،
۴۵	۵۲	جناب منشی لائق علی صاحب ،، ،، ،،	ار	،،
۴۶	۵۳	،، عبدالحیٔ صاحب۔ کرسیانگ ،،	عـہ	،،
۴۷	۵۴	،، ڈاکٹر امیرالدین صاحب امرتسر ،،	مـہ	،،
۴۸	۵۵	محترمہ سیدہ امۃ الحبیب صاحبہ ضلع ہوشیارپور ،،	للعہ ۱۲ر	،،
۴۹	۵۶	جناب شاہ خلیل الرحمن صاحب مونگیر ،،	عـہ	،،
۵۰	ٹکٹ ۸۱۷ جلد ۲۱۱	،، حکیم ماجد علی خاں صاحب بتوسط جناب حکیم محمد واجد علی خاں صاحب۔ آنولہ (منی آرڈر)	صہر	ایصال ثواب
۵۱	،، ۸۱۸	محترمہ مسعودہ خاتون صاحبہ بتوسط بالا - آنولہ ،،	صہر	،،
۵۲	،، ۸۱۹	جناب حکیم زاہد علی خاں صاحب ،، ،، ،،	صہر	،،
۵۳	،، ۸۲۰	محترمہ رئیسہ خاتون صاحبہ ،، ،، ،،	صہر	،،
۵۴	۸۲۱ جلد ۲۱۲	بیگم صاحبہ حکیم محمد واجد علیخاں صاحب ،، ،، ،،	صہر	،،
۵۵	،، ۸۲۲	،، شبراتن صاحبہ ،، ،، ،،	صہر	،،
۵۶	،، ۸۲۳	جناب چودھری نذیر احمد صاحب بتوسط حاجی محمد جان صاحب - سہارنپور (دستی)	صہر	زکوٰۃ
۵۷	،، ۸۲۴	جناب حافظ محمد حسن صاحب بتوسط بالا - سہارنپور ،،	صہر	،،
۵۸	،، ۸۲۵	،، الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب - ریاست بہاولپور بابت ماہ فروری ۱۹۴۳ء (منی آرڈر)	صہر	،،
۵۹	،، ۸۲۶	محترمہ بیگم صاحبہ جناب کیپٹن سید محمد اجمل حسین صاحب کرنال (بابت ماہ فروری ۱۹۴۳ء) (منی آرڈر)	صہر	امداد عام
۶۰	،، ۸۲۷	جناب محمد نجم الدین صاحب فاروقی علی گڑھ ،،	صہر	وظائف خیرات

نمبر	نمبر ٹکٹ مع جلد	نام نامی	رقم	مد
۶۱	۸۲۸ جلد ۲۱۲	جناب مولوی سید محمد ظہور الدین صاحب گورکھپور (منی آرڈر)	صہر	وظائف (خیرات)
۶۲	،، ۸۲۹	،، اخلاق حسن خاں صاحب بتوسط جناب محمد خلیل صاحب ریاست رام پور (منی آرڈر)	صہر	امداد عام
۶۳	۸۳۰	جناب منشی حبیب الرحمن خاں صاحب کوٹ بتوسط جناب محمد جعفر خاں صاحب، شاہ نگر (منی آرڈر)	صہر	ایصال ثواب
۶۴	۸۳۱ جلد ۲۱۳	محترمہ اہلیہ صاحبہ مولوی وصی بخش صاحب قادری بتوسط جناب مولوی کریم احمد صاحب بدایوں (منی آرڈر)	صہر	زکوٰۃ
۶۵	۷۳ جلد ۲۲	محترمہ امتی صاحبہ بتوسط حاجی عبدالرحمن صاحب موضع بوڑیہ جوزہ (دستی)	عصہ	امداد عام
۶۶	،، ۷۴	جناب حاجی عبدالرزاق صاحب موضع بوڑیہ خود ،،	عصہ	،،
۶۷	،، ۷۵	محترمہ آسمہ صاحبہ زوجہ تفضل حسین صاحب ،، ،، ،،	عصہ	،،
۶۸	،، ۷۶	،، بی بی انور جہاں بیگم صاحبہ دہلی نزول باغ ،،	عصہ	وظائف طلبا
۶۹	،، ۷۷	جناب ابوظفر الحسن صاحب نئی دہلی، بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۴۳ء (منی آرڈر)	عصہ	امداد عام
۷۰	،، ۷۸	جناب محمد ابراہیم صاحب بتوسط جناب حاجی محمد جان صاحب۔ سہارنپور (دستی)	عصہ	زکوٰۃ
۷۱	،، ۷۹	جناب عبداللطیف صاحب ولد خدا بخش صاحب بتوسط جناب حاجی محمد جان صاحب، سہارنپور (دستی)	عصہ	،،
۷۲	،، ۸۰/۸۱	،، جمعہ ولد بکریوالہ صاحب بتوسط بالا ،،	عکر	،،
۷۳	،، ۸۲	،، میاں جان خاں صاحب بتوسط مولوی محمد یعقوب صاحب کانکیتارہ (منی آرڈر)	عصہ	امداد عام
۷۴	،، ۸۳/۸۴	محترمہ والدہ صاحبہ خالد منعم عباسی پانی پتی دہلی بابت جنوری و فروری ۱۹۴۳ء	عکر	،،
۷۵	،، ۸۵	جناب منشی انعام الحق صاحب سہارنپور (منی آرڈر)	عصہ	،،
۷۶	،، ۸۶	،، جمعہ خاں صاحب بتوسط محمد عزیز صاحب شریف آباد (منی آرڈر)	عصہ	،،

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۷۷	۸۷ عـ ۳۶۲	جناب منشی اورنگ زیب خاں صاحب کوٹ بتوسط جناب محمد جعفر خاں صاحب۔ شاہ نگر (منی آرڈر)	عصر	امداد عام
۷۸	۸۸ "	شیخ حبیب حسن صاحب بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب۔ جوالا پور (منی آرڈر)	عصر	"
۷۹	۸۹ "	جناب مولوی محمد نعیم خاں صاحب بتوسط بالا جوالا پور "	عصر	"
۸۰	۹۰ "	مستری محمد احمد صاحب " "	عصر	ایصال ثواب
۸۱	۹۱/۹۲ "	شیخ اولاد حسن صاحب " " (بابت جنوری و فروری ۱۹۴۴ء)	عا/	امداد عام
۸۲	رسید ۱ جلد ۹۰	جناب شیخ بشیر احمد صاحب لاہور بتوسط جناب مولوی محمد عبدالحئی صاحب عثمانی۔ لاہور	؎	زکوٰۃ
		ذریعہ جناب الحاج مولوی طفیل احمد صاحب		
۸۳	۳۸ عـ ۳۸	محترمہ والدہ صاحبہ جناب حافظ فیاض علی صاحب انصاری۔ منگلور	عا/	وظائف خیرات
۸۴	۳۹ "	جناب حافظ فیاض علی صاحب انصاری "	صر	ایصال ثواب
۸۵	۴۰ "	محترمہ بشیرہ صاحبہ " " "	عصر	امداد عام
۸۶	۴۱ "	جناب شیخ محمد [illegible] صاحب انصاری "	عصر	ایصال ثواب

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۸۷	۳۴ عـ ۳۸۹	محترمہ والدہ صاحبہ پروفیسر الیاس احمد صاحب۔ منگلور	عصر	ایصال ثواب
۸۸	۳۴۳ "	جناب مسٹر محمد احمد صاحب بی۔ ایس۔ سی "	عصر	"
۸۹	۳۴۴ "	محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ "	عصر	"
۹۰	۳۴۵ "	جناب حاجی طفیل احمد صاحب "	للعہ/	زکوٰۃ
		ذریعہ جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی		
۹۱	ملک ۳۸ جلد ۳	جناب غلام محمد صاحب ولد قادر بخش صاحب سلانوالی	صرر	امداد عام
۹۲	۳۸۴ "	جناب ملک حاجی اللہ یار صاحب ولد رکن الدین صاحب چک ۱۲۶ شمالی	صر/	وظائف
۹۳	۳۸۵ "	جناب ملک رحیم بخش صاحب نواں لوک	صر	"
۹۴	۳۸۶ "	ملک حاجی اللہ یار صاحب ولد چوہڑ صاحب "	صر	"
۹۵	۳۸۷	ملک سردار بخش صاحب ولد حسن صاحب چک ۱۲۴ شمالی	صر	"
۹۶	۳۸۸ "	جناب اللہ دتا صاحب ولد علی محمد صاحب بلھے والہ	صر	"
۹۷	۳۸۹ "	اللہ یار صاحب ولد محمد صاحب جہل	صر	"
۹۸	۳۹۰ "	سردارا صاحب ولد لہنا صاحب "	صر	"
۹۹		آمدنی بعد اشتراک سالہ ندائے حرم		[illegible]

میزان ۳۶۹۱

احقر
ضیاء الدین احمد عفی عنہ
معتمد
صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ (قرول باغ دہلی)

مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علم قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲ ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں۔

۳ مستحق و نادار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے نقد و ظائف امداد دینا۔

۴ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن کو وظائف لیاقت دینا۔

۵ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔

۷ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دار الصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت بنانا۔

۸ مدرسہ کے کتبخانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

مکہ معظمہ میں اپنی قومی و علمی یادگار سے اگر آپ کو دلچسپی ہے تو ایک کارڈ
لکھ کر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے متعلق پتہ ذیل سے ہر قسم کا ضروری مواد
طلب فرمائیے جو آپ کی خدمت میں ہدیۃً ارسال ہوگا

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ
دہلی قرول باغ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۵۵

ترجمان القرآن

از

مولانا ابوالکلام آزاد

جلد دوم

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے یعنی حواشی زیادہ مفصل دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں، کتابت و طباعت بھی بہتر ہے، چونکہ سورۂ یوسف، انفال، توبہ، کہف، مریم، انبیاء، وغیرہ اسی میں آگئی ہیں اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے اس لئے کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہو گئی ہے۔ سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک۔

ہدیہ بلا جلد آٹھ روپے آٹھ آنہ (ع۸) مجلد دس روپے (عہ)

ندائے حرم کا سوالنامہ ضرور دیکھیے۔

ملنے کا پتہ: شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے جی پرنٹنگ ورکس بلی ماران میں چھپوا کر دفتر رسالہ تحریک قرول باغ دہلی سے شائع کیا۔

اپریل ۸۴ء

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

جلد ۴ — عدد ۴

ندائے حرم کا مقصد

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اُن کی تکمیل کے لیے کوشش۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳ مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات عملی و معاشرتی جد و جہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکزِ اسلام کی آواز ہے۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں اکہتر سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔

عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دیکر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں اس کے بعد دفتر معذور ہوگا۔

ماہنامہ ندائے حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے۔

جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک بھیجئے۔

سالانہ اشتراک تین روپیہ (۳؍) فی پرچہ ۴؍ - بیرون ہند سے ۷ شلنگ

رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ "ندائے حرم" دہلی قرول باغ سے ہونی چاہیئے۔

نمونہ کے لئے ۴ کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی۔ قرول باغ

تار کا پتہ:- صولتیہ دہلی
SAULATIYA DELHI

عدد ۴ — مسئول ضیاء الدین احمد — جلد ۴

بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۳ھ مطابق اپریل سنہ ۱۹۴۴ء

فیوضِ کعبہ

غیبی لاسلکی اور قدرتی ناشرِ صوت

(از لطیف مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی دیوبند)

قبلہ رو ہو کر کرے سجدہ جو انساں فرش سے / روح پر اک کیف آتا ہے صلاحِ العرش سے
منتقل کرتا ہے کعبہ فیضِ رب کو قلب میں / نورِ ایماں کو دکھاتا ہے عمل کے بلب میں
مرکزِ نورِ شہادت عنصری ابدان سے / ربط اک مخصوص رکھتا ہے نرالی شان سے
رحمتِ باری پہ ہے اس کی بنائے لازوال / اور اثر سے ہے ہویدا ہیبت و شانِ جلال
ہے قیامِ خلق اس مرکز کا اک وصفِ عظیم / تربیت گاہِ عناصر ہے یہ اور اصل النعیم
ہے فنا کے آئینہ میں نورِ کعبہ یوں قدیم / احمدِ مختار میں پنہاں ہے جیسے نورِ میم
نورِ کعبہ ہی سے قائم ہے حیاتِ انس و جاں / علم و قدرت بھی یہیں سے ہر بشر میں ہے عیاں
ہے اسی مرکز سے قائم خیر و شر میں امتیاز / نور و ظلمت کو اسی پر رات دن ہے فخر و ناز
خیر و شر کا ٹیپ ریکارڈ اس کو کہنا چاہیئے / اور رصد گاہِ عناصر بھی سمجھنا چاہیئے
عالمِ غیب و شہادت میں یہی ہے رابطہ / ہر دو عالم میں یہی ہے مرکزی اک واسطہ
کعبہ ارضی سے ہے مربوط ہر مسلم کا دل / ہے اسی کے نور سے روشن چراغِ آب و گل
قبلۂ عالم سے دل پر آئی حبِ حق کی لہر / منبعِ اعلیٰ ہے جس کا عرش و کرسی لوحِ دہر
مبتدا جس کا ہے احمد، انبیاء جس کی خبر / خلق جس کا وصفِ اعظم رشد ہے جس کا اثر
جانِ نبی جس کی پھبن ہے اور دلہن جس کی سحر / ہے بہارِ عالمِ انسانیت جس کا ثمر
تب سے سمجھا ہوں کہ رب کے اور بشر کے درمیاں / غیبی لاسلکی ہے قائم گو ہے بے کیف و نشاں
قبلۂ عالم سے جب چلتی ہیں لہریں نور کی / دل پہ ہر مومن کے ہوتی ہے تجلی طور کی
نورِ کعبہ کی یہ لہریں ہم کو دیتی ہیں خبر / غیبی وائرلیس دل پر اپنا رکھتی ہے اثر
قبلۂ گردوں پہ کرّوبی جو پڑھتے ہیں سلام / اہلِ دل کعبہ سے سن لیتے ہیں یہ معجز کلام
ہاں مگر اس کے لئے ہے شرطِ دل کا تزکیہ / صحبتِ اہلِ ہدایت سے مکمل تصفیہ

ریڈیو میں جیسے سن لیتے ہیں آوازیں عجیب
جس نے مشرق کو کیا ہے آج مغرب سے قریب

کعبہ بھی تم کو سناتا ہے یونہی آوازِ حق
دل کے کانوں سے سنا جاتا ہے بیشک سازِ حق

یہ جو قربانی کو رب کا تم سناتے ہو کلام
قلبِ مسلم سے وہ گویا نشر ہے رب کا پیام

الغرض کعبہ کی لاسلکی ہے قائم عرش سے
قلبِ مومن نشر کرتا ہے اسی کو فرش سے

ریڈیو میں تب ہی صاف آواز سن سکتے ہو تم
جب کثافت ہو عناصر کی فضا کے رخ سے گم

نغمۂ حق کے لئے بھی قلب صافی چاہئے
ربطِ کعبہ کے لئے بھی ذوقِ عالی چاہئے

ریڈیو کے جیسے اسٹیشن ہیں ہر اقلیم میں
دخل ہے پاور کو جن کی ہر جگہ تنظیم میں

انبیا کی جائے بعثت بھی ہے حق کی نشرگاہ
آتے ہیں قدوسیوں کے تار ہر شام و پگاہ

ریڈیو کا ساز کر لیتا ہے جیسے جذبِ صوت
جس میں ممکن ہی نہیں ہو کوئی بھی آواز فوت

حجرِ اسود بھی یونہی ہے جاذبِ نغماتِ حق
جن کے شوقِ سمع سے ہے دل ہر اک مومن کا شق

نور کی لہریں لئے جانے کا یہ ہے انتظام
پنجگانہ ہو توجہ جانبِ بیت الحرام

کعبہ و بیتِ سلیماں حق کے اسٹیشن ہیں جب
پھر نہ ہو کیسے بیاں ہر آن ان میں حمدِ رب

واں پہ ہے ریڈیو کی جیسے قوت کا مدار
جس کی جودت سے سمٹ آتی ہیں لہریں بیشمار

قلبِ مومن کی بھی قوت جاذبِ انوار ہے
جودت و ندرت ہی اس کی حاملِ اسرار ہے

نشر جو آوازِ[1] ابراہیمؑ عالم میں ہوئی
حضرتِ فاروقؓ کی تنبیہ[2] جو میلوں گئی

غور سے دیکھو تو ان میں دخل ہے کعبہ کا خاص
ہے وہی دنیا میں نشرِ حضرتِ حق کی اساس

جذبِ ابراہیمؑ نے جب نورِ قبلہ کر لیا
تب ہی پیغامِ نبوت عام دنیا میں ہوا

جب کہ ابراہیمؑ کا دل کعبہ تھا اور لوحِ سر
نطقِ ابراہیم رکھتا کیوں نہ عالمگیر اثر

ناشرانِ ربِ کعبہ رازہائے بے شمار
نشر کرتے ہیں اسی مرکز سے ہر لیل و نہار

یہ انوکھے راز عالم میں سنے جاتے ہیں جب
قبلۂ عالم سے حاصل ہو اگر فیضانِ رب

عالمِ علوی سے کرنی ہو تمہیں گر کوئی بات
لب پہ جاری ہو درود اور دل میں ذکرِ اسمِ ذات

آسمانوں سے فرشتے دل میں ڈالیں گے جواب
رہبرِ نوری تمہیں دکھلائیگا راہِ صواب

عقل مائل ہو اگر انوارِ قبلہ کی طرف
فکرِ انسانی بھی ہوگا عرشِ اعلیٰ کی طرف

قلب کا میلان جب ہوتا ہے ظلمت کی طرف
بخت و طالع کا بھی رخ دیکھوگے نکبت کی طرف

خیر کا جب نقش دیکھو تم کسی کے قلب پر
سمجھو دل ہے مستعدِ انوارِ حق کے جذب پر

مادی دنیا میں نقشے تم نے دیکھے جس قدر
اصل ان کی غیب میں ملتی ہے ڈھونڈو تم اگر

[1] واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا الخ
[2] یاساری الجبل -

ایک تازہ معائنہ

حقیقت شناس شخصیت کا عینی مشاہدہ

۱۳۶۲ھ کے حج کی پوری روئیداد زیرِ نظر "ندائے حرم" میں شائع ہو رہی ہے، اس سال جو خوش نصیب اور سعادتمند بندے حج وطواف کعبہ اور زیارت بیت اللہ سے بہرہ ور ہوئے ان میں بمبئی کے مشہور و معروف عرب تاجر جناب محترم شیخ محمد علی زینل علی رضا کی نامور شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، آپ اس معتبر تجارتی خاندان کے ایک بزرگ ہیں جس کا تجارتی سلسلہ ہندوستان (بمبئی) سے حجاز (جدہ) تک پھیلا ہوا ہے، اور جس کے پاس جدہ میں مغل لائن کی ایجنسی بھی ہے، موصوف ان بافیض شخصیتوں میں ہیں جن کا حجاز پر علمی احسان ایک تاریخی حقیقت ہے

آپ بمبئی سے بعزم حرم ہوائی جہاز سے حجاز تشریف لے گئے، قیام حرم کے زمانہ میں اپنی ذمہ دارانہ مصروفیتوں کے باوجود آپ بلا کسی تحریک کے محض اپنی علم نوازی سے مسلمانانِ ہند کی ارض حرم پر قابل فخر یادگار مدرسہ صولتیہ میں تشریف لائے، تمام عمارتوں کو دیکھا، تعلیمی حالت کو بچشم خود ملاحظہ فرمایا، ہر شعبہ کا جائزہ لیا، تفصیلی طور پر دار العلوم حرم کے معائنہ کے بعد اس کے متعلق اپنے مشاہدات کا اظہار جن ہمت آفریں اور حوصلہ افزا کلمات خیر سے فرمایا اس پر کارکنان دار العلوم حرم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور موصوف کا شکریہ، ناظرین "ندائے حرم" اور مخلصین دار العلوم حرم ذیل میں اس تازہ معائنہ کا اردو ترجمہ پڑھ کر یقیناً خوش ہونگے کہ خدا کے گھر میں اور مرکز اسلام میں ان کا یہ سرچشمہ علم وعرفان اس دورِ مصائب وآفات میں بھی پوری ثابت قدمی کے ساتھ اپنا فرض صحیح طور پر ادا کر رہا ہے، وللہ الحمد :-

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین ط

محض اللہ کے فضل وکرم سے مجھے مدرسہ صولتیہ بنا کردہ ولیٔ کامل سراپا اخلاص حضرت العلامہ مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب ہندی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا دوسری مرتبہ شرف

حاصل ہوا، جس کا ازحد اشتیاق و آرزو اور دلی تمنا تھی، کیونکہ ارض حجاز کے اس بقعۂ نور حرم محترم میں قرون اخیرہ میں یہی وہ سب سے پہلا مدرسہ ہے جس سے تعلیم دین کا فیض جاری ہوا، میں نے بانیٔ مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت اور ان کے جانشینوں اور دوسرے رجال انتظام و اہتمام اور اساتذہ کے خلوص سے اس مدرسہ کو مسلمانوں کا سب سے زیادہ مفید تعلیمی ادارہ پایا، جس کے فارغ التحصیل اور سند یافتہ علما میں اس کی پوری صلاحیت اور استعداد ہے کہ وہ مسلمانوں کی دینی قیادت کریں، اور اعلائے کلمۃ اللہ میں رہنمائی کا حق ادا کر سکیں۔ فالحمد للہ رب العلمین

میرا یہ معائنہ جن لوگوں کی نظر سے گذرے میں اُن حضرات سے پوری توقع رکھتا ہوں اور پُر زور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس ادارہ کی اعانت و امداد ہر ممکن طریقہ سے کریں، اس لئے کہ مجھے یقین کامل اور پورا وثوق ہے کہ اُن کے لئے مدرسہ کی خدمت رضائے الٰہی کا موجب اور اجر عظیم کا باعث ہوگی، اس کا صلہ ان کو اس وقت ملے گا جس دن وہ اللہ کی رحمت کے سب سے زیادہ محتاج ہوں گے، اور توفیق خدا کے قبضہ میں ہے۔

۷ ارمحرم سنہ ۱۳۶۳ھ　　　　العبد الحقیر

(۱۲ ارجنوری سنہ ۱۹۴۴ء)　　　(شیخ) محمد علی بن زینل علی رضا

صلاح پور ضلع الہ آباد میں صلاح و خیر کا کام، خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کو اپنی زبوں حالی کا احساس ہو رہا ہے، الہ آباد میں حاجی شیخ عبدالرشید صاحب رئیس و وائس چیرمین تعلیمی کمیٹی ڈسٹرکٹ بورڈ کی ذات گرامی قارئین ندائے حرم کیلئے محتاج تعارف نہیں خدا نے اپنے فضل سے آپکو احساس و عمل کی نعمت و توفیق سے سرفراز فرمایا ہے، پیرانہ سالی میں جوش و ہمت اس توفیق کا ثبوت ہے، صلاح پور جیسے موضع میں جس کے چاروں طرف مسلمان آباد ہیں، ایک تعلیمی ادارہ کی اشد ضرورت تھی، بحمد اللہ آپ کی پیہم کوششوں سے ایک مڈل اسکول قائم ہو گیا۔ جو سنہ ۱۹۳۶ء سے اپنا فرض پورے اعتماد کے ساتھ ادا کر رہا ہے، دو سو پچاس لڑکے دینی اور دنیوی تعلیم میں مصروف ہیں، درد آشنا اور ہماری اجتماعی حالت سے واقف اصحاب خیر اپنی گرامی قدر توجہات سے اس تعلیمی اور اصلاحی ادارہ کی سرپرستی فرما کر اپنے احساس حال کا ثبوت دیں اور مستحق اجر و ثواب ہوں

پتہ۔ سکرٹری صاحب پراونشل مسلم نارمل سکول صلاح پور، محلہ شادی آباد ڈاکخانہ کیولری لائن۔ الہ آباد

ندائے حرم

ندائیات

ہمارا بنیادی مقصد

مرکز اسلام دنیا کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ — یقیناً وہ سب سے پہلا گھر جو انسانوں کے لئے مکہ میں بنایا گیا

مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ط — بہت برکت والا اور تمام دنیا کے لئے رہنما ہے۔

دنیا میں یہ سراپا برکت مقام اور بنی نوع انسان کی قیادت و رہنمائی کا یہ اولین مرکز کسی انسان کی بنائی ہوئی چیز نہیں بلکہ خداوند عالم نے مکہ معظمہ کو ازل سے یہ شرف اور عزت بخشی ہے کہ وہ دنیا میں بسنے والے انسانوں کے لئے منبع رشد و ہدایت ہے اور ہمیشہ رہے گا، یہ قانون ہے جس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔ فرمان الٰہی کے مطابق مکہ معظمہ میں خدا کا یہ مقدس اور پاک گھر مسلمانوں کے پاس دین و دنیا کی برکتوں اور ہمیشہ باقی رہنے والی نیکیوں اور بھلائیوں کا وہ سرچشمہ ہے جس کے ہمہ گیر اثرات سے آج اسلامی دنیا بے خبر ہوتی جا رہی ہے مسلمان اپنے اس عالم بیچارگی میں فرقہ وارانہ اختلافات اور باہمی کشاکش، مقامی حالات اور اجتماعی پیچیدگیوں میں اس حد تک الجھ گئے ہیں کہ آج اُن کے دماغوں میں کوئی مرکزی تخیل باقی نہیں رہا اور نہ ٹھنڈے دل سے تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچنے کی زحمت گوارا کی جاتی ہے کہ دنیا میں اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے اپنی اصلاح و تنظیم کے لئے اپنی شیرازہ بندی اور استحکام کے لئے اپنے اجتماعی نظم اور اللہ کا مقصد پورا کرنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے ایک مرکز کی ضرورت ہے۔ یہ مرکز مسلمانوں کے پاس موجود ہے مگر اس کی موجودگی اسی وقت تک کارآمد ہو سکتی ہے جب تک مسلمان اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں اور اپنی عملی وابستگی سے اُس کی بے پناہ قوتوں اضافہ کرتے رہیں۔

اکثر سال سے ہمارے متحدہ مرکز میں ہندوستان کے باہمت مسلمانوں کی طرف سے اور اُن کے نام سے، ان کی امداد و سرپرستی سے اور صرف ہندوستانیوں کی عملی جدوجہد سے جو علمی اور دینی تحریک جاری ہے وہ بحمداللہ ایک اساسی مقصد رکھتی ہے۔ اور اس کا اپنا ایک عظیم الشان مرکزی مطمح نظر ہے۔

مکہ یونیورسٹی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اس بلند معیار کا نام ہے جو مرکز اسلام کے شایان شان ہو، اس معیار تک پہنچنے کے لئے جس مسلسل کوشش کی ضرورت ہے ہندوستان سے مکہ معظمہ تک تمام کارکنان دار العلوم حرم اُس سے ناواقف نہیں، اپنی بشری کمزوریوں کے احساس کے ساتھ موجودہ نازک دور میں یہ ناچیز سعی اگر دار العلوم حرم کے بقا اور تحفظ کے لئے جاری ہے تو اسی کے ساتھ ابتدائی طور پر مکہ یونیورسٹی کے تخیل کے لئے بھی دماغوں میں گنجائش پیدا کرنا اور اس بلند مرکزی نصب العین کو دلوں کی گہرائی تک پہنچانا ہمارا اولین فرض ہے۔ دنیا کی ہر زندہ قوم اپنے تعمیری مقاصد کو سمجھ کر سرگرم عمل ہے اور اپنی زندگی کا ہر ممکن ثبوت دے رہی ہے، وقت ہے کہ مسلمان بھی جنگ کے بعد کی نئی دنیا کے لئے کوئی لائحۂ عمل اجتماعی طور پر اپنے سامنے رکھ لیں۔ اور اپنے تیرہ سو سالہ مرکز کی عالمگیر وسعت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ابھی سے کم از کم مکہ یونیورسٹی جیسے مرکزی پیغام کو سننے اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور نئی دنیا کی ہدایت و قیادت اپنے ہاتھ میں لیں۔

زندگی اگر احساس اور حرکت و عمل کا نام ہے تو مسلمان کچھ کرنے کے لئے ابھی سے تیار ہو جائیں، اور کل کے متعلق جو کچھ سوچنا اور کرنا ہے اس کا فیصلہ کرلیں۔

خوش بختوں کے لئے زریں موقع

کعبہ کے زیر سایہ مسلمانان ہندوستان کی اکہتر سالہ قومی و علمی یادگار دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے شعبۂ عالی و ثانوی کے لئے دو قابل اساتذہ کی ضرورت ہے ایک فاضل دینیات و معقولات جو حدیث و تفسیر میں خاص طور پر ملکۂ تامہ رکھتے ہوں، مشاہرہ ماہوار عسہ روپیہ اور صہ امداد گرانی کل ماہ ، اور دوسرے گریجویٹ عالم کی جو علوم دینیہ و عربیہ کی تکمیل کے ساتھ کم از کم بی۔ اے ہوں، دس سالہ تعلیمی تجربہ ضروری ہے، قیام حرم کی دائمی سعادت کے ساتھ خدمت دین و علم کا جذبہ ہو تو تفصیلات کے لئے صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرول باغ سے خط و کتابت کیجئے

اثرات

اسلام میں سب سے پہلا انتخاب

نوعِ انسانی کا عادلانہ اور اساسی دستور

جو لوگ موجودہ مسلمانوں کا انحطاط و تنزل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں انہیں کس طرح یقین آسکتا ہے کہ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ط (زمین کی وراثت ہمارے صلاحیتمند بندوں کو ملے گی) فطرت کا ایک اٹل فیصلہ ہے، اور خدا کی مشیت یہ ہے کہ اس کی زمین میں قیام امن اور بسط عدل کا نظام پیدا ہو، اس نظام کی باگ ڈور ان نیک کردار صالح، خدا ترس اور بے غرض انسانوں کے ہاتھ میں ہو جو انسان بن کر انسانوں کی قدر کریں، انسانی حقوق کے تحفظ کو اپنا نصب العین بنائیں، اُن کی معاشی اور معاشرتی تمدنی اور عمرانی، اخلاقی اور شہری حالت درست کریں، اور معمورۂ ارض کو انصاف و مساوات، اخوت و محبت سے بھر دیں، خدا کی مرضی نہیں ہے کہ اشرار، اخیار پر غالب ہوں، اور مفسدین فی الارض امن و صلح کے فرائض انجام دیں، اسلام چاہتا ہے کہ ہر غیر صالح جماعت کی قوت توڑ دی جائے اور مفسدانہ علو و برتری چاہنے والوں کو نیچا دکھایا جائے، صرف وہی لوگ نظامِ حیات کے سانچے بنائیں جو خود بھی خیر و صلاح کے سانچوں میں ڈھل چکے ہوں، اگر ایسا نہیں ہوتا تو جمعیت بشری کو پراگندہ ہونے سے کوئی قوت نہیں بچا سکتی اور فساد کا وہ سیلاب کبھی نہیں رک سکتا جس کا روکنا بقائے انفع کے لئے ضروری ہے آج دیکھ لیجیے کہ خدائی فیصلے کے خلاف دنیا میں غیر فطری، غیر عقلی نظام قائم ہے، اور اس کا نتیجہ بھی دیکھ لیجیے کہ انسانی عظمت کے لئے پناہ کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

اسلام اور اقتدارِ اعلیٰ:- دنیا کے اس غیر فطری نظام کے نقائص کو چھپانے کے لئے اُن کے نام بدل بدل کر پیش کئے جا رہے ہیں، کسی جگہ اس کا نام جمہوریت ہے، کسی جگہ ملوکیت، کوئی اسے

اشتراکیت کے نام سے پکارتا ہے، تو کوئی آمریت کے نام سے، کہیں اس کی علامت "نشطائیت" ہے اور کہیں "نازیت" غرض کہ غیر صالح نظام "ہیں ہر جماعت اپنی مرضی کے مطابق رنگ بھر رہی ہے، اور اس کے محاسن شمار کرانے میں پورا زور صرف کیا جا رہا ہے۔

اب آپ جس نظام پر چاہے غور کر لیجئے، دنیا کی ہر موجودہ سیاست کو، جانچ کر دیکھ لیجئے، ہر دستور اور ہر قانون کی دفعات کو پرکھ لیجئے، اُن میں عدل و مساوات اور خدا ترسی کا کوئی عنصر نظر نہ آئے گا، ان سے کسی بشر کو جمعیت خاطر اور اطمینان قلب حاصل نہ ہوگا، ان سے فردی اور جماعتی امراض کا ازالہ نہ ہوگا، وہ دستور ہیں چند افراد کے اقتدار اعلیٰ کو قائم رکھنے کے لئے مگر ہمیں ایسے دستور کی ضرورت ہے جو ہر انسان کو اقتدار اعلیٰ کے مرتبہ پر پہنچائے، اور جس کے ذریعہ ہر کمزور انسان قوت و توانائی حاصل کر لے۔

پہلا اور عادلانہ دستور: دنیا کے دستور و قوانین آپ کے سامنے ہیں۔ اب اس خدائی دستور کو بھی دیکھیے جس کا اعلان آج سے تیرہ سو سال پہلے ہوا، اور جسے آئمہ اسلام اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں عملی جامہ پہنایا گیا۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد عرب میں انتخاب کی ہماہمی ہے، انتخاب ہو رہا ہے لیکن امیدوار کوئی نظر نہیں آتا، ہر شخص کو اپنے محبوب پیغمبر کا وہ قول یاد ہے کہ امارت اور عہدہ کے لئے آرزو نہ کرنا کس کی مجال ہے کہ کسی عہدہ کے لئے امیدوار بن کر کھڑا ہو، امیدوار کوئی نہیں لیکن انتخاب ہو رہا ہے، دیکھتے دیکھتے انتخاب کی مہم ختم ہوگئی، اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مسلمانوں کے امیر المؤمنین و خلیفۃ المسلمین منتخب کر لیے گئے، اس انتخاب پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوا، انتخاب کے لئے کوئی پروپیگنڈا نہیں کیا گیا، جلسے نہیں کئے گئے، جلوس نہیں نکالے گئے، کوئی "پوسٹر" اور "ہینڈ بل" شائع نہیں ہوا، کوئی "اسٹیٹمنٹ" نہیں نکالا گیا۔ اور پورے اطمینان کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا انتخاب عمل میں آگیا، انتخاب کے بعد دستور کا اعلان ہوتا ہے اور خود امیر المؤمنین رضؓ مسلمانوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر اسے سناتے ہیں، سنیئے وہ دستور کیا ہے۔

(۱) ایھا الناس لقد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی فان زغت فقوّمونی۔ اے لوگو! میں تمہارا ولی بنایا گیا ہوں لیکن یاد رکھو میں تم میں بہتر نہیں ہوں اچھے کاموں میں میری مدد کرو، اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دو۔

(۲) الصدق امانۃ والکذب خیانۃ ۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔

(۳) الضعیف فیکم قوی عندی حتی آخذ لہ حقہ والقوی فیکم ضعیف عندی حتی آخذ الحق عنہ ۔ تمہارا ہر کمزور انسان میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں، اور تمہارا ہر قوی میرے نزدیک کمزور ہے، یہاں تک کہ دوسرے کا حق اس سے لے لوں۔

(۴) لا یدع منکم الجہاد فانہ لا یدعہ قوم الا ضربھم اللہ بالذل ۔ تم میں کوئی فریضۂ جہاد کو نہ چھوڑے، خدا کا قانون یہ ہے کہ جو اس فریضہ کو ترک کر دیتا ہے وہ رسوا اور ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۵) اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فان عصیت فلا طاعۃ لی علیکم، جب تک میں خدا اور اس کے رسول کا فرماں بردار رہوں، تم بھی میری اطاعت کرو، اگر میں نافرمانی کروں تو پھر تم میری اطاعت ہرگز نہ کرنا۔

دستور کی دفعات پنجگانہ:-

(۱) اس فقرہ میں اس امر کا جلی اعتراف ہے کہ اسلام کے خلیفہ کو منصب خلافت کی وجہ سے دوسرے لوگوں پر کوئی برتری اور تفوق حاصل نہیں ہے، وہ قوم کا ایک فرد ہے اور فرد کی حیثیت سے وہ جماعت کا ایک رکن ہے۔ نیز اعتراف ہے کہ خلیفۂ اسلام معصوم نہیں ہوتا غلطی کر سکتا ہے، اور دوسروں کو حق ہے کہ اس پر نکتہ چینی کریں اور اسے راہ راست پر لائیں حقیقی جمہوریت کے بنیادی اصولوں میں اس سے زیادہ آپ کو کوئی اور چیز مل سکتی ہے! یہ یاد رہے کہ اسلام میں خلیفہ کو قوم کا متفقہ فیصلہ مسترد (ویٹو) کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

(۲) اس فقرہ میں اعلان ہے کہ اسلامی سیاست کی بنیاد اخلاق ہے، دغا، مکر، حیلے، بہانے پالیسی

اور ڈپلومیسی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں، ہر معاملہ سچائی کے ساتھ ہوگا اور حکومت کے ہر شعبہ کو کذب و خیانت سے پاک رکھا جائے گا، اب دنیا کی موجودہ سیاست کی بنیاد پر غور کیجئے، پالیسی کے پردہ میں ہر جھوٹ جائز، ہر عہد شکنی حق بجانب، ہر ظلم و ستم روا، ہر قسم کی حق تلفی مصلحت اور خوش تدبیری۔

(۳) اس فقرہ میں مساوات کا معیار پیش کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت میں کسی کے ساتھ رعایت نہ ہوگی، کسی کو کسی پر برتری کا موقع نہ دیا جائے گا، طاقت کی ایک حد مقرر کی جائے گی اور کمزوروں کو طاقتور بنایا جائے گا، تاکہ نظام حیات میں متوازن کیفیت پیدا ہو جائے، اور افراط و تفریط کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں، اسلام میں خطاب و القاب نہیں ہیں، مساوات ہے، برابری ہے، تعاون ہے، اشتراک ہے۔

(۴) مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ جہاد حق کے لئے مستعد رہیں اور اسے ترک کر کے ذلت و خواری کا سامان پیدا نہ کریں، یہ فقرہ وطنی دفاع کا مبدا اور استقلال وطن کا سرچشمہ ہے، اس میں شک نہیں کہ جو قوم دفاعی قوتوں اور وسائل تحفظ سے غافل ہو جائے، اس کے لئے محکومی اور غلامی ہے اور غلامی سے بڑھ کر انسان کے لئے دنیا میں کوئی ذلت نہیں۔

(۵) یہ فقرہ اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ امیر اس وقت تک واجب الاطاعت ہے جب تک کہ وہ خود دستور کا مطیع و فرمانبردار رہے، اگر اس نے دستور میں تصرف کیا یا اسے پس پشت ڈالا تو وہ باغی ہے اور باغی کی کم سے کم سزا یہ ہے کہ اسے اس کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا جائے، یہ ہے اسلام کا قانون اساسی، یہ ہے مسلمانوں کا حاکمانہ دستور العمل جو حق، عدل، مساوات، اخلاق، اتحاد اور محبت پر قائم ہے، اور جس پر عمل کرنے سے ہی دنیا کا جدید نظام تشکیل پا سکتا ہے۔

حرکت و بیداری کا ثبوت: ۱۰ مارچ کی شام کو بمبئی کے ممتاز اصحاب کا ایک نمائندہ تعزیتی جلسہ کستوربائی گاندھی کی موت پر اظہار غم کے لئے منعقد ہوا، جس میں ہر مذہب و ملت کے معززین اور خواتین کی بڑی تعداد موجود تھی، تفصیلات اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اس جلسہ کی تیسری تجویز میں یہ طے کیا گیا ہے کہ "گاندھی جی کی پچھترویں سالگرہ کے موقع پر پچھتر لاکھ کی رقم جمع

کر کے ان کی خدمت میں پیش کی جائے، اور اس رقم کو عورتوں کی تعلیم پر خرچ کیا جائے"۔

یہ ہندوستان کی زندہ حساس، بیدار، اور متحرک ہندو قوم کا اقدام ہے، ہندو قوم میں جو جذبۂ عمل ترقی کی جو تڑپ اور تعلیم و تربیت کی جو دھن ہے اس کو دیکھتے ہوئے پورے اعتماد و وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس اپیل پر پچھتر لاکھ کی رقم برسوں اور مہینوں میں نہیں ہفتوں اور دنوں میں نہیں بلکہ چند گھنٹوں میں پچھتر لاکھ کیا اس سے زیادہ رقم بیدار مغز ہندو جمع کر لیں گے، اور اپنے اس خاص قومی مقصد کی تکمیل کے لئے عملی جد و جہد بھی شروع کر دیں گے۔

مگر مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر غور کریں، وہ جس بلند نصب العین کے امین بنائے گئے اس کا حق امانت وہ کہاں تک ادا کر رہے ہیں، تیرہ سو سال میں وہ اپنے مشترکہ مرکز میں ایک متحدہ یونیورسٹی بھی قائم نہ کر سکے۔ مسلمانانِ ہند کی طرف سے اُن کے نام سے اسلام کے مرکز ارضِ حرم میں اکہتر سال پہلے مدرسہ صولتیہ کا سنگ بنیاد جن بلند مرکزی اغراض و مقاصد کے ماتحت رکھا گیا وہ آج تک تشنۂ تکمیل ہیں، ہندوستان کے نیدرد لرورِ مسلمان اسے مکہ یونیورسٹی کے بلند معیار تک نہ پہنچا سکے۔ اس اہم مرکزی ضرورت کو ملک کا با خبر، ہوشمند اور انجام بیں طبقہ پوری طرح محسوس کر رہا ہے، لیکن کیا ہم اس کا یقین کر سکتے ہیں کہ یہ احساس مسلمانوں کے ہر خاص و عام کی رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے اور اگر ان سے مرکز اسلام میں "مکہ یونیورسٹی" کے لئے پچھتر لاکھ روپیہ کی نہیں صرف پچھتر ہزار ہی کی اپیل کی جائے تو کیا وہ چند گھنٹوں میں نہیں، چند دنوں اور چند ہفتوں میں نہیں بلکہ چند مہینوں ہی میں جمع کر سکتے ہیں دنیا کی متحرک و حساس قومیں آج اپنی قسمت و مقدر بنا رہی ہیں، اور شعور و عمل کے ہر میدان میں اپنی زندگی کا ثبوت دے رہی ہیں، کیا مسلمان بھی ان قوموں کی صف میں کھڑے ہونے کی صلاحیت اور عملی استعداد رکھتے ہیں۔

حکومت حجاز کا مبارک فیصلہ مسلمانوں کے لئے حجاز مقدس کا ذرہ ذرہ لعل و جواہر سے زیادہ قیمتی ہے ان جواہر پاروں کی حفاظت بھی مسلمانوں کا مقدس فرض ہے اور ہر مسلمان پر دیار مقدس کے اخلاقی و رفاہی امور پر توجہ کرنا لازم ہے، خدا تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا ہے اس کو توفیق عطا فرما کر امور خیر کی تکمیل کراتا ہے۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

مکہ معظمہ کی یہ اطلاع اسلامی حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ وہاں ایک جدید عمارت کی اسکیم زیر غور ہے۔ جس کے لئے سرکاری طور پر خصوصی اخراجات منظور کئے گئے ہیں۔ یہ عمارت کئی عمارتوں کا مجموعہ ہوگی، جن میں سے ایک بیماروں اور معذوروں کے لئے مخصوص ہوگی، دوسری عمارت اس انداز کی ہوگی کہ اس میں عام طور پر جسمانی اور ذہنی اصلاح و درستگی کا انتظام کیا جائے گا تاکہ شہری زندگی میں ایک مفید عنصر پیدا ہو سکے جو ایک خاص نظم کے ماتحت تیار ہوگا۔ اس عمارت کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور ہر حصہ کے نظم و نسق کے لئے مختلف تجاویز رجال حکومت کے پیش نظر ہیں۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس عمارت کا سرنامہ جلالۃ الملک سلطان ابن سعود اپنی جیب خاص سے عطا فرمائیں گے ہندوستان میں بھی رفاہ عام کے لئے ہسپتال اور کلینک قائم ہوتے ہیں، لیکن چندہ اور امدادی فنڈوں کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ اُن کی تکمیل کے لئے جاری ہوتا ہے، حکومت تو ان کی مالی سرپرستی اور اس کے ذرائع سب پردوش میں ہیں، لیکن یہ اسلامی دریا دلی ہے کہ وہ رفاہ عام کاموں کے لئے کسی سے چندہ نہیں مانگتی، یہ امتیاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ رعایا کی فلاح و بہبود کی تمام تر حکومت کو ہی ذمہ دار قرار دیتا ہے۔

مکہ معظمہ کے ممتاز علماء اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے بانی قدیم میں مولانا شیخ حسین عبد الغنی رفع درجات کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ ایک عرصہ تک دار العلوم صولتیہ میں علمی خدمات بھی انجام دیتے رہے ہیں، گذشتہ پندرہ سال سے آپ مکہ معظمہ کے قاضی، محکمہ مجلس اولیٰ رتبۂ عدالت خفیفہ و تعزیرات عامہ میں اپنے فرائض منصبی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں، مکہ مکرمہ کی ڈاک سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کو مجلس تمیز و مرافعہ علیا (پریوی کونسل) مملکت سعودیہ کا رکن بنایا گیا ہے۔ آپ کی یہ ترقی نہ صرف مدرسہ صولتیہ کے لئے موجب فخر و مباہات ہے بلکہ تمام حجاز کے لئے بھی مسرت و ابتہاج کا باعث ہے، ہم موصوف کی خدمت میں پُرخلوص ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، اور دست بدعا ہیں کہ خدائے قدوس آپ کی ذات کو اہل حجاز کے لئے مفید اور بابرکت بنائے، اور آپ کو حسن عمل کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے، آمین۔

اسی سلسلہ میں یہ خبر بھی مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ مولانا شیخ عبدالحمید حدیدی نائب قاضی محکمہ شرعیہ مکہ معظمہ کو مولانا حسین عبدالغنی صاحب کی جگہ قاضی محکمہ مستعجلہ اولیٰ (ہجج عدالت خفیفہ) بنایا گیا ہے، ہم اس تقرر اور ترقی پر آپ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ آپ بھی مدرسہ کے ابنائے قدیم میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ابنائے قدیم اور ارض حرم کے طبقۂ فضلاء میں ان دونوں حضرات کا علمی اور سرکاری مرتبہ مسلم ہے اور اہل حجاز کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں ایسے حضرات کی خدمات حاصل ہوئیں جو نہ صرف علم و فضل میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں بلکہ انہیں اکابر و اعیان او عوام کا اعتماد بھی حاصل ہے، اور جو اپنے مناصب جلیلہ کیلئے ہر طرح موزوں اور مفید ہیں۔

سیٹھ احمد حاجی موسی جی سالوجی ہمارے دائرہ معاونین میں خدا تعالیٰ نے سیٹھ احمد حاجی موسی جی سالوجی کو خاص دل اور ممتاز ایمان عطا فرمایا ہے، آپ ہمیشہ مواقع خیر کے متلاشی رہتے ہیں، اور جب کبھی ایسے مبارک مواقع مل جاتے ہیں تو آپ کا دریائے سخاوت جوش میں آجاتا ہے، آپ نے جنوبی افریقہ سے ایک ہزار تین سو بارہ روپے ۱۳۱۲ بذریعہ چک روانہ فرمائے تھے جس کی اشاعت ربیع الاول کے ندائے حرم میں ہو چکی ہے، اس ماہ آپ نے اپنی معارف پروری اور عالی ہمتی کا مزید ثبوت دیتے ہوئے گیارہ سو اکیاسی روپے آٹھ آنہ ۱۱۸۱ کی مزید رقم بذریعہ چک ارسال فرمائی ہے۔

دنیائے اسلام کی مرکزی اور دینی درسگاہ دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے آپ کی یہ برمحل فیاضی اس قلبی تعلق کا بین ثبوت ہے جو آپ کو ارض پاک اور اس کی علمی یادگار دارالعلوم حرم کے ساتھ ہے، ہمیں ایسے ایثار پیشہ حضرات کی اولوالعزمیوں سے اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور معاونین کی علم نوازی سے دارالعلوم صولتیہ اپنے بانی اول علیہ الرحمۃ کے مجوزہ معیار یونیورسٹی تک پہنچنے میں جلد کامیاب ہوگا۔

امداد و اعانت دارالعلوم حرم کی ترقی و بقا کا بنیادی ذریعہ ہے، مگر اس کے ساتھ ہمارا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانان عالم مکہ یونیورسٹی کے مقاصد کو اچھی طرح سمجھ لیں، خدا کا شکر ہے کہ معاونین دارالعلوم حرم صولتیہ مکہ معظمہ کی نہ صرف مالی اعانت فرما رہے ہیں بلکہ انہوں نے اس دینی درسگاہ کی عظمت اور اس کے نصب العین کو بھی ذہن نشین کر لیا ہے، حاجی صاحب موصوف خدا کے گھر کی اس دینی و علمی درسگاہ کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں، خدائے قدوس بھی آپ کو فراموش نہ فرمائے گا۔ آپ کا مخلصانہ گراں قدر ہدیہ اس کی بارگاہ میں ضرور مقبول ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر خدمت اسلام کے لئے سلامت رکھے اور مزید توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

بصائر

اسلام کی ایک عظیم اصلاح

جارج برنارڈ شا کا خراج عقیدت

اسلام کے صحیفۂ الٰہی نے دنیا کو کیا پیغام دیا اور اس کے ذریعہ نوع انسان کی اصلاح کیونکر ہوئی؟ اس کا جواب تاریخ سے پوچھیے، اور اس کا سراغ واقعات وحوادث میں لگائیے، بقول برنارڈ شا" اسلام کی اصلاحات کا سلسلہ حد وشمار سے باہر ہے"، لیکن کوئی ہرج نہیں، ہم ایک قطرہ سے سمندر کا اندازہ لگائینگے اور مشتے از خروارے صرف ایک عالمگیر اصلاح کی طرف اشارہ کریں گے۔

دنیا کو معلوم ہے کہ حکمائے یونان میں افلاطون اور ارسطو کا کیا درجہ ہے، دنیا کے بڑے بڑے مقننوں میں سولن اور لائی کرگس کس پایہ کے مقنن گذرے ہیں؟ ان کی عظمت وعلمی وبرتری سے آج بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن آپ حیرت سے سنیں گے کہ یہ سب حضرات اطفال کشی کے زبردست حامی تھے، ان کے فلسفہ اور قانون کا حاصل یہ تھا کہ معصوم، بے گناہ اور بے زبان بچوں کو ہلاک کر دینا، زندہ درگور کر دینا، سنسان اور ویران مقامات میں چھوڑ آنا تاکہ وہ خود ہی بلک بلک کر مر جائیں جائز اور روا ہے یہ فلسفی اور مقنن تھے، لیکن درد ومحبت سے قطعی ناآشنا، وہ ساری عمر انسانیت کا فلسفہ بیان کرتے رہے لیکن انسانی جان کی قدر وقیمت کو نہ پہچان سکے۔

کہا جاتا ہے کہ مسیحیت، مذہب محبت ہے، لیکن بقول لیکی اس کی انجیل نے اطفال کشی کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا، انجیل اس بارے میں خاموش ہے لیکن کلیسا کس طرح خاموش رہ سکتی تھی؟ اس نے اطفال کشی کو تو نہ روکا، خودکشی کی حمایت میں اپنا سارا زور صرف کر دیا، خودکشی کے فضائل پر اہل کلیسا نے رسائل لکھے، اور جو لوگ خودکشی کر چکے تھے انہیں اولیائے کاملین میں شمار کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں خودکشی کی وبا عام

عام ہوگئی اور انگلستان میں اس وبا کے ساتھ اطفال کشی کی رسم تین سو سال تک جاری رہی، یہ تو داستانِ پارینہ ہے، حال کی دنیا میں وہ کونسا ملک ہے جو اطفال کشی کی بے رحمانہ رسم سے خالی ہے، افلاطون کے زمانہ سے پہلے یہ رسم جاری ہو چکی تھی اور دنیا کے ہر گوشہ میں آج تک قائم ہے، کسی مذہب نے اس کے خلاف آواز بلند نہیں کی لیکن اسلام کی ایک آواز نے خطۂ عرب سے اس رسم کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا، اسلام کی اس اصلاحِ عظیم پر انگلستان کا مفکرِ اعظم جارج برنارڈ شا لکھتا ہے۔

"نوعِ انسانی کے سب سے بڑے غمخوار پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عربوں کو کس طرح یقین دلا سکتے تھے کہ بچوں کو ہلاک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے، عرب جیسی سخت دل قوم کب ماننے والی تھی کہ بچہ کشی جرم ہے، محمدؐ جو عرب میں دانائے روزگار تھے، کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہتے تھے جس کا انجام ناکامی ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ کی پوری زندگی کامیاب رہی اور آپ نے کوئی کام ادھورا نہ چھوڑا، اب آپ کے سامنے سوال یہ تھا کہ اطفال کشی کی خوفناک رسم کو روک کر کامیابی کس طرح حاصل کی جائے، اس کے لئے آپ نے خطابت کا طریقہ بالکل بدل دیا، اور فطرتِ انسانی کے تاروں کو چھیڑ کر وہ کامیابی حاصل کی جس کی نظیر تاریخِ عالم میں نہیں مل سکتی، آپ عربوں سے کہہ سکتے تھے کہ بچوں کو ہلاک مت کرو، مگر آپ نے یہ نہیں کہا بلکہ آپ نے نہایت لطیف پیرایہ میں، زندہ درگور بچی سے خطاب کیا اور فرمایا، جس روز زندہ درگور بچی سے پوچھا جائے گا کہ بتا تجھے کس گناہ کی پاداش میں ہلاک کیا گیا ہے، یہ طرزِ خطاب ایسا تھا کہ تیر نشانہ پر بیٹھ گیا، انسانی فطرت کا تار یک بیک جنبش میں آ گیا، اور وہ رسم جو آج تک کسی قانون اور کسی تہدید سے موقوف نہ ہو سکی وہ پیغمبرِ اسلامؐ کے ذریعہ سارے عرب سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دی گئی"۔ (انٹیلیجنٹ وومین گائڈ جلد اول صفحہ ۱۹۹) - برنارڈ شا کی اس عبارت پر مزید حاشیہ آرائی بیکار ہے۔

یہ مرض نہیں دوا ہے:- موجودہ دور میں مسلمانوں کا ایک شعار یہ ہے کہ وہ ہر وقت تقدیر کا رونا روتے رہتے ہیں، ہر ناکامی کے بعد تقدیر کا نام ضرور آئے گا، ہر بدبختی کے لئے تقدیر کو بطور ثبوت پیش کیا جائے گا، آلام و مصائب کے ہجوم میں عزم و ہمت نہیں تقدیر یاد آتی ہے، گویا تقدیر صرف اس لئے رہ گئی ہے کہ ہر بدبختی میں اس کی یاد تازہ کر لی جائے، اور یہ بتایا جائے کہ تقدیر اور ناکامی

لازم وملزوم ہیں، ناممکن ہے کہ ہر نامرادی کا سبب تقدیر نہ ہو اور ہر مصیبت کے لئے اسے ذمہ دار قرار نہ دیا جائے۔

یہ تو ہم مسلمانوں کا حال ہے لیکن ایک مسلمان وہ بھی تھے جنہوں نے تقدیر کی حقیقت کو سمجھا اور کامیاب ہو گئے، انہوں نے تقدیر کے فلسفہ کو سامنے رکھا اور بازنطینی سلطنت کا تختہ الٹ دیا اُن کے لئے تقدیر کیا تھی عمل کی روح اور کردار کی سیماب صفت جنبش کہ چند ہی سال میں بر و بحر کے نقشے پلٹ دیئے، اور صبر کی قوت کے ساتھ ایک تہائی دنیا پر چھا گئے، ہم تقدیر کے شاکی ہیں اور وہ تقدیر کے شاکر تھے، ہم نے تقدیر کے نام سے لٹایا اور کھویا اور انہوں نے تقدیر کے صدقہ میں سب کچھ پایا، اور حاصل کیا، حیرت ہوتی ہے کہ تقدیر کے فلسفہ کو ہم نہ سمجھے اور دوسرے سمجھ گئے، ہم تقدیر کا رونا رو رہے ہیں اور دوسروں کو یقین ہے کہ اگر مسلمان کامیاب ہو سکتا ہے تو صرف تقدیر کی بدولت اور یہی سہارا پھر اسے اس کی کھوئی ہوئی عظمت واپس دلا سکتا ہے، انگلستان کا مشہور مورخ لیکی اپنی کتاب "تاریخ اخلاق یورپ" میں لکھتا ہے۔

"اسلام کی ایک خالص تعلیم "مسئلہ تقدیر" ہے جس نے گو آج پیروان اسلام کے قوائے عمل کو شل کر رکھا ہے تاہم یہ اس کا حقیقی اثر نہیں بلکہ عہد اول میں اسی عقیدہ نے مسلمانوں کو جرأت او شجاعت کا مجسمہ بنا دیا تھا، اسی کی بدولت اسلام نے جہاد کو تمام فضائل کا سرچشمہ بنایا، اسے اولین مذہبی فریضہ قرار دیا، اور مجاہد کو قطعی طور پر جنتی ہونے کی دستاویز دے دی، یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ اسلام میں برگزیدگی اور سپہ گری میں کوئی فرق نہ رہا اور پیروان محمدؐ میں وہ عدیم النظیر جوش پیدا ہو گیا کہ اپنے نبیؐ کی وفات کی ایک صدی کے اندر ہی انہوں نے مشرقی حکومتوں کو مسخر کر لیا، مسیحیت کو اس کے اصلی وطن سے تقریباً خارج البلد کر دیا، اُن کا پرچم ایشیا و افریقہ سے لے کر اسپین تک لہرانے لگا"

اس سلسلہ میں ڈاکٹر ڈریپر کا بیان بھی قابل ملاحظہ ہے، وہ لکھتے ہیں "مسلمانوں کی کامیابی کا سہرا تقدیر کے اس مسئلہ کے سر رہا جس کی تلقین قرآن نے کی ہے، اس مہیب عقیدہ نے مسلمانوں کو اُن کارہائے نمایاں کے لئے تیار کر دیا جو بظاہر انسانی کوششوں کی رسائی سے باہر تھے، اور جن کو عرب

نے انجام دے کر دکھا دیا، اسی عقیدہ نے مایوسی کو مبدل برضا و تسلیم کر کے انسان کو امید سے مستغنی ہونا سکھایا۔

(معرکۂ مذہب و سائنس صفحہ ۱۵۴)

یہ تھا تقدیر کا کرشمہ کہ عہد اول کی اسلامی روح ہر شعبہ زندگی میں جلوہ گر ہوئی اور اس نے مسلمان کو کامیاب ہونا سکھایا، اور آج یہ حال ہے کہ ہر مصیبت اس کے سر تھوپی جا رہی ہے اور ہر ناکامی پر اس کا نام لیا جا رہا ہے، تقدیر یہ ہے کہ ہم کوشش اور سعی کریں اور نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دیں۔

تیسری صدی کے نصف اول میں اسلام کو دو زبردست فتنوں سے سابقہ پڑا، ایک

ہائے معتصم!:- قوت بابک خرمی کی تھی جو مجوسیت اور محبیت کا بانی تھا، اس ظالم نے بیس سال تک مسلمان عورتوں اور مردوں کے خون سے ہاتھ رنگے، اور اس عرصہ میں اس نے ڈھائی لاکھ سے زیادہ انسانوں کو قتل کیا، دوسرا فتنہ تھیوفلس شاہ قسطنطنیہ کا تھا، جس نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ایک لاکھ سے زیادہ فوج جمع کی۔

جب مسلمانوں کے جرار لشکر نے آذربائیجان اور اران کے درمیان بابک کا ناطقہ بند کیا تو اس نے تھیوفلس سے امداد طلب کی، تھیوفلس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اناطول (اناطولیہ) کے اطراف میں وہ غدر مچایا کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی، اس بدبخت نے مسلمان عورتوں، مردوں اور بچوں پر انتہائی مظالم کیے، اور یہ سمجھتا رہا کہ مسلمان بابک خرمی سے برسر پیکار ہیں، یہاں میدان خالی ہے اس لئے خوب جی بھر کر انسانی خون بہایا، اور بے قیاس مال و دولت پر قبضہ جمایا۔

جن مسلمان عورتوں کو تھیوفلس زبطرہ سے عموریہ لے گیا ان میں خاندان بنی ہاشم کی ایک معزز و محترم خاتون بھی تھیں، وہ اسیر ہوئیں مگر مایوس نہ ہوئیں، انہیں معلوم تھا کہ ہارون الرشید کا جانشین امیر المومنین معتصم دین الٰہی کی نصرت و حمایت میں کیا کچھ کر سکتا ہے۔ اور اپنی رعایا پر وہ کس قدر مہربان ہے۔

۲۲۳ھ (مطابق مارچ ۸۳۸ء) کا واقعہ ہے کہ امیر المومنین اپنے محل سر من رای میں تشریف فرما تھے، اور اعیان و اکابر کی مجلس سے رونق دوبالا ہو رہی تھی، کہ دربان نے آکر عرض کیا کہ امیر المومنین

ایک بوڑھا دروازہ پر کھڑا ہے، اور روم کی اسارت سے نجات پاکر اور بھاگ کر آیا ہے۔"
شیخ کو باریاب ہونے کی اجازت دی گئی، اس نے کہا میں عموریہ سے آرہا ہوں، میں وہاں اسیر تھا، میں نے سنا کہ وہاں ایک خاتون ہے جو زبطرہ سے اسیر کرکے لائی گئی ہے اور وہ زور زور سے چلا کر کہتی ہے، ہائے معتصم! تو کہاں ہے، اب میں اسیری سے بھاگ کر آپ کو یہ صدا سنانے آیا ہوں۔
یہ سنتے ہی امیرالمومنین نے با آواز بلند کہا "لبیک لبیک" (میں حاضر ہوں) اس کے بعد فوراً اعیان مملکت و اکابر سلطنت سے کہا کہ میں اس خاتون کو نجات دلانے کے لئے روم جارہا ہوں، ممکن ہے واپس نہ آسکوں، اس لئے میری تمام ملک میں سے ایک تہائی حصہ میرے بچوں کا ہے، ایک تہائی فی سبیل اللہ اور ایک تہائی میرے غلاموں کا، اس حکم کے بعد "النفیر النفیر" کا شور بلند ہوا، اور جرار لشکر کے ساتھ امیرالمومنین روم کو روانہ ہوگئے۔
لبیک لبیک!!!
یہ فوج طرسوس، مرسین، قونیہ ہوتی ہوئی اناطولیہ پہنچی، اور ربیع الاول ۲۲۳ھ (۸۳۸ء) کو انقرہ (انگورہ) میں داخل ہوئی جب انقرہ کی تسخیر عمل میں آگئی تو امیرالمومنین اپنے لشکر کے ساتھ عموریہ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر شہر کی فصیل اور جنگی برجوں کو منہدم کیا، منجنیقوں کے ذریعہ فوجی مرکزوں کو تودۂ خاک بنادیا۔ اور اوائل رمضان المبارک میں عموریہ کو کامل طور پر فتح کرلیا امیرالمومنین نے شہر میں داخل ہونے کے بعد اس مقام کا رخ کیا جہاں سے ہائے معتصم کی صدا بلند ہوتی تھی، وہاں پہنچا تھا کہ آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا "لبیک لبیک ایتہا الزکیۃ الہاشمیہ"۔
یہ داستان نہیں ہے، تاریخی واقعہ ہے، یہ عون و نصرت کا لفظی تماشہ نہیں ہے اس کا عملی ثبوت ہے کہ ایک خاتون کی پکار سے عباسی جبروت حرکت میں آگئی، فوج اور لشکر کا تانتا بندھ گیا صحرا و دریا اور پہاڑوں کی کوئی روک المعتصم کے عزم میں حائل نہ ہوسکی، وہ انگورہ پہنچے اور تھیوفلس کو اس کی شرارتوں کا وہ مزہ چکھایا کہ ایک سو سال تک رومی نصرانیت کو سر اٹھانے کی مہلت نہ مل سکی۔ اور عموریہ اور عموریہ جہاں مسلم خاتون اپنی نجات کے لئے دست بدعا اور عباسی جلال کے

لئے چشم براہ تھی، اس نے امیرالمومنین کے لئے اپنے پھاٹک کھول دیئے، اور المعتصم نے اسیر خاتون کو قیدخانہ کے دروازہ پر جا پکارا "لبیک لبیک" اے عصمت مآب خاتون، اے اسلامی عزت و ناموس کا مجسمہ! باہر نکل آ، دیکھ یہ معتصم ہے۔ اسلام کا خادم، دین الٰہی کا حامی، ناموس امت کا محافظ المعتصم!

یہ صدا آج بھی لگا کر دیکھئے، لیکن لبیک لبیک کی کوئی صدا آپ کے کانوں میں نہ آئے گی، یہ اسلامیت تھی، یہ اسلامی قومیت تھی جس نے معتصم کو بغداد سے روم پہنچایا، اب تو یہ حال ہے کہ مصر اپنے فراعنہ کو یاد کر رہا ہے، ایران اپنے پرویز اور گشتاسپ کے تصور میں مگن ہے، ترک تورانیت کے چکر میں مبتلا ہیں، آج قومیت اور وطنیت کے پہاڑ کھڑے کر لئے گئے ہیں، اُدھر سے نہ ہائے کی صدا آ سکتی ہے اور [illegible] سے لبیک کا نعرہ بلند ہو سکتا ہے، قومیت اور وطنیت کیا چیز ہے؟ اسلام کی عالمگیر اخوت اور ہمہ گیر برادری تباہی کا وہ نسخہ جو یورپ نے ہمارے لئے تجویز کیا ہے، اور آج ہم اس کے اثرات بد سے بے خبر ہیں۔

انفروا خفافا و ثقالاً (خدا کی راہ میں نکل پڑو خواہ تھوڑے سامان سے ہو یا زیادہ سامان سے)

اس وقت ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمانوں کی بہت سی علمی اور اصلاحی، مذہبی اور سیاسی تحریکیں جاری ہیں، تبلیغی جماعتیں قائم ہیں اور اجتماعی ادارے سرگرم عمل ہیں، مگر ہر تحریک مسلمانوں کے قومی امراض کی دوا نہیں، ہر عملی جماعت کی سعی مشکور و محمود ہے، مگر مسلمانوں کے لئے جس تعمیری تنظیم کی ضرورت ہے، اس کا کوئی پائدار نقش نظر نہیں آتا۔

طبیب تو بہت ہیں اور اصلاح قوم کی "قرابادین" میں نسخے بھی بے شمار ہیں لیکن ہر نسخہ اکسیر اور زود اثر نہیں ہوتا، اور نہ ہر طبیب نباض اور مرض شناس ہوتا ہے۔

آج کی دنیا میں جب کہ حقائق مسخ ہو چکے ہیں ہر چیز اپنی اصلیت سے دور ہو چکی ہے، اور صداقت و خلوص مفقود ہے، یہ دیکھنا اور پرکھنا، سوچنا اور غور کرنا مشکل ہے کہ مسلمانوں کے مستقبل کے لئے کونسی تحریک اور کون سی عملی جماعت اصلاحی نقطۂ نظر سے سودمند اور مفید ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تبلیغی کارناموں اور مصلحانہ تحریکات کی تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ اصلاح عالم کے لئے اُن کا پہلا قدم جو سب سے زیادہ اہمیت اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے یہ ہوتا تھا کہ وہ عام اصلاح اور تزکیۂ نفس کے ساتھ ذہنیتوں میں انقلاب دماغوں میں صلاحیت اور قبول حق و صداقت کی استعداد پیدا کرتے تھے، اسی اصول کو ملحوظ رکھ کر آج کی دنیا میں ہر اصلاحی کام میں پوری کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اس لئے کہ ذہنیتوں کے انقلاب اور اعتقادات کی صحت پر ہر مذہبی اور اصلاحی تحریک کی کامیابی کا دار و مدار ہے، آج اس کی سب سے بڑی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کی ذہنیت بدلی جائے اور مسلمان کا صحیح مفہوم ان کے ذہن نشین کیا جائے۔

بلا اس کے کہ ہم آپ کے سامنے اپنی رائے اور مشاہدہ پیش کریں صرف یہ کلمۂ خیر آپ تک پہنچانا ہے کہ اگر بار خاطر نہ ہو تو "نظام الدین دہلی" کے مرکز سے خاموش نظم عمل اور اولوالعزمانہ ہمت کے ساتھ جو اصلاحی اور تبلیغی تحریک مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کی برکات و مساعی جمیلہ سے جاری ہے اس کے گہرے اثرات اور دور رس نتائج پر غور کرنے کی تھوڑی سی فرصت نکال لیجئے بہت ممکن ہے کہ کوئی بھولا ہوا سبق یاد آجائے، اور جو کچھ کہا ہے اس کا ایک مختصر خاکہ ذہن نشین ہو جائے۔ بحمد اللہ آج یہ اصلاحی تحریک با خبر طبقہ میں محتاج تعارف نہیں مگر خلوص کے ساتھ محتاج شرکت عمل اور محتاج تعاون ضرور ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۵ (سنہ ۱۳۶۲ھ کا حج)

ایک مفید اصلاح:۔ حج کے زمانہ میں عرفات، منیٰ اور مزدلفہ میں ہر نماز کے وقت حجاج انفرادی طور پر اذان دیا کرتے تھے، جس سے بد نظمی پیدا ہوتی تھی اور نماز کا وقت معین نہ ہوتا تھا، اس سال حکومت کی طرف سے اعلان ہوا کہ ایام حج میں ہر نماز کے وقت دو توپیں چھوڑی جائیں گی تاکہ حجاج ہر نماز صحیح وقت پر ادا کر سکیں اذانوں کی کثرت سے جو انتشار پیدا ہوتا تھا اور صحیح وقت کا پتہ نہ لگتا تھا اس کا انسداد ہو جائے، حکومت کے اس فیصلہ کو ہر جگہ بنظر استحسان دیکھا گیا اور علماء طبقہ نے اس اصلاح کو مفید قرار دیا گیا، اس سال کے حج کی یہ تفصیلات ہیں، اللہ تعالیٰ تمام مشکلات کو دور فرمائے اور مسلمانان ہند کو بھی اس فریضہ کی ادائیگی کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔

سبیل کوثر

اہل حرمین شریفین کی امداد و دستگیری

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کیلئے امدادی رقوم

خداوند کریم کا شکر و احسان ہے کہ وہ خادمان دار العلوم حرم سے متعدد کام لے رہا ہے، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کو ملک کے مختلف مقامات سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعض خاص اصحاب اور عام غربا و مساکین یا بیوگان و یتامیٰ اور دوسرے امور خیر کے لئے حسب ذیل رقوم بماہ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ وصول ہوئی ہیں، یہ ایک نیک کام کی توفیق ہے جو دار العلوم حرم کی اہل خدمت کے ساتھ ہمارے حصہ میں آئی ہے، یہ رقوم مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو معطیان کی ہدایت کے مطابق مستحقین تک پہنچانے کے لئے بھیجدی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے		آتے ہیں جو کام دوسروں کے

نمبر شمار	نام نامی	رقم	نمبر شمار	نام نامی	رقم
۱	جناب سردار محمد جمال الدین یار خاں صاحب نیو دہلی	عـــہ	۱۰	ایک اہل خیر جزاہ اللہ۔ از کلکتہ	الـ مار
۲	جناب حاجی اللہ دین صاحب کامل پور	ســـہ	۱۱	جناب الحاج خان بہادر محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب از جانب جناب مولانا محمد عبد الجبار بادشاہ صاحب مرحوم از جانب محترمہ محمود النساء بیگم صاحبہ مرحومہ مدراس	سے ۱۲ر
۳	" حاجی محمد شفیع صاحب "	مار	۱۲	جناب حکیم محمد ثناء اللہ صاحب۔ مئوناتھ بھنجن	صـہ
۴	" سیٹھ محمود نیتر پانڈو صاحب تانا سپرونٹ ذریعہ جناب مولانا احمد ابراہیم بزرگ صاحب سملکی	سا موعـہ	۱۳	مسلمانان کوئٹہ بلوچستان و موضع کالی ضلع گوجرانوالہ۔ جزاہم اللہ۔	الـ سا موسـہ
۵	محترمہ بیگم صاحبہ جناب کیپٹن ڈاکٹر سید محمد اجمل حسین صاحب کرنال۔	عـہ	۱۴	منجانب انجمن امداد اہل حرمین شریفین سیالکوٹ بذریعہ جناب حاجی شیخ محمد شریف صاحب سیالکوٹ	ماعـہ ۱۲ر
۶	جناب حاجی اللہ دیا محمد یٰسین صاحبان کرتپور	عـــہ			
۷	" الحاج کپتان شہزادہ خاں صاحب موضع ساگری	صـــہ			
۸	" مرزا مولا بخش صاحب مغل ترک چنیوٹ	للعـہ	۱۵	جناب شیخ وہاب الدین صاحب اینڈ سنز شملہ	للعـہ
۹	محترمہ والدہ صاحبہ شیخ محمود مظفر صاحب رئیس۔ دھولڑی	دعـہ	۱۶	" شیخ عمر الدین صاحب لدھیانہ	للعـہ
			۱۷	" حکیم محمود علی صاحب ججے پور	ســـہ

میزان [illegible]

پہلی اسلامی مملکت کا قیام

اور اس پر جاہلیت عرب کے معاشی نظام کا اثر

(از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

حامداً و مصلیاً

(۲)

مکے کے امتیازات عرب شہروں پر:- عرب میں ہر جگہ بستیاں اور قریے تھے لیکن مکہ ام القریٰ (یعنی قریوں کی ماں) کہلاتا تھا۔ عرب کی ہر بستی میں معابد اور بتخانے تھے، لیکن کعبے کے حج کے لئے جو لوگ آتے تھے اُن میں بیعت عقبہ کے سال یمن کے لوگ بھی تھے، عمان کے لوگ بھی، بحرین کے لوگ بھی، طائف کے لوگ بھی، نجد کے لوگ بھی، طئی اور کلب جیسے شمالی عرب کے لوگ بھی، عرب کی ہر بستی میں میلے لگتے تھے، کہیں مقامی اور کہیں بین المقاماتی، چھوٹے ہاٹ ہفتہ وار لگتے، بڑے بین القبائل اور بین المقاماتی میلے سالانہ مقررہ ایام میں لگتے لیکن جو اہمیت مکے کے عکاظ اور منیٰ کے میلوں کو حاصل تھی وہ انتہائی غیر جانبدار تحقیق و تلاش کے بعد بھی کسی اور میلے میں نظر نہیں آتی، عرب کی ہر بستی والے اپنے کاروانوں کو باہر بھیجا کرتے تھے، لیکن لایلاف قریش کا مفہوم محمد بن حبیب یعقوبی وغیرہ کسی پرانے اور واقف کار شخص کی تالیف میں دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ قریش کے ایلاف یعنی معاہدات قیصر روم سے کسرائے ایران سے، نجاشی حبش سے اور اقیال یمن سے تھے، اور ان حکمرانوں نے رسول کریمؐ کے دادا ہاشم کو منشور اور اجازت نامے عطا کر رکھے تھے، کہ ان کے علاقوں میں وہ تجارت کے لئے آزادانہ کارواں لایا کریں۔ عرب کی ہر بستی والے اپنے تجارتی کاروانوں کی حفاظت کے لئے کچھ تو ہتھیار بند ہو کر بطور محافظ دستہ جاتے اور کچھ ان علاقوں کے جہاں سے انہیں گذرنا ہوتا قبائل سے حلیفی اور دوستی پیدا کر لیتے، لیکن قریش کا کاروبار شمال

شمال، جنوب، مشرق، مغرب سب طرف پھیلے ہوئے تھے، وہ عراق بھی جاتے، یمن بھی، حبش بھی، شام بھی اور اندرونِ عرب بحرین و عمان، نجد و خیبر بھی ان کا نظام ناگزیر وسیع ہونا چاہیئے، اور واقعہ بھی یہی تھا، انہوں نے ایک فوج قائمہ نوکر رکھ لی تھی، جو تمام بدوی عرب میں اچھوتی چیز تھی، انہوں نے خفارے یا بدرقے کی ضروریات کے لئے معاہدات کا جو وسیع اور ملک گیر جال پھیلا دیا تھا اس کا ذکر ابن قتیبہ کے استاد محمد بن حبیب المتوفی سنہ ۲۴۵ھ سے سنئے جو کہتا ہے کہ:-

جو تاجر بھی یمن اور حجاز سے نکلتا تو وہ اس وقت تک قریشی خفارے یعنی محافظ دستے کا محتاج رہتا جب تک کہ وہ مضری قبائل کے علاقے میں رہے کیونکہ ایک مضری قبیلہ دوسرے مضری قبیلہ کے تاجروں کو نہ ستاتا، مزید برآں مضریوں کی حلیفی جن جن قبائل سے تھی ان کے ہاں بھی ان کو امن رہتا، اور یہ باہمی امن کے اصول پر مبنی تھا، چنانچہ قبائل کلب ان کو مضری قبیلہ بنو تمیم سے حلیفی کے باعث نہ ستاتے، اور قبائل طی بھی ان کو مضری قبیلہ بنو اسد سے حلیفی کے باعث نہ چھیڑتے، اور مضری قبائل کہا کرتے تھے کہ قریش نے ہمارا وہ قرض ادا کر دیا جو حضرت اسمٰعیلؑ سے ہم کو وراثتہً مذمت کی صورت میں ملا تھا، جب یہ آگے بڑھ کر عراقی سمت میں جاتے اور بنی عمرو بن مرثد سے خفارہ حاصل کر لیتے تو تمام قبائل ربیعہ میں وہ کافی ہوتا۔ جو تاجر دومۃ الجندل جاتے ان کو بھی قریش ہی سے خفارہ حاصل کرنا ہوتا، رابیہ جو حضرت موت میں واقع ہے اگر وہاں جانا ہوتا تو قریش وہاں کے قبیلہ بنو آکل المرار سے خفارہ حاصل کرتے اور باقی لوگ آل مسروق سے، لیکن قریشی حلیفی کے باعث آکل المرار نے غلبہ و حکومت اور سطوت حاصل کر لی اور سب کو زیر کر لیا۔　　(کتاب المحبّر صفحہ ۲۶۳ الخ)

اس دلچسپ اقتباس سے معلوم ہوگا کہ خفارہ جو ایک معنے میں بین الاقوامی اجازت نامۂ رہ گذر کا مہیا کرنا تھا، عربوں کے ہاں ایک مستقل ادارہ بن گیا تھا، جس کی نہایت مقرر تھی، عدنان و قحطان کے قبائل، مضر و ربیعہ کے قبائل سب اس میں داخل تھے اور عملاً پورا عرب اس نظام میں منسلک ہو گیا تھا جو قریشی مواصلات کے لئے ضروری تھا، قریشی نہ صرف اس نظام اور سلسلۂ حلیفی سے خود فائدہ اٹھاتے

بلکہ تاریخی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی اور کو بھی بخوشی معاوضہ لے کر اپنا خفارہ مہیا کرتے، اسی نظام کی برکت تھی کہ ہندوستان کا سامان عرب کی راہ یورپ پہنچ سکتا تھا، مگر خود یورپ کا حال عرب کے اس معاصر زمانے ہی میں نہیں بلکہ اٹھارھویں تک صدی تک یہ تھا کہ فرانس ہو کہ جنوا، اسپین یا پرتگال، تجارت پر قومی اجارہ داری ضروری سمجھی جاتی تھی اور اگر کوئی طوفان زدہ مصیبت کا مارا اسپینی مقبوضات میں پہنچ جاتا تو وہ نہ صرف مال سے ہاتھ دھو بیٹھتا بلکہ جان بھی بچ جاتی تو اس کے لئے غلام بننا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔

قریش نے خفارے کے اغراض کے لئے حلیفیوں کی جو طرح ڈالی تھی وہ مختلف اصول پر مبنی ہوتی، کبھی تو باہم امن کی شرط کافی ہوتی، کبھی قریش یہ کرتے نظر آتے کہ کسی غریب قبیلے کا مال بطور کارندہ تجارت کے لے جاتے، اور کوئی کمیشن لئے بغیر نفع مالکوں کے سپرد کرتے، اور کبھی خفاروں پر نقد معاوضہ رقم یا جنس کی صورت میں دیتے، بہت سے قبیلوں کا روزگار ہی اس خفارکاری سے نکلتا، وہ رہبر مہیا کرتے جو راستہ میں چوکس اور سینہ سپر رہتے اور عربوں ہی کا نہیں بلکہ حیرہ کے بادشاہ اور دیگر اجنبیوں تک کا "لطیمہ" یعنی تجارتی سامان مناسب معاوضہ لے کر منڈی تک بحفاظت لے جاتے، اور واپس لانے کا ذمہ لیتے، اور یہ ذمہ داری علی العموم پوری ہوا کرتی ہوگی، جبھی تو یہ ادارہ بقاو استحکام میں نظر آتا ہے۔

اسواق العرب پر محمد بن حبیب کی کتاب کا ایک اقتباس ہم ابھی سن چکے ہیں، اسی کتاب کا ایک اور اقتباس سننے کے قابل ہے جس میں کہیں کہیں ایک اہم ماخذ مولف مرزوقی کے بیان سے تکملہ کیا گیا ہے۔

دومۃ الجندل میں جو شام و حجاز کے مابین ہے، یکم ربیع الاول کو میلہ لگتا، او مہینہ بھر چلتا پھر برخاست ہو کر آئندہ سال اسی زمانہ میں لگتا۔ (قریش مکے سے اس کے لئے جاتے) پھر یہاں سے لوگ چل کر بحرین میں مشقر آتے، جہاں یکم سے آخر جمادی الآخر تک میلہ لگتا اور دومۃ الجندل کی طرح یہاں بھی مقامی حکمرانوں کو عشر یعنی دس فی صدی چنگی وصول ہوتی ایران تک سے تاجر سامان لے کر یہاں آتے، اس کے بعد یہاں سے یکم رجب کو چلتے تو عمان کے شہر صحار کو آتے آتے بیس دن لگتے، اور جو پہلے نہ آسکتے وہ اب آتے اور یہاں پانچ دن تک میلہ لگتا۔ یہاں کا عشر بادشاہ جلندی کو ملتا۔ اس کے بعد دبا کا میلہ رجب کے

آخر میں لگتا، یہ عرب کی دو بڑی بندرگاہوں میں سے ایک تھا، یہاں سندھ اور ہند اور چین اور مشرق و مغرب کے لوگ آیا کرتے اور خشکی و سمندر کے راستہ سے سامان لاتے، یہاں کا عشر بھی بادشاہ جلندی کو ملتا، اس کے بعد مہرہ کے شہر شحر میں جو آج کل ہمارے سلطان مکلا و شحر کے علاقے میں ہے، وسط شعبان سے میلہ لگتا، جہاں بری اور بحری تاجر سب وہاں جمع ہوتے، یہاں کھالیں کپڑے وغیرہ فروخت کئے جاتے اور الیوہ، لوبان وغیرہ جو مقامی پیداوار تھی، خرید کئے جاتے، پھر عدن میں یکم رمضان سے بیس دن تک میلہ لگتا، یہاں بڑا اچھا انتظام تھا، کسی محافظ دستے کی یہاں ضرورت نہ رہتی تھی، یہاں کا عشر ایرانی نوآبادکار افسر لے لیتے، یہاں سمندری راہ سے آنے والے لوگ جو دبا اور مہرہ آتے وہ نہ آتے، بجز اس کے کہ کسی کے پاس کچھ سامان بچ رہا ہو۔ اور اس سے پہلے کے میلوں میں اسے شرکت کا موقع نہ ملا ہو۔ عدن میں جو عطر بنتا اس کی دور دور تک شہرت تھی، سمندری راہ سے آنے والے تک اسے بطور تحفہ سندھ اور ہند تک لے جاتے، اور اس پر فخر کیا جاتا، اور خشکی کی راہ آنے والے اسے ایران و روم تک لے جاتے، (عطر سازی کے متعلق مرزوقی نے سنہ ۴۵۳ھ کی تالیف میں لکھا ہے کہ اس وقت تک وہ صنعت وہاں کمال پر ہے) عدن کے بعد صنعا کا میلہ تھا، جو وسط سے آخر رمضان تک ہر سال لگتا، یہاں روئی، زعفران مختلف قسم کے رنگ، لوہے وغیرہ کے سامان بکتے، یہاں کا عشر بھی ایرانی حکمران افسر لیتے، ان مختلف میلوں میں لوگ وہ سامان خریدتے جن کی ان کے اپنے ملکوں میں مانگ ہوتی۔ اس کے بعد رابیہ واقع حضرموت اور عکاظ واقع عرفات و مکہ میں بیک وقت وسط ذیقعدہ سے آخر ماہ تک میلہ لگتا، کچھ لوگ عکاظ آتے اور کچھ رابیہ جاتے، عکاظ کے قریب ذی المجاز میں یکم ذی الحجہ کو دس تک میلہ لگتا، پھر منیٰ میں جو مکہ کے مضافات میں ہے، حج کے سلسلہ میں میلہ جمتا، یہاں سے فارغ ہونے کے بعد لوگ خیبر یا یمامہ جاتے، جہاں محرم کی دسویں کو میلے لگتے اس کے بعد جنوبی فلسطین میں بصریٰ اور اذرعات کے میلے لگتے۔ (دیکھئے نقشہ صفحہ ۲۷ پر)۔

عرب کے میلوں کی ترتیب زمانی و مکانی
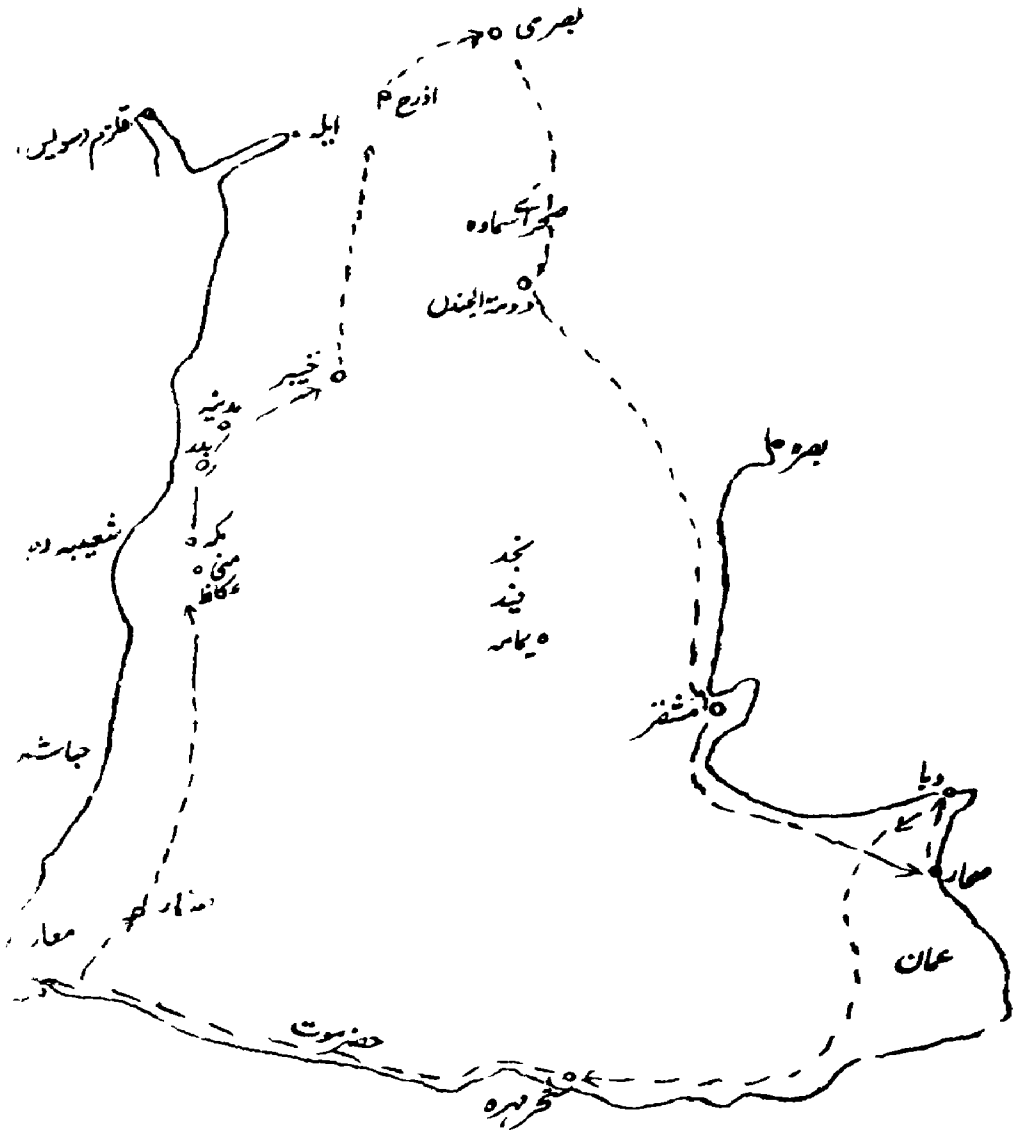
اس اقتباس سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کس طرح شمال سے مشرق، مشرق سے جنوب، جنوب سے مغرب اور مغرب سے شمال، غرض پورے عرب کا سال بھر میں دورہ ہو جاتا ہے، کس طرح پورے عرب میں سیاسی تو نہیں لیکن معاشی وفاق قائم ہو گیا تھا، کس طرح ان میں ایک ربط و نظم پیدا ہو گیا تھا اور اگرچہ ہر جگہ مقامی خودمختاری اور محصول گیری وغیرہ رائج تھی لیکن پھر بھی کس طرح خفارے کے نظام اور میلوں میں حفاظت کے انتظام وغیرہ نے مرکز گریز اور افتراق پسند بدویوں میں بھی ایک قسم کی یکجہتی اور مرکزکشی پیدا کر دی تھی۔

اور یہ ذکر کے میلے کی چیدہ اہمیت ہم نے بیان کی کہ وہاں کس کس حصہ سے لوگ آتے تھے، ہمارے مؤلفوں نے ایک اور بات بھی بیان کی ہے کہ عکاظ میں عام نگرانی اور جھگڑوں کا فیصلہ، نیز اس کے بعد ہی ہونے والا موسم حج قبیلہ تمیم کے اہتمام میں ہوتا، قمری سال کو کبیسہ کرنے کے ذریعے فصلی شمسی سال بنانا بھی قبیلہ تمیم قلمّس کا فریضہ تھا، جو ملتزم میں کعبہ کے سامنے کھڑے ہوکر اس کا اعلان کرتا۔ قبیلہ تمیم عرب کے انتہائی مشرق میں رہتا تھا اور عکاظ و مکہ انتہائی مغرب میں ہیں۔ حج کے زمانہ میں مختلف فرائض مختلف قبائل میں چلے آتے تھے، علاوہ بنو تمیم کے آل صفوان، اجازہ یعنی عرفات سے روانگی کا حکم دینا بطور موروثی حق کے استعمال کرتے تھے، کعبہ کے اطراف میں جو تین سو ساٹھ بت تھے وہ عرب کے ہر حصہ کے قبائل کے معبود تھے، ان میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ اور بی بی مریم کے بھی کہتے ہیں کہ بت تھے، کیا یہ سب کعبہ کی مرکزیت اور مکہ اور قریش کی خاموش مرجعیت پر دلالت نہیں کرتے۔

"ہندستانی ادب" کا افسانہ نمبر

موج کوثر

بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کے لئے ایصال ثواب

اپنے جاننے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں
اپنے خاندان کے مرحومین کے لئے مکہ معظمہ میں کعبہ کے زیر سایہ ایصال ثواب کیجیے!
یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔
آپ جو روپیہ ہندوستان میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کر کے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔
اس مد کی مدنی وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقم
۱	بروح پاک سرکار دو عالم صلعم، بارواح خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، بروح بیگم صاحبہ مرحومہ خود، بروح شیخ یوسف علی صاحب مرحوم، بروح بستی بیگم صاحبہ مرحومہ، بروح مجید النساء صاحبہ مرحومہ، بروح مولانا سلیمان اشرف صاحب مرحوم، بروح میمونہ بیگم صاحبہ مرحومہ	جناب مولوی محمد حفظ الرحمن صاحب علی گڑھ	عــ۵
۲	بروح پاک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم	جناب منشی محمد عباس صاحب ریاست ملیڈھو	للعہ ر
۳	״ ״ ״ ״	״ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب علی گڑھ	عـ۵
۴	بہ ارواح والدین مرحومین خود	״ مولوی عبد الوحید صاحب بالیس گاؤں	عگر
۵	بروح سید عبد الواحد صاحب مرحوم، بروح اکبر خاں صاحب مرحوم	״ مستری محمد صدیق صاحب معرفت حاجی ناظر حسن صاحب جوالا پور	عـ۵

رقم	مرسلہ	ایصال ثواب	نمبر شمار
عہ	جناب منشی محمد ایوب صاحب حنفیہ مئو آئمہ	بروح پاک سرکار دوعالم صلعم و بہ ارواح والدین مرحومین خود	۶
صرر	” منشی محمد یونس خاں صاحب مظفر نگر	بروح قاضی نور محمد صاحب مرحوم	۷
صرر	ایک اہل خیر جزاہ اللہ از قنوج	بروح پاک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم	۸
عمر	جناب سید اقبال شاہ صاحب شملہ بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب ۔ رڑکی	” ”	۹
عمر	جناب مسٹر محمد احمد صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ منگلور	بروح محترمہ ہاجرہ خاتون صاحبہ مرحومہ	۱۰
عمر	” شیخ جیون بخش صاحب انصاری ”	بروح پاک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱
عمر	” پہلوان عبدالکریم صاحب انصاری ”	بروح والدہ صاحبہ مرحومہ	۱۲
عمر	محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ ۔ قصبہ منگلور	بروح محترمہ شمس النساء صاحبہ مرحومہ	۱۳
عمر	” والدہ صاحبہ پروفیسر الیاس احمد صاحب منگلور	”	۱۴

میزان للعہ ۶۴ ؍ ۸

سنہ ۱۳۶۲ھ کا حج

مرکز اسلام میں مسلمانوں کا سالانہ اجتماع

خوش نصیب بندوں کے ورود حرم کی تفصیلات

مرکز اسلام میں امسال بھی حسب دستور زائرین بیت اللہ کا اجتماع ہوا اور اطراف عالم کے خوش نصیب بندوں نے وہاں پہنچ کر حج مبرور کی سعادت حاصل کی، دنیا جنگ سے پریشان ہے، انسانی حیات کا شیرازہ منتشر ہے، دنیا کا ہر گوشہ امن سے محروم ہے، لیکن جن لوگوں کی قسمت میں یہ سعادت لکھی تھی وہ ان تمام حوادث سے بے نیاز ہو کر خشکی اور تری کو عبور کرتے ہوئے حرم مقدس اور کعبہ مشرف میں وارد ہوئے، اور لبیک کا نعرہ لگاتے ہوئے اس ابدی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے، جو ایک مومن کا سرمایہ نجات اور ایک مسلم کی گراں مایہ پونجی ہے، اور جس کے بغیر کسی ذی استطاعت کو ایمان و ایقان کی دولت، عشق اور وارفتگی کی نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔

اسلام کے مرکزی نقطہ میں مسلمانوں کا سالانہ اجتماع مذہبی حیثیت سے جس قدر اہم ہے اس کے بیان کی ضرورت نہیں، تاہم یہ حقیقت دل نشین رہنی چاہیئے کہ حرم مقدس مرکز توحید ہے، سرچشمۂ انسانیت ہے، مصدر مساوات ہے، منبع اخوت ہے، اور معرفت و محبت کا وہ جاذب قلوب مقام ہے کہ دنیا کے گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ سے پاک روحیں سمٹ کر ہر سال وہاں جمع ہو جاتی ہیں۔ اور اللہ کے نیک بندے وادی خلیل اور جبل رحمت کے دامن میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر وہ عملی سبق حاصل کرتے ہیں جس کی نظیر دنیا کے ادیان و ملل کے کسی دور میں نہیں مل سکتی، اللہ کا گھر اللہ کے بندوں کے لئے ہے، اللہ کے بندے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں، ایک دوسرے سے روشناس ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں، اور آپس میں تبادلہ خیالات کر کے اس بین الاسلامی تعلق کو مضبوط کرتے ہیں جو سیاست و اجتماع، تہذیب و عمران، اخلاق و خصائل کا سنگ بنیاد ہے اور جس کی بدولت

یہ اتحاد، یہ مرکزیت، یہ اجتماعیت، یہ وحدت بلاد امین ملت اسلامیہ کے جسم میں اتحاد اسلام کی روح جلوہ گر ہوتی ہے، یہ مرکزیت، یہ اجتماعیت، یہ وحدت اور دیار حبیب کے لئے مخصوص ہے اور اس سعادت کا تاج اس قوم کے سر رکھا گیا ہے جسے کتاب مبین میں، امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس کے لقب سے مفتخر او معزز فرمایا گیا ہے۔

حج مسلمانوں کی مرکزی قوت ہے، ہم اس قوت کو واقف ہوں یا نہ ہوں لیکن اغیار ضرور اس کی

مکہ معظمہ حقیقت و اہمیت سے پوری طرح واقف ہیں، انگریزی زبان میں لفظ مکہ اجتماعی روح کے لئے ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے، جس مقام میں وحدت و اتفاق کی روح جلوہ گر ہوگی، جو مقام کثرت اجتماع کے لئے مشہور ہوگا، جو جگہ تقدیس و حرمت کے انتہائی نقطہ پر ہوگی اسے انگریزی میں کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں قوم کا مکہ ہے، تقدیس و اجتماعیت کیلئے لفظ مکہ سے بہتر انگریزی زبان میں کوئی اور لفظ نہیں ہے اور وہ مقام جہاں ہر سال زائرین بیت اللہ جمع ہوتے ہیں اور جس کا نام مکہ ہے اسکی مرکزیت کیلئے بس اتنا ہی اشارہ کافی ہے کہ وہ مکہ ہے یعنی دنیائے اسلام کا قلب و جگر قرآن کا مرکز نقل، اسلامی اجتماعیت کا سنگ بنیاد، بلاد و امصار کا ام القریٰ ایمان و ایقان کی ابلتی ہوئی سوت اور ہیئت اجتماعیہ اسلامیہ کا قوارہ۔

ہم سے زیادہ اغیار جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ کیا چیز ہے، لیکن مسلمان کس حیثیت سے وہاں جاتا ہے اور کیا چیز لے کر واپس ہوتا ہے، وہ اخوۃ کی روح سے سرشار ہو کر آتا ہے، مساوات کے جذبہ سے بے خود ہو کر لوٹتا ہے، وہ اخوۃ اور مرکزیت کا سبق یاد کرکے آتا ہے اور وحدۃ خیال، وحدۃ فکر اور وحدۃ عمل کا نمونہ دیکھ کر آتا ہے۔ اس کے تن نیم جاں میں نئی روح، نئے ولولے، نئے جذبات، نیا فکر اور نئی حقیقت حلول کر آتی ہے، اور مرکز سے مس ہوتے ہی وہ خود مرکزیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

جنگ اور حج: افسوس ہے کہ جنگ کے باعث ۱۳۶۲ھ میں بھی ہندوستان کے مسلمان حج کی سعادت سے محروم رہے، ہزاروں روحیں تڑپتی رہ گئیں، کہ دیار حبیب کی زیارت میسر نہ ہو سکی اور اللہ کے گھر میں حاضری کا موقع نہ مل سکا، لیکن زندگی بخیر ہونی چاہیئے، اس سعادت کے حصول کے مواقع آئندہ بھی آئیں گے اور جن بندگان خدا نے عالم ازل میں لبیک کا نعرہ لگایا ہے انہیں عالم بیداری میں بھی یہ نعرہ لگانے کا موقع ملے گا، جو روحیں تڑپتی چلی گئیں وہ گو بیت اللہ کی حاضری سے محروم رہیں لیکن عزم صادق اور نیت صالح کے اجر و ثواب سے محروم نہ رہیں گی، جانے والے خدا کے گھر نہ جا سکے مگر ثواب لے گئے، جو زندہ ہیں

وہ اپنی تڑپ کا ثواب پاتے رہیں گے، اسلام میں محبت اور وارفتگی بھی بے اجر نہیں ہے؛ اور خدا وہ دن لائے کہ ہمارے ہندوستانی بھائیوں کو بھی در کعبہ تک پہنچنے کی عزت حاصل ہو، اور مرکز اسلام میں انہیں سرنیاز بارگاہ بے نیاز میں جھکانے کی سعادت ملے۔

گذشتہ حج کی تفصیلات جو ہمیں مرکزی دفتر مکہ معظمہ سے موصول ہوئی ہیں ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔ یقیناً یہ فخر ندائے حرم کو حاصل ہے کہ وہ اس حج کی تفصیل پیش کر رہا ہے۔

غلافِ کعبہ:۔ مصر سے امسال بھی حسب دستور غلاف کعبہ آیا اور دار المفتاح میں دستور قدیم کے مطابق حکومت مصر کے سرکاری نمائندوں نے یہ غلاف حکومت حجاز کے نمائندوں کے حوالہ کر دیا۔

حکومت مصر کا وفد۔ اس سال مصری حکومت کے نمائندے حسب ذیل افراد پر مشتمل تھے، محمد حیدر پاشا صدر وفد محمد ندیم پاشا، نائب صدر، پروفیسر احمد کمال کریم رکن وفد، استاذ محمد شلبی امین غلاف کعبہ۔

حجاج کی تعداد۔ اس سال حجاج کی مجموعی تعداد ۶۲۵۹۰ تھی، ان میں سے ۳۸۰۱۵ حجاج سمندری راہوں سے آئے، ۲۰۲۰۰ حجاج خشکی کی سواریوں کے ذریعہ اور ۳ حجاج ہوائی جہازوں کی وساطت وارد حرم ہوئے، یمن سے ۲۳۸۶ حجاج شریک ہوئے، باقی تعداد نجد و حجاز کے حجاج سے پوری ہوئی۔

فلسطین کی ایک فیاض خاتون۔ اس سال فلسطین کی جن محترم خواتین کو حج کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سیدہ عائشہ ابوخضرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لائیں اور فریضۂ حج ادا کیا، قابل ذکر یہ امر ہے کہ فلسطین کی اس فیاض دل خاتون نے حجاز کے فقراء اور مستحقین کے لئے دس ہزار پونڈ فلسطینی (تقریباً ایک لاکھ روپیہ) دیئے، بارگاہ الٰہی سے یقیناً اس گراں قدر عطیہ کا اجر عظیم سیدہ عائشہ اور ان کی بہن کو ہزار گنا ملے گا۔ خدا کی رحمتوں میں مرد اور عورت برابر حصہ دار ہیں اور یہ خدا ہی کی رحمت ہے کہ جس کا قلب چاہے جود و سخا کے لئے کھول دے اور جس کو چاہے خدمت حرم کیلئے منتخب کرے، فلسطین کی یہ اولو العزم مسلمان خاتون ہندوستانی بہنوں کے لئے بھی نمونہ بن سکتی ہیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

ٹیونس کا وفد اور بائی تونس کا عطیہ۔ امسال ہوائی جہاز کے ذریعہ ٹیونس کا ایک وفد جو محمد صالح مزالی وزیر الاوقاف تونس، علامہ علی خوجہ مفتی اعظم تونس، شیخ ناجی مراد قاضی تونس اور مصطفی کعک وکیل تونس وغیرہ

افراد پر مشتمل تھا، جدہ پہنچا، یہ وفد بائی تونس (سلطان تونس) کی جانب سے دو لاکھ ساٹھ ہزار فرانک حرمین شریفین کے غرباء اور مستحقین کے لئے لایا تھا، جو وقت پر اصحاب حاجت میں تقسیم ہوئے۔

مصری نمائندے - امسال ڈاکٹر محمد فہمی بک کی صدارت میں فواد یونیورسٹی کا ایک وفد بھی مکہ مکرمہ وارد ہوا، اس کے ارکان کی تعداد ۴۶ تھی، اسی طرح جامع ازہر کا وفد بھی جو ۲۵ اشخاص پر مشتمل تھا ارض حرم میں پہنچا، منی میں حسب عادت ایک عام تعارفی جلسہ بھی منعقد ہوا، اور ارکان وفد نے پر مغز تقریریں فرمائیں، مصری حجاج میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر محمد فہمی، محمد صبری پاشا ابو علم، پروفیسر جلال الدین استاذ تاریخ، استاذ احمد سکری سکریٹری وفد الشرف جامعہ مصریہ، ڈاکٹر عبد اللہ مبارک رکن طبی وفد حکومت مصریہ، ادیب علی حسن غسال، استاذ جلال بک حسین ممبر مصری پارلیمنٹ۔

مصری طلباء کا فضائی سفر - حج سے پہلے مصر کی فضائی درسگاہ کے سات طلباء تین ہوائی جہازوں کے ذریعہ جدہ پہنچے اور فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد فوراً ہی واپس چلے گئے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی روح مصر کے ہر شعبۂ زندگی میں کارفرما ہے اور محکمۂ پرواز کے طلباء تک حج کی سعادت سے محروم نہیں۔

مصر کا طبی وفد - موسم حج میں حسب عادت مصر کا طبی وفد بھی پورے ساز و سامان کے ساتھ آیا، وفد حسب ذیل ارکان پر مشتمل تھا، ڈاکٹر عیسیٰ حمدی بک مازنی صدر، ڈاکٹر یوسف باردی، نائب صدر، ڈاکٹر عبد المقصود نجیب ڈاکٹر عبد المنعم بیومی، ڈاکٹر عبد الفتاح طوبجی، ڈاکٹر محمود عثمانی زناتی، محمد عبد الرحمن محمد، محمد عبد الحئی، احمد شاری محمد عز الدین حنفی، ابراہیم نواد، حسن مسعود، ڈاکٹر عبد اللہ مبارک ماہر دنداں، ڈاکٹر ایوب عامہ، ڈاکٹر حسین لبین حمد آفندی احمد جمعہ آفندی ابراہیم۔

مصر کی ممتاز شخصیتیں - مصر کی معروف و مشہور شخصیتوں میں محمد حیدر پاشا نمائندہ شاہ فاروق، محمد ندیم پاشا و احمد کمال کریم بک، و استاذ احمد سکری، فواد اباناپاشا صدر مجلس زراعت مصر، صبری ابو علم پاشا وزیر عدل و قانون سید احمد الغزال، پروفیسر جامع ازہر، محمود بک راشد، مصطفیٰ زاہد بک رکن مصری پارلیمنٹ، محمد محمود بک سکریٹری محکمہ پاسپورٹ، محمد عیسوی بک مدیر شعبۂ حج۔ استاذ طلعہ حجازی، انسپکٹر مساجد وزارت الاوقاف، استاد شیخ الصاوی شعلان واعظ دینی جبل خانجات مصر۔

الجزائر اور حبش کے حجاج کرام۔ امسال مغرب اقصیٰ کے حجاج میں شیخ محمد ناصری نائب وزیر عدالت و قانون اور الحاج فلطی بن سلیمان باشا لکناس اور الجزائر سے علامہ ابن سامس صدر الصدور جزائر اور ابن بیدی مولود وکیل اور جبوتی (حبش) سے سید عبد الرحمن وکیل سواحل صومال فرانسیسی، اور رنڈغا سکر کے حجاج کرام میں علامہ محمد قمر الدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شام کے حجاج۔ دمشق و حلب وغیرہ کے عام حجاج میں حضرات ذیل قابل ذکر ہیں۔ شیخ محمد الحکیم قاضی حلب، استاذ احمد عارف نامہ نگار اخبار الدفاع یافا۔ شیخ احمد عبد الرحیم قاضی حماۃ، استاذ امین عروض ایڈیٹر اخبار الاہالی، شیخ عبد الغنی اسراب صدر اللاذقیہ، استاذ محمد نابلسی سکریٹری محکمہ جنگی دمشق، استاذ محمد خیر الجابی رکن محکمہ تمیز علیا دمشق۔

شام و لبنان کے نمائندے۔ اس سال حکومت شام کی طرف سے شیخ محمد صادق الاسطوانی کو نمائندہ بنا کر بھیجا گیا تھا لبنان کا وفد بھی مکہ معظمہ بھیجا جس کے صدر فضیلۃ الاستاذ شیخ محمد فائق الجمالی قاضی لبنان تھے۔

اشیاء کے نرخ۔ امسال موسم حج میں حجاج کرام کی سہولت کے لئے حکومت حجاز نے سامان خور و نوش کی قیمتیں مقرر کر دی تھیں۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں محلہ وار سرکاری انتظام سے مختلف مقامات پر دکانیں کھول دی تھیں۔ تاکہ حسب ذیل قیمتوں کے مطابق حجاج ان اشیاء کو ہر وقت خرید سکیں۔

نام اشیاء	مکہ میں	مدینہ میں
شکر	۲۴ قرش فی اُقہ	۲۶/۵ قرش فی اُقہ
چائے	۱۲۴ 〃 〃	۱۳۲ 〃 〃
آٹا	۱۴ 〃 〃	۱۶ 〃 〃
گندم	۱۲/۵ 〃 〃	۱۶/۵ 〃 〃

سرکاری اعلان۔ حکومت سعودیہ نے ایک اعلان کے ذریعہ مندرجہ ذیل اشیاء کی برآمد کو ممنوع قرار دیا (۱) شکر (۲) چائے، (۳) پارچہ جات (۴) موٹروں کا سامان (۵) اسٹیشنری (۶) تانبا وغیرہ۔ حسب ذیل اشیاء حجاج لے جا سکتے ہیں۔ (۱) مراد آبادی سامان اور اسی نوعیت کی ہر چیز، (۲) تسبیح (۳) عطریات، (۴) چربی اور گوشت کے، علاوہ ملکی پیداوار۔

(باقی بر صفحہ ۴۱)

مطبوعات

ذکر وتبصرہ

نورتن: جناب علی عباس حسینی صاحب صفحات ۱۲۸ قیمت ڈھائی روپیہ ۲؍ ملنے کا پتہ - مکتبہ جامعہ دہلی۔

یہ مختصر سبق آموز قصوں کا ایک مجموعہ ہے، شروع کے چھ قصے تاریخی واقعات پر مشتمل ہیں جو تاریخی کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ اور جن سے کم وبیش سب واقف ہیں۔ فاضل مؤلف نے ان کے انداز میں کوئی خاص ترمیم یا تبدیلی پیدا نہیں کی بہت ممکن ہے کہ مؤلف کوئی خاص نقطۂ نظر پیش کرنا چاہتے ہوں۔ جو ان کے پیش نظر ہو آخر میں تین قصے معاشرت اور اجتماعی زندگی سے متعلق ہیں جو دلچسپ ہیں، "سوانگ" دلچسپی کے ساتھ عبرت آموز بھی ہے۔ اس میں اونچی ذات اور شریف گھرانوں کے ہندوؤں کے ان دعووں کی قلعی کھولی گئی ہے جو ذات وامتیاز کے باب میں کئے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے قصہ میں جس کا عنوان "کیرا" ہے اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ بے نفس وبے زبان عورتوں پر کس قسم کے مظالم کئے جاتے ہیں اور محض دولت اور ظاہری حالت کو دیکھ کر بعض دفعہ جان بوجھ کر غلطی کی جاتی ہے اور ازدواجی زندگی کی حقیقی مسرت کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

رسالہ سیرت، ایڈیٹر مولوی ابوالبیان صاحب، پتہ۔ انجمن منورالاسلام باغبان پورہ (لاہور) انجمن منورالاسلام باغبان پورہ لاہور۔ ٹریکٹ اور چھوٹے چھوٹے مفید اصلاحی مضامین پر مشتمل رسالے شائع کرتی رہتی ہے، انجمن کا یہ اقدام نہایت مستحسن ہے اور مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سودمند۔ زیر نظر چھوٹے سائز کا یہ رسالہ اسی انجمن کی سرپرستی واہتمام میں نکلتا ہے، ہمارے سامنے سال رواں کا پانچواں نمبر ہے جو مولانا عبدالسلام صاحب ندوی کے خطبۂ سیرت پر مشتمل ہے، مولانا نے اپنی تقریر میں سرور کائنات حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق واوصاف کو بیان کیا ہے جو آپ کو پیغمبرانہ فرائض اور تبلیغی ضروریات کی تکمیل وانجام دہی کے لئے ودیعت فرمائے گئے تھے، سیرت نبوی کے اس پہلو کو قرآن کریم، احادیث اور کتب تاریخ وسیر وغیرہ سے مدلل طور پر واضح کیا گیا ہے۔

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسمائے معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم مطلع فرمائیے، باعث شکرگذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید ۵۵ جلد ۶۳	ایک اہل خیر خاتون جزاہا اللہ بتوسط جناب شیخ محمد عارف صاحب محمد آباد گہنہ (منی آرڈر)	لعـه	زکوٰۃ عـه، بیدات و نفل للعـه
۲	۵۸ "	جناب محمد عباس صاحب ریاست بینڈہو "	عـه	زکوٰۃ
۳	۵۹ "	" نیاز محمد صاحب خلف میاں فضل محمد صاحب عـه، ایک سپاہی جزاہ اللہ، مہر علی صاحب عـه، محمد اقبال صاحب رسالدار، بابو نبی بخش صاحب ؏ بتوسط جناب مولانا مولوی محمد حمید الدین صاحب صدیقی - جالندھر چھاؤنی (منی آرڈر)	۲ر	امداد عام
۴	۶۰ "	حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب چشتی نظامی بسی نو (دستی)	مار	"
۵	۶۱ "	جناب سردار محمد جمال الدین یار خاں صاحب نیو دہلی (بذات خود)	۸ر	"
۶	۶۲ "	جناب ملا حاجی عبدالرحمن صاحب، قصبہ ٹانڈہ باولی (منی آرڈر)	عـه	زکوٰۃ
۷	۶۳ "	" محمد مرتضیٰ محمود حسن صاحب دہلی "	عـه	امداد عام
۸	۶۴ "	" سردار محمد جمال الدین یار خاں صاحب نیو دہلی (چیک)	عـه	"

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۹	۶۵ عـه ۶۳	جناب محمد حفظ الرحمٰن صاحب قاضی علی گڑھ (منی آرڈر)	عـه	[illegible]
۱۰	۶۶ "	" منشی محمد عباس صاحب ریاست بینڈہو	لعـه	[illegible]
۱۱	۶۷ "	" ملک محمد رمضان صاحب و اللہ دتا صاحب بتوسط جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی (منی آرڈر)	عـه	امداد عام
۱۲	۶۸ "	" مولوی محمد سمیع اللہ صاحب علی گڑھ "	سـه	ایضاً
۱۳	۶۹ "	ایک اہل خیر جزاہ اللہ - قنوج "	عـه	زکوٰۃ، وظائف طلبا
۱۴	۷۰ "	ایک اہل خیر مسلمہ بہن جزاہا اللہ " (شکرانہ صحت)	عار	وقف
۱۵	۷۱ "	جناب مولوی عبدالوحید صاحب جالس گاؤں "	[illegible]	ایضاً
۱۶	۷۲ "	" حکیم عماد الدین صاحب انصاری لکھنؤ "	للعـه	امداد
۱۷	۷۳ "	" محمد امین میاں صاحب - کانکینارہ "	۷ر	زکوٰۃ
۱۸	۷۴ "	جناب مستری محمد صدیق صاحب بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب جوالاپور (منی آرڈر)	عـه	[illegible]
۱۹	۷۵ "	جناب سید حبیب احمد صاحب بتوسط " " "	للعـه	امداد [illegible]

نمبر شمار	سرٹیفکیٹ جلد	اسم گرامی	رقم	مد
۴۹	سرٹیفکیٹ ۹۱۳ جلد	جناب عزیز الرحمن صاحب متعلقہ وا ریبا گنج (منی آرڈر)	صر	امداد عام
۵۰	″ ۸۳۷	″ شاہ عزیز عالم صاحب - الہ آباد ″	صر	وظائف طلبا (اجزاء)
۵۱	″ ۸۳۸	سعید الحق صاحب سرگودھا، ذریعہ جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی (منی آرڈر) (برائے دعائے درازی حیات)	صر	وظائف ایتام
۵۲	سرٹیفکیٹ ۹۳ جلد ۹۱۳	جناب ملک اللہ داد صاحب ولد لنگر صاحب بتوسط جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی (منی آرڈر)	عصر	امداد عام
۵۳	″ ۹۴	″ حاجی احمد یار صاحب چک پور بتوسط ″ ″	عصر	″
۵۴	″ ۹۵	″ صوفی محمد عنایت صاحب چک ۳۳ شمالی ″ ″	عصر	″
۵۵	″ ۹۶	″ دتہ ولد دانہ صاحب چانن پورہ ″ ″	عصر	″
۵۶	″ ۹۷	″ حاجی امام الدین صاحب سلانوالی (منی آرڈر)	عصر	″
۵۷	″ ۹۸	ایک اہل خیر بتوسط جناب شیخ حاجی ناظر حسن صاحب جوالاپور	عصر	″
۵۸	″ ۹۹	جناب سید اقبال شاہ صاحب حاجی طفیل احمد صاحب شملہ (منی آرڈر)	عصر	ایصال ثواب
۵۹	″ ۱۰۰	″ محمد اختر صاحب سرگودھا بتوسط جناب حاجی امام الدین صاحب سلانوالی - (برائے دعائے صحت)	عصر	وظائف ایتام
۶۰	رسید ۲ جلد ۹۰	جناب شیخ علی احمد صاحب لاہور، ذریعہ جناب مولوی محمد عبدالحئی صاحب عثمانی (بابت ماہ اکتوبر تا دسمبر)	عسے	زکوٰۃ
		ذریعہ جناب حاجی طفیل احمد صاحب		
۶۱	رسید ۴۶ جلد ۹۲	جناب مسٹر محمد احمد صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ منگلور	عصر	ایصال ثواب
۶۲	″ ۴۸	″ شیخ جیون بخش صاحب انصاری، پہلوان عبدالکریم صاحب انصاری - منگلور	عہ/	″
۶۳	″ ۴۸	محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ ″	عصر	″
۶۴	″ ۴۹	″ والدہ صاحبہ پروفیسر الیاس احمد صاحب ″	عصر	″
۶۵	″ ۵۰	جناب حاجی طفیل احمد صاحب ″	صر	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر رسید جلد	اسم گرامی	رقم	مد
		ذریعہ جناب حکیم محمود علی صاحب جے پور		
۶۶	رسید ۳۲ جلد ۸۵	جناب حکیم محمود علی صاحب وکیل جے پور	۸ر	وظائف طلبا
۶۷	″ ۳۳	″ ″	عہ/	زکوٰۃ
۶۸	″ ۳۴	″ ″	عصر	وظائف طلبا
۶۹	″ ۳۵	″ ″ ″	عصر	″
۷۰	″ ۳۶	جناب مولوی قاری حافظ محمد اللہ صاحب ″	عصر	″
۷۱	″ ۳۷	″ حافظ حکیم محمد مظہر الحق صاحب ″	عصر	
۷۲	″ ۳۸	″ حکیم محمود علی صاحب ″	عصر	″
۷۳	″ ۳۹	″ قاضی طفیل احمد صاحب ″	عصر	″
۷۴	″ ۴۰	″ ستار احمد صاحب ″	عہ/	″
۷۵	″ ۴۱	″ حکیم محمود علی صاحب ″	عصر	زکوٰۃ
۷۶	″ ۴۲	″ ″ ″	عصر	″
۷۷	″ ۴۳	″ ″ ″	عصر	وظائف طلبا
۷۸	″ ۴۴	″ ″ ″	عکر	زکوٰۃ
		ذریعہ جناب مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی		
۷۹	رسید ۱ جلد ۹۱	جناب بابو ستار الغنی صاحب بجید رہ	صر	امداد عام
۸۰	″ ۷۱	″ ماسٹر نذیر احمد صاحب جودھپور (برائے عافیت فرزند)	۲ر	امداد عام
۸۱	″ ۷۲	″ سہراب علی خاں صاحب، بتوسط شاہ محمد عالم صاحب غازی پور (برائے ترقی ملازمت)	صر	
۸۲	″ ۷۳	جناب حکیم نصیر الدین صاحب - امیر شریف (برائے دعائے صحت)	صر	″
۸۳	″ ۷۴	جناب حاجی شکور الدین صاحب جے پور	عصر	″
۸۴	″ ۷۵	″ حکیم محمود علی صاحب ″	عصر	″
۸۵	″ ۷۶	″ حاجی حسین صاحب بتوسط شیخ ... ″	عکر	″

ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ — ندائے حرم

نمبر	رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
		ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی۔		
۸۵	رسید ۱۲ جلد ۸	جناب مستری قطب الدین صاحب جے پور	عار	امداد عام
۸۶	” ”	” صوفی محمد اللہ صاحب مکرانہ	عصر	”
۸۷	” ۶۷	” عبداللہ حاجی رحیم بخش صاحب گزدر ”	عار	”
۸۸	رسید ۱۳ جلد ۸	” مستری عبد الکریم صاحب فرزند نصیر الدین صاحب جودھپور	عصر عصر	”
۸۹	” ۲	جناب مستری عبد الکریم صاحب پسر گلاب جی صاحب جودھپور	عصر	وظائف طلبا
۹۰	” ۳	جناب دلیل خاں صاحب ”	عصر	”
۹۱	” ۴	” دلیل خاں صاحب فرزند گلاب جی صاحب ”	عصر	امداد عام
۹۲	” ۵	غلام احمد صاحب، فرزند اللہ بخش صاحب		
۹۳		محمد قاسم صاحب فرزند اکبری بیگم صاحبہ۔ جودھپور	عصر	وظائف طلبا

نمبر	بر ٹکٹ و جلد	نام نامی	رقم	مد
۹۴	۴۸۶ جلد ۳۸۲	جناب محمد صاحب چڑوا بتوسط جناب عبد الستار صاحب جودھپور	عصر	امداد عام
۹۵	۴۸۷ ”	” لال محمد صاحب چڑوا ” ”	عصر	”
۹۶	۴۸۸ ”	” ڈاکٹر سردار احمد صاحب بتوسط جناب سید مشتاق احمد صاحب جودھپور	عصر	”
۹۷	۴۸۹ ”	جناب بابو سعید علی صاحب ”	عصر	”
۹۸	۴۹۰ ”	” ماسٹر رشید احمد صاحب ”	عصر	”
		ذریعہ مجلس امداد کلکتہ		
۹۹	۹۳ جلد ۱	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب شیخ محمد کامل صاحب دہلی	صہ	”
۱۰۰	۹۴ ”	اہلیہ صاحبہ شیخ محمد یونس صاحب ”	صہ	زکوٰۃ
۱۰۱	۱۳۱	ٹکٹ ہذا منسوخ کیا گیا۔		
۱۰۲	۱۳۳ ”	ایک اہل خیر خاتون جزاہا اللہ ”	عصر	امداد عام
۱۰۳		آمدنی بمد اشتراک رسالہ ندائے حرم	للعہ	

میزان آمدنی ماہ ربیع الاول ۱۳۶۳ ہجری — [illegible]

احقر

ضیاء الدین احمد عفی عنہ

معتمد

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی۔ قرول باغ

مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

١ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علم قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

٢ ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا، جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کرکے جائیں۔

٣ مستحق و نادار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے نقد وظائف امداد دینا۔

٤ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن کو وظائف لیاقت دینا۔

٥ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

٦ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔

٧ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دارالصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت بنانا۔

٨ مدرسہ کے کتبخانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا، اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

مکہ معظمہ میں اپنی قومی و علمی یادگار سے اگر آپ کو دلچسپی ہے تو ایک کارڈ لکھ کر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے متعلق پتہ ذیل سے ہر قسم کا ضروری مواد طلب فرمائیے جو آپ کی خدمت میں ہدیۃً ارسال ہوگا

معتمد

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ ۔ مکہ معظمہ

دہلی قرول باغ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۱۱۴

ترجمان القرآن

از

مولانا ابوالکلام آزاد

جلد دوم

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے، یعنی حواشی زیادہ مفصل دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں، کتابت و طباعت بھی بہتر ہے، چونکہ سورۂ یوسف، انفال، توبہ، کہف، مریم، انبیاء وغیرہ اسی میں آ گئی ہیں اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے اس لئے کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہو گئی ہے، سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک۔

ہدیہ بلا جلد آٹھ روپیہ آٹھ آنہ (۸؍۸)۔ مجلد دس روپے۔

(منادئ حرم کا حوالہ ضرور دیجیے)

ملنے کا پتہ۔ **شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور**

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے دلی پرنٹنگ ورکس دلی میں چھپوا کر صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرول باغ سے شائع کیا۔

مئی ۱۹۴۴ء

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

عدد ۵ جلد ۴

ندائے حرم کا مقصد

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور ان کی تکمیل کے لیے کوشش۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳ مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات، علمی و معاشرتی جد و جہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلّہ ندائے حرم مرکز اسلام کی آواز ہے۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، عنو ر د با ہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں اکثر سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست کو احتراز ہوگا۔

ندائے حرم پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۵ تاریخ کو کم از کم ۴۸ صفحات پر شائع ہوتا ہے
عدم وصولی کی صورت میں ۱۵ تاریخ تک اطلاع دیکر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں، اس کے بعد دفتر معذور ہوگا
ماہنامہ ندائے حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے۔

جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک بھیجئے۔

سالانہ اشتراک تین روپے (۳/) فی پرچہ ۴/ بیرونِ ہند ۸ شلنگ

رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ "ندائے حرم" دہلی قرول باغ سے ہونی چاہیئے۔
نمونہ کے لئے ۴/ کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی۔ قرول باغ

تار کا پتہ ۔ صولتیہ دہلی

SAULATIYA DELHI

ندائے حرم

عدد ۵ مسئول ضیاء الدین احمد جلد ۴

بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۴۴ء

باقیات

(پیرِ حرم مولانا شاہ ابو شرف صاحب مجددی مرحوم)

صولتیہ کا احتفال[1] ہے آج		اوج پر یہ مہِ کمال ہے آج
فرد ہے مدرسا یہ مکے میں		علم کا رہنما یہ سکے میں
یادگار اہلِ ہند کی ہے قدیم		اس سے قبل اس طرح نہ تھی تعلیم
یادگارِ سلف اسے کہیے		افتخارِ خلف اسے کہیے

کامیابی یہاں یقینی ہے		درس گاہِ علومِ دینی ہے
اجنبی کی جگہ نہ غیر کی ہے		اک نشانی یہ اہلِ خیر کی ہے
اپنے اندر ہے اک جہاں کو لئے		جلوۂ یادِ رفتگاں کو لئے

عرض ہے حاضرینِ جلسہ سے		سرفراز آپ نے کیا ہے اسے
آپ کے لطف یاد آئیں اسے		جا کے یاں سے نہ بھول جائیں لِسے
ہو مگر لطف دم بدم اس پر		سایۂ دامنِ کرم اس پر
آپ ہی سے امیدِ رافت ہے		آپ ہی کا رہینِ منت ہے

وقت آخر زمانہ آخر ہے		یہ بداہت ہے سب پہ ظاہر ہے
اب کہاں وہ علوم کا ہے جنوں		اب تو ہے علم، الجنون وفنوں
کہاں مکہ، کدھر مدینہ ہے		غرب[2] کو اب رخِ سفینہ ہے
اب تو یورپ کو راہ جاتی ہے!		آتی ہے اور آہ جاتی ہے
پھر غنیمت ہے اس کا دم باقی		رہے جب تک کہ ہے حرم باقی
کھپے نظروں میں یہ بنائے عظیم		شوقِ بختِ سعید و ذوقِ سلیم
نہ فقیری یہاں نہ شاہی ہے		خانۂ رحمتِ الٰہی ہے

---

[1] سالانہ جلسہ ۔ [2] یورپ

یاد رفتگاں

اس پُرآشوب زمانہ میں جبکہ قحط رجال اور مالی مشکلات کی صبرآزما صورت حال عرصہ سے ارکان و
ارکنان دارالعلوم حرم کی گوناگوں الجھنوں اور تفکرات کا باعث ہے، یہ حادثہ پوری جماعت اور تمام محسنین و
اونین کیلئے موجب رنج و ملال ہے کہ دارالعلوم حرم کے شعبۂ ثانوی و عالی کے ممتاز استاذ اور شیخ الفقہ مولٰنا
دالله نیاز صاحب بخاری کا پنجشنبہ کے دن ۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ کو انتقال ہوگیا، مرکزی دفتر مکہ معظمہ
اطلاع ہے کہ مولٰنا حسب عادت مدرسہ میں تشریف لائے، درس و تدریس میں مصروف رہے، طلبائے شعبہ
وی کے جلسۂ ادبی میں جو ہر جمعرات کو ہوتا ہے، شرکت کی، عصر کے بعد یکایک ان کے انتقال کی خبر نے دارالعلوم
م اور مکہ معظمہ کے علمی حلقوں کو بے قرار کر دیا۔

مولٰنا موصوف معمولاً بعد نماز عصر تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے، اسی حالت میں وجع الفواد (دل کا درد)
ام اجل لے کر آیا، چند منٹ کی انتہائی تکلیف و بے چینی کے عالم میں، قرآن سینے سے لگا رکھا تھا کہ روح
از کر گئی، اللہ اکبر، صالحین و مقبولین کا یہ وہ مقام ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

ایتھا النفس المطمئنة، ارجعی الی ربك	اے مطمئن روح! تو اپنے خالق کی طرف اس طرح جا
ضیة مرضیة، فادخلی فی عبادی وادخلی	کہ وہ تجھ سے اور تو اس سے خوش ہو، تو میرے نیک بندوں
نتی ط	میں شامل ہوکر میری جنت میں داخل ہوجا۔

مولانا موصوف طبقۂ مہاجرین میں ایک محبوب شخصیت تھے، درس و تدریس اور مطالعہ، عبادت اور
اف کعبہ کے سوا کوئی مرغوب مشغلہ نہ تھا، آپ نے دارالعلوم حرم کی اٹھارہ سال خدمت کی، اس طویل عرصہ
آپ کی فرض شناسی، وقت کی پابندی، دارالعلوم حرم سے دلی محبت اور گہرے تعلق کی زندہ مثال تھی، آپ
بۂ ثانوی اور شعبۂ عالی کے مختلف الجنس طلباء میں یکساں طور پر محبوب تھے، مولٰنا اپنی سادگی، نیک طبعی اور
ی تبحر کی بنا پر علمائے سلف کا نمونہ تھے۔

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ندائیات

آپ کے ثمراتِ خیر

خدا کے پاک گھر میں کعبہ کے زیرِ سایہ آپ کی اکہتر سالہ علمی، مذہبی اور قومی یادگار دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بہت سے امورِ خیر کا مجموعہ ہے، اور ہر کارِ خیر اپنی خصوصیت کے لحاظ سے اُن بافیض و عالی ہمت اصحاب کے لئے باعثِ ترغیب ہے جو اپنی پاک دلی اور نیک فطرت سے ہمیشہ مواقعِ خیر کے متلاشی رہتے ہیں

دارالعلوم حرم کی مداتِ خیر میں، نادار، غریب الوطن، ہونہار و لائق طلبا کی امداد و دستگیری ایک ایسی خدمت ہے جس کے صدقہ جاریہ ہونے میں کوئی شک نہیں، اس زمانہ میں جب کہ مذہبی تعلیم مسلمانوں کے ادنیٰ طبقہ میں محدود ہو چکی ہے تو اس کی ضرورت ہے کہ اسی طبقہ کے مجاہدینِ علم کی زیادہ سے زیادہ امداد و دستگیری کی جائے، اور وہ تمام سہولتیں بہم پہنچائی جائیں جو تحصیلِ علم میں معین و مددگار ہوں۔

ہمارے مدارسِ عربیہ میں جہاں لائق و ہونہار، قابلِ امداد طلبا ہیں، وہاں "مفت خور طلبا" یا طالبِ علم نما سائلوں کی کمی نہیں جو بالعموم مطبخ مدرسہ کے مجاور ہوتے ہیں، جو دربدر پھرنے کے بجائے مدرسہ بمدرسہ منتقل ہوتے رہتے ہیں، دارالعلوم حرم میں اس وبا کا انسداد اگر نہ کیا جاتا، اور نقد وظائف کی بجائے "مطبخ" کا نظام جاری ہوتا تو آج مکہ معظمہ میں جو دنیا کے مسلمانوں کا مرکزِ اول ہے، آپ کا مدرسہ صولتیہ محض تعداد طلبا کے لحاظ سے دنیا میں سب سے بڑا دارالعلوم ہوتا، مگر دارالعلوم حرم میں وظائف امداد و طباقت کا استحقاق صرف اُن ہی طلبہ کو حاصل ہے، جو مخصوص شرائط اور پابندیوں کے لحاظ سے جائز طور پر اس اعانت و دستگیری کے اہل ہوں۔

بانیٔ مدرسہ حجۃ الملۃ والدین حضرت مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ مبارک سے آج تک حسبِ گنجائش وظائف طلبا کا سلسلہ جاری ہے، سالہائے ماسبق کے مجبور کن حالات کا ایک تکلیف دہ نتیجہ یہ بھی تھا کہ مالی مشکلات کی وجہ سے کارکنانِ دارالعلوم حرم ان واجب الرحم طلبا کی امداد و اعانت نہ کر سکے اور اس طویل عرصہ میں ماہانہ وظائف کی مقدار ناقابلِ ذکر ہے۔

اعترافِ عجز و تقصیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ پیہم جد و جہد کے بعد تنظیمِ دارالعلوم حرم

جمادی الاول سنہ ۱۳۶۳ھ

ندائے حرم

اور خادمان حرم محترم اپنے محسنین و معاونین کرام کی گرامی توجہات سے اس قابل ہوسکے کہ اس سال کے سالانہ امتحان کے بعد وہ سال حال کے لئے وظائف طلبا کی ایک فہرست مرتب کرسکے، دار العلوم حرم کے سالانہ میزانیہ میں وظائف طلبا کے لئے تین ہزار چھیانوے روپیہ کی رقم منظور کی گئی ہے، زمانہ کی نازک حالت اس کی مقتضی ہے کہ بڑی تعداد میں غریب الوطن ہونہار طلبا کو وظائف دیئے جائیں، مگر اپنی تنگ دامانی اور مستقبل کی تاریکی مانع ہے۔

سال حال کی فہرست وظائف طلبا درج ذیل ہے، ہمارے اولوالعزم معاونین کی معمولی نظر التفات کر یہ فہرست بہت طویل ہوسکتی ہے اور اُن کا فیض کرم عام ہوسکتا ہے۔

نمبر شمار	نام طالب علم	قومیت	وظیفہ	نمبر شمار	نام طالب علم	قومیت	وظیفہ	نمبر شمار	نام طالب علم	قومیت	وظیفہ	نمبر شمار	نام طالب علم	قومیت	وظیفہ
۱	حسین داؤد فاروقی	ہندی	عہ	۱۶	اسمٰعیل مشتاق احمد	ہندی	۵ہ	۳۱	علی حسن	ہندی	۳ے	۴۶	ابراہیم بندہجی	مکی	۲ع
۲	محمد علی ملاوی	سوڈانی	۲ے	۱۷	عبدالاول فیض الدین	؍؍	۵ر	۳۲	محمد عبدالرحمٰن غازی	؍؍	۳ے	۴۷	سعید حجازی	؍؍	۲ع
۳	محمد سلم بن ایمان علی	ہندی	۲ے	۱۸	عبدالسلام	ملیباری	۵ہ	۳۳	قاسم نفیس الدین	؍؍	۳ے	۴۸	ابراہیم الفہد کردونی	سوڈانی	۲ع
۴	عبدالرزاق الکیان	مکی	۵ر	۱۹	مصطفیٰ مختار	بخاری	۵ہ	۳۴	عبدالرزاق محمد علی	؍؍	۳ے	۴۹	خالد فالخ	مکی	۲ع
۵	داؤد تنکلی	جاوی	۵ہ	۲۰	سلیمان ابراہیم	عمانی	۵ہ	۳۵	عبدالرحمٰن صدیق	مکی	۲ع	۵۰	عبدالحفیظ بوقس	جاوی	۲ع
۶	محمد امین نیاز	بخاری	۵ر	۲۱	عبداللہ ابراہیم	بحرینی	۵ہ	۳۶	جعفر بخر	جاوی	۲ع	۵۱	امین نقش	ہندی	۲ع
۷	محمد نور فلمبان	؍؍	۵ہ	۲۲	سلیمان ابراہیم	؍؍	۵ہ	۳۷	محمد سعید بخر	؍؍	۲ع	۵۲	محمود صالح	سوڈانی	۲ع
۸	احمد منتوسی	؍؍	۵ہ	۲۳	رباعیہ فلمبانی	جاوی	۵ہ	۳۸	حمزہ محمد صلوانی	مکی	۲ع	۵۳	یوسف یحییٰ حبیبی	جاوی	۲ع
۹	عبدالغنی قسطی	مکی	۵ہ	۲۴	حسن معین الدین	ہندی	۳ے ر	۳۹	محمد جمیل کلنتان	جاوی	۲ع	۵۴	صدیق عبدالحکیم	بخاری	۲ع
۱۰	احمد محمد الفارسی	بحرینی	۲ے ر	۲۵	حسن طاہر	تونسی	۳ے	۴۰	یاسین جمال	مکی	۲ع	۵۵	عبدالرحمٰن محمد	فارسی	۲ع
۱۱	ہاشم علاء الدین	ہندی	۵ہ	۲۶	محمود فتح اللہ	مکی	۳ے	۴۱	یوسف عاشور	؍؍	۲ع	۵۶	صالح زواوی	مکی	۲ع
۱۲	عبداللہ علی	مدنی	۲ے	۲۷	حامد مقبول	جاوی	۳ے	۴۲	محمد سلیمان سلامہ	؍؍	۲ع	۵۷	حمزہ ہاشم	؍؍	۲ع
۱۳	محمد عبدالرحیم انصاری	عمانی	۶ے	۲۸	عبدالقادر فلالی	مکی	۳ے	۴۳	عبدالرحمٰن حنفی	جاوی	۲ع	۵۸	حسن علی تنکر	مکی	۲ع
۱۴	محمد امین الیاس	مکی	۵ہ	۲۹	محمود صالح غازی	ہندی	۳ے	۴۴	صدقہ لبنی	مکی	۲ع	۵۹	صالح علی تنکر	؍؍	۲ع
۱۵	محمد رضا	ہندی	۵ہ	۳۰	ابراہیم حیات خاں	؍؍	۳ے	۴۵	حسین سلامہ	؍؍	۲ع	۶۰	حسن علاء الدین	ہندی	۵ہ

کل میزان وظائف ماہانہ ۲۱۳ ماہوار

اثرات

اسلام اور سائنس

شراب کے متعلق تازہ ترین تحقیقات

یہ ایک حقیقت ہے کہ مے خواری کے نقصانات اور مضرتوں سے کسی بڑے سے بڑے خوگر مے خوار نے کبھی انکار نہیں کیا، ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کسی مے نوش نے شراب کے محاسن کی کوئی ایسی فہرست پیش کی ہو، جو طب وحکمت کے دلائل سے مزین ہو، اور جو قبائح کے مقابلہ میں کوئی خاص وزن رکھتی ہو، ہر شخص اسے بُرا کہتا اور برا سمجھتا ہے، بڑے سے بڑے شرابی کو بھی یہی کہنا پڑتا ہے کہ گو اس ام الخبائث نے صحت تباہ کردی ہے، مگر "چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی"۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو چیز مسلمہ طور پر بُری ہو اُس کی بُرائی کا ثبوت عمل سے بھی ملے، اور لوگ عملاً اس سے محترز بھی رہتے ہوں، ایک طرف شراب کی بُرائی ناقابل انکار ہے، دوسری طرف دنیا کی وہ مہذب ترین قوم جس کا آفتاب حکمت نصف النہار پر پہنچا ہوا ہے، اور جو شراب کی روحانی، اخلاقی، جسمانی اور مالی مضرتوں سے آگاہ ہے، اس میں بُری طرح گرفتار ہے، امریکی قوم کو سب سے زیادہ متمدن، ذی علم، ذی ہوش، حقائق پسند اور ترقی یافتہ کہا جاتا ہے، لیکن وہ ام الخبائث کے بغیر ایک رات بھی بسر نہیں کرسکتی، اُسے ہر وقت شراب چاہیئے، اُس کے رزم و بزم میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی یہی چیز ہے، سفر و حضر میں، بیماری اور تندرستی میں، خوشی اور غمی میں، دن میں اور رات میں شراب ہی اس کی ہمرکاب اور مونس ہے۔

ڈاکٹر نارمن کی تحقیقات:- اگر جدید اکتشافات اور علم وحکمت مسکرات کی مضرتوں کو بے نقاب نہ کرتی اور کثیر تجربات کی بناء پر یہ حقیقت آشکارا نہ ہوتی کہ زنا، سرقہ، قتل،

قمار بازی اور اغوا اور ایسے ہی دوسرے اخلاقی جرائم یا اسی شراب کے نتائج بد ہیں، تو معلوم نہیں کہ مغربی اقوام کی رندی کا پارہ کہاں تک پہنچتا اور جرائم پیشگی کے حدود کہاں تک وسیع ہوتے، لیکن جدید انکشافات اور طبی تجربات کا قدم نہیں رکا، تجربہ گاہوں سے برابر اس امر کی شہادت مہیا ہو رہی ہے کہ شراب انسانی صحت کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک تازہ ترین شہادت ڈاکٹر نارمن جالف نے مہیا کی ہے، آپ نیویارک طبیہ کالج کے ایک تجربہ کار اور مشہور پروفیسر ہیں، مختلف امراض کی تحقیقات میں آپ اپنی عمر کا بیشتر حصہ صرف کر چکے ہیں۔ صرف مسکرات کی جو ذہنی تحقیقات میں آپ نے پورے تیرہ سال صرف کئے، امریکہ میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ علم تجزیہ و تحلیل میں آپ بے داغ شہرت کے مالک ہیں، اپنے وسیع تجربات کی بنا پر ڈاکٹر موصوف کی رائے ہے۔

"وسکی (ایک قسم کی شراب) انسان میں سولہ سو یونٹ سے لے کر دو ہزار یونٹ تک روزانہ حرارت پیدا کرتی ہے، لیکن اس میں وٹامن (حیاتین) اور معدنی اجزار کا ایک ذرہ بھی شامل نہیں ہوتا، ایسی حرارت جو معدنی اجزار اور حیاتین سے خالی ہو صحت کے لئے انتہائی طور پر خطرناک ہے، صحت کا عام اصول یہ ہے کہ "زیادہ سے زیادہ حرارت اور زیادہ سے حیاتین"۔ اگر حرارت زیادہ سے زیادہ ہو اور وٹامن اور معدنی اجزار یکسر مفقود ہوں تو اس کا نتیجہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جسمانی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، الکحل، کا استعمال نہ صرف یہ کہ اس تناسب کو ختم کر دیتا ہے بلکہ دوسری چیزوں میں جو غذائی تناسب پایا جاتا ہے اسے بھی بگاڑ دیتا ہے اور جسم میں اس کے باعث ایسے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں جو کیمیاوی اور تشریحی نقطۂ نظر سے زندگی اور صحت کے لئے انتہائی طور پر مضرت رساں ہوتے ہیں"

(ہندوستان ٹائمز ۲۳ اپریل ۱۹۴۲ء)

یہ ہے شراب کے متعلق جدید ترین تحقیقات کا وہ خلاصہ جس سے مغرب زدہ طبقہ انکار نہیں کر سکتا۔

اسلام کا قانون امتناع:- اب اسلام کا فیصلہ بھی سنئے، پیغمبر حق کے زمانہ میں شراب کا مسئلہ زیر غور ہے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جاتا ہے کہ اس کے بارے میں

ندائے حرم

خدا کا کیا حکم ہے، اس پر ارشاد ہوتا ہے:۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما

آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑی خرابی ہے، اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کا نقصان ان کے فائدے سے زیادہ ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں شراب کی حقیقت بتائی گئی ہے کہ اس میں اچھائی اور برائی دونوں موجود ہیں مگر برائی کا پہلو غالب ہے۔

اس کے بعد شراب کے بارے میں آخری اور قطعی حکم سنا دیا گیا کہ

"اے ایمان والو شراب اور جوا، بت اور پانسے، یہ سب شیطانی عمل ہیں، اور سراسر گندگی، لہٰذا ان سے پرہیز کرو اور توقع ہے کہ تمہیں اس پرہیز سے فلاح نصیب ہو گی شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض وعداوت پیدا کردے اور تم کو خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔"

اسلام نے شراب کو گندگی اور شیطانی عمل قرار دیا، اور ہمیشہ کے لئے دخترِ رز کو مسلمانوں کی معاشرتی زندگی سے خارج کرکے حرام کردیا۔

سوال یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم تجزیہ وتحلیل کا کونسا باب پڑھا تھا؟ کس طبیہ کالج میں کیمیاوی اور تشریحی کتابیں ازبر کی تھیں؟ حکما اور اطبا کی تحقیقات سے کب استفادہ فرمایا تھا؟ سائنس کے کون سے شعبہ میں دسترس حاصل کی تھی، حیاتیات، نفسیات، طبیعیات اور وظائف الاعضاء کے علم میں کس پروفیسر سے معلومات حاصل کی تھیں؟ خوردبینی آلات اور تجربہ گاہوں کی نازک مشینوں کو کب ہاتھ لگایا تھا؟ طب اور ڈاکٹری کے اصول ومبادی سے کب آپ نے واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ آپ کے کتب خانہ میں وہ کون سی انسائیکلو پیڈیا تھی جس کی مدد سے آپ پر شراب کی حقیقت کھلی؟ سائنس اور سائنس دانوں کو تو یہ سارے منازل طے کرنے پڑے، اور چار سو سال کی تحقیقات کے بعد کہیں جاکر

ڈاکٹروں کو وثوق کے ساتھ یہ اعلان کرنا پڑا کہ شراب مضر اور مہلک ہے، لیکن رسول اللہ علیہ وسلم کے اس تیرہ سو سالہ حکم کی تائید سائنس و حکمت کی ساری کائنات نے بے شمار منازل طے کرنے کے بعد کی اور یہ اقرار کرنا پڑا کہ خدا کے محبوب پیغمبر نے جو کچھ کہا صحیح کہا، اور حرمت شراب پر جو اعلان کیا وہ حق سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔

جہاں تک عمل کا سوال ہے سائنس و حکمت اور اکتشافات جدیدہ نے مغربی دنیا پر کوئی اثر نہیں ڈالا، لیکن پیغمبر اسلام نے نہ اینٹی سیلون لیگ قائم کی، نہ "میجک لینٹرن تصاویر اور سینماؤں" کے ذریعہ حرمت شراب کا پروپگنڈا کیا، نہ اشتہار شائع فرمائے اور نہ اس پر ایک "ڈالر" خرچ کیا، اس کے باوجود حرمت شراب کا قانون نافذ ہوتے ہی سارا عرب پرہیزگار بن گیا، اور دوبارہ اس لعنت کو سر ابھارنے کا کبھی موقع نہ ملا۔

مقبولِ بارگاہ ہدیہ:- اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنا چاہیئے، اگر کسی مقبول بندہ کے دل میں تحریک خیر پیدا ہوئے، اور وہ نیک کاموں میں شرکت کا اجر عظیم حاصل کرے، اخلاص بھی خدا کی نعمت ہے اور کسی مخلص کو رب کعبہ کی بارگاہ سے مایوس ہوکر واپس ہونا نہیں پڑتا، رحمتِ خداوندی کی بے پناہ وسعت تمام عالم کو محیط ہے، اور اس سے وہی بہرہ ور ہو سکتے ہیں جو اس کی رضا اور خوشنودی کے متلاشی ہیں۔

کلکتہ کی ایک ایثار پسند ہستی نے غربا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی امداد کے لئے صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کو بارہ سو روپے ارسال فرمائے ہیں جن کی اشاعت ندائے حرم کے گذشتہ نمبر میں سبیل کوثر کے تحت ہو چکی ہے، یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ عالی ہمت معطی نے اپنے نام کے اظہار کی اجازت نہیں دی۔ اور خالق سے یہ مخلصانہ معاملہ کرنے کے بعد اسے مخلوق سے مخفی رکھا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس نے "ندائے حرم" کی کمزور آواز میں اثر پیدا کیا، اور مخلص بندے لبیک کہتے ہوئے غربائے حرم کی امداد و اعانت پر آمادہ ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس نیک دل محسن کے اس مخلصانہ ہدیہ کو قبول فرمائے، اور توفیق خیر کی مزید نعمت سے سرفراز کرے۔

نذرِ منظور: دارالعلوم حرم کے دیرینہ کرم فرما اور مخلص معاون قدیم خاں صاحب حاجی منظور علی صاحب تاجر مالک آرٹی پریس مخیر طبقہ میں محتاجِ تعارف نہیں، موصوف کو خدا تعالیٰ نے دردمند دل عطا کیا ہے، آپ اُن خوش نصیب بندوں میں ہیں جو حاضری حرم محترم کی لازوال دولت حاصل کر چکے ہیں، اور قیام حرم کے زمانہ میں اکثر و بیشتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں بھی تشریف لاتے رہے، خدا کے گھر میں اپنی اس اکثر سالہ علمی اور مذہبی تحریک سے آپ کو جو دلی لگاؤ اور سچا تعلق رہا اور آج تک ہے اُس کا ثبوت آپ کے وقیع و مہتم بالشان سفرنامۂ حجاز و مقامات مقدسہ "حقیقتِ حج" سے ملتا ہے، جس میں خصوصیت کے ساتھ دارالعلوم حرم کے اہم اور ضروری حالات پر آپ نے روشنی ڈالی ہے۔

خاں صاحب محترم بذاتِ خود صدر دفتر دہلی میں تشریف لائے، اور ایک مقصدِ خیر آپ کو یہاں تک لایا، آپ نے ایک ہزار روپیہ اپنی طرف سے اور ایک سو پچیس روپے عمر سنز کمپنی نئی دہلی کی جانب سے غربائے حرمین کی امداد کے لئے عنایت فرمائے، جو شخصیت خدا کے گھر کو ہمیشہ یاد رکھے اور امداد و اعانت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دے، وہ اہلِ حرمین کی دستگیری میں کب کوتاہ دست ہو سکتی ہے۔ دعا ہے کہ رب العزت آپ کو خیر و سعادت کی برکتوں سے مالا مال کرے اور آپ جیسے مخلصین کی بدولت ہم سب کی ہمتوں میں برکت و استقلال عطا فرمائے، اور حسن نیت اور حسن عمل کی توفیق سب کو مرحمت ہو۔

ایک بے ریا معاون: سرزمین بنگال کے علمی اور مذہبی خیال کے طبقہ میں مولانا شاہ ابوبکر صاحب مرحوم ایک ممتاز و باا ثر شخصیت تھے، اور اسی کے ساتھ وہ دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سچے بہی خواہ و محسن بھی تھے، ہمیشہ آپ نے سرزمین حرم پر اپنے اس قومی صدقۂ جاریہ کو یاد رکھا۔ دارالعلوم حرم کی خوش قسمتی ہے کہ مولانا مرحوم کے سچے جانشین مولانا ابونصر شاہ محمد عبدالحئی صاحب سجادہ نشین فرفرہ شریف نے اس رسمِ قدیم کو زندہ رکھا اور بنگال کے اس خاندانِ علم و رشد کو مرکزِ اسلام کے اس مرکزی دارالعلوم

جو تعلق رہا ہے وہ بحمد اللہ مولانا شاہ محمد عبد الحئی صاحب کے عہد نضر میں قوی تر ہو رہا ہے، آپ خصوصیت کے ساتھ اہل خیر اصحاب کو نہ صرف اس طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں بلکہ ہمیشہ دار العلوم حرم کے لئے رقوم امداد بھی فراہم کر کے ارسال فرماتے رہتے ہیں، گذشتہ ماہ آپ نے دو سو چھہتر روپے دار العلوم حرم کے لئے ارسال فرمائے ہیں، جو آپ کے خلوص اور خدا کے گھر سے گہرے تعلق کا ثبوت ہے، خداوند کریم ان مخلصین و اصحاب خیر کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

(بقیہ صفحہ ۳۔ یاد رفتگاں) ہم سب کو اس کا دلی افسوس ہے کہ آپ نے سات بچے اور ایک بیوہ چھوڑی، سب سے بڑا لڑکا دس بارہ برس کا ہے، جو مدرسہ کے شعبۂ تحفیظ میں زیر تعلیم ہے، اس نازک دور اور عالمگیر گرانی کے زمانہ میں اس عفیف النفس اور خوددار عالم دین کے معصوم و بیکس متعلقین ظاہری اسباب کے لحاظ سے بے یار و مددگار رہ گئے ہیں۔ مگر مسبب الاسباب ارحم الراحمین ہے، وہ پردۂ غیب سے انکی دستگیری کریگا، دعا ہے کہ رب العزت ان کی مغفرت کرے اور ہم سب کو اصلاح حال اور فکر مآل کی توفیق عطا فرمائے، اور دار العلوم حرم کو ان کا نعم البدل میسر ہو۔

یہ افسوسناک خبر بھی مرکزی دفتر مکہ معظمہ سے موصول ہوئی ہے کہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ میں دار العلوم حرم کے محب قدیم مولانا شاہ ابو شرف مجددی رام پوری، مہاجر حرمین شریفین کا طویل علالت کے بعد مکہ معظمہ میں انتقال ہو گیا، موصوف مولانا شاہ محمد معصوم صاحب مجددی مرحوم مہاجر مدنی کے خلف صادق اور جانشین تھے، طبقۂ مہاجرین اور خاص طور پر ہندوستانیوں میں آپ ہر دلعزیز تھے، مولانا ابو شرف صاحب مرحوم کی ذات سے مکہ معظمہ میں شعر و سخن کی یاد باقی تھی۔

مزاج میں لطافت، حسن خیال اور ادبی ذوق آپکو عطا ہوا تھا، اکثر آپ کا کلام ہندوستان کے معیاری رسالوں میں شائع ہوتا رہا، "معارف" اعظم گڈھ کے وسیع حلقہ میں مولانا ابو شرف مجددی کا نام محتاج تعارف نہیں۔

"ندائے حرم" کے صفحات میں دار العلوم حرم کے اس محب قدیم کی یاد کو باقی رکھنے کے لئے اس نمبر کا آغاز آپ کی اس یادگاری نظم سے کیا گیا ہے جو آپ نے فی البدیہہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سالانہ جلسہ ۱۳۹۵ھ کے لئے لکھی تھی یہ آپ کے دلی جذبات و احساسات کا آئینہ ہے اور ہمارے لئے آپکی "ادبی باقیات" کا ایک قابل قدر تحفہ ہے۔

ہم دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اور کارکنان صدر دفتر دہلی کی جانب سے رام پور اور مکہ معظمہ میں اس محترم خاندان کے تمام افراد اور خاص طور پر آپ کے متعلقین سے اس حادثہ پر اظہار ہمدردی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے۔

بصائر

حلّت اور حرمت کا اسلامی قانون

مسٹر ہنری فورڈ کا فیصلہ کن بیان

اسلام ہی دنیا میں وہ مذہب ہے جس کے تمام اصول و مسائل بے شمار حکمتوں پر مبنی ہیں۔ اس کے اوامر و نواہی میں اخلاقی روح کو خاص طور پر محفوظ رکھا گیا ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے حلال و حرام کے جو حدود قائم کئے ہیں وہ اتفاقی یا غیر عقلی ہیں۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ حلت و حرمت کے قانون میں اشیا کے فطری خواص کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے اور بلا وجہ کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا گیا، مثلاً اسلام نے خنزیر کی حرمت پر بہت زور دیا ہے، کھانے کے قابل جانوروں کے نام شمار کرائے ہیں، جو کھانے کے قابل نہیں ہیں انہیں نامرغوب اور نجس قرار دے کر ان کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے، دنیا حیران تھی کہ کھانے پینے کی چیزوں کو حلال و حرام سے کیا تعلق اور حلت و حرمت کے درمیان امتیاز قائم کرنے سے کیا فائدہ؟ آخر سور کیوں حرام قرار دیا گیا، کتے کو شریعت نے کیوں نجس بتایا، پرندوں میں جائز اور ناجائز کی تقسیم کیوں روا رکھی، کھانے پینے کی اشیا کو اخلاق اور روحانیت سے کیا تعلق؟ بظاہر یہ کوئی معقول بات نہیں، کہ نفس پر امتناعات قائم کر کے انسان اپنے معاشرتی اور معاشی دائرہ کو محدود کر لے اور یہ سمجھے کہ اس نے اس ذریعہ سے روحانیت اور اخلاق کی تکمیل کی ہے، یہ امتناعات تو وحشی قبائل کے ابتدائی دستور تھے، اور وہ اُس وقت تک قائم رہے جب تک تہذیب و شائستگی کا کوئی معیار قائم نہ ہوا، لیکن اب تو ایک مدت سے زندگی کا ایک مستقل نظام قائم ہو چکا ہے، معاشرت کے خاکے مکمل ہو چکے ہیں، مدنی اور عمرانی اصول

انسانیت کا عملی دستور بن چکے ہیں اور نظام حیات کا ہر شعبہ تشکیل پا چکا ہے۔ اس کے بعد بھی قبائلی رسوم وعادات پر اصرار کرنا دور وحشت کی طرف رجوع کرنے کے مرادف نہیں تو اور کیا ہے؟

حلت وحرمت کے باب میں مذہب شکن طبقہ کا یہ وعظ ہم مدت سے سنتے آتے ہیں لیکن اس کا کیا علاج کہ سائنس وحکمت کی ترقی کی وجہ سے ان کے خیالات خود دقیانوسیت کا جامہ پہنتے جاتے ہیں اور جو تلوار وہ دوسروں پر چلانا چاہتے ہیں اس کا وار خود ان ہی پر ہونے لگا ہے۔ انہوں نے مذہب کے خلاف سائنس کا سہارا لیا لیکن سائنس خود اُن کی مخالف بن گئی۔ انہوں نے علم وحکمت اور تجربات کی آڑ میں اسلام کے ناقابل تسخیر قلعہ کو گرانا چاہا، مگر بہت جلد معلوم ہو گیا کہ علم وحکمت کی دنیا خود اُن سے مُنہ موڑنے لگی ہے، اور ان کا آخری سہارا بھی بڑی حد تک ٹوٹ چکا ہے۔

ہنری فورڈ کی تحقیق - حال میں ایک تازہ کتاب انگلستان سے شائع ہوئی ہے جس کے مصنف چارلس ڈف نے مسٹر ہنری فورڈ کی مندرجہ ذیل رائے نقل کی ہے۔

"بہت سے علی جرائم غلط خوراک کا نتیجہ ہیں، اگر لوگوں کو یہ بات سکھائی جائے کہ انہیں کیا چیز کھانی اور کیا چیز نہ کھانی چاہیئے تو پھر ہسپتالوں اور قید خانوں کی زیادہ ضرورت باقی نہیں رہتی، بعض گوشت محرک جرائم ہیں، اور بعض کھانے کی چیزیں ایسی ہیں جو براہ راست صحت پر اثر انداز ہوتی ہیں، اگر خوراک کا مسئلہ طے ہو جائے تو جرائم وامراض کے اعداد وشمار میں بے انتہا تخفیف ہو سکتی ہے۔"

مسٹر ہنری فورڈ نہ تو ملا ہیں نہ فقیہ، نہ قدامت پرست ہیں۔ نہ غیر مہذب اور تاریک خیال وہ امریکہ کے بہت بڑے سرمایہ دار، بہت بڑے تعلیم یافتہ اور بہت بڑے تجربہ کار ہیں۔ انہوں نے اپنے خرچ سے سائنٹیفک تحقیقات کی بھی ایک تجربہ گاہ قائم کر رکھی ہے، لیکن وہ بھی "حلال وحرام" کی تقسیم میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ بعض چیزیں کھانے کے قابل ہیں اور بعض نہیں، اُن کا دعویٰ ہے کہ غلط قسم کی خوراک انسان کو یا تو جرائم پیشہ بنا دیتی ہے، یا اس کی صحت تباہ

کر ڈالتی ہے۔

آج ہمری فورڈ حلال و حرام میں تمیز کرتا ہے تو وہ روشن خیال ہے، تعلیم یافتہ ہے، محقق ہے اور اس کو نہ قدامت پرست کہا جاتا ہے اور نہ غیر مہذب اور وحشی قرار دیا جاتا ہے، لیکن اسلام نے یہی حقیقت زیادہ وضاحت اور وثوق کے ساتھ بیان کی اور حلال و حرام، جائز و ناجائز کے حدود قائم کئے تو خود ساختہ روشن خیالوں کو شرم آنے لگی اور وہ تنقید و تنقیص کا ہتھیار لے کر مقابلہ پر آگئے، یاد رکھئے اسلام اپنی جگہ قائم رہے گا۔ علم و تحقیق کو اپنی جگہ چھوڑنی پڑے گی تحقیقات کا میدان وسیع ہوتا جائے گا اور دنیا دیکھے گی کہ اسلام اس میدان میں سب سے آگے ہے، مسلمان کو نادم ہونے کی ضرورت نہیں، قدرت نے کچھ ایسا سامان کر دیا ہے کہ اسلام کے مخالف قدم قدم پر شرمندہ ہوں گے، اور انکار کرنے کے بعد انہیں اعتراف پر مجبور ہونا پڑے گا۔

اسلامی عہد کا تمدن:- ہم یورپ کی ترقی سے مسحور ہو چکے ہیں، ہم پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا ہے محض اس لئے کہ ہم تہذیب جدید سے مرعوب ہیں، بجلی کی روشنی، صاف اور کشادہ سڑکیں، ریل اور موٹریں اور سر بفلک عمارات اور نزہت افزا پارک، اسباب حمل و نقل کی فراوانی سلسلۂ رسل و رسائل کی وسعت، اختراعات جدیدہ کا نا متناہی سلسلہ، ان تمام چیزوں کو سامنے رکھ کر اگر ہم یہ کہیں کہ تہذیب جدید کے یہ مرعوب کن لوازمات بھی یورپ کو مسلمانوں سے ورثہ میں ملے ہیں تو مسلمان ہی ہم پر خندہ زن ہوں گے، کہ کہاں مسلمان اور کہاں یورپ کی تہذیبی اور عمرانی ترقی، اس خیال سے ہم اپنی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے دعویٰ پر یورپ کا کوئی مورخ روشنی ڈالے اور وہ ہماری تہذیب کی داستان خود سنائے۔

ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر اسلامی تمدن کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"خلفائے اندلس نے مشرقی عیش و عشرت کے کل لوازمات فراہم کر رکھے تھے، ان کے قصر و ایوان شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھے، اُن کے دلفریب باغوں کی فضاؤں کو دیکھ کر آنکھوں میں طلسمات کا نقشہ پھر جاتا تھا، یورپ کی تہذیب آج کے دن بھی اس سلیقہ، اس قرینہ اور

اس لطافت مذاق سے معرا ہے، جو اندلسی عربوں کے پایۂ تخت میں اپنی جھلک دکھاتی تھی، ان کے شہروں میں کوئی سڑک ایسی نظر نہ آتی تھی جس پر کنارے کٹے ہوئے نہ ہوں، اور رجورات کے وقت قندیلوں سے نہ جگمگاتی ہو۔ اُن کے مکانات نقش و نگار سے مزین اور قالینوں کے پُر تکلف فرش سے آراستہ ہوتے تھے۔ موسم سرما میں انہیں دہکتے ہوئے تابدان گرم رکھتے تھے اور گرمیوں میں معطر اور معنبر ہوا جو پھولوں کی کیاریوں سے چل کر زمین دوز نالیوں میں سے ہوتی ہوئی آتی تھی، انہیں خوش گوار ٹھنڈک پہنچاتی تھی، نفیس حمام، شاندار کتب خانے، کھانا کھانے کے فرحت افزا کمرے، پانی اور سیماب کے دلربا فوارے ان کے تمدن کی دولت کو دوبالا کرتے تھے، اس حاشیہ آرائی سے بہتر یہ ہے کہ اس زمانہ

یورپ کے تمدن کا نقشہ:- یہی ڈاکٹر ڈریپر اسلامی اور عربی تمدن کے مقابلہ پر مغربی تمدن کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

"اس وقت براعظم یورپ میں نشیبی مقامات اور دریاؤں کے دونوں جانب سینکڑوں میل تک دلدلیں پھیلی ہوئی تھیں جن میں سے عفونت انگیز بخارات نکل نکل کر دور دور تک وبا پھیلاتے تھے، پیرس اور لندن میں مکانات لکڑی کے تھے، اور چھتیں پُرال یا سرکنڈوں کی تھیں۔ ان مکانوں میں روشندان اور کھڑکیاں تک نہ ہوتی تھیں، دری یا قالین ایسا سامان آرائش تھا جسے کوئی جانتا نہ تھا، گھروں میں دودکش بھی نہ ہوتے تھے، بدررویں بالکل موجود نہ تھیں اور صفائی کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا، سڑے ہوئے فضلہ اور کوڑے کرکٹ کا ڈھیر دروازوں پر لگا رہتا تھا مرد، عورت، بچے سب ایک ہی کوٹھڑی میں سوتے تھے، اور گھر کے جانور بھی اس میں ٹھونس دیے جاتے تھے، اس طوفان بدتمیزی میں ممکن نہ تھا کہ حیا اور اخلاق قائم رہ سکتے، بستر پُرال کا ہوتا تھا، جسمانی صفائی سے لوگ مطلق آشنا نہ تھے، بڑے بڑے حکام و عمائد ملک حتیٰ کہ کنٹربری کے لاٹ پادری جیسے جلیل القدر لوگ اس درجہ گندے ہوتے تھے کہ ان کے کپڑوں میں جوئیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی، سڑکیں نہ تو صاف ہوتی تھیں نہ اُن پر روشنی کا کوئی انتظام ہوتا تھا، کوڑا بلا تکلف باہر پھینک دیا جاتا تھا، جو غریب راہ گیر کسی تنگ و تاریک گلی میں سے ہاتھ میں شمع

ہوئی لالٹین لئے گذرتا تھا وہ اس آلائش اور گندگی سے ملوث ہو جاتا تھا۔ لوگ ساگ پات موٹھ مٹر یہاں تک کہ درختوں کی چھال تک کا استعمال کرتے تھے۔

خاص برلن کی حالت پر مصنف لکھتا ہے کہ:۔

"سترھویں صدی کے شروع میں برلن کی گلیوں کی یہ حالت تھی کہ ان کو کبھی صاف نہیں کیا جاتا تھا۔ اس شہر کا قانون یہ تھا کہ جو دیہاتی خرید و فروخت کے لئے اپنا چھکڑا لے کر بازار میں آئے وہ واپسی کے وقت چھکڑے میں کوڑا کرکٹ بھر کر لے جایا کرے"۔

اسلام اور یورپ کے دونوں نقشے آپ کے سامنے ہیں۔ لیکن ان میں جو چیز قابل ذکر، قابل توجہ اور قابل عبرت ہے، مصنف کا یہ فیصلہ ہے کہ

"اس کے بعد قرطبہ اور غرناطہ کے اسلامی طریقہ کو پیش نظر رکھ کر سرکاری طور پر روشنی کا انتظام کیا گیا"۔

(ان حوالوں کے لئے دیکھئے ڈریپر کی کتاب "معرکہ مذہب و سائنس")

اگر یہ بیانات ہماری طرف سے ہوتے تو ان کو خودستائی اور مبالغہ بلکہ کذب پر محمول کیا جاتا۔ لیکن شکر ہے کہ ڈریپر گواہی دیتا ہے کہ یورپین تمدن کی اصلاح اندلس کے اسلامی طریقہ سے ہوئی، اور تہذیب جدید کے کل لوازمات کی داغ بیل مسلمانوں نے ڈالی۔ افسوس آج مسلمان یورپ کا تماشہ حیرت کے ساتھ دیکھ رہا ہے اور نہیں جانتا کہ کسی زمانے میں وہ خود یورپ کے لئے تماشہ تھا۔

مخلوط تعلیم کا تجربہ:۔ لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کے نتائج بد سے بہت سے ممالک آگاہ ہو چکے ہیں اور "بعد از خرابی بسیار" دنیا پھر "ملائیت" کی طرف لوٹ رہی ہے۔

اس سلسلہ میں مذہبی طبقہ نے جب کبھی کچھ کہا تو اسے تاریک خیال ملّا کا خطاب دیا گیا اور ہمیشہ یہ کہا گیا کہ علماء اسلام عصری رجحانات اور ذہنی تغیرات سے قطعاً ناواقف ہیں، تعلیم کے

باب میں اُن کی رجعت پسندانہ ذہنیت ناقابل برداشت ہو چکی ہے، یورپ کو دیکھئے، تہذیب جدید کو دیکھئے، فلاسفروں اور پروفیسروں کو دیکھئے، کیا یہ پوری دنیا ناسمجھ ہے؟ سب بے حیا ہیں سب دشمن انسانیت ہیں؟ ہرگز نہیں صرف علما رتنگ خیال، تنگ نظر اور تنگ دل ہیں کہ مخلوط تعلیم میں انہیں مفاسد نظر آرہے ہیں، خدا کی شان! جن ممالک کی نقالی میں ہم لوگ اپنی بھی سمجھ بوجھ کھو چکے ہیں اُن ہی کی طرف سے "روشن خیال نقالوں" کو جواب بھی دیا جا رہا ہے ملّا کا جواب کون سنتا ہے، سننے کے قابل وہ جواب ہے جو استاد کی طرف سے ہو۔

روس کی من حیث القوم اجتماعی زندگی میں مذہبی اور اخلاقی رجحانات کی کمی سے نہ تزکیۂ نفس ہے اور نہ حسن عمل، عام اور مخلوط تعلیم میں اس کی پالیسی شاہکار کا حکم رکھتی ہے، تاہم زمانہ اور تجربہ کسی نہ کسی وقت حق کا ساتھ دیتا ہے، اور جو کسی حقیقت کا بھی قائل نہیں ہوتا اُسے مجبوراً سر تسلیم خم کرنا ہی پڑتا ہے، آئی۔ پی۔ ایس کا ایک بحری تار مظہر ہے کہ

"سوویٹ روس نے لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کو خیرباد کہہ دیا ہے"۔

جو ملک خدا سے آزاد، مذہبی پابندیوں سے آزاد، اخلاقی قیود سے آزاد ہو وہ آسانی سے مخلوط تعلیم کو خیرباد نہیں کہہ سکتا، طویل تجربوں کے بعد یقیناً ایسی معاشرتی اور اجتماعی خرابیاں سامنے آئی ہوں گی جسے روس کے ماہرین تعلیم برداشت نہ کر سکے، اور انہیں مجبور ہو کر لڑکیوں کو لڑکوں سے علیحدہ کرنا پڑا۔ گویا روشن خیالی پر تاریک خیالی کو ایک اور فتح حاصل ہوئی۔

خوش خبری

پانچسو صفحہ سے زیادہ اور کم از کم دس روپیہ غلہ قیمت کی نہایت عمدہ چھپی ہوئی کتاب "البشریٰ" جس میں تمام وہ پیش گوئیاں مع اصل عبرانی عبارتوں اور ان کے ترجموں اور تفسیروں کے درج ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحف انبیا رسابقین میں پائی جاتی ہیں) ذیل کے پتہ پر مفت ملتی ہے۔ (ندائے حرم کا حوالہ ضرور)

مولوی حاجی محمد مقتدیٰ خاں صاحب اٹاوی۔ علی گڈھ

اسلام کا احسانِ عمیم

یہود، اسلامی اور نصرانی دورِ حکومت میں

یہودیوں کی تاریخ ایک ایسی عبرت انگیز تاریخ ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی، یہ قوم دو ہزار سال سے پامال روزگار ہے، اور اپنی حرص اور دنیا پرستی کی وجہ سے قید، غلامی اور جلاوطنی کی غیر مختتم مصیبتوں میں گرفتار چلی آتی ہے، رومیوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ جو سلوک کیا، اور اسکندر اعظم نے اس کی شہ رگ کو کاٹنے میں جو کوششیں کیں وہ تاریخ کے اوراقِ پارینہ سے نمایاں ہیں۔ آج بھی عدل و مساوات کے دور میں جرمنی کے مختار مطلق نے جو سلوک یہودیوں کے ساتھ کیا ہے وہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، یہ قوم سود خوری اور سرمایہ داری کی بدولت دنیا کے حکمرانوں کو اپنے قبضہ میں رکھتی ہے اور حکومتوں کو قرض دے کر اپنی شرارتوں کا جال پھیلاتی ہے، اس کے باوجود دولت و نکبت اس کی ہمرکاب ہے، آج استعماریت کے فلسفہ نے یورپ اور امریکہ کو یہود کی ہمدردی پر آمادہ کیا ہے، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ نصرانی حکومتیں اور قومیں ہمیشہ یہود کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتی آئی ہیں اور آئندہ بھی ان کا طرزِ عمل ایسا ہی رہے گا، حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کا سرمایہ یورپ کو ان کی حمایت پر مجبور کر رہا ہے اور کچھ سیاسی اغراض ہیں جن کی بناء پر بنی اسرائیل امریکہ کے دروبست پر قابض ہیں۔ ورنہ یہی نصرانی حکومتیں اور قومیں جو سلوک یہود کے ساتھ کر چکی ہیں۔ وہ اس درجہ شرمناک اور بھیانک ہے کہ یورپ انصاف کے سامنے سر اٹھانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ ہم سطورِ ذیل میں اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہودیوں کے ساتھ عیسائیوں نے کیا سلوک کیا اور اسلام کی رحمتِ عامہ ان پر ابرِ رحمت بن کر کس طرح برسی۔

اسپین کے یہود: یورپ میں یہودیوں پر عیسائیوں نے جو مظالم کئے ہیں اس کی داستان بہت طویل ہے، موجودہ دور سے پہلے کوئی دور ایسا نہیں گذرا، جس میں ہر عیسائی ان سے

رت نہ کرتا ہو اور ان کو بدنام کرنے میں اپنی نجات نہ سمجھتا ہو، "مقدس" اکلیروس نے بہت سے منکرات رفواحش ان کی طرف منسوب کئے اور حکومتوں نے ان کو شہری اور انسانی حقوق سے محروم کیا عدالتوں ں ایک مسیحی کے خلاف ایک یہودی کی شہادت ناقابل اعتبار قرار دی گئی، سرکاری مناصب اور عہدوں کے دروازے ان پر بند کر دیئے گئے، اور ہر شخص کو انہیں غلام بنانے کا پروانہ عطا کر دیا گیا، ہودیوں کے لئے موسوی شریعت میں جو چیزیں حرام تھیں وہ انہیں زبردستی کھلائی گئیں، ختنہ کی ممانعت ور ان کے مال کو لوٹنے کا طوفان ہر طرف برپا کر دیا گیا، ان کی مذہبی کتب نذر آتش کی گئیں اور ان کی نقل و رکت پر پابندیاں لگا کر ان کی شہری آزادی سلب کر لی گئی۔

اسپین میں طلیطلہ کی سترھویں مجلس کا یہ حکم نافذ ہوا کہ یہودیوں کی املاک و جائداد پر قبضہ کر لیا جائے س حکم کی رو سے انہیں غلام بنانے کی عام اجازت تھی، ہالینڈ کے مستشرق ڈوزی تاریخ اسپین جلد ثانی میں لکھتے ہیں۔

"کیتھولک عیسائی اور پادری یہودیوں پر ستم توڑنے میں سب سے آگے تھے انہوں نے بنی اسرائیل کی ایذا رسانی میں کوئی کمی نہ رکھی، فرانس کا مورخ مثلث لکھتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں جب لوگ دریافت کرتے کہ سارا جہان جسے کلیسا کی ظل حمایت میں فردوس بریں ہونا چاہیئے تھا وہ آج جہنم کدہ کیوں بنا ہوا ہے، تو کلیسا کی طرف سے اس کا ایک ہی جواب تھا، کہ یہودیوں پر خدا کے غضب کی آگ بھڑک رہی ہے، سنہ ۶۱۶ء میں شاہ شبٹ کا دور یہودیوں کے حق میں نہایت ہی تاریک دور تھا، کلیسا نے ان کو ایک سال کی مہلت دی کہ وہ اس عرصہ میں عیسائی ہو جائیں، یا پھر انہیں اسپین سے نکال دیا جائے گا اور ان کی املاک بھی ضبط کر لی جائیں گی، اسی کے ساتھ ہر یہودی کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے، اس اعلان کے بعد خوف سے نوے ہزار یہودیوں نے دین مسیحی اختیار کیا اور خفیہ طریقہ سے شریعت موسوی پر عمل کرتے رہے۔

پادریوں کی چوتھی مجلس منعقدہ طلیطلہ میں یہ قرار پایا کہ یہودیوں سے تو کوئی تعرض نہ کیا جائے لیکن ان کے بچے کلیسا کے حوالہ کر دیئے جائیں، تاکہ ان کی تربیت نصرانی طریقہ پر ہو۔ پھر چھٹی مجلس نے

حکم دیا کہ جب تک مذہبی مجالس کی تمام تجاویز کا نفاذ عمل میں نہ آئے کوئی شخص شاہ اسپین کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے۔ شاہ اجیکا نے یہودیوں کے متعلق جو احکامات جاری کئے ان میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ یہودیوں کی ایک جماعت ان لوگوں کی غلامی میں رہے گی جو خود بھی ہسپانوی امراء کے غلام ہیں۔

جب مسلمانوں نے اسپین فتح کیا تو اس وقت یہود سخت عذاب میں مبتلا تھے، مسلمانوں نے انہیں غلامی سے آزاد کیا مذہب اور دین کی پوری پوری آزادی انہیں دے دی۔ اسی لئے اسپین کے تمام غلام اور باشندے اسلام اور مسلمانوں کے انصار و مددگار بن گئے"۔

انگلستان سے یہودیوں کا اخراج:- فریڈرک ثانی جو مسلمانوں اور یہودیوں کے فضائل کا اس لئے معترف تھا کہ انہوں نے اس کی رعایا میں علوم وفنون کو ترقی دی تھی، مگر اس نے بھی ایک حکم کے ذریعہ یہودیوں کو غلام بنانا اور ان کی املاک پر قبضہ کرنا جائز قرار دے دیا تھا۔

تیرھویں صدی کے اواخر میں انگریزوں نے یہودیوں کو حکم دیا کہ وہ ضمانت کے طور پر بارہ لاکھ پونڈ حکومت کے خزانہ میں داخل کریں، تین سال کے اندر اس طریقہ سے یہودیوں کی تمام دولت چھین لی گئی اور انہیں انگلستان سے نکال دیا گیا۔

روم میں حالت یہ تھی کہ ہر جانور کا قتل قابل مواخذہ تھا لیکن کسی یہودی کے قاتل کا پتہ لگانا حکومت کے فرائض سے خارج تھا، روم میں ۱۰۲۰ء میں ایک زبردست زلزلہ آیا، جب پر پوپ بنڈکٹ ہشتم کو اطلاع دی گئی کہ زلزلہ ٹھیک اس وقت آیا جب کہ یہود اپنے معبد میں نماز ادا کر رہے تھے گویا اُن کی نماز پر خدا کی طرف سے یہ عتاب نازل ہوا، چنانچہ پوپ نے یہودیوں کی گرفتاری کا حکم دیا اور بہت سے یہودی قتل کر دیئے گئے۔

اسلام کی رحمت عامہ اس کے مقابلہ پر اسلامی حکومتوں میں بنی اسرائیل کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ ہوا اور ان کو اپنی عزت و رفعت برقرار رکھنے کا کہاں تک موقع ملا؟ اس کا جواب بھی تاریخ ہی سے ملے گا۔ اسلامی دور سیاست میں یہود کو جو عروج اور مرتبہ حاصل ہوا اس

کی نظیر خود بیت المقدس میں بھی نہیں مل سکتی، نہ صرف علمی خدمات میں بلکہ سیاست وتجارت اور صنعت وحرفت میں یہودی مسلمانوں کے دوش بدوش ترقی کرتے رہے ۔

یہودی علماء اسلامی دور میں علمی تحقیقات اور خدمات میں مشغول ہوئے، دولت عباسیہ میں انہوں نے اطمینان کے ساتھ علوم قدیمہ سے استفادہ کیا اور نہ صرف علمی ذخائر کو عربی اور عبرانی میں منتقل کیا بلکہ دمشق، بغداد، قرطبہ اور قاہرہ میں بیٹھ کر مختلف علوم وفنون پر کتابیں تصنیف کیں ۔

اندلس میں دسویں صدی عیسوی کے آغاز سے بارھویں صدی تک یہودیوں کو جو سیاسی اور علمی تفوق حاصل ہوا، اس زمانہ کی تاریخ اس کی شہادت دے رہی ہے ۔ خلفائے اسلام نے ہر قوم کے علماء کی خدمات حاصل کیں اور علمائے یہود کو بھی اس میں پورا حصہ ملا، سلاطین نے نہ صرف یہودیوں کو مناصب جلیلہ پر مامور کیا بلکہ ان کے اطباء، مہندسین اور فلاسفہ کی پوری سرپرستی کی، یہودی علماء کا احترام اور ان کے مذہبی رسوم وشعائر کی پاسبانی خلفاء کا ایک دستور تھا، یہاں تک کہ خلیفہ ہشام ثانی نے یہودی علماء کے تالمود (یہودی حدیثوں) کا ترجمہ کرایا کہ علماء اسلام بھی یہودیوں کے مذہبی خیالات وعقائد سے واقف ہوں ۔ اور جانبین کو افہام وتفہیم کا موقع ملے ۔

مسلمان بادشاہوں کے یہودی وزراء

احبار یہود میں حسدائی ابن اسحٰق خلیفہ ناصر کا وزیر مقرر کیا گیا ۔ صموئیل بن عریف جو علم فلک اور فن شاعری میں اُستاد کامل اور ہفت زبان تھا اس کو حاکم غرناطہ نے اپنا وزیر ومشیر مقرر کیا، خلیفہ الحکم نے یہودیوں کو اپنا سفیر بنا کر یورپین سلاطین کے پاس بھیجا اور بہت سے مہمات ان کے سپرد کئے، طلیطلہ، قرطبہ اور اشبیلیہ کے علمی مدارس میں احبار یہود کو پروفیسر مقرر کیا گیا، ابن قریش لغوی اور ابوالحجاج یوسف سبتی دولت امیہ کے مشہور طبیب اور ندیم تھے ۔

جس وقت اسپین سے عربی حکومت کا خاتمہ ہوا تو یہ لوگ عربوں کے سرمایۂ علم کو لے کر یورپ میں منتشر ہوگئے، اور جہاں پہنچے علم وفلسفہ کے باغ لگاتے گئے، چنانچہ فرانس، پرتگال اور اٹلی کو ان لوگوں نے عربی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون سے مالا مال کر دیا، لیکن کچھ عرصہ بعد ہی فرانس میں یہودیوں کے

خلاف نعرۂ بغاوت بلند ہوا، اور ہر جگہ انہیں ذلیل کیا گیا، پیرس میں صرف ایک روز کے اندر یہودیوں کی ۲۴ ہزار کتابیں جلا کر خاک سیاہ کر دی گئیں۔ ان کی کتابوں کی اشاعت اور عبرانی زبان کی ترویج کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔

انگلستان سے ۱۲۹۰ء میں تمام یہودی خارج کر دیئے گئے اور ان کو واپس ہونے کی اجازت ۱۶۵۶ء تک نہ دی گئی، اس کے بعد امسٹرڈم کے مشہور یہودی منسی ابن اسرائیل کی کوششوں سے کرامویل کے زمانہ میں جلاوطنی کے احکام منسوخ ہوئے اور یہودیوں کو انگلستان کی سرزمین پر دوبارہ قدم رکھنے کا موقع ملا۔

عیسائیوں کے مظالم اور مسلمانوں کی رواداری کے واقعات ایسے نہیں ہیں جو یہودیوں کے علم میں نہ ہوں۔ حال ہی میں انگلستان کے ایک یہودی نے "مسائل یہود" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں ان تاریخی حقائق کا کھلے طور پر اعتراف کیا گیا ہے۔

مگر یہ سب کچھ جانتے ہوئے آج تمام یہودی قوم استعماری اغراض کی آلۂ کار ہے، اور مسلمانوں کے حرمِ ثالث کو اپنا وطن بنانے پر زور تول رہی ہے۔ کل جو قوم مسلمانوں کے زیر سایہ امن و سلامتی کی زندگی بسر کر رہی تھی اور اسلامی حکومتوں کی پناہ میں تھی، اس وقت یہی یہودی قوم پورے عالم اسلامی کے لئے ایک مجسم خطرہ ہے اور جزیرۃ العرب کی اسلامی روح کو مضمحل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بن رہی ہے حرمِ ثالث بیت المقدس پر یہودیوں کا تسلط مسلمانوں کی بے بسی اور بے چارگی کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

موج کوثر

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کے لئے ایصال ثواب

اپنے جانے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے تاکہ آنیوالے آپ کو یاد رکھیں
اپنے خاندان کے مرحومین کیلئے مکہ معظمہ میں کعبہ کے زیر سایہ ایصال ثواب کیجئے!
یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے۔
آپ جو روپیہ ہندوستان میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔
اس کی آمدنی وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقم
۱	بروح پاک سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم	جناب محمد عبدالرشید صاحب شغف سیتاپی کلٹی	۸ روپے
۲	" " سرکار دوعالم، بروح پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی	ایک اہل خیر جزاہ اللہ۔ از قنوج۔	[illegible]
۳	" " سرکار دوعالم بروح پاک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی	جناب اقبال محمد شاہ صاحب تمکر بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب	سے ر
۴	" " بروح پاک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم	" شیخ رفیق احمد صاحب بتوسط جناب شیخ جیون بخش صاحب انصاری مرسلہ منگلور	۶ ر
۵	بروح والدہ صاحبہ مرحومہ خود	" شیخ محمد علی صاحب انصاری منگلور مرسلہ "	عصہ ر
۶	بروح پاک سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم	محترمہ اہلیہ صاحبہ حافظ فیاض علی صاحب منگلور "	عصہ ر
۷	" "	جناب منشی محمد اشفاق صاحب میرٹھ	عصہ ر
۸	بروح محترمہ بسم اللہ صاحبہ مرحومہ	" حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی	عصہ ر
۹	بروح پاک سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم	" شیخ محمد خضر صاحب انصاری بتوسط شیخ جیون بخش صاحب انصاری منگلور مرسلہ جناب حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی۔	عصہ ر
۱۰	" "	" شیخ محمد صدیق صاحب " " " "	عصہ ر

میزان ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ [illegible]

سبیل کوثر

اہل حرمین شریفین کی امداد و دستگیری

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لئے امدادی رقوم

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

خداوند کریم کا شکر و احسان ہے کہ وہ خادمان دار العلوم حرم سے متعدد کام لے رہا ہے، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کو ملک کے مختلف مقامات سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعض خاص اصحاب اور عام غربا و مساکین یا بیوگان و یتامیٰ اور دوسرے امور خیر کے لئے حسب ذیل رقوم ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ وصول ہوئی ہیں، یہ ایک نیک کام کی توفیق ہے جو دار العلوم حرم کی اہل خدمت کے ساتھ ہمارے حصہ میں آئی ہے، یہ رقوم مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو معطیان کی ہدایت کے مطابق مستحقین تک پہنچانے کے لئے بھیج دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے   آتے ہیں جو کام دوسروں کے

نمبر	نام نامی	رقم	نمبر	نام نامی	رقم
۱	جناب مولانا مفتی محمد یونس صاحب۔ لائل پور	عسہ	۹	جناب محمد بشیر صاحب انصاری مہنداول	عسہ
۲	مسلمانان چنیوٹ بذریعہ جناب مرزا محمد سعید صاحب مرسلہ	مالاسہ / ۶ر	۱۰	” شیخ علی حسین صاحب صدیقی سیوتہ	مالله عسہ
۳	میسرز عمر سنز کمپنی۔ نئی دہلی	ماعسہ	۱۱	” شہریار احمد خاں صاحب ”	عسہ
۴	جناب حسیم یار خاں صاحب فورٹ عباس	للعسہ	۱۲	” سراج احمد صاحب جبل پور	وعسہ
۵	” مولوی محمد ارشاد صاحب چودھری موضع عنایت آباد	ہسہ	۱۳	” منشی عبد الرحیم صاحب مظفر نگر	مار
۶	” حاجی فہیم الدین صاحب کان پور	لسہ / ۴ر	۱۴	” آفتاب علی صاحب بتوسط جناب محمد امجد اللہ صاحب فارم کیپر گنج	صہ
۷	محترمہ بیگم صاحبہ جناب ڈاکٹر کیپٹن سید اجمل حسین صاحب کرنال	صہر	۱۵	” خان بہادر سید زاہد علی صاحب سبزپوش گورکھپور	لعسہ
۸	جناب محمد حنیف صاحب کانکی نارا	معہر	۱۶	” خان صاحب حاجی منظور علی صاحب تاب دہلی	الـ ””

میزان ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ   ا ۱۳۶۳ / ۱۲ر

پہلی اسلامی مملکت کا قیام

اور

اس پر جاہلیت عرب کے معاشی نظام کا اثر

(از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی، پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

حَامِداً وَمُصَلِّیاً

(۳)

ان میلوں کے ساتھ ساتھ اشہر حُرُم یعنی محفوظ و محترم مہینوں کا ادارہ بھی قابل لحاظ اہمیت رکھتا ہے، نہ معلوم یہ عرب میں کیسے آیا اور کب سے رائج تھا، بہرحال حروب صلیبیہ کے زمانہ میں فلسطین وغیرہ کے مسلمان عربوں سے اخذ کر کے پوپوں نے عیسائی یورپ کے نزاع کو کم کرنے کی اسی طرح کی ایک ناکام کوشش کی تھی جو خدائی امن (TRUCE OF GOD) کے نام سے مشہور ہے، عربوں کا یہ نظام زمانہ جاہلیت میں یوں تھا کہ ذی قعدہ، ذی حجہ اور محرم کے مسلسل تین مہینے اور رجب کا ایک مہینہ محترم و محفوظ سمجھے جاتے، خطبہ حجۃ الوداع میں "رجب مُضر" کا جملہ آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبائل ربیعہ کا بھی کوئی الگ زمانہ محفوظ مہینوں کا ہونا ہوگا، اوپر پڑھی ہوئی باتوں کی یاد تازہ کی جائے گی تو نظر آئے گا کہ رجب میں صحار اور دبا کے اہم میلے لگتے، جہاں خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بنوت سے پہلے تشریف لیجانے اور طویل مدت گذارنے کا مسند احمد بن حنبل میں اشارہ ملتا ہے اور ذی قعدہ، ذی حجہ اور محرم میں عکاظ، منیٰ خیبر اور یمامہ کے زبردست اجتماع ہوتے، یمامہ کا غلہ مکہ تک آتا، ذی حجہ میں مکہ معظمہ میں حج اور منیٰ کے میلے اس لئے مبارک تھے کہ دور دراز کے لوگوں کو پورے تین مہینے امن کا یقین رہتا کہ جا کر واپس آنے تک چاہے وہ عرب کے کسی حصہ سے کیے تک کیوں نہ ہو کوئی خطرہ نہیں

کیونکہ ذی حجہ کے علاوہ اس سے ایک مہینہ پہلے اور ایک مہینہ بعد بھی حرام زمانہ رہتا جو عرب کے بعید ترین گوشوں سے آنے اور واپس جانے کیلئے کافی تھا، اس نے ناگزیر محافظین کعبہ یعنی قریش کی جو عظمت تمام عرب کے ذہنوں پر نقش کردی ہوگی وہ کسی بیان کی محتاج نہیں، سیرۃ ابن ہشام کے مطابق اشہر حرم کے ساتھ ایک ادارہ نسل بھی تھا، جس کے تحت قریش کے چند خاندانوں کو پورے عرب میں تین مہینے نہیں بلکہ مسلسل آٹھ مہینے محفوظ و مامون حالت میں ملتے۔

اس نظام کا اثر تمام عرب سے لوگوں کا مکہ مکرمہ آنا اور مکہ والوں کا عرب اور عرب کے باہر عراق و شام اور مصر و حبشہ تک مسلسل آنا جانا۔ اس کے اثرات پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہی ہوگا، اس نے پورے عرب کی مختلف علاقہ وار بولیوں میں قربت پیدا کر کے ایک مشترکہ معیاری بولی پیدا کرنے میں حصہ لیا ہوگا، اس نے عربوں میں احساس یگانگی کو تقویت دی ہوگی، اس نے تمام عرب کے رسم و رواج اور اخلاق و عادات میں مماثلت پیدا کی ہوگی، اس نے ان میں محنت پسندی اور کوچ کی عادت اور تمام دنیا کو اپنا وطن سمجھنے کا میلان پیدا کیا ہوگا، اس نے ان کو عراق، شام اور مصر کی خاص کر جغرافی اور طبیعی حالت سے واقف کرا دیا ہوگا، جس کے باعث عہد نبوی اور خلافت راشدہ کی فاتحانہ پیش قدمی کسی اجنبی امداد کی محتاج نہ رہی ہوگی۔ اسی نے بیرون خاص کر متمدن ممالک کے آئے دن کے سفر سے ان میں روشن خیالی، جذبات اور امنگیں پیدا کی ہوں گی، ایرانی اور رومی دونوں ان کے ساتھ سخت بدسلوکی کرتے تھے، خاص کر رومی علاقوں میں عرب کے کارواں کی جس سختی سے تلاشی لی جاتی اور ان کے ساتھ جرائم پیشہ اقوام سمجھ کر جس توہین اور درشتی کا سلوک کیا جاتا اور جس طرح ان کے لئے مختلف علاقے مقرر کر دیئے جاتے کہ اُن کے سوا وہ شام اور فلسطین میں کہیں اور نہ جائیں، اور سامان مقرر کر دیئے جاتے کہ اس کے سوائے کوئی اور چیزیں خرید کر لے جائیں۔ ان پر شدید محصول چنگی عائد کئے جاتے، وغیرہ وغیرہ، تو ان چیزوں کا اثر حساس دماغوں اور سوچنے والے ذہنوں پر جو کچھ پڑ سکتا ہے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، ایرانی بدسلوکیاں بھی کم نہ تھیں۔ ذی قار کے معرکے میں چند عرب قبائل نے ایرانی لشکر کو ایک دفعہ شکست دی تو اس کے

متعلق خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس دن پہلی مرتبہ عربوں نے ایرانیوں سے بدلہ لینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ متاخر کسرایان ایران کی عرب کش سیاست نے ایرانیائے ہوئے حیرہ کے عربوں اور شیبانیوں تک کو ایران کا جانی دشمن بنا دیا تھا۔ اور زیادتہ انہیں عربوں نے تاج کیانی کو مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں لا لٹکا یا تھا۔

اسلام کی آمد: عرب کے معاشی نظام کی یہ عام کیفیت تھی کہ ربیع الاول سنہ ۱ھ میں تاریخ عالم کا ایک اہم اور عہد آفریں واقعہ پیش آیا، وہ یہ کہ تیرہ سال تک بے غرضانہ ایثار اور رضاکارانہ زحمت کشی کے ذریعہ سے اہل مکہ کی اخلاقی و دینی اصلاح کی جو کوشش انہیں کے ایک ہم وطن یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے تھے، اس کا انجام یہ نکلا کہ بیسیوں ساتھی مال و عیال کو چھوڑ کر بیک بینی و دو گوش ترک وطن کو غنیمت سمجھ چکے تھے اور خود اس بے غرض مصلح کو جان کے لالے پڑے تو غاروں میں چھپتے، ناماموس اور دشوارگذار راستوں سے چلتے، وطن سے سینکڑوں میل دور مدینہ چلا آنا پڑا تھا۔ قریش مکہ نے اسی پر بس نہ کیا، بلکہ ایک تو جلا وطن مسلمانوں کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر مکہ میں غاصبانہ قبضہ جما لیا، دوسرے اپنے معاشی اثرات کے تحت اہل مدینہ کو دھمکا کر لکھ بھیجا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں سے نکال دیں، اور بزور اس کو منوانے کے لئے مدینہ پر حملہ کرنے کا انتظام کرنے لگے، حتیٰ کہ ہجرت کے اس ابتدائی زمانے میں تارکین وطن مسلمان ہتھیار بند سویا کرتے تھے۔

مدینہ آنے کے چند ہی ہفتوں کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ اس شہر کی کایا پلٹ ہو گئی، یہاں کی قدیم آبادی میں جو خانہ جنگی اور چوکھا لڑائی ہو رہی تھی، وہ ختم ہو گئی، مہاجرین مکہ مسلمانان مدینہ کے غیر مسلم عرب اور یہودی قبائل۔ ان چاروں عناصر نے ایک وفاقی شہری مملکت قائم کی جس کا تحریری دستور خوش قسمتی سے ہم تک محفوظ چلا آیا ہے، باون دفعات کے اس وفاقی دستور میں آخری اختیار سماعت مرافعہ اور اعلیٰ اختیارات جنگ و صلح دونوں امور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دینے پر سبھوں نے اتفاق کیا، اور اس پر بھی سب راضی ہو گئے، کہ قریش

سے نہ تو کوئی تعلقات رکھے جائیں اور نہ انہیں یا اُن کے دوستوں کو کوئی مدد یا حفاظت مہیا کی جائے اس سلسلہ میں یہ امر شاید درخور التفات سمجھا جائے گا کہ اس زمانہ میں جب یہود نہ صرف مدینہ کے مقامی کاروبار پر چھائے ہوئے تھے بلکہ شام سے یمن و عمان تک ان کی نوآبادیوں کا ایک زنجیرہ پڑا ہوا تھا اور بین الیہود باہمی تعاون خاصا مستحکم تھا تو مدینہ کے یہودیوں سے اشتراک عمل نوخیز اسلامی مملکت کے لئے کم از کم یہ فائدہ ضرور رکھتا تھا کہ یہ معاشی قوت اس ابتدائی بے کسی کے زمانہ میں مخالف پلڑے میں نہیں داخل ہو گئی، گھر سے فراغت پاتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے ینبوع کا کئی بار سفر فرماتے ہیں۔ اور ان مختلف قبائل سے جو اس راستہ پر بستے تھے یا تو حلیفی کے نئے معاہدے کرتے ہیں یا اہل مدینہ کے ان کے ساتھ جو قدیم معاہدے تھے اُن کی تجدید عمل میں لاتے ہیں۔ ایسے بعض معاہدوں میں مدامی فوجی حلیفی اور باہمی امداد کا ذکر ہے، اور بعض میں باہم دوستی اور ایک کی جنگ میں دوسرے کی غیر جانبداری اور دشمن کو مدد نہ دینے کا حکم ہے۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ایک معاشی نقصہ ہے، قریش کا شام، مصر اور عراق جانے والا راستہ مدینہ اور ینبوع کے بیچ میں سے ساحل کے کنارے کنارے گذرتا تھا۔ قریشی مواصلات تجارت اور روزگار کی یہ شہ رگ اب بیک جنبش لب کٹ گئی، اور ادھر سے قریشی کاروانوں کا جانا بند کر دیا گیا۔ قریش نے تھوڑی سی کشمکش کی، بدر، اُحد اور خندق کے معرکے پیش آئے لیکن قریش کے رحلت الشتاء کا شمالی راستہ کھلنا تو کیا اُن کے لئے نجد وغیرہ سے ہو کر جانے والے نئے نو ساختہ راستے بھی بند ہی ہوتے چلے گئے، قریش کی تجارت مفلوج ہوئی تو وہ بیسیوں قبائل جو انہیں کے کاروبار پر پل رہے تھے، خواہی نخواہی قریش سے ٹوٹ کر مدینہ سے جڑنے پر مجبور ہوتے چلے گئے، اور تاریخوں میں صراحت سے ایسے نظائر کا ذکر آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست قریش کو تباہ و برباد کرنے کی نہیں بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔ پانچ چھ سال ہی کی کوشش میں، مکہ کے شمال کے مشرق بلکہ مکے کے جنوب کے قبائل بھی اسلام کے زیر نگیں بنا لئے گئے، اور جب یہ گھیرا مکمل ہو گیا تو بجائے شرائط منوانے کے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی منہ مانگی شرطیں حدیبیہ میں منظور کیں، یہ سیاست کاری کا شہکار تھا، قریش کا چڑھتا ہوا جوش اور بخار اس صلح کے سیفٹی والف (safety valve) سے خارج ہوگیا یعنی اس طرح خیبر کے یہودیوں اور مکے کے قریشیوں میں اتحاد ہوکر ایک نئے طاقتور محاصرہ مدینہ کی جو تجویز تیار ہوچکی تھی وہ روک دی گئی، کیونکہ قریش نے اپنی منہ مانگی شرطوں کے ملنے اور تجارت کا شمالی راستہ کھلنے پر وعدہ کیا تھا کہ وہ دس سال تک آنحضرت سے نہ تو خود جنگ کریں گے اور نہ کسی اور کو کوئی خفیہ یا علانیہ مدد دیں گے، بلکہ مسلمانوں کی جنگوں میں کامل طور پر غیر جانبدار رہیں گے، اسی صلح سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فائدہ ہوا کہ خارجہ سیاست کے لئے ہاتھ کھل گئے، خطرہ کے مرکز خیبر کو مہینہ بھر میں ہمیشہ کے لئے مٹا دیا گیا، نینوہ میں رومیوں کو ایران پر جو فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی تھی اس سے فائدہ اٹھا کر بحرین، عمان وغیرہ کا ایران سے انقطاع اور مدینہ سے الحاق کرا لیا اور قریش کے رہے سہے وسائل اور رفیق ان سے علیحدہ کردیئے گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہی سال بعد قریش نے ایک معمولی سا قصور کر کے معاہدہ شکنی کی اور مدینہ سے دس ہزار فدویوں کا لشکر آیا تو مغرور قریش نے اپنے آپ کو اتنا بے بس پایا کہ بغیر ایک ہتھیار چلائے اطاعت قبول کرنے ہی میں خیر دیکھی۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قریش کو محفوظ رکھ کر مغلوب بنانے کی جو سیاست ملحوظ رکھی تھی اس کے باعث اُن کے بیس سالہ مظالم کا جواب اس تاریخی جملہ سے دیا کہ "آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

ہم دیکھ چکے ہیں کہ عرب کے بین الممالک کاروبار کا پورا ڈھانچہ قریشی کاروبار کے ستون[1] پر ٹکا ہوا تھا اور جب قریش ایک مرتبہ ہم نوا ہو گئے تو دو ہی سال کے اندر پورا جزیرہ نمائے عرب

---

[1] قریش کی ہمنوائی سے قبل جو علاقے مملکت اسلامیہ میں داخل ہوئے تھے ان کو اس الحاق کی ترغیب مختلف وجوہ سے ہوئی۔ چنانچہ اس کے مذہبی و روحانی وجوہ بھی ہیں، سیاسی اور فوجی وجوہ بھی ہیں۔ اور معاشی وجوہ بھی، ایک اہم معاشی وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کی ہر بستی اور ہر میلے اور بازار میں محصول چنگی لیا جاتا، اور بیرون عرب جو (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۰)

ایلہ وادرح سے لے کر عمان تک اور سماوہ سے لے کر معافر تک ایک ہی قبلہ کی طرف جھک رہا تھا اور ایک ہی مرکز سے وابستہ ہو چکا تھا، اور جب ذی الحجہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر جبل رحمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شہرۂ آفاق طویل الوداعی خطبہ میں ایک منشور انسانیت پیش کیا کہ عرب کو عجم پر کوئی فضیلت نہیں، سب انسان آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے، اور آدم مٹی سے بنے تھے اور قومیتیں اور قبائل صرف تعارف اور پہچاننے کی علامتیں ہیں۔ ورنہ اصل عزت تو خدا سے ڈرنے کے مدارج پر مبنی ہے، جب یہ منشور عبدیت وانسانیت نہ صرف پیش کیا گیا بلکہ اس پر کامیاب عمل بھی کر کے دکھا دیا گیا، تو پھر نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ختم ہو گیا اور تین ہی ماہ بعد آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اس اولین مملکت اسلامیہ کے قیام میں خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کردار کارفرما رہا، اور اس کے جو سیاسی، جغرافی، تمدنی، تاریخی، اخلاقی، نفسیاتی وغیرہ وغیرہ عوامل رہے جنھوں نے عربوں کو اس زمانہ میں اس انقلاب کے لئے تیار کیا اور اس انقلاب کے لئے مواقع فراہم کئے اور پھر عربوں کے کردار کی قبل اسلام کی صدیوں میں پرورش و پختگی اور عہد اسلام میں اس کی صیقل و جلا کاری وغیرہ وغیرہ یہ بیسیوں مسائل ہیں جو مستقل مقالوں کے محتاج ہیں، آج یہ دکھانے کی کوشش کی گئی کہ کس طرح ایک ملک کا معاشی پس منظر اس کی قسمت سازی میں حصہ لیتا ہے، اور کس طرح ایک ادارے کی سب سے بڑی قوت ہی اس کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ اور کس طرح اس کمزوری سے بروقت اور صحیح فائدہ اٹھانا اپنے مقصد کو پورا کراتا ہے، اور کس طرح حریف کی صلاحیتوں کو تباہ و تاراج کرنے کی جگہ اس قوت کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیا جائے تو دنیا میں وہ کارنامے

کاروان عرب لے جاتے ان سے بھی سخت شرح سے محصول لیا جاتا۔ عہد نبوی میں مختلف قبائل سے مملکت اسلامیہ کے جو معاہدے ہوئے ان میں بہ اکثر میں صراحت سے عشر یعنی اس اندرونی محصول چنگی کی برخاستگی کا ذکر ہے، چنگی کے اس تخلیہ سے لامحالہ گردش مال اور تجارت کو غیر معمولی فروغ ہوا، اور اس کی برکات نے سیاسی اتحاد کو قریب تر اور مستحکم تر کرنے میں یقیناً بڑا حصہ لیا ہوگا جیسا کہ دیگر ممالک کی تاریخ میں مماثل امور نظر آتے ہیں، اور جس سلسلہ میں جرمن مملکتوں اور قبیلوں (Zollverein) چنگی کے اتحاد کی طرف اشارہ کافی ہوگا۔

انجام پاتے ہیں جو معجزہ اور اعجوبہ کہے جاتے ہیں کہ عہد نبوی میں دس سال میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ نزاع اور طوائف الملوکی کو چھوڑکر مرکزیت اختیار کرتا ہے۔ اور اس کے بعد کے پندرہ سالوں میں انہیں اصول پر عمل کرکے اُس وقت کی دو عالمگیر سلطنتوں کو بیک وقت اپنے حملہ کا ہدف بناکر ۲۷ھ تک اپنا جھنڈا حضرت سیدنا عثمان رضؓ کے زمانہ میں مغرب میں شمالی افریقہ سے گذرکر اسپین میں اور مشرق میں ترکستان سے گذرکر چین میں اور جنوب میں خراسان سے گذرکر بھروچ وتھانہ یعنی بمبئی میں اور شمال میں آرمینیا اور ممالک خزر میں لہرادیا جاتا ہے۔ اور یہ انسانیت کی شہنشاہیت (IMPERIALISM OF HUMANITY) تھی جس میں ہر حاجتمند فرد رعیت کو حکومت روٹی مہیا کرتی، اور کسی کی آزادیٔ عمل میں کوئی رکاوٹ ڈالے بغیر اجتماعیت کا مظاہرہ کرتی تھی، جس میں حکومت اور رعایا ایک ہی چیز تھے، چنانچہ دونوں ایک دوسرے کے ظاہر و باطن میں بھی خواہ و معاون تھے۔

یہ چند اشارے ہیں جن سے سوچنے والے دماغ کچھ نہ کچھ غذائے فکر پاسکتے ہیں۔

محمد حمید اللہ

تحویل قبلہ

کعبہ کا مقامِ اعظم

ملت اسلامیہ کا مرکز اول تجلیات الٰہیہ کا دائمی سرچشمہ ہے

(از مولانا محمد طاہر صاحب القاسمی، دیوبند ضلع سہارنپور)

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیقول السفہاء من الناس ما ولٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا

قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ط

ترجمہ: اب یہ ناسمجھ لوگ ضرور کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے (جو بیت المقدس تھا) اور جس کی طرف وہ پہلے اپنا رخ کیا کرتے تھے انہوں نے اپنی یہ سمت کیوں بدل دی، ان سے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے کہ مشرق اور مغرب میں ہر سمت اللہ کی ہے، خدا تعالیٰ ہی جسکو چاہے سیدھا راستہ دکھائے

تمہید: کعبہ کو قبلۂ عالم بنائے جانے کی حکمت و مصلحت تفصیلی طور پر محتاج تشریح نظر آئی اور بے ساختہ یہ داعیہ دل میں پیدا ہوا کہ حضور سرور عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے امام القبلتین ہونے میں جو اسرار و حکم اپنے اسلاف کرام رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ کی جوتیوں کی برکات سے ذہن میں آئے ہیں ایک مقالہ کی صورت میں کسی قدر بسط و ایضاح کے ساتھ قارئین ندائے حرم کی خدمت میں پیش کیا جائے خدا تعالیٰ کی مدد اور اس کے فضل مبین سے امید واثق ہے کہ اصحاب ذوق اسے پسندیدگی کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ان خدمات کو موجب سعادت دارین فرمائے۔

خانہ کعبہ کے قبلہ بننے سے پیشتر حضور کا قبلہ بیت المقدس تھا: جب تک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بارگاہ الٰہی سے کوئی مستقل قبلہ اور دائمی مصلیٰ تجویز نہ ہوا تھا اُس وقت تک حضور انور بھی اسی قبلہ انبیائے بنی اسرائیل یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں ادا فرماتے تھے

جہاں سے حضور کو انوار عرش و کرسی کے حاصل کرنے کے لئے معراج کا شرف حاصل ہوا تھا اور جو ہجرت فی سبیل اللہ کا ایک روحانی منظر اور جسمانی ہجرت کا پیش خیمہ تھا، ان دنوں بیت المقدس کی طرف روئے مبارک کے متوجہ ہونے کی شان یہ تھی کہ چہرہ مبارک تو آپ اپنا بیت المقدس کی طرف نماز میں فرماتے تھے، لیکن سامنے آپ خانہ کعبہ کو بھی رکھتے تھے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا بھی یہی حاصل ہے،

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وھو بمکۃ نحو بیت المقدس بین یدیہ وبعد ما تحول الی المدینۃ ستۃ عشر شھرا ثم صرف الی الکعبۃ۔ گویا یہ سمجھنا چاہیے کہ تجلیات ذات و صفات تو حضور سرورِ عالم اس نیت میں خانہ کعبہ کے ذریعہ حاصل فرمارہے تھے، اور انوار ملکیت کو تا بحد کمال بیت المقدس سے اخذ فرمارہے تھے، لیکن جب بلد امین سے ہجرت فرماکر باذن اللہ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور آپ جیسے اصلی حقدار کو ظالموں اور غاصبوں نے بے محابا وطن مالوف سے نکالا تو مدینہ طیبہ کے ابتدائی قیام میں سولہ یا سترہ مہینہ تک آپ بیت المقدس ہی کی طرف منہ کرکے نمازیں ادا فرماتے رہے،[1] اگرچہ مدینہ طیبہ میں بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے میں آپ کو یہ دقت پیش آتی تھی کہ خانہ کعبہ پس پشت ہوجاتا تھا، لیکن اس دنیا میں چونکہ نور ملکیت ہی سے انبیاء علیہم السلام کو انوار ذات و صفات حاصل ہوئے ہیں جیسا کہ اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس کے اشارہ ترتیب سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہے، اس لئے ابتدائی دور نبوت میں ایک طرف جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت روح القدس کے انوار و علوم اپنے قلب مبارک پر لے رہے تھے، وہیں

---

[1] واقعہ معراج محققین کے نزدیک ہجرت سے ایک سال پیشتر رجب کے مہینہ میں پیش آیا تھا، ہجرت کے ایک سال بعد اسی مہینہ میں آپ کو بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم ہوا اس لئے رخ کا یہ توافق اور مدت کی تعیین بتلا رہی ہے کہ معراج میں جو نقشہ تجلیات الٰہی آپ نے عرش و کرسی پر دیکھا تھا اسی کے بعد سے آپ کو تجلی گاہ کعبہ کا اشتیاق پیدا ہوا اسی لئے آسمانی سیر (یعنی معراج) کی طرح زمینی سیر (یعنی ہجرت) کے بعد ہی تحویل قبلہ کی دولت سے آپ کو مالامال فرمایا گیا ۱۲ منہ

دوسری[۱] طرف آپ تجلی گاہ قدسی یعنی بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوکر انوار ملکوتی کو بھی بواسطہ سرچشمۂ ملکیت جناب شدید القویٰ جبریل امین سے اپنے قلب قدسی میں حاصل فرما رہے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسجد اقصیٰ کی طرف نماز میں توجہ فرمانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکیت کی آخری حد کو پالیا تو اس کے بعد سے آپ کو انوار ملکیت سے اوپر کے انوار یعنی انوار ذات وصفات کے اخذ و حصول کا پوری طرح اشتیاق لاحق ہوگیا۔ اور اسی تجلی گاہ ارضی کے مرکز توجہ اور قبلۂ عالم بنائیے جانے کی آپ کے قلب معصوم میں پیدا ہوگئی۔ جس کو سب سے اول حضرت آدم علیہ السلام نے تجلیات عرش وکرسی کا محور ومرکز قرار دیا تھا، اور جو بلاشبہ قبلۂ سماوات کا بعینہ نمونہ تھا، ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین ط اور انوار ملکیت کی یہی وہ برقی و براقی شکل تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں عالم بالا میں لے جانے کا موجب ہوئی جو فی الحقیقت قلب نبوی کے قابو یافتہ ہونے کی اس دنیا میں ایک ملکوتی شکل قرار دی گئی تھی بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ احیائے دین حنیف اور ملۃ ابراہیم کی تجدید کے لئے بشیر و نذیر دونوں بناکر مبعوث فرمائے گئے تھے اور جو انوار الوہیت وملکیت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سرچشمۂ الوہیت وملکیت سے اپنے قلب سلیم[۲] میں جذب فرمائے تھے انہیں انوار کو تا بحد کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل کرنا عالم غیب میں ایک طے شدہ مسئلہ تھا، اس لئے اس عالم کسب واکتساب

---

[۱] وانہ لتنزیل رب العلمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المومنین ۱۲ -

[۲] اشارات قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ان کے انوار منقسم ہوگئے تھے، چنانچہ حضرت اسحٰق ویعقوب کی نسل میں تو انوار ملکیت نے عروج وشرف پکڑا اور اسی کے مناسب کیفیات بشارت سے یہ مبارک ذریت سرفراز ہوئی اور بنی اسمٰعیل میں انوار الوہیت نے عروج وکمال حاصل کیا اور اسی کے مناسب کیفیت انذار وتقویٰ سے اس نسل کی ثبتے شرف پایا یہی وجہ ہے کہ ہر دو نسلوں کے قبیلے بھی جدا جدا ہوئے چنانچہ جس مقدس مقام پر تجلیات ملکی کا ورود ونزول تھا وہاں تو انبیائے بنی اسرائیل کا رجوع ہوا اور جس بیت الحرام پر تجلیات ذات وصفات کا پرتو تھا وہ جگہ بنی اسمٰعیل کی جائے عبادت قرار پائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں آباد کرنا اور حضرت اسحٰق کو بیت المقدس کی طرف بھیجنا اسی کا قرینہ ہے ۱۲ منہ

میں بھی بقاعدۂ تدریج و حصولِ تعلیم ابتدائً آپ کی توجہ مبارک بیت المقدس ہی کی طرف مبذول کرائی گئی، جس پر انوارِ الٰہی بواسطہ حضرت روح القدس نازل و منعطف تھے اور یہ ترتیب[۱] طبعی بس اس لئے ملحوظ رکھی گئی کہ اولاً اس عالم میں کیفیاتِ ملکی پایۂ کمال کو پہنچ جائیں، اس کے بعد اس آخری اور دائمی قبلہ کی طرف ہر نماز میں الی یوم القیامۃ توجہ کا حکم دیا جائے، جس پر عرش و کرسی کے انوار بلاواسطۂ روح القدس جلوہ فرما ہیں۔ اگرچہ آپ کی نبوت کاملہ و خاتمہ کا اقتضائے طبعی تو اصل سے یہی تھا کہ آپ کی توجہ ابتدائً ہی خانہ کعبہ کی طرف منعطف ہوتی اور خانہ کعبہ ہی ابتدائً آپ کا قبلہ ہوتا، یعنی جس طرح آپ کا نورِ اعلیٰ تمام مخلوق سے پہلے معرضِ وجود میں آیا تھا گو اس کا ظہور سب سے آخر میں ہوا، اسی طرح آپ کا آخری اور مستقل قبلہ بھی وہی ابتدائً ہوتا جس پر بلاواسطہ تجلیاتِ عرش و کرسی فائز و مستنیر ہیں، اور جس مقدس گھر کو دو برگزیدہ نبیوں نے خاص آپ ہی کے لئے تعمیر کیا تھا، پھر جس کا تقابل بھی آئینہ کے مانند انوارِ خداوندی سے وسطِ عالم میں واقع ہونے کی وجہ سے ایسا ہی پورا تھا جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت

---

[۱] حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی ہے، آپ نے فرمایا مسجد الحرام (یعنی حرم کعبہ) میں نے عرض کیا پھر کونسی مسجد بنائی گئی، آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) میں نے پوچھا ان دونوں کے بننے میں کس قدر فصل تھا، آپ نے فرمایا، چالیس برس (دیکھو کتاب بدء الخلق انبیاء بخاری شریف جلد ۲)۔

فائدہ۔ اس حدیث سے جو بیت المقدس اور خانہ کعبہ کے درمیان فصل معلوم ہوا ہے، بظاہر اس میں اشکال نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تعمیر فرمایا ہے اور بیت المقدس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا ہے اور ان دونوں کے درمیان بہت زمانہ ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد اقصیٰ اور مسجد الحرام کے سب سے اول بنائے جانے کے متعلق سوال فرماتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کا جواب مرحمت فرمایا، چنانچہ سب سے پہلے جو مکان عبادت کیلئے زمین پر بنایا گیا ہے وہ بیت اللہ الحرام ہے جس کو حضرت آدم ؑ نے بنایا اور اس کے چالیس سال کے بعد مسجد اقصیٰ کو بھی انہوں نے ہی بنایا، پھر حضرت آدم ؑ کے بعد انکی اولاد میں ان دونوں مقدس عبادتگاہوں کی تجدید کیلئے اللہ تعالیٰ نے دو نبیوں کو منتخب فرمایا، چنانچہ خانہ کعبہ کی تجدید حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے فرمائی اور بیت المقدس کی تعمیر و تجدید حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمائی، حسب بیان کتب سابقہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کا اسی جگہ جہاں اب بیت المقدس ہے عبادت فرمانا اور حضرت سلیمانؑ کو اس جگہ کی تعمیر کی وصیت فرمانا یہ مزید ثبوت اس کا ہے کہ خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں مقامات کی تخصیص تو حضرت آدم ہی کے وقت سے چلی آتی تھی۔ البتہ تجدید بعد میں ہوئی ہے۔ ۱۲ منہ

کا مدعا تقابل معبود ملم یزل کے ساتھ صحیح تھا، مگر اس بارہ میں چونکہ آپ حکم الٰہی کے منتظر تھے، اور آپ کی ہر حالت چونکہ خدا ہی کی مرضی کے تابع تھی ادھر کارکنان قضا و قدر کو صرف اس تکمیل روحانی کا انتظار تھا جو انوار ملکیت کے حصول میں قبلۂ ملکیت یعنی بیت المقدس کے ذریعہ عمل میں آرہی تھی، اس لئے تا تکمیل انوار و آمد وحی آپ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر بھی سولہ یا سترہ مہینہ تک اسی بیت مقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں ادا کیں جن پر خدائی تجلیات بواسطہ روح القدس جلوہ ریز تھیں جیسا کہ خود اس کے نام مقدس سے بھی یہ حقیقت پوری طرح آشکارا ہے۔

بیت المقدس کی وجہ تسمیہ: فرشتوں کا اس مکان مقدس میں حضرت زکریا وغیرہ کو بکثرت بشارتیں اور ندائیں دینا اور حضرت روح القدس کا حضرت مریم کے سامنے بشکل بشر متمثل ہو کر سامنے آنا اور ان کو برکت دینا اور اسی کے بعد ظل روح القدس حضرت مسیح ناصری کا دنیا میں بغیر باپ[1] کے پیدا ہونا ہمارے اس دعویٰ کی بین دلیل ہے کہ اس بیت مقدس سے حضرت روح القدس کو علاقۂ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا۔ الخ اور فنادتہ الملائکۃ و ھو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک بیحییٰ مصدقاً بکلمۃ من اللہ۔　　　(باقی)

---

[1] انسان ملکیت و بہیمیت دو اجزاء سے مرکب ہے، انوار ملکیت ہی جب بہیمیت سے متصل اور مقرون ہوتا ہے تب ہی انسان معرض وجود اور صفحۂ ہستی پر آتا ہے اور یہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ سرچشمۂ انوار ملکیت حضرت جبرئیل امین ہیں اور ان کی تجلیات کا محور و مرکز اس عالم میں بیت المقدس ہے، پس اگر اس مقام مقدس میں حضرت زکریا کی استدعا پر کبر سنی میں ان کو اولاد عطا ہوئی اور حضرت مریم کے بطن سے از خود ظل روح القدس نے ظہور فرمایا جو اس مقام مقدس کا وصف خصوصی ہے تو جائے تعجب کیا ہے جیسے زمینوں کے اندر مختلف قابلیتیں ہوتی ہیں کسی زمین میں کوئی پھل زیادہ پیدا ہوتا ہے، کسی میں کوئی پھل بکثرت اگتا ہے اور عجب کہ بعض قوی زمینوں کا اثر یہاں تک ہے کہ وہ اپنی قوت سے عمدہ عمدہ خود رد پھل اگاتی ہیں اور بکثرت نظیریں اس عالم میں پائی جاتی ہیں تو کیا بیت المقدس کے معنوی انوار و برکات کو تا بحد کمال حاصل کرنے والوں کے لئے یہ خرق عادت کچھ دشوار چیز ہے؟ ہرگز نہیں۔ ۱۲ منہ

مطبوعات

ذکر و تبصرہ

سچے موتی یا چہل حدیث مولفہ مہر النساء صاحبہ بنت پروفیسر الیاس احمد صاحب، قیمت رعایتی ۲ ؍
ملنے کا پتہ: اردو پبلشنگ ہاؤس گرانڈ ٹرنک روڈ، الہ آباد۔

نیک دل مسلمانوں کو اس نیک خیال مولفہ کا ممنون ہونا چاہیئے کہ اس نے اپنے دیندارانہ جذبہ کے مطابق احادیث نبوی کے بحر ذخار سے چالیس موتی نکال کر چہل حدیث کے صفحات پر بکھیرے ہیں، مولفہ نے پورے سلیقہ اور ایمانی ذوق کے ساتھ ان چالیس احادیث کا انتخاب کیا ہے جن پر عمل کرنے سے ہماری معاشرتی، اقتصادی، اخلاقی اور روحانی اصلاح ہو سکتی ہے اور جس کی ایک ایک حدیث مستقل درس اور وعظ کا حکم رکھتی ہے۔

مولفہ موصوفہ کا اخلاص قابل تقلید ہے کہ کتاب کی اشاعت سے آپ کا مقصد صرف ایک دینی خدمت ہے، اسی لئے آپ نے نہ صرف پبلشر کو مفت طبع کرنے کی اجازت دی بلکہ اس کے پانچسو نسخے خرید کر مفت تقسیم کئے، مولفہ کی تجویز ہے کہ مرفہ الحال اور مذہب نواز مسلمان خصوصاً محترم خواتین اس طرز کی چہل حدیث منتخب کر کے طبع کرائیں۔ اور مسلمانوں میں انہیں کثرت کے ساتھ تقسیم کریں۔ اللہ تعالیٰ مولفہ کی اس مخلصانہ سعی کو مشکور اور کتاب کو مقبول فرمائے۔

بہتر ہوتا اگر احادیث کے ترجمہ کے ساتھ اصل متن بھی درج کر دیا جاتا۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی حلاوت بھی ازدیاد ایمان کا باعث ہوتی، اور ایک مذہبی مگر ضروری دستور کی پیروی بھی ہو جاتی، بہرحال یہ سچے موتیوں کا مبارک تحفہ ہر دیندار مسلمان گھر کی زینت ہونا چاہیئے۔

(۱) جہد للبقا (۲) دعوت تنظیم۔ شائع کردہ مرکز تنظیم اہل سنت، جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان

(طلب کرنے پر بلا قیمت ارسال ہوگا)

جام پور ضلع ڈیرہ غازیخان کے بعض درد مند اور حساس مسلمانوں نے مرکز تنظیم اہل سنت کے نام سے ایک ایسی تحریک جاری کی ہے جس کی ضرورت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اس تحریک کا مقصد اسلام کی حفاظت، اغیار کے حملوں کا مؤثر جواب فرق باطلہ خصوصاً مرزائیت وغیرہ کے مہلک اثرات کا ردعمل، اسلام کی صحیح تبلیغ اور مسلمانوں کی اصلاح و تنظیم کی جد وجہد ہے، ان رسالوں میں تحریک کے اغراض و مقاصد، اس کے طریق کار اور دوسرے پر روشنی ڈال کر مسلمانوں کو دعوت تنظیم دی گئی ہے اور پوری وضاحت سے ملی اور مذہبی ضرورتوں کو روشنی میں لایا گیا ہے، ضرورت ہے کہ مسلمان ان رسالوں کو منگا کر خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھ کر سنائیں۔

سالنامہ حکیم دکن:- پتہ۔ دفتر حکیم دکن" شفاخانہ حکمت نگر، محلہ مغلپورہ حیدرآباد دکن۔

حیدرآباد کے اس دور عثمانی کی برکات میں طب قدیم کا احیاء ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جس کی نظیر ہندوستان کے طول وعرض میں نہیں ملتی، اعلیحضرت نظام دکن کی معارف پروری سے علم وفن اور حکمت ومعرفت کا ہر شعبہ ترقی کر رہا ہے، حیدرآباد کے طبی رسالوں میں حکیم دکن اپنے فنی مباحث اور طبی تحقیقات کی بناء پر ایک معیاری رسالہ ہے، اس وقت ہمارے پیش نظر حکیم دکن کا سالنامہ "نور نظر" ہے، یہ نور نظر چشم بد دور اپنے ظاہری اور باطنی محاسن کے لحاظ سے "منظور نظر" ہے، اس سالنامہ میں آنکھ کی تشریح ومنافع، امراض ومعالجات کے متعلق تحقیقاتی مضامین ہیں، خاص طور پر امراض چشم کے مجربات اہل فن کے لئے ایک قابل قدر تحفہ ہیں، آنکھ کی ورزش اور حفظ بصارت کے سلسلہ میں اہم مضامین بھی قابل دید ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ اطباء کرام اور اصحاب علم ونظر اس قیمتی مجموعہ سے استفادہ کی کوشش کرینگے اور اس فنی خدمت کو وقعت کی نظر سے دیکھیں گے، اس خاص نمبر کے علاوہ حکیم دکن کا ہر نمبر اپنی خصوصیات کے لحاظ سے قابل دید ہوتا ہے۔ سالنامہ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ عام پرچہ کی قیمت چار آنہ علاوہ محصول۔ سالانہ چندہ ۴؍

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمار گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسمار معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی
مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم مطلع فرمایئے، باعث شکرگذاری ہوگا

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید ۲۲ جلد ۵۸	جناب محمد عبدالرشید صاحب شفق سینائی کلپٹی (منی آرڈر)	صہ ر	زکوۃ بعبر ایصال ثواب
۲	۲۳ ″	محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب بشیرالدین صاحب جودھپور (برائے دعا کامیابی امتحان) منی آرڈر	عہ	امداد عام
۳	۲۴ ″	جناب شیخ محمد امام محمد اکرام صاحبان سہارنپور ″	سے ر	″
۴	۲۵ ″	″ رحیم یار خاں صاحب فورٹ عباس ″	عسہ	زکوۃ
۵	۲۶ ″	″ ابو النصر مولانا شاہ محمد عبدالحی صاحب صدیقی فرزہ شریف ″	ماہ عہ	امداد عام
۶	۲۷ ″	″ حاجی محمد حنیف الدین صاحب، دہلی (برائے خرید قرآن مجید و فقہ) بذات خود	مسہ	کتبخانہ
۷	۲۸ ″	محترمہ اختر جہاں بیگم صاحبہ دہلی قرولباغ ″	عکر	امداد عام
۸	۲۹ ″	جناب حاجی عبدالباقی صاحب بمبئی (ذریعہ چیک)	ما ر	″
۹	۳۰ ″	میسرز پاینیر آرمس کمپنی دہلی (دستی)	ما ر	″
۱۰	۳۱ ″	ایک اہل خیر جزاہ اللہ قنوج (منی آرڈر)	عسہ	زکوۃ صہ ایصال ثواب عہ
۱۱	۳۲ ″	جناب مولوی محمد ارشاد صاحب چودھری موضع عنایت آباد (منی آرڈر)	عسہ	امداد عام

نمبر شمار	نمبر رسید وجلد	نام نامی	رقم	مد
۱۲	رسید ۳۳ جلد ۵۸	جناب اقبال محمد شاہ صاحب شملہ (ذریعہ جناب حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی (منی آرڈر)	سے ر	ایصال ثواب
۱۳	۳۴ ″	″ سید احمد علی صاحب - کانپور بذات خود	عسہ	زکوۃ
۱۴	۳۵ ″	″ اللہ راضی صاحب لہر جناب معز الدین صاحب (منی آرڈر)	عسہ	امداد عام
۱۵	۳۶ ″	محترمہ والدہ صاحبہ جناب شاہ غیاث عالم صاحب کیروہ (منی آرڈر) قنوج (فدیہ رمضان) (منی آرڈر)	صہ	وظائف طلبا
۱۶	۳۷ ″	جناب ڈاکٹر محمد عابد صاحب فاروقی جودھپور ″	عسہ	امداد عام
۱۷	۳۸ ″	″ منشی عبدالرحیم صاحب - مظفرنگر (ذریعہ حبیب علی)	ما ر	″
۱۸	۳۹ ″	″ قاضی محمد عطاءاللہ صاحب بمبئی ۳ بذات خود	عسہ	″
۱۹	۴۰ ″	″ شیخ محمد رفیق احمد صاحب بتوسط جناب شیخ حیون بخش صاحب انصاری منگلور، مرسلہ جناب حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی (منی آرڈر)	۶ ر	ایصال ثواب
۲۰	۴۱ ″	جناب مخدوم بخش صاحب شملہ ″	صہ	امداد
۲۱	۴۲ ″	″ منشی جان محمد صاحب اچھرہ ″	سے ر	″

نمبر شمار	ٹکٹ نمبر جلد نمبر	نام نامی	رقم	مد
۲۲	۸۳۹ ۱۳۱۲	جناب حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی (منی آرڈر)	صہ	زکوٰۃ
۲۳	۸۴۰ ، ،	سید اکرام الدین صاحب شاہ آباد ، ،	صہ	وظائف ایتام
۲۴	۹۵	محترمہ حلیمہ صاحبہ خانم کیپٹن ڈاکٹر سید محمد اسمٰعیل حسین صاحب کراول (اپریل ۱۹۴۴ء) منی آرڈر	صہ	امداد عام
۲۵	۹۶ ، ،	جناب الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب ریاست بہاولپور (اپریل ۱۹۴۴ء) منی آرڈر	صہ	زکوٰۃ
۲۶	۹۷ ، ،	جناب مولوی حافظ محمود الحسن صاحب بی اے ایل ایل بی۔ سہارنپور بذات خود	صہ	، ،
۲۷	۹۸ ، ،	جناب محمد واثق صاحب گورکھپور قرض مستقیم پشت (منی آرڈر)	صہ	وظائف طلبا
۲۸	۹۹ ، ،	جناب شہریار احمد خاں صاحب سیوتہ ، ،	صہ	امداد عام
۲۹	۱۰۰ ، ،	، ، محمد مصطفیٰ علی صاحب بی اے سندیلہ ، ،	صہ	، ،
۳۰	۱۳۱ ۱۳۱۲	، ، حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی ، ،	صہ	زکوٰۃ

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ جلد	نام نامی	رقم	مد
۳۱	۱۳۳ ۱۳۴۱	جناب شیخ محمد علی صاحب انصاری منگلور ذریعہ جناب حاجی طفیل احمد صاحب (منی آرڈر)	عصہ	ایصال ثواب
۳۲	۱۳۴ ، ،	محترمہ حبیبہ صاحبہ خانم جناب حافظ فیاض علی صاحب منگلور ذریعہ (منی آرڈر)	عصہ	، ،
۳۳	۱۳۵ ، ،	جناب شیخ ظفر الحسن صاحب نئی دہلی بابت ماہ فروری و مارچ ۱۹۴۴ء (دستی)	عصہ	امداد عام
۳۴	۱۳۶	جناب شفیق احمد صاحب بتوسط جناب ایس ایم جمیل صاحب دہلی قرولباغ (دستی)	عصہ	، ،
۳۵	۱۳۷ ، ،	جناب منشی محمد اشفاق صاحب میرٹھ (ڈاک)	عصہ	ایصال ثواب
۳۶	۱۳۸ ، ،	، ، حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی (منی آرڈر)	عصہ	، ،
۳۷	۱۳۹ ، ،	، ، شیخ محمد اختر صاحب انصاری معرفت جناب شیخ جیون بخش صاحب انصاری منگلور مرسلہ جناب حاجی طفیل احمد صاحب (منی آرڈر)	عصہ	، ،
۳۸	۱۴۰ ، ،	جناب شیخ محمد صدیق صاحب ، ، ، ، ، ،	عصہ	، ،
		آمدنی مد اشتراک رسالہ ندائے حرم	عـــہ	•

میزان آمدنی ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ ۸۴۳ ۔/عـــہ

احقر
ضیاء الدین احمد عفی عنہ
معتمد
صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ دہلی قرولباغ

مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علم قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲ اُن ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں۔

۳ مستحق و نادار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے نقد وظائف امداد دینا۔

۴ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائف لیاقت دینا۔

۵ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔

۷ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دارالصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت بنانا

۸ مدرسہ کے کتبخانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

مکہ معظمہ میں اپنی قومی و علمی یادگار سے اگر آپ کو دلچسپی ہے تو ایک کارڈ لکھ کر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے متعلق پتہ ذیل سے ہر قسم کا ضروری مواد طلب فرمایئے جو آپ کی خدمت میں ہدیتہً ارسال ہوگا۔

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

دہلی۔ قرولباغ

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۶۷۹)

ترجمان القرآن

از

مولانا ابوالکلام آزاد

جلد دوم

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے یعنی حواشی زیادہ مفصل، دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں، کتابت وطباعت بھی بہتر ہے، چونکہ سورۂ یوسف، انفال، توبہ، کہف، مریم، انبیاء وغیرہ اسی میں آگئی ہیں اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے اس لئے کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہوگئی سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک۔ ہدیہ بلا جلد آٹھ روپے (عہ) مجلد عـــہ -

(ندائے حرم کا حوالہ ضرور دیجئے۔)

ملنے کا پتہ { شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع وناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی ندائے حرم سے شائع کیا

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ، دہلی) کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

جلد ۴

عدد ۶

ندائے حرم کا مقصد

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اُن کی تکمیل کے لیے کوشش ۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا ۔

۳ مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات علمی و معاشرتی جد و جہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا ۔

ندائے حرم کا مسلک

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکز اسلام کی آواز ہے ۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ عہد رو باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں اکتر سالہ مشترکہ یادگار ہے، اس لئے ندائے حرم کو عام اختلافِ امت سے احتراز ہوگا ۔

۳ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا ۔

ندائے حرم پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم ازکم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے ۔ عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں اس کے بعد دفتر معذور ہوگا ماہنامہ ندائے حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے ۔

جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک بھیجیے ۔

سالانہ اشتراک تین روپے (سے) فی پرچہ ۴ر بیرونِ ہند سے ۵ شلنگ ۔

رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ ندائے حرم دہلی قرول باغ سے ہونی چاہیئے ۔

نمونہ کے لئے ۴ر کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں ۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ ۔ دہلی ۔ قرول باغ

تار کا پتہ۔ صولتیہ دہلی

SAULATIYA DELHI

ندائے حرم

عدد ۶ مسئول ضیاء الدین احمد جلد ۴

بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ جون ۱۹۴۴ء

انجامِ سرکشی

(جناب ضبط صاحب رامپوری)

اک نیا قصہ سپردِ خامۂ صادق کروں — ذی خرد پر انکشافِ قدرتِ خالق کروں

آنے والے تھے جہاں میں جب رسولِ ذوالجلال — ان دنوں پیدا ہوا شاہِ یمن کو یہ خیال

تاکہ اپنا بتکدہ بھی قابلِ توقیر ہو — خانۂ کعبہ گرانے کی کوئی تدبیر ہو

وہ ہی کعبہ آج جس کا نام بیت اللہ ہے — وہ ہی کعبہ جو پئے مسلم عبادتگاہ ہے

جس کا بانی تھا خلیل اللہ کا دستِ جمیل — اُس کے ڈھانے کو اٹھے کس ناز سے اصحابِ فیل

وہ قریب آئے تو اک فوجِ ابابیل آگئی — تازہ آفت تا بہ فیل و صاحبِ فیل آگئی

ابر ساں اُٹھ کر ابابیلیں فضا پر چھا گئیں — بر سرِ اہلِ خطا سنگِ سزا برسا گئیں

قلزمِ امید گویا کنکروں سے بھر دیا — سرکشوں کی سرکشی کو پانی پانی کر دیا

خالی از امید اُس کا دامنِ مطلب رہا

ابرہہ مردود پیشِ قہرِ خالق کب رہا

مرکز اسلام میں مسلمانانِ ہند کی مشترکہ یادگار

دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

حکومت ہالینڈ کے سیاسی نمائندہ کی نظر میں

اس پُرآشوب زمانہ میں جب کہ دنیا کا اجتماعی نظام نقطۂ اعتدال پر نہیں، مرکز اسلام میں اطراف عالم سے مسلمانوں کا کعبہ کے زیر سایہ اجتماع اور فریضۂ حج کی ادائیگی، ملۃ ابراہیم اللہ کی مقبولیت کا ناقابل انکار اثر ہے۔

ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ (اپریل ۱۹۴۶ء) کے "ندائے حرم" میں ۱۳۶۲ھ کے اہم حالات حج ہدیۂ ناظرین کئے گئے ہیں۔

حسب عادت اختتام سال پر دار العلوم حرم کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد کا بھی انعقاد ہوا، جو اپنی خصوصیت کے لحاظ سے مرکز اسلام میں خدا کے عزیز مہمانوں کا ایک علمی اجتماع سمجھا جاتا ہے۔

دو سال سے مسلمانان ہند حاضریٔ حرم محترم کی سعادت عظمیٰ سے محروم رہیں اور تمام ارکان و کارکنان دار العلوم حرم اس کمی کو دلی اندوہ و رنج کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ دار العلوم حرم کے سالانہ جلسوں میں مصر، شام، عراق، فلسطین، مغرب والجزائر، سوڈان، یمن اور دوسرے ممالک کے علماء، واصحاب فکر اور ممتاز شخصیتیں مسلمانان ہند کی اس زندہ یادگار کو دیکھنے کے لئے شوق وخلوص کے ساتھ شریک ہوتی ہیں، گذشتہ حج کے موقع پر سالانہ جلسہ میں سعادت مآب محمد راوین تریدین قونصل (سرکاری نمائندہ) حکومت ہالینڈ متعین حجاز نے بھی شرکت کی۔ ایک ایسے اہم سیاسی منصب اور ذمہ دارانہ خدمت کے ساتھ موصوف کو دینی

کاموں سے طبعی شغف اور علوم عربیہ سے بھی دلی لگاؤ ہے، آپ اس سے قبل بھی دارالعلوم حرم کو دیکھ چکے ہیں اور اس کے ہر شعبہ کے تعلیمی اور انتظامی ماحول کا جائزہ لے چکے ہیں، اسی تعلق اور اثر کی بنار پر آپ نے سالانہ جلسہ میں تقریر بھی کی، جو خاص اہمیت کے ساتھ سنی گئی آپ کی یہ تقریر ایک واقف حال کا بیان ہے، اور جو کچھ آپ نے دارالعلوم حرم کے متعلق فرمایا اُس کی بنیاد عینی مشاہدہ ہے۔

کمال اسی ذات پاک کو ہے، عیوب اور خامیوں کا اعتراف کرتے ہوئے تحدثاً بالنعمۃ دارالعلوم حرم کے اس سالانہ جلسہ میں قونصل ہالینڈ کی عربی تقریر کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

محترم حاضرین، اساتذۂ کرام، عزیز طلبہ!

تقسیم اسناد کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آج دوسری مرتبہ مدرسہ میں حاضر ہوا ہوں، یہ جلسہ مدرسہ کی پوری جماعت کی پیہم خدمات اور تمام طلبہ کی مسلسل محنت اور سب کی مشترکہ جدوجہد کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے، یہ دارالعلوم جو ایک ہندوستانی محترم خاتون کی دائمی یادگار ہے اس ملک کا سب سے قدیم مدرسہ ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ اس مدرسہ کے قیام سے پہلے اس ملک میں کوئی باقاعدہ تعلیمی نظام نہ تھا، اور علمی نظام میں کوئی خاص ترتیب نہ پائی جاتی تھی، اس علمی مرکز کی بدولت جس کا نام "صولتیہ" ہے، اس عام حالت میں غیر معمولی تبدیلی ہوئی، اور یہ "صولتیہ" جس طرح اپنے گذشتہ دور میں دینی اور ادبی علوم و فنون کا مرکز رہا ہے، انشاء اللہ اسی طرح رہے گا، اس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ دارالعلوم شائقین علم کی ایک بہت بڑی تعداد کا مرجع ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی موجودہ حیثیت میں حجاز کے ہر مدرسہ پر فوقیت رکھتا ہے۔

مدرسہ صولتیہ کی حسن تربیت اور اہم خدمات کا قابل فخر نتیجہ ہے کہ آج انڈونیشیا (جاوا اور سماٹرا) کے ہر گوشہ میں مدرسہ کے فارغ التحصیل علماء اور اس کے ابنائے قدیم اعلاء کلمۃ اللہ میں سرگرم عمل ہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کا نام بلند کئے ہوئے ہیں۔

میں ایک انڈونیسی ہونے کی حیثیت سے خلوص قلب سے دارالعلوم حرم کی جماعت عاملہ اور تمام ارکان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس امانت کا حق خدمت ادا کیا، او رخاص طور پر میرے ہم جنس انڈونیسی طلبہ اور شائقین علم کو نہ صرف امدادی وظائف دیئے، ان کے رہنے اور قیام کا ہمیشہ بندوبست کر کے اپنی مہماں نوازی کا ثبوت دیا، بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کا پورا حق ادا کیا۔

خدا کی بارگاہ میں میری دعا ہے کہ مدرسہ میں دوسری مرتبہ میری یہ حاضری آخری نہ ہو اس لئے کہ میں یہاں آکر دلی مسرت محسوس کرتا ہوں۔ اور اس ماحول سے مجھے محبت ہے۔
یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ عالمگیر مشکلات کے اس دور میں یہ علمی مرکز اپنے معیار سابق پر قائم ہے، اور ان تمام پریشان کن حالات کے باوجود ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ مصروف عمل ہے۔ یہ ایک قابل مسرت حقیقت ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

میرے لئے یہ امر خاص طور پر باعث فخر ہے کہ سالہائے ماسبق کی طرح اس سال بھی انڈونیسی طلبہ مدرسہ سے "شہادت عالیہ" (امتیازی سند تکمیل) حاصل کرنے میں دوسری قوموں کے طلباء سے پیچھے نہیں رہے، اس سے یقین ہوتا ہے کہ انڈونیسی نوجوان کسی دوسری قوم کے نوجوان سے کامیابی کے ساتھ آگے بڑھنے میں کم نہیں، یہ علمی ہمت اس وقت اور بھی بلند نظر آتی ہے جب کہ ہم یہ دیکھتے کہ یہ تمام انڈونیسی (جزائر شرق الہند) نوجوان طلبہ اس جنگ کے زمانہ میں اپنے وطن اور اپنے گھر والوں سے بالکل جدا ہو چکے ہیں، مگر یہ حالات ان کے لئے ہمت شکن نہیں، اور نہ طلب علم میں ان کی ثابت قدمی میں کوئی فرق آیا۔
اس مجاہدانہ صورت سے یقیناً وہ اپنا عظیم الشان فرض ادا کر رہے ہیں۔ جس کے لئے ان کو اس قدر دور دراز ملک سے یہاں بھیجا گیا ہے۔ اور جس کی تکمیل کے لئے ان کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔

اس سال کے فارغ التحصیل طلبہ میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہونے والے طالب علم کو میں اپنا یہ حقیر ہدیہ[1] پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم کو توفیق دے اور سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

---

[1] قونصل محترم نے ۱۳۹۲ھ کے سب سے اعلیٰ کامیاب طالب علم شیخ عمر حسین " فائز شہادۂ عالیہ " کو لغت کی مشہور کتاب "منجد" ہدیۃً دی۔ (مدیر)

(بقیہ صفحہ ۳۵) کذب گوئی اور تہمت طرازی پر اسے قارون نے آمادہ کیا تھا، بات آئی گئی ہوئی اور یہ شرمناک واقعہ ساری قوم کے حافظے سے نکل گیا مگر غیرت الٰہی اپنے رفیع المرتبت بندہ کی اس اہانت و بے عزتی پر جوش میں آگئی قارون نے اپنی ریاست و امارت کے زعم باطل میں خدائے قادر و قہار کے عذاب و انتقام کو آواز دی تھی جس کا جواب اسے ملتا ہے کہ پیغمبران برحق کے منہ آنا براہ راست اللہ کی بزرگی اور عظمت کی توہین ہے، وہ سب کچھ معاف کر سکتا ہے، لیکن اپنے عالی مرتبہ قاصدوں کی توہین اسے ہرگز برداشت نہیں ؎

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی　　　ڈر اس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

خوفناک انجام، قارون دولت ناپائیدار کی ظاہرداریوں میں مست تھا وہ سمجھتا تھا کہ یہ سرمایہ مال ومنال، یہ امارت وریاست، یہ باغات ومکانات، یہ محلات وعمارتیں، یہ جاہ وجلال، ہر قدرتی حادثہ کیلئے سپر کا کام دینگے، اور اسے خیال تھا کہ میرے ان قناطیر مقنطرہ اور مدفون خزانوں سے مشیت ایزدی بھی مرعوب ہے، تقدیر کی ستم کیشیوں نے اسے یہ باور کرا رکھا تھا کہ میری شان امارت سے بحر و بر اور شجر و حجر کانپتے ہیں، میرے سامنے یہ نظام قضا وقدر سرنگوں ہے، مجھ سے خدا کی قدرت عظیم بھی خوفزدہ ہے اور میرے مرگ بردوش قہر و غضب کے آگے قادر مطلق کا عذاب و عقاب بھی سرد پڑ جاتا ہے لیکن جب عذاب الٰہی غضبناک شکل میں اس پر نازل ہوا اور بحکم اللہ العلمین وہ اپنے مدفون خزانوں، اپنی بے پناہ دولت، اپنے مال و اسباب اور سرمایہ ازانم و عصیان کے ساتھ زمین میں دھنسا اور پھر بے بسی کی پر درد چیخوں اور بیکسی کی عبرت انگیز فریادوں کے باوجود دھنستا ہی چلا گیا تو اسے ہوش آیا! وہ عمر بھر میں پہلی مرتبہ اسے معلوم ہوا کہ خدا کی ایک ایسی پوشیدہ اور بے پناہ طاقت بھی ہے جسے نہ غرور امارت متاثر کر سکتا ہے اور نہ شکوہ سلطنت، وہ طاقت مال و دولت کے انباروں سے مرعوب ہوتی ہے اور نہ لشکر و سپاہ سے، دنیا بھر کی ساری طاقتیں اس کے آگے ہیچ ہیں اور زمانہ بھر کی ساری سلطنتیں اور شوکتیں اس کے سامنے ناکارہ۔ اس قدر آہلی

(باقی صفحہ ۸)

ایک عالم جلیل کی وفات

گذشتہ عالمگیر جنگ سے پہلے مسجد حرم محترم اور مسجد نبوی کے ہر گوشہ میں اُن بابرکت علمائے دین کا فیض جاری تھا جو قیام حرمین کی روحانی افادیت اور عرفانی اثرات سے صحیح طور پر بہرہ مند ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے، آج بھی اس سلسلہ کی خاص شخصیتیں موجود ہیں جو اپنے زہد و تقویٰ اور مقام علم کے لحاظ سے ممتاز ہیں، حرمین شریفین کے طبقۂ علما میں علامہ جلیل، شیخ السنۃ مولانا محمد حبیب اللہ شنقیطی کی ذات بابرکات ایک مجسم علمی نور تھا، آپ نہ صرف ایک عظیم المرتبۃ عالم تھے بلکہ مجاہد اسلام بھی تھے، مغرب اقصیٰ پر حکومت فرانس کے قبضہ کے بعد مجبوراً ترک وطن کرنا پڑا اور حرمین شریفین کی پناہ میں آگئے۔ عرصہ تک مدینہ منورہ میں قیام رہا اور مسجد نبوی میں درس حدیث و تفسیر کا سلسلہ جاری رہا، یہ فیض آستانہ نبوی سے خدا کے گھر میں منتقل ہوا، اور عرصہ تک آپ دار العلوم حرم کے "شیخ الحدیث و التفسیر" رہے، مولانا محمد حبیب اللہ صاحب رح کو حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو گہری عقیدت اور دار العلوم حرم سے جو دلی محبت اور انس تھا اس کا ثبوت اس امر سے ہو سکتا ہے کہ شریف حسین سابق شاہ حجاز نے مولانا موصوف کو چند مرتبہ اعلیٰ دینی عہدوں پر سرفراز کرنا چاہا اور بلا واسطہ اپنی اس خواہش کا اظہار کیا، مگر آپ نے دار العلوم حرم کی بوریہ نشینی کو مسند نشینی پر ہمیشہ ترجیح دی اور اس عالم باعمل اور شیخ الکتاب و السنۃ کو دنیا کی کوئی قوت اس کے صراط مستقیم سے نہ ہٹا سکی۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ مولائی عبد الحفیظ مرحوم سلطان مراکش کو مولانا سے شرف تلمذ حاصل تھا، اپنی زندگی میں مولائی حفیظ کی ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ مولانا کی سعادت خدمت اسے حاصل

رہے مگر آپ نے سلطان مراکش کی ہر پیشکش کو مسترد فرمایا۔

۱۳۴۴ھ میں بعض خاص حالات کی بنار پر مولانا ترک حرم پر مجبور ہوئے، اور مصر تشریف لے گئے، مصر کے باخبر طبقہ اور جامع ازہر کے علمار نے جو آپ کے مقام علم وفضل سے واقف تھے آپ کا خیر مقدم کیا، مغرب اقصیٰ کا یہ شیخ جلیل اور حرمین شریفین کا محدث اکبر مصر جیسے ملک میں کس طرح گمنام رہتا، آپ کو جامع ازہر میں "شیخ الحدیث" کے منصب پر فائز کیا گیا، مہجوری حرم کا زمانہ تصور حرم میں روحانی حیثیت سے بے لطفی کے ساتھ گذرتا رہا، مشیت الٰہی کو پورا ہونا تھا اور دار العلوم حرم کی پوری جماعت کو مولانا کی دائمی مفارقت کا صدمۂ عظیم اٹھانا تھا، اس لئے مصر سے یہ اندوہناک خبر مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو موصول ہوئی کہ صرف چار روز بخار کی تکلیف کے بعد بتاریخ ۶ صفر ۱۳۶۳ھ بروز جمعرات یہ آفتاب علم ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مصر کے اخبارات ورسائل نے مولانا کی خبر وفات کا اعلان جس رنج وملال کے ساتھ کیا ہے اس سے ان کی ہر دلعزیزی اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ خداوند کریم مولانا مرحوم کو صدیقین وشہدار کا بلند مقام عطا فرمائے، اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

(بقیہ صفحہ ۶) کی گرفت بے پناہ ہے، اسکی پکڑ ناقابل برداشت ہے، اسکی بندش انسان کے بند بند کو باندھ لینے پر قادر ہے اور وہ ہر صورت اور ہر جہت سے اپنی مخلوق پر قادر وغالب ہے، قرآن کریم نے بالفاظ ذیل قارون کی بربادی اور آفت زدگی کا ذکر فرمایا ہے اور بار بار قارون کا قصہ بیان فرما کر اہل عالم کو اسکے دولتمندانہ غرور سے مجتنب رہنے کی تاکید کی ہے۔

وقارون وفرعون وهامان ولقد جاءهم موسى بالبينٰت فاستكبروا في الارض وما كانوا سابقين فكلا اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا عليه حاصبا ومنهم من اخذته الصيحة ومنهم من خسفنا به الارض ومنهم من اغرقنا وما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا انفسهم يظلمون ○

اور ہم نے قارون، فرعون اور ہامان کو بھی ہلاک کیا، ان کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کھلی دلیلیں لے کر آئے تھے مگر ان لوگوں نے سرکشی کی اور بچ کر نہ نکل سکے تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا، یعنی بعض پر ہم نے تند ہوا بھیجی، بعض کو ہولناک آواز نے آدبایا، بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو ہم نے ڈبو دیا اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا، لیکن یہی لوگ اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

ندائیات

دعوتِ فکر و عمل

دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ ایک مرکزی تحریک کی حیثیت سے مسلمانانِ ہند کو اکثر سال سے اپنا درد مندانہ پیام پہنچا رہا ہے، وہ دور کی آواز ہے اس لئے مؤثر نہیں، اس پیام کا مقصد ایک بلند مرکزی نصب العین کی تکمیل ہے، ہماری راہ عمل اور جس سمت ہمیں جانا ہے اُس کے حدود آج سے نہیں بلکہ گذشتہ صدی سے معین ہیں،

اس اشاعت میں حضرت مولانا محمد سعید صاحب مرحوم، سابق ناظم دارالعلوم حرم کی ایک قدیم یادداشت ذیل میں ہدیۂ ناظرین کی جارہی ہے، جو مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی سالانہ روئداد بابت ۱۳۶۰ھ میں پینتیس ۳۵ سال ہوئے شائع ہو چکی ہے خدا کرے کہ یہ تاریخی یادداشت اگر اُس وقت نہیں تو آج سننے والوں کے لئے دعوتِ فکر و عمل بن سکے۔

... مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دارالعلوم اور درس گاہ کے نشانات کو جو سرزمین حرم پر مٹ چکے تھے پھر زندہ کرنا چاہا اور مسلمانوں کے ناقابل علاج امراض کی دوا اور روحی و قلبی بیماریوں کا نسخۂ شفا جو اپنی تشخیص اور کامل غور و فکر کے بعد تجویز کیا وہ علوم ربانی اور مذہبی تعلیم و ہدایات کی اشاعت و ترقی تھی۔ جو صحیح اصول اور اعلیٰ پیمانہ پر مرکز اسلام میں جاری کرنے کا عزم بالجزم کر لیا اس فرد کامل اور فخر قوم برگزیدہ فاضل کے درد آشنا دل کی دیرینہ آرزو اور تمنا نے ۱۲۹۲ھ میں

جس کو آج پینتیس سال[1] گذر چکے، مدرسہ صولتیہ کی صورت میں ظہور کیا، مدرسہ کی سالانہ رپورٹ مسلسل زمانۂ دراز سے ملک کی عام زبان اردو میں شائع ہوتی ہے مگر ان اوراق پریشان کو قوم کے امراء اور عالی مرتبت طبقہ کے سرابردوں اور نام و نمود کے خواہشمندوں کی میزوں تک اول تو بہت کم رسائی ہوئی ہے، اور کسی جگہ ناخواندہ مہمان کی طرح پہنچ بھی گئی ہو تو پیانو اور ہارمونیم کی دلکش آواز کے سامنے مذہب کی نفیری پر کون کان دھرنے والا ہے، بانیٔ مدرسہ کے خیالات اور بولے مدرسہ کے اغراض و مقاصد اور ضرورتوں کے متعلق اس طویل مدت میں ابتدائے قیام مدرسہ سے اس وقت تک اس قدر لکھا پڑھا گیا ہے کہ اب اس کے متعلق کچھ کہنے کو بھی جی نہیں چاہتا، قوم کی سرد مہری اور مسلمانوں کی تغافل شعاری نے طبیعت میں اس قدر "سکون" پیدا کر دیا ہے کہ اب حرف شکایت بھی زبان پر لانا خود ناگوار گذرتا ہے، کہا جاتا ہے کہ یورپ میں دہریت نے مذہب کی جگہ پر قبضہ کر لیا، بے دینی اور دہریت کے حملہ کی تاب مقاومت مذہب عیسوی نہ لا سکا اور یورپ کی اقوام مذہب کی قیود و پابندیوں سے آزادی حاصل کرتی جاتی ہیں، اس کے مقابلہ پر جب کبھی مسلمانوں کا ذکر آتا ہے تو اُن کی نسبت بڑے جوش اور سرگرمی سے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنا مذہب جان سے زیادہ عزیز ہے اور مذہب کے مقابلہ میں وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے، یہ دو باتیں ہیں جن کو ہم ابتدائے شعور اور زمانۂ دراز سے سنتے آئے ہیں، اب ذرا تکلیف فرما کر واقعات اور صورت حال پر غور و فکر فرمائیے، اور اپنی قوت ممیزہ سے خود ہی فیصلہ کر کے اس دعوت میں کہاں تک سچائی اور صداقت ہے، حکم لگا دیجئے، جن قوموں کی بے دینی اور لامذہب ہونے کا ہم خیال کئے بیٹھے ہیں اُن کے برائے نام معبد بیت المقدس میں جا کر ذرا اُن کے مذہبی کارناموں اور اُن کارناموں کو دیکھئے جن سے مذہب کی شان اور متبعان مذہب کی اولوالعزمی نمایاں ہے، اور ادھر قبلۃ الاسلام، ام القریٰ، مولد خیر الانام، مہبط وحی مکہ مشرفہ میں ذرا مسلمانوں کی زندگی اور مذہبی حمیت و دینی جوش و ولولہ کو دیکھئے، جو قوم مذہب کی حمیت اور غیرت

[1] اب اکہتر سال ہو چکے ہیں ۔

کا بڑا دعوی کرتی ہے اس کے دینی اور مذہبی کام اور وہ بھی اس کے عظیم الشان معبد اور اس مقدس و پاک سرزمین پر کس درجہ اور حالت میں ہیں۔ ان تمام واقعات اور حالات پر غور کرنے کے بعد اگر آپ کے پہلو میں ایک غیور دل اور دل میں کچھ احساس ہے تو آپ کلیجہ تھام کر زبان حال سے نہیں بلکہ مقال سے یہ کہنے پر مجبور ہوں گے۔

آبادیٔ میخانہ ز ویرانیٔ ماست　　جمعیت کفر از پریشانیٔ ماست
اسلام بذات خود ندارد عیبے　　ہر عیب کہ ہست از مسلمانیٔ ماست

مدرسہ صولتیہ سینتیس ۳۷ سال (اور اب اکہتر سال) سے مکہ معظمہ میں ہندوستان کے چھ کروڑ (اور اب دس کروڑ سے زیادہ) مسلمانوں کی قومی مشترکہ مذہبی درس گاہ ہے۔ اس طویل مدت میں مدرسہ کی اہم ضروریات پوری نہیں ہوسکیں، حالانکہ مدرسہ نے اپنی بے سروسامانی اور بے بضاعتی کی حالت میں بھی اپنے قیام کی ضرورت اور اہمیت کو اپنے کام سے دنیا پر ثابت کردیا ہے، مسلمانوں کی نسبت یہ خیال کہ وہ کم ہمت ہیں، روپیہ صرف نہیں کرتے بالکل غلط اور اتہام ہے، مسلمانوں کی مالی حالت اور استطاعت کو دیکھتے ہوئے جب اُن کی خیرات و صدقات کو یا اُن کاموں کو دیکھا جاتا ہے جن پر مسلمان بڑی بے دردی اور اولوالعزمی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں تو اُس وقت یہ ماننا اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ روپیہ خرچ کرنے اور دینے میں مسلمان ہرگز کسی قوم اور ملت سے گھٹے ہوئے نہیں، باقی مسلمانوں کی خیرات، صدقات اور عطیات کا مصرف کون سے کام ہیں اور مسلمانوں کی دولت کس طرح برباد ہوتی ہے، اور سالانہ لاکھوں روپیہ کیسے غیر مفید اور بعض خسر الدنیا والآخرہ کاموں میں ضائع کیا جاتا ہے اس جہالت اور غفلت کے نتائج ہیں جس میں ہماری قوم کا جزو اعظم اس وقت پھنسا ہوا ہے۔ اللھم لا تجعلنا من الغافلین ط

اثرات

قربان احسانت شوم

جن ہمت شکن اور صبر آزما حالات میں دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا صدر دفتر چار سال قبل ہندوستان (دہلی) میں قائم کیا گیا تھا اس پریشانی کے عالم میں کسے یقین تھا کہ چند گمنام بوریہ نشینوں کی جد و جہد مؤثر ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ کی تائید، رحمت شامل حال رہی اور ملک کے طول و عرض میں خدا کے نیک دل بندوں نے مکہ معظمہ کی دردمندانہ آواز کو صدا بصحرا نہ ہونے دیا، اور اسی کی دی ہوئی توفیق سے انہوں نے جوار بیت اللہ میں اپنی اکہتر سالہ علمی مذہبی اور قومی مشترکہ یادگار کو عین وقت پر بچا لیا۔

سال رواں (۱۳۶۳ھ) کے آغاز میں محرم الحرام سے دار العلوم حرم کی ہیئۃ اساتذہ و عہدہ داران وملازمین کے مشاہرات میں تیس فیصدی کا اضافہ کیا گیا، جس کی تفصیلات "ندائے حرم" کے گذشتہ نمبروں میں شائع ہو چکی ہیں، اس چھ ماہ کے عرصہ میں معاشی تنگی اور عام پریشانی کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۳۶۳ھ کے سالانہ میزانیہ کی مدات کے لحاظ سے مجلس ادارہ کی سفارش پر ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۶۳ھ سے مکہ معظمہ میں دار العلوم کے تمام اساتذہ و علما کے مشاہرہ میں مزید اضافہ کی تجویز پر عمل درآمد شروع ہو گیا، اس جدید اضافہ میں امداد گرانی اور شرح تبادلہ کے اعتبار سے ہندوستانی سکہ کی قیمت میں جو کمی ہوتی ہے اس نقصان کو پورا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ سالہائے گذشتہ کی تنگ حالی کے بعد خادمان دار العلوم حرم اس قابل ہو سکے کہ وہ علمائے حرم اور مجاہدین علم کی حوصلہ افزائی کر سکیں۔ حق خدمت کی ادائیگی کی توفیق پر ہم سب اس ارحم الراحمین کی بارگاہ میں سربسجود ہیں۔ اور دست بدعا

ہیں کہ وہ ہمارے تمام مقاصد خیر کو پورا فرمائے، اور اپنے پاک گھر کی زیادہ سے زیادہ خدمت کا حوصلہ اور ہمت دے۔

یقیناً دار العلوم حرم کے تمام محسنین و معاونین قابل مبارکباد ہیں کہ اُن کی نیک کمائی اور خدا کی دی ہوئی دولت و نعمت کا وہ حصہ جو کعبہ کے زیر سایہ دار العلوم حرم کے علماً اور طلبا کی امداد اور دین و علم کی خدمت و اشاعت میں صرف ہو رہا ہے اُن کے لئے دائمی توشۂ آخرت ہے اور اس طرح وہ لاکھ گونا اجر و ثواب حاصل کر رہے ہیں۔

جو یہاں جمع کیا وہ یہیں برباد ہوا
جو دیا نام خدا، جمع ہے اللہ کے گھر

آپ کی اولو العزمانہ امداد و دستگیری کا مبارک نتیجہ درج ذیل ہے۔

۱۔ شعبۂ قرآن و تجوید

نمبر	نام	عہدہ	مشاہرہ بعد مزید اضافہ
۱	سید احمد دحلان	نگران شعبہ، استاذ شعبۂ ثانوی	معــہ ۴۲
۲	قاری محمد رضا	معلم تجوید و قرأت	عــہ ۵۲
۳	شیخ محمد فتح اللہ	معلم شعبہ	للعــہ
۴	سید محمد ناصف	مساعدہ	دعــہ ۵۱

مالعــہ

۲۔ شعبۂ تحضیری (پرائمری اسکول)

نمبر	نام	عہدہ	مشاہرہ بعد مزید اضافہ
۱	شیخ عبداللہ خوجہ	نگران شعبہ، معلم	عــہ ۴۲
۲	سید ہاشم شلی	معلم شعبہ	مــہ ۵
۳	قاری احمد مظہر	〃	للعــہ ۶۳

۶- کتب خانہ

نمبر	نام	عہدہ	مشاہرہ بعد مزید اضافہ
۱	مولانا عبداللہ غازی	مہتمم کتب خانہ	للعہ
۲	؍؍ عصمت اللہ	مددگار مہتمم و نگران دار المطالعہ	للعہ
			للعہ

۷- حاضر باش

نمبر	نام	عہدہ	مشاہرہ بعد مزید اضافہ
۱	عبداللہ ملیباری	محافظ عمارت جدید و محضر شعبۂ ثانوی و عالی	للعہ
۲	عبدالحمید صنجیری	محضر شعبۂ ابتدائی	للعہ
۳	عبدالرحمن بخاری	محافظ عمارت قدیم و محضر شعبۂ تحفیظ حفاظ	للعہ
۴	محمود بخاری	محافظ دار الاقامہ	للعہ
۵	عبدالرزاق ہندی	سقہ مدرسہ	للعہ
			للعہ

کل میزان مشاہرات ماہانہ بعد مزید اضافہ از ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۶۲ھ ۱۹۶۲ الساعہ

فریضۂ حج اور حکومت ہند

مسلمانان ہندوستان کے ایمانی شعور و احساس سے ایک مطالبہ

اسلام میں جمود و بے حسی نہیں، اسلام حرکت و عمل، صبر و استقلال، پاکی اور برتری کا نام ہے جس دین برحق نے دنیا کی تقدیر بدل دی اور جس مذہب کے متبعین نے عملی صورت سے یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ مذہب کی عالمگیر قوت ناقابل تسخیر ہے، آج اُن ہی اسلاف کے ایک دو نہیں کروڑ نام لیوا ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانے کو تقدیر الٰہی سمجھ چکے ہیں، اپنی بے حسی کا احساس اگر باقی نہ رہے تو پھر ہر ذلت و نکبت ہر بلا اور مصیبت کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

جنگ زرنگ جس میں دوسری قوموں کے دوش بدوش مسلمان رعایا بھی بڑھ چڑھ کر اپنی وفاداری میں خون پانی ایک کر رہی ہے، اس کی تاریخ میں مسلمانان ہند کے لئے یہ حادثہ قومی اور مذہبی حیثیت سے بہت زیادہ تکلیف دہ اور روح فرسا ہے کہ دو سال سے وہ اپنے ایک اہم دینی فریضہ کی ادائیگی سے محروم ہیں، اس بندش کے اسباب کچھ ہوں مگر جہاں تک غور و فکر کا تعلق ہے ہمیں حج کے سلسلہ میں گورنمنٹ کے مدبرین کے اس رویہ اور فیصلہ سے قطعاً اتفاق نہیں اور ہمیں اس امر کا بھی پورا یقین ہے کہ ہندوستان کے دس کروڑ سے زیادہ غیور و باحمیت مسلمان اس میں ہمارے ساتھ ہیں، حکومت ہند دو سال سے صرف اس لئے پس و پیش میں ہے کہ حج کا بحری راستہ مخدوش ہے، اور حجاج کو جنگ کے بے پناہ خطرات میں نہیں ڈالا جاسکتا۔ جس شہنشاہیت کا بحری اقتدار املی روایت نہیں بلکہ تاریخی حقیقت کا درجہ رکھتا ہو اور جس کے قبضہ میں قدرت نے اپنی مافوق الاداک تدبیر سے، بحری بری اور فضائی راستے دے دیئے ہوں وہ اس طرح اپنی کمزوری یا بے بسی کا اظہار کرکے معاملہ فہمی کا ثبوت نہیں دے سکتی، وہ محترم شخصیں جو آج گورنمنٹ کا دل و دماغ ہیں ان کے لئے مسلمانوں کا مسئلہ حج خاص طور پر جنگ کے دوران میں بہت زیادہ قابل توجہ ہے۔

اگر ایک طرف پوری سلطنت برطانیہ اپنے مخالفین کے پروپیگنڈہ کو اپنے مفاد کے خلاف سمجھ کر اس کی تردید و تکذیب کی ہر ممکن تدبیر میں دن رات کے ہر لمحہ میں مصروف ہے تو دوسری طرف خود گورنمنٹ کا طرز عمل ان مخالفین کے لئے ایسا وزنی مواد فراہم کر دیتا ہے کہ جس کی بنیاد پر وہ سب کچھ کہتے ہیں اور برابر کہتے رہتے ہیں، مخالف ہمیشہ کمزور پہلو کو نمایاں کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ اور جب اس کے بیانات میں واقعات و حقائق کو کھینچ تان کر لانے کی کوشش کی جائے گی تو پھر وہ پروپیگنڈا یا ہرزہ گوئی نہیں بلکہ کسی حد تک دل میں اترنے والی چیز بن جاتی ہے، یہ ہماری ایک مخلصانہ رائے ہے، جس کی بنا پر گورنمنٹ کے ارباب حل و عقد کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنے بین الاقوامی توازن اور بین الدولی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے اگر ضرورت پڑجائے تو شہنشاہیت کے طول و عرض کی مجموعی قوت کے لانے میں بھی دریغ نہ کریں۔

جس طرح حکومت برطانیہ کی مسلمان رعایا نے اپنا حق وفاداری ادا کرنے میں سردھڑ کی بازی لگا دی ہے اسی طرح گورنمنٹ پر مسلمان رعایا کا بھی یہ اہم حق عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کے قومی مسائل مذہبی معاملات اور دینی فرائض وارکان کا احترام کرے اور ان کو ناقابل التفات سمجھ کر نظرانداز کرنے کی کوشش نہ کرے۔

حج جیسے اہم فرض کی ادائگی کے لئے حکومت سے ہر ممکن سہولت کے مطالبہ کا ذمہ دارانہ حیثیت سے ہر مسلمان کا فرض ہے، مسلمانان ہند کو حج کی حقیقت وعظمت کبھی نہ بھولنی چاہیئے، حج خدا کی راہ میں نکلنا ہے، حج جسمانی، روحانی اور مالی عبادت کا مجموعہ ہے، اسی لیے وہ تنگدستی، سرمایہ کی کمی، فقر اور گناہوں کا علاج ہے، جب تک مسلمان فریضۂ حج ادا کرتے رہیں گے اپنے مرکز سے ان کی وابستگی کبھی ختم نہیں ہو سکتی، وقت ہے کہ مسلمان اپنے ایمانی شعور کا ثبوت دیں اور حج کی ادائگی کے لئے مشترک جدوجہد شروع کر دیں۔ خدا کی مدد ان کے ساتھ ہے۔

محمد امجد اللہ صاحب - قلوب جس کے قبضۂ قدرت میں ہیں وہی فَعَّالٌ لِمَا یُرِیدُ اپنے جس نیک نہاد بندے سے جو کام لینا چاہتے ہیں اس کی ہمت و توفیق اُسے عطا کرتے ہیں، دنیا میں بہت سے نیک خیال ایسے بھی ملیں گے جو کسی کار خیر میں عملی حیثیت سے شرکت کا عزم وحوصلہ نہیں رکھتے یا ان کو عملاً خدمت حرم کی توفیق نہیں دی گئی۔

مسلمان اگر مرکز اسلام کو اپنا مشترک مطمح نظر بنالیں اور اپنی زندگی کے اہم مشاغل میں اس کے لئے گنجائش پیدا کرلیں تو وہ اپنی قومی زندگی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی دینی عظمت و برتری اور مذہبی اقتدار کو تمام دنیا سے تسلیم کرا سکتے ہیں۔

ضرورت احساس اور عمل کی ہے، ترغیب خیر حق پاک نفس اصحاب کو در کعبہ سے وابستہ کر رہی ہے ان میں جناب محترم محمد امجد اللہ صاحب فارم کمپیر گنج کی شخصیت قابل ذکر وفخر ہے۔

آپ کو خدا کے گھر سے جو دلی تعلق ہے اس کا ثبوت اس امر سے مل سکتا ہے کہ اپنے اہم مشاغل

کے باوجود آپ خادمانِ حرم محترم کی جماعت کے ساتھ شریک عمل ہیں۔ اور دوسروں کو بھی دارالعلوم حرم جیسے صدقۂ جاریہ کی خدمت واعانت کی ترغیب دے کر دوگنا اجروثواب حاصل کر رہے ہیں۔

یقیناً آپ کی مخلصانہ جدوجہد ہمارے رسمی شکریہ کی محتاج نہیں، اور نہ خدمت حرم کا یہ پاک جذبہ لفظی اعتراف وامتنان کا منتظر ہے۔ مگر ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ان اولوالعزم رجال عمل کے ذکرِ خیر کے ساتھ ان کے فلاح دارین کے لئے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہیں، خدا کے حضور میں درِکعبہ پر جو ہاتھ دعا کے لئے اٹھ رہے ہیں ان ساکنانِ حرم کے قلوب میں محمد امجد اللہ صاحب جیسے ہمدرد وغمگسار کی یاد ہمیشہ زندہ رہے گی۔ جو خدا کو یاد رکھیں گے وہ ان کو کبھی نہیں بھول سکتا۔

یتیموں کا باپ:- "ندائے حرم" کے گذشتہ نمبر میں دارالعلوم حرم کے ایک محترم استاذ مولانا عبداللہ نیاز صاحب مرحوم کی خبر وفات شائع ہو چکی ہے، موت وحیات انسانی زندگی کا ایک کھیل ہے، مگر اس سانحہ میں جو تکلیف دہ امر سب سے زیادہ خادمانِ دارالعلوم حرم کی پریشانی کا سبب ہے وہ مولانا موصوف کے پریشان حال پس ماندگان کی پرورش اور بے یار ومددگار متعلقین کی معیشت کا سوال تھا، سات بچوں اور ایک غم زدہ بیوہ کا اس دنیا میں بظاہر کوئی سرپرست نہ رہا تھا، مگر اس مسبب الاسباب کی شان کریمی دیکھئے کہ کلکتہ کے ایک ایسے فیاض دل محسن کے دل میں ان کی دستگیری کا پُرخلوص جذبہ پیدا ہوا، جن کو خدا نے اپنی بہت سی نعمتوں کے ساتھ ایک حساس دل بھی دیا ہے، موصوف اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ندائے حرم" آج ملا، اس سے مولانا عبداللہ نیاز صاحب کے انتقال پُرملال کا حال معلوم ہوا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اُن کی مغفرت فرمائے، عریضہ ہذا کے ہمراہ ایک ڈرافٹ مبلغ تین سو ۳۰۰ روپیہ ارسال خدمت ہے، یہ مرحوم کے پس ماندگان کی ضروریات کے لئے روانہ کئے ہیں اور یہ خواہش ہے کہ اس میں سے پچیس روپے ماہوار ایک سال تک مدرسہ کی جانب سے مرحوم کی زوجۂ محترم کو ملتے رہیں، دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، یہ درخواست

ہے کہ نام کا اظہار نہ فرمائیں "!

مکہ معظمہ میں مولانا عبد اللہ نیاز صاحب مرحوم کے معصوم بچے اگر اپنے حقیقی باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہو چکے ہیں تو خداوند کریم نے کلکتہ میں اپنے ایک باہمت و مقبول بندے کو ان کی سرپرستی اور دستگیری کی توفیق دے کر ان یتیم بچوں کا ایک دوسرا باپ پیدا کر دیا، جس کا کریمانہ ہاتھ کلکتہ کو بلند ہو کر خدا کے گھر میں ان معصوموں کے سروں پر سایہ افگن ہے، اور کعبہ پر ان معصوموں کی پاک دعائیں عرش سے ادھر نہیں رہ سکتیں، خدا سے سچا معاملہ رکھنے والے کبھی اس کی رحمت و تائید سے مایوس نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اس احسان کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

ایک باوفا مخلص حرم: ۔ دار العلوم حرم کے دائرہ معاونین کرام میں مولوی حفظ الرحمٰن صاحب دفا کیشیر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کا نام محتاج تعارف نہیں، مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ساتھ آپ کا دلی تعلق غائبانہ نہیں بلکہ حاضری حرم محترم کے مبارک ایام میں آپ دار العلوم حرم کو دیکھ چکے ہیں، دیکھنے کا اثر سننے سے زیادہ ہوتا ہے، مگر ہزاروں دیکھنے والوں میں ایسے سراپا خلوص بہت کم ہوتے ہیں جو ہر موقعہ پر خدا کے گھر میں اپنے اس صدقہ جاریہ کو یاد رکھیں اور اپنی ہر خوشی میں دار العلوم حرم کے نادار و مستحق طلبا کا خیال رکھیں، نیکی کا یہ احساس کسی ترغیب کا محتاج نہیں، مولوی حفظ الرحمٰن صاحب کے مکتوب کا اقتباس درج ذیل ہے جس کے بعد خود قارئین کرام اس مخلص شخصیت کے جذبۂ خیر کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

"اللہ کے فضل و کرم اور ساکنان حرم کی دعاؤں کے اثر سے میری تنخواہ میں پندرہ روپیہ ماہانہ کا اضافہ ہو گیا ہے۔ پہلی ترقی کا روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، مدرسہ صولتیہ کے نادار بچوں کی نذر فرما دیجئے، شکر گذار ہوں گا"

"پہلی ترقی" کی مٹھائی میں گھر کے اور عزیزوں کے بچے شریک ہوتے اور یہ خوشی گھر کے حدود میں منائی جاتی مگر جن کی صد بصر بیت اللہ ہو اور جن کا پاک دل خدا کا گھر ہو وہ اپنی ہر خوشی میں اپنے پیارے بچوں سے زیادہ معصومین حرم کی مسرت و خوشی کو اپنے لئے دین و دنیا میں باعث خیر و برکت سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس مخلصانہ سلوک کو قبول فرمائے، اور معصومین حرم کی پاک دعائیں ان کے شامل حال رہیں۔

بصائر

علم وظائف الاعضاء (فزیالوجی)، اور اسلام

حرمت خنزیر تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں

کراہت کی ایک حد ہے مگر خنزیر، خوک، اور سور، اس جانور کا جو نام بھی لیجیے اور جو نام بھی رکھیے اس کے تصور میں نفرت و تعفن کے تمام لوازمات موجود ہیں، ایک مسلمان کے لئے اس کا نام ناقابل برداشت ہے اور اس کے استعمال میں اپنی ہتک عزت سمجھتا ہے، مسلمانوں میں اس جذبہ کی بنیاد اسلام کا وہ حکیمانہ فیصلہ ہے جو خنزیر کی حرمت قطعی کے متعلق تیرہ سو سال سے نافذ ہے۔

مگر یورپ حلت و حرمت کی تمام قیود و پابندیوں سے آزاد یورپ اس کا دلدادہ ہے، اس کی دعوتوں کی زینت اس سے دوبالا ہے، اس کا گوشت رونق دسترخوان ہے، مگر اعتراض کی ہمت اس لئے نہیں ہوتی کہ یورپ سائنس داں، تعلیم یافتہ، مہذب اور طب و حکمت کا ماہر ہے۔ اس کی فہم و دانش بلند ہے اور اسے معلوم ہے کہ اس کا گوشت صحت بخش ہے، اس کی چربی مفرح اور محرک ہے، اس کا آب جوش دافع امراض و سمیات ہے، اس لئے اس جانور کے متعلق شکوک و شبہات، نفرت و حقارت، حرمت و کراہت کے جذبات عہد جاہلیت کی باتیں ہیں۔ لیکن یہ سائنس کا زمانہ ہے، ہر چیز مشاہدہ اور تجربہ کی کسوٹی پر پرکھی جاتی ہے، عملی زندگی کی تحقیقات کو ایمان بالغیب سے کیا تعلق ہے؟

جس راہ سے اسلام کی سچی تعلیمات پر حملہ کیا گیا تھا اور جن ہتھیاروں سے اس کی مخالفت کی گئی تھی اب ان ہتھیاروں کا انسداد ہو رہا ہے، خود ان کی سائنس اور ان کی تحقیقات جدیدہ نے انکشاف کے ساتھ یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ہر زمانہ کی تحقیقات سے آگے ہی رہے گا اور مجرموں کو ان ہی کی باتوں سے مجرم قرار دیا جائے گا، اس لئے ہم مطمئن ہیں کہ اسلام کی سچی ہدایات و تعلیم کو مشاہدہ و تجربہ اور یورپ کے سائنس سے [illegible] پیدا نہیں ہو سکتا۔

امّ الامراض لحم خنزیر — امریکہ کے ایک مشہور ڈاکٹر سلونیوس اسٹال جو علم وظائف الاعضاء (فزیالوجی) کے زبردست ماہر اور شکاگو کی طبی تجربہ گاہ کے ڈائرکٹر ہیں اپنی عمر کا بیشتر حصہ حیوانات کی طبی تشریحات و تحقیقات میں صرف کر چکے ہیں اور خاص طور پر "محقق خوکیات" ہیں، اپنی تازہ کتاب "اعضائے حیوان کا طبی تناسب" میں لحم خنزیر اور "عام فہم" انداز میں بیکن کے متعلق اپنی تحقیق کا خلاصہ دنیا کے سامنے ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

"میں نے جلدی امراض کا بہت زیادہ علاج کیا ہے اور اس کے اسباب کی بھی تسلی بخش تحقیقات کی ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان امراض کا سب سے بڑا اور اہم سبب سور کا گوشت ہے، جو شخص اس کا گوشت کھاتا ہے اس میں ایک خاص قسم کا زہر جو خنزیر کے جراثیم میں پایا جاتا ہے پیدا ہو جاتا ہے، اس گوشت کو کسی ترکیب سے بھی پکایا جائے، اس کا زہر زائل نہیں ہوتا، بعض حالات میں اس کا گوشت استعمال کئے بغیر ہی جلدی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کا علاج آسان ہے اور ایسے مریض اسی فیصدی صحتیاب ہو جاتے ہیں، مگر جو جلدی امراض لحم خنزیر سے پیدا ہوتے ہیں ان کا علاج سخت دشوار بلکہ قریب قریب ناممکن ہے، میں اپنے طویل تجربہ کے بعد یہ مشورہ دوں گا کہ انسان کو زہر کی طرح سور کے گوشت سے پرہیز کرنا چاہیئے، اگر تحقیقات کا دائرہ اور وسیع ہوا تو مجھے یقین ہے کہ جلدی امراض کے سوا بعض ایسے امراض کا بھی سراغ لگے گا جو صرف لحم خنزیر کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔"

اسی کتاب میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی دوسری تحقیق ملاحظہ فرمایئے۔

"غذا انسان کی نفسیاتی کیفیت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ خاص طور پر سور کا گوشت حسِ اخلاقی (MORAL SENSE) پر بہت ہی ناگوار اثر ڈالتا ہے۔"

الحمدللہ، ہمیں خدا کے بھیجے ہوئے ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے وہ کتاب ملی ہے جو علم و تحقیق کے کسی دور میں بھی ہم کو شرمندہ نہیں ہونے دیتی، "علم وظائف الاعضاء" نے زمانہ حال میں خاص ترقی کی ہے۔ لیکن یہ ترقی اسلام کے نظریات و تحقیقات پر ایک ذرہ کے برابر بھی اضافہ نہ کر سکی۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام ڈاکٹر تھے نہ سائنس داں اور نہ ماہر حیاتیات، نہ آپ کی کوئی تجربہ گاہ تھی اور نہ اس میں خورد بینی آلات جمع کئے گئے تھے، نہ اس وقت ایکس رے ایجاد ہوا تھا اور نہ بنفشی شعاعیں جمع کی گئی تھیں، لیکن آپ نے جن مسائل کو بے نقاب کیا اور ان پر جو حکم لگایا وہ اپنی جگہ اس طرح ناقابل تبدیل و تنسیخ ہے کہ سائنس و تجربات کی دنیا کو ہزاروں مرحلے طے کرنے کے بعد اس کی تصدیق و توثیق پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔

بدویت اور شہریت کا مقابلہ: مساوات اور اخوت کا نام لینا کس قدر آسان ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا اور عمل کا ثبوت دینا کس قدر مشکل، انسان کی فطرت ہے کہ وہ پستی اور کمزوری میں ہمیشہ انصاف اور مساوات کی دہائی دیتا ہے اور اس قدر شور بلند کرتا ہے کہ دوسرے کمزور بھی اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن جب وہ خود کسی بلندی پر پہنچتا ہے اور عوام الناس کی قیادت اس کے ہاتھ میں آتی ہے تو وہ مساوات کا سارا سبق بھول جاتا ہے، اب اس کے خیال میں مساوات کوئی چیز نہیں رہتی، وہ خود مساوات کی مخالفت شروع کرتا ہے، اور تاویلیں کر کے اُسے حق بجانب قرار دیتا ہے، اُسے حیرت ہوتی ہے کہ وہ کیوں مساوات کا درس دیتا رہا، کہ آج ہر کمزور اور مظلوم مساوات کا مطالبہ کر رہا ہے، اس نے جو ہتھیار اپنے لئے استعمال کیا جب دوسرے بھی اس کو استعمال کرتے ہیں تو افسوسناک انداز میں پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔

آج یورپ بھی مساوات کا شور پوری بلند آہنگی کے ساتھ بلند کر رہا ہے، لیکن جب مظلوم اسی مساوات کا مطالبہ کرتے ہیں تو اُسے جرم قرار دیا جاتا ہے۔ گویا مساوات کا مطلب یہ ہے کہ دنیا یورپ کے ساتھ تو شرافت و مساوات کا برتاؤ کرے، لیکن خود یورپ سے یہ توقع نہ رکھے کہ وہ بھی دوسروں کے ساتھ انصاف کرے گا، اس سے یہ توقع نہ رکھی جائے کہ وہ دوسروں کے ساتھ عدل و مساوات کا معاملہ کرے۔

عدل و انسانیت کا شور جو آج تہذیب کے مرکزوں سے بلند ہو رہا ہے وہ صرف زبانی جمع خرچ اور بے معنی الفاظ کی آتش بازی ہے۔

یہ اس "دورِ تہذیب" میں عدل و مساوات کا عالم ہے، دوسری طرف دیکھئے ایران کی سرزمین پر ابو عبیدہ اپنی جرار فوج کے ساتھ میدان جنگ میں خیمہ زن ہیں، نزوابی اور باروسما کے دو رئیس فرخ اور فراوند سپہ سالار اسلام کی خدمت میں عمدہ اور لذیذ کھانا پکوا کر بھیجتے ہیں، ابو عبیدؓ دریافت فرماتے ہیں کہ یہ کھانا تمام فوج کے لئے ہے یا صرف میرے لئے، جواب ملتا ہے کہ ہم جلدی میں پوری فوج کا انتظام نہ کر سکے، صرف آپ اور آپ کے چند ساتھیوں کے لئے یہ کھانا تیار کیا گیا ہے۔

ابو عبیدؓ کوئی یورپین فیلڈ مارشل نہ تھے، کسی مغربی جمہوریت کے "پریزیڈنٹ" نہ تھے، یا کسی "مہذب سلطنت" کے وزیر اعظم نہ تھے، محض اسلام کے سپاہی، اللہ کے پرستار اور قرآن کے علمبردار تھے، وہ یہ بے انصافی گوارا نہ کر سکے، غضبناک لہجہ میں فرمایا۔

"یہ کھانا تم ہی کو مبارک ہو، اسلام میں مجھے کسی دوسرے مسلمان اور کسی مسلمان سپاہی پر کوئی ترجیح حاصل نہیں۔"

ایک طرف "بدویت"، دوسری طرف "شہریت و تہذیب" اب فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے۔

نسوانیت اور اسلام: اسلام اس خدائے واحد کا ناقابل تبدیل قانون ہے جو انسانی فطرت کا خالق اور اس کے جذبات و احساسات سے پوری طرح باخبر ہے، اس قانون کی رو سے عورت کو جو اعزازی و اخلاقی برتری بخشی گئی ہے، وہ ایک ایسے عادلانہ اور متوازن نظام پر قائم ہے، جس کا ادراک تجربہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے، اسلام نے اس وقت عورت کو حقوق عطا کئے اور اس زمانہ میں اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جب انسانی سوسائٹی اور مذہبی ادارے یہ بھی تسلیم نہ کرتے تھے کہ اس کے اندر انسانی روح بھی موجود ہے، اور وہ بھی اخلاقی ذمہ داریوں میں مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے، ہندو مذہب نے عورت کو جہنم کے دروازہ سے تشبیہ دی، کلیسا نے اسے گناہ مجسم سمجھا، اور اس سے دور رہنے کی ہدایت کی، لیکن اسلام نے ان جاہلانہ تصورات کا خاتمہ کیا اور عورت کی فطری حیثیت کو برقرار رکھ کر اسے وہ اعزاز بخشا جس کی جس کی نظیر دنیا کے ادیان و ملل کے کسی صحیفہ اور کسی دستاویز میں نہیں مل سکتی۔

اس کے باوجود وہ لوگ مغرب کی مصنوعی تہذیب سے متاثر ہیں، اور یورپ کی نسوانی تحریکات کی ظاہری سطح پر نظر رکھتے ہیں، اس بدگمانی میں مبتلا ہیں کہ اسلام نے عورت کو اس کا مرتبہ عطا کرنے میں بخل سے کام لیا ہے اور مسلمان عورت کو کسی حیثیت سے بھی آزادی نصیب نہیں ہے، ایسے حضرات سے الجھنا بے سود ہے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ کان کھول کر ان لوگوں کے خیالات بھی سن لیں جو عورت کی "آزادی" اور نسوانی تحریکات کے نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اسی سلسلہ میں امریکہ کے ایک مبصر مسٹر واک مانٹر کے تازہ تجربات بے حد دلچسپ اور عبرت آموز ہیں۔ موصوف اپنی ایک تازہ تصنیف میں لکھتے ہیں کہ

"یورپ میں انسانوں کا ایک حصہ شرمناک حد تک آزاد اور بے باک ہے، ہم نے لفظ عورت کے بجائے "انسانوں کا ایک حصہ" دانستہ کہا ہے، کیونکہ یورپ کی نسوانیت پر ہم عورت کا اطلاق نہیں کر سکتے، عورت کو اس وقت عورت کہا جاتا ہے جب وہ حد اعتدال سے تجاوز کرنے پر بھی عورت ہی رہے، لیکن جب اسے مرد بنالیا جائے تو پھر اسے عورت کہنا یقیناً ظلم ہوگا، آج "انسانوں کا یہ حصہ" ہر دفتر، ہر کارخانے اور ہر ادارے میں موجود ہے، اس کی اکثریت قطع نسل کا عزم بالجزم کر چکی ہے، اور جسے افزائش نسل کا شوق ہے اس نے حلال و حرام کی تمیز کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ اس کی مستقل سوسائٹیاں ہیں، مستقل کلب اور ہوٹل ہیں۔ اور مستقل پارک اور تفریح گاہیں ہیں اس حالت میں کون کہہ سکتا ہے کہ مغرب کی عورت عورت ہے، اور اسے جو آزادی ملی ہے وہ مرد کی حیثیت سے ملی ہے، اگر بہتے طرز کا مرد پھر اپنی فطرت پر آجائے تو نسوانیت کے نام سے اسے آزادی تو کیا شہری حقوق بھی نہیں مل سکتے"

آگے چل کر مصنف نے مغربی عورت پر بہت سخت حملے کئے ہیں، جنہیں ہم نظر انداز کرتے ہیں، لیکن اس کی تحریر سے یہ تو معلوم ہوا کہ عورت کی جس آزادی کا غلغلہ بلند کیا جارہا ہے وہ در اصل عورت کی آزادی نہیں بلکہ نسوانیت سے رجولیت کی طرف ارتقاء کی ایک خاص حرکت ہے اور جہاں تک عورت کا تعلق ہے وہ بدستور مدنی اور اخلاقی حقوق سے محروم ہے، بلکہ وہ شہری حقوق کے لئے بھی ترس رہی ہے۔

جو لوگ اسلام کے مقابلہ پر مغربی تہذیب کا نام لیتے ہیں اور اسلام کو عصری تحریکات کی کسوٹی پر جانچنے کے عادی ہیں وہ بتائیں کہ آخر یورپ کی تہذیب کو بھی کسی معیار پر پرکھنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔

تحویل قبلہ

کعبہ کا مقامِ اعظم
ملّتِ اسلامیہ کا مرکز اول تجلیاتِ الٰہیہ کا دائمی سرچشمہ ہے

(از مولانا محمد طاہر صاحب القاسمی دیوبند ضلع سہارنپور)

(۲)

لیکن اگر یہ کہا جائے کہ فرشتوں کے آواز دینے سے حضرت جبرئیلؑ کے علاقہ کو کیا ربط ہے تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ چونکہ حضرت روح القدس جبرئیلؑ امین کو تمام ملائکہ پر مرتبہ کرامت و شہادت و رسالت حاصل ہے اس لئے ملائکہ کی طرف سے نداؤں کا دیا جانا درحقیقت ان ہی کی طرف سے ندا دینا تھا، علاوہ ازیں صحیح مسلم میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام کو معراج ہوئی اور اُس کی تصدیق کے سلسلہ میں لوگوں نے آپ سے بیت المقدس کی علامتیں اور نشانیاں پوچھنی شروع کیں اور آپ بتلاتے بتلاتے گھبرا اُٹھے تو حضرت روح القدس جبرئیلؑ امین نے بیت المقدس ہی کو آپ کے سامنے لاکر حاضر کر دیا، آپ دیکھ دیکھ کر بآسانی ہر سوال کا جواب دیتے جاتے تھے۔ اس حدیث سے بھی صاف طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس مکان مقدس کو حضرت روح القدس سے علاقۂ خاص ہے، یہی وجہ تھی کہ حضرت روح القدس ہی نے اُس کو لاکر آپ کے سامنے حاضر کیا اور نہ دوسرے فرشتے بھی یہ کام انجام دے سکتے تھے، علیٰ ہذا جن انبیاء علیہم السلام پر روح القدس کا نزول ہوا، اور اُن سے اُن کو تائید ملی، اس بیت مقدس کا ان کی زیارت و بشارت گاہ ہونا اور اکثر انبیاء مبشرین کے مزارات کا وہاں پایا جانا، نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہیکل میں حسب بیان

کتب سابقہ مذکورہ کروبیوں[۱] کے مجسمے بنوانا جو اُس وقت کی شریعت میں غالباً جائز ہوں گے اور تابوت سکینہ کو ملائکہ کا اُٹھانا اور اس کی وجہ سے بنی اسرائیل میں طرح طرح کے انقلابات کا ظہور، یہ سب علامتیں اسی کی ہیں کہ بیت المقدس بیشک تجلی گاہ قدوسیان وبشارت گاہ کروبیان ہے[۲] اور بیشک

---

[۱] غالباً یہ دو مجسمے جبرئیل ومیکائیل کے نام کی یادگار کے لئے بنوائے گئے، کیونکہ ان ہی دو فرشتوں کا خصوصی تعلق خدا کی صفت علم وصفت قدرت سے ہے جس کی بناء پر عالم سماوات وارضین کے جملہ کاروبار انہی سے وابستہ ہیں اور ان کا دشمن خدا کا دشمن قرار دیا گیا ہے، من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ و ھدی وبشری للمومنین من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین۔ بشری للمومنین سے بخوبی مستنبط ہے کہ بشارت کا تعلق انوار ملکیت ہی سے ہے اور بشارت حضرت روح القدس کا ایک وصف خاص ہے چنانچہ قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق لیثبت الذین آمنوا وھدی وبشری للمسلمین سے پوری طرح واضح ہوتا ہے کہ بشارت کا خصوصی ربط حضرت جبریل امین سے ہے اس لئے قبلہ بشارت وتجلی گاہ کے مناسب حضرت زکریاؑ کو جو جواب دیا گیا تو وہ بھی بشارت ہی کے مشتمل الفاظ میں تھا، کما قال تعالی ان اللہ یبشرک بیحیی مصدقا بکلمۃ من اللہ، علی ہذا حضرت اسحٰق کی پیدائش کی اطلاع بھی دی گئی تو اس طرح دی گئی، وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین اور خانہ کعبہ کی شان چونکہ انذار وہیبت و تقویٰ ہے اس لئے جن انبیاء کا تعلق اس قبلہ سے ہوا ہے تو اکثر ان کے متعلق ویسا ہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے جس سے یہ کیفیت ظاہر ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے انا ارسلنا نوحا الی قومہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیھم عذاب الیم قال یا قوم انی لکم نذیر مبین ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ بشیر ونذیر ہیں اور دونوں قبلوں سے آپ کا تعلق ہے اس لئے آپ کے متعلق فرمایا گیا وما ارسلناک الا مبشرا ونذیرا، ایک جگہ فرمایا گیا ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون ط

[۲] شہر بیت المقدس اس وقت سے آباد ہے جب بنی اسرائیل مصر سے کوچ کرکے کنعان میں داخل ہوئے تھے، حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کے عہد میں تو یہ شہر لوجہان کے پایہ تخت ہونے کے ہر اعتبار سے نہایت ہی تجمل ورونق کی حالت میں تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اور ہیکل بنوائی حضرت داؤد کی وصیت کے مطابق اس کو تعمیر کیا۔ غرض یہ مسجد اور شہر ہزارہا انبیاء علیہم السلام کا قبلہ اور زیارت گاہ رہ چکا ہے اور اس پر خدا کی تجلیات بواسطہ روح القدس ایسی ہی طرح پر تو فگن ہیں جیسے آفتاب کا نور شب کے وقت چاند میں سے ہو کر عالم کیلئے ضیاء ریز ہوتا ہے، اسی طرف سبحٰن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ھو السمیع البصیر سے اشارہ

اس کے انوار مثل قمر عالم میں ضیاء ریز ہیں۔ اور آفتاب نبوۃ نے تدریجی طور پر اس عالم کسب واکتساب میں ہر دو قبلوں سے کسب فیض فرمایا اور خط کمال کو مثل رفتار شمسی کے حاصل فرمایا ہے۔ یا یوں کہیے کہ جس طرح آفتاب عالمتاب جب طلوع ہو جاتا ہے تو ابتداءً ہی اس کے نور میں عالم کو وہ جودت اور کمال محسوس نہیں ہوتا جو تدریجی طور پر منازل ارتقا کو طے کرنے کے بعد خط استواء پر پہنچ کر اس کو حاصل ہوتا ہے اور یہی تدریجی کمال اور کمال کے بعد زوال خلاق ازلی وابدی کے غیر تدریجی کمال کا ایک کھلا ہوا فطری ثبوت ہے۔ چنانچہ آفتاب عالمتاب کے خط استواء پر پہنچنے سے پہلے جس قدر بھی عالم میں اس کی شعاعیں پڑتی ہیں وہ ترچھی پڑتی ہیں البتہ جب آفتاب عالمتاب خط استواء پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی نورانیت پایہ کمال کو پہنچ جاتی ہے، اور اس کی شعاعیں بالکل سیدھی پڑنے لگتی ہیں، اس لئے طلوع کے وقت کا اندازا اور ہوتا ہے اور غروب کے وقت کا اندازا اور ہوتا ہے۔ خط استواء پر پہنچنے کی کیفیت اور ہوتی ہے، اسی طرح آفتاب نبوۃ افق عالم اور افق مکہ سے جب طلوع ہوا تو ابتدائی دور نبوۃ میں بے شک اس کی توجہ بھی اسی قبلہ بشارت مرکز انبیاء بنی اسرائیل کی طرف ہونی چاہیے تھی جن کے نور سے تمام رسل بشرین مستفید و مستنیر ہوئے، البتہ جب آفتاب نبوۃ نے اپنے مدارج کمال اور سرحد ملکیت کو اس عالم کسب واکتساب میں اپنی سیر علمی و عملی سے پورا کرتے ہوئے مرتبہ کمال قرب الٰہی حاصل کر لیا اور زمین کے انوار سے آسمان کے انوار بھی حاصل کرتے ہوئے فوق الفوق خط استواء علی العرش کو جا پکڑا اور آفتاب نبوت کے طالع بلندکی اسی طرح جب یہ تحویل درجہ تکمیل کو پہنچنے لگی تو اس وقت مبارک میں بے شک آپ کو بذریعہ وحی والہام تحویل قبلہ کا حکم دے دیا گیا۔

قد نری تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضٰها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحیث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره وان الذین اوتوا الكتاب لیعلمون انه الحق من ربهم ط	بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھانا تیرے چہرہ کا آسمان کی طرف سو البتہ (وقت تکمیل ملکیت) پھیریں گے ہم تجھکو اسی مسجد الحرام کی طرف جس قبلہ کی طرف تیری خواہش ہے پس اب پھیر اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو اپنا رخ اس کی طرف، اور جن کو دی گئی ہے کتاب وہ جانتے ہیں کہ یہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔

آفتاب نبوت کی یہ تحویل آپ ایسی ہی سمجھئے جیسے آفتاب عالمتاب کو بروج سماویہ کے بعض برجوں میں آکر درجۂ شرف حاصل ہوتا ہے، چنانچہ جب آفتاب عالمتاب اپنی سیر فلکی میں برج حمل کے انیسویں درجہ پر پہنچتا ہے تو اس کو اس وقت شرف نصیب ہوتا ہے، اور اس درجہ میں پہنچ کر اس کے انوار پایۂ شرف و کمال کو پہنچتے ہیں، لیکن اسی آفتاب کی کیفیت اس برج کے سوا دوسرے برجوں میں ویسی نہیں ہوتی، بس یہی کیفیت بلاتشبیہ سیر ملکوتی میں آفتاب نبوت کی سمجھئے، اور اسی تدریجی شرف و ارتقاء کی طرف قد نری تقلب وجہک فی السماء سے غالباً اشارہ کیا گیا ہے (واللہ اعلم)

خانہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے پر لوگوں کا اعتراض:

غرض جب کمالات ملکیت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے اور سیر ملکوتی کے بعد سیر لاہوتی شروع ہوگئی تب یہ وحی الٰہی آپہنچی کہ اب الی یوم القیامہ آپ کا دائمی اور آخری قبلہ خانہ کعبہ ہے اور اب آپ اسی بیت عتیق کی طرف منہ کر کے ہم کو یاد کیا کیجئے، اور آپ کی امت کو بھی یہی حکم ہوا، کہ وہ بھی اسی بیت الحرام کی طرف اپنی جبین نیاز جھکایا کرے، جس پر کیفیت انذار کا دور دورہ ہے اور جس کو عالم ظاہر میں اسی وضع کا درجہ توسط حاصل ہے جیسے انسان کے بدن میں ناف کو درجۂ توسط حاصل ہے۔ لیکن یہ امر چونکہ دقیق تھا اور ہر ایک کے فہم میں یکایک تحویل قبلہ کا راز اور اس کی حکمتیں اور منافع نہ آسکتے تھے اور قبلۂ بشارت کو چھوڑ دینے پر معاندین و بیوقوف لوگوں کی طرف سے مختلف قسم کے سفاہت آمیز اعتراضات کئے جانے والے تھے اور سادہ فطرت مومنین کے بہکنے اور پھسلنے کا قوی امکان تھا اس لئے تحویل قبلہ کی قریبی مدت میں پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے اعتراضات سے واقف و باخبر فرمادیا گیا، تاکہ جو عظیم الشان ابتلا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین و جاں نثاروں کو پیش آنے والا تھا وہ سب کے لئے قابل برداشت اور موجب ازدیاد رحمت و برکت ہوجائے، اس لئے آیات مذکورۃ الصدر کا نزول ہوا، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ ان بے وقوفوں اور عقل کے دشمن جلد باز معترضین سے وقت اعتراض فرمادیں کہ خدا تعالیٰ کا تعلق اور اس کی عبادت اس کے

بے مثل و بے ہمتا ہونے کی وجہ سے کسی خاص سمت میں منحصر نہیں ہے، بلکہ مشرق اور مغرب سب جہتیں اسی کی قدرت کاملہ کا ایک نشان ہیں یعنی اگر اس کا تعلق سمت مشرق اور مکان شرقی سے بواسطہ روح القدس قائم ہے تو اس کا تعلق مغرب اور اس سمت کے کعبہ مغرب سے بھی بلا واسطہ روح القدس کامل و اکمل ہے، غرض "وجہ ربک ذوالجلال والاکرام" کے انوار و برکات بلا تشبیہ و تمثیل ہر جگہ ایسی ہی طرح درخشاں و تاباں ہیں جیسے آفتاب عالمتاب سے عالم کے ہر حصہ کو روشنی پہنچتی ہے، عرش اعظم کی تجلیات اور کرسی کے انوار بواسطہ اور بلا واسطہ مشرق و مغرب شمال و جنوب سب جہتوں میں اسی طرح عام اور تام ہیں جیسے مخلوق کا وجود خود مخلوق سے وابستہ ہے اور فی الحقیقت یہ جہتیں اسی ذات واجب تعالیٰ کے نور سے قائم ہیں، فی نفسہ ان کا کوئی بھی وجود نہیں ہے، پھر جیسے جہتوں میں بھی ایک جہت ابتدائی ہے اور ایک انتہائی ہے۔

دونوں قبلوں میں ترتیب طبعی ہے:- چنانچہ طلوع آفتاب کی جہت ابتدائی کہلاتی ہے اور اس کے غروب کی جہت انتہائی جہت کہلاتی ہے، اسی طرح سمت مشرق کا قبلہ ابتدائی قبلہ کہلائے گا، اور سمت مغرب کا قبلہ آخری اور انتہائی قبلہ کہلائے گا، اس لئے ابتداءً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمت مشرق میں قبلہ مشرق (بیت المقدس) کی طرف متوجہ فرما کر آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روحانی و جسمانی سیر آفتاب ظاہری کی سیر کی طرح اپنے دائرہ کو پورا کر چکی تو پھر آپ کو قبلہ مغرب کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا گیا، جہاں عروج کے بعد نزول سے کیفیات نبوت نے کمالات کی ہر ایک نوع کو پورا کیا، اور یہی درحقیقت وہ سیدھی راہ چلانا تھا جس کا اشارہ قل للہ المشرق والمغرب یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ط سے فرمایا گیا ہے جس کی حقیقت خاصمنہ کو سفہا نہیں سمجھے اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکتساب تجلیات میں دو قبلوں کا یکے بعد دیگرے پابند فرمایا گیا اور ایک ترتیب طبعی ان کے درمیان قائم فرمائی گئی۔

اسی طرح آپ کی امت اور
امت محمدیہ امم سابقہ میں دونوں قبلوں کا جدا جدا اثر:- امم سابقہ میں بھی اس قسم کی ترتیب طبعی ملحوظ رکھی گئی، چنانچہ جس طرح ایک برگزیدہ قوم بیت المقدس وغیرہ میں پیدا کی گئی جس نے انبیاء کے فیض نبوت سے مستفید ہوکر مخلوق کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور جو باعتبار اپنے تقدس و برگزیدگی اور شہادت کے ابتدائی مرتبہ رکھتی تھی اسی طرح سرزمین حجاز اور قبلۂ عالم کی وادی مقدس میں بھی ایک آخری قوم ایسی پیدا کی گئی جس نے وسطِ عالم سے توحید کا بھولا ہوا سبق سارے عالم کو مکمل طور سے یاد دلایا، اور جس نے باعتبار تعدیل اجسام واحکام کے تمام سلاسل انسانی میں انوار محمدی کو عام و تام فرمادیا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ، وکذٰلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا اور جو نسبت کہ قبلہ بنی اسرائیل اور قبلہ بنی اسمٰعیل میں تھی اور بشارت وانذار کی جو جدا جدا کیفیات ان ہر دو قبلوں میں پائی جاتی تھیں پس وہی ان کی ان دونوں امتوں میں بھی قائم رہی اسی لئے قبلہ سابقین میں اگر لاکھ بشارت کی آوازیں دیں تو قبلۂ عالم کے فیض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انذر عشیرتک الاقربین کے فریضہ کو ادا کیا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں قبلوں کی کیفیتوں کو ملحوظ رکھ کر ارشاد باری ہوا وما ارسلناک الا مبشرا ونذیرا ط

سبیل کوثر

اہل حرمین شریفین کی امداد و دستگیری

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کیلئے امدادی رقوم

خداوند کریم کا شکر و احسان ہے کہ وہ خادمان دار العلوم حرم سے مفید کام لے رہا ہے، اسکے دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کو ملک کے مختلف مقامات سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعض خاص اصحاب اور عام غربا و مساکین یا بیوگان و یتامیٰ اور دوسرے امور خیر کے لئے حسب ذیل رقوم بماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۳ھ وصول ہوئی ہیں، یہ ایک نیک کام کی توفیق ہے جو دار العلوم حرم کی اہل خدمت کے ساتھ ہمارے حصہ میں آئی ہے، یہ رقوم مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو معطیان کی ہدایت کے مطابق مستحقین تک پہنچانے کے لئے بھیج دی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے　　　　آتے ہیں جو کام دوسروں کے

نمبر شمار	نام نامی	رقم	نمبر شمار	نام نامی	رقم
۱	جناب چودھری بشیر علی خاں صاحب موضع کالی	مالعہ/	۶	ایک اہل خیر جزاہ اللہ　کانپور	عــہ
۲	״ بابو عبد الغنی صاحب　راولپنڈی	عــہ	۷	جناب الحاج قاضی سید نثار حسین صاحب　مہاراج گنج	عــہ
۳	״ الحاج خان بہادر محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب مدراس	لعہ/	״	محترمہ بی بی عقیلۃ النساء صاحبہ بتوسط ״　״	صر
	منجانب مولانا محمد عبد الحی بادشاہ صاحب مرحوم ״	لعہ/		״ بی بی قمر النساء صاحبہ　״	صر
	منجانب محترمہ محمود النساء بیگم صاحبہ مرحومہ ״	لعہ/		״ بی بی حمیدہ خاتون صاحبہ　״	عار
۴	جناب الحاج شیخ ناظر حسن صاحب　جوالاپور	عــہ		״ بی بی شمس النساء صاحبہ　״	عصر
۵	״ مستری مشیت اللہ صاحب بتوسط ״　״	عــہ		״ بی بی نجمہ خاتون صاحبہ　״	عصر

نمبر شمار	نام نامی		رقم
	جناب سید شاہ عبدالقدوس صاحب بتوسط جناب الحاج قاضی سید نثار حسین صاحب	مہاراج گنج	عصہ/
	جناب سید شاہ عبدالسلام صاحب	" "	عصہ/
	" قاضی سید معین الدین صاحب	" "	عگ/
	" قاضی سید محب الحسن صاحب	" "	۸/
	محترمہ بی بی سارہ خاتون صاحبہ	" "	عصہ/
	" بی بی ہاجرہ خاتون صاحبہ	" "	عصہ/
	" بی بی النوری خاتون صاحبہ	" "	عصہ/
	" بی بی زاہدہ خاتون صاحبہ	" "	۸/
	" بی بی ربیعہ خاتون صاحبہ	" "	عصہ/
	" بی بی محفوظ النساء صاحبہ موضع چچ کلاں	" "	عصہ/
	جناب حیات محمد شاہ صاحب موضع چچ خورد	" "	عصہ/
۸	جناب سید علی اصغر شاہ صاحب موضع شاہ صغیر		ما/
۹	" خان صاحب حاجی عبدالرشید صاحب ہزاری باغ		عہ
۱۰	" شیخ رمضان محمد صاحب	سیوتہ	للعہ

نمبر شمار	نام نامی	رقم
۱۱	محترمہ بیگم صاحبہ جناب کیپٹن ڈاکٹر سید محمد اجمل حسین صاحب کرنال	عہ/
۱۲	" بیگم صاحبہ جناب ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب مرحوم گورکھپور بتوسط جناب مولوی محمد امجد اللہ صاحب	ما/
۱۳	جناب محمد محب اللہ صاحب محمد آباد گہنہ	عہ
۱۴	محترمہ والدہ صاحبہ جناب لئیق احمد صاحب بتوسط جناب مولانا مفتی راحمد صاحب فریدی مراد آباد	عہ
۱۵	محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید شہزاد عالم صاحب بتوسط جناب سید جان عالم صاحب شاہجہانپور	صہ
۱۶	" حاجی محمد شریف صاحب سکریٹری انجمن امداد اہل حرمین شریفین سیالکوٹ	صہ
۱۷	محترمہ خیر صاحبہ جناب حاجی محمد سعید صاحب چھاونی کان پور (برائے دعائے صحت خود)	عہ
۱۸	جناب خانصاحب محمد قمر علیخاں صاحب سہسرام	عہ
۱۹	" محمد محب اللہ صاحب، محمد آباد گہنہ	عہ
۲۰	ایک اہل خیر جزاہ اللہ　کلکتہ	سا/

میزان ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۳ھ　۱۰۴۸ للعہ

قارون

عہد موسوی کا ایک برباد شدہ اور آفت زدہ مالدار

(از مولوی سید محمد ازہر شاہ صاحب قیصر ابن مولانا سید محمد انور شاہ صاحب مرحوم)

مال و دولت کی فراوانی، مالدار زندگی کی خوش حالیاں، خدا پرستی اور دینداری سے ہمیشہ کا بیر رکھتی ہیں۔ سیم و زر کے ڈھیر، لعل و جواہر کے قیمتی ذخیرے، پُر فضا باغات، عالی شان محلات کی زندگی نے ہمیشہ انسان کو خالق اکبر سے دور، ایثار و کرم کے قیمتی جذبات سے محروم اور سفر آخرت کے لئے کچھ زادِ راہ جمع کر لینے سے ہمیشہ بے خبر بنائے رکھا ہے۔

انسان کی فطرت اور نفسیات کی روشنی میں کلام کرنے والے قرآن حکیم نے جہاں اولاد کو انسان کے لئے ایک فتنۂ عظیم قرار دیا ہے وہیں دولت کو بھی خرمن ایمان و انصاف کیلئے ایک برق خاطف بتایا ہے انما اموالکم واولادکم فتنة (تمہارے اموال و اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں) اور اس میں شک نہیں کہ مذہب، دینداری، انصاف اور عدل پسندی، خوف خداوندی اور ابنائے جنس کی پاسداری و رواداری کی تمام ترخوبیوں کو تج کر ہی کہیں دنیا کی فانی دولت ہاتھ آتی ہے۔

حضرت موسیٰ نبی اللہ کے عہد پیغمبری میں قوم بنی اسرائیل میں "قارون" ایک زبردست مالدار اور صاحب ثروت انسان گذرا ہے جس نے ہر ممکن تدبیر سے تکذیب اور تلبیس سے دولت کا اتنا عظیم الشان ذخیرہ جمع کیا تھا کہ آج تک قارون کا خزانہ دنیا میں ضرب المثل ہے، سونے کی اینٹیں، چاندی کے ڈھیر، روپوں کی تھیلیاں، اشرفیوں کے توڑے، نوادرات کے صندوق، مال و اسباب سے بھرے ہوئے محلات و قصور، قدرت نے یہ تمام سامانِ امارت جی کھول کر قارون کے گھر میں بھر دیا تھا، قرآن مجید نے آیت مندرجہ ذیل میں قارون کی زرداری اور دولتمندی پر تاریخی شہادت بہم پہنچائی ہے۔

وآتیناہ من الکنوز ما ان مفاتحه لتنوء بالعصبة اولی القوة　　　اور ہم نے دیئے تھے اس کو اتنے خزانے کہ ان کی کنجیاں اٹھانے سے تھک جاتے تھے کئی کئی طاقتور آدمی۔

یہی قارون قوم بنی اسرائیل کا ایک فرد، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چچازاد بھائی فرعون کی بستی میں ملازم تھا، قرآن مجید نے امم سابقہ اور اسی قسم کے افراد کے واقعات عبرت ونصیحت کے ایک خاص مقصد کے لئے جا بجا بیان فرمائے ہیں۔ اسی ذیل میں قرآن کریم میں تین جگہ

(۱) سورۃ القصص (پارہ امن خلق) کے ساتویں رکوع

(۲) سورۃ العنکبوت (پارہ امن خلق) کے تیسرے رکوع

(۳) سورۃ المؤمن (پارہ فمن اظلم) کے دوسرے رکوع

میں قارون کے بعض حالات ذکر کئے گئے ہیں، سورۃ القصص میں بعد کے دو مواقع کی نسبت قارون کے حالات کسی قدر تفصیل سے موجود ہیں، اور یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ قارون نے فرعون کی ملازمت یا مصر میں تجارت سے اپنے گھر میں بے پناہ مال ودولت کی ایک دنیا بسا ڈالی تھی، مگر قارون بے مثال سرمایہ دار اور اپنے وقت کا سب سے بڑا رئیس ہونے کے باوجود سخت کنجوس حریص، طامع اور لالچی بھی تھا، عمر بھر اس نے زرکشی اور زراندوزی جاری رکھی، جی بھر کر دولت جمع کی اور دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ کر اسے اپنے قبضہ میں لاتا رہا، مگر کبھی اس بندۂ زر کو سخاوت کی توفیق نہیں ہوئی، حضرت موسیٰؑ نے ایک دفعہ اپنی قوم کو زکوٰۃ نکالنے اور فی سبیل اللہ بذل مال اور دولت صرف کرنے کی تلقین کی تو بنی اسرائیل نے اپنے اس سب سے بڑے سرمایہ دار کو بھی اس کار خیر کی طرف متوجہ کیا۔

اذ قال له قومه لا تفرح ان الله لا يحب	اس کو جب اس کی قوم نے کہا کہ اپنی حالت پر خوش مت ہو،
الفرحين وابتغ فيما اتٰك الله الدار	اللہ کو اترانے والے پسند نہیں، اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس کو اپنے
الآخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا	لئے کچھ توشۂ آخرت بنالے اور دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کر اور
واحسن كما احسن الله اليك ولا تبغ	جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی احسان
الفساد فی الارض ان الله لا يحب	کیا کر، دنیا میں فساد کی خواہش نہ کر اس لئے کہ خدائے تعالیٰ
المفسدين ط (سورۃ القصص۔ قرآن حکیم)	مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔

قوم بنی اسرائیل کی اس متفقہ دعوت خیر اور تلقین ہدایت پر قارون کی ہوس دولت پرستی

بھنّا اٹھی، اس نے جواب دیا کہ

قال انما اوتیتہ علی علم عندی　　قارون نے کہا کہ مجھ کو یہ سب میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔

اس بیہودہ گوئی سے مقصد قارون کا یہ تھا کہ یہ سب مال و دولت مجھے خدا نے یوں ہی بے محنت نہیں دے دیا ہے، میں نے اپنی قوتِ بازو، اپنی لیاقت و قابلیت اور اپنے زورِ عقل سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے، میری امارت خدائے قادر و توانا کی ممنون کرم ہے! ورنہ تقدیر کی کرم فرمائیوں کی مرہونِ منت، میں نے رو رو کر اس سے مال و دولت نہیں مانگا، میں نے اس کے آگے سجدہ میں گر گر کر بھیک نہیں طلب کی بلکہ یہ سارا میری اپنی محنت و مشقت سے جمع کیا ہوا سرمایہ ہے، میری اس ذاتی دولت و سرمایہ میں خدا کا حصہ کیسا؟ اور موسیٰؑ مجھے راہِ خدا میں صرف زر و جواہر کا حکم کرنے والا کون؟ قرآن کریم قارون کی اس سرمایہ دارانہ بدگوئی اور دولتمندانہ ہرزہ سرائی پر ارشاد فرماتا ہے۔

اولم یعلم ان اللہ قد اھلک من قبلہ من القرون من ھو اشد منہ قوۃ واکثر جمعا (القصص)　　کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ امتوں میں ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت و جمعیت میں اس سے کہیں زیادہ تھے

قارون نے حضرت موسیٰؑ کے اس قانونِ زکوٰۃ کو اپنے لئے ایک بلائے ناگہانی خیال کیا اور اس مصیبت سے بچنے کے لئے اس نے صرف اس شرورانہ بدگمانی ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ حضرت موسیٰؑ اور ان کے برادرِ عزیز حضرت ہارونؑ سے چونکہ اسے ابتدا سے ان کے شرفِ نبوت پر حسد اور ان کی مذہبی پیشوائی کی ہمہ گیر قوت پر سخت غیظ تھا اس لئے اس نے زکوٰۃ کی تلقین پر حضرت موسیٰؑ کو ذلیل کرنے اور قوم کی نظروں سے گرانے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کی ایک نامراد عورت کو اس پر آمادہ کیا کہ جب حضرت موسیٰؑ کسی مجمع عام میں زنا کی حد بیان فرمائیں تو یہ بے تامل اس پیغمبرِ ذی شان کو اپنے ساتھ متہم کرنے کا گناہ عظیم اپنے سر لے، قارون نے سمجھا کہ وہ اس طرح موسیٰؑ کی پیغمبرانہ عظمت کو ختم کر دینے میں کامیاب ہو گا، اور ان کی عفت و پاکبازی کے شہرۂ عالم کو ملیامیٹ کر کے اپنی آتشِ حسد کو بجھا سکے گا۔ چنانچہ ایک ایسی ہی مجلس عام میں یہ فریب خوردہ عورت بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ کھڑی ہوئی اور اس نے خدا کے اس جلیل القدر پیغمبر کے تقدس پر حملہ کیا، یہ عورت تو حضرت موسیٰؑ کے شدید قسمیں دینے اور اللہ کے غضب و عذاب سے ڈرانے پر اپنے قول سے پھر گئی اور اس نے برملا اعتراف کیا کہ اس

(باقی بر صفحہ ۶)

موج کوثر

بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کے لئے ایصال ثواب

اپنے جاننے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھئے تاکہ آنیوالے آپ کو یاد رکھیں
اپنے خاندان کے مرحومین کے لئے مکہ معظمہ میں کعبہ کے زیر سایہ ایصال ثواب کیجئے
یاد رکھئے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے
آپ جو روپیہ ہندوستان میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کرسکتے ہیں
اس مد کی آمدنی وظائف حفاظ میں صرف کی جاتی ہے

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسلہ	رقم
۱	بروح جناب محمد شعیب صاحب تحصیلدار مرحوم	جناب مولوی محمد ظہور الدین صاحب گورکھپور	عہ
۲	بروح سکینہ خاتون صاحبہ مرحومہ	" محمد مجیب اللہ صاحب محمد آباد گہنہ	صعہ
۳	بروح بیگم صاحبہ مرحومہ جناب حاجی محمد سعید صاحب	جناب پسران و نبیرگان جناب حاجی محمد سعید صاحب چھاؤنی کانپور	للعہ ۱۰ر
۴	بروح پاک سرکار دو عالم، بروح میر سلطان علی صاحب مرحوم	جناب میر احمد علی صاحب حیدر آباد دکن	عہ
۵	بروح معظمہ خاتون صاحبہ مرحومہ	" محمد مجیب اللہ صاحب محمد آباد گہنہ	صعہ
۶	بروح والدہ صاحبہ مرحومہ خود	" جمال الدین صاحب - گورداسپور	صر
۷	بروح عبدالجبار ولد احمد نور صاحب مرحوم	" حکیم محمد عبدالغفار صاحب - ٹانڈہ	صر
۸	بروح محمد حنیف صاحب مرحوم	" محمد صدیق محمد عمر صاحبان جودھپور	صر

میزان ماہ ماہ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ   مالعہ ۱۱۹ ۱ر

مطبوعات

خطبۂ صدارت: - آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس جبلپور کے شعبۂ معاشیات واصلاح معاشرت کے صدر مولوی نورالرحمٰن صاحب سکریٹری نیڈریشن آف مسلم چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری دہلی، کا یہ وقیع خطبۂ صدارت اپنی خصوصیت کے لحاظ سے قابل دید ہے، اس میں مسلمانوں کے اہم معاشی اور اقتصادی مسائل پر بحث کی گئی ہے، مسلمانوں کو ان کے بھولے ہوئے سبق یعنی تجارت اور اس کی اہمیت کو دلنشین صورت سے پیش کیا گیا ہے اور بجا طور پر اس کی تلقین کی گئی ہے کہ مسلمان معاشی اور اقتصادی زندگی میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ کر اجتماعی حیثیت سے مقاصد حیات میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

یہ خطبۂ صدارت اپنی افادیت کے لحاظ سے ملک کے سنجیدہ اور باعمل اصحاب کے پیش نظر رہے تو اس کا قولی معیار عملی امتیاز سے بدل سکتا ہے، خدا کرے خلوص کے ساتھ جو کچھ کہا گیا ہے اس پر عمل کرنے والے باہمت مسلمان میدان عمل میں آئیں اور مسلمانوں کی معاشی حالت قابل فخر و اطمینان ہو سکے۔

ہمارے پیارے نبیؐ: - مؤلفہ مہرالنساء صاحبہ بنت جناب الیاس احمد صاحب لکچرار الہ آباد یونیورسٹی، قیمت ۱۲ر

رسول مقبولؐ کی سیرت پاک اور اہم واقعات کا مجموعہ ہے، عام فہم انداز میں آپؐ کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں، کتاب اپنی ترتیب اور مؤلفہ کی مخلصانہ محنت و کاوش کے لحاظ سے قابل قدر ہے اور دوسری بہنوں کے لئے لائق تقلید۔

خدا کرے ہر مسلمان گھر میں یہ اسلامی ذوق اور دینی جذبہ پیدا ہو جائے اور مسلمان اپنی زندگی کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کو شمع ہدایت بنالیں

ملنے کا پتہ - اردو پبلشنگ ہاؤس الہ آباد

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۳ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسمائے معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی
مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے باعث شکر گزاری ہوگا

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید ۴۳	جلد ۵	جناب مولوی محمد ظہور الدین صاحب گورکھپور (منی آرڈر)	عہ	ایصال ثواب
۲	۴۴	"	" بابو عبد الغنی صاحب پنشنر راولپنڈی "	عسہ	امداد طلبا وظائف طلبا
۳	۴۵	"	" خانصاحب محمد قمر علی خاں صاحب سہسرام "	[illegible]	وظائف طلبا
۴	۴۶	"	" حاجی عبد المغنی صاحب دہلی بذات خود	صہ	امداد عام
۵	۴۷	"	" الحاج خان بہادر محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب مدراس (منی آرڈر)	[illegible]	"
۶	۴۸	"	" ازجانب مولانا محمد عبد الجبار بادشاہ صاحب مرحوم مدراس (منی آرڈر)	[illegible]	"
۷	۴۹	"	" ازجانب محترمہ محمود النسا بیگم صاحبہ مرحومہ مدراس (منی آرڈر)	[illegible]	"
۸	۵۰	"	جناب شیخ محمد حسن صاحب بابولور "	عہ	"
۹	۵۱	"	" مولوی نبی بخش صاحب گورداسپور "	[illegible]	زکوۃ
۱۰	۵۲	"	" مولوی حفظ الرحمن صاحب وفا علیگڈھ "	[illegible]	وظائف طلبا
۱۱	۵۳	"	حاجی شیخ محمد عثمان صاحب بجلی بتوسط جناب حاجی شیخ [illegible] علی صاحب (منی آرڈر)	[illegible]	"

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۲	رسید ۵۴	جلد ۵	جناب شیخ اللہ رکھا صاحب، حاجی اللہ بندہ صاحب، حافظ عبد الرحمن صاحب، محترمہ فیاض النساء صاحبہ، محترمہ مریم صاحبہ بتوسط حاجی شیخ ناظر حسن صاحب جالا پور (منی آرڈر)	[illegible]	[illegible]
۱۳	۵۵	"	جناب حاجی عبد اللطیف خاں صاحب شاہجہانپور "	صہ	"
۱۴	۵۶	"	" محمد امجد اللہ صاحب کیر گنج "	[illegible]	زکوٰۃ
۱۵	۵۷	"	" الحاج قاضی سید نثار حسین صاحب مہلی گنج "	[illegible]	[illegible]
۱۶	۵۸	"	" قاضی سید فہیم الدین صاحب بتوسط " " "	[illegible]	"
۱۷	۵۹	"	" قاضی سید علی حسن صاحب " " " "	[illegible]	"
۱۸	۶۰	"	" علی میاں صاحب " " " "	[illegible]	"
۱۹	۶۱	"	" حسن میاں صاحب " " " "	[illegible]	"
۲۰	۶۲	"	" عبدل میاں صاحب " " " "	[illegible]	"
۲۱	۶۳	"	" روجن میاں صاحب " " " "	[illegible]	"
۲۲	۶۴	"	" نجیب میاں صاحب " " " "	[illegible]	"

نمبر	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۲۳	رسید ۶۵ جلد ۵۸	جناب قاضی سید خلیق احمد صاحب بتوسط جناب الحاج قاضی سید نثار حسین صاحب مہاراج گنج (منی آرڈر)	عہ/	وظائف بقیمت چرم قربانی
۲۴	۶۶ 〃	جناب خورشید علی صاحب بتوسط 〃 〃 〃	للعہ/	〃
۲۵	۶۷ 〃	〃 برات علی صاحب موضع امرول 〃 〃	عصہ/ ۱۱/	〃
۲۶	۶۸ 〃	〃 حسینی میاں صاحب 〃 〃 〃	۶عہ/	〃
۲۷	۶۹ 〃	〃 سوبرن میاں صاحب 〃 〃 〃	۶عہ/	〃
۲۸	۷۰ 〃	〃 خان صاحب حاجی عبدالرشید صاحب ہزاری باغ 〃	عـــ	وظائف یتامیٰ (بقیہ)
۲۹	۷۱ 〃	〃 بابو انعام الحق صاحب سہارنپور (بابت ماہ مارچ، اپریل و مئی ۱۹۴۳ء) (منی آرڈر)	۸عہ/	امداد عام
۳۰	۷۲ 〃	جناب مسٹر محمد صمصام الحق صاحب عرشی جودھپور (قیمت چرم عقیقہ وغیرہ) (بذریعہ ڈاک)	۱۶/	وظائف طلبا (بقیہ)
۳۱	۷۳ 〃	جناب پیرزادہ غلام محی الدین صاحب سرانواں بوعلم (منی آرڈر)	۵عـــ	امداد عام
۳۲	۷۴ 〃	〃 حاجی غلام محی الدین صاحب لاہور 〃	۹/ ما/	زکوٰۃ
۳۳	۷۵ 〃	〃 فتح و جان محمد صاحب سیوتہ 〃	عـــ	وظائف طلبا (بقیہ)
۳۴	۷۶ 〃	〃 محمد مجیب اللہ صاحب محمد آباد گہنہ 〃	عـــ	ایصال ثواب
۳۵	۷۷ 〃	محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید شہزاد عالم صاحب ستابجنا نیوہ 〃	صـــ	وظائف طلبا (بقیہ)
۳۶	۷۸ 〃	منجانب پسران و نبیرگان جناب حاجی محمد سعید صاحب کان پور (منی آرڈر)	للعـــ/ ۱۰/	ایصال ثواب
۳۷	۷۹ 〃	جناب میر احمد علی صاحب حیدرآباد دکن 〃	عـــ	〃
۳۸	۸۰ 〃	محترمہ سجن بی بی صاحبہ بیگم جناب نفضی خاں صاحب بتوسط جناب حافظ لعل بہادر خاں صاحب بہادر گنج (منی آرڈر)	للعـ/	امداد عام
۳۹	۸۱ 〃	جناب حافظ لعل بہادر خاں صاحب بہادر گنج 〃	للعـ/	〃
۴۰	۸۲ 〃	〃 محمد مجیب اللہ صاحب محمد آباد گہنہ 〃	عـــ	ایصال ثواب برائے خرچ یتامیٰ
۴۱	۸۳ 〃	محترمہ آمنہ خاتون صاحبہ نئی دہلی (چیک)	ســـ	امداد عام

نمبر	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۴۲	رسید ۴۴۴ جلد ۵۸	جناب سیٹھ احمد حاجی موسیٰ جی سالوجی صاحب ساؤتھ افریقہ (ڈرافٹ)	ما عـــ ۹/	زکوٰۃ
۴۳	۴۴۲ جلد ۲۱۳	جناب جمال الدین صاحب گورکھپور (منی آرڈر)	صہ/	ایصال ثواب
۴۴	۸۴۳ 〃	محترمہ حشمت النساء صاحبہ بتولیہ قف منشی علیم اللہ صاحب موضع بھوج پور (دستی)	صہ/	امداد عام
۴۵	۸۴۴ 〃	جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب شیرانی گوجرانوالہ	عـہ/	〃
۴۶	۸۴۵ 〃	〃 حکیم محمد عبدالغفار صاحب قصبہ ندوہ (منی آرڈر) 〃	صہ/	ایصال ثواب
۴۷	۸۴۶ 〃	〃 لکھیا ظہور احمد صاحب بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب جوالاپور (منی آرڈر)	صہ/	امداد عام
۴۸	۸۴۷ 〃	جناب شیخ لسین صاحب بتوسط 〃 〃 〃	صہ/	امداد عام
۴۹	۸۴۸ 〃	محترمہ فخر النساء بیگم صاحبہ گڑھی بخشہ 〃	صہ/	〃
۵۰	۸۴۹ 〃	جناب سید قمر الدین صاحب بتوسط جناب مولوی محمود الحسن صاحب سہارنپور (دستی)	صہ/	زکوٰۃ
۵۱	۸۵۰ 〃	جناب شہریار احمد خاں صاحب سیوتہ (منی آرڈر)	صہ/	وظائف یتامیٰ (بقیہ)
۵۲	۴۵۶ / ۱۴۱	〃 الحاج کیپٹن غلام محمد صاحب ریاست بہاولپور (بابت ماہ مئی ۱۹۴۳ء) (منی آرڈر)	صہ/	زکوٰۃ
۵۳	۴۵۷ 〃	محترمہ بیگم صاحبہ جناب کیپٹن ڈاکٹر سید محمد افضل حسین صاحب کرنال (بابت ماہ مئی ۱۹۴۳ء) (منی آرڈر)	صہ	امداد عام
۵۴	۴۵۸ 〃	جناب بی۔ اے ملک صاحب سکندرآباد بتوسط جناب شیخ محمد الدین صاحب لاہور (منی آرڈر)	صہ/	زکوٰۃ
۵۵	۴۵۹ 〃	〃 محمد صدیق محمد عمر صاحبان جودھپور 〃	صہ/	ایصال ثواب
۵۶	۳۱۹ / ۱۵۲	محترمہ بیگم صاحبہ جناب الحاج شیخ ناظر حسن صاحب جوالاپور (منی آرڈر)	عصہ/	امداد عام
۵۷	۳۲۰ 〃	محترمہ والدہ صاحبہ خالد منعم عباسی دہلی (اپریل ۱۹۴۳ء) (بذات خود)	عصہ/	〃

جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۳ھ — ندائے حرم

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی
۵۸	۳۲۱	۹۵/۱۵	محترمہ والدہ صاحبہ حافظ شجاع الدین احمد صاحب دہلی	عصر	دعائے طلبہ	۶۸	رسید ۸	جلد ۱۲/۹۱	محترمہ بیگم صاحبہ جناب ڈاکٹر سمیع اللہ صاحب مرحوم گورکھپور
۵۹	۳۲۲	،،	(بذات خود) ،، بی بی انور جہاں بیگم صاحبہ دہلی ،،	عصر	امداد عام	۶۹	۹	عہ	،، بیگم صاحبہ جناب مولوی محمد امجد اللہ صاحب ،،
			ذریعہ جناب مولوی محمد امجد اللہ صاحب			۷۰	۱۰	،،	جناب قاضی عظیم الحق صاحب، محترمہ والدہ صاحبہ
۶۰	رسید ۱	جلد ۹۲	جناب سید جواد علی شاہ صاحب گورکھپور	ما ر	امداد عام				ساجد علی صاحب، بعض اہل خیر خواتین
۶۱	۲	،،	،، سید نور الحسن صاحب ،،	صہ ر	،،				بتوسط محترمہ بیگم صاحبہ جناب ڈاکٹر سمیع اللہ صاحب
۶۲	۳ الف	،،	ملازمان فارم کپتان گنج جزاہم اللہ بتوسط جناب						مکان جناب مولوی محمد امجد اللہ صاحب گورکھپور
			سید آفتاب علی صاحب	صسہ	،،	۷۱	۱۱	،،	محترمہ بیگم صاحبہ جناب مشتاق احمد صاحب، محترمہ
۶۳	۳ ب	،،	جناب محمد شبلی صاحب کپتان گنج	عمہ	،،				ارشدی صاحبہ، محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب
۶۴	۴	،،	محترمہ اہلیہ صاحبہ منشی محمد خلیل صاحب مرحوم						سید احمد صاحب، محترمہ جمیلہ صاحبہ، محترمہ
			محترمہ اہلیہ صاحبہ جناب ڈاکٹر معز الدین صاحب						شفیقہ صاحبہ، بعض اہل خیر خواتین
			بعض اہل خیر خواتین ، بر مکان جناب						مکان جناب محمد ابراہیم صاحب
			محمد ابراہیم صاحب گورکھپور	دعسہ	،،				گورکھپور
۶۵	۵	،،	محترمہ بیگم صاحبہ مظاہر العباس صاحب، محترمہ			۷۲	رسید ۱	جلد ۹۲	جناب بابو عبد الغفور صاحب جودھپور بتوسط
			اہلیہ صاحبہ محمد منظور صاحب گورکھپور	سہ	،،				جناب مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی
۶۶	۶	،،	بعض اہل خیر خواتین - بتوسط						(برائے دعائے صحت خود)
			محترمہ بیگم صاحبہ جناب سید زاہد علی صاحب گورکھپور	عسہ	،،				
۶۷	۷	،،	،، والدہ صاحبہ ساجد علی صاحب، ملازمہ محترمہ موصوفہ عصہ گورکھپور	ے ر	،،	۷۳			آمدنی بمد اشتراک رسالہ ندائے حرم

میزان آمدنی ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۳۶۳ھ

احقر
ضیاء الدین احمد عفی عنہ
معتمد
صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی۔ قرول باغ

مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علم قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲ اُن ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کرکے جائیں۔

۳ مستحق و نادار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے نقد و ظائف امداد دینا۔

۴ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن کو وظائف لیاقت دینا۔

۵ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔

۷ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دارالصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت بنانا

۸ مدرسہ کے کتبخانہ کی مستقل عمارت اور مرکزی شان کے لحاظ سے اُسے وسعت دینا۔

ترجمان القرآن

از

مولانا ابو الکلام آزاد

جلد دوم

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے، یعنی حواشی زیادہ مفصل، دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں، کتابت وطباعت بھی بہتر ہے، چونکہ سورۂ یوسف، انفال کہف، مریم، انبیاء وغیرہ اسی میں آگئی ہیں اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے اس لئے کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہوگئی ہے، سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک۔

ہدیہ بلا جلد آٹھ روپیہ آٹھ آنہ ([illegible])، مجلد دس روپے۔

منگاتے وقت حرم کا حوالہ ضرور دیجئے۔

ملنے کا پتہ: شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

[illegible] سے شائع کیا

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارہ صدر دفتر

عدد　　　　　　　　　　جلد

نوائے مجبور

اس زمانہ میں کام کرنے والوں کے لئے ہر مرحلہ پر جس قسم کی ناگزیر دشواریاں پیش آرہی ہیں ان کا اندازہ صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں جو کسی اہم فرض کی ادائیگی کے پابند اور ذمہ دار ہیں۔ ندائے حرم کوئی سیاسی یا تجارتی رسالہ نہیں۔ ہندوستان میں مرکز اسلام کا واحد ترجمان ہے۔ مگر ایک ماہنامہ کی حیثیت سے جدید پیپر کنٹرول آرڈر کے ماتحت ادارہ ندائے حرم اس کی پابندی کے لئے مجبور تھا۔ یہ پہلا واقعہ ہے کہ چار سالہ مدت اشاعت میں ندائے حرم وقتِ مقررہ پر شائع نہ ہوسکا۔ آپ کے پیش نظر ضخامت بھی ان ہنگامی احکامات کے مطابق رکھی گئی ہے جس کی وجہ سے ندائے حرم کی ترتیب میں تبدیلی اور ضروری مواد میں اختصار کرنا پڑا۔ جس کے لئے ہم اپنے محسنوں سے معافی کے خواستگار رہیں۔ اشاعت میں غیر معمولی تاخیر کی بنا پر بادل ناخواستہ یہ نمبر دوماہ کی بابت شائع کیا جارہا ہے۔ جن مسلسل مضامین کا سلسلہ جاری تھا وقتی طور پر ان کو ملتوی کرنا پڑا۔

ہمیں اپنے معاونین کرام سے پوری توقع ہے کہ وہ اس مجبوری میں ہمارے شریک حال رہیں گے۔

دعا ہے کہ رب العزت ہمیں گردوپیش کی ان تمام حوصلہ شکن مشکلات پر صبر واستقلال کی ہمت عطا فرمائے تاکہ ہم اپنا مرکزی فرض ادا کرتے رہیں۔ (مدیر)

فہرست عناوین

تار کا پتہ۔ صولتیہ دہلی
SAULATIYA Delhi

ندائے حرم

عدد ۸-۷ مسئول ضیاء الدین احمد جلد ۴

بابت ماہ رجب و شعبان ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ جولائی و اگست ۱۹۴۴ء

مجھے صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کے دفتری نظم اور حسابات کو دیکھنے کا موقع ملا، میں نے ہر چیز کو مکمل اور ضابطہ کے ماتحت پایا، حسابات کی جانچ اور آڈٹ ایک چارٹرڈ کمپنی۔ ایس رسول اینڈ کمپنی گورنمنٹ رجسٹرڈ آڈیٹر دہلی سے ہر سال کرایا جاتا ہے۔

مجھے یہ دیکھکر مزید مسرت ہوئی کہ یہ دفتر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے غربا کیلئے ہماری رقوم ہندوستان سے سبیل کوثر کے زیر عنوان جمع کرکے وہاں بھیجتا ہے۔

اور نفلی حج بدل کا طریقہ بھی قابلِ ذکر ہے جس کو اس دفتر نے جاری کیا ہے۔ جس کے لئے میں دفتر کے منتظمین کی تعریف کرتا ہوں اور میری دلی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ مقامات مقدسہ کے لوگوں کی امداد کا میرے خیال میں یہ صدر دفتر بہترین ذریعہ ہے، ترجمہ از انگریزی)

(حافظ) محمد عثمان (صاحب) ایم، اے
پروفیسر و چیرمین شعبہ ریاضیات
اسلامیہ کالج - پشاور

۱۱؍ جولائی ۱۹۴۴ء

سالانہ اشتراک تین روپیہ - بیرونِ ہند سے سات شلنگ

ترسیل زر کا پتہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی قرول باغ

(رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت "منتظم رسالہ ندائے حرم دہلی قرول باغ" سے ہونی چاہیے)

ندائیات

فریضۂ حج اور حکومتِ ہند

مسلمانوں کا ایک متفقہ مطالبہ

"ندائے حرم" کی گذشتہ اشاعت میں حج کے متعلق ایک مختصر شذرہ ہدیۂ قارئین کیا جا چکا ہے دو سال سے مسلمانانِ ہند اپنی معتدل اور انصاف پسندانہ روش کے مطابق بے قراری اور اضطراب کے ساتھ مگر صبر و استقلال سے حج کی ممانعت جیسے ناگوار حادثہ کو برداشت کرتے رہے۔ اس سال جب کہ حالاتِ جنگ کے پُرخطر اثرات سے حج کا راستہ ایک بڑی حد تک مامون و محفوظ ہو چکا ہے، مسلمانوں کو بجا طور پر اس کا بہتر موقع ملا کہ وہ حکومتِ ہند سے حج کا مطالبہ کریں۔

دنیا کو یہ حقیقت نہ بھولنی چاہئے کہ مسلمانوں کا سرمایہ ان کا مذہب ہے اور وہ دنیا میں صرف اپنے سچے مذہب کی بدولت باقی اور زندہ ہیں۔ زمانہ نے ان کو ہر چیز کی برداشت کا خوگر بنا دیا۔ یا یہ کہئے کہ مجبوری کا نام صبر ہے مگر یہ تحمل کیش قوم اس حد تک پہنچنے کے بعد بھی اپنے دینی اور مذہبی معاملات میں بے اعتدالی نہیں دیکھ سکتی۔

موجودہ حالت کا اقتضا تھا کہ مسلمان اپنے اس اہم دینی فریضہ کی ادائیگی کے لئے ہر ممکن سہولت کا مطالبہ پیش کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ ملک کا حساس و ہوشمند طبقہ اس مطالبہ میں متفقہ طور پر شریکِ عمل ہے اور حکومتِ ہند سے حج کے لئے یہ مطالبہ ملک کے طول و عرض سے کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک احساس اور باخبری کا تعلق ہے ہم حکومت کی نسبت یہ باور نہیں کر سکتے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی اور دینی معاملات سے بے خبر ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت کے ذمہ دار ارکان ان مطالبات کی اہمیت کو محسوس کریں گے اور اس سال حج کے لئے بہتر انتظام اور ہر ممکن سہولت بہم پہنچانے کی پوری کوشش کی جائے گی اسی کے ساتھ حکومتِ ہند کا فرض ہے کہ وہ رعایا پروری کا ثبوت دیتے ہوئے حجاز میں ہندوستانی سکہ کی قیمت میں کمی کے اہم مسئلہ کو بھی پیشِ نظر رکھے تاکہ زائرینِ حرم کو حجاز میں کم و بیش مالی دشواری پیش نہ آئے۔

حجاز مقدس آج گرانی اور اقتصادی مشکلات کا مقابلہ کر رہا ہے اس لئے حجاج کو اس کی بھی سہولت دیجائے کہ وہ بقدر ضرورت غلہ اور دیگر ضروریاتِ زندگی اپنے ساتھ لیجا سکیں۔ اس وقت جو کچھ حجاز میں موجود ہے وہ اہلِ ملک کا حصہ ہے۔ یقیناً ناانصافی ہوگی کہ ایسے زرخیز و زربار ملک سے زائرین بیت اللہ اُس زیربار ملک میں خالی ہاتھ پہنچیں جو خود وادی غیرذی زرع ہے اور جس کے رہنے اور بسنے والوں کا رزق دوسرے ممالک میں اترا ہے۔

مسلمان بیتابی کے ساتھ حج کے لئے اس عام مطالبہ کی کامیابی اور مبارک نتیجہ کے منتظر ہیں۔ جو میموریل اور تار وائسرائے ہند اور وزیر ہند (سکرٹری آف اسٹیٹ لندن) اور آنریبل ممبر کو مسلمانوں کے ہر طبقہ سے بھیجے جا رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ حکومتِ برطانیہ کے یہ ذمہ دار ارکان ان کی اہمیت کو صحیح طور پر محسوس کرینگے۔

آخر میں ہمیں حکومتِ ہند اور سلطنتِ برطانیہ کی ذمہ دار شخصیتوں اور رجالِ حکومت سے صرف یہ کہنا ہے کہ حج کے سلسلہ میں موجودہ دشواریوں اور مشکلات پر قابو پا کر مسلمانوں کے اس اہم تر دینی فریضہ کی ادائیگی میں ہر ممکن سہولت کا بندوبست کریں اور اپنے حسنِ تدبر کو کام میں لائیں۔ مسلمان جہاں تک دینی اور مذہبی فرائض و ارکان کا تعلق ہے۔ خدا کے لئے اور خدا کی راہ میں کسی دشواری اور صعوبت کو اہمیت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ہماری شامتِ اعمال سے مسلمانوں کے لئے ہر قدم پر دشواریاں اور مشکلات موجود ہیں اور یہ سلسلہ کچھ اس قدر طویل ہے کہ مسلمان کسی حد تک ان چیزوں کے عادی ہو چکے ہیں یا زمانہ نے ان کو عادی بنا دیا ہے۔ ؎ ہزاروں کارواں پہلے بھی ان راہوں سے گذرے ہیں ٭ کبھی بچکر کبھی ٹکرا کے ان گاہوں سے گذرے ہیں

اپنے محسنین و معاونین کرام سے

افسوس ہے کہ اس پریشان کن زمانہ میں مرکزی دفتر مدرسہ مکہ معظمہ کی رسیدات کا ذخیرہ ختم ہو گیا جس کی اطلاع ندائے حرم نمبر ۳ جلد ۲ میں "ندائیات" کے ماتحت شائع ہو چکی ہے۔

جنگ سے پہلے جبکہ دنیا امن و سکون کی زندگی بسر کرتی تھی رسیدات کی طباعت کوئی اہم بات نہ تھی مگر اس زمانہ میں چند ہزار رسیدات کی تیاری ایک صبر آزما مرحلہ تھا جس سے ہمارے دیرینہ محسن شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور کو گزرنا پڑا، خدا ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، رسیدات بمبئی بھیجدی گئی ہیں، اس مجبوری کی وجہ سے مکہ معظمہ کی رسیدات میں غیر معمولی تاخیر ہوئی جس کے لئے ہم اپنے واجب الاحترام بہی خواہوں سے دلی افسوس کے ساتھ معذرت خواہ ہیں اور امید کرتے ہیں کہ رسیدات مکہ معظمہ پہونچنے کے بعد ہمارے محترم رفقا کارکنان مرکزی دفتر مکہ معظمہ جلد از جلد ان کے بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول

اثرات

ایک محبوب القلوب محسن قدرت نے اپنی ہر محل فیاضی سے جن سراپا خیر و برکت ہستیوں کو توفیقِ خیر کے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے ہیں۔ ان میں ایک ایسی رفیع المنزلت شخصیت کے ذکرِ جمیل کی ہم مسرت حاصل کر رہے ہیں جو ملک کے ہر طبقہ میں محبوب و ہر دلعزیز ہے اور دار العلوم حرم کے اس دیرینہ محسن کے حکم کی تعمیل میں رقم کی تفصیل اور صراحت کے ساتھ نام کے اعلان اور تذکرہ کی اجازت اس لئے نہیں کہ معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، آپنے صدر دفتر دہلی کو ایک ہزار ۲۶۷۵ روپیہ کی گرانقدر رقم ارسال فرمائی۔ یہ عطیہ حرمین شریفین کے غربا و مستحقین اور دیگر امورِ خیر کے لئے ہے۔ ساکنان دیارِ حبیب کی پاک و بے لوث دعائیں انشاءاللہ آپ کے لئے ہمیشہ مبذول رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اس احسان کے بلند درجات سے ان کو دارین میں تمتع وافر نصیب فرمائے۔

شیخ مبارک علی صاحب لاہور دار العلوم حرم کے ان خاص بہی خواہوں میں جن کا ہمیشہ اس سے دلی تعلق باقی رہا۔ لاہور کے مشہور تاجر کتب شیخ مبارک علی صاحب ہیں۔ آپ کے حج کو اگرچہ کافی عرصہ ہو چکا مگر آج تک دار العلوم حرم کی یاد اور اس مرکزی تحریک سے عملی لگاؤ میں کمی نہ آئی۔

ایک طویل مدت سے شیخ صاحب محترم نے مدرسہ صولتیہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کی رسیدات کی طباعت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اور انتہائی خلوص و مسرت کے ساتھ آپ اس خدمت کو انجام دیتے ہیں، حال میں آپ نے لاہور سے مدرسہ کی رسیدات ارسال فرمائی ہیں جو بمبئی بھیجدی گئیں، انشاءاللہ رمضان المبارک کے آخر تک مکہ معظمہ پہنچ جائیںگی

شیخ صاحب محترم رسیدات کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"خدا کا شکر ہے کہ آج ایک فرض سے سبکدوش ہو رہا ہوں، رسیدیں ارسال کردی گئیں۔ نادم ہوں کہ انکی تیاری میں وقت بہت لگ گیا، سب کچھ بس سے باہر تھا یہ سب میری طرف سے نذر ہیں اور خدمت ہے"

اللہ تعالیٰ اس خلوص کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور اس کا فضل و کرم ان کے شامل حال رہے۔

خطیبِ شملہ کی مساعی مشکورہ

احساس ایک خداداد نعمت ہے۔ جن خوش نصیب بندوں کو اس نعمت سے بہرہ مند کیا گیا ہے وہ دنیا کے کسی بلند و بالا مقام پر ہوں یا دلکش و دلنواز ماحول میں ہوں دوسروں کے آلام و مصائب سے متاثر ہونا۔ ان کے احساس صحیح کا ثبوت ہے۔ مولانا احمد حسن صاحب ایوبی خطیب جامع شملہ نے اپنے قلبی تاثرات کا اظہار جن الفاظ میں فرمایا ہے وہ دردمند و حساس ناظرین کرام کی ترغیبِ خیر کے لئے درج ذیل ہیں۔

"حجاز کے حالات ندائے حرم سے اور بعض دوسرے ذرائع سے قحط کے متعلق سن کر طبیعت بے چین رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم فرماوے اور باشندگانِ حرمین کو امن و سلامتی عطا فرماوے۔ جمعہ کے وقت حجاز کے قحط کا میں نے اعلان کر کے نمازیوں کو توجہ دلائی۔"

مولانا موصوف نے امداد اہلِ حرمین کے لئے تین سو ساٹھ روپیہ ارسال فرمائے ہیں۔ خداوند کریم آپ کو ترغیب مزید کی توفیق عظیم دے اور معطیان و ساعیانِ خیر کو اس خدمت کے بہتر صلہ سے سرفراز فرمائے۔

اضافۂ حسنات

ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ (مطابق مئی ۱۹۴۴ء) کے ندائے حرم میں اثرات کے ماتحت کلکتہ کی جس نیکدل ہستی کا ذکر خیر کیا گیا ہے حال میں وہ بذاتِ خود صدر دفتر میں تشریف لائے اور اہلِ حرمین کی امداد کے لئے بمد سبیل کوثر مبلغ ۲۷ روپیہ اپنی طرف سے اور مبلغ ۱۵۰ روپیہ اپنی سعادت آثار دختر کی جانب سے اسی اخفا پسندانہ شان کے ساتھ دیئے۔ اس سے قبل بھی آپ غربا و مستحقین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے لئے بارہ سو روپیہ کی بیشقدر رقم کلکتہ سے ارسال فرما چکے ہیں۔

دعا ہے کہ دارین کی فلاح و بہبودی آپ کو ہمیشہ حاصل رہے۔ اہلِ حرمین شریفین کو اس نازک وقت میں یاد رکھنے والے محسن کو وہ لوگ اپنی بے لوث دعاؤں میں نہیں بھول سکتے۔

حاجی امام الدین صاحب

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہمت و توفیق سے حاجی امام الدین صاحب سلانوالی ہمیشہ دار العلوم حرم کی امداد و اعانت کے لئے ان اہلِ خیر اصحاب کو توجہ دلاتے رہتے ہیں جو خدا کے پاک گھر سے اپنے تعلق کو باعث خیر و برکت سمجھتے ہیں۔ حاجی صاحب موصوف کا یہ جذبۂ خیر کس قدر مبارک و قابلِ تحسین ہے۔ اس کا اندازہ صرف وہی پاک سیرت بندے کر سکتے ہیں جو خداوند کریم کے اس سچے وعدہ پر ایمان لائے ہوئے ہیں کہ مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کے علما اور طلبا کی خدمت ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کا مسلسل اجر و ثواب ہمیشہ ملتا رہیگا۔ رب العزت دار العلوم حرم کے تمام محسنین و معاونین کا معین و مددگار رہے اور اس کی رحمت و برکت سے ان کے سرمایۂ خیر میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے۔

مسبب الاسباب کی کارسازی

جس نیک بندے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی خاص تعلق اور لگاؤ ہو وہ اسے کبھی نہیں بھولتا۔ دارالعلوم حرم کے شیخ الفقہ مولانا عبداللہ نیاز صاحب مرحوم کی ہجرتِ حرم سچی تھی اور خدا سے ان کا ایک خاص معاملہ تھا اسی لئے ان کے بے کس متعلقین کی دستگیری کیلئے وہ کریم و بے نیاز ذات اپنے صالح بندوں کو ان کے پسماندان کی امداد و پرورش کا ذریعہ بنا رہی ہے۔ حال میں صدر دفتر کو اس سلسلہ میں مالعہ ۲۷۶ روپیہ بتفصیلِ ذیل وصول ہوئے ہیں۔

(۱) داروغہ عبدالعزیز صاحب گورنمنٹ پنشنر قرول باغ دہلی۔ ما روپیہ

(۲) سردار جمال الدین صاحب نئی دہلی عہ

(۳) حیدرآباد سے ایک اخفا پسند محسن جو اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مبلغ ما ۱۵۶ روپیہ ارسال ہیں۔ ان میں سے دس روپیہ کے حساب سے ایک سال تک مولانا عبداللہ نیاز مرحوم کی زوجۂ محترمہ کو بغرضِ امداد پسماندگان مرحوم مدرسہ کی جانب سے ایصال ہوتے رہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس امدادِ حقیر کا سلسلہ اس کے بعد شروع ہو جبکہ اس فیاض کلکتہ والے محسن کی امداد کا سال ختم ہو جائے۔ دعا فرمائیے کہ خدا اس کو قبول فرمائے، اظہار نام کی ضرورت نہیں۔

واضح باد کہ ماہانہ ۱۰ کے حساب سے ایک سال کی رقم ما ۱۲۰ روپیہ وضع ہو جانے کے بعد ۳۶ روپیہ جو بچ رہتے ہیں وہ چند نیک بخت بیبیوں نے جنھیں ندائے حرم کے اس قسم کے مضامین سے دلچسپی ہے اس ارشاد کے ساتھ دیا ہے کہ یہ رقم یکشت مولانا مرحوم کی بیوہ محترمہ کو بچوں کے کپڑوں کے لئے دیئے جائیں۔"

اقتباسات۔

رب العالمین نے محض اپنے فضل و کرم سے کعبہ کے زیر سایہ اور ہندوستان میں چند عاجز و بے نوا بندوں کو ایک جماعتی مقصد اور نظمِ عمل کے ماتحت جس مبارک خدمت کی توفیق دی ہے۔ الحمدللہ ہمت و استطاعت کے موافق حق خدمت کی ادائیگی کے ساتھ نہ صرف اس کی قبولیت کے لئے ہر کارکن بارگاہ ذوالجلال میں خلوص سے دست بدعا ہے بلکہ اپنی بشری کمزوریوں کا معترف بھی ہے۔

کسی خدمت کی اہمیت کو محسوس کرنا اور اسے قدر و وقعت کی نظر سے دیکھنا صرف ان نیک نہاد پاک سیرت اصحاب دل کا کام ہے جو امورِ خیر کے صحیح مفہوم اور نیکیوں کی حقیقت سے واقف ہیں۔ ہم اپنے ان ہمدردوں اور محسنوں کے شکر گذار ہیں جنھوں نے اپنے مخلصانہ جذبات اور کلماتِ خیر سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ تحدثاً بالنعمۃ یہ بیش قدر محسوسات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے چند خطوط کے اقتباسات بھی درج ذیل ہیں۔ خداوند کریم خلوص و نیک نیتی کے ساتھ خدمت اور سعی و عمل کی

زیادہ سے زیادہ قدرت و ہمت دے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

۱ — خدا آپ کو اپنے مصمم ارادوں میں کامیاب کرے اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو ملت اسلامیہ کے لئے ایک دینی و دنیوی اور صنعتی یونیورسٹی بنانے کے لئے جو امیدیں دل میں ہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں خداوند کریم مدد کرے۔

شیخ محمد یعقوب صاحب، اباداں (ایران)

۲ — آپ حضرات نے حج بدل (نفلی) کا سلسلہ قائم کرکے بہت بڑا کام کیا ہے اور حج بدل کرانے والوں کی بے انتہا مدد کی ہے۔　　شمس الدین احمد صاحب۔ ٹیکم گڈھ

۳ — مکہ معظمہ سے (مرکزی دفتر) ایسے وقت میں رقم امداد پہنچی کہ واللہ العظیم کھانے تک کو ایک پائی نہ تھی۔ بلکہ چودہ ریال کا قرضدار ہوں، بہت بڑی امداد و احسان کیا۔ اللہ دینے والوں کی خیرات کو قبول کرے اور دین و دنیا کی نعمت سے سب کو غنی کرے اور جملہ مقاصد دلی برلاوے۔　　م۔ ن۔ از مدینہ منورہ

۴ — ہم لوگوں کے حال پر نظرِ رحم و کرم فرمانے والوں کا شکریہ کسی طرح سے ادا نہیں کرسکتا۔ اس وقت گویا پچاس روپیہ (سال گذشتہ کے حج بدل کی ایک رقم) پچاس لاکھ کے برابر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی جزائے خیر اپنی رحمت و برکت سے عطا فرمائے۔　　منشی ریاض الدین صاحب مہاجر۔ مکہ معظمہ

۵ — مبلغ پچاس روپیہ حج بدل وصول ہوئے۔ حج مع ارکان و اعمال ادا کیا خدا قبول کرے اور عرفات میں دعا مانگی۔ آپ نے اس گرانی و تنگدستی میں یاد کیا شکریہ ادا کرتا ہوں اور سب کے لئے دعا کرتا ہوں خدا رحم کرے۔　　حسن محمد علی خاں از مکہ معظمہ

۶ — (حج بدل نفلی کے سلسلہ میں) سالہا سال سے جن کو حج نصیب نہیں ہوا تھا انھوں نے حج کیا۔ اس تنگدستی و ضرورت کے وقت میں لوگوں کی سینکڑوں حاجتیں پوری ہوئیں خدا وند کریم اجر عظیم اور ترقی دارین عطا فرمائے۔　　مولانا عبدالغفار حسن [illegible]

۷ — مبلغ صـ۵۰ روپیہ بطور نفقۂ حج بدل موصول ہوکر بعد قلق و اضطراب کی حالت میں طرح طرح کے مشاکل کا سدباب ہوئے۔ اللہ جل جلالہ دونوں جہان کی ہر مصیبت سے سب کو محفوظ رکھے۔　　حافظ سراج الحق صاحب مکہ معظمہ

حج بدل نفلی　آپ کا کام اور دوسروں کی امداد۔ بیک کرشمہ دو کار

عالم اسباب میں ساکنان حرم کی زندگی کا سہارا حجاج بیت اللہ ہیں۔ اس عالم بیکسی میں ان کو بظاہر یاس و نا امیدی میں نہ رکھئے۔ مہاجرین و صلحا اور اہل علم کی خدمت کا نیک جذبہ ہو تو ایصالِ ثواب کے لئے ان سے حج بدل کرائیے جو کچھ آپ دیں گے وہ ہدیہ ہوگا، میدانِ عرفات میں دربارِ خداوندی کے دن وہ آپ کو اور جس خوش نصیب بندہ کی طرف سے حاضر دربار ہوئے ہیں اپنی بے لوث دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ بحالات موجودہ پچاس روپے سے کم میں نفلی حج بدل نہیں ہوسکتا۔ اس کا خاص فارم صدر دفتر مدرسہ صولتیہ، مکہ معظمہ، دہلی قرولباغ سے مفت طلب فرمائیے اور اس کی خانہ پری کرکے رقم کے ساتھ ۱۵ رمضان ۸۳ھ تک صدر دفتر دہلی کو بھیج دیجئے جس خلوص کی بنا پر اہل حرم کی اس خاص خدمت کی یہ ذمہ داری ہم اپنے سر لے رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ہمیں اس خدمت کی انجام دہی کا موقع دیں گے اور وسیلۂ خیر کی حیثیت سے ہمیں بھی ثواب سے محروم نہ رکھیں گے۔

اجمالِ حال

اور

دارالعلوم حرم کے سالِ رواں پر ایک نظر

ولادت گاہ رحمۃ للعالمین اور دنیائے اسلام کے مشترک مرکز میں سب کی فلاح وسعادت کے لئے جو مرکزی تحریک آپ کی طرف سے جاری ہے وہ اپنی زندگی کے بہتّرویں سال میں ہے۔ یہ طویل زمانہ کس طرح گذرا اور مدرسہ صولتیہ تدریجی طور پر ترقی کرتا ہوا اپنے موجودہ ثانوی دور میں کن پیہم مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے داخل ہوا۔ اس داستانِ درد کیلئے ان چند صفحات میں گنجائش نہیں۔

کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری

اس مختصر اشاعت میں دارالعلوم حرم کے متعلق چند اہم امور اور ضروری حالات واجب الاحترام محسنین و معاونین کرام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

موجودہ عالمگیر دور مصائب میں کعبہ کے زیر سایہ آپ کے اس دائمی سرچشمۂ فیض۔ **۶۳ھ میں مدرسہ صولتیہ** کو اس سال جن حقیقت شناس اصحابِ بصیرت نے دیکھا ہے ان کی زبان سے وہ سب کچھ سن لیجئے جو ان کی آنکھوں نے دیکھا ہے۔ یقیناً اس کے بعد ہمیں درسگاہ حرم کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

"سب کو معلوم ہے کہ اس مدرسہ کے قیام سے پہلے اس ملک میں کوئی باقاعدہ تعلیمی نظام نہ تھا، یہ دارالعلوم شائقین علم کی ایک بہت بڑی تعداد کا مرجع ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی موجودہ حیثیت میں حجاز کے ہر مدرسہ پر فوقیت رکھتا ہے۔

مدرسہ صولتیہ کی حسن ترتیب اور اہم خدمات کا قابل فخر نتیجہ ہے کہ آج انڈونیسیا (جاوہ وسماٹرا) کے ہر گوشہ میں مدرسہ کے فارغ التحصیل علما اور اس کے ابنائے قدیم اللہ کا نام بلند کئے ہوئے ہیں۔

یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ عالمگیر مشکلات کے اس دور میں یہ علمی مرکز اپنے معیارِ سابق پر قائم ہے اور ان تمام پریشان کن حالات کے باوجود ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ مصروف عمل ہے۔" (ترجمہ از عربی)　　　　سعادت مآب محمد رادین
(کونسل حکومت ہالینڈ متعین حجاز)

"مجھے مدرسہ صولتیہ بناکردہ ولی کامل، سراپا اخلاص حضرت علامہ مولانا محمد رحمت اللہ صاحب ہندی رح کی زیارت کا دوسری مرتبہ شرف حاصل ہوا۔ اس بقعۂ نور حرم محترم میں قرون اخیرہ میں یہی وہ سب سے پہلا مدرسہ ہے جس سے تعلیم دین کا فیض جاری ہوا۔

میں نے بانی مدرسہ کی برکت اور ان کے جانشینوں اور دوسرے رجال انتظام و اہتمام اور اساتذہ کے خلوص سے اس مدرسہ کو مسلمانوں کا سب سے زیادہ مفید تعلیمی ادارہ پایا۔

میرا یہ معاینہ جن لوگوں کی نظر سے گذرے ان حضرات سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس ادارہ کی اعانت و امداد ہر ممکن طریقہ سے کریں۔ اس لئے مجھے پورا یقین ہے کہ ان کے لئے مدرسہ کی خدمت رضائے الٰہی کا موجب اور باعث اجر عظیم ہوگی۔ اس کا صلہ ان کو اس وقت ملے گا جس دن وہ اللہ کی رحمت کے سب سے زیادہ محتاج ہوں گے اور توفیق خدا کے قبضہ میں ہے۔"　　　　شیخ محمد علی زینل

۱۷ محرم ۱۳۶۳ھ (۱۳ جنوری ۱۹۴۴ء)　　　　(بمبئی کے مشہور و مخیر عرب تاجر)

سالانہ میزانیہ:- ماہنامہ ندائے حرم نمبر ۱ جلد نمبر ۴ میں سال حال (۱۳۶۳ھ) کا میزانیہ (بجٹ) شائع ہو چکا ہے دار العلوم حرم کے چودہ شعبوں کے سالانہ مصارف کا تخمینہ (۹ ۸۵۲۹) روپیہ ہے۔ میزانیہ آمدنی کے لحاظ سے محرم ۱۳۶۳ھ سے رجب ۱۳۶۳ھ تک اس سات ماہ میں صرف ۶-۹-۱۸۱۰۳ وصول ہوا ہے، میزانیۂ مصارف کو پورا کرنے کے لئے ۶-۶-۳۰۴۳۵ کی خطیر رقم باقی ہے۔ رب العالمین کی کارسازی پر جن کو اعتماد ہے وہ مایوس و شکستہ دل نہیں اکہتر سال کے طویل عرصہ میں جس ذات پاک نے اپنے نیک دل و عالی ہمت بندوں کو اپنے پاک گھر کے اس صدقہ جاریہ کی امداد و دستگیری کی ہمیشہ توفیق دی ہے۔ اس مالک الملک پر بھی سچا بھروسہ اور اس کی شان کریمی پر نظر ہمارا سرمایہ ہے ومن یتوکل علی اللہ فهو حسبہ۔

برخیز و روئے عزم بکارِ ثواب کن　　　　دور فلک درنگ ندارد شتاب کن

موجودہ معیار اور نتیجہ عمل اس وقت دار العلوم حرم کے مختلف اداری شعبوں میں ۲۳ اصحاب اہتمام و انتظام کی ذمہ دارانہ خدمات انجام دے رہے ہیں اور پانچ مستقل تعلیمی شعبوں میں چوبیس ۲۴ علما اور اساتذہ خدمتِ علم اور خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ طلبا کی تعداد ۶۲۲ ہے۔ جن میں نصف کے

زیادہ، ایسے پردیسی طلبا رہیں جو ممالکِ اسلامیہ سے مرکزِ اسلام میں صرف تحصیلِ علم کی غرض سے آتے ہیں اور مدرسہ صولتیہ میں زیرِ تعلیم ہیں۔

۱۳۶۲ھ کے سالانہ امتحان کے نتیجہ کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) پینتیس [۳۵] طلبا نے قرآن پاک ختم کیا اور ان کو مدرسہ تحفیظ کی سند دی گئی۔ (۲) مدرسہ ابتدائی کی جانب سے گیارہ طلبا کو سند امتیازی دی گئی۔ (۳) بیس [۲۰] طلبا کو شعبہ ثانوی کی اسناد دی گئیں۔ (۴) پچیس فارغ التحصیل طلبہ کو شعبۂ عالی کی اسنادِ تکمیل عطا ہوئیں۔

آج کل مدرسہ کی طرف سے ساٹھ مستحق و ہونہار طلبا کو ماہانہ وظائف امداد ولیاقت دیئے جا رہے ہیں۔ جن کی مقدار دو [۲] روپئے سے دس روپیہ تک ہے۔

دار العلوم حرم کے تمام تعلیمی اور اداری شعبوں کا ماہانہ خرچ علاوہ مصارف اتفاقیہ تعمیرات وغیرہ اوسطاً ڈھائی ہزار روپیہ ہے۔ مدرسہ کا تعلیمی اور حسابی سال محرم سے شروع ہوتا ہے اس لئے ان شاء اللہ اختتامِ سال پر سالانہ میزانیہ آمد و خرچ کی اہم تفصیلات ندائے حرم میں ہدیۂ قارئین کی جائیں گی۔

تشنۂ تکمیل ضرورتیں۔ دار العلوم حرم اپنے اس اکیاسی [۸۱] سالہ دور میں جسقدر ترقی کی گنجائش رکھتا ہے اربابِ بصیرت اس سے نا آشنا نہیں۔ حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرکزِ اسلام میں مہاجرین و اہلِ حرم کے بچوں کے لئے ایک صنعتی درسگاہ کا بنیادی لائحہ مرتب فرمایا تھا جس کی عمارت کے لئے ایک وسیع قطعۂ زمین اسی زمانہ سے مدرسہ کے پاس موجود ہے۔

سال حال کے میزانیہ میں اس مرکزی دار الصنائع والفنون کے لئے للعمارت ۲۳۶۰ روپیہ کی گنجائش نکالی گئی ہے مگر یہ یقینی امر ہے کہ اس حقیر رقم سے ایسے عظیم الشان تعمیری مقصد کا آغاز بھی نہیں ہو سکتا۔

اسی کے ساتھ "دار القرآن" کی مستقل عمارت کی بھی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے تاکہ شعبۂ حفظ قرآن اور تجوید و قرأت کی خاطر خواہ اعلیٰ تعلیم کا نظم مکمل ہو جائے۔ اس وقت یہ اہم شعبہ مدرسہ کی مسجد میں ہے جو اس کے لئے بالکل ناکافی ہے۔

توسیع عمارات کے سلسلہ میں مدرسہ کے کتبخانہ کی مستقل عمارت، کا اہم سوال بھی عرصہ سے خادمانِ دار العلوم حرم کے پیشِ نظر ہے۔ مستقل عمارت نہ ہونے کی وجہ سے تقریباً بیس ہزار کتابوں کا یہ عظیم الشان علمی سرمایہ منتشر صورت سے مدرسہ کی مختلف عمارتوں میں ہے۔

مرکزِ اسلام کی یہ اہم ضرورتیں کب اور کس طرح پوری ہوں گی۔ اسکا جواب باہمت و حساس مسلمانانِ ہند دینگے۔ ان بنیادی ضرورتوں کو پیش کرنا ہمارا فرض ہے۔ سنا اور ان کی اہمیت و مرکزی عظمت کا احساس ان با فیض اصحابِ کرم کا کام ہے جن کو قسامِ ازل نے بصیرت و قدرت دی ہے۔

غیرِ امداد توام طے مراحل مشکل　　　وقت آنست کہ لطف تو کند ہمراہی

سبیلِ کوثر:- ساکنان حرمین شریفین کی موجودہ پریشان کن حالت کے پیشِ نظر اور مہاجرین و مستحقین کے توجہ دلانے پر کارکنانِ صدر دفتر دہلی نے یہ بار خدمت بھی اپنے سر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اہلِ خیر اصحاب کو مزید توفیق اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ امداد اہلِ حرمین کا سلسلہ مستقل طور پر رمضان المبارک ۶۲ھ سے شروع ہوا ہے۔ رجب ۶۳ھ تک گیارہ ماہ میں ۳۰۹۲ للعہ بمد سبیل کوثر صدر دفتر دہلی کو وصول ہوا۔ جو بحمد اللہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بروقت ارسال ہوتا رہا۔ ہر دو مقامات پر ذمہ دار اصحاب کی نگرانی و اہتمام میں رقوم امداد کی تقسیم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ۔

نفلی حج بدل:- اس مبارک تحریک کی ابتدا کا فخر بھی خادمان دار العلوم حرم کو ہے۔ سال گذشتہ نیک دل اصحابِ خیر نے انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لیا جس کی بنیاد صرف اس پاک جذبہ پر ہے کہ "جو اس دنیا سے جا چکے ہیں وہ ہر لحہ ایصال ثواب کے مستحق ہیں۔ جو یہاں موجود ہیں۔ ان پر جانے والوں کا یہی حق ہے کہ وہ ان کے بعد بھی ان کو ہمیشہ یاد رکھیں اور ثواب پہنچاتے رہیں۔"

نیک خیال مسلمانوں سے ہماری التجا ہے کہ وہ میدانِ عرفات میں دربارِ الٰہی کے دن اللہ کے نیک بندوں کو اپنے مرحومین کیلئے خلوص دل سے دعا کا موقع دیں۔ جو ایثار پسند اور مخیر اصحاب اس مبارک تحریک میں حصہ لینا چاہیں وہ فوراً صدر دفتر دہلی سے "فارم نفلی حج بدل" طلب فرما کر خانہ پری کر کے رقم کے ساتھ ۱۵ ر رمضان المبارک تک ارسال فرمائیں۔

نفلی حج بدل کے متعلق یہ عرض کر دینا کافی ہوگا کہ وہ کسی عاجز و اپاہج یا میت کی طرف سے ہو سکتا ہے اور فی الجملہ حج کا ثواب اس شخص کو پہنچیگا جس کی طرف سے حج کیا گیا ہے۔

قیام حرم اور خدمت دین و علم کی سعادت کا زریں موقع

دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے شعبۂ عالی کے لئے ایک استاذ حدیث و تفسیر کی ضرورت ہے مشاہرہ مع امداد گرانی وغیرہ ۲۰۰/ روپیہ ماہوار، نیز شعبۂ ثانوی کے لئے ایک فاضل دینیات و معقولات کی بھی ضرورت ہے، مشاہرہ مع امداد گرانی وغیرہ ۱۵۰/ روپیہ، دس سالہ تعلیمی تجربہ ضروری ہے، مردانہ رہائش کا انتظام مدرسہ کی جانب سے ہوگا۔ مکہ معظمہ تک یکطرف کرایہ دیا جائے گا۔ صرف ان حضرات کو ترجیح دی جائے گی جو مرکز اسلام میں کعبہ کے زیر سایہ اس دینی خدمت کو باعث خیر و فلاح سمجھیں اور مختلف فیہ مسائل، سیاسی انجمنوں اور فرقہ بندی سے دور اور آزاد ہوں۔

(درخواستیں ناظم صاحب مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے نام ۲۵ ر رمضان المبارک تک صدر دفتر دہلی میں آنی چاہئیں)
تفصیلات کے لئے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔

(معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرولباغ)

صحیفۂ سعادت

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر دہلی

بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ

نمبر شمار	ذریعہ	رقم
۱	رقوم موصولہ صدر دفتر دہلی بالراست	[illegible]
۲	” ” ذریعہ مولوی محمد امجد اللہ صاحب کیمبل گنج	[illegible]
۳	” ” ذریعہ مولوی طفیل احمد صاحب رڑکی	[illegible]
۴	” ” ذریعہ حکیم محمود علی صاحب جے پور	[illegible]
۵	” ” ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب سید تقی جونپور	[illegible]
۶	” ” آمدنی بمد اشتراک ندائے حرم	[illegible]
	میزان کل آمدنی ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ	[illegible]

بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ

نمبر شمار	ذریعہ	رقم
۱	رقوم موصولہ صدر دفتر دہلی بالراست	[illegible]
۲	رقوم موصولہ ذریعہ مولوی سلطان مسعود صاحب تاری ڈیرہ غازی خاں	[illegible]
	میزان کل آمدنی ماہ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ	۲۵۱۲ [illegible]

احقر ضیاء الدین احمد معتمد۔ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ دہلی۔ قرول باغ

متاع ثواب

از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست — در خلد زہر در کہ در آیند خوش است

کعبہ کے زیر سایہ دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ مختلف امور خیر کا مجموعہ ہے اور ہر نیک کام اپنی جگہ نیکی ہے، مگر خدا کے اس سچے وعدہ کو نہ بھولئے کہ "مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے"

دار العلوم حرم کی مدات امداد میں سے جس مد کو آپ مفید اور ضروری سمجھیں اس کی ترقی کے لئے اپنی گرامی قدر توجہ مبذول فرمائیے تاکہ خدا کے گھر میں آپ کا یہ اکھتر سالہ کار خیر دین و دنیا میں آپ کی نیکیوں کا بہتر نتیجہ پیدا کر سکے۔

جو یہاں جمع کیا وہ یہیں برباد ہوا — جو دیا نام خدا جمع ہے اللہ کے گھر

مدات امداد:۔ مد امداد عام، مد تعلیم، مد وظائف طلباء، مد زکوۃ (اس کا مصرف وظائف طلباء ہے)، مد کتبخانہ (برائے خرید کتب دینیہ و تفسیر) مد تعمیرات، مد ایصال ثواب (اس کا مصرف وظائف حفظ قرآن ہے) مد متفرقات

موج کوثر:- مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کے لئے ایصال ثواب

بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۳ ہجری			بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ		
نمبر شمار	ذریعہ	رقم	نمبر شمار	ذریعہ	رقم
۱	رقوم موصولہ صدر دفتر دہلی بالراست	ماصہ	۱	رقوم موصولہ صدر دفتر دہلی بالراست	[illegible]
۲	" " ذریعہ الحاج طفیل احمد صاحب رڑکی	[illegible]	۲	" " ذریعہ مولوی سلطان محمود صاحب قاری ڈیرہ غازی خاں	عہ
۳	" " مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی	صہ			
	میزان ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۳ء	[illegible]		میزان ماہ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ	[illegible]

عازمان حج کیلئے مفید مشورہ

اسلام میں مایوسی اور نا امیدی نہیں، اس لئے اگر اس سال مسلمانان ہند کو حج کی سہولت حاصل ہو جائے اور حج کے لئے ملک کے طول و عرض سے جو مطالبہ متفقہ طور پر کیا جا رہا ہے وہ کامیاب نتیجہ تک پہونچ جائے تو خدا کے عزیز مہمان مکہ معظمہ میں حسب سابق کارکنان مرکزی دفتر مدرسہ سے ہر قسم مفید مشورے اور ممکن امداد حاصل کر سکتے ہیں۔

اس مبارک سفر میں احباب و اعزہ کے پر مسرت خطوط احتیاط و اہتمام کے ساتھ قابل اطمینان صورت سے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں ملنے کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی ڈاک (مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴، مکہ معظمہ) کے توسط سے منگائیے۔ زائرین بیت اللہ کی اس خدمت کو سالہا سال سے ایک اہم فرض سمجھکر ادا کیا جاتا ہے۔

(معتمد صدر دفتر)

معذرت

جدید "پیپر کنٹرول آرڈر" کے ماتحت ندائے حرم کے صفحات میں غیر معمولی کمی کے لئے ہم مجبور تھے، اس تنگ دامانی کے باوجود حتی الامکان اختصار کے ساتھ اہم امور ہدیۂ قارئین کئے گئے۔ اسی ضمن میں "صحیفۂ سعادت" "موج کوثر" اور "سبیل کوثر" بھی عدم گنجائش کی وجہ سے جس مختصر صورت میں پیش کئے جا رہے ہیں اس سے ہمیں دلی افسوس و ندامت ہے۔ امید ہے کہ ہمارے بلند حوصلہ محسنین و معاونین کرام معاف فرمائیں گے۔

(معتمد صدر دفتر)

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۷۷۹)

سبیل کوثر

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کیلئے امدادی رقوم

بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ			بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ		
نمبر شمار	ذریعہ	رقم	نمبر شمار	ذریعہ	رقم
۱	رقوم امداد اہالیان حرمین شریفین و دیگر امور خیریہ موصولہ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرولباغ	۳۷۰۹ سینتیس سو نو ۱۲/	۲	رقوم امداد اہالیان حرمین شریفین و دیگر امور خیریہ موصولہ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرول باغ	۲۶۵۰ چھبیس سو پچاس ۱۰/

ترجمان القرآن جلد دوم

(از مولانا ابوالکلام آزاد)

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ ضخیم بالشان ہے یعنی حواشی زیادہ مفصل، دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں، کتابت و طباعت بھی بہتر ہے۔ چونکہ سورۂ یوسف، انفال، توبہ، کہف، مریم، انبیاء وغیرہ اسی میں آگئی ہیں۔ اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے اس لئے کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہوگئی۔ سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک۔ ہدیہ بلا جلد آٹھ روپے (للعہ) مجلد ۱۰ (ندائے حرم کا حوالہ ضرور دیجئے)۔

ملنے کا پتہ { شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاءالدین احمد نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرول باغ سے شائع کیا۔

ستمبر ۷۷

نِدائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مُرتبہ:-

ادارۂ صدر دفتر

عدد ۹ جلد ۲

متاعِ ثواب

از بہرِ رضائے تو ہیچ عمل ضائع نیست　　　در خُلد زہر در کہ درآیند خوش است

کعبہ کے زیرِ سایہ دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ مختلف اُمورِ خیر اور بہت سے نیک کاموں کا مرکز ہے اور ہر اچھا کام اپنی جگہ نیکی ہے۔ مگر خدا کے اس سچے وعدہ کو نہ بھولئے کہ مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

دارالعلوم حرم کی مداتِ امداد میں سے جس مد کو آپ مفید اور ضروری سمجھیں اُس کی ترقی کے لئے اپنی آمدنی پر توجہ مبذول فرمائے تاکہ خدا کے گھر میں آپ کا یہ اکثر ۸۲ سالہ کارِ خیر اور دائمی صدقہ جاریہ آپ کی نیکیوں کا دین و دنیا میں بہتر نتیجہ پیدا کر سکے۔

جو یہاں جمع کیا وہیں برباد ہوا　　　جو دیا نام خدا جمع ہوا اللہ کے گھر

مداتِ امداد:- مدِ امدادِ عام، مدِ تعلیم، مدِ وظائف طلباء، مدِ زکوٰۃ (اس کا مصرف وظائف طلباء ہے)، مدِ کتب خانہ (برائے خرید کتب وقفیہ)، مدِ تعمیرات، مدِ ایصالِ ثواب (اس کا مصرف وظائف حفظِ قرآن ہے)، مدِ متفرقات (طلباء کے استعمال کے لئے کپڑے، برتن وغیرہ)

فہرست عناوین

تار کا پتہ :۔ صولتیہ دہلی
SAULATIYA DELHI

ندائے حرم

جلد ۴ — مسؤل :۔ ضیاء الدین احمد — عدد ۹

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۴ء

آپکی نظر میں

اگر دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی اکثر شاندار علمی اور دینی خدمات آپ کی نظر میں قابل قدر ہیں اور مرکز اسلام میں ہندوستان کے عالی ہمت مسلمانوں کی یہ دیرینہ مرکزی تحریک اپنے پاک ماحول میں آنیوالی نسلوں کے لئے کوئی بہتر نتیجہ پیدا کر رہی ہے اور خدا کے گھر میں چھ سو سے زیادہ شائقین علم کی خدمت کوئی نیک کام ہے تو پھر اس سچے وعدہ پر یقین رکھتے ہوئے مکہ معظمہ میں اپنے اس علمی اور دینی دار العلوم کی ہر ممکن امداد فرماکر لاکھ گونا اجر و ثواب حاصل کیجئے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دنیا کے مسلمانوں کے سامنے ارض حرم پر آپکی ایک زندہ قومی یادگار سمجھی جاتی ہے اس مرکز عرفان اور سرچشمۂ فیض کی آپ سرپرستی فرمائیں تو یہ آپ کے مذہبی احساس اور قومی زندگی کا ثبوت ہوگا اگر کسی وجہ سے آپ خدانخواستہ اس نیک کام میں شرکت سے معذور رہوں تو خدا کے گھر کی اس آواز کو ان نیکدل بندوں تک پہنچا دیجئے جو اس قسم کے نیک کاموں میں شرکت کے متلاشی ہیں اور خداداد ہمت و توفیق سے ایسے موقع پر تردد یا پس و پیش کے قائل نہیں۔ ارکان و کارکنان دار العلوم حرم اور تمام طلبا کی پرخلوص دعاؤں کے ساتھ ادارۂ "ندائے حرم" آپکی خدمت میں عید کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے اس کا متمنی ہے کہ اس پُر مسرت دل کی خوشی میں آپ ان کو یاد رکھیں جو آپکے لئے در کعبہ پر ہمیشہ دست بدعا ہیں اور آپکی کریمانہ نظر التفات کے ہمیشہ منتظر ہیں۔

سالانہ اشتراک تین روپیہ۔ بیرون ہند سے سات شلنگ

ترسیل زر کا پتہ :۔
معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی قرول باغ
(رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت "منتظم رسالہ ندائے حرم دہلی قرول باغ" سے ہونی چاہیے)

ندائیات

۱۳۶۳ھ کا میزانیہ

ایک اجمالی گذارش اور معاونین کرام کا فرض

ماہ گذشتہ صدر دفتر دہلی اپنے محترم محسنوں کی خدمت میں ایک مختصر اپیل پیش کر چکا ہے جس کا مقصد موجودہ توازن کو قائم رکھنے کے لئے امکانی جدوجہد ہے۔ یہ دردمندانہ اپیل آپ کی نظر سے نہیں گذری تو سطور ذیل میں ملاحظہ فرمایئے اور اگر آپ کے پاس پہنچ چکی ہے تو ہماری دعا ہے کہ یہ "ندا" صدا بصحرا ثابت نہ ہو۔

خدا کے گھر کے لئے اُن غیور و حساس مسلمانوں سے یہ مختصر خطاب ہے جن کو فیاضِ ازل نے اپنے فضل وکرم سے ایمان کی قوت، احساس کی نعمت اور نیک کاموں کی رغبت عطا کی ہے۔

موجودہ مشکلات کے اِس دَور میں افسوس ہے کہ کارکنان دارالعلوم حرم اپنے دیرینہ محسنوں اور معاونین کرام کی خدمت میں کوئی مفصل اپیل نہیں کر سکتے۔ قانونی احکام سخت ہیں اور کاغذ گراں ہے۔

یہ عریضہ جن دلی توقعات کے ساتھ ارسال ہے خدا کرے کہ اہلِ حرم کی دن رات کی دعاؤں کا جواب بنکر آپ ہمارے سامنے آئیں، رمضان المبارک میں اللہ کے خاص بندے میدانِ طاعت و ثواب میں نکل آئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آج بھی ہندوستان میں ایسے نیکدل اہلِ خیر موجود ہیں جو مکہ معظمہ کے اِس عظیم الشان صدقہ جاریہ کی مرکزی اہمیت کو سمجھ چکے ہیں، اگر یہ عقیدہ ناقابلِ تبدیل ہے کہ ہر پاک نفس مسلمان اپنے ایمانی تعلق اور دلی لگاؤ سے بیت اللہ کی طرف لازوال کشش رکھتا ہے اور پھر کعبہ کے زیرِ سایہ اپنی اکہتر سالہ قومی اور علمی مشترکہ یادگار مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو یاد رکھئے جو مرکز اسلام میں آپ کی طرف سے آپ کے نام سے اور صرف آپ کی امداد و سرپرستی میں سب سے پہلا

دارالعلوم اور جزیرۃ العرب میں سب سے بڑی دینی درسگاہ ہے اور ارضِ حرم پر الحمدللہ اسلامی دنیا کے ہر خطہ اور ہر نسل کے چھ سو سے زیادہ شائقین علم کی تعلیم و تربیت کا ایسا مرکز ہے جس کے مختلف تعلیمی اور انتظامی شعبوں میں (۷۴) اساتذہ عہدیداران و ملازمین ذمہ دارانہ حیثیت سے دین و علم کی اہم خدمت انجام دے رہے ہیں اور صبر و استقلال کے ساتھ زمانہ کی حوصلہ شکن مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔

دارالعلوم کا سالِ حال کا میزانیہ (بجٹ) ۴۸۵۳۹ روپیہ ہے۔ محرم ۱۳۶۳ھ سے رجب ۱۳۶۳ھ یعنی سات ماہ میں صرف (۱۸۱۰۳-۹-۶) روپیہ آمدنی ہوئی اسالِ تمام تک چودہ شعبوں کے اہم مصارف کو احتیاط و جزرسی کے ساتھ پورا کرنے کے لئے (۳۰۴۳۵-۶-۶) کی کمی خادمانِ دارالعلوم حرم کے لئے ہو شربا ہے۔

ابرِ نیساں یہ تنگ باری شبنم کب تک
میرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

ایسے نازک وقت میں مکہ معظمہ کے علمائے کرام اور مجاہدین علم طلبا کا سہارا کون ہو سکتا ہے؟ صرف خدا اور اسکی تائید غیبی سے وہ فیاض دل بندے جنکو اس عمل خیر سے دلی تعلق ہو اور وہ اُولوالعزم محسن جو اپنی نیک کمائی کا ادنیٰ اور معمولی حصہ سرمایہ آخرت کی شکل میں بدلنے کے آرزو مند ہوں' خداوند کریم کبھی کسی محسن کے اجر کو ضائع نہیں کرتا اور پھر اپنے پاک گھر میں جہاں "ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے"! ہمارا الیقین ہے کہ خداوند کریم جس پر اپنا فضل کرنا چاہتا ہے اُسکے نرم و نازک دلمیں خدمت حرم کا مبارک جذبہ پیدا کرکے ولاد نگاہ رحمت للعالمین میں اس مرکز علم و عرفان مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی امداد و اعانت کی رغبت و توفیق دیتا ہے۔ اس مقصد خیر کی طرف آپکی گرامی قدر توجہ مبذول کرانا میرا فرض منصبی تھا متاثر ہونا آپ کا کام ہے اور توفیق خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔ زیادہ دعائے خیر۔

محمد سلیم عفی عنہ
ناظم اعزازی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

معتمد صاحب صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی فرولباغ

اپنے محسنین و معاونین کرام سے:۔ افسوس ہے کہ اس پریشان کن زمانہ میں دارالعلوم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مرکزی دفتر کی رسیدات کا ذخیرہ ختم ہو گیا جسکی اطلاع ندائے حرم نمبر ۳ بلد ۴ میں "ندائیات" کے ماتحت شائع ہو چکی ہے۔ جنگ سے پہلے جبکہ دنیا امن و سکون کی زندگی بسر کرتی تھی۔ رسیدات کی طباعت کوئی اہم بات نہ تھی، مگر اس زمانہ میں چند ہزار رسیدوں کی تیاری ایک صبر آزما مرحلہ تھا جس سے دارالعلوم حرم کے دیرینہ محسن شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور کو گزرنا پڑا۔ خدا ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، شیخ صاحب محترم کے اہتمام اور نگرانی میں رسیدات طبع ہو کر آگئی تھیں جو بمبئی بھیجدی گئی ہیں۔ اس اتفاقی مجبوری کی وجہ سے مکہ معظمہ کی رسیدوں میں غیر معمولی تاخیر ہوئی جس کے لئے ہم اپنے واجب الاحترام بہی خواہوں سے افسوس کے ساتھ معذرت خواہ ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ رسیدات مکہ معظمہ پہونچنے کے بعد ہمارے محترم رفقاء کارکنان مرکزی دفتر مکہ معظمہ جلد از جلد اُن کے بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دینگے۔

والعذر عند کرام الناس مقبول'

اثرات

حج اور حکومت ہند کا اعلان

اس سال ملک کے طول وعرض سے فریضۂ حج کی ادائگی کے لئے جو متفقہ سعی وکوشش جاری تھی وہ بحمداللہ کامیاب ثابت ہوئی اور حکومت ہند نے اپنی دوراندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کے اس اہم مذہبی رکن کی ادائگی کے سلسلہ میں اپنے فرض منصبی کو بجا طور پر محسوس کیا۔ اس جنگ کے زمانہ میں زائرین بیت اللہ کے لئے امکانی سہولتوں کا انتظام مسلمانوں کے ہر طبقہ اور جماعت کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہے جو دروازے بند تھے وہ کھل چکے، جو دشواریاں سد راہ تھیں وہ ختم ہو چکیں، دلوں میں جو وسوسے پیدا ہو رہے تھے وہ سکون ودلجمعی میں مبدل ہو چکے؛ اس لئے اب تردد اور پست ہمتی کا وقت نہیں، روح کی بیداری اور ایمانی عزم وہمت سے کام لیجئے اور لبیک کہتے ہوئے خدا کی راہ میں نکلئے؛ دین ودنیا کی سعادتیں آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں۔

اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری　　بدرگاہش بیا ہر چہ می خواہی تمنا کن

مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ پر جمود وبے حسی طاری ہے مگر جہاں تک مذہب کا تعلق ہے خدا کے کلمہ گو بندوں کو بشری کمزوریوں سے نہ دبنا چاہئے۔ حج مالی اور جسمانی عبادتوں کا مجموعہ اور تزکیہ نفس کا ایک مستقل نظام ہے۔ اسی لئے ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ۔ لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

اس سچی تعلیم وہدایت کے فلسفہ پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حج مکمل تربیت کا نام ہے۔ اس تربیت کے بعد انسان شرافت وانسانیت کے اعلیٰ معیار پر پہنچ سکتا ہے۔ آج تک اگر آپ اپنے متعلق غلط خیال قائم کئے ہوئے ہیں یا اپنے نفس امارہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں یا دوسروں نے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے تو خدا کے دربار میں اپنی حاضری کا اعلان کرتے ہوئے قدم اٹھائیے، ہر قدم پر آپ کو اپنے نفس کا جائزہ لینے کا موقع ملے گا۔ ہر منزل پر آپ کو اپنی خامیوں کا احساس ہوگا۔ ہر مرحلہ پر آپ کسی "حقیقت" سے اپنے آپکو بہت دور پائنگے۔ اور ہر لمحہ یہ راز نمایاں طور پر منکشف ہوتا رہے گا۔ حج "ایمان کامل" اور "یقین صادق" کا نام ہے۔

ندائے حرم اور اخباری کاغذ

ہندوستان میں آجکل کاغذ اور غذا زندگی کے دو اہم موضوع ہیں جن پر انسانی طاقت عمل اور مفکرین کی دماغی قوتیں صرف ہو رہی ہیں چنانچہ حالات کا اقتضا ہے اِن دونوں چیزوں پر کنٹرول کر دیا گیا ہے۔ کنٹرول اس طوفانی جنگ کی ایک

ایسی یادگار ہے جس کی یاد شاید صدیوں تک قائم رہے۔ جدید پیپر کنٹرول آرڈر کے ماتحت "ندائے حرم" کا گذشتہ نمبر صرف بارہ صفحات پر شائع ہو سکا۔ یہ اختصار ہمارے لئے اس وجہ سے بھی تکلیف دہ تھا کہ ندائے حرم کے بہت سے خریدار اور قارئین کرام کا وہ خاص حلقہ جو اس کے سلسلۂ مضامین اور "بصائر" کو دلچسپی کے ساتھ مسلسل طور پر پڑھنے کا عادی ہے۔ افسوس ہے کہ گذشتہ اشاعت میں ان کیلئے گنجائش نہ نکل سکی۔

"ندائے حرم" کا بقا اور اجرا صدر دفتر دہلی کا ایک اساسی فرض ہے۔ اس لئے اپنی جد وجہد کو جاری رکھتے ہوئے اخباری کاغذ (نیوز پرنٹ) کی اجازت (پرمٹ) کی درخواست دی گئی جو اس شعبہ کے حکام کی ہمدردی اور عنایت سے منظور ہو گئی، آپ کے پیش نظر نمبر اسی کاغذ پر اور اس کے قانون کے ماتحت چوبیس صفحات پر شائع ہو رہا ہے۔ اس محدود گنجائش کے مطابق آپ کی خدمت میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ اختصار کی تلافی نہیں بلکہ اختصار کی ایک دوسری شکل ہے۔ خدا کرے کہ ندائے حرم کو اس کے شایان شان انداز میں اشاعت کا پُرمسرت موقعہ ہمیں بہت جلد حاصل ہو۔ ادارۂ ندائے حرم ان مجبوریوں کی بنا پر دلی افسوس کے ساتھ اپنے محترم ناظرین کرام سے معذرت خواہ ہے اور ان کی ہمدردانہ توجہ کو اپنا سرمایہ سمجھتا ہے۔

مرکزِ اسلام کی تین اہم ضرورتیں

مکہ معظمہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایمانی دار السلطنت اور نشتر کروڑ کلمہ گو بندوں کا مشترک معبد اور واحد مرکز ہے۔ ہماری اٹھتر سالہ مرکزی جد وجہد کا بنیادی مقصد "مکہ یونیورسٹی" ہے جو پوری اسلامی دنیا کی علمی قیادت کا وہ تعمیری تخیل ہے جس پر آج تک مسلمان اپنی بے حسی سے عملی طور پر غور نہ کر سکے۔ "مکہ یونیورسٹی" کے بلند مقصد کو اگر آج نہیں تو کل آپ ضرور سمجھنے کی کوشش کریں گے اور اس عظیم الشان مرکزی ضرورت کا احساس خود پیدا ہو جائیگا۔ تیرہ سو برس کی مدت میں مسلمان اپنے مرکز میں اپنی اجتماعی اور ملی فلاح و بہبود کے لئے کوئی ایسا عمیم النفع اور سراپا فیض کام نہ کر سکے جو ہر دور میں انکی آنے والی نسلوں کی سعادت و خیر کا ذریعہ بنتا اور مسلمان دنیا کے ہر خطہ میں اس مرکزی تحریک کو اپنی زندگی کا سہارا سمجھتے۔

صدیوں سے دنیا کے مسلمان اہلِ حرمین کو اپنی صدقات و خیرات سے پال رہے ہیں اور اس نسل کو جو دیارِ حبیب میں آباد ہے اس مفت خوری کی بدولت بے حس و حرکت بنا چکے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمان نہ روپیہ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ان کو خرچ کرنے کا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں سلیقہ ہے۔ ہر سال حج کے زمانہ میں ہزاروں بندگانِ خدا اپنی نیک کمائی کا لاکھوں روپیہ محض وقتی طور پر بھیک مانگنے والوں کی

نذر کراتے ہیں۔ بھیک کی یہ کمائی چند روز میں ختم ہو جاتی ہے اور یہ طبقہ پھر اسی طرح آنے والے حج کی امید پر دن گذارتا ہے۔ زمانہ اب احساس اور حرکت و عمل کا ہے اور ہماری اجتماعی زندگی کا یہ سب سے اہم مطالبہ ہے کہ ہم اپنی تمام کوششوں اور عملی قوتوں کو کسی بلند و بالا مرکزی مقصد کیلئے وقف کر دیں۔

مرکز اسلام میں آج اس کی سخت ضرورت ہے کہ ایک صنعتی دار العلوم " قائم کیا جائے تاکہ اہل حرمین شریفین عزت و دلجمعی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے وسائل حاصل کر سکیں، اور ملکی صنعتوں کی ترقی ان کی خوشحالی اور آبرو مندانہ زندگی کی کفالت کر سکے۔ یہ اسکیم کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمت اللہ علیہ بانی مدرسہ صولتیہ اس کے محرک اول ہیں اور آج سے ستر سال قبل دار العلوم حرم کے قیام کے ساتھ اس اہم اصلاحی تجویز کا بنیادی تخیل پیش کر چکے ہیں یہ تحریک صرف خیال ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ حضرت مولانا رحمت اللہ علیہ اپنی حیات میں اس مقصد عظیم کی تکمیل اور مرکزی " دار الصنائع والفنون " کی عمارت کے لئے ایک وسیع قطعہ زمین بھی خرید چکے تھے مگر زمانہ کی مشکلات اور دار العلوم حرم کے اکثر مسائل صبر آزما دور میں اس کا موقع نہ مل سکا کہ مرکز اسلام میں یہ صنعتی درسگاہ قائم کی جاتی۔ اس وقت جبکہ دنیا کا نظام بدل رہا ہے۔ یہ فرض مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے کہ نئی دنیا کے نئے راستوں میں وہ بہت جلد اپنے مرکز کو کم از کم دینی علمی اور معاشرتی حیثیت سے زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کی فکر کریں۔

مکہ معظمہ کے متعلق مسلمانوں کے عقیدتمندانہ جذبات کسی تشریح و بیان کے محتاج نہیں۔ مگر اس عقیدت و تقدس کا یہ مطلب نہیں کہ غیور و حساس مسلمان اپنی مرکزی ضرورتوں سے غافل و بے نیاز رہیں۔ دار العلوم حرم خدا کے گھر میں مسلمان ہند کا ایک عرفانی مرکز ہے۔ اکتہر سال کے طویل عرصہ میں اپنی بے سروسامانی کے باوجود وہ جو کچھ علمی دولت فراہم کر چکا ہے اس کے بقا و تحفظ کے لئے ایک مرکزی " کتب خانہ کی اہم ضرورت ہے کوئی باخبر و علم دوست مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ دنیا کی قوموں کے سامنے مسلمان یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے پاس کوئی مرکزی کتاب گھر ہے۔ زندہ قومیں اپنی تاریخ و روایات اور علمی خزانے محفوظ کر رہی ہیں مگر ہماری تیرہ سو سالہ علمی میراث یورپ کے کتب خانوں کا سرمایہ ہے۔

مرکز اسلام میں صنعتی درسگاہ یا مرکزی کتاب خانہ اگر نہیں تو یہ امر اسلئے کچھ زیادہ قابل افسوس نہیں کہ ارض قرآن اور ولادت گاہ رحمۃ للعالمین میں یہ امت قرآن ایک مرکزی دار القرآن بھی قائم نہ کر سکی؛ بلکہ یونیورسٹی " کے بنیادی اصول کے مطابق کعبہ کے زیر سایہ دار القرآن صرف رسمی اور سرسری تعلیم کا مرکز نہیں بلکہ افادی حیثیت سے مخصوص لائحہ عمل کے مطابق یہ سب کی خیر و ہدایت کا

ایک مستقل مرکزی ادارہ ہوگا اور جس کی غرض و غایت صرف یہ ہوگی کہ "مسلمانوں کو موجودہ عہد کی جہالت سے نکالکر عہدِ رسالت کی برکتوں سے آشنا کرنا" یہ امر مسلمانانِ ہند کے لئے قابلِ غور و فکر ہے کہ مرکزِ اسلام کی وہ اہم ضرورتیں مستحق توجہ ہیں یا نہیں؟ اور کیا وہ مبارک وقت آگیا ہے کہ مسلمان پھر اپنے تاریخی عزم و ہمت کا ثبوت دینے کے لئے دنیا کے سامنے اپنے وجود کو ثابت کریں گے؟ تاریخ اِن شاندار کارناموں کو یاد رکھے گی اور آنے والی نسلیں آپکے ان کاموں پر ہمیشہ فخر و مسرت کا اظہار کرینگی، دوام و بقا اسی کی ذات پاک کو ہے۔

محسنوں کا ذکرِ خیر

جب ایک انسان دنیا میں اپنے پاک ارادوں اور نیک کاموں سے کوئی بہتر مثال قائم کرتا ہے تو اس کو ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھتی ہے اور ہر خوش سیرت انسان ایک بار کسی کارِ خیر میں حصہ لینے کے بعد اپنی اولوالعزمانہ ہمت سے ان نیکیوں میں اضافہ کا خواہشمند رہتا ہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ خدا کا فضل و کرم جن ارجمند بندوں کے رفیق حال ہوتا ہے اُن کی زندگی کا اولین مقصد وہ نیک کام ہوتے ہیں جن کی ادائیگی کی سعادت اُن کے مقدر میں لکھدی گئی ہے۔

دنیا ہمیشہ سے اضداد کا مجموعہ ہے۔ جہاں تنگدل اور تنگ خیال افراد موجود ہیں وہاں ایسے بھی خدا کے لاتعداد خاص بندوں کی کمی نہیں جو اپنی خوش قسمتی کا ثمر اور نیکیوں کا صلہ اس دنیا میں پا رہے ہیں۔

"**اثرات**" کے ضمن میں ہر ماہ دارالعلوم حرم کے خاص محسنوں اور دوسرے مخیر اصحاب کا ذکرِ خیر ہوتا ہے۔ اُن حضرات کے بلند جذبات، کریمانہ نظرِ التفات اور نیک ارادے یقیناً ہمارے رسمی شکریہ سے بالاتر ہیں۔ مگر ہمارا فرض ہے کہ اعترافِ احسان کے ساتھ اپنے تمام واجب الاحترام محسنین و معاونین کرام کا حقِ شکر ادا کریں۔

دارالعلوم حرم کی امداد و سرپرستی کا عزم ایک خداداد جذبہ ہے جس کا اجرِ عظیم خدائے عظیم و برتر ہی دے سکتا ہے۔ جن باخبر حضرات کو یہ بلند ہمتی عطا کی گئی ہے انکی گرامی قدر توجہ سے ہماری ہمتوں کو بڑا سہارا ملتا ہے۔ کارکنانِ دارالعلوم حرم ہمیشہ کے لئے ان کے فیضِ کرم کے متمنی اور دل سے سپاس گزار ہیں۔

اِس ماہ جن محسنین کرام نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی از خود امداد و سرپرستی فرمائی اور دوسروں کو اس کی اعانت کی ترغیب دی یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا و مساکین کی دستگیری اور "حج بدل نفلی" کے سلسلہ میں اپنی شرکت کے ساتھ نیکدل مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی ان مخصوص اصحاب کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

مولٰنا محمد ابراہیم صاحب بزرگ۔ سیٹھ احمد حاجی موسیٰ سالوجی صاحب۔

مولوی محمد حبیب اللہ صاحب ۔ خان بہادر حکیم محمد اسمٰعیل خان صاحب ۔ حاجی عبدالکریم صاحب پوسد
حکیم محمود علی صاحب ۔ مولانا محمد اللہ صاحب خطیب ۔ شیخ محمد عبدالغنی صاحب
چودھری قدرت الٰہی صاحب ۔ حفیظ الحسن و قمرالدین صاحبان ۔ حاجی شمس الحق صاحب،
ڈاکٹر محمد حسن صاحب و سیٹھ عبدالرحیم خان صاحب ۔ بیگم صاحبہ ڈاکٹر سید اجمل حسین صاحب
خان بہادر مولوی عبدالعزیز بادشاہ صاحب ۔ مگلانہ ایک افغان پسند محسن جنہوں نے دس حج بدل
ارسال فرمائے ۔ ظہور الحسن صاحب ۔ سید ضیاء الدین صاحب، حاجی طفیل احمد صاحب و
سیٹھ ابراہیم داؤد صاحب، غلام محمد توحید صاحب ۔ مولانا قاری ضیاء اللہ صاحب عثمانی و
حیات محمد صاحب ۔ شکیلہ خاتون صاحبہ معرفت شیخ محمد یاسین صاحب ۔ خان بہادر قاضی
عزیزالدین احمد صاحب بلگرامی ۔ حاجی عبدالرحیم صاحب عرف ابو، ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب
حاجی بفر عید و سردار صاحب، شیخ محمد یعقوب صاحب آرمی کنٹریکٹر، مولانا عبدالستار
صاحب خطیب ۔ حاجی محمد عثمان محمد صالح صاحبان و حبیب احمد مشتاق احمد صاحبان ۔
خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب ۔ حاجی فقیر محمد صاحب و نواب محمد سجاد علی خاں صاحب و
عبدالغنی صاحب سوداگر چرم و محمد شریف حاجی ابراہیم چودھری صاحب، چودھری محمد مسعود صاحب
حاجی خدا بخش مقبول احمد صاحبان، عبدالشکور محمد اسمٰعیل صاحبان ۔ محمد یعقوب صاحب ہزاری باغ ۔

بصائر

انسان کس کو تلاش کر رہا ہے؟
اسلامی تہذیب اور مسیحی تمدن کے برگ و بار

دنیا بہت کچھ ترقی کر گئی۔ نظام سیاست کی نت نئی شکلیں پیدا ہوگئیں۔ جمہوریت کے غلغلے دُنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند ہوگئے۔ اس کے باوجود انسان کو خوف سے آزادی نہیں ملی۔ اسے اب تک اطمینان نہیں کہ وہ حکام اور حکمرانوں، بادشاہوں اور وزیروں، عمال اور اہلکاروں کے ہاتھ سے اپنی عزت و آبرو بچا سکے گا اور دنیا کی طاقتیں اُس کے لئے پناہ گاہ اور آغوشِ امن ثابت ہونگی اگر واقعات کو رائے قائم کرنے میں کچھ بھی دخل ہے تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تہذیب و تمدّن اور عہدِ حاضر کا ترقی یافتہ انسان اپنے آپ کو بھیڑیوں اور شیروں سے محفوظ سمجھتا ہے لیکن اس عہد و تمدن کی تباہ کاریوں سے محفوظ نہیں سمجھتا، اور باوجود اس کے کہ نظامِ حکومت کے خد و خال بہت بڑی حد تک درست ہوگئے ہیں اور جمہوری نظام نے ہر جماعت کو امن کی "گارنٹی" دیدی ہے تاہم انسان کو یقین ہے کہ ظلم و ناانصافی کا سرچشمہ اور تخریب و بربادی کا منبع بھی یہی نظامِ حکومت ہے جو نشو و نما پا کر اور نوک پلک درست کر کے بیسویں صدی میں منظرِ عام پر آیا ہے۔

تفاوتِ راہ!:- انسان کو انصاف کی ضرورت ہے تاکہ نسل انسانی کے شہری و سیاسی حقوق محفوظ رہیں لیکن یہی انصاف ہے جو تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتا۔ انسان چاہتا ہے کہ وہ ذلیل نہ ہو اور مراتب کا تفاوت اس کے ذہنی اور اخلاقی ترقی میں مزاحم نہ ہو، لیکن اسے قدم قدم پر اس چیز سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور مساوات کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا۔ حاکم اور محکوم کا تفاوت، سرکاری اور غیر سرکاری کا تفاوت۔ بادشاہ اور رعایا کا تفاوت، وزراء اور عام افراد کا تفاوت

اہلکاروں اور عام کاروباریوں کا تفاوت، ہر گوشہ میں تفاوت، ہر طبقہ میں تفاوت، حاکم کی گردن اکڑی ہوئی اور محکوم کی کمر ٹوٹی ہوئی۔ بادشاہ لامحدود خود مختاری کے پردہ میں، رعایا کی بے بسی اور مجبوری، امن اور نظام کے حجاب میں، حکمرانوں کی ایک نئی مخلوق جو نئی دنیا میں بستی ہے۔ اور مظلوموں کی پرانی نسل جو پرانی بستیوں میں رہتی ہے، بادشاہ اور اس کے نمائندے محلات میں حجاب اندر حجاب اور عوام اپنے ماتم سرا میں مورد عتاب و عقاب!

آپ نے آجکل کے بادشاہوں، پریزیڈنٹوں، وزیروں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کی ایک بار نہیں متعدد بار تقریریں سنی ہوں گی۔ ذرا حافظہ پر زور ڈالکر بتایئے کہ آپ نے اُن کی زبان سے کیا سُنا؟ کیا کسی نے کبھی یہ بھی کہا کہ ہم عوام پر حکمرانی نہیں کرتے بلکہ اُن کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمیں عوام پر کوئی فضیلت نہیں۔ ہمارے پاس ہر مظلوم آکر اپنی فریاد سنا سکتا اور دادرسی حاصل کر سکتا ہے؟ اگر عوام کو ہماری وجہ سے راحت، چین اور امن حاصل ہو تو وہ خدا کا شکر ادا کریں۔ اگر انہیں یہ چیز نہ ملے تو ہمیں علیحدہ کر دیں؟ اگر آپ نے حکمرانوں کی تقریریں سُنیں لیکن یہ باتیں نہ سُنیں تو پھر دنیا کو جمہوری نظام سے کیا فائدہ پہنچا ہمیں مساوات اور خوشحالی کے اعلانات سے کیا واسطہ؟ اب آپ ان باتوں کو ذہن میں رکھکر ذیل میں جو تقریر درج کی جاتی ہے اس کا سراغ لگایئے کہ یہ تقریر کس کی ہے؟ کسی دستوری بادشاہ کی یا جمہوری حکومت کے صدر کی، کسی مطلق العنان بادشاہ کی یا مطلق الاختیار ڈکٹیٹر کی ہ آخر کس کی تقریر ہے جو ترقی کے اِس دور میں بھی بالکل نئی قسم کی معلوم ہو رہی ہے؟ سُنئے! یہ تقریر کیا ہے۔

"لوگو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو غلام بنالوں میں تو خود اپنے خدا کا غلام ہوں۔ تم ہی نے میرے کندھوں پر سلطنت کا بار رکھا ہے۔ اگر میں تمہاری خدمت اسطرح کروں کہ تم آرام اور چین سے زندگی بسر کرو تو یہ میری خوش نصیبی ہے۔ اگر میں یہ خواہش کروں کہ تم میرے دروازے پر آکر حاضری دو تو یہ میری بدبختی ہے۔ میں تم کو تعلیم دینا چاہتا ہوں، قول سے نہیں بلکہ عمل سے۔"

ذرا غور کیجئے اور بتایئے کہ یہ تقریر کس کی ہے؟

قیصریت شکن اعلان } رومیوں کے دربار میں حضرت معاذؓ سفیر بنکر پہونچے، انہوں نے آپ سے کہا کہ تم نہیں جانتے کہ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا بادشاہ ہے سب سے بڑا شہنشاہ ہے، تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذرّوں کے برابر ہیں!

معاذؓ یہ سُنکر تلملا اٹھے اور فرمایا "تم کو اپنے ایسے بادشاہ پر ناز ہے جسے تمہاری جان و مال کا

پورا اختیار ہے لیکن ہمیں اس پر ناز ہے کہ ہمارا امیر کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا اگر وہ چوری کرے تو ہم اُن کے ہاتھ فوراً کاٹ دیں گے، وہ اپنے آپ کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا اگر وہ ایسا کرے تو امیر نہیں رہ سکتا۔"

ایک دوسرے موقعہ پر رومیوں کے دربار میں حضرت خالدؓ کو جانے کا اتفاق ہوا ایک شخص باہان نے تقریر شروع کی کہ ہمارا بادشاہ دنیا کا شہنشاہ ہے! حضرت خالدؓ برداشت نہ کر سکے۔ کڑک کر بولے کہ:- "تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن اگر ہمارے سردار کو ایک لحظہ کے لئے بادشاہی کا خیال آجائے تو ہم اُسے فوراً معزول کر دیں"۔

یہ کون ہے جس کا تذکرہ ہو رہا ہے؟ بظاہر تو وہ سردار، حکمران، امیر سب ہی کچھ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اسے بادشاہی سے نفرت ہے، عوام کی خدمت پر فخر ہے۔ کسی کو غلام بنانا نہیں چاہتا کسی کو اپنے دروازہ پر نہیں بُلاتا بلکہ دوسروں کے دروازوں پر خود حاضر ہوتا ہے؟ شائد وہ موجودہ حکمرانوں میں سے کوئی حکمران ہو؟ مگر دل گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہے۔ اسلام کا خلیفہ مسلمانوں کا امیر المومنین!

اسلام کا ایک معمولی حکم

مغرب پرستی اور تجدد نوازی کی بدولت آج تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانوں کو اسلام سے شرم آنے لگی ہے۔ حالانکہ شرم آنی چاہئے تھی اغیار کی نقالی پر، اپنی بے بسی اور لاچاری پر۔ اپنی غلامانہ ذہنیت پر اور آبرو باختگی پر، لیکن ان باتوں پر شرم نہیں آتی۔ اسلام پر شرم آنے لگی ہے!

جدید ذہنیت کے لحاظ سے مسواک کا استعمال ناشائستہ حرکت ہے۔ رجعت پسندی کا ثبوت ہے۔ مرحوم علامہ سید رشید رضا مصری اپنی تفسیر المنار کے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ وائنا کے ایک ڈاکٹر نے دانتوں کے ایک مریض سے کہا کہ تمہارا آخری علاج یہ ہے کہ "علیک بشجرۃ محمدؐ" (تم محمدؐ کے درخت۔ مسواک۔ کا استعمال کرو) خیر یہ بات تو پُرانی ہوئی اب حال کے ایک ڈاکٹر جے۔ ٹی۔ روجرہ کی بھی شہادت سُنئے وہ اپنی کتاب "صحت و دولت" میں لکھتا ہے:- "نیم یا کسی اور درخت کی لکڑی کا استعمال کرنا اور کئی کئی بار کرنا دانتوں کے لئے بہت مفید ہے۔ پائریا کے متعلق تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ مرض تو پیدا ہو ہی نہیں سکتا اگر دن میں دو تین بار کسی تر لکڑی سے دانت صاف کر لئے جائیں۔

دانت بڑی نعمت ہیں اور انکی حفاظت کے لئے لوگ بڑی دولت خرچ کر ڈالتے ہیں اگر انہیں کوئی ایسا علاج بتایا جائے جو سہل اور ارزاں ہو تو وہ اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ انکا خیال یہ ہے کہ قیمتی اشیاء

ہی مفید ہوسکتی ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ جن اشیاء کو قیمتی کہا جاتا ہے وہ بھی ارزاں ہی ہوتی ہیں مگر ڈاکٹروں کے ہاتھ میں آجانے کے بعد وہ بیش قیمت بنجاتی ہیں۔ میں نے بعض لثگی اور وہمی قسم کے مریضوں کو یہ کہکر مسواک استعمال کرائی کہ اس لکڑی میں کیمیاوی اجزا شامل کئے گئے ہیں اور پر بہت صرفہ ہوا ہے چنانچہ انہوں نے بڑے شوق سے مسواک کا استعمال کیا اور سو فیصدی فائدہ ہوا۔ اور جب انہیں بتایا گیا کہ لکڑی کے اندر میں نے نہیں بلکہ قدرت نے کیمیاوی اجزا پہلے سے ہی شامل کر رکھے ہیں تو وہ حیرت میں رہ گئے کہ معمولی چیزوں سے بھی اسقدر فائدہ ہوسکتا ہے۔"

(Health and wealth صفحہ ۳۶)

کتنی معمولی چیز ہے مسواک، جس کے استعمال کی تاکید پیغمبر اسلام نے فرمائی لیکن آج حکیمانہ تحقیقات سے یہہ ثابت ہوا کہ یہہ معمولی سی چیز دانتوں کے لئے کسقدر نفع بخش ہے اور اسلام میں کوئی معمولی سی بات بھی ایسی نہیں ہے جو حکمت اور فوائد سے خالی ہو۔ سوال مسواک کا نہیں اسلام کی اس پُر حکمت تعلیم کا ہے جو ہر زمانہ اور ہر علمی دور میں انسان کے لئے زندگی کا دستور العمل بن سکتی ہے اور جس پر شرمانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس پر فخر کرنا چاہئے کہ اسلام کی ہر تعلیم عصری تحقیقات کے ہر دور میں ثابت اور قائم رہ سکتی ہے اور سائنس اور علمی اکتشافات سے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں!۔

یورپ اور اسلامی اخلاق

اسلام نے اخلاق پر مکمل بحث کی ہے اور اس کی جزیات کا ایسا احاطہ کیا ہے کہ موجودہ اخلاقیات کا کوئی اسکول اسپر اضافہ نہ کرسکا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ نے اپنے دورِ جہالت میں جہاں اسلامی علوم و فنون سے استفادہ کیا وہاں اسی اسلام کے قانونِ اخلاق اور ضابطۂ تہذیب سے بھی استفادہ کا موقعہ ملا اور سچ یہ ہے کہ یورپ اپنے کسی دور میں بھی مہذب نہ بنتا اگر اسلامی تہذیب کے اثرات اسپر اثر انداز نہ ہوتے۔

یہ کیسی خندہ آفریں بات ہے کہ یورپ کی ہر مادی، علمی اور اخلاقی ترقی کو اسلام کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے؟ کیا یہ محض خوش اعتقادی ہے یا اس میں واقعات کو بھی دخل ہے؟ مسلمانوں کی موجودہ حالت کے پیش نظر کس کو یقین آئیگا کہ مغرب کی علمی، اخلاقی دنیا اسلام اور مسلمانوں کی شاگرد ہے؟ کون باور کریگا کہ آج جس قوم کی اخلاقی حالت تباہ ہوچکی ہو کسی زمانہ میں اس کی حالت ایسی تھی کہ اسے دیکھکر یورپ مہذب بنا؟ اور اس نے علم کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کی شاگردی کو قابلِ فخر سمجھا!

لیکن اس کا اعتراف ہم سے زیادہ یورپ کو ہے اور یورپ ہی کی یہ تحقیق ہے کہ فرانس کی تہذیب تمام یورپ پر فائق تھی اور :۔

"فرانس اس لئے مہذب بنا کہ اسپینی عربوں کے قریب تھا۔"

(جوزف میکاب کی سوشل ریکارڈ آف کرسچنٹی صفحہ ۶۱)

فرانس نے اسپینی عربوں سے تہذیب و شائستگی کے سبق لئے اور تمام یورپ فرانس کی تہذیب سے بہرہ اندوز ہوا۔

تہذیب کے لوازمات میں شفاخانوں اور پاگل خانوں کا قیام بھی ہے۔ یورپ کے مسیحی ممالک میں دیوانوں کو ساحری کے الزام میں زندہ جلا دیا جاتا تھا لیکن تاریخ اخلاق یورپ کا مصنف لیکی اقرار کرتا ہے کہ "سب سے پہلے مسلمانوں ہی نے بغداد، قاہرہ اور قرطبہ میں پاگل خانے قائم کئے اور یہ دستور مسیحیوں کے ان ہی ممالک میں پھیلا جو اسلامی ممالک سے متصل تھے۔" (صفحہ ۶۳)

تہذیب و شائستگی کے ساتھ ساتھ علوم و فنون کو جو ترقی یورپ میں حاصل ہوئی اس کے متعلق ڈریپر لکھتا ہے کہ "جنوب اٹلی اور سسلی میں مسلمانوں کے موجود ہونے سے یورپ کی عقلی اور دماغی ترقی کو بہت مدد ملی۔" (معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۱۲۱)

اگر احساس باقی ہے تو ہمیں نادم ہونا چاہئے کہ ہمارے اسلاف کیا تھے اور ہم آج کیا ہیں، ہماری نئی نسلیں یورپ سے اس حد تک مرعوب ہو چکی ہیں کہ وہ اپنی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے بھی خائف ہیں۔

اسلام کی ایک اور فتح

ایک امریکن رسالہ "چرچ اینڈ چرچ مین" میں ایک امریکن پروفیسر کا مضمون حال ہی میں شائع ہوا ہے جس میں موجودہ جنگ کی ہولناک تباہیوں کا نقشہ کھینچ کر حکومت امریکہ کو کچھ مشورے دیئے گئے ہیں۔ پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:—

"جنگ کے بعد صحیح اعداد و شمار سے معلوم ہوگا کہ انسانی آبادی کی کتنی بڑی تعداد ختم ہوئی ہے اور تہذیب کے نام پر اہل تہذیب نے کس طرح ایک عالمگیر تباہی کو دعوت دی ہے۔ جنگ کے اثرات جنگ کے بعد ظاہر ہوں گے اور ہم دیکھیں گے کہ بیواؤں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ لکڑی کی مصنوعی ٹانگ لگا کر چلنے والے اپنی زبانوں سے کیا کہتے ہیں۔ زخمی اور اعضا بریدہ سپاہیوں کے خیالات کیا ہیں؟"

اس کے بعد وہ حکومت امریکہ کو ایک مشورہ دیتا ہے کہ:—

"جنگ کے بعد امریکہ کو اپنے بہت سے قوانین پر نظرثانی کرنی پڑے گی۔ یہاں وحدۃ ازدواج قانون نافذ ہے اور کثرت ازدواج قانوناً ممنوع ہے لیکن کیا یہ امتناع بعد از جنگ بھی قائم رہے گا؟ ہمارے خیال میں اسے قائم نہ رہنا چاہئے۔ اور مشتہر طور پر اس امر کی اجازت دیدی جائے کہ جس شخص کی آمدنی کا اوسط اس قدر ہو وہ دو عورتوں سے شادی کر سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو خفیہ عیاشی اور ناجائز بچوں کی ولادت کی

وہ کثرت ہوگی کہ عوام کے ہوش بگڑ جائیں گے۔"

آخر "مہذب دنیا" کو مجبور ہوکر اسی قانون کی طرف آنا پڑا جو ڈیڑھ ہزار سال کا پرانا ہے اور جس پر مغربی دنیا کئی صدیوں سے الزامات کی بوچھاڑ کر رہی ہے! کہاں گیا وہ انجیلی قانون جس پر چرچ کا دارومدار تھا اور کہاں گئے وہ اہلِ قلم جو محض "تعددِ ازدواج" کے اجازت نامہ پر برافروختہ تھے اور اسلام کو شہوت رانی کا ملزم بناتے رہے؟

یہ "مشروط طور پر اس امر کی اجازت" بجز اس کے کیا ہے کہ قرآن کریم نے اس کا نام عدل رکھا ہے! خفیہ عیاشی سے آخر ارباب مغرب کیوں ڈرتا ہے؟

بہرحال جنگ و امن کی حالت میں اسلام کی فتح ہے، تھکی ماندی دنیا عزت کے ساتھ نہیں تو ذلت کے ساتھ اسلام کے آستانہ پر آئے گی اور اس قانون کی پناہ لے گی جس پر وہ ہمیشہ اپنے اعتراضات کے تیر برساتی رہی ہے! ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً (زمین و آسمان کی ہر چیز کو خوشی سے یا مجبور ہوکر اسلام لانا پڑے گا۔

حج بدل نفلی

آپ کا کام اور دوسروں کی امداد۔ بیک کرشمہ دو کار

عالمِ اسباب میں ساکنانِ حرم کی زندگی کا سہارا حجاج بیت اللہ ہیں۔ اس عالمِ بیکسی میں ان کو بظاہر یاس و نا امیدی میں نہ رکھئے۔ مہاجرین و صلحا اور اہلِ علم کی خدمت کا نیک جذبہ ہو تو ایصالِ ثواب کے لئے ان سے حج بدل کرائیے جو کچھ آپ دیں گے وہ "ہدیہ" ہوگا، میدانِ عرفات میں دربار خداوندی کے دن وہ آپ کو اور جس خوش نصیب بندہ کی طرف سے حاضرِ دربار ہوئے ہیں اپنی بے لوث دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ بحالات موجودہ پچاس روپے سے کم میں نفلی حج بدل نہیں ہوسکتا۔ اس کا خاص فارم صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرول باغ سے مفت طلب فرمائیے اسکی خانہ پُری کرکے رقم کے ساتھ ۱۰ رشوال ۶۳ھ تک صدر دفتر دہلی کو بھیج دیجئے۔ جس خلوص کی بنا پر اہلِ حرم کی اس خاص خدمت کی یہ ذمہ داری ہم اپنے سر لے رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ہمیں اس خدمت کی انجام دہی کا موقعہ دیں گے اور واسطۂ خیر کی حیثیت سے ہمیں بھی ثواب سے محروم نہ رکھیں گے۔

قرآنِ کریم کا عقلی اور علمی مزاج

سائنس، فلسفہ اور اخلاق کی تکوین میں اسلام کا حصّہ

پروفیسر کارڈل فنگس کا ایک لیکچر

جنگ سے پہلے سنسناٹی (امریکہ) یونیورسٹی میں اسلامیات پر لیکچروں کا ایک مفید سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ اس پر چار سال ہی گذرنے نہ پائے تھے کہ جنگ شروع ہوگئی اور علمی خطبات کا یہ سلسلہ بند کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں پروفیسر کارڈل فنگس کا ایک لیکچر "اسلام اور اُسکی افادی حیثیت" بہت مقبول ہوا اور امریکہ کے ایک میگزین میں اُسے خاص طور پر شائع کر دیا گیا ذیل میں اس لیکچر کے ایک حصہ کا ترجمہ ناظرینِ ندائے حرم کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

سب سے پہلے مجھے یہ بتا دینا چاہئے کہ اسلام سے ہماری مُراد قرآن اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اسلام سے مُراد وہ تشریحات نہیں ہیں جو حکمائے اسلام نے قرآن سے اخذ کیں اور اُن سے وقتی ضروریات کو پورا کیا، اسلام کا سرچشمہ اور اسلامی افکار کا مصدر قرآن ہے یا وہ احکام جو محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بذات خود۔ ایک مخفی الہام کے ذریعہ قرآن سے نکالے۔ جب ہم قرآن کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں اس قرآن سے بالکل مختلف نظر آتا ہے جس کا ذکر ہماری تاریخوں میں، ہمارے ادب میں اور ہمارے مذہبی مباحث میں موجود ہے اور جن کے مؤلفین وہ بزرگ ہیں جن کی غیر جانبداری پر اعتماد کرنے سے علمی دنیا نے انکار کر دیا ہے یہ ناانصافی ہوگی کہ ہم اپنے معاملات میں عہد وسطی کے مؤلفین کو ناقابل اعتبار قرار دیں بلکہ مفتری اور جھوٹے بھی، لیکن اسلام کے بارے میں انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے انکو آنکھیں بند کر کے مان لیں اور صرف یہی کافی سمجھیں کہ لکھنے والے بڑے عالم اور اپنے زمانہ کے مشہور اہل قلم تھے۔ آج تاریخ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ نویں صدی سے سترھویں صدی تک کے رجال علم جو انجیل اور کلیسا کے علمبردار تھے۔ واقعات کے اختراع کرنے، جعلی کتابیں تصنیف کرنے، مخالفوں پر بہتان باندھنے میں انتہادرجہ کے بے باک تھے۔

اس حالت میں ناانصافی ہو گی کہ اسلام کے بارے میں ان کے خیالات کو بلا شک و شبہ تسلیم کر لیا جائے اور صرف اس لئے کہ انکی تحریرات سے اسلام کی نسبت بدگمانی پھیلانے کا موقعہ ملتا ہے انہیں سند اعتماد عطا کر دی جائے!

قرآن علم و حکمت کی اساس ہے } اسلام میں اپولو- زینو اور سینٹ برنارڈ وغیرہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ وہ انجیل کے اس مقولہ کا حامی ہے کہ " خدا نے عقل کی باتیں بڑوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کر دیں "! اسلام بچوں کا مذہب نہیں ہے وہ بالغوں اور بالغ نظروں کا مذہب ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس کی از سر نو تحقیقات کی جائے اور براہ راست اسلامی مصادر تک رسائی حاصل کر کے فیصلہ کیا جائے کہ اس میں ہی نوع انسان کے افادی عناصر کی مقدار کیا ہے اور وہ کونسی قوت ہے جس نے ایک ہزار سال تک عقلی اور دماغی ترقی کے لئے بنیادی کام دیا۔

میرا خیال ہے کہ اسلام کے خلاف اس الزام میں کوئی وزن نہیں کہ اس کا فلسفہ ترقی کی عین مخالف سمت میں واقع ہوا ہے اور اس کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ علم و حکمت اور اکتشافات کے مقابلہ پر صف آرا رہے یا کم از کم علم کی سرپرستی سے انکار کرے: قرآن کو پڑھتے ہی آپ محسوس کریں گے کہ یہ سب سے بڑا افترا ہے جو اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ میں اسلام کا وکیل نہیں ہوں لیکن حقائق سے انکار کی جرأت بھی نہیں کر سکتا اور اس بنا پر میرا خیال ہے کہ قرآن میں دیگر مذہبی کتابوں کی نسبت علم کے لئے بہت بڑی گنجائش ہے اور اس کے اصول ہی کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ ان پر آسانی سے علم و حکمت کی عمارت کھڑی کیجا سکتی ہے۔

آپ لوگوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ علم و اکتشافات کا بنیادی پتھر یہ عقیدہ ہے کہ فطرت کے قوانین اکثر حالتوں میں غیر متبدل یکساں اور ہم آہنگ ہیں اور ہر چیز علت و معلول کے سلسلہ میں مربوط ہے، جہانتک اسلام کا تعلق ہے یہ حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب (قرآن کریم) میں سلسلہ اسباب کا نہ صرف اعتراف ہی کیا گیا ہے بلکہ فطرت اور کائنات کی مجموعی کیفیت کو ناقابل تغیر بھی تسلیم کیا گیا ہے[۵] اگر اسلام کی بنیادی تعلیم کا کاملاً انحصار معجزات اور عجائب پرستی پر ہوتا۔ اگر قرآن۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں شان الوہیت پیدا کر کے خرافات قبل از تاریخ کا اعادہ کرتا اور علم و عقل کی افادیت سے یکسر منکر ہوتا تو یقیناً ہمارا فیصلہ اس کے متعلق وہی ہوتا جو فیصلہ محققین زمانہ حال نے عبرانی اور پولوس مذاہب کے متعلق کیا ہے۔ لیکن ہمیں احتیاط کے ساتھ قرآن کے عقلی مزاج کا جائزہ لینا چاہئے اور اس امر

---

[۵] مقرر کا اشارہ غالباً اس آیت کی طرف معلوم ہوتا ہے "ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" (مترجم)

پر غور کرنا چاہئے کہ جب اس کی تعلیم کا انحصار فطرت کی یکسانیت پر ہے تو وہ علمی نشو و نما کی مخالفت کرکے خود اپنی تردید کیونکر کر سکتا ہے ؟

عربوں کے علمی سرمایہ پر مغرب کا قبضہ اس بات سے تو انکار ہو نہیں سکتا کہ ہمارے جدید فلسفہ اور سائنس کا مبداء روم اور یونان کا وہ علمی لٹریچر ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے عقلیت کی بنیا ڈالی۔ لیکن یہ احسان بھی اُن لوگوں کا ہے جنہوں نے قرآن کی شمع روشن کرکے ان علوم سے دنیا کو روشناس کیا اور اس پر ہمارے فلسفہ کی بنیا دڑالی۔ اس کے بعد معاملہ آگے بڑھتا ہے اور مجھے کہنے کی اجازت دیجئے کہ جدید فلسفہ کے بانی بیکن کے نظریات میں ایک بھی ایسا نظریہ نہیں ہے جو اس نے عرب فلاسفہ سے نہ سیکھا ہو۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر عرب فلاسفہ اور ہسپانیہ کے عرب پروفیسر اور محققین اپنے ایجابی اور تعمیری فلسفہ کی داغ بیل نہ ڈالتے تو یورپ کی مذہبی اصلاح (ریفارمیشن) اور نشاۃ ثانیہ کا دور خواب میں بھی نظر نہ آتا اور آج مغربی ممالک میں کسی ایک یونیورسٹی کا بھی وجود نہ ہوتا !۔ ہمارے اندر اتنی جرأت تو ہونی چاہئے کہ ہم سچائی کا صاف صاف اعلان کردیں ! وہ سچائی یہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ مسلمانوں خصوصاً عربوں کے علمی اکتشافات اور نظریات کو چھپانے بلکہ انکار کرنے کی کوشش کی اور ان کے مساعی کو، ان کے علوم و فلسفہ کو اور ان کے تجدیدی اور تعمیری کارناموں کو آسانی سے اپنی طرف منسوب کرلیا!۔ ڈارون کی کتاب "اصل الانواع" اور "منشار الانسان" میں وہ کونسی نئی بات ہے، جو مسلمان فلاسفہ کے ہاں موجود نہیں ہے؟ طبیعیات، الہیات، فلکیات، نفسیات اور کیمیا کا سنگِ بنیاد عربوں کے ہاتھوں رکھا گیا، ہم نے ان پر صرف تجربہ کا اضافہ کیا اور مشینی عہد کی خصوصیات ان کے ساتھ ملحق کردیں۔ اگر ہماری سائنس کے لئے مشینی عہد نہ آتا تو ہم اس دائرہ میں محدود رہتے جس میں عرب اور مسلمان فلاسفہ محدود رہے۔ ہماری شہرت اور ہمارے علوم کی افادیت کا انحصار محض ایجادات پر ہے اگر عرب اس کمی کو بھی پورا کرجاتے تو ہمارے لئے اس ادعا کی گنجائش بھی نہ رہتی کہ جدید سائنس ہماری ملک ہے اور حکیمانہ علوم عہدِ جدید کی پیداوار ہیں !۔

قرآن اور علم الاخلاق جن لوگوں نے اسلامی تاریخ سے زیادہ قرآن کی ریسرچ کی ہے اور مغرب کے کلیسائی تعصب سے اپنا دامن بچایا ہے وہ مذہبِ اسلام کی اس اخلاقی قوت سے انکار نہیں کرسکتے۔ جس نے صلیبی مجاہدین کی وساطت سے یورپ کی اجتماعی حالت پر اثر ڈالا ہے اور جسے ہم نے غلطی سے دورِ اصلاح کی برکات میں شامل کرلیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ مسیحی یورپ کی اخلاقی اصلاح اس وقت تک نہ ہوئی جب تک صلیبیوں نے آکر یہ نہ بتایا کہ مسلمان

حسنِ اخلاق اور حسنِ عمل کا ایک مکمل ضابطہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور وہ ضابطہ اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہے جو میاں بیوی کے تعلقات سے لیکر میدان جنگ کی خونریزیوں تک حاوی ہے۔ حروبِ صلیبیہ سے پہلے یورپ نے صرف یہ سُنا تھا کہ مسلمان بداخلاق، بزدل اور وحشی ہیں لیکن صلیب برداروں کے پرجوش غول نے واپس آکر اور متفقہ طور پر یہ بتایا کہ مسلمان خلیق، شجاع اور انتہا درجہ کے شائستہ ہیں اور یہ کلیسا اور ہمارے مذہبی لوگوں کا افترا ہے کہ اسلام، علوم وفنون اور تہذیب کا دشمن ہے۔ ہمیں یہ سنکر حیرت ہوتی ہے کہ جس زمانہ میں یورپ کے خاندانِ شاہی تک لوازم تہذیب سے ناآشنا اور شائستہ ذوق سے قطعی محروم تھے اس وقت وہ دنیا کی ایک زبردست تحریک پر وحشت اور بربریت کا الزام لگا رہے تھے!

اس سلسلہ میں، میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن علم الاخلاق کی ایک اساسی کتاب ہے اس نے نہ صرف اخلاقی اصولوں پر روشنی ڈالی بلکہ یہ بھی بتایا کہ ایک انسان ان پر کس طرح عمل کرسکتا ہے۔ بلاشبہ مسیحی تعلیم بھی اخلاق کے معاملہ میں اسلام سے فروتر نہیں ہے۔ لیکن اس میں اور اسلام کے دستورِ اخلاق میں سب سے بڑا بنیادی فرق یہ ہے کہ قرآنی اخلاق پر عرب کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عمل بھی کرکے دکھایا اور جو لوگ آپ کے اسکول میں داخل ہوئے ان سے بھی عمل کرایا۔ لیکن مسیحی اخلاق پر خود مسیح اور ان کے حواریوں کو عمل کرنے کا کبھی موقعہ نہیں ملا۔ یہ ظاہر ہے کہ کتابی اخلاق کو عملی اخلاق سے کوئی نسبت نہیں عملی اخلاق کے لئے ایک ایسی بے نظیر اور زبردست شخصیت کی ضرورت ہے جو اس میدان میں خود نمونہ بنے اور وہ شخصیت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی نہیں ہوسکتی۔

اسلام کا غزالی اخلاق کے بارے میں مجھے بہت کچھ کہنا چاہیئے لیکن میں صرف اشارات پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلہ میں مجھے امام غزالیؒ کو بھی خراجِ تحسین ادا کرنا ہے۔ یہ شخص علم الاخلاق کا سب سے بڑا معلم ہے۔ اس نے اخلاق کے شعبے قائم کئے اور ہر شعبہ کی تقسیم اس طرز پر کی کہ انسانی اعمال کا کوئی گوشہ اس سے باہر نہ رہا۔ ابھی حال میں ہمارے ایک معزز پروفیسر نے کہا تھا کہ "اسلام کا غزالی تن تنہا یونان وروم اور دورِ جدید کے فلسفۂ یورپ پر بھاری ہے" اس بات کی سچائی میں شک نہیں ہوسکتا۔ بشرطیکہ کسی نے غیر جانبداری کے ساتھ علمِ اخلاق کا گہری نظر سے مطالعہ ہو۔

اسلام اور اس کے موجودہ علمبردار اب میں پھر قرآن پر ایک تنقیدی نظر ڈالونگا لیکن قبل اس کے کہ ہم قرآنی مزاج کا تجزیہ کریں ہمیں اس شبہ پر غور کرنا چاہیئے کہ جب قرآن نے علم وحکمت کی سرپرستی کی اور مسلمانوں نے علم کی ہر صنف کو

کو بامِ ترقی پر پہنچایا یہاں تک کہ عسکریت اور نظمِ جنگ کی بنیاد بھی قرآن ہی نے ڈالی تو پھر اس کا ثبوت موجودہ اسلامی دُنیا میں کیوں نہیں ملتا۔ بالفاظِ دیگر جب مسلمان خصوصاً عرب ہی علم و حکمت کے سرمایہ دار ہیں تو وہ آج اس سے محروم کیوں ہیں؟ میرے خیال میں استدلال کا یہ طریق مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو قوم انحطاط کی حالت میں ہو اس کا سبب بھی وہی تحریک ہو جس نے کسی وقت اُسے اوجِ فلک پر پہونچایا تھا۔ ممکن ہے کہ مسلمانوں کا علمی اور سیاسی انحطاط مجبوری اور عارضی ہو اور ایک سو سال بعد وہ پھر اپنے مقام پر آجائیں غرض کسی قوم کی موجودہ حالت پر اس کے مستقبل کا اندازہ لگانا مشکل ہے اور ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ جس قوم کے پاس قرآن ہو اور جس نے اُسے زندگی بخشی ہو وہ آئندہ اُبھر نہ سکے گی اور اس کی گذشتہ خدمات ہمیشہ کے لئے محو ہو جائیں گی!

میری خواہش ہے کہ اسلام کی افادی حیثیت کا مستقل طور پر مطالعہ کیا جائے اگر ہم زمین کے آثارِ قدیم کو کھود کھود کر نکال سکتے ہیں اور علم الاصنام کو اپنی ادبیات کا ایک جزو بنا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم قرآن کی افادی حیثیت اور اسلام کے اجزائے ترکیبی کا کھوج نہ لگائیں۔ اور مجھے یہ کہنا چاہئے کہ ہم نے ابھی تک اس فرض کو ادا نہیں کیا ہے۔ ہم نے ہندوؤں کے علوم پر شاید اس لئے غیر جانبدارانہ نظر ڈالی ہے کہ وہ سیاسات میں ہمارے رقیب نہیں ہیں اور اسلام کی سیاسی رقابت اس راہ میں حائل ہو رہی ہے۔ اگر یہی بات ہے اور میرا خیال صحیح ہے تو ہمیں سب سے پہلے اس رجحان کا مقابلہ کرنا چاہئے اور مجھے یقین ہے کہ یہ اجتماع اس مقابلہ میں ضرور کامیاب ہوگا۔

موجِ کوثر۔ مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کیلئے ایصالِ ثواب

بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۳ھ

۱۔ رقوم موصولہ صدر دفتر دہلی بالراست	۱۱۷ـ/
۲۔ ذریعہ حاجی طفیل احمد صاحب روڑکی	صہ/
۳۔ ذریعہ حاجی اللہ دین نظام الدین صاحبان بیکانیر	عـہ
۴۔ ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب رفیق دائرہ معاونین	صہ/
میزان ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۳ھ	۱۳۰ـ۳/

سبیلِ کوثر۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لئے امدادی رقوم

بابت ماہ شعبان المعظم ۶۳ھ

۱۔ رقوم امداد اہالیانِ حرمین شریفین و دیگر امور خیریہ موصولہ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرول باغ ۵۰۳۹ صہ لوسہ

زائرین بیت اللہ سے ایک گذارش

اور عازمانِ حج کیلئے مفید مشورہ

ہر سال ہندوستان سے عازمین حج کی ایک کافی تعداد ارضِ حرم پر پہنچتی ہے۔ ایام حج کی مصروفیت، وقت کی تنگی اور مشاغلِ حج، یہ تمام اسباب ایسے موانع ہیں جن پر بلند ہمت و باذوق اور علم دوست حضرات ہی قابو پاکر مدرسہ صولتیہ تک پہنچنے کا وقت نکال سکتے ہیں اور جبتک بالقصد ارادہ نہ کیا جائے ہنگامی مجبوریاں سدِّ راہ رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال ہندوستانی حجاج کرام کی ایک بڑی تعداد دارالعلوم حرم کو بچشم خود نہیں دیکھ سکتی۔

سعادتِ ابدی حاضری حرم محترم اور حج بیت اللہ کا شرف اِس سال آپکو نصیب فرمائے تو اپنے اِس مقدس سفر کی مبارک غرض و غایت میں یہ امر بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ ارضِ مقدس میں اپنی اس علمی مشترکہ یادگار کو ایک نظر دیکھیں، سننے اور دیکھنے میں جو فرق ہے اس کا اندازہ اس وقت آپ خود کرلیں گے کہ اکتہر سال سے خدا کے گھر میں جو علمی اور مذہبی کام ہو رہا ہے وہ موجودہ حالت میں کس حوصلہ پر دور سے گذر رہا ہے اور آئندہ اس میں کہاں تک ترقی کی استعداد و قوت موجود ہے۔

یہ ایک پیغام ہے جسے سُننا اور اُسپر توجہ فرمانا آپکا قومی فرض ہے۔

سالہا شد کہ برائے یک نگاہ انتظارت می کشم در کوے تو

اگر آپ عازم حج ہیں تو سطورِ ذیل پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں آپ کیلئے کوئی بہتر اور مفید بات پیش کی گئی ہو جو اس مبارک سفر میں آپکے سکون و دلجمعی کا باعث ہو؛

۱۔ حج کے عزیز مہمان مکہ معظمہ میں حسب سابق کارکنان مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ سے بشرف مفید مشورہ اور ممکن امداد حاصل کر سکتے ہیں۔

۲۔ اس مبارک سفر میں احباب اعزہ کے پُر مسرت خطوط پورے اہتمام و احتیاط کیساتھ قابل اطمینان صورت سے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور جدّہ میں ملنے کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی ڈاک مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ ہندیہ پوسٹ بکس نمبر ۱۴، مکہ معظمہ کے توسط سے منگائیے۔ زائرین بیت اللہ کی اس خدمت کو سالہا سال سے ایک اہم فرض سمجھکر ادا کیا جاتا ہے۔ مزید سہولت کے لئے یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کے متعلقین و اعزہ آپ کے نام کے خطوط صدر دفتر دہلی کو بھیجتے رہیں جو آپکو بر وقت مرکزی دفتر مدرسہ مکہ معظمہ کے ذریعہ ملتے رہیں گے۔ بحالات جنگ اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ یہ خطوط مختصر ہوں اور دریافت خیریت و خانگی حالات پر مشتمل ہوں۔

۳۔ حجاز مقدس پہنچنے کے بعد آپ کی دلی خواہش ہوگی کہ آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا اور مستحقین کی حسب استطاعت امداد کریں اس لئے اگر آپ کو اہل حرمین کے صحیح مستحقوں، پردہ نشین غریب بیوگان اور بے بیکس یتیموں کی تلاش ہو تو کارکنان مرکزی دفتر مدرسہ آپ کی مکمل رہنمائی کریں گے اور آپ اپنے ہاتھ سے اُن بے یار و مددگار مستحقین کی امداد کر کے اُن کی سچی دعائیں حاصل کریں گے۔

۴۔ دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ حجاز میں ہندوستان کے مسلمانوں کا واحد قومی ادارہ ہے۔ اس لئے بانی مدرسہ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک سے ہندوستانی حجاج کی رقوم بطور امانت مدرسہ میں رکھنے کا دستور چلا آ رہا ہے۔ اس غیر ملک میں رقم کا تحفظ اور اس کی طرف سے بیفکری ایک اہم چیز ہے۔ مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ اپنی رقم کو مرکزی دفتر مدرسہ میں محفوظ کر کے رسید امانت حاصل کر لیجئے۔ اور دفتر کے اوقات میں جس وقت آپ کو ضرورت ہو اپنی امانت میں سے بقدر ضرورت لیتے رہئے۔

۵۔ حج کے زمانہ میں مرکزی دفتر کا وقت درج ذیل ہے۔

۳ بجے مکہ معظمہ کے وقت سے (طلوع آفتاب سے اندازاً تین گھنٹے بعد) ۱۰ بجے تک (غروب آفتاب سے دو گھنٹہ قبل)

۶۔ اس سفر مقدس میں تفصیلی حالات اور صحیح مسائل حج کے لئے کتاب "حقیقت حج" قیمت ۶/ منیجر صاحب آدمی پریس نئی دہلی سے اور کتاب "الحج" قیمت ۸/ منیجر صاحب شروانی پرنٹنگ پریس علیگڈھ سے اور "طواف کعبہ کی دعائیں" ایک آنہ محصولڈاک کے لئے بھیجکر شیخ محمد شریف صاحب سوداگر چرم، پورہ نیکا۔ سیالکوٹ سے طلب فرمائیے۔

یہ کتابیں آپ کے لئے مفید ثابت ہوں گی۔

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۰۶۰)

صحیفۂ سعادت

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر دہلی

بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۳ھ

نمبر شمار	ذریعہ	رقم
۱	رقوم موصولہ صدر دفتر دہلی بالراست	[illegible]
۲	ذریعہ مولوی محمد امجد اللہ صاحب کیمبرگنج	[illegible]
۳	ذریعہ حاجی طفیل احمد صاحب روڑکی	[illegible]
۴	ذریعہ حکیم محمود علی صاحب رئیس جے پور	[illegible]
۵	ذریعہ مولوی محمد عبد الحی صاحب عثمانی لاہور	[illegible]
۶	بذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب رفیق دائرہ معاونین	[illegible]
۷	بذریعہ حاجی شاہدین صاحب صدیقی قریشی لاہور	[illegible]
۸	بذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی جودھپور	[illegible]
۹	بذریعہ حاجی اللہ دین نظام الدین صاحبان بیکانیر	[illegible]
۱۰	آمدنی بدا شتراک ندائے حرم	[illegible]
	میزان آمدنی ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۳ھ	[illegible]

نوٹ:- گذشتہ ماہ کے ندائے حرم میں صحیفۂ سعادت کے زیر عنوان سر ۱۲ (بتوسط جناب حاجی طفیل احمد صاحب روڑکی)

احقر: ضیاء الدین احمد معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی۔ قرول باغ

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے دلّی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرول باغ سے شائع کیا

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکۂ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

عدد   جلد

متاعِ ثواب

از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست در خلد زہر درکہ در آئید خوش است

کعبہ کے زیر سایہ دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ مختلف اُمور خیر اور بہت سے نیک کاموں کا مجموعہ ہے اور ہر اچھا کام اپنی جگہ نیکی ہے۔ مگر خدا کے اس سچے وعدہ کو نہ بھولئے کہ "مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے"۔

دار العلوم حرم کی مدّات امداد میں سے جس مد کو آپ مفید اور ضروری سمجھیں اس کی ترقی کے لئے اپنی گرامی قدر توجہ مبذول فرمایئے تاکہ خدا کے گھر میں آپ کا یہ اکثر سالہ کار خیر اور دائمی صدقہ جاریہ آپکی نیکیوں کا دین و دنیا میں بہتر نتیجہ پیدا کر سکے۔

جو یہاں جمع کیا وہ یہیں برباد ہوا جو دیا نام خدا جمع ہے اللہ کے گھر

مدات امداد: مد امداد عام، مد تعلیم، مد وظائف طلباء، مد زکوٰۃ (اس کا مصرف وظائف طلباء ہے)، مد کتب خانہ (برائے خرید کتب و تحقیقیہ) مد تعمیرات؛ مد ایصال ثواب (اس کا مصرف وظائف حفظ قرآن ہے)، مد متفرقات (طلباء کے استعمال کے لئے کپڑے، برتن وغیرہ)

فہرست عناوین

طابع

تار کا پتہ :- صولتیہ دہلی

SAULATIYA
DELHI

ندائے حرم

عدد ۱۰ مسئول :- ضیاء الدین احمد جلد ۴

بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۴ء

اپنے محسنین و معاونین کرام سے :-

افسوس ہے کہ اس پریشان کن زمانہ میں دارالعلوم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے دفتر کی رسیدات کا ذخیرہ ختم ہوگیا جس کی اطلاع ندائے حرم نمبر ۳ جلد ۴ میں "ندائیات" کے ماتحت شائع ہو چکی ہے۔

جنگ سے پہلے جبکہ دنیا امن و سکون کی زندگی بسر کرتی تھی۔ رسیدات کی طباعت کوئی اہم بات نہ تھی، مگر اس زمانہ میں چند ہزار رسیدوں کی تیاری ایک صبر آزما مرحلہ تھا جس سے دارالعلوم حرم کے دیرینہ محسن شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور کو گزرنا پڑا۔ خدا ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، شیخ صاحب محترم کے اہتمام اور نگرانی میں رسیدات طبع ہو کر آگئی تھیں کہ مکہ معظمہ بھیجدی گئی ہیں، اس اتفاقی مجبوری کی وجہ سے مکہ معظمہ کی رسیدوں میں غیر معمولی تاخیر ہوئی جس کے لئے ہم اپنے واجب الاحترام بہی خواہوں سے افسوس کے ساتھ معذرت خواہ ہیں اور امید کرتے ہیں کہ رسیدات مکہ معظمہ پہونچنے کے بعد ہمارے محترم رفقا کارکنان مرکزی دفتر مکہ معظمہ جلد از جلد آپکے بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دینگے۔

والعذر عند کرام الناس مقبول.

سالانہ اشتراک تین روپیہ :- بیرون ہند سے سات شلنگ

ترسیل زر کا پتہ :-
معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی قرول باغ

(رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت "منتظم رسالہ ندائے حرم دہلی قرول باغ" سے ہونی چاہئے)

اثرات

امسال کا حج

مسلمانانِ ہند کی دینی حمیت کی آزمائش

دو سال کی بندش کے بعد خدا خدا کر کے حج کے دروازے مسلمانانِ ہند پر کھلے اور ان کی متحدہ جدوجہد کا یہ اثر ہوا کہ حکومت نے ایک خاص تعداد میں مسلمانوں کو حج کی اجازت دیدی۔ حج مسلمانوں کا مذہبی رکن ہے، یہ وہ رکن ہے جس کے تارک کے لئے **فمن کفر فان اللہ غنی عن العالمین** کی وعید آئی ہے۔

جس ذات اقدس و اکرم پر قرآن نازل ہوا اس کی بارگاہ سے اعلان ہوتا ہے کہ جو مسلمان استطاعت کے باوجود فریضۂ حج کو ادا نہیں کرتا تو اسے اختیار ہے کہ خواہ نصرانیت کی موت مرے یا یہودیت کی! کون مسلمان ہے جو کفر کی موت کو پسند کرے گا اور جنگ کے خطرات کو بہانہ بنا کر اپنے آپ کو معذور ثابت کرنے کی جسارت کرے گا؟ ہر ذی استطاعت مسلمان کا فرض ہے کہ وہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے تیار ہو اور ایک خاص تڑپ اور جذبہ کے ساتھ کمر بستہ ہو کر خدا کی راہ میں نکل پڑے۔

حکومت نے حج کے انتظامات کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے جس کے لئے ہمیں اس کا ممنون ہونا چاہیئے لیکن اس بارے میں اس نے جس تاخیر سے کام لیا ہے اس سے مزید دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک طویل سفر کے لئے دفعتاً تیاریاں مکمل نہیں ہو سکتیں۔ اگر حکومت کے فیصلہ کا اعلان وقت سے پہلے ہوتا اور اس کی مختلف ذرائع سے اشاعت ہو جاتی تو عازمین بیت اللہ کو سفر کی تیاریوں میں اس قدر دشواریاں پیش نہ آتیں جس قدر کہ اس وقت آ رہی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک محدود تعداد کے باوجود کوٹہ پورا نہیں ہوا اور عازمین بیت اللہ کی رفتار بہت سست ثابت ہوئی۔

لیکن یہ تو حکومت کی کوتاہی ہے جس کا اثر مسلمانوں کے عزائم پر ہرگز نہ پڑنا چاہیئے مسلمان

کا فرض تو یہ ہے کہ وہ دیارِ حبیب کی زیارت کے لئے ہمہ تن تیار و کمر بستہ رہے اور حج کی اجازت سے خواہ وہ کتنی ہی تاخیر سے ملی ہو پورا پورا فائدہ اُٹھاسکے۔

تیسرے سال حج کی اجازت کا قدرتی اثر تو یہ ہونا چاہیئے کہ اطراف و جوانب کے مسلمان اُمنڈ پڑیں اور حکومت کو مجبور کر دیں کہ وہ پانچ ہزار کا نہیں دس ہزار کا انتظام کرے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ابھی تک تو محدود تعداد کا کوٹہ بھی پورا نہیں ہوا ہے، جس کے معنے یہ ہیں مسلمان آیندہ اپنے دینی جوش کا واسطہ دیکر حکومت سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتے اور وہ اغیار کا یہ طعنہ سُننے کے لئے تیار رہیں کہ

بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خون نہ نکلا!

بلند نصب العین حج یقین صادق اور ایمان کامل کا کام ہے اس لیئے دیارِ حبیب کے زائرین کو سفر کے خطرات سے قطعی طور پر بے نیاز ہو جانا چاہیئے، خدا کے فضل سے سفرِ حج میں کوئی خطرہ نہیں ہے خطرہ کی ساعتیں قریب قریب ختم ہو چکی ہیں، پھر بھی ایمان کامل کا اقتضا ہے کہ خطرات کی پرکاہ کے برابر بھی پروا نہ کی جائے اور ایمان کی سلامتی پر جان کی سلامتی کو ترجیح نہ دی جائے، ممکن ہے کہ آیندہ دائمی سفر کا خطرہ پیش آجائے، یا آیندہ موسمِ حج تک ہماری روح و جسم کا انفصال ہی قایم رہے اس لیے حقیقی خطرہ سے نجات پانے کے لئے موہوم اور فرضی خطرات سے اندیشناک ہونا ایمان کامل اور یقین صادق کی علامت نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حج کا ایک بلند مقصد ہے، جس کے بغیر حج محض تفریح ہے، حج نہیں ہے اور ہر مومن کا فرض ہے کہ اپنے اس مقدس سفر میں مقصد کو پیشِ نظر رکھے یعنے:۔

حج روحانی تربیت ہے، مکارمِ اخلاق اور اعمال صالحہ کی کلید ہے، خیرات و حسنات کا سرچشمہ ہے اور اُس طویل حقیقی اور دائمی سفر کا نمونہ اور پیش خیمہ جہاں صرف خیرات و صالحات ہی کام آسکیں گے!

دیارِ حبیب کی تڑپ مسلمانانِ ہند حاضری حرمین کے وقت دیگر ممالک کے اسلامی بھائیوں کو دُعائے خیر و فلاح میں یاد رکھیں، جاوا، سماٹرا، ترکی، چین، ملایا، اور برما کے مسلمان خدا معلوم کب تک اس سعادت سے محروم

رہیں گے، ہمارے جغرافیائی حالات ایسے ہیں کہ ہمیں حج کی اجازت مل گئی لیکن جو ممالک
دوسروں کی طرف منتقل ہو گئے ہیں وہاں کے مسلمان اُسی وقت یہ فریضہ ادا کر سکتے ہیں
جب جنگ ختم ہو اور بین الاقوامی صلحنامہ سب کے لئے سفر کی سہولتیں مہیا کرے۔

ہمیں اپنے ان بھائیوں کی محرومی پر بے انتہا افسوس ہے اور دعا ہے کہ رب قدیر ان پر
بھی سلامتی کی راہیں کھول دے اور حرمین شریفین کی حاضری سے انھیں بھی بہرہ ور فرمائے
یہ ہندی مسلمان کی خوش بختی ہے کہ اسے زیارت حرمین کا موقعہ ملا اور اس سے فائدہ اُٹھانا
ہر اس مسلمان کا فرض ہے جو اپنے قلب میں دیار حبیب کی ذرا سی بھی کشش رکھتا ہے۔

دنیا میں ہر تحریک کا ایک مقصد ہے اور مقصد کے لئے ضروری ہے کہ اسکا ایک مرکز اور
نقطۂ اتصال ہو۔ مسلمان اکناف عالم میں منتشر ہیں اور ان کے گوناگوں مقاصد کا دائرہ
بہت وسیع ہے لیکن اسلام نے ام القریٰ، ارض القرآن اور دیار حبیبؐ کو مرکز اور محور قرار
دیکر اقطاع عالم کے مسلمانوں کو اس میں جمع ہونے کی ہدایت کی ہے کہ مرکز کی وحدۃ اُن میں وحدۃ
فکر، وحدۃ خیال، وحدۃ مقصد اور وحدۃ حیات کی روح پیدا کر دے اور وہی انکے روحانی
اور جسمانی علائق کی ابتدا اور انتہا قرار پائے۔

روحانی مرکز اور وحدۃ کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ مسلمان اسے اپنی عقیدت
کی تکیہ گاہ سمجھیں اور عقیدہ سے باہر اسکا کوئی وجود اور ثبوت نہ ہو، مرکز کے لئے ضروری ہے
کہ اسے علم کی سوتیں سیراب کریں اور وہیں سے وحدۃ فکر کی آبشاریں جاری ہوں، لندن
پیرس، جرمنی اور امریکہ کی علمی درسگاہیں آیندہ تاریخ میں زیبندہ عنوان ہونگی اور ان ہی
علمی یادگاروں کے ذریعہ ان مقامات کی مرکزیت تسلیم کی جائے گی، جب تک مسلمان خصوصاً
مسلمانان ہند اپنی علم نوازی اور احساس دینی کا اتنا ثبوت بھی نہ دیں کہ مسلمانان عالم کے لئے
مرکز اسلام میں علم وعرفان کا ایک ایسا سرچشمہ قایم کر دیں جس سے تعلیم و حکمت کی سوتیں
اُبل کر تمام عالم کو سیراب کر سکیں تو ہم اغیار کو یہ باور نہیں کرا سکتے کہ مہبط وحی اور مولد رحمۃ للعالمین
صحیح معنی میں مرکز اسلام اور قرآن کی انقلابی حکومت کا تختگاہ ہے۔

آج سے اکھتر سال پہلے بانی مدرسہ صولتیہ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے حرم کی مرکزی تقدیس کو مجسم صورت میں پیش کرنے کا نقشہ تیار کیا اور
اس عزم کے ساتھ مدرسہ صولتیہ کی بنیاد ڈال کہ اسے نہ صرف علمی مرکز بنایا جائے گا بلکہ

اہل حرمین کی ضروریات کی کفالت کے لیے بھی اس کی خدمات وقف عام کی جائیں گی تاکہ ایک روحانی درسگاہ معاشرتی نظام سے ہمدوش ہوکر یہ ثابت کر سکے کہ اسلام کا نظام حیات زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔

ہم ندائے حرم کے سابقہ نمبر میں بتا چکے ہیں کہ اس مقصد کے لئے اکھتر سال قبل بانی مدرسہ صولتیہ رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم صولتیہ کے ساتھ ایک دارالصنائع والفنون اور ایک مرکزی کتب خانہ کی اہم ضرورت کو کس طرح محسوس کیا تھا! یہ حج کا مبارک موقعہ ہے اور عازمین بیت اللہ کو حرم مقدس کی حاضری کی سعادت حاصل ہو رہی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہندوستانی حجاج کرام مکہ معظمہ پہنچکر اپنی اس اکھتر سالہ قابل یادگار دارالعلوم صولتیہ ہندیہ، اس کے نظام تعلیم اور اداری نظم وطریق کار کو بچشم خود ملاحظہ فرمائیں اور اس کی ان تشنۂ تکمیل اہم ضرورتوں پر غور کریں، اگر خدا کے چند نیک دل بندے اس کی دینی ہمتی توفیق سے کمر ہمت باندھ لیں تو دارالعلوم صولتیہ کی ان دونوں عمارتوں کا تیار ہوجانا دشوار نہیں، ان کا یہ قدم مکہ یونیورسٹی کا نقش اول سمجھا جائے گا، ہمیں یقین ہے کہ جس ذات اقدس نے حضرت بانیٔ دارالعلوم حرم رحمۃ اللہ علیہ کو اکھتر سال پہلے ان مقاصد کی تکمیل کے لیے کھڑا کیا تھا وہ ان کے مخلص اور سچے جانشینوں کی مسلسل ساٹھ سالہ کوششوں کو ضائع نہ فرمائے گا، ایک روز انکی مخلصانہ جد وجہد انشاءاللہ ضرور بارآور ہوگی۔ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ۔

محسنوں کی یاد!

ہر نیکی اور نیکی کا ارادہ بارگاہ الٰہی میں خاص وزن رکھتا ہے لیکن جس نیکی کا تعلق اجتماعی مصالح سے ہو اور اس کے اثرات ونتائج کا خاتمہ کسی مرکز پر ہوتا ہو تو اس کے وزن کا اندازہ آپ خود ہی لگا لیجئے کہ پروردگار کی نظر میں کس قدر اہم ہوگا، ہماری دعوت اور ہماری تحریک کا مرکزی نقطہ حرم مقدس اور ولادت گاہ نبوی ہے، اس دعوت کو لبیک کہنے والے اور اس راہ میں ایثار وخلوص کا ثبوت دینے والے بھی یقیناً مرکزی نیکیوں اور سعادتوں سے محروم نہیں رہ سکتے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہماری دعوت پر کان لگانے والے وہ لوگ ہیں جو نیکی اور ایثار کی ہر قسط کو ناکافی تصور فرما کر مزید انبساط کا اضافہ کرنے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہیں اور جن کے سامنے صرف اسلام ہے، مرکز قرآن ہے، مہبط وحی اور ولادت گاہ نبوی اور اس کی ضرورتیں ہیں۔

مکہ یونیورسٹی یا دار العلوم حرم صولتیہ کی سرپرستی وہی شخص قبول کرسکتا ہے جس کی نگاہ محافظ حرم کی رحمتوں پر ہو، یہ جذبہ خداداد ہے اور خدا ہی کی جناب سے عطا کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جو جذبہ خدا کی محبت اور حرم مقدس کے احترام سے معمور ہو اسکا صلہ واجر بھی محافظ حرم ہی دے سکتا ہے ان کی یہ نیکیاں ہمارے رسمی شکریہ سے بالاتر ہیں لیکن چونکہ معاونین ومحسنین کے کریمانہ الطاف سے ہمارے عزائم اور ارادوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ان سعید روحوں کی خدمت میں تشکر وامتنان کا حقیر ہدیہ پیش کریں اور ان کے فیض کرم کو ہاتھوں ہاتھ لیکر سپاس گذار ہوں اس ماہ جن ایثار پیشہ محسنوں نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی سرپرستی اور امداد فرمائی اور دوسرے محسنوں کو بھی اس راہ پر لگایا یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا ومساکین کی طرف دست اعانت بڑھایا ان میں سے چند اصحاب کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

جناب منشی عبد الرحیم صاحب بھٹہ والے		حاجی محمد احمد صاحب کلکتہ

جناب حاجی عظیم اللہ صاحب۔ مولوی رحمت اللہ صاحب۔ غلام صمدانی صاحب۔ شیخ سراج الدین صاحب۔ مولوی محمود علی صاحب وظیفہ یاب۔ خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب بلگرامی۔ بھائی حاجی آدم عبد اللہ صاحب۔ شیخ محمد صادق محمد افضل صاحبان محترمہ خورشید بیگم صاحبہ۔ سرور خاں صاحب کنٹریکٹر۔ حاجی۔ فقیر محمد صاحب۔ عبد الغنی صاحب۔ محمد عثمان محمد صالح صاحبان۔ حاجی حبیب احمد مشتاق احمد صاحبان۔ پائنیر آرمس کمپنی چودھری محمد مسعود صاحب۔ حاجی خدا بخش مقبول احمد صاحبان عبد الشکور محمد اسماعیل صاحبان۔ محمد حسین ولد یعقوب صاحب باسل۔ غفار صاحب عرف اعظم۔ مولوی محمد اشفاق صاحب۔ جزاہم اللہ

بصائر

تحریک مساوات کے دو نمونے

آسمانی اور زمینی کاوشوں کا امتیاز

چھٹی صدی کا پیغمبرؐ اور بیسویں صدی کا مصلح

اسلام نے اعلان کیا کہ کل مومن اخوۃ۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اور سب بھائی بھائی بن گئے! اسلام کے داعی اور مصلح اعظمؐ نے فرمایا کہ کالوں پر گوروں کو اور عجمیوں پر عربوں کو کوئی برتری حاصل نہیں، اور سب نسلی اور وطنی امتیازات مٹ گئے! ایک ہی دربار میں ابوذر غفاری، ابوہریرہ، ابابکر صدیق رضی اللہ عنہم بھی موجود ہیں اور حبش کے کالے بلالؓ میں بھی کوئی امتیاز نہیں کوئی فرق نہیں، نسل اور وطن کا کوئی تصور نہیں، اس لیے کہ ہادی برحق نے فرمایا تھا کہ کالے اور گوروں میں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں، سب اللہ کے بندے ہیں، سب انسان ہیں، فرقِ مراتب کی بنیاد عمل ہے، امتیاز اور برتری کی اساس ایمان اور کردار ہے۔ ع

جو بڑھ کر کے اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے!

حضرت فاروق اعظمؓ تخت خلافت پر متمکن ہیں، ایران اور روم کی شوکت کا چراغ گل کر چکے ہیں، مصر اور شام پر عدل و مساوات کا پرچم لہرا چکے ہیں کہ دفعتاً حضرت بلالؓ کے انتقال کی خبر آتی ہے، مسلمانوں کا امام و پیشوا امتِ اسلامیہ کا سردار اور ناخدا آبدیدہ ہو جاتا ہے اور اس کی زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے کہ

الیوم مات سیدنا! آج ہمارا سردار ہم سے جدا ہوگیا!

مسلمانوں کے سردار کا سردار حبش کا بلالؓ، سیاہ فام بلالؓ، ابی سینیا کے رہنے والے بلالؓ اور انکا یہ مرتبہ کہ خلیفۃ المسلمین پکار اُٹھتے ہیں الیوم مات سیدنا۔

ایک آواز کا اثر

خیر یہ تو ایک عام اور مشہور واقعہ ہے جس سے ہر مسلمان واقف ہے ہمارا مقصد ایک خاص امر کی طرف اشارہ ہے، وہ یہ کہ اسلامی مساوات کو قایم کرنے میں داعی اسلام کو کس قدر جد و جہد کرنی پڑی؟ عدم مساوات اور نسلی امتیاز کو ختم کرنے کے لیئے آپ نے کتنے لیکچر دیئے، کتنے بیانات اخبارات میں شائع کرائے، کن کن مدبّروں اور نسلیات کے ماہرین سے مشورے لیئے؟ کتنے پمفلٹ چھپوائے، اس تمام تحریک پر کس قدر روپیہ صرف کیا، ادنیٰ ذات کے لوگوں کی تالیف قلوب کے لیئے کس قدر اسکول کھلوائے، کتنے ہریجن سیوک سنگھ کے طرز پر مرکز قایم کیئے" اچھوتوں "کو مائل کرنے اور ان کے ذریعہ اپنی اکثریت کو قایم رکھنے کے لیئے کس وقت مرن برت رکھا اور تحریک مساوات کو کامیاب بنانے میں کتنا عرصہ اور کتنا زمانہ صرف ہوا؟

ان سوالات کے جواب میں تاریخ کے صفحات پڑھ جاؤ کہ پیغمبر اسلام نے یہ مراحل کبھی طے نہیں کیئے۔ اس تحریک پر ایک پیسہ صرف نہیں کیا، کوئی اسکول کوئی ہریجن سیوک سنگھ قایم نہیں کیا، پروپیگنڈہ کی کوئی صورت اختیار نہیں کی۔ کیسے لیکچر؟ کیسے اخباری بیانات؟ کیسے پمفلٹ؟ بس ایک آواز تھی کہ

کونوا عباد اللہ اخوانا

اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بنجاؤ

اور کسی غیبی قوت نے سب کو بھائی بھائی بنادیا، عملاً بھائی بھائی، حقیقی مساوات، سچی برادری، ایسا بھائی چارہ کہ ایک دفعہ قایم ہوتے ہی ہمیشہ کے لئے قایم ہوگیا اور آپ کو کسی یاد دہانی اور انتباہ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

مادی تحریک کے نمایاں نقوش

اس زمانہ میں گاندھی جی کو مساوات کا علمبردار کہا جاتا ہے، ہمیں خوشی ہے کہ یہ خدمت آپ کے سپرد ہوئی اور ہم شکر گذار ہیں کہ اسلام کے مقصد کی تکمیل کے لیئے آپ نے ہمارا ہاتھ بٹایا اور اسلامی مساوات سے متاثر ہوکر اور اس کے نتائج کا اندازہ کرکے آپ نے بھی اچھوت جاتیوں کو مساوی حقوق دینے کی تحریک جاری کی، اس مقصد کے لئے آپنے وہ سب کچھ کیا جو اس

زمانہ میں کیا جاسکتا ہے، پروپیگنڈا، ترغیب وتحریص، اخلاق ومحبت، شخصیت اور اثر، پریس اور اخبارات، پلیٹ فارم اور زبان غرض اس زمانہ کا وہ کونسا ذریعہ ہے جو آپ نے اس مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا، صرف ہریجن سیوا سنگھ پر لاکھوں روپیہ سالانہ صرف ہوتا ہے، ہریجنوں کے اسکولوں پر ہر ماہ زر کثیر صرف کیا جاتا ہے، عورتوں کے ذریعہ بھی پروپیگنڈا، مردوں کے ذریعہ بھی تبلیغ، کانگریس بھی اس کام کے لئے وقف اور اچھوت ادھار کے پلیٹ فارم بھی اس کے لئے کشادہ لیکن جانتے ہو کہ گاندھی جی کی پوری زندگی کی جدوجہد کا نتیجہ کیا نکلا؟ گاندھی جی سے بڑھ کر کون بتا سکتا ہے کہ یہ درخت کس حد تک بار آور ہوا اور اس تحریک کا اثر اور نتیجہ کیا رہا۔ گاندھی جی نے ۲۹ ستمبر ۴۴ء کو بمبئی میں پرارتھنا کے موقعہ پر حاضرین سے کہا۔

"اگرچہ اعلیٰ ذات کے ہندو پرارتھنا میں شرکت کی زحمت برداشت کرتے ہیں اور ہریجن فنڈ میں دل کھول کر چندہ بھی دیتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے دلوں سے چھوت چھات کا میل دور نہیں ہوا، ان کے قلب میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی، بمبئی کے بعض ہریجن دوست مجھ سے ملنے آئے اور کہا کہ گو چھوت چھات کے خلاف آپ سالہا سال سے لکھتے اور بولتے آئے ہیں اور اس کے لئے آپ نے برت بھی رکھا تاہم ہندوؤں کا یہ حال ہے کہ وہ ہمیں اپنے محلوں میں بھی بسنے نہیں دیتے ہیں تو عام ہندوؤں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوتی۔"

اس پر گاندھی جی نے فرمایا:- یہ سنکر "مارے شرم کے میرا سر جھک گیا ہے۔" میں نے ایک بار نہیں متعدد بار اور بار بار کہا ہے کہ جب تک چھوت چھات کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر نہ پھینکا جائے گا، ہندو ازم تباہی سے نہ بچ سکے گا۔"

موازنہ اور محاسبہ

غور کیجئے غیبی تائید کس کے ساتھ ہے؟ کس کی تحریک الٰہی تحریک تھی کہ ایک ہی آواز میں سب لوگ بھائی بھائی ہو گئے، ایک ہی نگاہ میں اونچ نیچ کا امتیاز مٹ گیا، ایک ہی ضرب سے نسلی اور وطنی بت پاش پاش کر دیا گیا، اور کس کی تحریک مادی اور سیاسی تحریک ہے کہ پروپیگنڈا کے تمام جدید آلات اور اشاعت کے جملہ ذرائع استعمال کرنے کے باوجود محرک کی گردن "مارے شرم کے جھک رہی ہے۔" اور مدتوں کی سعی کے باوجود عام ہندوؤں کے قلب میں کوئی تبدیلی پیدا

نہیں ہوتی! ایک کے ساتھ خدا کی یہ آواز تھی کہ لاغلبن انا ورسلی (ہم اپنے رسولوں کو ضرور غالب کرینگے) دوسرے کے ساتھ عصر جدید کا پروپیگنڈا اور اشاعت کا لاؤ لشکر تھا!
فبای حدیث بعدہ یومنون!

تجدد پسندوں کے لئے

تہذیب جدید کی زبان میں رجعت پسندی اور دقیانوسیت ایک قسم کی گالی ہے جسے تعلیم یافتہ اور مغرب زدہ مسلمان تو کبھی برداشت نہیں کر سکتے، اگر آپ انھیں قرآن اور عربی زبان کی طرف دعوت دیں تو یہ انکے نزدیک رجعت اور دقیانوسیت ہے، اگر آپ انھیں، اسلامی عقاید، اسلامی روایات اور اسلامی آداب کی طرف بلائیں تو یہ انکی سب سے بڑی توہین ہے وہ فوراً بول اُٹھیں گے کہ بھلا کہیں عہد جاہلیت کی پرانی باتوں کو اختیار کرکے مسلمان اس زمانہ میں ترقی کر سکتے ہیں؟ زمانہ آگے نکل گیا ہے اور ملا ہمکو ڈیڑھ ہزار سال پیچھے بلا رہا ہے۔
مگر آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ دنیا کی وہ قومیں جو سب سے زیادہ ترقی یافتہ، سب سے زیادہ روشن خیال اور ضرورت سے زیادہ مہذب ہیں وہ آج اپنی قدامت پسندی پر فخر کر رہی ہیں اور انکی زبان میں رجعت، گالی نہیں ہے، غیرت و حمیت کا نشان ہے!
جنگ سے پہلے جاپان کے متعلق فرانس سے ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس کے مصنف کا نام M. A. Magelizoe ہے، اس کتاب میں وہ لکھتا ہے:-

"جاپان نے یورپ اور امریکہ کی دیکھا دیکھ نظام عسکری کا چربہ خوب اُتارا ہے، اپنی تعلیم اور مالی سیاست کو بھی اس نے اسی نمونہ پر ڈھالا ہے، اور جاپان کے مدبرین کا یہ دستور ہوگیا ہے کہ وہ ہر قوم کی ہر اچھی چیز کو اختیار کر رہے ہیں، اخذ و اقتباس کا دستور انکے نظام حیات کا جزو بن چکا ہے، جاپان نے چین پر جو فتوحات حاصل کی ہیں ان سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ جاپانیوں کی فکری صلاحیتیں بلند ہیں اور انھوں نے مغرب کی شاگردی اختیار کرنے میں کمال حاصل کر لیا ہے بلکہ ان سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ جاپان میں یہ شعور پیدا ہوگیا ہے کہ وہ مغربی تمدن کی ہر اچھی چیز کو اختیار کرے، اور ساتھ ہی اپنے فکری استقلال، اپنی قومیت اور عقلیت اور اپنے آداب و ثقافت کو بھی ہاتھ سے نہ دے اور حال کا رشتہ اپنے ماضی سے جوڑے رکھے"

آخری سطور کو بغور ملاحظہ فرمائیے، یہ وہی بات ہے جس سے متنوّرین (نئی روشنی کے دلدادگان) کو نفرت ہے یعنی اپنے تشخصات اور خصوصیات اپنی قدامت اور اپنی تہذیب سے تمسک، مغربی افکار و تہذیب سے اجتناب اور ہر قوم کی ہر اچھی چیز کو اختیار کرنے کی صلاحیت!

مگر یہاں کیا حال ہے؟ مغرب کی ہر اچھی چیز سے اجتناب اور اس کی ہر بری چیز کو اختیار کرنا، اغیار کی نقالی پر فخر اور اپنی ہر چیز پر شرم و ندامت! بے حجابی اور نسوانی آزادی اس لیے اچھی کہ اسی کی بدولت یورپ کو ترقی کرنے کا موقعہ ملا لیکن ان ہی حضرات سے فرمایئے کہ ذرا گھڑی کا ایک پرزہ تو بنا کر دکھائیں پھر دیکھئے کہ ان کے چہرہ کا رنگ کس طرح فق ہوتا ہے۔

قومیت اور بین الاقوامیت

اسلام قومیت کا نہیں بین الاقوامیت کا حامی ہے، قومیت طبقاتی جنگ اور جماعتی رقابت کی بنیاد ہے اور اسلام ہر اس تحریک کے خلاف ہے جو جغرافیائی ہو اور جس سے طبقاتی منافرت پھیلے، حال کی تاریخ پر نظر ڈال کر دیکھئے کہ قومیت کے تخیل نے کس طرح ایک ملک کو دوسرے ملک کے اور ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف کھڑا کر دیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اسلامی ممالک بھی اسی رو میں بہہ گئے ہیں اور عیسائیوں کی پھیلائی ہوئی گمراہی نے انھیں بھی آپس میں تقسیم کر دیا ہے۔

اسلامی اخوۃ کی بنیاد بین الاقوامیت Internationalism ہے اور قوم پرستی کی وبا ان میں باہر سے آئی ہے، اگر ان میں یہ وبا پیدا نہ ہوتی تو عرب ترکوں کے اور ترک عربوں کے مخالف نہ ہوتے اور گزشتہ جنگ عظیم کا نقشہ یکسر بدل جاتا۔ آج مسلمان اپنی قوم پرستی پر نازاں ہیں، مصر اپنے فراعنہ پر فخر کر رہا ہے، ایران کو اپنے بخت نصر اور فرہاد پر ناز ہے، عرب اس میں مست ہیں کہ وہ عجمی نہیں ہیں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے انکا تعلق بس برائے نام ہے!

ہم نے عرض کیا کہ مسلمانوں میں قوم پرستی کی وبا باہر سے آئی ہے اور اس وبا نے ان کی وحدۃ کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے، اس پر آپ کو ہرگز تعجب نہ کرنا چاہئے، مغرب نئی نئی صورتیں اور نئے نئے بھیس بدل کر آتا ہے اور ہمیں سمجھاتا ہے کہ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ اپنی قومیت کی حفاظت کرو، جب یہ بات ذہن نشین ہو جاتی ہے تو ملک بٹ جاتا ہے

قومیں جدا ہو جاتی ہیں اور نسلی و قومی محسوسات و امتیازات کی آگ مشتعل ہو کر سب کو بھسم کر ڈالتی ہے۔ مسٹر والٹر تھیمر (Walter Theimer) اپنی "بین الاقوامی مسائل کی الف بے"

an A.B.C. of international affairs میں کہتے ہیں کہ

"عربوں میں سب سے پہلے قومی جذبات کا آغاز ۱۸۴۷ء میں ہوا اور شام کے ان عربوں نے جو کیتھولک اور پراٹسٹنٹ مشن اسکولوں سے تعلیم حاصل کر کے نکلے تھے اس کی ابتدا کی امریکن مشنریوں نے لٹریری سوسائٹیاں قایم کیں اور انکے ذریعہ تمام عربوں میں قوم پرستی کی تحریک پھیلائی، اس قوم پرستی کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے پہلے ترکوں ہی کو اس کا نشانہ بنایا گیا۔"

خدا معلوم، مسلمان اپنے دشمنوں کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا ادراک کب کریںگے؟ اور خذ ما صفا ودع ماکدر کر کب اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں گے؟

موج کوثر

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کے لئے ایصال ثواب

بابت رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

۱۔ صدر دفتر بالراست　　۱۰۰/۵/۰

۲۔ ذریعہ الحاج مولوی طفیل احمد صاحب رڑکی　　۵

۳۔ ذریعہ شیخ جیون بخش صاحب انصاری منگلور　　۵

۴۔ ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی جدہ پور　　لعہ/

۵۔ ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب رفیق دائرہ معاونین آنولہ

میزان ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ　　۶۲۹/۵

سبیل کوثر

مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے لئے امدادی رقوم

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

۱۔ رقوم امداد اہالیان حرمین شریفین و دیگر امور خیریہ موصولہ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرول باغ۔　　۵۱۰/۳

اسلام اور عصری رجحانات

مغربی تہذیب کے دعاوی تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں

مغربی تہذیب کے دلدادگان کا دعوٰے ہے کہ اسلام عصری رجحانات کا ساتھ نہیں دے سکتا اور اس کی فطرت ایسی ہے کہ مدنیت اور عمران کے لئے اس میں گنجائش نہیں نکل سکتی دلیل یہ کہ اسلام نے ایک تو شراب کو حرام قرار دیا ہے اور دوسرے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے، غور کرنے کا مقام ہے کہ دعوے اور دلیل میں کیسی پاکیزہ مطابقت ہے اوسکا نتیجہ یہ کہ نصرانیت یا مغربی تہذیب اس لئے قابل قبول ہے کہ اس نے شراب نوشی کی عام اجازت دی اور ہر شخص پر غیر محدود حرامکاری کے دروازے کھول دیئے، محدود تعدد ازدواجی تمدنی روح کے خلاف ہے اور لا محدود حرامکاری عین مدنیت، عین تہذیب ہے!

ایک صاحب نے اپنے فرزند کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان بھیجا، جب وہ سند فراغت حاصل کرکے واپس ہوئے تو مکان کے صحن میں دوست و احباب کے ساتھ دختران سے بغلگیر ہوتے ہوئے پائے گئے، باپ نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کیا؟ جواب یہ تھا کہ یہ تہذیب جدیدہ کے لوازمات ہیں. آپ کو دخل دینے کی ضرورت نہیں!

شراب نوشی جدید تہذیب کا لازمہ ہے اور چونکہ اسلام نے اسے ام الخبائث قرار دیا ہے اس لیے وہ عصری تمدن کے خلاف ہے، لیکن افسوس کہ عصری تحقیقات نے متنورین کا ساتھ دینا چھوڑ دیا ہے اور محققین اعلان کر رہے ہیں کہ عرب کے مصلح اعظم نے شراب کے بارے میں جو فیصلہ کیا تھا وہی صحیح اور درست تھا اور شراب کی حرمت کا اعلان ایک ایسا اعلان تھا جسے ترقی پذیر علوم کی کوئی رفتار اب تک باطل نہ کر سکی۔

اسلام کی فتح یورپ کی جمعیۃ الالعاب الریاضیہ Olympic Association نے اپنے ایک پمفلٹ میں لکھا تھا کہ شراب، حرارت پیدا کرتی ہے مگر صرف تھوڑی دیر کے لئے اس کے بعد غیر معتدل برودت پیدا ہوتی ہے جسے جسم برداشت نہیں کر سکتا، اس کے بعد شراب، دوبارہ حرارت پیدا کرتی ہے مگر اسکا ردعمل

ایسا ہوتا ہے کہ حرارت کی حقیقی مقدار آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے اور انسان کا معتدل مزاج فاسد ہو جاتا ہے، دل و دماغ پر قابو پانے کی طاقت کو سلب کر لینا شراب کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، شراب سے جنون پیدا ہوتا ہے ورنہ اقل قلیل درجہ میں اختلال دماغ سے تو کوئی بچ ہی نہیں سکتا"

جمعیۃ العاب الریاضیہ (olympic associati) کی طرف سے ہر ماہ پیرا کی کا انتظام ہوتا ہے اور اس کی طرف سے ممبران کو ہدایات دیجاتی ہیں کہ وہ جسمانی صحت کا خیال رکھیں، اس سلسلہ میں اسکی بنیادی ہدایات کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ہر قسم کی شراب اور مسکرات سے کامل پرہیز کرو، شراب خواہ کسی قسم کی ہو اسے فوراً ترک کر دو۔

(۲) مشق و تمرین کے زمانہ میں سگریٹ نوشی سے اجتناب کرو۔

(۳) قوائے شہوانی کو قابو میں رکھو اور زنا سے حتی المقدور پرہیز کرو (یعنے ولا تقربوا الزنا پر عمل کرو)

(۴) صاف اور شفاف پانی کا استعمال کرو۔

(۵) ہر ممبر کا فرض ہے کہ بادہ خواروں کی کسی مجلس سے متعلق نہ رکھے!

تہذیب جدید کے تحائف

بعض ملحدین نے لکھا ہے کہ اگر آنحضرت صلعم سرد ممالک میں پیدا ہوتے تو شراب کو کبھی حرام نہ کرتے! اگر جمعیۃ العاب ریاضیہ نے انھیں جواب دیکر منہ بند کر دیا ہے، جو علمی وفود سرد ترین ممالک میں جاتے ہیں انکی رپورٹوں کا معائنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قطب شمالی میں زیادہ اموات کی وجہ یہ ہے کہ لوگ کثرت سے شراب کا استعمال کرتے ہیں اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ تندرست ہی رہتے ہیں اور ماحول کو بھی آسانی سے برداشت کر لیتے ہیں"

اس سلسلہ میں ڈاکٹر بیرن کی تحقیقات کا حوالہ تائید مزید ثابت ہوگا، وہ کہتے ہیں۔
"یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جن گرم ممالک میں یورپین آباد ہیں ان میں جگر کی بیماریاں حدت اور گرمی کی وجہ سے نہیں بلکہ شراب نوشی کی وجہ سے عام ہیں، پہلے خیال تھا کہ جگر کی بیماری کا سبب ماحول اور آب و ہوا کا اثر ہے مگر مزید تحقیقات سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ اس کی علت بادہ خواری ہے،

ہندوستان میں ستر فی صدی جگر کی بیماریوں کا سبب شراب نوشی ہے، مسلمانوں میں یہ

مرض بہت ہی کم پایا جاتا ہے اور ہندوؤں میں زیادہ اس لئے کہ مسلمان شراب سے اجتناب کرتے ہیں ، جن علمائے عصر نے ان ممالک کے حالات پر غور کیا ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ مطمئن ہو گئے ہیں کہ مسلمانوں میں ڈی سنٹریا کی بیماری اس لئے نہیں ہوتی کہ اسلام نے سختی سے شراب کی ممانعت کی ہے ، جو لوگ یورپی ممالک میں اس بیماری کے شیوع پر مزید روشنی ڈالنا چاہتے ہیں وہ اسلامی ممالک میں جائیں اور یہ دیکھیں مسلمانوں میں قوت مقاومت کی وجہ کیا ہے اور جو مسلمان مسکرات کا استعمال کرنے لگے ہیں ان میں یہ مرض کس طرح ترقی پا رہا ہے ، انہی کوشش کے بعد ہم سب پر عیاں ہو جائے گا کہ تہذیب جدید جسکا دوسرا نام یورپی تہذیب ہے ہمارے لئے اپنے ساتھ کیا کیا تحائف لائی ہے -

مسٹر ہیرن کی تحقیقات اور اسلام

مسٹر ہیرن مزید تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو لوگ فن طب کے امام ہیں وہ اس بات پر حیرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اسلام نے مسکرات کا کامل انسداد ایک ایسے زمانہ میں کیا جبکہ علم و تحقیقات کے کسی شعبہ کا آغاز نہ ہوا تھا ، زمانہ جوں جوں ترقی کر رہا ہے اسلام کے قانون امتناع کی صداقت بھی زیادہ سے زیادہ روشن اور واضح ہوتی جارہی ہے اور ہمیں اس امر کے اظہار میں تامل نہیں ہے کہ آج جہاں جہاں بھی مسکرات کے خلاف علم جہاد بلند ہے وہ سب محمد عربی کے اعلان کا نتیجہ ہے اور یہی سبب ہے کہ آج بھی دنیا کے مسلمان سب سے زیادہ شراب سے پرہیز کرتے ہیں وسط افریقہ اور ہندوستان میں اگر شراب کو زیادہ فروغ حاصل نہیں ہوا تو اسکی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ اسلام نے وہاں شدت کے ساتھ پیر جمائے ہیں ، بلا شبہ مسلمانوں کو اپنے نبیؐ کی شریعت پر فخر کرنا چاہئے کہ اس نے اجتماعی ، ادبی اور طبی حیثیت سے انھیں تباہی سے بچا لیا ہے اور جس خرابی کا ادراک سائنس کی دنیا کو آج ہوا ہے اس سے اسلام ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر آگاہ کر چکا ہے ۔"

فماذا بعد الحق الا الضلال ! مسلمانوں کو اسلام کے اس احسان عظیم کا احساس تک نہیں اغیار کو اعتراف ہے کہ محمد عربی کی لائی ہوئی شریعت نے آدھی دنیا کو شراب نوشی سے بچا لیا لیکن اغیار کا خیال اب بھی یہی ہے کہ بادہ خواری تہذیب جدید کے لوازمات میں سے ہے اور اسلام عصری رجحانات کا ساتھ دینے میں بہت بڑی حد تک ناکام رہا ہے !

حقیقت کہاں ہے؟

محاسن و معایب کا افسوسناک مبادلہ

"جب سے مسلمانوں کا تنزل شروع ہوا ہے انکے حقیقی محاسن سلب ہو گئے ہیں اور ساتھ ہی وہ محاسن و فضائل بھی جو صرف انہی کے ساتھ مخصوص تھے اور ان میں کوئی دوسرا شریک نہ تھا اور یہ تنزل پذیر قوموں کی روسنت ہے جو ہمیشہ موجود رہی ہے حتیٰ کہ حقائق اور تاریخ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں" ان الفاظ میں فاضل جلیل امیر شکیب ارسلان نے اپنے ایک مضمون "اسلام میں حقیقی جمہوریت" کا آغاز کیا ہے، یہ مضمون فرانس کے ایک سیاسی مضمون نگار کے جواب میں لکھا گیا تھا، جسکا ترجمہ قارئین ندائے حرم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے　　　(مدیر)

ملاحظات اور تحقیقات کے زیر عنوان جو مضمون شائع ہوا ہے وہ میرے پیش نظر ہے، مضمون اس قابل نہیں ہے کہ اسکا رد لکھا جائے اور صاحب مضمون کو جواب الجواب کی زحمت دیجائے، میں سطور ذیل میں اس عام خیال کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں کہ جمہوریت اور اسکا اساسی نظام یورپ کی ایجاد ہے، یہ دعویٰ اور یہ حسن ظن نہ صرف واقعات کے خلاف ہے بلکہ ایک ایسا مجرد دعویٰ ہے جسکا انطباق موجودہ یورپ اور اس کے نظامہائے سیاسی پر بھی نہیں ہو سکتا، قدیم زمانہ سے فرانسیسی قوم تین طبقات میں تقسیم رہی ہے۔ (۱) شرفا (۲) رجال مذہب یا کلیسائی گروہ (۳) عوام۔ ان طبقات میں کسی وقت بھی مساوات قایم نہیں ہوئی، شرفا ہمیشہ عوام کو تختۂ مشق بناتے رہے اور پادریوں نے وہ امتیازی حقوق حاصل کیے کہ بالآخر عوام کو انقلاب کے لئے فرانس کی زمین ہموار کرنی پڑی، فرانس کی یہ طبقاتی جنگ اور ظالمانہ سیاست لوئیس سیزدہم تک جاری رہی اور جب فرانس اقتصادی بحران میں گرفتار ہوا تو حکومت نے پہلی بار اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے تینوں طبقات کی ایک مجلس منعقد کی اور تاریخ میں

اول مرتبہ عوام کو شرفا کے پہلو میں جگہ دی گئی!

فرانس کی ایک مجلس

چنانچہ ۱۹۱۲ء میں اس مجلس کا انعقاد ہوا اور جب مذاکرات شروع ہوئے تو عوام کے ایک نمایندہ نے کھڑے ہو کر کہا "فرانسیسی قوم ایک خاندان کا حکم رکھتی ہے اور خاندان کا فرض ہے کہ خاندان کی نجات کے لئے کوئی تدبیر کرے"۔ یہ جملہ منہ سے نکلنا تھا کہ مجمع میں ایک قیامت سی برپا ہوگئی اور اشراف کی جماعت میں کہرام مچ گیا، آخر ان میں سے ایک نے کھڑے ہو کر کہا۔

"تم پر افسوس! یہ جسارت؟ کہ تمام فرانسیسی قوم کو ایک خاندان سمجھو اور اس طرح تم ہمارے رشتہ دار بن جاؤ۔ خبردار ایسی بات پھر منہ سے نہ نکالنا، تم ہمارے خادم ہو اس سے زیادہ کچھ نہیں"

اور جب مجمع میں ووٹنگ کا وقت آیا تو اشراف نے صاف انکار کر دیا کہ عوام کی آراء ہماری آراء کے برابر نہیں ہو سکتیں اور نہ انھیں رائے دینے کا کوئی حق حاصل ہے! اور عوام کو حق رائے دہی سے لوئی ہشتدہم کے زمانہ تک محروم رکھا گیا۔ اس زمانہ تک جس میں انقلاب فرانس کی داغ بیل پڑی اور عوام نے زور و قوت سے اپنے شہری اور سیاسی حقوق حاصل کیے!

کیا اس قسم کا کوئی نادر واقعہ اسلام کی تاریخ میں مل سکتا ہے؟ کیا کسی خلیفہ نے کسی امیر نے، کسی والی اور بادشاہ یا کسی خانوادۂ نبوت نے یہ جرأت کی کہ وہ کمزور سے کمزور مسلمان کو اپنا بھائی قرار دینے سے انکار کر دے؟

بادشاہ غسانی جبلہ کا واقعہ تاریخ میں آج بھی زندہ ہے، یہ شخص حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نصرانیت سے اسلام میں آیا تھا۔ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ایک اعرابی کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا اور اس نے اعرابی کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا جب حضرت فاروق کے پاس شکایت پہونچی تو آپ نے اعرابی سے کہا کہ تم بھی بدلہ میں جبلہ کے تھپڑ مار سکتے ہو، اس پر جبلہ بولا، کیا آپ کے نزدیک ایک بادشاہ اور ایک بازاری کا درجہ برابر ہے! حضرت عمرؓ نے کہا ہاں! اس پر جبلہ ناراض ہو کر قسطنطنیہ چلا گیا اور غصہ میں اسلام سے مرتد ہو گیا! شریعت اسلام نے کسی کو امتیازی حق

نہیں دیا ہے حتیٰ کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر میری دختر فاطمہ بھی چوری کرے گی تو اسکا ہاتھ ضرور کاٹوں گا!

غلامی کے مارکیٹ

اسلام اور یورپین قوانین کا باہمی موازنہ کیجئے آج بھی سفید بادشاہ مقدس اور غیر مسئول سمجھا جاتا ہے، بلاشبہ آخر میں یورپ کے اندر غلامی کا انسداد ہوا لیکن ہمیں نہ بھولنا چاہئے کہ شاہ پولوس کے زمانہ تک روس کے عوام شرفا کے غلام سمجھے جاتے تھے اور جب کوئی امیر اپنا قریہ فروخت کرتا تھا تو رعایا بھی ساتھ ہی فروخت کر دی جاتی تھی۔ ہم یہ بھی نہیں بھول سکتے کہ جب فرانس نے جنوبی فرانس سے مسلمانوں کو ملک بدر کیا تو باقی مسلمانوں کو غلام بنا لیا اور انکی املاک کو ضبط کر کے ان سے ایسی خدمات لی گئیں جو اس زمانہ میں صرف غلام ہی انجام دیا کرتے تھے حتیٰ کہ یہ تمام مسلمان فرانسیسی قوم میں مدغم ہو گئے!

امریکہ میں ۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۶ء تک جو جنگ برپا ہوئی وہ اس غلامی کا نتیجہ تھا، جنوبی امریکہ کے باشندے، شمالی امریکہ کے باشندوں سے اسی بنا پر برسرپیکار رہے کہ سفیدوں نے کالوں کو غلام بنا رکھا تھا، اور وہاں اب تک یہی حال ہے اور میں نے وہاں جاکر بچشم خود دیکھا ہے کہ کسی کالے کو گورے کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے، ہر جگہ ان کے لئے مخصوص پارک اور سواریاں ہیں حتیٰ کہ وہ سفید لوگوں کے ساتھ ریلوں میں بھی سفر نہیں کر سکتے۔

لیکن سفید رنگ کے مسلمان کالوں کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھتے، ان کا ایمان ہے کہ کالے اور گورے سب اللہ کی مخلوق ہیں اور پیغمبر اسلام کا یہ اعلان اپنے اندر ایک حقیقت کبریٰ رکھتا ہے کہ انما بعثت الی الاحمر والا سود۔

مسٹر ویلز اور اسلامی جمہوریت

آپ یہ سنکر حیران ہونگے کہ یورپ کی عقلیت مبدا المساوات کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی، آخری زمانہ میں اس نے مساوات اور جمہوریت کے مبادی کو تسلیم کیا ہے لیکن وہ بھی صرف اپنے لیے، دوسری اقوام کے لیے اس کے پاس مساوات ہے نہ جمہوریت اور مجھے ان لوگوں کے قول پر تعجب ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ آخری پچاس سال میں مشرق کے اندر جو ترقی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں وہ نتیجہ ہیں مشرقی

ادارات میں رومن لا کے نفوذ کا! مگر میں کہتا ہوں کہ فرانس میں تو اُس وقت بھی یہی رومن لا تھا جب کسی کو یہ کہنے کی بھی جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ فرانسیسی قوم ایک خاندان کی حیثیت رکھتی ہے اور جبکہ مساوات کا نام لینا کفر والحاد کے برابر سمجھا جاتا تھا!

انگلستان کا مشہور مؤرخ اور ادیب مسٹر ویلز (WELLS) جب پیرس گیا تو وہاں کے ادیبوں نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور ساربن میں اس کے متعدد لیکچر کرائے، اس نے اپنے ایک لیکچر میں — جو اُس وقت فرانس کے تمام جرائد میں شائع ہوا تھا۔ جمہوریت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ

"حقیقی جمہوریت اسلام اور نصرانیت کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔"

نصرانیت کا ذکر تو صرف اس لیے کیا گیا کہ وہ ایک نصرانی مجمع میں تقریر کر رہا تھا ورنہ اس کی تقریر کا اصلی وزن اسلامی جمہوریت کا اثبات ہے، اور صرف یہی ایک شہادت نہیں بلکہ یورپ کے محققین اور فلاسفروں کی ایک جماعت علی رؤس الاشہاد اس حقیقت کا اعلان کر چکی ہے کہ اسلام نہ صرف ایک جمہوری مذہب ہے بلکہ جمہوریت کی داغ بیل ڈالنے کا سہرہ بھی اسی کے سر ہے۔

فیا اسفادیا بعد العجب! کہ آج خود اپنے گھر کے لوگ اسلام کی اس حقیقت کبریٰ کا انکار کر رہے ہیں اور نہ صرف انکار بلکہ اس کے تمام محاسن دوسروں کی طرف منسوب کر کے بغلیں بجاتے ہیں کہ وہ روشن خیال اور تجدد پسند ہیں!

ہم نے اپنے اجداد کے حسنات کو سیئات میں بدل دیا ہے اور یورپ کی سیئات کو حسنات کا جامہ پہنا دیا ہے!

یقضی علی المرءِ فی ایام محنتہٖ
حتّٰی یریٰ حسنًا مالیس بالحسنٖ

زائرین بیت اللہ سے ایک گذارش

اور عازمانِ حج کیلئے مفید مشورہ

ہر سال ہندوستان سے عازمین حج کی ایک کافی تعداد ارضِ حرم پہنچتی ہے۔ ایام حج کی مصروفیت، وقت کی تنگی اور مشاغل حج، یہ تمام اسباب ایسے موانع ہیں جن پر بلند ہمت و باذوق اور علم دوست حضرات ہی قابو پا کر مدرسہ صولتیہ تک پہنچنے کا وقت نکال سکتے ہیں اور جب تک بالقصد ارادہ نہ کیا جائے ہنگامی مجبوریاں سدِ راہ رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال ہندوستانی حجاج کرام کی ایک بڑی تعداد دار العلوم حرم کو بچشم خود نہیں دیکھ سکتی۔

سعادتِ ابدی حاضری حرم محترم اور حج بیت اللہ کا شرف اس سال آپکو نصیب فرمائے تو اپنے اس مقدس سفر کی مبارک غرض و غایت میں یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ارض مقدس میں اپنی اہم علمی مشترکہ یادگار کو ایک نظر دیکھ لیں سُننے اور دیکھنے میں جو فرق ہے اس کا اندازہ اس وقت آپ خود کر لیں گے کہ اکھتر سال سے خدا کے گھر میں جو علمی اور مذہبی کام ہو رہا ہے وہ موجودہ حالت میں کس حوصلہ پرور دور سے گذر رہا ہے اور آئندہ اس میں کہاں تک ترقی کی استعداد و قوت موجود ہے۔ یہ ایک پیغام ہے جسے سُننا اور اس پر توجہ فرمانا آپکا قومی فرض ہے۔

سالہا شد کز برائے یک نگاہ　　　انتظارت می کشم در کوے تو

اگر آپ عازم حج ہیں تو سطور ذیل پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں آپ کے لئے کوئی بہتر اور مفید بات پیش کی گئی ہو جو اس مبارک سفر میں آپکے سکون و دلجمعی کا باعث ہو۔

۱۔ خدا کے عزیز مہمان مکہ معظمہ میں حسب سابق کارکنانِ مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ سے ہر وقت مفید مشورہ اور ممکن امداد حاصل کر سکتے ہیں۔

۲۔ اس مبارک سفر میں احباب و اعزہ کے پُر مسرت خطوط پڑھنے اہتمام و احتیاط کیساتھ قابلِ اطمینان

صورت سے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور جدہ میں ملنے کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی ڈاک مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ ہندیہ، پوسٹ بکس نمبر ۱۴ ، مکہ معظمہ کے توسط سے منگائیے۔ زایرین بیت اللہ کی اس خدمت کو سالہا سال سے ایک اہم فرض سمجھکر ادا کیا جاتا ہے۔ مزید سہولت کے لیے یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کے متعلقین و اعزہ آپ کے نام کے خطوط صدر دفتر دہلی کو بھیجتے رہیں جو آپ کو ہر وقت مرکزی دفتر مدرسہ کہ معظمہ کے ذریعہ ملتے رہیں گے۔ بحالات جنگ اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ یہ خطوط مختصر ہوں اور دریافت خیریت و خانگی حالات پر مشتمل ہوں۔

۳۔ حجاز مقدس پہنچنے کے بعد آپ کی دلی خواہش ہوگی کہ آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا اور مستحقین کی حسب استطاعت امداد کریں اس لیے اگر آپ کو اہل حرمین کے صحیح مستحقوں، پردہ نشین غریب بیوگان اور بیکس یتیموں کی تلاش ہو تو کارکنان مرکزی دفتر مدرسہ آپ کی مکمل رہنمائی کریں گے اور آپ اپنے ہاتھ سے اُن بے یار و مددگار مستحقین کی امداد کرکے اُن کی سچی دُعائیں حاصل کریں گے۔

۴۔ دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ حجاز میں ہندوستان کے مسلمانوں کا واحد قومی ادارہ ہے۔ اس لیے بانی مدرسہ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک سے ہندوستانی حجاج کی رقوم بطور امانت مدرسہ میں رکھنے کا دستور چلا آرہا ہے۔ اس زمانہ میں رقم کا تحفظ اور اس کی طرف سے بیفکری ایک اہم چیز ہے۔ مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے آپ اپنی رقم کو مرکزی دفتر مدرسہ میں محفوظ کرکے رسید امانت حاصل کر لیجیے۔ اور دفتر کے اوقات میں جس وقت آپ کو ضرورت ہو اپنی امانت میں سے بقدر ضرورت لیتے رہیے۔

۵۔ حج کے زمانہ میں مرکزی دفتر کا وقت درج ذیل ہے :-

۳ بجے مکہ معظمہ کے وقت سے (طلوع آفتاب سے اندازاً تین گھنٹے بعد) ۱۰ بجے تک (غروب آفتاب سے دو گھنٹہ قبل)

۶۔ اس سفر مقدس میں تفصیلی حالات اور صحیح مسائل حج کے لئے کتاب "حقیقت حج" قیمت ۱۲؍ منیجر صاحب آرمی پریس نئی دہلی سے اور کتاب "الحج" قیمت ۸؍ منیجر صاحب شروانی پرنٹنگ پریس علیگڈھ سے اور "طواف کعبہ کی دُعائیں" ایک آنہ محصول ڈاک کے لئے بھیجکر شیخ محمد شریف صاحب سوداگر چرم محلہ پورانیکا، سیالکوٹ سے طلب فرمائیے۔

یہ کتابیں آپ کے لیے مفید ثابت ہوں گی۔

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۷۴۹)

صحیفۂ سعادت

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر دہلی

بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۳ھ

نمبر شمار	ذریعہ	رقم
۱	صدر دفتر بالراست	للعہ
۲	ذریعہ مولوی محمد امجد اللہ صاحب کیمیر گنج	ما ر
۳	ذریعہ الحاج مولوی طفیل احمد صاحب رڑکی	للعہ
۴	ذریعہ شیخ جیون بخش صاحب انصاری منگلور	عہ
۵	ذریعہ حکیم محمود علی صاحب وکیل جے پور	اللعہ
۶	ذریعہ غفار احمد صاحب عرف اعظم باسنی اما	عہ
۷	ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی جودھ پور	اللعہ
۸	ذریعہ مولوی سید بیر احمد صاحب رفیق دائرہ معاونین	امامعہ
	ذریعہ مجلس امداد کلکتہ	
۹	توسط حاجی محمد احمد صاحب سکرٹری	للعمارعہ
	میزان آمدنی ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۳ھ	عہ للعہ

ترجمان القرآن جلد دوم

(از مولانا ابوالکلام آزاد)

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے یعنی حواشی زیادہ مفصل، دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں۔ کتابت وطباعت بھی بہتر ہے۔ چونکہ سورۂ یوسف، انفال، توبہ کہف۔ مریم۔ انبیاء وغیرہ اسی میں آگئی ہیں۔ اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ اس لئے کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہو گئی۔ سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک ہدیہ بلا جلد للعہ مجلد عہ (ندائے حرم کا حوالہ ضرور دیجئے)

ملنے کا پتہ:۔ شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع وناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرولباغ سے شائع کیا

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارہ صدر دفتر

عدد   جلد

ندائے حرم کا مقصد

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور اُن کی تکمیل کے لئے کوشش۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳ مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات عملی و معاشرتی جد و جہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

ندائے حرم کا مسلک

۱ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے، اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکز اسلام کی آواز ہے۔

۲ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ عنیور و باہمت مسلمانان ہند کی خدا کے گھر میں الکہتر سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

ندائے حرم پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے۔
عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں اس کے بعد دفتر معذور ہوگا
ماہنامہ ندائے حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے
جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک بھیجئے۔

سالانہ اشتراک تین روپے (۳) فی پرچہ ۴/ بیرون ہند سے ۶ شلنگ۔

رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت منتظم رسالہ ندائے حرم دہلی قرول باغ سے ہونی چاہیئے۔
نمونہ کے لئے ۴/ کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی - قرول باغ۔

تار کا پتہ - صولتیہ دہلی

SAULATIYA DELHI.

عدد ۱۱ مسئول: ضیاء الدین احمد جلد ۴

بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۴۴ء

مناجات

(خاص ندائے حرم کے لئے)

(از مولانا محمد عبدالرحمن خان صاحب ضمیرؔ سابق صدر کلیہ عثمانیہ، صدر حیدرآباد اکاڈمی)

یارب از بہر محمد رحم کن بر حال ما　　جز ندامت ہیچ نے در نامۂ اعمالِ ما

از رہِ ایماں ہمہ خورد و کلاں برگشتہ اند　　در تلاشِ مال و دولت بندۂ زر گشتہ اند

نامِ پاکت بر زباں نارند از عجب و غرور　　جملہ عالم ہست اکنوں حامیٔ فسق و فجور

جامۂ تہذیب می پوشیم و در دل وحشت است　　شب ز نورِ برق چوں روز است و باطن ظلمت است

گرچہ تابع شد بحکمت آب و آتش باد و خاک　　چوں بہائم می کنیم از جہلِ ما خود را ہلاک

باز گردد گر مسلماں بر صراطِ دینِ حق　　از مثالِ خود دہد اقوامِ دیگر را سبق

ارتقائے خیر گیرد ہیئت عصرِ جدید　　دورِ ایماں غالب آید بر سرِ دورِ جدید

عبد با اخلاص پیشِ رب اگر مالد جبیں　　حق تعالیٰ بخشدش از فضلِ خود علم الیقیں

پردۂ غفلت برد دل آید ز چشمِ آدمی　　ابرِ رحمت بر فشاند امن و راحت بر زمیں

دفع گردد از جہاں جنگ و جدل جور و جفا　　کس نہ بیند صورتِ غداری و مکر و دغا

از ضمیرِ خستہ یارب ایں دعا کن مستجاب!!

بخش انساں را یقیں ہستی ہوز حسا نب

اثرات

ہمیں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟

اسلامی تاریخ کا ایک ورق

جبری تعاون اور اختیاری تعاون میں جو فرق ہے وہ سب پر ظاہر ہے، دنیا کا ہر نظامِ حکومت دعوے دار ہے، کہ اسے عوام کا تعاون حاصل ہے، تعاون بھی جبری نہیں بلکہ اختیاری، یعنے عوام ہی کی یہ خواہش ہے کہ جس نظامِ حکومت کے ماتحت وہ زندگی بسر کرتے ہیں وہ اس پر راضی ہیں، وہ اسے باعثِ رحمت سمجھتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ یہ نظام ہمیشہ قائم رہے اور کوئی دوسرا نظام حکومت اسکی جگہ نہ لے۔

موجودہ زمانے میں تو کوئی ایسی حکومت اور کوئی ایسی قوت نظر نہیں آئی کہ وہ ملک کو چھوڑ کر جانے لگے تو اہلِ ملک رو کر اس سے التجا کریں کہ خدا کے لیے آپ یہاں سے نہ جائیں اور ہمیں اپنے سایہ سے محروم نہ کریں اسی ملک میں رہ کر ہمارا تعاون حاصل کیجیے! آپ کہیں گے کہ ایسا تو آج تک نہیں ہوا کہ اہلِ ملک نے کسی اجنبی نظامِ حکومت کے قدم پکڑ لیے ہوں اور اُس کے جانے پر آنسو بہائے ہوں؟ غالب قوم کا ملک چھوڑ کر چلا جانا تو اہلِ ملک کے لئے فالِ نیک تصور کیا جاتا ہے کہ خس کم جہاں پاک، اچھا ہوا کہ اجنبی طاقت کا جنازہ نکلا اور ہماری جاں بخشی ہوئی، کوئی ایسا احمق نہ ہوگا جو اس موقعے پر خوش نہ ہو اور اپنی خوش بختی پر ناز نہ کرے بلاشبہ موجودہ زمانے میں ایسا ہونا محال ہے اور آپ کہیں گے کہ گزشتہ زمانے میں بھی اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا لیکن آپ

یقین کریں کہ یہ واقعہ ہے اور ایسا ہو چکا ہے تاریخ نے اس کو اپنے دامن میں محفوظ کر لیا ہے۔ لیکن یہ واقعہ اُس غالب و فاتح قوم کے ساتھ پیش آیا جس کے نزدیک حکومت صرف اللہ کی تھی اور وہ خود محض محافظ و مسئول، جو راعی و رعایا میں تفریق کو ان الحکم الا للہ کے منافی سمجھتی تھی۔

رومی جاہ و جلال

یقین نہ آئے تو آپ تاریخ ایران کے اس درخشاں عہد پر نظر ڈالیے جس میں اللہ کے پاک اور مقدس بندوں نے حکومتِ الٰہیہ کی بنیاد ڈالی تھی۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں اسلام کو عالمگیر مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی اور مجاہدینِ اسلام عرب کے خشک میدان سے نکل کر خشکی و تری کو عبور کر کے ایران کی قلعہ بند سرحدوں پر پہنچے، ایک طرف ایرانیوں کا وہ جاہ جلال تھا، دوسری طرف قیصر کی مسیحی سلطنت کا پھریرا اُڑ رہا تھا، اسلامی سپہ سالار ابو عبیدہؓ نے رومیوں کو اُن کے بہت سے مقبوضات سے محروم کر دیا اور بے شمار انسانوں کو رومیوں کی حلقہ بگوشی اور ذلیل غلامی سے نجات بخشی۔ رومیوں کے مقابلے میں عربوں کے اس فاتحانہ اقدام سے تمام مسیحی دنیا تڑپ اٹھی تھی اور قیصر نے حزب اللہ سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک لشکر جرار ترتیب دیا حضرت ابو عبیدہ رضؓ اپنی فوج کے ہمراہ اس وقت حمص میں مقیم تھے انھوں نے اطلاع پاتے ہی مجاہدین سے رائے طلب کی، اُن کا مشورہ یہ ہوا کہ حمص میں رہ کر امدادی فوج کا انتظار کیا جائے، اور اس مقام سے ہٹنے کی کوشش نہ کی جائے۔ سپہ سالار کا ارشاد ہوا، اتنا وقت ہے کہاں؟ آخر یہ رائے قرار پائی کہ حمص کو چھوڑ کر دمشق کو مستقر بنا لینا چاہیے کیونکہ ایک تو وہاں حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضؓ موجود ہیں دوسرے وہاں عرب سرحدوں سے جلد کافی امداد مل سکتی ہے۔

عدل و انصاف کا ادنیٰ کرشمہ

جب ارادہ پختہ ہوا اور حمص چھوڑنے کا

وقت آیا تو سپہ سالارِ اسلام نے خزانے کے افسرِ اعلیٰ حبیب ابن مسلم کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ دیکھو غیر فرقوں سے جو جزیہ (ٹیکس) وصول کیا جاتا ہے وہ اس بات کا معاوضہ ہوتا ہے کہ دشمنوں سے اُن کے مال اور جان کی حفاظت کی جائے گی۔

افسرِ خزانہ نے کہا بے شک آپ کا ارشاد بجا اور دُرست! فرمایا تو اس نازک حالت میں ہم ان کی حفاظت کا ذمّہ کس طرح لے سکتے ہیں؟ لہٰذا اُن سے ٹیکس کی جو رقم وصول کی گئی ہے وہ واپس کر دی جائے! جنگ کا زمانہ ہی، خزانے کی ضرورت ہے، مجاہدین اپنے ملک سے دُور ہیں مگر امیرِ جیش حکم دیتا ہے کہ رعایا کا رُپیہ واپس کر دو، رعایا بھی مسلمان نہیں، عیسائی اور یہودی! حکم ملتے ہی کئی لاکھ کی رقم واپس کر دی گئی، اس کے بعد یہودیوں اور عیسائیوں کو یقین ہوگیا کہ اب مسلمان اپنے فوجی مصالح کی وجہ سے حمص میں نہیں ٹھہر سکتے، اصولاً تو انھیں مسلمانوں کے اس "فرار" سے خوش ہونا چاہیے تھا کہ خس کم جہاں پاک! خدائی قہر سروں سے ٹلا اور "خداوند" کی مدد ان کے کام آئی، وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے اور خدا کا شکر ادا کرتے کہ اس نے اپنے فضل سے مسلمان جیسی خونخوار" قوم کو یہاں سے نکالا اور ہماری غلامی کی ساعت ختم ہوئی۔

روتے کیوں ہو؟ مگر عیسائیوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور یہودی الگ کھڑے ماتم کر رہے تھے! ہیں؟ یہ کیسا ماتم، یہ کیسی سینہ کوبی، یہ کیسا شور و واویلا؟ یہودیوں کو مسلمانوں سے کیا تعلق؟ عیسائیوں کو "وحشی اور خونخوار" قوم سے کیا علاقہ؟ عیسائی آبدیدہ تھے اور کہتے تھے کہ مسلمانو! خدا تم کو پھر واپس لائے تم ہم پر پھر حکومت کرو! یہودی الگ کھڑے توریت کی قسم کھا رہے تھے کہ جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کر سکتا، قبضہ تمھارا ہی ہوگا اللہ کرے تم جلد واپس آؤ، انھوں نے اپنی قسم کو اس طرح پورا کیا کہ حمص کے پھاٹک بند کر لیے تاکہ قیصری افواج اُس میں داخل نہ ہو سکیں۔

جب یہودیوں کو روپیہ واپس دیا گیا تو انھوں نے سپہ سالار اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:-
"خدا کی قسم اگر عیسائی تمھاری جگہ ہوتے تو مال و متاع لوٹ کر ہم کو ذلت کی موت مارتے اور ہماری آبرو خاک میں ملا دیتے۔" یہ ہے اختیاری اور خوش دلانہ تعاون، یہ ہے حکومت الٰہیہ، یہ ہے ان الارض یرثہا عبادی الصالحون کا جلوہ کہ مسلمان جاتے ہیں مگر دوسری قومیں ان کا دامن پکڑتی ہیں کہ کہاں جاتے ہو؟ نہ جاؤ، یہیں رہ کر ہمارے دامن عدل و انصاف سے بھرتے رہو، عیسائی آگئے تو ہماری خیر نہیں۔ یہ اسلئے کہ مسلمانوں کا کچھ نہ تھا، صرف اللہ کا تھا، سلطنت اُن کی نہ تھی، سلطنت والے کی تھی، وہ امین تھے عوام کے محافظ تھے، غربا کے سرپرست اور مظلوموں کے حامی تھے! اُنھوں نے اپنے آپ کو رعایا سے اونچا نہ سمجھا، کبھی عیش و آرام کی زندگی بسر نہ کی، کبھی رعایا کا گلا نہ گھونٹا، کبھی عالی شان محلوں میں نہ رہے۔ انھوں نے حکومت کی تو خدا کی مخلوق کے فائدے کیلئے۔ روپیہ جمع کیا تو بھوکوں اور بیواؤں کے لیے، یہی وجہ تھی کہ انھیں غیر قوموں کا اختیاری تعاون حاصل ہوا اور انھوں نے ان کے دلوں پر حکومت کی، ان ہی سے لیا اور ان ہی کو دیا، ان ہی کے لیے آئے ان ہی کیلئے گئے۔

مسٹر ٹرینس کی شہادت

ہمیں دو قوموں کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک خاص اصول کی پیروی ضروری ہے یعنے کسی شخص، سوسائٹی یا حکومت کے متعلق اگر ایمانداری سے رائے قائم کرنی ہے تو اُسے اس زمانے کے تمام نظامہائے حکومت سے ملا کر دیکھنا چاہیے جو اس کے ساتھ تمام دُنیا میں قائم تھے، ہم نے جس زمانے کا ذکر کیا ہے اُس کے متعلق مورخ ڈبلیو، ایم ٹرینس اپنی کتاب (EMPIRE IN ASIA) میں لکھتے ہیں:-

"یہ وہ زمانہ تھا کہ یورپ کے لوگ بڑے زور کے ساتھ مذہب کے نام پر اپنے ہی لوگوں کے ساتھ جنگ کر کے اُن کے لیے قبرستان تیار کر رہے تھے

لوگوں نے مذہب کی حفاظت کے خیال سے دور دراز ممالک میں بسنا شروع کر دیا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ عیسائیوں کے ظلم و ستم سے کوی ننٹ (فرقہ) کا خون، کیتھولک فرقے کے لوگوں کا خون اور یونی ٹیرین عیسائی فرقوں کا خون بہہ رہا ہے اور دوسری طرف سے نئی پھانسیاں کھڑی کی جارہی ہیں، نئی قسم کی بیڑیاں تیار ہورہی ہیں اور رایکٹس آف یونی فارمٹی جیسے ظالمانہ قانون کا نفاذ ہورہا ہے (جس کی رُو سے کیتھولک عیسائیوں کے سوا تمام دوسرے فرقوں کو یا تو زندہ جلا دیا جاتا تھا یا سخت تکلیفوں کے ساتھ مار ڈالا جاتا تھا")

عیسائی، عیسائیوں اور یہودیوں کے لیے قبرستان تیار کررہے تھے مگر اسلامی نظام حکومت مُردوں کو قبروں سے نکال کر زندہ کررہا تھا، خود حمص کے عیسائیوں کا اقرار ہے کہ "خدا کی قسم عیسائی ہمارا مال و متاع لوٹ کر ہمیں ذلت کی موت مارتے اور ہماری آبرو خاک میں ملا دیتے اگر وہ مسلمانوں کی جگہ ہوتے یا مسلمان ہماری حفاظت نہ کرتے!"

یہ تاریخی واقعات ہیں، داستانِ امیر حمزہؓ اور قصۂ چہار درویش نہیں ہے لیکن کون ہے جو اس پر یقین کرے گا کہ دنیا میں مسلمانوں ہی نے سب سے پہلے اختیاری تعاون حاصل کیا ہے اور ان ہی کو غیر قوموں کی طرف سے دعائیں ملی ہیں!۔

آج فنِ سیاست اور تدبیرِ مملکت اوجِ کمال پر پہنچ گیا ہے لیکن یہ مرتبہ کسی نظامِ سلطنت کو حاصل نہیں کہ اُس کی بنیاد خدا پرستی اور خدمتِ خلق پر ہو، آج ہر حکومت کی بنیاد منڈیاں اور خام پیداواریں ہیں یعنے جو ملک قدرتی پیداوار سے معمور ہے وہی سب سے زیادہ بھوکا اور نادار ہے، اور جب محکوم قوموں کا یہ احساس قوی ہوجاتا ہے کہ اُن کے ذرائع پیداوار کو خود ان ہی کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے تو وہ بغاوت اور انارکی پر آمادہ ہوجاتی ہیں اور ان کی بغاوت کو قوت کے ساتھ دبایا جاتا ہے، ایشیا میں ایک

(باقی صفحہ ۸ پر)

حاجی محمد احمد صاحب :- مالک بخشی اینڈ کمپنی ندائے حرم کے حلقے میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں آپ دارالعلوم صولتیہ کی مجلس امداد کلکتہ کے سکریٹری ہیں اور ان چند ممتاز مسلمانوں میں ممتاز ترین ہستی ہیں جن کو خدا کے گھر سے، خدا کے کاموں سے اور اسلام کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم صولتیہ مکہ معظمہ سے خاص لگاؤ ہے۔ آپ کی گرامی قدر ذات دارالعلوم حرم کے لئے تائید غیبی کا حکم رکھتی ہے اور نہ صرف آپ بلکہ آپ کے کل اہل وعیال خدا کے گھر کی خدمت کے لیے اپنے کو وقف کر چکے ہیں، آپ کو ذاتی طور سے مدرسہ صولتیہ کے ساتھ دلی تعلق ہے اور دوسروں کے لیے بھی آپ کی عطا وبخشش اور عملی جدوجہد نمونۂ عمل بنی ہوئی ہے، قلبی تعلق کا یہ حال ہے کہ آپ اپنے آپ کو بھول سکتے ہیں لیکن حرم مقدس کی ضروریات کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ ہر سال آپ کا دستِ کرم بڑھتا ہے اور کشت حرم کو سیراب کرتا چلا جاتا ہے دارالعلوم حرم کے تمام سرپرستوں کی دعائیں آپ کے شامل حال ہیں۔ آپ کی زندگی، عملی زندگی کا ہمارا ہے۔ رب کعبہ آپ پر اور آپ کے خاندان پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔

محترمہ بیگم صاحبہ :- جناب حاجی محمد احمد صاحب مالک بخشی کمپنی و سکریٹری مجلس امداد کلکتہ کا ذکر خیر سطور بالا میں ہو چکا ہے، لیکن آپ کی محترمہ بیگم صاحبہ بھی ہمارے شکریے کی مستحق ہیں کہ دارالعلوم حرم کی سرپرستی اور اعانت سے

(صفحہ ۷ کا بقیہ مضمون)

بھی ایسی اجنبی حکومت نہیں جسے رعایا کا اختیاری تعاون حاصل ہو اور رعایا یہ کہتی ہو کہ خدا کے لیے ہمارے سینوں پر آپ ہی سوار رہیے اور ہماری سرپرستی کا بار آپ ہی اٹھائیے! ہر اجنبی حکومت زور اور قوت سے قائم ہے اور رعایا کے دلوں سے دعائیں نکلنا تو کجا ایسی حکومتوں کو کوسا جاتا ہے، انھیں بد دعائیں دی جاتی ہیں، ان کی بربادی کا انتظار کیا جاتا ہے! ولکن الارض یرثہا عبادی الصالحون!

کبھی غافل نہیں رہتیں، مالی ایثار، قلبی تعلق، روحانی لگاؤ اور حرم مقدس کی جاروب کشی وہ نعمتیں ہیں جن سے محترمہ بیگم صاحبہ کو بارگاہِ الٰہی سے پورا حصہ ملا ہے، کوئی موقعہ نہیں جاتا کہ دارالعلوم صولتیہ کو یاد نہ فرماتی ہوں اور دوسری بہنوں کو اس راہ پر نہ لگاتی ہوں، حاجی صاحب موصوف کی اعانت و امداد آپ کے لیے بس نہیں کرتی آپ اپنی مستقل امداد سے صدر دفتر کو سرفراز فرماتی رہتی ہیں، اللہ تعالےٰ آپ کو ہمیشہ اپنے فضل و کرم کے سائے میں رکھے اور دارالعلوم کو آپ ایسی پاک سیرت خواتین کی سرپرستی حاصل رہے۔

طاہرہ بیگم صاحبہ :- بنتِ حاجی محمد احمد صاحب مالک بخشی کمپنی و سکریٹری مجلس امداد کلکتہ، آپ کی عمر دس گیارہ سال ہے لیکن سعادتِ ایزدی کی کوئی حد نہیں ہے وہ جسے چاہے اپنے مرکز کی حفاظت کے لیے چن لے اور جسے چاہے اپنے گھر کا شیدا بنا دے۔ دس گیارہ سال کی بچّی کا جذبہ کیوں نہ قابلِ قدر ہو کہ والدین کا نمونہ اُن کے سامنے ہو! اللہ کے کاموں اور اللہ کے گھر کے خادموں کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں، وہ دس گیارہ سال کی بچی سے وہ کام لے سکتا ہے جس کی نظیر سن رسیدہ عورتوں میں تو کیا مردوں میں بھی شاذ و نادر ہی ملتی ہے۔

اس سال اس عزیز بچّی نے صرف اپنی کوششوں سے دارالعلوم حرم کے لیے ایک معقول رقم نیکدل خواتین سے جمع کر کے صدر دفتر کو ارسال فرمائی اور ایک ایسی مثال قائم کر دی جو دُنیائے اطفال میں ہمیشہ یادگار رہے گی، اگرچہ عمر دس گیارہ سال سے متجاوز نہیں ہے لیکن ان کی اسلامی حس اور ان کا اسلامی دماغ پختگی کی منزل میں پہنچ چکا ہے چھوٹی عمر اور بڑا دل، تھوڑا تجربہ، بڑا نتیجہ، معمولی قد و قامت مگر حوصلہ بلند! یہ اللہ کی نعمتیں ہیں جو اس عمر میں طاہرہ بیگم کو حاصل ہوئی ہیں اور جن پر والدین جس قدر بھی فخر کریں بجا ہے! اسلامی تربیت اور والدین کی پاک سیرت کے جو اثرات بچوں پر مرتب ہوتے ہیں ان کی زندہ مثال طاہرہ بی بی کا وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس معصوم بچّی کو جو اسلام کی امانت ہے اپنی امان میں

رکھے اور خدمتِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔

حاجی طیب آل احمد صاحب:- صدر منصرم، مخیر اور فیاض طبقے میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں آپ کی عمر کا بیشتر حصہ امورِ خیر اور نیک کاموں کی سرپرستی میں گزرا ہے، حرمِ محترم کی قلبی عقیدت، اللہ کے پاک گھر سے روحانی محبت اور دار العلوم صولتیہ سے گہرا تعلق آپ کی زندگی کا سرمایہ ہیں آپ امدادِ حرمین شریفین کے لیے قرب وجوار میں برابر کوشش فرماتے رہتے ہیں اور اکثر رقوم آپ کی سعی سے دفتر کو موصول ہوئی ہیں، آپ کا خلوص اور سچا احساس ہمارے تشکریے سے بالاتر ہے اللہ تعالیٰ کی برکت اور رحمت آپ کے شاملِ حال رہے۔

سید مبارک شاہ صاحب بغدادی:- آپ ان مخلص معاونین کرام میں شامل ہیں جو دوسروں کو بھی ترغیبِ خیر دے کر اجر وثواب حاصل کرتے رہتے ہیں، آپ نے اپنے علاوہ دوسرے مخلصین کو بھی خدا کے گھر کے نیک کام اور صدقۂ جاریہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور اپنے حلقۂ اثر میں بھی امداد و اعانت کی ایک خاص فضا پیدا کردی ہے۔ آپ کے اس قیمتی جذبے کے حقیقت شناس اہلِ حرم کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں! اللہ تعالیٰ اہلِ حرمین کی دعاؤں کو قبول فرما کر معاونین ومحسنین کو اُن کی سعی کا بہتر اجر عطا فرمائے۔ آمین

جناب غفار احمد صاحب اعظم:- باسنی کے ایک نوعمر جوان ہیں جو مدرسہ صولتیہ اور مرکزِ اسلام کے لیے اپنے دل میں ایک خاص تڑپ رکھتے ہیں مسلسل کوششوں میں مصروف رہتے ہیں آپ نے گزشتہ سال بھی ایک معقول رقم جمع کرکے صدر دفتر کو ارسال فرمائی تھی اور امسال بھی اُسے فراموش نہ فرمایا اور اپنے مختصر گاؤں سے ایک گراں قدر رقم بھیج کر کارکنانِ صدر دفتر کی ہمت افزائی کا باعث ہوئے، آپ کی مساعی، خلوص اور جذبۂ علم نوازی دیگر نوجوانانِ ملت کے لیے قابلِ تقلید مثال ہے

اللہ تعالیٰ حسن نیت کو قبول فرماکر آپ کے دینی و دنیوی مراتب بلند فرمائے، اہلِ باسنی کا جذبۂ ایمانی ہمارے شکریے سے بالا تر ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔

میاں محمد شبیر صاحب :- کان پور سے آپنے ایک سو ایک روپیہ کی گرانقدر رقم بتقریب شادی میاں فضل حلیم سلمہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو عنایت فرمائی ہے جو لوگ اپنی مسرتوں میں خدا کے گھر کو نہیں بھولتے یقین ہے کہ ربّ کعبہ بھی انھیں فراموش نہ فرمائے گا۔ آپ نہ صرف دار العلوم کے محسن اور معاون ہی ہیں بلکہ اس کے قدر شناس بھی ہیں اور مرکز اسلام کی اہمیتوں کا پورا احساس رکھتے ہیں، آپنے صاحبزادہ سلمہ کی تقریب پر خدمتِ حرم سے اپنی جس اولوالعزمانہ دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے وہ آپکے ایمانی اخلاص اور اسلامی جذبہ کا روشن ثبوت ہے، اللہ تعالیٰ میاں صاحب اور صاحبزادہ صاحب سلمہ کے مراتب بلند فرمائے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے آپ کا نمونہ مشعل راہ ثابت ہو۔

منشی محمد حیات صاحب :- کوتوال، آپ حرم مقدس کے مشہور خادم حاجی طفیل احمد صاحب رڑکی کے عزیز ہیں اور دار العلوم کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں، آپ اپنے ذمہ دارانہ فرائض کے ساتھ اس نیک خدمت کے لیے بھی ہمیشہ مصروف رہتے ہیں اور آپ کی کوششوں سے اکثر رقمیں دفتر کو موصول ہو رہی ہیں، حق تعالیٰ آپ کو ہمیشہ کامیاب اور رشاد کام رکھے۔ آمین۔

حاجی الہ دین و زیر علی صاحبان :- بیکانیر مدرسہ صولتیہ کے مخلص معاون ہیں، مدرسہ کے سفرا کو بیکانیر میں آپکے کافی امداد و اعانت ملتی ہے آپ خود بھی اس صدقۂ جاریہ میں شرکت فرماتے ہیں اور دوسرے نیک دل مسلمانوں کو بھی توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آپ کے نیک ارادے اور دلی مقاصد پورے ہوں۔ معصومینِ حرم اپنے محسنین کے لیے کعبہ کے

زیرِ سایہ دست بہ دعا رہتے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مولوی احمد ابراہیم بزرگ صاحب سملک:- موصوف دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں اور اکثر اپنے روابطِ حسنہ کا اظہار واسطۂ خیر بن کر فرماتے رہتے ہیں، آپ نے اس ماہ ۳۲۶ ارسال فرمائے ہیں اور اپنے مکتوبِ گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:-

"ٹرانسوال افریقہ سے ایک صاحبِ خیر نے مبلغ ۳۲۶ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے لیے روانہ فرمائے ہیں وہ اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے، گزشتہ سال اُن کے نام کا اظہار کر دیا تھا اس سے وہ سخت ناراض ہوئے 'ندائے حرم' میں اپنا نام اور رقم دیکھ کر بہت برہم ہوئے آپ بتوسط میرے ایک صاحبِ خیر کے نام سے اس رقم کو درج فرمائیں۔"

معطی رقم دُنیا میں باحیثیت اور وجاہت مند ہستی ہیں لیکن اپنے جذبۂ ایمانی کو ظاہرداری سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں ہم صرف صمیم قلب سے شکر وسپاس کے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں نام کا اظہار امانت کے خلاف ہوگا واسطۂ خیر بننے والے بزرگ کا تعلق دارالعلوم صولتیہ سے نیا نہیں ہے۔ ندائے حرم کے صفحات بارہا آپ کے ذکرِ خیر سے مزین ہو چکے ہیں۔

ہم معطی اور واسطۂ خیر دونوں حضرات کے لیے جنابِ الٰہی میں خلوصِ دل کے ساتھ دعاگزار ہیں، درِ کعبہ پر دارالعلوم صولتیہ کے علما اور معصوم طلبا بھی اپنے محسنین کو دعائے خیر میں نہیں بھول سکتے۔

بصائر

سیاست اور دیانت

ایک فراموش شدہ واقعہ جو تذکار اور یاد آوری کا مستحق ہے

زمینی اور آسمانی نظام کا فرق

دیانت اور ذمہ داری کا احساس انسانی عظمت کا سب سے بڑا جوہر ہے اور یہی وہ خوبی ہے جسے تاریخ پوری امانت کے ساتھ اپنے اوراق میں محفوظ رکھتی ہے جو شخص زندگی کے اس ابتدائی اصول میں پورا نہیں اترتا، سمجھ لو اُسکی پوری زندگی بیکار ہے سوسائٹی اس بنیاد پر بنتی ہے کہ اس کے ارکان کی دیانت پر اعتماد ہوتا ہے، تعاونِ اشتراک اور جہانبانی کے ادنیٰ اور اعلیٰ مراتب اسی وقت ترقی اور نمو پاتے ہیں جب ذمہ داری اور دیانت بدرجۂ اتم پیدا ہو جاتی ہے اور زندگی کا ایک شعبہ دوسرے شعبے کی ہیئتِ ترکیبی سے اطمینان حاصل کر لیتا ہے دیانت اور انصاف انسانیت کی ایک روشن حقیقت ہے، ظالم سے ظالم اور بد دیانت سے بد دیانت شخص بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کے خلاف ناانصافی اور ظلم نہ ہو، یہاں تک کہ لوٹ کے مال میں ڈاکو بھی اس بات کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ مال کی تقسیم میں انصاف ملحوظ رہے اگر مال کی مساوی تقسیم میں ذرا بھی فرق ہو تو اس ناانصافی کو وہ برداشت نہیں کرتے اور محض اسی بنا پر ان میں پھوٹ پڑ جایا کرتی ہے۔ حالانکہ دیانت اور انصاف کا خون کر کے ہی انھوں نے یہ مال حاصل کیا ہے —— یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انصاف و عدالت انسان کا فطری اور پیدائشی جوہر ہے جس کو ثابت

کرنے کے لیے زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں ہوتی

ذمہ داریاں اور نتائج ایک نا انصافی ہماری آپس کی ہے جس کے حدود اربعہ انگلیوں سے ناپے جا سکتے ہیں' ایک نا انصافی عالم اور محقق کی ہے جو موجودہ اور آیندہ نسلوں کے روحانی اور اخلاقی قتل عام پر منتج ہوتی ہے۔ ایک بد دیانتی بادشاہ اور اُس کے نائب کی ہے جس کی گردن پر کروڑوں انسانوں کا خون جمع رہتا ہے! دنیا میں جس نسبت سے ذمہ داریاں تقسیم ہیں اسی نسبت سے اُن کے نتائج بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں، ہر شخص کی نا انصافی کا ایسا سنگین نتیجہ نہیں نکلتا جیسا نتیجہ ایک بادشاہ، ایک عالم ایک لیڈر اور ایک منتظمِ اعلیٰ کی نا انصافی کا نکلتا ہے، تاجر بد دیانتی کرکے بدنام ہوگا اور اپنی تجارت کو ہی ختم کر دے گا لیکن ایک بڑا شخص جو رلائے عامہ کا ترجمان، عام و خاص کی تکیہ گاہ انصاف عدل کی پناہ گاہ اور سیاسی اور معاشرتی زندگی کا نگہبان ہے، وہ بد دیانتی کا مظاہرہ کرکے ایک ایک نفس کو قتل کر ڈالتا ہے اور اس کا اثر نہ صرف افراد پر بلکہ جماعتی زندگی، سیاسی نظام، اداری عناصر اور قومی مفاد پر پڑتا ہے اور اس کی نا انصافی عدل و انصاف کی متوازن کیفیت کو فاسد اور نظام معاشرت کے معتدل اور نازک رشتے کو منقطع کر دیتی ہے، پس جس کی ذمہ داریاں جس قدر زیادہ اور نازک ہیں اسی قدر اس میں انصاف و دیانت غیر جانبداری اور حق پرستی کے اوصافِ حمیدہ و خصائلِ پاکیزہ مستحکم ہونے چاہئیں اور جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں اُس کا زہر نفوذ کر لیگا اور جماعتی زندگی کی آخری موت اُس کے نامۂ اعمال کی زینت بنے گی۔

نظامِ باطل اور نظامِ حق مثالیں دینے اور اشاروں سے بتانے کی ضرورت نہیں، مشہور و مشہود چیز ہے کہ دنیا کے موجودہ نظام فاسد کے عناصر ترکیبی میں بد دیانتی اور نا انصافی کو بہت زیادہ دخل ہے اور انسانی مصیبت کا سب سے بڑا سبب یہ ہو کہ رہزنوں نے رہبروں کا بھیس بدل لیا ہے، جرائم پیشہ فاسقین نظامہائے انسانی پر قابض ہیں، دار و رسن کے مستحق

لوگ طاقت کے "خداوند" بنے بیٹھے ہیں، اخلاق فاسدہ اور معاشرتی نجاست کے ڈھیر انسانی شکل میں قانون و امن کے ٹھیکے دار ہیں، اغراض کے بندے، عالمگیر مفادات کی کنجیوں پر قابض ہیں، بحر و بر، زمین و آسمان، خشکی اور تری، ویرانے اور آبادیاں، انسان اور انسانی دماغ سب ان کی مٹھی میں ہیں، پس جو مصیبت پانی اور ہوا سے زیادہ عام ہو اُس کی نشان دہی کی ضرورت نہیں، خود سوچو کہ یہ بات حق ہے یا نہیں؟ جو کچھ کہا گیا وہ حقائق ہیں یا دماغی بحران کے نتائج؟

صدق و دیانت کا پیکرِ اعظم

مثل ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ نظامہائے انسانی کا خمیر ہمیشہ ایسے ہی فاسد عناصر سے اُٹھایا گیا ہے، آیئے آج ہم آپ کو ایک ایسے الٰہی نظام سے روشناس کرائیں جس سے بہتر و اکمل نظام آج تک انسانی سوسائٹی پیدا نہ کر سکی، یہ مثال آپ کو اس زمانے میں ملے گی جب بین الاقوامی قوانین، بین الاقوامی انصاف، بین الاقوامی عدالت، بین الاقوامی ادارے، اور بین الاقوامی تعلقات کے نام سے بھی لوگ آشنا نہ تھے، یہ اسلام کا عہدِ اوّل تھا، یہ وہ زمانہ تھا جو عدلِ فاروقیؓ کے نام سے مشہور رہے! حضرت فاروقِ اعظمؓ نظامِ سیاست کے بانی ہیں، قیصری اور کسروی جبروت کے فاتح ہیں امید و متاع ہیں خلیفۂ برحق ہیں!

آپ ایک بار بیمار پڑے، علاج میں شہد تجویز کیا گیا، بیت المال (خزانۂ شاہی) میں شہد موجود تھا لیکن اس میں اپنی رائے سے تصرف نہیں کر سکتے تھے مسجدِ نبوی میں پہنچے اور لوگوں سے فرمایا اجازت ہو تو بیت المال سے تھوڑا شہد لے لوں؟ اللہ اکبر! تاجِ خلافت کا سولہ آنہ مالک پبلک کی اجازت کے بغیر ایک آنے کی چیز بھی خزانۂ شاہی سے نہیں لے سکتا

یہ دیانت داری، یہ انصاف پژوہی، یہ احساسِ ذمہ داری!

شام کی فتح کے بعد قیصرِ روم سے تعلقات ٹھیک ہوئے اور خط و کتابت جاری ہی ایک دفعہ آپ کی زوجہ محترمہ، اُمِّ کلثوم نے قیصر کی حرم کے پاس بطور تحفہ چند عطر کی شیشیاں بھیجیں

اس نے شیشیوں کو جواہر سے بھر کر واپس کیا، حضرت فاروق کو جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ گو عطر تو تمہارا تھا لیکن جو قاصد لے کر گیا وہ سرکاری تھا، تم نے اپنا ذاتی کام سرکاری ملازم سے کیوں لیا؟ آپ نے یہ سارے جواہر بیت المال میں جمع کیے اور اپنی زوجہ کو کچھ معاوضہ دیدیا! العظمتہ للّٰہ! نوشیرواں کا انصاف مشہور ہے مگر اسلام کا نوشیرواں تاریخ کے روشن دور میں عدل و انصاف، دیانت اور ذمہ داری کی مثالیں قائم کرکے یہ ثابت کر گیا کہ تاریخی دور کا ہیرو عرب کا وہ بادیہ نشین اور مسکین ہے جس کا نام عمر فاروق رضی ہے! دیانت و انصاف کا یہ نمونہ اُس زمانے میں ــــــ اور موجودہ زمانے میں ؟

اگر گویم زباں سوزد

مذاہب کا احترام اور نظام اخلاق

فرانس کا مشہور مستشرق موسیو رینو (RENAUD) اپنی تاریخ "غزوات العرب" میں لکھتا ہے "سینٹ مایول جو شہر کلون واقع برگونیہ میں قسیس تھا، گرجاؤں اور ولیوں کی زیارت کے لیے روم کو روانہ ہوا، روم سے واپسی پر بلاد بیومانٹ میں آنے اور اپنے مشہور گرجا میں پہنچنے کے لئے اس نے وہ راستہ اختیار کیا جو کوہ جینوا اور وادی ڈوفین کے پاس سے گزرتا ہے، اس وقت مسلمان ان شہروں پر قابض تھے جو گاب اور امبرن کے درمیان واقع ہیں۔

جب پادری مایول اور ان کے ساتھیوں کا قافلہ اس وادی میں پہنچا جو پہاڑ اور وادی کے درمیان واقع ہے تو بلند مقامات سے عربوں کے تیروں نے ان کا راستہ روک لیا۔ اور یہ سارا قافلہ گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتاری کے زمانے میں مقدس مایول نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا، جس ذات پر تمھیں یقین ہے وہ آنے والے عذاب سے تم کو نہیں بچا سکتا! یہ سن کر عربوں کو بہت غصہ آیا اور انھوں نے پادری کو ایک غار میں بند کردیا، چند روز کے بعد اسے غار سے نکال لیا گیا۔"

موسیو رینو لکھتا ہے کہ "مسلمان جہاں بھی گئے اپنے پاکیزہ اخلاق کے نقوش ثبت کرتے

گئے چنانچہ مقدس مایول کے ساتھ عربوں کا سلوک یہ تھا کہ جب اسے بھوک لگتی تو وہ اس کے ہاتھ دُھلاتے اور عمدہ عمدہ غذائیں پکا کر ادب و احترام کے ساتھ اُسکے سامنے رکھتے! مقدس مایول کے ہاتھ میں ایک روز توریت کا نسخہ تھا، ایک عرب نے گستاخی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا، فوراً دوسرے ساتھی عرب نے اس کو سخت ملامت کی اور کہا، "یہ مقدس کتاب ہے اور ہم مسلمان جملہ کتب سماویہ کا احترام کرتے ہیں!"

اس کے بعد رینو لکھتا ہے کہ "مسیحی یورپ نے مذاہب و ادیان کا احترام صرف مسلمانوں سے سیکھا، جب مسلمان کتب سماویہ کا نام عزت کے ساتھ لیتے تو عیسائیوں کو سخت حیرت ہوتی اسلیئے کہ عیسائیوں کو کسی نے نہ سکھایا تھا کہ مذاہب کا احترام بھی نظام اخلاق کا ایک شعبہ ہے، عیسائیوں کا کام یہ رہا کہ مسلمانوں کے کتب خانوں کو نذر آتش کرتے رہے، غیر مسیحیوں کے مذہبی اور علمی لٹریچر جس قدر عیسائیوں نے برباد کیا ہے کسی قوم نے برباد نہ کیا ہوگا! بلاشبہ مسیحیت اخلاق کے بارے میں مسلمانوں کی مرہون احسان ہے۔ اگر کوئی مسلمان عالم اس زمانے کے عیسائیوں کے جال میں گرفتار ہوتا اور وہ یہ دیکھتے کہ اُن کے ہاتھ میں قرآن کا نسخہ ہے تو وہ کیا سلوک کرتے؛ جو کچھ بھی سلوک کرتے بہر حال ان کا سلوک یقیناً مسلمانوں کے اس سلوک سے بالکل مختلف ہوتا جس کا مظاہرہ انھوں نے مقدس مایول کے معاملے میں کیا!"

رینو مزید لکھتا ہے کہ "قرآن نے کتب سماویہ کے احترام پر بہت زور دیا ہے اور انبیاء سابقین کی نہایت تعریف کی ہے، اور یہ اسلام کا وہ جوہر ہے جس سے مذہبی رواداری کی بیشمار شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اُس زمانے کے وحشی عیسائیوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ ایک مذہب ایسا بھی ہے جو باوجود اختلاف رائے کے توریت، انجیل، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا بے حد احترام کرتا ہے، اور معلوم بھی کیسے ہوتا جبکہ ان کا مذہبی تقدس تخریب و بربادی کیلئے ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔"

مقدس مایول کے واقعے کو پڑھیے اور موسیو رینو کے ریمارک پر غور کرکے سوچیے کہ پیغمبر اسلام

کے متعلق ارشاد باری وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کیسا موزوں اور واقعہ کی کیسی سچی تصویر ہے۔

یورپ، اسلام اور عورت

اخبار پروگریس میں ایک شخص جان مینن کے سیاحت نامے کی ایک مختصر روئداد شائع ہوئی ہے جان مینن نے ۱۹۳۸ء میں عرب، ترکی اور شمالی افریقہ کی سیاحت کی تھی اور بعد میں اپنے مشاہدات اور تاثرات کو کتابی شکل میں مرتب کیا تھا، وہ ایک جگہ نسوانی ترقی اور مسلمان کے عنوان سے لکھتا ہے:-

"عرب و افریقہ میں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں عورتوں کی تعلیم پر ابتک کوئی خاص توجہ نہیں دیگئی اسی لیے ان پر ترقی کی تمام راہیں مسدود ہیں، ان ممالک کی عورتیں فطری طور پر ذہین اور خوش سلیقہ واقع ہوئی ہیں لیکن تعلیم نہ ہونے سے ان کی فطری صلاحیتوں کو نمو پانے کا موقع نہیں ملتا، تعلیم نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ معاشرتی اعتبار سے پس ماندہ اور مردوں کی غلام ہیں، ان میں آزادی ہے اور ان کی آزادی میں حسن ہے۔ میں نے دیکھا کہ ان ممالک کی عورتیں گھروں میں مالکانہ حیثیت رکھتی ہیں اور ہر عورت کو گھر کی ملکہ کہا جا سکتا ہے، ان کے ساتھ کسی قسم کا امتیازی سلوک نہیں ہوتا، انکی اخلاقی برتری سے کسی کو انکار نہیں اور یہ درحقیقت اسلام کے حیرت انگیز اثرات کا نتیجہ ہے کہ عورتوں کو اپنے خاندان میں بے حد محترم سمجھا جاتا ہے، وہ احترام نہیں جس کا خاص تصور ہمارے یورپی ممالک میں ہے یعنے عورت کی ایسی آزادی کہ مرد پیچھے رہ جائیں اور سوسائٹی ان کی صنفی خصوصیات کو ترک کر دے۔ اسلامی ممالک میں عورت کے احترام کا مطلب یہ ہے کہ وہ عفیفہ، پارسا اور پاکدامن ہو، یورپ میں اسکی حرمت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر سوسائٹی میں مردوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے، اسلام نے عورت کے لیے جو قوانین بنائے ہیں وہ نہ صرف معتدل ہی ہیں بلکہ

اس کی فطرت کے عین مطابق ہیں، ہمارے ممالک میں عورت کی فطرت کو بدل دیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کی ہر چیز بدل گئی ہے حتیٰ کہ جنسی تعلقات بھی غیر فطری بن گئے ہیں میں ان ممالک سے جو تصور لیکر آیا ہوں وہ عورت کے باب میں یورپ کے تصور سے بالکل مختلف ہے اور میں اس تصور کو ترجیح دیتا ہوں جو فطرت کا ساتھ دے اور سوسائٹی کی دراندازیوں میں اس کی مٹی خراب نہ ہو"

یہ اس شخص کی رائے ہے جو اپنی سوسائٹی کا پورا تجربہ رکھتا ہے اور جس نے عورتوں کو آزادی اور بے حجابی کی فضا میں پرورش پاتے ہوئے دیکھا ہے، لیکن جب کوئی روشن خیال سفید ممالک میں نسوانی ترقی کے مناظر دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں وہ سمجھتا ہے کہ عورت کو بس یورپ ہی میں پیدا ہونا چاہیے۔ لیکن سیاح مذکور نے اسلامی ممالک میں جو چیز دیکھی وہ مادی ترقی نہیں اخلاقی اور معنوی ترقی تھی اور اس کے تجربے نے اس ترقی کو ترجیح دی جو فطرت اور معاشرتی مزاج کے عین مطابق ہے!

عہد وسطیٰ کے چند مناظر

عہد وسطیٰ جو مذہبی تقدس کے لیے مشہور تھا اور جس کی آغوش میں مسیحیت پرورش پا رہی تھی اس کا اگر نظارہ کرنا ہو تو تاریخ کے اوراق اُلٹ کر دیکھیے:-

۱۔ شاہ گونڈی بالڈ نے جب اپنے تینوں بھائیوں کو قتل کر ڈالا تو پادری سینٹ آوینس نے اس فعل کی خوب تحسین کی۔

۲۔ سینٹ گرگیوری دو پادریوں کا ذکر کرتا ہے جنھوں نے اپنے ہاتھوں سے بہت سے اشخاص کو قتل کیا۔

مخالفوں کے تو پاؤں اور ناک کاٹ ڈالنا ایک معمولی بات تھی۔

۳۔ ایک بادشاہ نے اپنے باغی بیٹے، اپنی بہو اور اپنی پوتیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے زندہ جلوا دیا۔ ایک ملکہ نے اپنی بیٹی کو دریا میں غرق کر دیا اس خوف سے کہ کہیں

اس کے سوتیلے باپ کی طبیعت اس پر نہ آجائے۔

۴۔ ایک شہزادہ صاحب کا مشغلہ تفریح یہ تھا کہ اپنے غلاموں کو آگ سے جلواتے رہتے تھے اور دو غلاموں کو اس بنا پر زندہ دفن کردیا کہ انھوں نے بغیر اجازت کے اپنی شادیاں کرلی تھیں۔

ان واقعات کے ذکر کے بعد ایک مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"غرض اس زمانے کی تاریخ کے جس کسی صفحے کو ہم کھول کر دیکھتے ہیں ہر جگہ ظلم و شقاوت سفاکی اور توحش، بدچلنی اور شہوت پرستی کے مناظر سے دوچار ہونا پڑتا ہے ..... لطف یہ ہے کہ یہ زمانہ خالص دینداری کا تھا، لٹریچر تمام تر مذہبی رنگ میں رنگا ہوا تھا، الحاد اور بے دینی کا نام و نشان تک نہ تھا، متعدد سلاطین نے ترکِ تاجداری کرکے فقیری اختیار کرلی تھی۔" (لیکی کی تاریخ، اخلاق یورپ ص ۱۵۱)

ٹھیک اسی زمانے میں اسلام کا ظہور ہوا اور اس نے ایک ہی جملے میں ان مفاسد کو یہ کہہ کر بے نقاب کیا کہ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (انسانی ہاتھوں سے خشکی اور تری میں فساد ہی فساد پھیل چکا ہے)

اس نے آکر انسانیت کا احترام قائم کیا، انسانی نظام کا نقشہ تیار کیا، نظام اخلاق اور قانون معاشرت کے خاکے بنائے اور نوعِ بشری کی فلاح و بہبود کے لیے ایسے نظام صالح کی بنیاد ڈالی جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی، اسلام کا ظہور اس وقت ہوا جب اُس کی ضرورت تھی اور اس نے نہ صرف عرب ہی کی کایا پلٹی بلکہ ساری دُنیا کا نقشہ بدل دیا! افسوس مسلمانوں نے خود اس زندہ اور متحرک نظام سے منہ موڑ لیا اور اس نظام فاسد کی سرپرستی قبول کرلی جو آج مغربی تہذیب کے نام سے مشہور ہے۔

عقلی مذہب! ایک انگریز خاتون جو ماہرین آثار قدیمہ کے ہمراہ مدتوں عربی ممالک میں رہی ہیں، ایک ایرانی مسلمان پروفیسر کا ذکر کرتے ہوئے

لکھتی ہیں کہ ایک روز وہ میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پادری صاحب آگئے اور تثلیث پر گفتگو شروع ہوگئی، پادری صاحب انجیل کے حوالوں سے جواب دے رہے تھے اور وہ عقلی دلائل سے پادری صاحب کا ناطقہ بند کر رہے تھے، گفتگو کافی عرصے تک ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا اور پادری صاحب اُٹھ کر چلے گئے، اُن کے بعد پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ پادریوں کے پاس عقلی دلائل کا کوئی جواب نہیں ہے وہ خواہ مخواہ اپنے عقائد کو دوسروں پر تھوپنا چاہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جس عقیدے کی بنیاد عقل نہ ہو وہ باطل ہے۔

اس پر انگریز خاتون اپنا ریمارک اس طرح کرتی ہیں :-

"میں نے ہر جگہ مسلمانوں کو عقلی گفتگو کرتے دیکھا ہے یہ لوگ مذہب کے باب میں نہایت شائستہ، معقول اور قابلِ فہم دلائل رکھتے ہیں اور ہر بات کو عقلی بنیاد پر ماننے کے عادی ہیں، بخلاف ہمارے پادری صاحبان کے کہ انھیں عقل سے بیر ہے اور جب گفتگو کا موقع آتا ہے تو وہ یہ کہہ کر پیچھا چھڑاتے ہیں کہ خداوند نے ایسا ہی فرمایا ہے اور انجیل میں ایسا ہی لکھا ہے! دراصل اسلام ایک فطری اور عقلی مذہب ہے اور اسلیے پادریوں کو مسلمانوں کے مقابلے پر بڑی مشکل پیش آتی ہے، مسئلہ تثلیث تو ایک ایسا عقیدہ ہے جسے مسلمان تو کبھی باور ہی نہیں کر سکتے" (دیکھو خطوط گرٹروڈ بیل جلد ۲)

یہ اسلام کی صداقت کا کیسا بیّن ثبوت ہے کہ اسلام ایک عقلی مذہب ہے اور عقل ہی سے اپیل کرتا ہے، عیسائیت جن عقائد پر زور دیتی ہے وہ سراسر غیر عقلی اور ناقابلِ فہم ہیں اور مسلمانوں سے اُن کا تسلیم کرالینا بے انتہا مشکل ہے!

اور یہ رائے ہے اُس خاتون کی جو اسلام اور مسیحیت کے مزاج سے پوری طرح واقف ہے، لیکن خود مسلمانوں میں ان لوگوں کی کمی نہیں ہے جنھیں عقل پرستی میں یورپ کی شاگردی پر فخر ہے!

جزیرۂ مالٹا

اسلامی دورِ حکومت کی ایک یادگار

(خاص ندائے حرم کے لئے)

جزیرۂ مالٹا کے بالمقابل جزائر کا ایک سلسلہ واقع ہے جسے ارخبیل مالطی کہتے
ہ جزیرہ مالٹا، گوزو (Gozo) کومینوٹو، (Cominotto) فلفولا (Filfolla)
اور دیگر مقابل کی پہاڑیوں پر مشتمل ہے۔ فرانسیسی انسائیکلوپیڈیا اسلامیہ میں مذ
ہے کہ قدیم زمانہ میں یہ جزائر بحرمتوسط کے قبائل کی بستیاں تھیں جن کے آث
اب تک باقی ہیں اور مالٹا کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں۔ فینیقی قبائل نے انکو
دسویں صدی قبل مسیح میں آباد کیا تھا اور اُنھوں نے مالٹا کو اپنی بحری تجارتی
کشتیوں کا مرکز بنایا تھا۔ اسی انسائیکلوپیڈیا اسلامیہ کا بیان ہے کہ

"یہ امر ابھی محقق نہیں ہو سکا کہ مالٹا فینیقی زبان سے مشتق ہے۔
لیکن یہ ثابت ہوگیا ہے کہ گوزو فینیقی سے مشتق ہے جس کے معنی
مستدیر تجارتی کشتیوں کے ہیں۔۔ ساتویں صدی قبل مسیح میں اس پر
قوم قرطاجنہ نے قبضہ کیا اور تقریباً دس صدیوں تک یہ جزیرہ رومیوں
اور یونانیوں کے قبضہ میں رہا۔ پہلی صدی عیسوی میں مالٹا کے
باشندوں نے پولوس کے ہاتھ پر دینِ مسیحی قبول کیا۔ جب مغربی رومی
سلطنت کمزور ہوئی تو اس پر بیزنطینی قبائل کا قبضہ ہوا اور انھوں نے
اس جزیرہ کو مرکزی حیثیت دی۔"

مالٹا پر مسلمانوں کا قبضہ

انسائیکلوپیڈیا اسلامیہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے مالٹا پر ۲۵۵ھ مطابق

۸۶۹ء میں قبضہ کیا لیکن اس قبضہ سے مراد پورا قبضہ نہیں ہے کیونکہ مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ سنہ ۸۰۹ء میں ابراہیم بن اغلب نے ان جزائر کو فتح کرنے کیلئے جنگی جہاز روانہ کئے تھے مسلمانوں نے مالٹا اور صقلیہ (سسلی) کیلئے آٹھویں صدی عیسوی میں جنگیں کیں مگر مالٹا پر اس سے پہلے ہی قبضہ ہو چکا تھا اور صقلیہ کی نسبت یہاں مسلمانوں کے قدم زیادہ مضبوطی سے جم چکے تھے۔ ثبوت یہ ہے کہ مالٹا کی زبان عربی ہے جو بغیر کامل غلبہ کے مروج نہیں ہو سکتی تھی۔

مالٹا کے باشندے کتابی حروف سے ناآشنا تھے۔ اٹھارھویں صدی عیسوی میں ایک شخص کی کوشش سے لوگوں نے لکھنا پڑھنا سیکھا اور عربی حروف اختیار کئے ۱۹۲۴ء میں باشندوں کی علمی بیداری سے مالٹا کی عربی زبان کی لغت تیار ہوئی۔ ایک سال بعد ایک اخبار نکلا گیا جس کا مقصد مالٹی عربی زبان کا احیا تھا۔

مالٹا میں عربی آثار:- مالٹا میں مسلمانوں نے عربی زبان اور شہروں کے عربی ناموں کے علاوہ اپنی یادگاریں عربی سکے، تحریریں اور قبروں کے عربی کتبے بھی چھوڑے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور مسماۃ میمونہ کی تحریر ہے جو ۱۱۷۴ء میں لکھی گئی تھی ان تحریروں پر بہت سے مستشرقین نے مقالات بھی لکھے ہیں اسی طرح جزیرہ گوزو سے بھی ایک عربی تحریر برآمد ہوئی ہے۔ جو اب تک مالٹا کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔

۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۵ء تک کھدائی کے دوران میں بیس سے زیادہ عربی تحریریں برآمد ہوئی ہیں جو رباطو کے آثار قدیمہ میں محفوظ ہیں۔

جزیرہ مالٹا ۱۰۹۰ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا اور نارمنڈیوں نے صقلیہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس پر بھی غلبہ حاصل کیا تاہم مسلمان اس جزیرہ میں ۱۲۲۹ء تک آزادی سے مقیم رہے اسکے بعد ۱۵۳۰ء سے ۱۷۹۸ء تک مالٹا ماریوضا کا مرکز سلطنت

قرار پایا اور ترک بھی اسکے ہی ہاتھوں ۱۵۲۲ء میں جزیرہ روڈس سے نکالے گئے۔ اس نے مالٹا کو اپنا بحری مستقر بنایا اور ہزاروں مسلمان قیدی اس میں لاکر جمع کئے گئے۔ ۱۵۶۵ء میں ترکوں نے پھر مالٹا پر قبضہ کرنیکی کوشش کی لیکن وہاں ان کے قدم زیادہ دیر تک نہ جم سکے۔ اس طرح سلطان محمد چہارم کے زمانے میں بھی اس کی واپسی کے لئے کوشش کی گئی جو ناکام رہی۔

مسلمان سیاح کا بیان:- علامہ احمد فارس شدیاق جو مشہور لغوی اور سیاح ہیں اور جنھوں نے ۱۲ سال مالٹا میں گزارے تھے۔ اس جزیرہ کے حالات پر ایک کتاب "الواسطہ فی معرفۃ احوال مالطہ" کے نام سے لکھی تھی اس میں وہ لکھتے ہیں کہ "مالٹا طول میں ۲۲ درجہ ۴۴ دقیقہ اور عرض میں ۲۵ درجہ اور ۴۵ دقیقہ پر واقع ہے۔ اس کا عرض ۱۲ میل طول ۲۰ میل اور دور ۶۰ میل ہے۔ اس وقت اس کا مرکز فالتہ la valletta ہے۔ قدیم زمانہ میں اس کا مرکز نوتابیل (Notabile) تھا۔ فالتہ جزیرہ کے بلند ترین مقام پر واقع ہے۔ اسکا بانی ایک فرنگی تھا جسکے نام پر اس حصہ کا نام مشہور ہوا۔ یہ مقام سمندر کے قریب بلندی پر واقع ہے جس کا نام بشراس ہے۔ بعض اہل مالٹا کا خیال ہے کہ بشراس کی اصل بشرالراس یا جبل الراس ہے۔ مگر میرے نزدیک اسکی اصل شعب الراس ہے۔ چنانچہ لغت کی مشہور کتاب صحاح میں ہے شعب الراس شانہ الذی یضم قبائلہ یعنی شعب الراس اس مقام کو کہتے ہیں جو اپنے قبائل کو ضم کرلے۔"

مختلف اقوام کا گہوارہ:- ابن فارس کہتے ہیں کہ "یونانیوں نے اس کا نام ملتیہ رکھا تھا یہی نام ۸۲۰ برس قبل مسیح سے مشہور چلا آیا۔ لیکن مسلمانوں نے وہاں آکر اس کو مالطہ سے تبدیل کر لیا۔ بعض

لوگوں کا خیال ہے کہ مالٹا دراصل ڈورلیس کی بیٹی میلتیہ کے نام پر رکھا گیا جو سریانی زبان میں میلیت کا مشتق ؛ وہ ایک بت کا نام ہے ۔ ممکن ہے فنیقی زبان میں بھی ایسا ہی ہو۔ بہرحال مالٹا کا ذکر قدیم شعراء نے بھی کیا ہے جن میں ہومیروس اور فیڈیوس بہت مشہور ہیں ۔ پہلے شاعر کے کلام سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ایک قبیلہ جس کا نام الیضاکوسن تھا سب سے پہلے یہاں آکر آباد ہوا۔ اس کے بعد [illegible] قبل مسیح افریقی قوم کے لوگ آئے جنھوں نے اس جزیرہ کو [illegible] میں قرطاجنہ کے حوالہ کیا اور اس وقت اہلِ جزیرہ نے عیسوی مذہب اختیار کیا۔ کچھ دنوں کے بعد فنڈلس، گوتھ (Goths) اور بلیساری آئے اور جزیرہ کو بلاد قسطنطنیہ کی حکومت سے ملا دیا۔ یہ حالت [illegible] تک رہی یہاں تک کہ مسلمانوں نے اسے فتح کیا تھا۔ احمد فارس آگے چل کر لکھتے ہیں کہ کتاب الجمع والبیان فی اخبار القیروان میں مذکور ہے کہ مالٹا محمد بن احمد بن محمد بن اغلب کے زمانہ میں فتح ہوا [illegible] بعد نارمنڈی کے امیر روجر نے دو سو سال بعد اس پر قبضہ کر کے اس کو جزیرہ صقلیہ میں شامل کر لیا ۔ آخر میں جب نپولین بوناپارٹ نے ظہور کیا تو یہ جزیرہ بھی اس کو اس شرط پر دیدیا گیا کہ باشندوں کے حقوق میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی جائے ۔ مگر فرانسیسیوں نے بعض قدیم رسوم و آداب پر حملہ کیا اور گرجاؤں کی سخت توہین کی جس پر مالٹا میں بغاوت ہوئی اور خوب خونریزی ہوئی۔ بالآخر جب ۱۸۰۰ء میں انگریز آئے تو یہ جزیرہ ان کے حوالے کر دیا گیا۔

احمد فارس پھر اسی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں مالٹا کے باشندوں کو اپنا دوست بنالیا تھا۔ انھوں نے باشندوں کے رسوم و عادات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی ۔

خُلاصہ تحفۃ النّظّار شیخ ابنِ بطوطہ

معہ تنقید و مختصر تاریخی تبصرہ

(خاص ندائے حرم کے لئے)

(از مولانا محمد عبد الرحمن خانصاحب وظیفہ یاب پرنسپل عثمانیہ یونیورسٹی کالج صدر حیدرآباد۔ اکیڈمی)

موجودہ دنیائے اسلام مسلم حکمائے قرونِ وسطیٰ کی علمی تحقیقات کی طرح مسلمان سیاحوں کے حالاتِ سفر سے بھی بہت کم واقف ہے۔ انگریزی تعلیم کی بدولت مدرسہ کا ہر بچّہ وینس (Venice) کے پولو (Polo) خاندان (نکولو، مافیو اور مارکو) کے سفروں سے بخوبی آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ مارکوپولو اپنے باپ اور چچا کے ہمراہ ۱۲۷۱ء میں وینس سے منگولستان اور چین کو روانہ ہوا۔ صحرائے گوبی کو طے کر کے خان بالق (پیکن) پایۂ تخت منگول خاقانِ چین قوبلائی خاں کے دربار میں ۱۲۷۵ء کے قریب باریاب ہوا اور مختلف انتظامی اور سیاسی خدمات بجا لاکر بالآخر ۱۲۹۲ء میں وطن واپس جانیکی اجازت حاصل کی۔ بندرگاہ زیتون (Tseu thung) سے جہاز پر سوار ہوا تو اس کے ساتھ ارغون خاں ایلخان فارس کے لئے خاقان کی طرف سے ایک منگولی دلہن بھی روانہ کی گئی۔ جاوا سوماٹرا ہوتے ہوئے بندرگاہ ہرمز پہنچا اور پھر خشکی کے راستہ سے طرابزون (Trebizond) اور قسطنطنیہ گیا اور بالآخر ۱۲۹۵ء کے اختتام پر وینس واپس ہوا لیکن افسوس ہے کہ مارکوپولو سے پہلے (اور خود اس کے زمانۂ سفرِ چین میں) عرب سیاحوں نے اس وقت کی دنیا کے جو طویل برّی و بحری سفر کئے ہیں ان کا علم طلبہ کو تو کیا اساتذہ کو بھی کم نصیب ہے۔

ابو القاسم محمد ابن حوقل بغدادی (زمانہ ۹۴۳ء تا ۹۷۷ء) نے رمضان ۳۳۱ھ

مطابق سنہ ۹۴۳ء میں بشوق جہاں بینی و تجارت بغداد سے نکل کر مشرق سے مغرب تک کی تمام اسلامی دُنیا کا سفر کیا وہ مشہور عرب جغرافیہ نویسوں (ابن خرداذبہ ، الجیہانی اور قُدامہ) کی تصنیفات سے بخوبی واقف تھا ۔ ۳۴۰ھ کے قریب الاصطخری سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس کے کہنے پر اس کی کتاب کی نظر ثانی کی اور المسالک والممالک کے نام سے شائع کیا ۔ بعض مستشرقین کا یہ خیال کہ ابن حوقل فاطمی فرماں روایان مصر کی طرف سے بلاد اسلام میں جاسوسی کو نکلا تھا صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے ۔

بیت المقدس کے المقدسی سیّاح و جغرافیہ نویس نے تمام ممالک اسلام کا باستثنار اسپین ، سیستان و ہند سفر کرنے کے بعد اپنی مشہور کتاب احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم شائع کی ۔ تاریخ اشاعت ۹۸۵ء یا ۹۸۶ء ہے ۔

یاقوت ابن عبداللہ الحموی (۱۱۷۹ء ۱۲۲۹ء) مصنف معجم البلدان و معجم الادبار نے مخطوطات کی تلاش میں ممالک اسلام کے دور و دراز مقامات کا سفر کیا اور ۱۲۱۹ء ۱۲۲۰ء میں چنگیزی تاخت و تاراج سے گھبرا کر خوارزم سے پریشان و بدحواس بھاگا ۔

ابوالحسن محمد ابن احمد ابن جبیر ۱۱۴۵ء میں بمقام بلنسہ (Valencia) اسپین میں پیدا ہوا ۔ شاطبہ میں تعلیم پائی ۔ ۱۱۸۳ء اور ۱۱۸۵ء کے مابین غرناطہ سے مکہ معظمہ گیا اور حج کرکے اپنے وطن کو واپس ہوا ۔ راستہ میں مصر ، العراق ، شام اور صقلیہ وغیرہ بھی دیکھا ۔ اس کے زمانہ میں شام کے کچھ حصّے ہنوز صلیبیوں کے قبضہ میں تھے ۔ اس نے ۱۱۸۹ء ۱۱۹۱ء میں بلاد مشرق کا مکرر سفر کیا ۔ تیسرے سفر میں ۱۲۱۷ء میں اسکندریہ پہنچ کر مرگیا ۔ اس کے سفر کے حالات کتاب رحلہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں جسکی پہلے ولیم رائٹ (William Wright)

نے ادارت کی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ایم۔ جے۔ ڈی گوئیجے نے ۱۹۰۶ء میں بمقام لائیڈن شائع کیا۔

ابو حامد محمد المازنی نے غرناطہ سے ۱۱۱۴ء یا ۱۱۱۵ء میں کچھ دنوں کے لئے مصر کا سفر کیا۔ پھر ۱۱۱۷ء میں اسپین سے براہ سردانیہ (Sardinia) وصقلیہ دوبارہ مصر گیا۔ ۱۱۲۲ء سے ۱۱۳۰ء تک بغداد میں مقیم رہا۔ ۱۱۳۵ء سے ۱۱۳۶ء تک بلغاریہ میں بمقام ساکسان قریب دریائے والگا سکونت اختیار کی۔ ۱۱۵۰ء سے ۱۱۵۱ء تک [illegible] رہا۔ ۱۱۵۳ء میں پھر بغداد گیا۔ خراسان اور شام کے مختلف مقامات کی سیر کی۔ ۱۱۶۱ء میں موصل گیا اور بالآخر ۱۱۶۹ء یا ۱۱۷۰ء میں شہر دمشق میں انتقال کیا۔ اس کی ولادت ۱۰۸۰ء یا ۱۰۸۱ء میں واقع ہوئی تھی۔

[المازنی سے پہلے احمد ابن فضلان ابن حماد کو خلیفہ المقتدر نے ۹۲۱ء میں بادشاہ بلغاریہ کے پاس دریائے والگا کے کنارے بطور سفیر روانہ کیا تھا۔ یاقوت نے اپنی مشہور کتاب معجم البلدان میں احمد بن فضلان کے تحریرات سے روس کے متعلق بہت معلومات فراہم کئے ہیں۔]

ابو العباس احمد ابن محمد ابن مفرج النباتی اشبیلیہ میں ۱۱۶۵ء یا ۱۱۶۶ء میں پیدا ہوا اور غالباً وہیں ۱۲۳۹ء یا ۱۲۴۰ء فوت ہوا۔ علم نباتیات کا شیدائی تھا۔ قریب ۱۲۱۶ء جب حج کو نکلا تو شمالی افریقہ و مصر میں بہت سے نباتات فراہم کئے۔ ایوبی سلطان سیف الدین العادل (سلطان صلاح الدین کے بھتیجے) نے اس کو قاہرہ میں اپنے ساتھ رہنے کو کہا لیکن وہ وہاں العادل کی ضرورت کے نباتات مہیا کرکے شام اور العراق چلا گیا تاکہ وہاں ایسے پودے دریافت کرے جو اسپین میں دستیاب نہ ہوتے تھے۔ اس کے سفر کے حالات کتاب الرحلہ میں درج ہیں۔

ان تمام سیاحوں کے سر محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم ابو عبداللہ الطنجی شیخ

ابن بطوطہ کے سفروں کے سامنے مدھم پڑجاتے ہیں۔ وہ ۲۴ رجب ۷۰۳ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۳۰۴ء کو مراکش میں بمقام طنجہ (Tangier) پیدا ہوا۔ ۲۱ سال کی عمر میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے اپنے والدین کو چھوڑ کر ۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) میں شمالی افریقہ کے خشکی کے راستے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ قبل اس کے کہ ابن بطوطہ کے ۲۴ سالہ سفر مشرق اور پھر کچھ وقفہ کے بعد دو سالہ سفر مغربی افریقہ (کالوں کا ملک) کا بیان شروع کیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کے سامنے چودھویں صدی عیسوی کی دنیائے اسلام کا خاکہ پیش کیا جائے تا کہ سفر کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو۔

آنحضرت صلعم کی وفات ۱۲ ربیع اول ۱۱ھ (۸ جون ۶۳۲ء) کو واقع ہوئی۔ اس کے ایک سو سال کے اندر مسلمان عربوں کی حکومت وسعت میں دنیا کی انتہائی حکومت سے بڑھ گئی۔ مغرب و مشرق میں خلیج بسکے (Biscay) اور بحر ظلمات سے دریائے سندھ اور چین کی سرحد تک (شمالی حصہ افریقہ کو لئے ہوئے) پھیلی ہوئی تھی اور شمال و جنوب میں بحیرۂ ارل (Aral) سے دریائے نیل کے بالائی آبشاروں تک۔

عہد بنی امیہ کے اختتام سے پہلے عرب مغرب کی طرف اسپین اور فرانس میں بھی داخل ہو گئے تھے اور مشرق کی طرف سمرقند کے شمال مشرق میں تاشقند تک پہنچ گئے تھے۔

چودھویں صدی میں اسلامی حکومت مغرب کی طرف سے ٹوٹ رہی تھی۔ اسپین کے بنی اموی حکمران ۷۵۶ء سے ۹۷۶ء (تاریخ وفات الحکم ثانی ابن عبدالرحمٰن ثالث) تک جاہ و جلال کے ساتھ علم و ہنر کی پرورش کرتے رہے لیکن بعد کو زوال شروع ہوا اور بالآخر ۱۰۳۱ء میں ان کی حکومت ختم ہو گئی۔ طوائف الملوکی کے بعد مراکش کے خاندان المرابطین پھر الموحدین حکمراں رہے بعد کو وہ بھی دنیا سے گذر گئے پھر نصری خاندان نے ۱۲۳۲ء سے اسپین میں بحیثیت عیسائی بادشاہوں کے باجگزار کے

۱۴۹۲ء تک غرناطہ کو سنبھالے رکھا۔ بالآخر عیسائی تعصب نے اس چراغ علم کو بھی بجھا دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ چودھویں صدی عیسوی میں مسلمان اسپین سے آہستہ آہستہ نکالے جارہے تھے۔ بحر وسط الارض (میڈیٹرینین)، پراگرچہ ۶۵۲ء میں ہی عربوں نے بائزنطینی بحریہ کی اسکندریہ کے پاس سرکوبی کرکے اپنا تسلط قائم کرلیا تھا اور نویں صدی میں قیروان سے اغلبیوں نے صقلیہ پر چھاپے مارنا شروع کیا تھا۔ اس جزیرہ پر قبضہ ۸۲۷ء سے شروع ہوا بندرگاہ بلرم (Palermo) ۸۳۱ء میں فتح ہوئی جسکی اسلامی نقطۂ نظر سے مرفہ الحالی کا ذکر سب سے پہلے ابن حوقل نے کیا۔ ۹۰۲ء میں پورے جزیرہ پر قبضہ ہوگیا۔

۹۴۸ء میں فاطموی بادشاہ المنصور نے اپنی طرف سے الکلبی (تاریخ وفات ۹۶۵ء) کو صقلیہ کا گورنر مقرر کیا۔ بالآخر ہسپانی اور افریقی فرقہ بندیوں اور باہمی نزاع کی وجہ سے صقلیہ میں مسلمانوں کی قوت گھٹ گئی اور نارمن کاونٹ روجر (Roger) ٹنکریڈ ڈی ہوٹویل کے بیٹے نے ۱۰۶۰ء میں ان سے مسینا چھین لیا۔ ۱۰۷۱ء میں بلرم اور ۱۰۸۵ء میں سرقوسہ (Syracusa) اور ۱۰۹۱ء تک سارا جزیرہ مسلمانوں کے دستِ تصرف سے نکل گیا۔ اس سے ایک سال پہلے روجر نے مالٹا بھی فتح کرلیا تھا۔ بدیں وجہ میڈیٹرینین پر مسلمانوں کا تسلط بالکل برخاست ہوگیا۔ تاہم اسپین و صقلیہ کی تلافی مشرق میں ہند او جزائر ملیشیہ (Malaysia) کی فتوحات سے ہوئی فاطموی خاندان ۹۰۹ء میں اغلبیوں کو قیروان سے نکال کر خود مصر پر قابض ہوگیا۔ پہلا حکمراں عبداللہ المہدی تھا آخری العاضد جس کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۱۱۷۱ء میں معزول کرکے فاطموی حکومت کو ختم کردیا۔

ایشیائے کوچک میں سلجوقی ترک پہلے ۱۰۷۰ء میں داخل ہوئے۔ الپ ارسلان سپہ سالار آتسیز نے یروشلم کو فاطمیوں کے قبضۂ تصرف سے نکال لیا۔ لیکن ۱۰۹۸ء تک فاطموی بحریہ نے یروشلم کو پھر فتح کرلیا۔ فلسطین پر مسلمانوں کا تسلط کسی طرح بھی یورپ کے عیسائیوں

جبکہ انکی قوت بمقابل مسلمانوں کے کسی قدر بڑھتی گئی گوارا نہ تھا۔ پوپ اربن ثانی (Urban II) کی ۲۶ نومبر ۱۰۹۵ء والی آتش افروز تقریر سے یورپ نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی لڑائیاں لڑنا شروع کیا۔ ۱۱۴۴ء تک مسلمان ہارتے رہے۔ اس سال الموصل کے اتابک عمادالدین زنگی نے صلیبیوں سے الرّہا چھین لیا۔ اس طرح ایوبی سلطان صلاح الدین (تاریخ ولادت ۱۱۳۸ء بمقام تکریت و وفات ۱۹ فروری ۱۱۹۳ء) اور پھر اسکے مملوک سلاطین مصر رکن الدین بیبرس اوّل (دورِ حکومت ۱۲۶۰ء۔ ۱۲۷۷ء) سیف الدین قلاوون (۱۲۷۹ء۔ ۱۲۹۰ء) اور بعد کو آخر الذکر کے بیٹے اشرف و ناصر نے صلیبیوں کو بتدریج شام و فلسطین سے باہر نکالدیا۔ ۱۳۰۲ء کے بعد کسی بری مقام پر ان کا قبضہ باقی نہ رہا۔ الناصر محمد بن قلاوون نے تین بار سلطنت کی (۱۲۹۳ء سے ۱۲۹۴ء تک پھر ۱۲۹۸ء سے ۱۳۰۸ء تک اور بالآخر ۱۳۰۹ء سے ۱۳۴۱ء تک) پہلی مرتبہ جب تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر صرف نو سال کی تھی۔ ابن بطوطہ کے سفروں میں کئی جگہ الملک الناصر محمد کا ذکر آیا ہے۔ جسوقت ابن بطوطہ ایشیائے کوچک میں سفر کر رہا تھا اسوقت عثمانی ترک وہاں اپنا سکہ جما کر یورپ پر چڑھائی کرنے کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ چنانچہ ابن بطوطہ نے عثمان کے بیٹے سلطان اورخان کے ۱۳۲۹ء میں ازنیق (Nicaea) فتح کرنے اور اس کو وہاں دیکھنے کا ذکر کیا ہے۔

اس اثناء میں بنی عباس کی حکومت بغداد میں صرف برائے نام رہ گئی۔ خلیفہ دیلمیوں کے پنجہ سے نکل کر کچھ دنوں سلجوقیوں کے سایہ عاطفت میں امن کی زندگی بسر کر سکا۔ جب خوارزمیوں نے تکش کی سرکردگی میں عراق عجم کے سلجوقیوں کو ۱۱۹۴ء میں شکست دی تو اس کے بیٹے سلطان علاؤالدین محمد نے (۱۲۰۰ء۔ ۱۲۲۰ء) ایران، بخارا، سمرقند اور پھر غزنی کو فتح کر کے (۱۲۱۴ء) خلافت بغداد کا خاتمہ ہی کرنا چاہا تھا کہ اس پر چنگیز خاں تاتاری لشکر کے ساتھ مثل بلائے آسمانی نازل ہوا۔ اس کے راستے میں مشرقی

بلاد اسلام ہرات، بلخ، بخارا اور سمرقند سب نذر آتش ہوگئے۔ علاؤ الدین کو بھاگ کر
بحیرہ کیسپین کے ایک جزیرہ میں پناہ لینی پڑی۔ اس طرح چند سال کے لئے بغداد کی خلافت
بچ گئی لیکن ۱۲۵۸ء میں چنگیز کے پوتے ہلاکو نے بالآخر بغداد کو بھی تباہ و تاراج کر دیا۔ ابن بطوطہ
ان تمام شہروں سے گذرا اور اس نے ان کی بربادی کا تذکرہ کیا ہے۔ تاتاری صلیبیوں کے
ساتھ مل کر [illegible] ورنہ کچھ بھی کسر نہ چھوڑتے۔ خوش قسمتی سے صلاح الدین کے مملوک جانشینوں
نے ان کو شکست دی اس لئے ان ممالک میں اسلامی تہذیب و تمدن انکے دست برد سے
بچ گئے چند [illegible] بعد ایلخان فارس غازان محمود عیسائیوں کے پھندے سے نکل کر مسلمان
ہوگیا۔ اس کے جانشینوں اولجائتو خدابندہ ۱۳۰۵ء-۱۳۱۶ء اور ابوسعید ۱۳۱۶ء-
۱۳۳۵ء کے زمانے میں عراق و ایران دوبارہ خوشحال ہونے لگے۔ لیکن یہ کیفیت صرف چند
ہی سال رہی۔

ابن [illegible] جب ۱۳۲۵ء میں پہلی دفعہ سفر باندھ کر گھر سے نکلا ہے تو ممالک اسلام امن کی
حالت میں [illegible] تھے۔ سیر و سیاحت آسان ہوگئی تھی۔ خوش نصیب نوجوان سلطان
مصر کی حکومت اسوان سے کلیشیہ کی سرحد تک نافذ تھی۔ صلیبی دفع ہوگئے تھے۔
الملک الناصر نے ۱۳۰۳ء میں بمقام دمشق تاتاریوں پر نمایاں فتح حاصل کر کے انکا
زور توڑ دیا [illegible] شمال اور شمال مشرق میں سنہری اردو کے خانوں اور چغتائی منگول
سرداروں [illegible] مابین تعلقات دوستانہ تھے۔ مملوک سلاطین کی حکومت فوجی
سرداروں [illegible] ن آلود حکومت تھی۔ تاہم ملک کی اندرونی حالت نسبتاً بہت اچھی تھی۔
رعایا خوش [illegible] تھی۔ ہندوستان کی ساری تجارت مصریوں کے ہاتھ آجانے سے ملک
بہت متمول ہوگیا تھا۔ شہر بڑی شاندار عمارتوں، مساجد، مدارس اور بیمارستان وغیرہ
سے آراستہ تھے۔ شام و حجاز کے علاوہ مصر کی حکومت نوبیہ (Nubia) اناطولیہ
اور کچھ دنوں کے لئے مغرب میں ٹریپولی (طرابلس) تک پھیلی ہوئی تھی۔

ہندوستان میں قطب الدین ایبک نے دہلی پر ۱۲۰۶ء سے ۱۲۱۰ء تک حکومت کی۔
اسکے جانشین سلجوقیوں اور مملوک سلاطین کی طرح اپنے مقبوضات کے سابقہ اسلامی روایات
سے متاثر ہوکر امن وامان کی زندگی کا لطف نہ اٹھا سکے۔ قدیم ہندی اور جدید اسلامی
تمدنوں کے اختلافات اور طوائف الملوکی کے طبعی ذوق نے بعد کو آنیوالے حکمران خاندانوں کو
باہمدگر جنگ و جدل ہی میں مصروف رکھا۔ اگرچہ چند روشن خیال بادشاہوں نے اسلامی
روایات اور رواداری کو ملحوظ رکھا اور اپنی بساط کے موافق کچھ نمایاں کام کرگئے جیسے
سلطان التمش (۱۲۱۱ء - ۱۲۳۶ء) جس نے دہلی میں قطب الدین کی نامکمل عمارتوں کی
تکمیل کی اور علاء الدین خلجی (۱۲۹۶ء - ۱۳۱۶ء) جس نے مغل غارتگروں کے دستبرد
سے ملک کو کئی مرتبہ بچایا اور دلی کو متعدد شاندار عمارتوں سے آراستہ کیا۔ چودھویں
صدی میں دہلی کے تخت پر غیاث الدین تغلق ۱۳۲۱ء میں فائز ہوا اور بنگالہ اور
دکن کو بھی اپنا مطیع بنایا۔ اسکے بیٹے جونا سلطان محمد تغلق نے ۱۳۲۵ء میں اپنے باپ کو
قتل کروایا اور خود تخت نشین ہوا۔ اگرچہ اس کی حکومت عموماً جابرانہ تھی جس کی وجہ سے
اس کے ملک میں فساد برپا رہتا تھا۔ تاہم ممالک غیر کے سیاحوں اور سوداگروں کیساتھ
اسکا سلوک فیاضانہ تھا۔ اسلئے باوجود گھریلو صنعتوں کی تباہی کے ملک میں تجارت
ترقی پر تھی۔ ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کے طرز حکومت سے بخوبی واقف تھا اور اپنے
سفر کے بیان میں اس کی سیرت اور طریقہ حکمرانی کی صحیح تنقید کرتا ہے۔ اس بادشاہ
کے مرنے سے پہلے ہی بنگالہ، دکن اور ملیبار دہلی کی مرکزی حکومت سے منقطع
ہوگئے۔ اگرچہ اس کے جانشین اور عمزاد بھائی فیروز شاہ (۱۳۵۱ء - ۱۳۸۸ء)
نے بڑی فراست اور روشن خیالی کے ساتھ حکومت کی لیکن سلطنت کا شیرازہ
بالکل بکھر گیا تھا۔

منگول ایلخاناں فارس کے ۱۳۳۶ء میں ختم ہونے پر عراق اور ایران کی حالت

جو ذرا سنبھلی تھی پھر خراب ہوگئی۔ آئے دن لڑائی جھگڑے ہونے سے رعایا کا دل ٹوٹ گیا تھا اسلئے ملک ویران ہو چلے۔ اسی طرح کی تباہی بلاد مغرب میں بھی پیدا ہوگئی۔ شمالی مغربی افریقہ جو بارھویں صدی عیسوی میں اسپین کے ساتھ المرابطین اور الموحدین کے زیر سرپرستی ایک رشتہ میں مربوط تھا۔ تیرھویں صدی میں تین خاندانوں میں تقسیم ہوگیا۔ انتہائی مغرب یعنی مراکش میں مرینی خاندان حکمراں تھا، وسطی مغرب میں زیانی خاندان تلمسان کو پایۂ تخت بنائے ہوئے تھا۔ تونس پر حفصی خاندان مسلط تھا۔ ان کو نہ صرف خانہ بدوش صحرائی عربوں اور بربروں سے برسرپیکار رہنا پڑتا تھا بلکہ ان ممالک کے دیرینہ روایات کے بموجب حکمراں خاندان کا ہر فرد بشر رشتہ داری کی وجہ سے اپنے آپ کو نہ صرف ریاست میں حصہ دار بلکہ حقیقی مستحق فرماں روائی سمجھتا تھا جسکی وجہ سے کشت و خون اور فتنہ و فساد کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا۔ حفصی خاندان نے اگرچہ ۱۲۷۰ء میں لوئی نہم بادشاہ فرانس کے آخری صلیبی حملہ کو بری طرح لپسپا کیا جسمیں لوئی بھی مرگیا مگر بیس ہی برس کے بعد جربا کو صقلیہ کے عیسائیوں کے حوالہ کرنا پڑا جسکی واپسی ایک عرصہ کے بعد (۱۳۳۴ء میں) نیپلز اور رجے نورا کی مدد سے ہوسکی۔

مرینی خاندانِ مراکش سلطان ابوالحسن (۱۳۳۱ء۔ ۱۳۴۸ء) اور اسکے بیٹے ابوعنان (۱۳۴۸ء۔ ۱۳۵۸ء) کے زمانہ میں اپنے عروج کے انتہائی زینہ پر پہنچا۔ ابن بطوطہ ان دونوں سلطانوں کی رعایا سے تھا۔ ان کا بڑی عقیدتمندی سے ذکر کرتا ہے۔ ابوالحسن نے شمال مغربی افریقہ میں سجلماسہ اور تلمسان فتح کیا اور باوجود عیسائی بادشاہِ قسطیلیا ادفونس (الفونسو یازدہم) سے قریب طریفہ اسپین میں (۱۳۴۰ء میں) بری طرح شکست پانیکے جبل الطارق کو عیسائیوں سے بچالیا اور ۱۳۴۷ء میں تونس کو بھی فتح کرلیا لیکن صرف ایک ہی سال تک اس پر قابض رہا۔ اسکے بعد افسوس ہے کہ خود اسکے بیٹے ابوعنان نے بغاوت کرکے اس کو تخت سے معزول کردیا۔ اس زمانہ میں وبا شدت

سے پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ ۱۳۵۰ء میں الفونسو یازدہم بھی اس مرض میں مبتلا ہوکر مرگیا ابوعنان نے تلمسان کو مکرر فتح کیا۔ اور ۱۳۵۷ء میں تونس میں دوبارہ داخل ہوا۔ لیکن فوج نے اسکا ساتھ چھوڑدیا اور جب وہ اپنے پایۂ تخت فاس (Fez) کو واپس ہوا تو اس کا گلا گھونٹ کر ماردیا۔ اس کے بعد طوائف الملوکی شروع ہوگئی۔ بریں ہم مراکش کے شہر اور وہاں کی رعایا نسبتاً مرفہ الحال ہی رہی۔

ابن بطوطہ کے حالات سفر میں ان واقعات کا اپنی جگہوں پر حسب ضرورت ذکر آتا ہے۔ چونکہ اس نے بحیرہ وسط الارض (میڈیٹرینین) کے سفر (اسلامی بحری قوت کے زوال کے بعد) عیسائی جہازوں میں کئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ باوجود شدید مذہبی اختلافات کے مسلمانوں کی رواداری اور خوش معاملت کی وجہ سے مسلم اور عیسائی عوام الناس کے آپس کے مراسم خوشگوار تھے۔ ایک اور بات ان سفروں سے بخوبی ظاہر ہوئی ہے۔ وہ مسلمان تاجروں، سیاحوں اور سب سے بڑھکر صوفیوں اور مذہبی پیشواؤں کی اولالعزمی ہے جو اُن کو ساری دُنیا پر پھیلا رہی تھی۔ انکی مہمان نوازی اور اخوتِ اسلامی، (زکوٰۃ کے صحیح مصرف سے) اسلامی ممالک کے باہر بھی مسلمانوں کے آرام و آسائش مہیا کرتی تھی۔ ہر شہر میں خواہ وہ مسلمانوں کی حکومت میں ہو یا اس سے باہر ایک قاضی اور شیخ الاسلام منتخب ہوتا تھا جو مسلمانوں کی تنظیم وفرائض مذہبی کی انجام دہی میں ذمہ داری کے ساتھ ممدو معاون ہوا کرتا تھا تجارت اور سیاحت کا یہ عالم تھا کہ سبتہ کا ایک نوجوان قوام الدین البشریٰ نے دہلی میں شاہی مہمان کی حیثیت سے رہنا پسند نہیں کیا چین میں قنجنفو (Qanyanfu) پہنچکر تجارت سے بیشمار مال و دولت حاصل کرتا ہے اور ابن بطوطہ کی دعوت کرکے کہتا ہے کہ میرا ایک بھائی سجلماسہ (Sijilmasa) میں مراکش کے جنوبی علاقہ میں مقیم ہے۔ وطن واپس جاؤ تو اسکو میرا سلام پہنچاؤ۔ کہاں چین

امدادِ عام
مدِ تعلیم
وظائفِ طلبا
مدّ زکوٰۃ
مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ مختلف امورِ خیر کا مجموعہ ہے
اور ہر ایک کام اپنی جگہ نیکی ہے، مگر اس قاعدے پر
یقین کیجئے کہ مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے
مدِ کتب خانہ
مدِ تعمیرات
مدِ ایصالِ ثواب
مدِ متفرقات

موجِ کوثر

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کیلئے ایصالِ ثواب

بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۶۳ھ

۱- صدر دفتر مالیراست　　　مااللعہ ۱۰/

۲- ذریعہ مجلس امداد کلکتہ بتوسط حاجی محمد احمد صاحب سکرٹیری　　　عہ

میزان شوال المکرم ۱۳۶۳ھ　　　ماالعہ ۲۵۹ ۱۰/

نوٹ :- ندائے حرم عدد نمبر ۱ جلد ۲ بابتہ ماہ رمضان ۶۳ھ میں صفحہ ۳ پر زیرِ عنوان موج کوثر مسلسل نمبر ۳ کے سامنے بذریعہ شیخ جیون بخش صاحب انصاری منگلور لعہ کے بجائے عہ غلطی سے شائع ہوگئے ہیں۔ ناظرین کرام درست فرمالیں۔ اسیطرح میزان کل بجائے ۶۲۹ کے ۶۳۲ ۵/ بنالی جائے۔

سبیلِ کوثر

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لئے امدادی رقوم

بابتہ ماہ شوال المکرم ۶۳ھ

۱- رقوم امداد اہالیان حرمین شریفین و دیگر امور خیریہ موصولہ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ قرولباغ دہلی　　　للعہ ۴۰۲۳ ۵/

صحیفۂ سعادت

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر دہلی

بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۶۳ھ

نمبر شمار	ذریعہ	رقم
۱	رقوم موصولہ صدر دفتر دہلی بالراست	[illegible]
۲	ذریعہ مولوی محمد عبدالحی صاحب عثمانی لاہور	[illegible]
۳	ذریعہ حکیم محمود علی صاحب جے پور	[illegible]
۴	ذریعہ خلف راحمد صاحب معروف اعظم باسنی	[illegible]
۵	ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب صدیقی جودھپور	[illegible]
۶	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب رفیق دائرہ معاونین	[illegible]
۷	آمدنی مد اشتراک رسالہ ندائے حرم بابتہ ماہ رمضان ۱۳۶۳ھ و ماہ شوال ۱۳۶۳ھ	[illegible]
۸	ذریعہ مجلس امداد کلکتہ بتوسط جناب حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری	[illegible]

میزان آمدنی ماہ شوال المکرم ۱۳۶۳ھ — ۱۲۵۳۸ [illegible]

احقر

ضیاء الدین احمد عفی عنہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ قرولباغ دہلی

مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض و مقاصد

۱ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علم قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲ اُن ہونہار شائقین علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں۔

۳ مستحق و نادار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن کو وظائف لیاقت دینا۔

۴ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائف لیاقت دینا۔

۵ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔

۷ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دارالصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت بنانا۔

۸ مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

قیامِ حرم اور خدمتِ دین و علم کی سعادت کا زریں موقع

دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے شعبہ عالی کیلئے ایک استاذ حدیث و تفسیر کی ضرورت ہے مشاہرہ مع امداد گرانی وغیرہ ۳۰۰ روپیہ ماہوار، نیز شعبہ ثانوی کیلئے ایک فاضل دینیات و معقولات کی بھی ضرورت ہے۔ مشاہرہ مع امداد گرانی وغیرہ ۲۵۰ روپیہ، دس سالہ تعلیمی تجربہ ضروری ہے۔ مردانہ رہائش کا انتظام مدرسہ کی جانب سے ہوگا۔ مکہ معظمہ تک ایک طرف کا کرایہ دیا جائیگا۔ صرف ان حضرات کو ترجیح دی جائیگی جو مرکز اسلام میں کعبہ کے زیر سایہ اس دینی خدمت کو باعثِ خیر و فلاح سمجھیں اور مختلف فیہ مسائل، سیاسی الجھنوں اور فرقہ بندی سے آزاد ہوں (درخواستیں ناظم صاحب مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے نام بذریعہ معتمد صدر دفتر آنی چاہئیں) تفصیلات کے لئے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت فرمائیں:-

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرولباغ

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۱)

ترجمان القرآن

از

مولانا ابو الکلام آزاد

جلد دوم

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے یعنی حواشی زیادہ مفصل، دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں، کتابت و طباعت بھی بہتر ہے، چونکہ سورۂ انفال کہف، مریم، انبیا، وغیرہ اسی میں آگئی ہیں اور مولانا کو کتابت کے جدید انتظام کے باعث جی کھول کر بحث کرنے کا موقع مل گیا ہے، کتاب اپنے رنگ میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بے نظیر ہو گئی ہے، سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک۔

ہدیہ بلا جلد آٹھ روپیہ آٹھ آنہ (۸ عہ) مجلد دس روپے

(ندائے حرم کا حوالہ ضرور دیجئے)

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی قرولباغ سے شائع کیا۔

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

عدد ۱۲ جلد ۴

ندائے حرم کا مقصد

١ - مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض ومقاصد کی اشاعت اور اُن کی تکمیل کے لئے کوشش ۔

٢ - مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا ۔

٣ - مسلمانانِ ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات علمی ومعاشرتی جدوجہد اور علمی وفنی خدمات سے باخبر کرنا ۔

ندائے حرم کا مسلک

١ - مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے زیر سایہ ایک باہمہ مرکزی تحریک ہے اس لئے مجلہ ندائے حرم مرکز اسلامی کی آواز ہے ۔

٢ - مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں اکہتر سالہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے ندائے حرم کو عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا ۔

٣ - سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا ۔

ندائے حرم پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵ تاریخ کو کم از کم ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا ہے عدم وصولی کی صورت میں ۲۵ تاریخ تک اطلاع دے کر دوسرا رسالہ طلب فرمائیں اس کے بعد دفتر معذور ہوگا۔ ماہنامہ ندائے حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور خاص معاونین کی خدمت میں ہدیتہً پیش کیا جاتا ہے ۔

جواب طلب امور کے لئے محصول ڈاک بھیجئے ۔

سالانہ اشتراک تین روپے (۳؍) فی پرچہ ۴؍ بیرونِ ہند سے ۷ شلنگ ۔

رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط وکتابت منتظم رسالہ ندائے حرم دہلی قرول باغ سے ہونی چاہئے

نمونہ کے لئے ۴ کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں ۔

ترسیل زر کا پتہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی۔ قرول باغ

تار کا پتہ - مدرسہ صولتیہ دہلی

SAULATIYA DELHI

عدد ۱۲ — مسئول ضیاء الدین احمد — جلد ۴

بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۴ء

طارق کی دُعا

از حکیم مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمدؒ اقبال مرحوم

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے	جنھیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم اِن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا	سمٹ کر پہاڑ اِن کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو	عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن	نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیئے اس کو خونِ عرب سے

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا	خبر میں، نظر میں، اذانِ سحر میں،
طلب جسکی صدیوں سے تھی زندگی کو	وہ سوز اس نے پایا انھیں کے جگر میں
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو	ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دلِ مردِ مومن کو پھر زندہ کر دے	وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

اثرات

قرآن کا زندہ معجزہ

سینوں اور سفینوں کا معرکہ

قرآن کریم، اللہ کی پاک کتاب قرآن حکیم! تنزیل من عزیز حکیم۔ کیسی پاک کتاب ہے؟ کیسا مقدس اور لافانی صحیفہ ہے؟ لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً۔ بے مثال کتاب۔ بے عدیل فرقان۔ نہ اس کی مثل پیش کی جا سکی اور نہ پیش کیجا سکے گی۔ ہر زمانہ کی زندہ اور بولتی کتاب۔ ہر زمانہ کا لافانی اور لاثانی معجزہ!

دنیا کے تمام آسمانی صحائف پر نظر ڈالئے جو رعنائی جو زندگی، جو تازگی تمکو اللہ کی پاک کتاب قرآن میں نظر آئے گی وہ کسی اور کتاب میں نظر نہ آئے گی تمام مذاہب اپنی کتب کو بے نظیر و بے عدیل کہتے ہیں اگر ہم نے بھی یہی کہا تو کیا تیر مارا۔ مگر ہم جو کچھ قرآن کی نسبت کہتے ہیں وہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اور تجربہ ہے اور تجربہ سے بڑھ کر کیا بات معتبر ہو سکتی ہے؟ مخالفین ہمارے دعویٰ کو ہاتھوں سے ٹٹولیں۔ آنکھوں سے دیکھیں، کانوں سے سن لیں۔ ہر ہر طرح امتحان کر لیں۔ ہر حاسہ کو کام میں لائیں۔ انشاءاللہ کوئی حاسہ ان کو دھوکہ نہ دے گا اور قرآن کی بے نظیری واقعہ بن کر ان کے سامنے آجائے گی۔

ہم نے آج ان صفحات میں قرآن کے متعلق یہ کیوں لکھا ؟ ہمیں یہی لکھنا چاہیئے تھا اور ہم مجبور ہیں کہ یہی کچھ لکھیں ۔ قرآن سے بڑھ کر اور کون سچی ، شیریں داستان ہوسکتی ہے ! مسلمان کی جان و ایمان قرآن ہے وہ اس کا تذکرہ سو بار سُنے گا اور پیاسا رہ جائے گا ۔ وہ ہزار بار قرآن کے جمال پر نظر ڈالے گا مگر لذّتِ دید میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوگی ۔ آج اسی کو بتانا ہے کہ قرآن کیا ہے اور دنیا کی کتابوں میں اس کا کیا درجہ ہے ۔

مرکزی اسمبلی اور قرآن

آپ نے سُنا ہوگا کہ حکومت سندھ نے خدا معلوم کن مصالح کی بنا پر آریہ سماج کے بانی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب ستّ متعلقہ اسلام کو ضبط قرار دیدیا ۔ یعنی یہ باب سندھ میں از سرِنو نہ چھپ سکے گا ، باہر سے آکر البتہ لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہوسکتا ہے ! خدا معلوم یہ کس قسم کی ضبطی ہے کہ باہر سے آکر یہ باب لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو مگر سندھ میں اس وقت تک نہ چھپ سکے گا جب تک کہ ڈیفنس آف انڈیا رول موجود ہے ! خیر ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ حکومت سندھ کا یہ اقدام کن مقاصد کا سرمایہ دار ہے ، ہم تو ضبطی کے ایک دوسرے پہلو پر غور کرنا چاہتے ہیں تاکہ قرآن کی عظمت ظاہر ہو ۔ قرآن کا معجزہ ثابت ہوجائے اور خود مخالف اس کو معجزہ تسلیم کرلیں ۔ یہ دنیا میں نئی چیز ہے یہ روحانی دُنیا کا نیا کرشمہ ہے !۔

مرکزی اسمبلی کے اجلاس میں کتاب مذکور کی ضبطی کے خلاف تحریک التوا پیش ہوئی ۔ سندھ گورنمنٹ کی خوب مذمت کی گئی حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا کہ قرآن کو بھی ضبط کرلینا چاہیئے ۔ کیونکہ اس میں بھی دیگر مذاہب پر نکتہ چینی کی گئی ہے ! ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ قرآن نے کتنی دفعہ ویدوں کا نام لیا ہے کس قدر

ہندو دھرم پر نکتہ چینی کی، کتنی بار گنگا اور جمنا، تیرتھوں اور مندروں کا مذاق اُڑایا اور کس کس مقام میں شاستروں، سمرتیوں اپنیشدوں اور درشنوں کا ذکر کیا گیا بحث یہ ہے کہ مرکزی اسمبلی میں قرآن کی ضبطی کا شور بلند ہوا اور تمام آریہ پریس اسے لے اڑا۔ ہر اخبار یہی دھمکی دیتا ہے کہ قرآن کو بھی ضبط کرانے کی کوشش کی جائے گی دہلی میں ایک انٹی قرآن لیگ بھی بن گئی کہ بس قرآن کو خلاف قانون قرار دے کر دم لیں گے۔ لاہور میں آرین لیگ کے اجلاس میں سوامی نارائن نے بھی یہی نعرہ لگایا کہ سندھ گورنمنٹ کی غلطی نے قرآن کی ضبطی کا دروازہ بھی کھول دیا ہے یعنی ستیارتھ پرکاش کے ایک باب کو ضبط کرنے کا نتیجہ یہ تو نکل ہی آئے گا کہ قرآن بھی ضبط ہو جائے۔ گویا ویدوں کا کوئی ذکر نہیں۔ ستیارتھ پرکاش ہی ایسی کتاب ہے جو قرآن کے مقابلہ پر یا قرآن کو ستیارتھ پرکاش کے مقابلہ پر لایا جا سکتا ہے!

قرآن کی ضبطی کا مطالبہ

عقیدتمند مسلمان تو آریوں کا یہ شور و شغب سنکر بہت غضبناک ہوئے ہوں گے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ آریوں کی زبان سے قرآن کریم کی ضبطی کا شور قرآن کے جمال و جلال کا کرشمہ ہے وقت آگیا ہے کہ یہ شور بلند ہو اور قرآن اپنا معجزہ دکھائے! جس روز قرآن ضبط ہوا وہی روز حق و باطل کے لئے یوم الفرقان ہوگا۔ بس ضبطی کا مطالبہ قرآن کے حق میں ایک نعمت ہے۔ کیونکہ مخالف چاہتا ہے کہ قرآن کی ضبطی کا شور بلند کر کے مسلمانوں کو ڈرائے مگر خدا چاہتا ہے کہ اس شور کو قرآن کا معجزہ ثابت کرنے اور شر کے بطن سے وہ خیر پیدا کرے جو ساری دنیا کے لئے برہان قاطع ہو اور دشمن ہمیشہ کے لئے اتمام حجت ہو جائے۔

اچھا تم کیا چاہتے ہو؟ یہ کہ قرآن ضبط ہو جائے کیونکہ آریہ سماج کی ایک کتاب کا صرف ایک باب ضبط کر لیا گیا! مگر کیا تم کو یقین ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت قرآن کو

ضبط کرسکتی ہے؟ اگر کرسکتی ہے تو اسے تکلیف نہ دو۔ ہم اور آریہ سماج ملکر اس کام کو انجام دیں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم کسی حکومت کی امداد نہیں لیں گے۔ آریہ سماج اس معاملہ میں ساری دنیا کو جمع کرے اور ہر طاقت کے ذریعہ قرآن کو ضبط کرانے کی کوشش کرے۔ ہم کہتے ہیں کہ ضبط کیوں کراتے ہو۔ ویدوں اور ستیارتھ پرکاش کے تمام نسخوں کو دریا برد کردو یا نذرِ آتش کرکے خاک کا ڈھیر بنادو یہی سلوک قرآن سے بھی کرو۔ ایک ایک نسخہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر فراہم کرو اور اسے خواہ دریا برد کردو یا نذرِ آتش (خاکم بدہن) اس پر مسلمانوں کو کسی قسم کا اعتراض نہ ہوگا! ہاں دنیاوی طاقتوں کو بھی اجازت ہے کہ قرآن کو ضبط کرلیں اور اس کی اشاعت پر ہر قسم کی پابندیاں عاید کردیں اس کے بعد دیکھنا کہ قرآن معجزہ ہے یا نہیں؟

سینے اور سفینے

فرض کرلیجئے کہ قرآن ضبط کرلیا گیا یا اسے نذرِ آتش اور غرقاب کرکے نابود کردیا گیا (خاکم بدہان) اور یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ آریہ سماج کی ستیارتھ پرکاش اور اس کے ویدوں کا بھی یہی حشر ہوا، اب اس کے بعد یہ کہ وید ہمیشہ کے لئے ختم، شاستر صفحۂ ہستی سے نابود، ستیارتھ پرکاش کا نام و نشان تک غائب، لیکن قرآن؟ اشارہ کرتے ہی ایک دس سال کے بچہ کے سینے سے نکل آئے گا۔ ایک جوان کا سینہ سارا قرآن اُگل دیگا۔ ایک بوڑھا، قرآن کا ایک ایک حرف ایک ایک شوشہ تک اپنے منہ سے نکالدے گا۔ ایک اندھا ب سے لیکر س تک[1] تمام قرآن کو دس دفعہ پڑھ کر اعلان کردے گا کہ قرآن محفوظ ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

(قرآن کی آیات بینات تو جاننے والوں کے سینوں میں محفوظ ہیں)

کیسی زبردست دھمکی ہے کہ قرآن کو ضبط کرالیا جائے گا! مگر اسے ضبط کون کرے گا؟ حکومت اور طاقت؟ کون اسے برباد کرے گا؟ آگ اور پانی؟ مگر وہ تو دیکھئے ایک

[1] بسم اللہ سے والناس تک

بچّہ کے سینے سے اُبل رہا ہے۔ ایک نابینا اسے جھوم جھوم کر پڑھ رہا ہے! لیکن دوسری کتابوں کا کیا حشر ہوگا؟ انکا نام ونشان تک معدوم، ان کے آثار و علائم تک غائب! پھر یہ کیا ہے کہ اپنی کتابوں پر قیاس کر کے مسلمانوں کو قرآن کی ضبطی کی دھمکی دی جارہی ہے؟ قرآن کو ضبط کراؤ۔ حکومت اتنا ہی تو کرے گی کہ کاغذوں کو ضبط کرلے۔ قرآن کو تو وہ کسی صورت سے بھی ضبط نہیں کرسکتی اور یہ وہ معجزہ ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا اور جب قرآن ضبط ہوگا تو اس پر تصدیق کی مزید مہر لگ جائے گی! کہنے والوں نے یہ تو کہدیا کہ قرآن کو ضبط کرایا جائے گا مگر یہ نہ سوچا کہ قرآن ضبط ہونے کے قابل چیز ہی نہیں ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ اس کے نازل کرنے والے نے خود لیا ہے اور کاغذ اور سیاہی پر اس کا مدار نہیں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ قرآن کو ضبط کراؤ، ضرور کراؤ اور اس مقصد کے لئے دنیا کی ساری طاقتوں سے مدد لو مگر اس طاقت کا نام ونشان تو بتاؤ جو کسی خاص جبرِ ثقیل کے ذریعہ قرآن کو سینوں سے نکال سکتی ہے؟ یہی معنی ہیں لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ!

جناب سیٹھ احمد حاجی موسیٰ جی سالوجی صاحب نے افریقہ سے [illegible] کی گرانقدر رقم روانہ فرمائی ہے

آپکی ذات گرامی ندائے حرم کے حلقہ میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے اس سے قبل بھی اتنی ہی رقم متعدد بار ارسال فرمائی ہے۔ جب سے صدر دفتر دہلی کا قیام عمل میں آیا ہے آپ کا دست کرم دارالعلوم صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے برابر کشادہ رہا ہے۔ اس دینی اور مرکزی درسگاہ سے آپ کے دلی تعلق اور لگاؤ کے تذکرے سے ندائے حرم کے صفحات بارہا مزین ہوچکے ہیں۔ ہمارے پاس الفاظ نہیں کہ موصوف کا شکریہ ادا کرسکیں۔ دارالعلوم صولتیہ کے علماء و طلبا درِ کعبہ پر آپ کے لئے دست بدعا رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فلاح دارین عطا فرمائے اور تمام نیک مقاصد اور

دلی ارادے پورے فرمائے اور خدمتِ دین وعلم کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔

ندائے حرم کی قدردانی

جناب سیٹھ اسمعیل احمد سلیمان صاحب نے ٹرانسوال افریقہ سے ۱۵ شلنگ بذریعہ برٹش پوسٹل آرڈر بمد اشتراک "ندائے حرام" روانہ فرمائے ہیں۔ آپ اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں کہ" رسالہ ندائے حرم برابر ارسال کرتے رہیں۔ میعاد ختم ہونے پر مزید رقم ارسال کی جائے گی۔" صحرائے افریقہ سے ندائے حرم کی یہ قدردانی ہمارے لئے باعث فخر و حوصلہ افزائی ہے۔

جناب حاجی منظور علی صاحب تائب

نے دہلی سے ۱۰۸ جلدیں اپنی مؤلفہ کتاب "حقیقت حج" کی دفتر کو مدرسہ کے کتب خانہ کے لئے مرحمت فرمائی ہیں موصوف نے اپنے دلچسپ حالات سفر کے علاوہ ارکان اسلام، مناسک حج، فلسفۂ حج اور حجاج کے لئے ہدایات اپنے تجربہ کی بنا پر شامل کرکے کتاب کو زیادہ سے زیادہ مفید بنا دیا ہے۔ مفصل تبصرہ انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں شائع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حاجی صاحب موصوف کو جزائے خیر دے کہ آپ اپنے اس مرکزی دارالعلوم حرم کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ یقین ہے کہ دارالعلوم حرم صولتیہ کے علماء وطلبہ درِکعبہ پر آپ کو اپنی عاجزانہ دعاؤں میں نہ بھولیں گے۔

ناظم صاحب دارالعلوم صولتیہ کا سفر حجاز

فضیلۃ الاستاذ مولانا محمد سلیم صاحب ناظم اعزازی مدرسہ صولتیہ کی ذاتِ گرامی محتاج تعارف نہیں۔ سفر حجاز کے موانعات کے باعث آپ کا قیام مسلسل دو سال سے زائد عرصہ تک ہندستان میں رہا۔ اس عرصہ میں آپ کا جسم اگرچہ ہندوستان میں تھا مگر دل ودماغ بکّہ میں۔ آپ دارالعلوم صولتیہ کے تمام تعلیمی اور انتظامی امور کی ہندوستان سے جانچ کرتے رہے۔ برابر مفید ہدایات سے

کارکنان دارالعلوم کی رہنمائی فرماتے رہے ۔

اللہ کی یہی مرضی تھی کہ سفر حجاز پر پابندیوں کے باعث آپ کو اتنا عرصہ دیار حبیب سے غیر حاضر اور دارالعلوم صولتیہ سے جدا رہنا پڑا لیکن سفر کی یہ مشکلات صدر دفتر کے لئے مشکل کشا ثابت ہوئیں ۔ آپ کی ذات سے اس دفتر کو ثبات و قیام کا موقعہ ملا ۔

مولانا کی ذمہ داریاں اور فرائض نہایت اہم ہیں ۔ دہلی کے دوران قیام میں بھی آپ کا عزیز وقت دارالعلوم صولتیہ اور صدر دفتر کے کاموں کے لئے وقف رہا ۔ آپ کی ذات گرامی صدر دفتر کے لئے بے انتہا مفید اور کارکنان کیلئے بڑا سہارا رہی جس سے صدر دفتر کے مقاصد میں ترقی اور خاطر خواہ توقیر ہوئی ۔ تاہم مولانا کا اصل کام مکہ معظمہ سے وابستہ تھا ۔ اس لئے آپ سفر حجاز کے لئے سخت مضطرب اور بےچین رہے ۔ دل و دماغ کی تمام طاقتیں مدرسہ کے اہتمام و انصرام میں مصروف رہیں اور جب سفر حجاز سے پابندیاں دور ہوئیں تو فوراً عزم سفر فرمایا ۔ آپ معہ اپنے رفقاء :۔

۱۔ الحاج منشی نور محمد صاحب الہ آبادی ۔ (جن کا تقرر بعہدۂ محاسب مرکزی دفتر مکہ معظمہ ہوا ہے)

۲۔ سید دبیر احمد صاحب اشرفی رفیق دائرۂ معاونین صدر دفتر دہلی سے ۲۹ ستمبر کو روانہ ہوئے مگر بعض ناگفتہ بہ حالات اور جہاز راں کمپنی کی بدنظمی کی بنا پر آپ کو ایک ماہ سے زائد کراچی میں قیام فرمانا پڑا ۔ اور نومبر ۱۹۴۴ء کے پہلے ہفتہ میں کراچی سے حجاج کرام کے دوسرے قافلہ سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ بخیریت پہنچ چکے ہیں ۔ آپ کا یہ مبارک سفر دارالعلوم صولتیہ مکہ معظمہ کی انتظامی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں انشاءاللہ باعتبار نتائج سودمند اور فال نیک ثابت ہوگا ۔

حج کے زمانہ میں مرکزِ اسلام میں آپ کی موجودگی بھی ضروری تھی۔ کیونکہ آپ کے ذریعہ حجاج کرام کو حجاز مقدس اور ممالک اسلامیہ کی علمی تحریک اور نظام تعلیم سے آگاہ ہونے کا پورا پورا موقع حاصل ہوگا اور ساتھ ہی دار العلوم صولتیہ کے علماء و اساتذہ اور طلبا کو بھی اطمینان ہوگا کہ جس دماغ کی انھیں ضرورت تھی وہ بحمداللہ گھر میں پہنچ گیا ہے۔

دعا ہے کہ حضرت فضیلۃ الاستاذ کا یہ سفر بابرکت ثابت ہو اور آپ کی ذات گرامی سے دنیائے اسلام کے مرکزی دار العلوم صولتیہ مکہ معظمہ کو ثبات و بقاء و ترقی اور خوشحالی کی وافر دولت ملے اور اسکو اپنے مقررہ معیار "مکہ یونیورسٹی" پر پہنچنے کے مواقع جلد میسر ہوں واللہ الموفق وبیدہ الخیر۔

مدرسہ کے سالانہ جلسہ کی روئداد اور کوائف حج کا ہمیں انتظار ہے۔ امید ہے کہ آئندہ نمبر میں ہم یہ حالات شائع کر سکیں گے۔

بصائر

اِسلام کا بین الاقوامی اجتماع

حج کے اجتماعی اثرات پر ایک غیر جانبدار کی شہادت
مرکزِ اسلام کی مرکزی تحریک

چونکہ جنگ کے باعث حج کے راستے محفوظ نہیں تھے اس لئے دو سال سے لاکھوں مسلمان ارض حرم کی حاضری سے معذور رہے اور بہت سی سعید روحیں اس تمنّا میں دنیا سے گذر گئیں کہ انھیں دیار حبیب اور مولد رحمۃ اللعالمین میں حاضری کی سعادت نصیب ہو۔ اس سال بہت سی قیل وقال کے بعد اتنا ہوا کہ حکومت نے ہندی مسلمانوں کیلئے چند جہاز مخصوص کردیے اور خوش قسمت لوگوں نے ان سے فائدہ اُٹھایا، باقی حجاج کچھ مصر اور عراق سے، کچھ حجاز و یمن سے، اور کچھ شام و فلسطین سے میدان عرفات میں آئے اور خدا کی بے کراں رحمتوں سے دامن بھر کر واپس ہوئے۔

جدہ کی ایک اطلاع ہے کہ اس سال مرکزِ اسلام میں اسّی ہزار مسلمان جمع ہوئے اور انھوں نے اطمینان کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا۔ یہ تعداد گو اطمینان بخش نہیں ہے تاہم جنگ و پیکار کی فضائیں اور امن وراحت کے فقدان میں یہ اقل قلیل تعداد بھی غنیمت ہے، گویا مصائب و ابتلا کے اس دور میں اسّی ہزار نفوس کو

وہ روحانی نعمت ملی اور وہ سعادت حاصل ہوئی جس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر ان اسی ہزار نفوس میں سے دو ہزار نفوس بھی ایسے نکل آئے جنھوں نے حج کے مقصد کو سمجھا۔ حج کی غایت پر اجتماعی نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی اور بین الملی تعلقات اور مرکزِ اسلام سے وابستگی پر غور کیا تو یقین رکھنا چاہئے کہ تقدس حرم اور یاتون من کل فج عمیق کا مشہور اعلان اتمام و اکمال کو پہنچا اور تقدیس انسانی کے آخری نقطہ (حرم مقدس) کو اجابت و قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔

حج یقین صادق اور ایمان کامل کی آخری مہر ہے اور روحانی تربیت، مکارم اخلاق، اعمال صالحہ، خیرات و حسنات کی سوتیں اس سرچشمہ سے ابلتی ہیں۔ اسلام نے ارض قرآن اور بیت خلیل کو اسی لئے مرکز و محور قرار دیا ہے کہ مرکز کی وحدت مسلمانوں میں وحدۃ فکر، وحدۃ خیال، وحدۃ عمل اور وحدت حیات کی روح پیدا کرے اور اُن کے اجتماعی کاموں کی ابتدا اور انتہا اسی مرکز سے وابستہ ہو۔

حج غیروں کی نظر میں

ارض حرم مسلمانوں کے لئے مرکزِ اسلام اور قرآن کی انقلابی حکومت کی جلوہ گاہ ہے۔ مسلمان حج کرتا ہے مگر نہیں جانتا کہ یہ بابرکت اجتماع اسلامی تحریک کا زندہ اعلان ہے وہ میدان عرفات میں حاضر ہوتا ہے مگر بے خبر ہے کہ اس میدان میں قدم رکھنے سے اس پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ جاتا ہے اور واپس چلا آتا ہے لیکن نہیں یاد رکھتا کہ اس عالمگیر تقریب میں جو مین فیسٹو سنایا گیا ہے اس کی دفعات کیا ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے! جو لوگ اجتماعی نفسیات کا علم رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہر سال کا یہ اجتماع قدرت کی نیرنگیوں میں کتنی بڑی نیرنگی ہے اور اس اجتماع سے کس طرح زمین کی صفیں لپیٹی جا سکتی ہیں۔

سر تھامس ارنلڈ (Sir thamas Arnold) اپنی کتاب

(The Islamic faith) میں حج پر تفصیلی تبصرہ کرتا ہوا لکھتا ہے کہ

" حج کا یہ بین الاقوامی اجتماع جس میں ہر سال لاکھوں مسلمان شریک ہوتے ہیں اپنی نظیر آپ ہے - اس میں نہ صرف قرب وجوار کے بلکہ انتہائی دور و دراز ممالک جیسے چین، سنگال، کیپ ٹاون کے مسلمان شریک ہوتے ہیں اور پھر یہ اجتماع عالم اسلامی کی وحدت کا وہ نظارہ پیش کرتا ہے اور اسلامی اخوۃ کیلئے ایسا محافظ بنتا ہے کہ اسے ظاہر کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے - اس اجتماع سے غیر شعوری طور پر اسلام کو بے حد فائدہ پہنچا ہے - اگر شعوری طور پر اس سے فائدہ اُٹھایا جائے تو وہ کونسی ترقی ہے جو مسلمانوں کو حاصل نہیں ہوسکتی ؟

حج کے جو اثرات مسلمانوں کی اجتماعی ذہنیت پر منقش ہوتے ہیں وہ صرف حجاج تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کا دائرہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو محیط ہے! کیونکہ جس روز مکہ (معظمہ) کے باہر حجاج قربانی کرتے ہیں اسی روز دنیا کے تمام مسلمان بھی یہ تقریب مناتے ہیں اور قربانی کرکے اپنے اُن بھائیوں کی مسرتوں میں شریک ہوجاتے ہیں جو ارض مقدس میں اسلام کے ایک بہت بڑے رکن کی تکمیل کرتے ہیں " (ص ۳۷) اسکے بعد وہ لکھتا ہے

" حیرت ہے کہ اب تک اس بے نظیر اجتماع سے پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کیوں نہیں کی گئی ؟ "

سرارنلڈ کو کون بتلائے کہ مسلمانوں کے اجتماعی انحطاط کا سب سے بڑا سبب ان کی اسلام سے بیگانگی اور اسلام کے اصول و فرائض کی افادیت اور مقصد سے غفلت ہے ! جب تک مسلمانوں میں شریعت کی روح زندہ رہی وہ کسی کے

سامنے نہ جھکے اور جب اس میں کمزوری واقع ہوئی تو عالم اسلامی کا شیرازہ منتشر ہوگیا!
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے تنزل و ادبار کا سبب اسلام نہیں بلکہ
ترک اسلام اور انحراف عن الاسلام ہے ۔

ایمانی قوت کا ایک نظارہ

اسلام نے مسلمانوں کو جہاد حق کیلئے جان دیدینے کا سبق پڑھایا ہے اور اس روح کو تازہ وشگفتہ رکھنے کیلئے اس نے ایک دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں —
سال میں ایک ماہ کے روزے ضروری ٹھہرائے ہیں اور عمر میں ایک دفعہ
ارض مقدس کی حاضری کو ضروری قرار دیا ہے جس قوم کو جاں سپاری اور فداکاری
کے یہ سبق پڑھائے جائیں ، وہ دنیا کے کسی گوشہ میں زیر اور مغلوب نہیں ہوسکتی
مثال میں رمضان المبارک کے روزوں کو لیجئے جن سے مسٹر تھامس ارنلڈ نے مسلمانوں
کی سخت جانی کا خوب اندازہ لگایا ہے وہ اسی کتاب اسلامک فیتھ میں لکھتا ہے کہ

"مسلمانوں کی سخت جانی کا اندازہ اس مہم سے بخوبی ہوسکتا ہے
جو ۱۹۱۸ء میں مرمن مہم کے نام سے بھیجی گئی تھی ، ایک برطانوی جہاز جسمیں
مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی ، انتہائی شمال میں جہاں سورج غروب
نہیں ہوتا بھیجا گیا ۔ اتفاق سے یہ رمضان کا مہینہ تھا ۔ مسلمانوں نے
رکھنے کو تو روزہ رکھ لیا لیکن وہ غروب آفتاب کا بے فائدہ انتظار کرتے
رہے ۔ انہیں بار بار سمجھایا گیا کہ یہاں آفتاب غروب نہیں ہوتا اور
انہیں روزہ افطار کرلینا چاہئے ۔ انمیں سے بعض تو انتظار ہی انتظار میں مرگئے
مگر اس مقدس فرض کی خلاف ورزی نہ کی جس کا پورا کرنا ان کیلئے
لازم تھا ، انھوں نے خلاف ورزی پر موت کو ترجیح دی ۔ باقی مسلمانوں
کی جانیں اس طرح بچیں کہ جہاز کو جلد سے جلد انگلستان پہنچا یا گیا

اور یہاں آکر انھوں نے غروب آفتاب کے ساتھ اپنے روزے کھولے"۔
اس واقعہ کو سر موصوف نے مسلمانوں کی سخت جانی کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ

"مسلمانوں کی کامیابی اور فتوحات کے جو شاندار واقعات گذر چکے ہیں ان کی تصدیق میں کس کو تامل ہو سکتا ہے؟ جو قوم اسقدر سخت جان اور مذہب کی پابند ہو اس نے اگر رومتہ الکبریٰ کا چراغ گل کیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے"

لیکن آج بے مقصد کی نماز بے مقصد کے روزوں بے مقصد کے حج کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ہئیت اجتماعیہ سرد پڑ چکی ہے اور مسلمانوں کی اجتماعیت کو گھن لگ گیا ہے۔ ایک غیر مسلم انگریز کو حج اور روزے میں زندگی کے چشمے ابلتے نظر آرہے ہیں۔ مگر انگریز کے مقلد مسلمان کو جسے مغرب زدہ لکھنا زیادہ موزوں ہوگا سرے سے نماز روزہ اور حج پر ہی اعتراض ہے اور اسے افسوس ہے کہ مسلمان اپنی قدامت پسندی سے باز نہیں آتے

علم دشمنی بیسویں صدی میں

کچھ نہ پوچھو کہ اسلام پر کیسے اتہام لگائے جا چکے ہیں اور لگائے جا رہے ہیں۔ فرانس کے ایک وزیر مسیو ھانوتو نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ اسلام کا مزاج ترقی اور اکتشافات جدیدہ کے خلاف ہے۔ لیکن اس الزام کو واقعات کی کسوٹی پر رکھئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ مثلاً ایک مسئلہ ارتقا کو لیجئے اس کی نسبت ڈریپر لکھتا ہے کہ

"بعض دفعہ ازراہ تفاخر ہم یہ کہدیا کرتے ہیں کہ مسئلہ ارتقار ہماری ہی ایجاد ہے۔ حالانکہ عربوں کے مدارس میں اس کی تعلیم صدیوں

پہلے دی جا چکی ہے (معرکہ مذہب و سائنس ص۱۷۳)

وہ اپنے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ

"مسیحی دنیا کی عقلی تحریک نشو و نما کے اس نقطہ پر اب پہنچی ہے جس پر عربی دماغ دسویں اور گیارھویں صدی میں پہنچ چکا تھا۔ مسئلہ ارتقا، مسئلہ پیدائش، مسئلہ نشو و نمائے موالید وہ مباحث ہیں جو انیسویں صدی کی نصرانیت کو اسلام سے ترکہ میں ملے ہیں۔"

گویا علوم و نظریات میں تمام یورپ اسپین کی عربی دنیا اور اسلامی مدارس کا ممنون احسان ہے! لیکن یورپ کا کیا حال ہے؟ امریکہ ترقی کے کس نقطہ پر پہنچا ہوا ہے؟ اس کے لئے عہدِ وسطی کی طرف جانے کی ضرورت نہیں، بیسویں صدی میں امریکہ کو دیکھئے۔ امریکہ کی نصف ریاستوں میں ۱۹۲۵ء کے اندر ایسے بل پیش کئے گئے ہیں جن کی رو سے مسئلہ ارتقا کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ یہ بل ٹن سی Tennessee، اوکلاہاما مسسی پی میں پاس ہوئے اور مسئلہ ارتقا کو ممنوع الاشاعت قرار دیا گیا۔

ٹینی سی میں، جب یہ بل پاس ہوا تو تھامس اسکوپ کے خلاف مقدمہ چلایا گیا اور اسے سزا دی گئی کیونکہ اس نے اپنے بعض شاگردوں کو مسئلہ ارتقا کی تعلیم دی تھی (ان واقعات کی پوری تفصیل الیف۔ این۔ الن کی کتاب Only yesterday جلد دوم ص۲۸۵ تا ص۲۹۳ میں ملاحظہ ہو۔)

غور کیجئے مسئلہ ارتقا میں یورپ مسلمانوں کی شاگردی کرتا ہے۔ بیسویں صدی میں امریکہ میں یہ تعلیم قانوناً ممنوع قرار دی جاتی ہے اور تھامس اسکوپ کو بادہ نوشی اور زنا کے جرم میں نہیں اس مسئلہ ارتقا کی تعلیم دینے کے جرم میں عدالت سے سزا دی جاتی ہے، اس کے باوجود اسلام ترقی کا مانع اور علوم نظریات کا دشمن ہے

اور نصرانی دنیا اس کی سرپرست!

ایک دلچسپ قانون

قرآن کریم نے ایمان والوں کی ایک شناخت یہ بتائی ہے کہ وہ لغو اور بیہودہ باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ الذین هم عن اللغو معرضون! اس لغویت میں فحش مذاق، جنسی تعلقات پر بے پردہ گفتگو، بے نتیجہ معاملات پر غور، لہو و لعب اور کھیل کود وغیرہ ہر قسم کی بے ہودگیاں شامل ہیں، اگرچہ آج اسلامی ممالک بہت کمزور ہیں لیکن چند صدیوں پہلے ان کی یہ حالت نہ تھی، وہ بڑے طاقتور اور صاحب جبروت تھے اور شریعت کے احکام ان کا دستور و قانون تھا۔ خلفائے راشدین اور بعد کی اسلامی سلطنتوں کی نسبت کبھی نہ سنا گیا ہوگا کہ انھیں شارع عام پر فحش مذاق روکنے کے لیے کوئی قانون بنانا پڑا ہو یا جنسی تعلقات کی گفتگو پر ان کی طرف سے کوئی پابندی عائد کی گئی ہو۔ اسلام کا معیار اخلاق اتنا بلند ہے کہ کسی اسلامی حکومت کو اس قسم کے قوانین بنانے کی ضرورت لاحق ہوتی نہیں سکتی۔ جس مذہب نے مردوں کو نیچی نگاہ رکھنے اور عورت کو معتدل پردہ کرنے کی ہدایت کی ہو اس کے پیرو یہ کس طرح گوارا کر سکتے ہیں کہ شارع عام پر یا دکانوں میں سر بازار فحش قسم کی گفتگو ہو، اگر ان باتوں کے انسداد کے لیے قانون کا سہارا لیا جاتا تو آج دنیا مسلمانوں کو وحشی اور بربر قرار دیتی۔

لیکن آپ کیا ارشاد فرمائیں گے اس امریکہ کے متعلق جو تہذیب جدید اور عمرانیات کا گہوارہ اور ترقی پذیر مدنیت کا "اُمّ البلاد" ہے؟ امریکہ کی دو ریاستوں میں ۱۹۲۵ء میں ایک قانون بنایا گیا جس کی پہلی دفعہ یہ ہے:-

"اب سے ہر مرد اور عورت کے لیے متعینہ حدود کے اندر ہر کسی مقام میں شہوانی گفتگو کرنا خلاف قانون قرار دیا جاتا ہے جو مرد یا عورت کسی مقام میں شہوانی گفتگو کرتے ہوئے پائے جائیں گے انھیں اس قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔"

(کتاب اون لی لیسٹر ڈے "only yesterday" جلد اوّل ص ۱۵۹)

اور یہ خبر ہے اس بات کا کہ "امریکہ میں عورتوں اور مردوں کے پرائیویٹ تعلقات حدود وشمار سے باہر ہیں اور تفریحی حرام کاری کو اس قدر فروغ حاصل ہوگیا ہے کہ کسی قانون سے اس کا انسداد نہیں ہوسکتا" (کتاب مذکور)

یہ اس امریکہ کا حال ہے جس کی یہ مثل مشہور ہے کہ مرد خدا کا درخت ہے اور عورت اس کا پھول ہے! مگر جو پھول خود روٹو ہو اس کی گل چینی کو کون جرم قرار دے سکتا ہے!

پھر یاد کرو قرآن کریم کے اس ارشاد کو والذین ھم عن اللغو معرضون اور سوچو کہ امریکہ کو آج قرآن کی کس قدر ضرورت ہے!

"صحیفۂ عقل" ریشنلسٹ (Rationalist) مادہ پرستوں کی اصطلاح میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو خدا اور مذہب کو نہ مانیں اور صرف عقل پر بھروسہ کرکے مشاہدہ اور تجربہ پر ایمان لائیں، اس لئے کہ جتنے ہیں عقل پرست اور خرد نواز، اور جو عقل پرست ہوگا اس کے لیے ضروری ہے کہ خدا اور روحانیت کے جملہ کاروبار سے انکار کردے اور جو ایسا نہیں کرے گا [illegible] توہم پرست اور روایات پرست کہا جائے گا۔

یہ مسلّم ہے کہ انسان کی رہنما عقل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کس کی عقل؟ میری عقل یا آپ کی؟ زید کی عقل یا بکر کی؟ عورت کی عقل یا مرد کی؟ استاد کی عقل یا شاگرد کی؟ عقل کی اہمیت مسلّم لیکن فہم کا تفاوت بھی ناقابلِ انکار، میری عقل کچھ کہتی ہے آپ کی کچھ اور! کونسی عقل قابلِ اعتماد ہے اور کونسی ناقابلِ اعتماد؟ کیا ضمانت ہے کہ کسی عقل پرست کا فیصلہ معصوم اور بے خطا ہے اور اس نے اپنے فیصلے میں کوئی غلطی نہیں کی؟ عقل پرستوں نے ریشنلزم (عقلیت) پر بہت زور دیا لیکن اس کی حدود اربعہ کی نشاندھی نہیں کی، مذہب کے مابعد الطبیعیاتی تصورات کو خلاف عقل قرار دینا بہت آسان ہے لیکن یہ بتانا بہت مشکل کہ عقل کے مختلف درجات

میں سے کونسا درجہ قابل اعتماد ہے اور اسکی کیا ضمانت ہو کہ قابلِ اعتماد عقل اپنے فیصلے میں کوئی غلطی نہیں کر سکتی ؟ حال میں انگلستان سے ایک نئی کتاب شائع ہوئی ہو جس کا نام ہی صحیفۂ عقل (The Gospal of Rationalism) اس کے مصنف نے لاچار ہو کر بالآخر یہ حقیقت بھی تسلیم کر ہی لی کہ

"عقل کی ایک حد ہے بہت سے حقائق مثلاً زندگی کا آغاز، زندگی کی ماہیت، کائنات کی حقیقت اور خود ہماری شخصیت ہماری عقل کی دسترس سے باہر ہیں" (ص ۶)

اگر مذہب ان ہی حقائق سے پردہ اٹھائے اور ایسے امور کی طرف اشارہ کرے جو ہمارے حواس سے ماورا اور مشاہدہ کی سرحد سے باہر ہیں تو انھیں خلافِ عقل کیوں کہا جاتا ہو، آخر زندگی کی حقیقت کچھ نہ کچھ تو ضرور رہی اگر عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی تو کیا مذہب کے لیے بھی اس کی عقدہ کشائی مشکل ہو؟ عقل کی نارسائی اور مذہب کی ضرورت کا یہ کھلا اعتراف ہو جو ایک عقل پرست کی طرف سے کیا گیا ہو!

اسلام بمقابلہ چرچ

صحیفۂ عقل کا مصنف کلیسا کو شرم دلاتا ہوا لکھتا ہو :-

"کلیسا اب مجبور ہو کر تھامس پین، بریڈلا، انگرسول اور رفٹ کی بولی بولنے لگے ہیں، پادری اس بات پر آگئے ہیں کہ بائبل انسانی کلام ہو، تعلیم یافتہ لوگوں میں چرچ کی حیثیت ختم ہو چکی ہو اور پادری صاحبان بحالتِ مجبوری سائنس کے نظریات پر ایمان لے آئے ہیں"

(دی گوسپل آف ریشنلزم ص ۱۵)

لیکن صحیفۂ عقل کا مصنف اسلام کی نسبت ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا! کیونکہ اسلام ہر زمانے میں عصری علوم کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو، اور اسے سائنس اور جدید اکتشافات سے کوئی خطرہ نہیں ہے، مسلمانوں کو کوئی ضرورت نہیں کہ بریڈلا

تھامس ہکسلے، ڈارون، آئن سٹائن کی بولی بولیں، کیونکہ یورپ کے حکما جو کچھ کہتے ہیں وہ مسلمانوں ہی کے خیالات کی بازگشت ہے، خدا کا فضل ہے کہ کسی تعلیم یافتہ مسلمان کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ قرآن انسانی کلام ہے، اگرچہ مغرب نے ذہن کی پرواز بہت بلند ہو چکی ہے لیکن وہ بھی یہ مانتے ہیں کہ قرآن کی کوئی حقیقت عقلِ سلیم اور سائنٹیفک واقعات کے خلاف نہیں ہے۔ قرآن خود حکمت ہے بصیرت ہے، عقل و وجدان ہے، کتابِ فطرت ہے، کائنات کے مظاہر پر سب سے پہلے اسی نے توجہ دلائی، روایت و درایت کے اصولوں کو اسی نے دنیا میں پیش کیا، حواس سے کام نہ لینے پر اُس نے اوّل اوّل زجر و توبیخ کی اور افلا تعقلون کی صدا سے اسی نے انسانی قابلیتوں کو بیدار کیا، اگر سائنس کی بنیادی اینٹ اسبابِ علل ہیں تو یہی قرآن ہے جو فطرتِ جا... یہ کو نظیر میں پیش کر کے فطرت کی ہم آہنگی پہ زور دیتا ہے اور جس نے حکما کو پہلی بار یہ لکھ کر و لن تجد لسنت اللہ تبدیلاً، علت و معلول کی کنہ دریافت کرنے پر توجہ دلائی، لہٰذا چرچ اور کلیسا نے شکست کھائی اور اسلام کی کوئی اینٹ اپنی جگہ سے نہ ہل سکی!۔

سبیلِ کوثر

اہلِ حرمین شریفین کی امداد و دستگیری

مکہ معظمہ اور مدینۂ منورہ کیلئے امدادی رقوم

خداوند کریم کا شکر و احسان ہے کہ وہ خادمانِ دارالعلوم حرم سے متعدد کام لے رہا ہے صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی کو ملک کے مختلف مقامات سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعض خاص اور عام غربا و مساکین یا بیوگان و یتامیٰ اور دوسرے امورِ خیر کے لیے حسبِ ذیل رقوم بہ ماہِ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ وصول ہوئی ہیں۔ یہ ایک نیک کام کی توفیق ہے جو دارالعلوم حرم کی خدمت کے ساتھ ہمارے حصے میں آئی ہے۔ یہ رقوم مدرسہ کے مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو معطیان کی ہدایت کے مطابق مستحقین تک پہنچانے کے لیے بھیجدی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے　　آتے ہیں جو کام دوسروں کے

نمبر شمار	نامِ نامی	رقم
۱	جناب مرزا محمد سعید صاحب چنیوٹ	ساعہ/
۲	〃 ظہور الاسلام صاحب معرفت کلیم اللہ صاحب کان پور	صہ/
۳	〃 مولوی عبدالحی محمد حسن صاحبان سونا تھ بھنجن	مار
۴	〃 محمد شریف محمد سعید صاحبان سلمہ 〃 〃	صـ
۵	〃 محمد امانت اللہ صاحب 〃 〃 〃	عـ
۶	〃 نور احمد صاحب لاہور	عـ
۷	جناب الحاج خان بہادر محمد عبدالعزیز بادشاہ صاحب از جانب محترمہ محمود النسا بیگم صاحبہ از جناب مولانا محمد عبدالجبار بادشاہ صاحب مرحوم	۱۲/ روپے
۸	جناب حافظ عبدالمجید صاحب مدراسی مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب لاہور	صہ/
۹	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	معہ/
۱۰	ایک اہلِ خیر جزاہ اللہ بتوسط مولوی	

نمبر شمار	نام نامی	رقم
	محمد حمید الدین صاحب نارنول	عـه
۱۱	جناب بدر الدین صاحب ״ ״	عـه
۱۲	״ حاجی شرف الدین صاحب ״ ״	عـه
۱۳	ایک اہل خیر جزاہ اللہ بذریعہ حاجی علی حسن صاحب نارنول	سـه
۱۴	بعض اہل خیر حضرات جزاہم اللہ ״ ״	سـے ۳/
۱۵	جناب محمد احمد صاحب جعفری مہگاؤں	عـه
۱۶	״ عبد الحی صاحب، برکت علی صاحب ح صاحبزادہ صاحب سوت کانپور	للعـه ۱۲
۱۷	جناب مٹو میاں صاحب سلہٹ	عـه
۱۸	״ ایم ظہور علی صاحب آگرہ	سه/
۱۹	״ مولوی محمد ارشاد صاحب چودھری موضع عنایت آباد	لعـه
۲۰	محترمہ اہلیہ صاحبہ شیخ عطاء اللہ صاحب الہ آباد	صه
۲۱	جناب عبد الرحمن صاحب نقشبندی مجددی راولپنڈی	دو جوڑہ زنانہ کپڑے
۲۲	״ خانصاحب محمد قمر علی خانصاحب سرام	عـه
۲۳	״ عبد المجید صاحب بلرام پور	صه
۲۴	״ خانصاحب محمد قمر علی خانصاحب سرام	صه
۲۵	״ مولوی عبد الکریم صاحب بتوسط عبد الرحمن صاحب مجددی نقشبندی راولپنڈی	ماـه
۲۶	ایک مخلصہ جزاہ اللہ ساکن خرم گوہر بتوسط عبد الرحمن صاحب مجددی نقشبندی راولپنڈی	سـه
۲۷	جناب عبد الرزاق صاحب سیوان	عـه ۸/
۲۸	״ عثمان بیگ صاحب دہلی	صه/

نمبر شمار	نام نامی	رقم
۲۹	جناب مولانا مولوی حبیب الرحمن خانصاحب شیروانی نواب صدر یار جنگ بہادر رئیس اعظم حبیب گنج	الـــ
۳۰	״ سردار محمد جمال الدین یار صاحب نیو دہلی	عـه
۳۱	محترمہ بیگم صاحبہ کیپٹن ڈاکٹر سید محمد اکمل حسین صاحب کرنال	صه/
۳۲	جناب محمد احمد صاحب جعفری مہگاؤں	للعه ۱۰/
۳۳	״ کیپٹن حاجی شہزادہ خانصاحب سائری	سـه
۳۴	محترمہ میمونہ خاتون صاحبہ بتوسط جناب شاہ عزیز عالم صاحب مراد آباد	سـے/
۳۵	جناب حاجی محمد طٰہٰ صاحب نئی قرولباغ	عـه
۳۶	״ ڈاکٹر خیر الدین صاحب اطوہ	ماـه
۳۷	״ عبد اللطیف صاحب بتوسط حاجی محمد جان صاحب سہارن پور	عـه
۳۸	״ چودھری نذیر احمد صاحب بتوسط حاجی محمد جان صاحب سہارن پور	صه/
۳۹	״ حافظ محمد حسن صاحب بتوسط حاجی محمد جان صاحب سہارن پور	صه/
۴۰	״ حاجی مہر منصبدار ولد مہر بھاول صاحب سبتیانہ بتوسط جناب محمد نصیر صاحب نئی دہلی	لعـه/
۴۱	جناب حکیم احمد حسن صاحب موضع منوروا	سـے/
۴۲	جناب مولا بخش صاحب ولد نانک صاحب کمیالی بتوسط عبد الحمید خانصاحب	مار

میزان ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ ۱ عـ صما عـه ۲۵۲۳ ۶/

سفرنامہ ابنِ بطوطہ

(از مولانا محمد عبد الرحمٰن خانصاحب صدر حیدر آباد اکاڈمی)

(۲)

ندائے حرم کی گزشتہ اشاعت میں شیخ ابن بطوطہ کے سفرنامے کا مقدمہ (تحفۃ النظار) مع تنقید و تاریخی تبصرہ قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں ، زیر نظر اشاعت میں ابن بطوطہ کے سفرنامے کی دوسری قسط ہدیہ ناظرین ہے۔

(مدیر)

محمد ابن جُزَی نے سُلطان ابو عنان فارس (سلطان المغرب) کے حکم سے عربی زبان میں ابن بطوطہ کے سفر قلم بند کیے۔ حمد و نعت کے بعد ابن بطوطہ کے ابتدائی حالات قلمبند کرتے ہوئے لکھا ہو کہ وہ طنجہ کا رہنے والا تھا ، اس کا اصلی نام مغرب میں ابو عبد اللہ محمد تھا ، بلاد مشرق میں شمس الدین لقب پایا۔

ابو عبد اللہ محمد ۲ رجب ۷۲۵ھ (مطابق ۱۴ جون ۱۳۲۵ء) کو بائیس ہجری سال کی عمر میں حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ کے ارادہ سے اپنے مقام پیدایش طنجہ سے نکلا۔ دوست احباب کو چھوڑا ، ماں باپ ابھی زندہ تھے۔ اُنکی جدائی شاق گزری مگر سفر کے شوق نے اس جدائی کو بھی برداشت کرنے پر مجبور کیا۔ جب تلمسان پہنچا تو اس وقت ابو تاشفین اوّل وہاں حکمران تھا (۱۳۱۸ء۔ ۱۳۳۸ء) وہ زیانی خاندانِ تلمسان سے تھا۔ اسکی حکومت الجزائر تک پہنچ گئی تھی۔ اسی سال کے قریب ابو تاشفین نے سلطان تونس سے لڑائی شروع کر دی۔ جس دن ابن بطوطہ تلمسان پہنچا۔ سلطان تونس کے دو سفیر جو وہاں آئے ہوئے تھے شہر سے واپس ہو رہے تھے۔ ابن بطوطہ جلدی سے ضروری سامان فراہم کر کے اُن کے پیچھے ہولیا اور

ن سے شہر ملیانہ میں جاملا - یہاں علالت کی وجہ سے سفیر اس دن ٹھیر گئے - جب آگے بڑھے تو ایک سفیر راستہ میں فوت ہوگیا - اور کچھ دنوں کے لیے سفرا کے وفد کو رُک جانا پڑا - ابن بطوطہ اکیلا الجزائر جا کر ان کا انتظار کرتا رہا - اُن کے ساتھ مینجا کے شاداب میدان سے ہوتے ہوئے کوہ جرجرا پر سے شہر بجایا پہنچا - اس وقت وہاں کا حاکم ابن سیدالناس تھا - افسوس ہی کہ اس شخص نے مسافروں میں سے ایک تاجر کی میراث پر جو راستہ میں مرگیا تھا اور تین ہزار ہزار دینار طلائی تونس میں اپنے ورثا کے لیے چھوڑا تھا قبضہ کرلیا - ابن بطوطہ خود بھی بیمار ہوگیا، لیکن سفر جاری رکھا - راستے میں عرب لٹیروں کا خوف تھا لیکن کاروان قسطنطین پہنچ گیا - ایک دوست نے اپنا بھاری سامان بیچ کر خود اپنے سامان سے استفادہ کرنے کی دعوت دی - چنانچہ ابن بطوطہ نے ایسا ہی کیا اور اس نیک بندہ کیلئے دعائے خیر کی - دوسرے دن شہر کے حاکم نے وفد سے ملاقات کی اور ابن بطوطہ کے پھٹے پرانے کپڑے بدلوا کر اچھی پوشاک عطا کی - یہاں سے زائرین بونا پہنچے اور چند دن قیام کرکے تجار کی رفاقت چھوڑ کر آگے کو بڑھے ابن بطوطہ پھر بیمار ہوگیا لیکن اسی حالت میں تونس پہنچا - شہر کے باشندے اپنے جان پہچان کے لوگوں سے ملنے آئے - اس کا کوئی یار غمگسار نہ تھا - یہ اپنی تنہائی پر رونے لگا - اس پر ایک مسافر نے اس کے ساتھ ہمدردی کی اور محبت سے پیش آیا -

تونس کا سلطان اس وقت ابویحییٰ ابن ابوزکریا دوم تھا - شہر میں چند اچھے عالم تھے نماز عیدالفطر سلطان نے اپنے اہل و عیال اور درباریوں کے ساتھ شہر کے باہر عیدگاہ میں پڑھی - ابن بطوطہ بھی ان کے ساتھ نماز میں شریک تھا -

کچھ دنوں بعد عازمین حجاز کا کاروان تیار ہوا - ابن بطوطہ اس کا قاضی منتخب ہوا شروع نومبر میں تونس سے نکل کر ساحل کے بازو سے سوسہ، فقس ہوتے ہوئے (مگر قیروان کو چھوڑ کر اسلیے کہ ان دنوں وہاں امن نہ تھا) قابس پہنچے - یہاں مسلسل بارش کی وجہ سے دس دن قیام رہا - پھر ٹریپولی کی طرف چلے، ساتھ ایک سو سے زیادہ گھوڑے سوار تیر انداز

حفاظت کے لیے تھے اس لیے لٹیرے عرب حملہ نہ کرسکے۔ یفکس میں ابن بطوطہ نے تونس کے
ایک عہدے دار کی لڑکی سے شادی کرلی تھی۔ طرابلس میں دلہن اس کے حوالے کی گئی لیکن
وہاں سے چلتے وقت لڑکی کے باپ سے بگاڑ ہوگیا اور نکاح فسخ کرنا پڑا۔ اس کے بعد
ابن بطوطہ نے فاس کے ایک عالم کی لڑکی سے شادی کرلی اور ... روانگی کے
روز ٹھیر کر سب کی دعوت کی۔

بالآخر ۵ اپریل ۱۳۲۶ء کو وہ اسکندریہ پہنچے شہر بہت خوبصورت مضبوط اور
قلعوں سے آراستہ ومحفوظ پایا۔ اس کے چار دروازے تھے۔ بندرگاہ نہایت شاندار
تھی۔ اپنے سفروں میں کسی اور بندرگاہ کو باستثنائے کولم (...) اور کالیکٹ (ہند میں)
جنوا والوں کی بندرگاہ سوداق (ترکوں کی سرزمین میں) اور زیتون (چین میں) اس کے مقابلے
کا نہیں پایا۔ اس کے روشنی گھر (لائٹ ہاؤس) کا ایک بازو گر گیا تھا۔ وہ ایک ... عمارت
تھی جس کا دروازہ زمین کی سطح سے بلند تھا۔ اس مشہور عمارت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے
کہتا ہے کہ جب وہ بلاد مشرق کی سمت سے مغرب کی طرف واپس لوٹا تو سنہ ۷۵۰ھ (۱۳۴۹ء)
میں یہ لائٹ ہاؤس اس قدر شکستہ حال ہوگیا تھا کہ اس کے دروازے تک رسائی ممکن نہ تھی۔
الملک الناصر سلطان مصر نے اس کے بازو پر ایک ایسی ہی عمارت کی بنا ڈالی تھی لیکن اس کے
اختتام سے پہلے مرگیا۔ (القلقشندی نے اس مقام کا بعد کو سفر کیا کہتا ہے اسکندریہ کے فیروس
(PHARUS) کو جو دنیا کے سات عجائبات میں سے تھا تھوڑا سا فیروس سفید مرمر کا لائٹ ہاؤس
تھا بطلیموس اول و دوم نے قریب سنہ ۲۸۰ قبل مسیح اس کو بنوایا تھا اور جس کو یونانیوں نے
آٹھویں صدی کے شروع میں منہدم کردیا تھا بعد کو ویران ہوگیا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے
قابل ہے کہ اسکندریہ کی ایک گلی کا نام ابن بطوطہ سے منسوب ہے۔ مشرق کے کسی اور شہر نے ابن
بطوطہ کی اس طرح عزت نہیں کی)۔

پھر وہ پومپی (POMPEY) کے مینار کا ذکر کرتا ہے جو اسوان (ASSVAN) کے سنگ خارا

کا ایک مینار سیراپس (Serapis) کے ایک قدیم مندر کی جگہ پر قائم تھا۔

اسکندریہ کا قاضی بڑا عالم تھا۔ فصاحت میں یکتا۔ اس کے سر کا عمامہ اتنا بڑا تھا کہ ابن بطوطہ نے ایسا کہیں اور نہیں دیکھا۔ وہ ایک اور عالم تارک دُنیا بُرہان الدین کا ذکر کرتا ہے جس کا وہ تین دن مہمان رہا۔ اس عالم نے اس کے متعلق پیشین گوئی کی کہ وہ دُنیا کے دور دراز ملکوں کا سفر کریگا حالانکہ اس وقت ابن بطوطہ کو ہندستان اور چین جانے کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ شیخ نے اس کو کہا کہ میرے دینی بھائی فریدالدین سے ہندستان میں ملو اور رُکن الدین سے سندھ میں اور برہان الدین سے چین میں اور ان کو میرا اسلام پہنچاؤ۔

اسکندریہ میں اُس نے شیخ المرشدی کی شہرت سُنی جو اپنی کرامت سے لوگوں کو من مانے تحفے عطا کرتے تھے۔ اُن کا حجرہ شہر سے باہر ایک گوشۂ تنہائی میں تھا جہاں امیر و غریب شاہ و گدا سب جاتے اور من مانے تحفے اور کھانے حاصل کرتے تھے۔ سلطان مصر بھی کئی بار اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ابن بطوطہ اسکندریہ سے نکل کر دمن ہور ہوتا ہوا فوّا (Fua) پہنچا جہاں ایک نہر کے کنارے شیخ صاحب کا حجرہ تھا۔ اس وقت شیخ کی خدمت میں سلطان کا ایک افسر فوج حاضر تھا۔ ابن بطوطہ نے جب سلام کیا تو شیخ اُٹھ کر اُس سے بغلگیر ہوئے اور کھانا منگوا کر کھلایا۔ نماز کے وقت اُسی کو امام بنایا۔ گرما کا موسم تھا۔ رات میں اس کو حجرے کے اوپر جا کر سونے کو کہا۔ وہاں ایک بوریا، چمڑے کا فرش، وضو کے لیے پانی کا برتن اور پینے کے لیے پانی کی صراحی اور پیالہ موجود تھے۔ ابن بطوطہ اس بستر پر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا پرند اس کو اپنے بازوؤں پر لیے ہوئے مکّہ معظمہ کی طرف اُڑ رہا ہے۔ وہاں سے اس کو یمن لے گیا پھر مشرق کی طرف لے اُڑا۔ بالآخر ایک تاریک اور سرسبز زمین پر اس کو اُتار دیا۔ جب ابن بطوطہ نے شیخ سے خواب کی تعبیر پوچھی تو فرمایا کہ تم مکہ جاؤ گے پھر مدینہ۔ اس کے بعد یمن۔ عراق اور ترکوں کے ملک سے ہوتے ہوئے ہندستان۔ وہاں تم ایک بڑی مدت تک رہو گے اور میرے ایک دینی بھائی دِلشاد ہندستانی سے ملو گے جو

تم کو ایک مصیبت سے نجات دلائیں گے۔ یہ کہ کر اسے کچھ روٹی اور پیسے دے کر رخصت کیا۔

ابن بطوطہ اور اس کے ساتھی دمیاط (Damietta) اور کئی دوسرے شہروں میں سے گزرے جہاں کے سربرآوردہ مذہبی علما سے انکی ملاقات ہوئی۔ دمیاط دریائے نیل کے کنارے واقع ہی، لوگوں کے مکانات دریا سے لگے ہوئے تھے اور وہ ڈول ڈالکر دریا سے پانی کھینچتے تھے۔ اکثر مکانوں سے ندی میں اُترنے کے لیے سیڑھیاں بھی بنی تھیں۔ بکروں کے گلّے رات دن کھُلے چرتے پھرتے تھے۔ کوئی شخص شہر میں داخل ہوکر گورنر کے اجازت نامہ بغیر باہر جا نہیں سکتا تھا۔ متمول اشخاص کو اجازت نامہ کا ایک مُہر کیا ہوا کاغذ دیا جاتا تھا۔ عوام کے ہاتھ پر مہر کی جاتی تھی۔ دمیاط کے دریائی پرندوں کا گوشت بہت چربی دار تھا، وہاں کی بھینسوں کا دودھ مزے اور شیرینی میں لاجواب تھا۔ وہ کہتا ہی بوری نام کی مچھلی وہاں سے شام، اناطولیہ اور قاہرہ بھیجی جاتی تھی۔ موجودہ شہر کی حال ہی میں تعمیر ہوئی تھی۔ پُرانا شہر فرنگیوں نے الملک الصالح نجم الدین کے زمانے میں برباد کر دیا تھا۔ (یہاں ابن بطوطہ کا بیان غیر صحیح ہی، شہر کو خود مصری حکومت نے لوئی نہم بادشاہ فرانس کی ناکام صلیبی جنگ کے بعد منہدم کر دیا (سنہ ۱۳۴۹ء - سنہ ۵ھ) تاکہ فرنگیوں کا اس پر مکرر قبضہ نہ ہو سکے۔) پھر وہ فارس کو گیا جو دریائے نیل کے کنارے پر واقع ہی۔ دمیاط کے گورنر نے یہاں ایک سوار کے ذریعے اس کے لیے کچھ روپیہ بطور عطیہ روانہ کیا جس کا وہ شکریہ ادا کرتا ہی۔ اس کے بعد نیل کی ایک نہر پر ایک بڑے اور پُرانے شہر اشمون کو گیا۔ وہاں سے سمنود ہوتا ہوا متعدد دیگر شہروں سے گزرتا اور تکلیف برداشت کرتا قاہرہ پہنچا۔

دریائے نیل کے دونوں بازو اسکندریہ سے لیکر قاہرہ تک اور قاہرہ سے بالائی مصر میں اسوان تک بازاروں کا سلسلہ قائم تھا۔ وہ شہر قاہرہ کی بڑی تعریف کرتا ہی۔ کہتا ہی کہ باوجود وسعت اسکی آبادی اتنی بڑی ہی کہ شہر [illegible] سما نہیں سکتی۔ اس میں ۱۲ ہزار سقّا تھے جو اونٹوں پر پانی بھر کر لیجاتے تھے۔ تیس ہزار [illegible] گدھے کے کرایہ والے۔ ندی پر سلطان اور اسکی

رعایا کی ۳۶ ہزار کشتیاں تھیں جو بالائے مصر سے دمیاط اور اسکندریہ کے درمیان ہمہ قسم کے سامان سے لدی ہوئی آتی جاتی تھیں۔ قدیم شہر قاہرہ کے مقابل دریائے نیل کے کنارے الروضہ باغ تھا (جو اب ایک جزیرہ بن گیا ہے) جس میں رعایا کی تفریح کے لیے خوبصورت باغ بنے تھے۔ سلطان کا ہاتھ ٹوٹنے کے بعد صحت یابی کی خوشی میں جو دعوتیں دی جارہی تھیں ان میں ابن بطوطہ بھی شریک ہوا۔ عمرو ابن العاص کی جامع مسجد کی شہرت و عظمت کا ذکر کرتا ہے۔ قاہرہ کے مدرسوں کی تعداد زیادہ از شمار بتاتا ہے۔ سلطان قلاوون (الملک الناصر کے باپ) کے بیمارستان دقیق بین الصقرین کی تعریف امکان سے باہر بتاتا ہے۔ اس میں بے شمار دوائیاں اور سرجری کے سامان مہیا تھے۔ کہتے ہیں کہ اس کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار رہتا۔

وہ قاہرہ کے خانقاہوں کا ذکر کرتا ہے جنکی تعمیر اور نگہداشت میں امرا ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہر ایک خانقاہ درویشوں کے ایک خاص فرقے کیلئے مخصوص تھی۔ اکثر درویش ایرانی اور تعلیم یافتہ تھے۔ ہر ایک خانقاہ کا ایک شیخ اور ایک دربان ہوتا تھا۔ سب کے رہنے سہنے اور کھانے کا معقول انتظام تھا۔ دن میں دو بار کھانا کھلایا جاتا تھا اور پہلے سے پوچھ لیا جاتا کہ کیا کھائیں گے۔ ہر ایک درویش کے لیے علیحدہ برتن تھے۔ سرما و گرما کے لیے مختلف پوشش مہیا کیے جاتے تھے اور ماہانہ بیس سے لے کر تیس تک درہم بھی۔ ہر پنجشنبہ کی شب کو مٹھائیاں ملتی۔ دھوبی، کپڑے دھونے کا صابون خود اُن کے حمام کے اخراجات اور چراغ کا تیل بھی مہیا کر دیا جاتا۔ اکثر ان میں مجرد ہوتے تھے۔ شادی شدہ درویشوں کی خانقاہیں علیحدہ ہوتی تھیں۔

قاہرہ میں قرافہ کا قبرستان بہت متبرک مانا جاتا تھا۔ بے شمار علما اور صلحار کے یہاں مزار تھے۔ جنپر پختہ عمارتیں بنائی گئی تھیں۔ تلاوت قرآن کے لیے قاری مقرر تھے۔ پندرھویں شعبان کو لوگ یہاں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ فاتحہ خوانی اور شب باشی کی غرض سے آتے تھے۔ کھانے پینے کی اشیار کا بازار خوب بھرتا تھا۔ ایک مشہور زیارت گاہ میں حضرت امام حسین رض

کا سرِ مبارک دفن ہے (کربلا میں ۶۱ھ میں شہید ہونے کے بعد سرِ مبارک دمشق لایا گیا تھا۔ بعد میں قاہرہ میں دفن کیا گیا۔ سیدنا حضرت حسینؓ کی یہ بھی شہر کے مشرقی کنارے بڑی شان دار عمارت ہے۔) اس کے بازو پر ایک بڑی خانقاہ ہے جس کے دروازے پر چاندی کے حلقے اور پتیاں جڑے ہوئے ہیں۔ پھر وہ دریائے نیل کے پانی کی شیرینی کا ذکر کرتا ہے اور اس زمانے کی معلومات کے لحاظ سے کہتا ہے کہ نیل ہی ایک ایسا دریا ہے جو جنوب سے شمال کی طرف بہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں فرات، دجلہ، سیحون، جیحون، ہندوستان کے دریائے سندھ، گنگا، جمنا اور شاید برہماپترا کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ قفچاق کے دریائے والگا جس کے کنارے پر سرا کا شہر آباد ہے، ملکِ خطا کے دریاؤں اور دریائے سرو (Hoang-ho) کا بھی ذکر کرتا ہے۔ قاہرہ سے بڑھ کر سمندر پہنچنے سے قبل دریائے نیل تین شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ سرما ہو کہ گرما کسی موسم میں بھی اس کا پانی سوکھنے نہیں پاتا۔ کشتیوں ہی کے ذریعے ان کو عبور کیا جا سکتا ہے جب دریا کو طغیانی ہوتی ہے تو لوگ اس پانی اور اس کے ساتھ لائی ہوئی زرخیز مٹی کو اپنے اپنے کھیتوں میں پھیلا دیتے ہیں۔

قاہرہ سے وہ بالائی مصر کی طرف حجاز جانے کے لیے روانہ ہوا۔ پہلی شب دیر الطین کی خانقاہ میں ٹھیرا جس میں آنحضرت صلعم کے بعض آثارِ مبارک محفوظ ہیں۔ مثلاً ان کا لکڑی کا ٹوٹا ہوا کونڈا، جوتے سینے کی سوئی، سرمہ کی سلائی اور حضرت علیؓ کا خود اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید۔ کہا جاتا ہے کہ بانیٔ خانقاہ نے ان کو تین لاکھ درہم دیکر خریدا تھا۔ خانقاہ میں رہنے ٹھیرنے والوں کی سربراہی کے لیے بھی رقم وقف کر دیا گیا تھا۔ یہاں سے وہ متعدد شہروں اور قصبوں میں سے ہوتا ہوا منیۃ ابن خضیب گیا جو دریائے نیل کے کنارے بالائی مصر میں سب سے بڑا شہر تھا، پھر منفلوط، اسیوط اور اخمیم ہوتا ہوا اور اخمیم کے قدیم مصری مندروں کو دیکھتا ہوا (جو بربا کہلاتے تھے اور جن کے تراشے، کندے اور کتبے اس وقت کوئی سمجھ یا پڑھ نہیں سکتا تھا) پھر مستقر گورنر بالائی مصر یعنے قوص پہنچا۔ اس کے بعد الاقصار (Luxar) کے

خوبصورت چھوٹے شہر میں سے جہاں تارک الدنیا ابو الحجاج کا مزار ہے (جن کا ۶۴۲ھ/۱۲۴۴ء میں انتقال ہوا اور الیمن (Armant) کے احاطے کے اندر دفن ہیں) اسنا (Esna) گیا اور ایک دن اور ایک رات کے صحرائی سفر کے بعد ایڈفو (Edfu) پہنچا۔ (تعجب ہے کہ وہ [illegible] کا ذکر نہیں کرتا ہے حالانکہ ان کی اہمیت اور جاذب نظری ہر مسافر و سیاح کو متحیر کر دیتی ہے) یہاں اس نے دریائے نیل کو عبور کیا اور اونٹ کرایہ کر کے عربوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک لق و دق مگر چوروں سے محفوظ بیابان میں سے گزرا۔ اثنائے سفر میں ہمیثیرا (Humaythira) میں ٹھیرنا پڑا جہاں راتوں کو ترس بڑی تعداد میں گھومتے تھے۔ ایک نے اس کے سامان کی پوٹلی اڑالی جسمیں کھجوروں کی تھیلی تھی صبح تھیلی پھٹی پائی گئی مگر کھجوریں غائب تھیں۔

پندرہ دن سفر کرنیکے بعد وہ ایذاب (Aydhab) پہنچا۔ (بارھویں تیرھویں اور چودھویں عیسوی صدیوں میں یہ مقام بحیرۂ قلزم پر یمن اور ہند کی تجارتوں کا مرکز تھا اور بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ ۱۴۲۲ء میں سلطان مصر نے اس کو تباہ کر ڈالا اور اس کے عوض سواکن کی بندرگاہ کو آباد کیا) ایذاب میں اس وقت کافی آبادی تھی۔ دودھ، مچھلی، اناج اور کھجوریں بافراط بالائی مصر سے مہیا کی جاتی تھیں۔ وہاں کے لوگ سیاہ فام تھے زرد کمبل اوڑھتے تھے اور سر کے اطراف ایک انگل چوڑی کپڑے کی پٹی باندھتے تھے۔ بیجا (Bejas) کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی لڑکیوں کو ترکہ نہیں ملتا تھا۔ شہر کا ایک تہائی حصہ سلطان مصر کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ بقیہ دو تہائی بادشاہ بیجا الحدربی (Al Hadrabi) کے تحت۔ اس وقت وہ سلطان مصر سے برسرپیکار تھا اور اس نے جہازوں کو ڈبو دیا تھا۔ اسی وجہ سے ابن بطوطہ آگے نہ جاسکا اور قوص واپس ہوکر دریائے نیل کی کشتیوں کے ذریعے وسط جولائی ۱۳۲۶ء میں قاہرہ واپس ہوا۔

موجِ کوثر

بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ

مکہ معظمہ میں ہندوستانی مرحومین کیلئے ایصال ثواب

اپنے جانے والے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں کو یاد رکھیے تاکہ آنے والے آپ کو یاد رکھیں۔ اپنے خاندان کے مرحومین کے لیے مکہ معظمہ میں کعبہ کے زیرِ سایہ ایصال ثواب کیجیے۔ یاد رکھیے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ آپ جو روپیہ ہندوستان میں خرچ کرتے ہیں اس کو مکہ معظمہ میں خرچ کرکے ایک لاکھ گنا ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔ اس مد کی رقم وظائف حفاظ میں صرف کیجاتی ہے۔

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسل رقم	رقم
۱	بروح رابعہ خاتون صاحبہ مرحومہ ہمشیرہ خود	جناب خانبہادر شوکت علی صاحب سہو	[illegible]
۲	بروح عبد الغفور صاحب مرحوم شوہر خود	محترمہ اہلیہ صاحبہ عبد الغفور صاحب مرحوم بتوسط جناب حافظ عبد الواحد صاحب ابو العلائی ہزاری باغ	۵/۱۲
۳	بارواح والدین مرحومین	جناب عبد الغفور صاحب بتوسط جناب حافظ عبد الواحد صاحب ابو العلائی صاحب ہزاری باغ	ے
۴	بروح اہلیہ صاحبہ مرحومہ خود	جناب بابو اللہ بخش صاحب قریشی بتوسط حاجی عمر الدین صاحب قریشی لاہور	ے۵
۵	بروح حمیدہ صاحبہ مرحومہ دختر خود	جناب محمد عبد اللہ صاحب صدیقی لاہور	۶

نمبر شمار	ایصال ثواب	مرسل رقم	رقم
۶	بروح محترمہ زیتون بی بی صاحبہ مرحومہ	ایک صاحب خیر جزاہ بتوسط ملک شاپ بمبئی	[illegible]
۷	بروح پاک سرکار دو عالم صلعم - بروح سید ظفر شاہ صاحب مرحوم والد خود	جناب سید اقبال محمد شاہ صاحب بتوسط حاجی طفیل احمد صاحب شملہ	[illegible]
۸	بارواح والدین وہمشیرہ صاحبہ ودختر صاحبہ مرحومین خود	جناب حاجی فصیح الدین صاحب بتوسط جناب حافظ عبدالواحد صاحب ابوالعلائی ہزاری باغ	[illegible]
۹	بروح کبیرۃ النساء صاحبہ مرحومہ اہلیہ محمد سلیم خان صاحب	محترمہ بیگم صاحبہ ملک محمد حنیف خان صاحب شاہ نگر	[illegible]
۱۰	بارواح والدین مرحومین خود	جناب جمال الدین صاحب بتوسط جناب حافظ عبدالواحد صاحب ابوالعلائی ہزاری باغ	[illegible]
۱۱	بروح پاک سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم	جناب شیخ امام الدین صاحب رڑکی	[illegible]
۱۲	"	" بابو محمد قاسم صاحب "	[illegible]
۱۳	"	[illegible] منشی نیاز احمد صاحب رڑکی	[illegible]

میزان ماہ ذیقعد ۱۳۶۳ھ　　　　نام ۱۶۲

قیام حرم اور خدمت دین و علم کی سعادت کا زرین موقع

دارالعلوم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے شعبہ عالی کیلئے ایک استاد حدیث وتفسیر کی ضرورت ہے مشاہرہ مع امداد گرانی وغیرہ [illegible] روپیہ ماہوار، نیز شعبہ ثانوی کیلئے ایک فاضل دینیات ومعقولات کی بھی ضرورت ہے مشاہرہ مع امداد گرانی وغیرہ ماہانہ ۲۵ روپیہ - دس سالہ تعلیمی تجربہ ضروری ہے۔ مردانہ رہائش کا انتظام مدرسہ کی جانب سے ہوگا۔ مکہ معظمہ تک ایک طرف کا کرایہ دیا جائیگا۔ صرف ان حضرات کو ترجیح دیجائیگی جو مرکز اسلام میں کعبہ کے زیر سایہ اس دینی خدمت کو باعث خیر وفلاح سمجھیں اور مختلف فیہ مسائل، سیاسی انجمنوں اور فرقہ بندی سے دور اور آزاد ہوں (درخواستیں ناظم صاحب مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے نام بذریعہ معتمد صدر دفتر دہلی آنی چاہئیں)
تفصیلات کیلئے ذیل کے پتہ پر خط وکتابت فرمائیں۔

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرولباغ

جہنّم کا ایک گوشہ

مذہبی آزادی اسلام اور مسیحیت میں

اسلام پر مذہبی معاملات میں غیر رواداری کا الزام لگایا جاتا ہے، حالانکہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے ساری دُنیا کو مذہبی آزادی کی نوید سُنائی اور نوع انسانی کو پہلی بار بتایا کہ عقائد اور خیالات میں زبردستی اور جبر کو دخل نہ ہونا چاہیے۔ لا اکراہ فی الدین ۔ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں! فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ ایمان لانا یا نہ لانا انسان کی مرضی پر موقوف ہے۔

تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جن عیسائی فرقوں کو عیسائی ممالک میں پناہ نہ مل سکی، اسلامی ممالک ان کے لیے پناہ گاہ بنے، شام و عراق میں عیسائیوں کا فرقہ ابیونی آج تک موجود ہے حالانکہ یہ وہ فرقہ ہے جس پر مسیحی ممالک کی زمین تنگ کر دی گئی تھی۔ عیسائیوں کا مارمن فرقہ اسلامی ممالک میں آزادی کے ساتھ موجود ہے اور اس کے خیالات و اعمال پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں ہے لیکن امریکہ جو آزادی کا گہوارہ ہے اور جہاں سے آزادی کی صدا بلند ہو رہی ہے اس میں اس فرقہ کے لیے کوئی آزادی نہیں، یہ فرقہ تعدد ازدواج کا قائل ہے اور امریکہ میں تعدد ازدواج (Polygamy) قانوناً ممنوع ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اسپین پر عربوں کی حکومت قائم رہی، ہر فرقہ آزادی سے متمتع ہوتا رہا لیکن جب ان کی سطوت کا چراغ گل ہوا تو عیسائی پادریوں کے ہاتھوں سے محکمۂ احتساب اعمال کے نام سے خود عیسائیوں پر وہ مظالم ٹوٹے جن کے ذکر سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ فریڈرک مارٹن لکھتا ہے کہ۔

"مسلمان عموماً آزاد پسند تھے انھوں نے اپنی عیسائی رعایا کو کامل مذہبی آزادی دی تھی، عیسائیوں کو عام اجازت تھی کہ وہ اپنے گرجاؤں میں اور عام اجتماعات میں جو چاہیں کریں اور جس عقیدے کو چاہیں اختیار کریں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود عیسائی مسلمان حکومت کو

عیسائی حکومتوں پر ترجیح دینے لگے" (دی آؤٹ لائن آف ناج جلد ۲ صـ۳۲)

ایک کروڑ اشخاص نذرِ آتش

عیسائی پادریوں نے اسپین، پرتگال، اٹلی، فرانس میں غیر مذاہب اور اپنے ہم مذہبوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں ہم ان کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتے، بقول والٹیر "چرچ نے محض مذہبی اختلافات کی بنا پر ایک کروڑ انسانوں کو زندہ جلایا اور ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا" (حوالہ مذکور صـ)

بھلا اندازہ لگائیے کہ جن لوگوں نے مسلسل تین سو سال تک محض مذہبی اختلافات کی بنا پر انسانی خون سے ہاتھ رنگے ہوں انھوں نے ستم رانی میں کیا کچھ کسر چھوڑی ہوگی، فریڈرک ہارٹن کا بیان ہے کہ محکمہ احتساب اعمال کی نگرانی میں جو لوگ زندہ جلائے گئے ان کا روزانہ اوسط دو سو کے قریب تھا! (حوالہ مذکور صـ۲۶۵) حتیٰ کہ وکلف جس نے بائبل کا انگریزی میں ترجمہ کیا اس کی ہڈیوں کو قبر سے نکال کر جلا دیا گیا! اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ حرکت زمین کا اعلان کرنے کے جرم میں پوپ کے حکم سے برونو کو زندہ نذرِ آتش کیا گیا اور واسکوڈی گاما پر جس نے پہلی بار ایک عرب کی رہنمائی میں ہندستان کا راستہ دریافت کیا، پادریوں کی طرف سے الحاد کا فتویٰ لگایا گیا، اگر وہ ان کے ہتے چڑھ جاتا تو نذرِ آتش ہوئے بغیر نہ چھوٹتا!

انگلستان ہی وہ ملک ہے جہاں مذہبی اختلاف کی بنا پر کم سے کم خون بہایا گیا ہے تاہم بقول پریڈنا ہوتر وہاں بھی پادریوں کے ہاتھوں ۲۳ ہزار انسانوں کو سزا ملی، ان لوگوں میں وہ بھی ہیں جن کو زندہ جلایا گیا، وہ بھی ہیں جنھیں حوالۂ دار و رسن کیا گیا، وہ بھی ہیں جو شکنجوں میں کسے گئے اور وہ بھی ہیں جنھیں طویل عرصے تک قید و حبس میں ڈالا گیا۔

ملاحظہ ہو کتاب (Penalties upon Opinion)

اسی انگلستان میں ولیم سوٹر کو صرف اس الزام میں زندہ جلایا گیا کہ وہ شراب اور گوشت کی قلب ماہیت کا قائل نہ تھا، یعنے وہ یہ نہ مانتا تھا کہ عشائے ربانی کی تقریب میں شراب اور گوشت مسیح کے خون اور گوشت میں تبدیل ہو جاتا ہے! لطف یہ ہے کہ قانون الحاد پاس ہونے کے آٹھ روز پہلے ہی پادریوں نے بادشاہ سے منظوری لے کر سوٹر کو نذرِ آتش کر دیا۔

انگلستان اس ہولناک واقعے کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ پرنس آف ویلز کی موجودگی میں جان بیڈی کو زندہ جلا دیا گیا، پرنس آف ویلز آنکھوں سے یہ تماشہ دیکھتے رہے اور ان کی موجودگی میں بیڈی کا جسم جل کر خاک سیاہ ہوا!

اسی طرح اسمتھ فیلڈ کے میدان میں جان بوٹن اور امرشم میں متعدد اشخاص زندہ جلا دیے گئے۔

مذہب کے آتش کدے

یکم مارچ ۱۵۳۹ء میں کاسل ہل پر شاہ جیمس چہارم کی موجودگی میں چار اشخاص آگ کی نذر کئے گئے، اس سلسلے میں ڈیوک آف نورفوک کا ایک مکتوب اب تک برٹش میوزیم میں محفوظ ہے جو لارڈ کرامویل کو ۲۹ مارچ ۱۵۳۹ء میں لکھا گیا تھا اس کا مضمون یہ ہے کہ

"میرے پاس چند لوگ آئے جو اسکاٹ لینڈ کے ستم رسیدہ تھے وہ کہتے تھے کہ ہم انگریزی میں بائبل کی تلاوت کرتے ہیں مگر ہم سے کہا جاتا ہے کہ اگر ہم اس حرکت سے باز نہ آئے تو ہم کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا" (کتاب مذکور صـ۱۲ـ)

ایک شخص نیگیٹ کو اس بنا پر زندہ جلایا گیا کہ وہ تثلیث اور اقانیم عقائد کا منکر تھا اور یہ کہتا تھا کہ رسولوں نے مسیح کو کبھی خدا نہیں کہا!

۱۶۵۶ء میں جیمس نیلر پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے برسٹل میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میرا داخلہ ایسا ہی ہے جیسے مسیح کا داخلہ یروشلم میں! جج وائٹ لوک نے اس اعلان کو الحاد پر محمول کرتے ہوئے اُسے یہ سزا دی کہ پہلے شکنجہ میں کسا جائے پھر گرم لوہے کی سیخ سے اس کی زبان میں سوراخ کیا جائے، پھر اس کی پیشانی پر داغ دیا جائے اور پھر اسے جیل میں ڈال کر اس سے سخت مشقت لی جائے! (ملاحظہ ہو کتاب مذکور صـ۱۶ـ)

اسلام کی پوری تاریخ آپ کے سامنے ہے چودہ سو سال میں مذہبی اختلاف کی بنا پر کبھی کسی انسان کو اسلام کے نام پر زندہ نہیں جلایا گیا اور نہ بدعت والحاد کے الزام میں کسی کو حوالۂ دار و رسن کیا گیا نہ کسی کو شکنجوں میں کسا گیا، نہ کسی کی زبان گرم سلاخ سے چھیدی گئی! اس پر اسلام کو مطعون کیا جاتا ہے کہ اس میں مذہبی آزادی اور رواداری نہیں ہے! ہم اس موضوع پر پھر کبھی تفصیل کے ساتھ لکھیں گے اگر اس موضوع کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنی ہوں تو ذیل کی کتب کا خصوصیت کے ساتھ مطالعہ فرمائیں:-

(1) A History of the Crime of Blasphemy
By G. D. Nokes.

(2) the laws Relating to Blasphemy and Heresy
By Charles Bradlaugh

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی۔ مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمایئے باعث شکرگذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱	رسید ۱۰ جلد ۱۰۵	جناب ملک میر حسن خان صاحب شاہجہانپور ذریعہ منی آرڈر	۱۲	زکوٰۃ
۲	۷ ، ،	مسلمانان [illegible] جزاہم اللہ مرسلہ صوبیدار [illegible] خان صاحب بہادر [illegible] منی آرڈر	[illegible]	وظائف و خیرات
۳	۸ ، ،	جناب محمد دلاور حسین خان صاحب [illegible] (منی آرڈر)	[illegible]	زکوٰۃ
۴	۹ ، ،	جناب مولوی عبد الحی محمد حسن صاحبان مئو ناتھ بھنجن (بیمہ رجسٹری)	[illegible]	امداد عام
۵	۱۰ ، ،	جناب الحاج خان بہادر محمد عبد العزیز بادشاہ صاحب، از جانب محترمہ محمود النساء بیگم صاحبہ مرحومہ - از جانب مولانا عبد المجید بادشاہ صاحب مرحوم، مدراس (منی آرڈر)	۱۲	امداد عام
۶	رسید ۱۱ جلد ۱۰۵	مسلمانان آرڈیننس فیکٹری مراد نگر جزاہم اللہ مرسلہ سید محمود بسم اللہ صاحب مراد نگر (دستی)	[illegible]	وظائف (وظیفہ)
۷	۱۲ ، ،	ایک اہل خیر جزاہ اللہ بتوسط جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب نارنول (دستی)	[illegible]	زکوٰۃ
۸	۱۳ ، ،	جناب مولوی بدر الدین صاحب بتوسط جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب نارنول (دستی)	[illegible]	، ،
۹	۱۴ ، ،	جناب حاجی شرف الدین صاحب بتوسط جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب نارنول (دستی)	[illegible]	، ،
۱۰	۱۵ ، ،	ایک اہل خیر جزاہ اللہ بتوسط حاجی علی حسن صاحب ذریعہ جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب نارنول (دستی)	[illegible]	، ،
۱۱	۱۶ ، ،	جناب حافظ عبد السمیع صاحب بتوسط جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب نارنول (دستی)	۶	، ،

نمبر	نمبر رسید جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۲	رسید ۱۷ جلد ۱۵	جناب شرف الدین ابو الحسن خاں صاحب بتوسط جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب نارنول (دستی)	صہ	زکوٰۃ
۱۳	۱۸ ،،	بعض اہل خیر حضرات جزاہم اللہ بتوسط جناب مولوی محمد حمید الدین صاحب نارنول (دستی)	عا	،،
۱۴	۱۹ ،،	جناب مسعود میاں صاحب سلہٹ (منی آرڈر)	دعہ	امداد عام
۱۵	۲۰ ،،	حاجی زر محمد صدیق صاحب جھنگ ،،	دعہ	زکوٰۃ
۱۶	۲۱ ،،	ڈاکٹر قادر بخش صاحب اٹک ،،	دعہ	،،
۱۷	۲۲ ،،	محترمہ ام سکینہ صاحبہ بتوسط جناب شاہ عزیز عالم صاحب مرادآباد (شکرانہ صحت) (منی آرڈر)	عا	وظائف
۱۸	۲۳ ،،	جناب میاں محمد بشیر صاحب کانپور۔ منی آرڈر (بتقریب شادی میاں فضل علیم سلمہ)	ما عہ ر	امداد عام
۱۹	۲۴ ،،	جناب خانبہادر شوکت علی خاں صاحب سیہور (منی آرڈر) (از جائداد متروکہ رابعہ خاتون صاحبہ)	(ما)	ایصال ثواب
۲۰	۲۵ ،،	جناب عبد الغنی ولد دین محمد صاحب ریاست بیکانیر (منی آرڈر)	لعہ	زکوٰۃ و وظائف تعلیم تجلیات
۲۱	۲۶ ،،	جناب محمد اسمعیل صاحب لوہار ریاست بیکانیر (منی آرڈر)	سے	وظائف خیرات
۲۲	۲۷ ،،	جناب محمد یوسف اکیانی صاحب و بیگم صاحبہ و دختران و فرزندان صاحب موصوف بلور (ڈرافٹ)	لعہ ۱۱ ر	امداد عام
۲۳	۲۸ ،،	جناب محمد عبد الغنی صاحب بتوسط یوسف ایم اکیانی صاحب بلور ڈرافٹ	صہ ۱۰ ر	،،
۲۴	۲۹ ،،	جناب محمد عبد العزیز صاحب بتوسط یوسف ایم اکیانی صاحب بلور (ڈرافٹ)	صہ ۱۲ ر	،،
۲۵	رسید ۳۰ جلد ۱۶	محترمہ صادقہ خاتون صاحبہ دہلی قرول باغ (دستی)	۸ ر	امداد عام
۲۶	۳۱ ،،	جناب حافظ محمد ثانی صاحب ایم اے ایل ایل بی و بعض اہل خیر حضرات جزاہم اللہ (منی آرڈر)	بہ ۱۰	امداد عام
۲۷	۳۲ ،،	جناب محمد قاسم محمد اسمعیل صاحب بتوسط مولوی عبد الرحیم صاحب بمبئی (منی آرڈر)	عہ	زکوٰۃ
۲۸	۳۳ ،،	جناب محمد خلیل صاحب ریاست رامپور ،،	عہ	،،
۲۹	۳۴ ،،	طفیل احمد صاحب لکھنو ،،	عہ	امداد عام
۳۰	۳۵ ،،	عبد الرحمن صاحب مجددی نقشبندی راولپنڈی منی آرڈر	ما ر	،،
۳۱	۳۶ ،،	جناب بابو جمیل حسن صاحب بتوسط حافظ عبد الواحد صاحب ابو العلائی ہزاری باغ (منی آرڈر)	عہ	،،
۳۲	۳۷ ،،	جناب قادر بخش صاحب بتوسط حافظ عبد الواحد صاحب ابو العلائی ہزاری باغ (منی آرڈر)	بہ ۸ ر	،،
۳۳	۳۸ ،،	محترمہ اہلیہ صاحبہ عبد الغفور صاحب مرحوم بتوسط جناب حافظ عبد الواحد صاحب ابو العلائی ہزاری باغ (منی آرڈر)	بہ	ایصال ثواب
۳۴	۳۹ ،،	جناب غلام نبی صاحب وغیرہ بتوسط جناب حافظ عبد الواحد صاحب ہزاری باغ (منی آرڈر)	صہ ر	امداد عام
۳۵	۴۰ ،،	جناب عبد الغفور صاحب بتوسط جناب حافظ عبد الواحد صاحب ہزاری باغ (منی آرڈر)	سے	ایصال ثواب
۳۶	۴۱ ،،	جناب شکر اللہ سبحانی صاحب بلیا بتوسط حافظ عبد الواحد صاحب ہزاری باغ (منی آرڈر)	عا	امداد عام
۳۷	۴۲ ،،	جناب نسیم الدین صاحب بلیا بتوسط حافظ عبد الواحد صاحب ہزاری باغ (منی آرڈر)	عا	،،

نمبر مسلسل	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد	نمبر مسلسل	نمبر رسید و جلد	نام نامی	رقم	مد
۱۱۲	۹۴ جلد	جناب بابو محمد قاسم صاحب رڑکی	عہ	ایصال ثواب	۱۱۶	۱۰۱ جلد	جناب بابو ولد غلام محمد صاحب بیکانیر	عہ	وظائف زکوٰۃ
۱۱۳	۴۱ ″	مسٹر مشکور احمد صاحب رڑکی، نیاز احمد صاحب رڑکی	عہ	″	۱۱۷	۴ ″	″ شام دین صاحب بیکانیر	عہ	زکوٰۃ
ذریعہ جناب سید یسین ملکی صاحب سکریٹری					۱۱۸		آمدنی بمد اشتراک ندائے حرم		مبلغ عہ
۱۱۴	۱۰۱ جلد	جناب شیخ حیدر صاحب بیکانیر	عہ	وظائف خیرات					
۱۱۵	۲ ″	محترمہ محبن دولی بائی صاحبہ	عہ	″			میزان آمدنی ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۳ ہجری	۲۷۳-۷-۶	

احقر ضیاء الدین احمد معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ
دہلی قرول باغ

امداد عام — مد تعلیم — وظائف طلبا

مد زکوٰۃ
اس کا مصرف وظائف طلبا ہے

مد کتب خانہ

مد تعمیرات

مد ایصال ثواب
اسکا مصرف وظائف حفاظ قرآن ہے

مد متفرقات

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ مختلف امور خیر کا مجموعہ ہے اور ہر نیک کام اپنی جگہ پر نیکی ہے، مگر اس وعدہ پر یقین رکھئے کہ مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ مدرسہ صولتیہ کی ان مدات امداد میں سے جس مد کو آپ مفید اور ضروری سمجھیں اسکی ترقی کیلئے اپنی گرامی توجہ مبذول فرمائیے تاکہ خدا کے گھر میں کعبہ کے زیر سایہ آپکا یہ ستر سالہ کار خیر آپکی نیکیوں کا بہترین نتیجہ پیدا کر سکے۔

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸

از بہر فراز ہم عمل ضائع نیست
در مزرعہ زیر درکہ دراید ہوش است

مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) کے اہم اغراض ومقاصد

۱ - مکہ معظمہ میں ہندستانی طلبہ کے لئے بالخصوص اور آفاقی طلبہ کے لئے بالعموم تجوید و علمِ قرأت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا ؛

۲ - اُن ہونہار شائقینِ علم پردیسی طلبہ کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مرکزِ اسلام سے کچھ حاصل کرکے جائیں ؛

۳ - مستحق ونادار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اُن کو وظائف لیاقت دینا ؛

۴ - قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائف لیاقت دینا ؛

۵ - یتیموں اور خاص طور پر مہاجرینِ حرم کے بچّوں کی تعلیم و تربیت ؛

۶ - مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا ؛

۷ - دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور مکمل دار الصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت بنانا۔

۸ - مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا ؛

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۷۹)
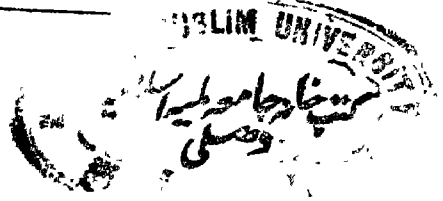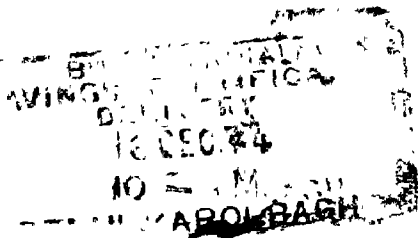
ترجمان القرآن

از

مولانا ابوالکلام آزاد

جلد دوم

یہ جلد اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی جلد سے بھی زیادہ مہتم بالشان ہے
حواشی زیادہ مفصّل، دلکش اور اہم مسائل پر مشتمل ہیں، کتابت و طباعت
بہتر ہے، چونکہ سورۂ انفال، کہف، مریم، انبیاء، وغیرہ اسی میں آگئی ہیں اور مولانا کو
کے جدید انتظام کے باعث جی کھولکر بحث کرنیکا موقع ملگیا ہے، کتاب اپنے رنگ
میں اور علمی خصوصیت کے اعتبار سے بینظیر ہوگئی ہے، سورۂ اعراف سے سورۂ مومنون تک

ہدیہ بلا جلد آٹھ روپیہ آٹھ آنے (۸/۸) مجلد دس روپیہ
(ندائے حرم کا حوالہ ضرور دیجئے)

ملنے کا پتہ:- **شیخ مبارک علی** تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ - لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی قرول باغ سے